بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ

یہ ہمارا دفتر ہے، بولتا ہے تمہارے کام ٹھیک (الجاثیہ)

اُردو زبان میں قرآنِ پاک کی ضخیم ترین مُستند تفسیر

مواہب الرحمٰن

مصنفہ

بحرُالعُلوم علّامہ سیّد امیر علی ملیح آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ

۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۸ء ــــــ ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۹ء

پارہ ○ ۱۳

مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ

۳۲-اے شاہ عالم مارکیٹ - لاہور

Marfat.com

Marfat.com

وَمَآ أُبَرِّئُ نَفْسِيْ ۚ إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ إِلَّا مَا رَحِمَ

اور مین نے اپنے نفس کی برأت نہین کی بیشک نفس تو بہت ہی برائی کی راہ بتاتا ہے سوائے اسکے جسپر رحم فرمادے

رَبِّيْ ۭ إِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

میرا پروردگار بیشک میرا رب بڑا غفور الرحیم ہے

جب یوسف علیہ السلام نے خیانت کی مذمت بیان کی وافادہ فرمایا کہ خائنون کا بھلا نہین ہوتا تو اس سے عوام کا خیال جاتا ہو کہ یہ خودستائی اور اپنی تعریف ہی لہذا فرمایا۔ وَمَآ أُبَرِّئُ نَفْسِيْ اور مین اپنے نفس کی برأت نہین کرتا ف اور اس بیان سے میری یہ غرض نہین ہو کہ اپنے نفس کی پاکیزگی ظاہر کرون۔ إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ بے شبہہ نفس تو سب سے بڑھ کر بدی کی راہ سُجھانے والگانے والا ہی پس ہر شخص اگر اپنے نفس پر اعتماد کرے اور اسکے کہنے پر چلے تو وہ اسکو کثرت سے بہت بدی کی راہ لگا دیگا ہر شخص کا نفس بدکام کا حکم کرتا ہی۔ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ سوائے ایسے شخص کے جسپر حق تعالے پروردگار عز وجل رحم فرماوے پس جسپر اللہ تعالیٰ رحم کرے اُسکو یا تو نفس مطمئن ملتا ہو کہ بدی کی راہ نہ بتلاوے جیسے انبیاء معصومین علیہم السلام اور یا نفس کی فرمایش سے جو گناہ و بُرائی ہو اللہ تعالیٰ ہدایت خاص کے ساتھ معصوم ومحفوظ کردیتا ہی اسطرح کہ وہ نفس کو مقہور کرتا اور موافق حکم شرع کے کام کرتا ہی۔ پھر چونکہ زلیخا سے مراودت واقع ہوئی تھی لہذا آخر مین استغفار کیا إِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ بیشک میرا رب بڑا غفور رحیم ہے۔ شیخ ابن کثیر رحمہ نے کہا کہ اس قول کو ماوردی رحمہ نے اپنی تفسیر مین نقل کیا ہی اور شیخ ابن تیمیہ نے اسی کو اختیار کیا اور اسکی تائید وتصحیح مین ایک مستقل کتاب علیحدہ لکھی ہی مترجم کہتا ہی کہ سراج وغیرہ نے لیعلم کی ضمیر درصورتیکہ یہ زلیخا کا کلام ہووے حضرت یوسف کیطرف راجع کی یعنی مین نے اسکی پاکیزگی وبرارت کا اقرار اسکی غیبت مین کردیا اس غرض سے کہ وہ جان لیوے کہ مین نے پیٹھ پیچھے جبکہ وہ قیدخانہ مین ہی اُسکی خیانت نہین کی اور قولہ ان اللہ لایہدی کید الخائنین سے تاکید ہو کہ پہلے مین نے خیانت کی تو راہ نہ پائی اور آخر فضیحت ہوئی اور اُس نے سچائی کا برتاؤ کیا تو قید مین اسکی برارت اور رہائی ہوئی۔ مترجم کہتا ہی کہ اگر یہ عورت کا کلام ہو تو شبہہ ضرور ہوگا کہ قولہ ان اللہ لایہدی کید الخائنین۔ اور قولہ ما ابرئ نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء اور قولہ ان ربی غفور رحیم۔ یہ سب ایمان صحیح وتوحید الٰہی کے تابع سے مین کیونکہ کید وخیانت اہل کفر کے ساتھ ضم ہی جبکہ انھون نے عہد ازل ومیثاق الٰہی مین خیانت کی اور یہ سب سے بڑی خیانت ہی اور نفس کا تزکیہ نہ کرنا محض ایمان ہی بخلاف کفر کے کہ وہان اتباع ہوی کے سوائے کوئی بات نہین ہی اور غفران الٰہی کی التجا کافر کی شان نہین ہی حالانکہ عورت اسوقت تک کفر پر ثابت تھی تو یہ مواعظ بلیغہ اس کی طرف سے متبعد مین پس مترجم کو تعجب قول مذکور کی جسکی تائید مستقل تصنیف سے شیخ ابن تیمیہ رحمہ نے کی ہو کوئی قوی دلیل نہین ظاہر ہوئی پس اقوی میرے نزدیک قول اول ہی اور خلاصہ اسکا سراج ومعالم وبیضاوی وتفسیر کبیر سے اسطرح ہو کہ جب ایلچی حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس واپس آیا اور خبر دی کہ بادشاہ کے حضور مین سب عورتون نے مع زلیخا کے تمھارے پاک وبے لوث ہونے کی گواہی دی ہی تب یوسف نے کہا۔ ذلک۔ یہ میرا قید مین ثابت قدم رہنا اور بادشاہ کے بلانے پر نہ جانا لیعلم انی لم اخنہ بالغیب اس مقصد سے تھا کہ وہ جان لیوے میرے پیٹھ پیچھے یعنی بادشاہ یا عزیز مصر کہ ہرگز مین نے اسکی کوئی خیانت نہین کی کیونکہ مین قید مین پڑا ہون اور عورتین مع زلیخا کے بے کھٹکے ہین تو انکی گواہی وزلیخا کا اقرار خوب ظاہر کرتا ہو کہ مین پاک ہون اسکے گھر یا غیرون مین کسی سے مین نے بدی نہین کی ہی اور یہی اکثر مفسرین کا قول ہو کہ یہ یوسف علیہ السلام کا مقولہ ہی امام بغوی نے کہا کہ ایک آدمی کی گفتگو دوسرے سے ملانے مین کوئی

حرج نہین جب کوئی قرینہ ہر ایک کی شناخت پر موجود ہو اور اسکی دوسری مثال یہ آیات ہین قال اللہ تعہ ان الملوک اذا دخلوا قریۃ افسدوہا وجعلوا اعزۃ اہلہا اذلۃ یہانتک بلقیس کا کلام ہی پھر اللہ تعہ نے فرمایا۔ وکذلک یفعلون۔ اسی طرح قولہ تعالے ربنا انک جامع الناس لیوم لاریب فیہ۔ یہ دعا کرنے والے کا کلام ہی اور آگے اللہ تعالے نے کہا ان اللہ لایخلف المیعاد۔ پس ایسے ہی یہان ہی اور مترجم کہتا ہی کہ قرینہ قوی وہ ہی جسکا ادر مین نے اشارہ کیا ہی۔ پھر قولہ ان اللہ لایہدی کید الخائنین مین یہدی بمعنی یسدد و تنجح ہی یعنی خائن کے مکر کو اللہ تعہ راست و مفید نہین کرتا بلکہ آخر خائن فضیحت و رسوا ہوتا ہی پس مقصود یہ بھی ہی کہ مین خائن نہ تھا ورنہ اس ورطہ سے مجھے نجات نہوتی اور عورتین مکار تھین کہ خود رسوا ہوئین۔ اور حشویہ کہتے ہین کہ جب یوسفؑ نے یہ بات کہی تو جبرئیل نے کہا کہ نہ اسوقت جب قصد کر کے عورت کا ازار بند کھولا تھا تو اُس وقت یوسف نے کہا وما ابری نفسی الخ امام رازی رحہ نے کہا کہ ان لوگون نے بہت سی خبیث روایات بنائی ہین یہ بھی انھین روایتون مین سے ہی اور یہ روایت کسی معتبر کتاب مین مذکور نہین ہی بلکہ بعض نے اسکو ابن عباس رضی اللہ عنہ کی جانب نسبت کیا و لیکن ان لوگون نے یہ قصد کیا کہ کوشش کر کے ظاہر قرآن مین تحریف معنوی پیدا کرین مگر اللہ تعہ نے اسلام مین ایسے اہل تحقیق علماء و صادقین پیدا کیے جنھون نے خبیث لوگون کے اقوال رد کر دیے اور قرآن مجید کو پاک و طاہر رکھا آیا نہین دیکھتے کہ ایسی خیانت نعوذ باللہ اگر ہوتی تو قولہ لم اخنہ بالغیب محض دروغ ہوتا حالانکہ کسی دیندار عاقل کی جانب ایسا خیال نہین ہو سکتا تو کیسے ایک نبی مرسل کی طرف روا ہوگا جو پاکیزہ خاندان نبوت مین سے ہی بلکہ یہ آیت تو نہایت پاکیزگی یوسفؑ پر قطعی دلیل ہی اور فرقہ حشویہ بدبخت اپنی طرف سے اتہام کر کے کفر اختیار کرتے ہین اور جن عورتون کے ساتھ خود معاملہ تھا وہ کہتی ہین کہ حاشا للہ ما علمنا علیہ من سوء۔ اور مترجم کہتا ہی کہ روایت ابن عباس کو شیخ ابن کثیر نے ابن جریر سے اسطرح نقل کیا قال ابن جریر حدثنا کریب حدثنا وکیع عن اسرئیل عن سماک عن عکرمۃ عن ابن عباس قال لما جمع الملک النسوۃ فسألہن ہل راودتن یوسف عن نفسہ قلن حاشا للہ ما علمنا علیہ من سوء قالت امراۃ العزیز الآن حصحص الحق الآیۃ قال یوسف ذلک لیعلم انی لم اخنہ بالغیب فقال جبرئیل ولا یوم ہمت بما ہمت فقال وما ابری نفسی الآیۃ مترجم کہتا ہی کہ اسناد اس روایت کے جید ہین اور لکھا ہی کہ ایسا ہی قول مجاہد و سعید بن جبیر و عکرمہ و ابن ابی الہذیل و ضحاک و حسن و قتادہ و سدی سے مروی ہی مترجم کہتا ہی کہ ان تابعین کے قول سے یہ مراد ہی کہ انھون نے بھی قولہ ذلک لیعلم۔ کو کلام یوسف علیہ السلام قرار دیا ہی نہ کلام زلیخا۔ بدین دلیل کہ مراد بیان اقوال ہی نہ تحقیق معانی اور سابق مین مترجم نے لکھدیا کہ اعتماد انھین کتابون پر ہی جو مسند اول ہین اور تعویل انھین روایات پر ہی جنمین کوئی علت نہو اور مدار اعتقاد کا خصوص ایسے مقامات مین انھین نصوص پر ہی جو وحی جلی یا خفی ہون اور یہان قرآن مجید وحی جلی سے حضرت یوسف علیہ السلام کی ہر طرح پاکیزگی ظاہر ہی اور ایک بڑا گروہ مفسرین کا اسی قول کے موافق تفسیر کرتا ہی اور وحی خفی یعنی حدیث آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ظاہر ہوتا ہی کہ اپنی پاکیزگی ظاہر ہونے کے لیے قید مین ثابت قدم رہے۔ اور یہ روایت جب قرآن یا حدیث سے نہین ہی تو ضرور بنواسرائیل سے لی گئی ہی جسپر کچھ اعتماد نہین ہو سکتا ہی۔ اور توضیح اسکی یہ ہی کہ کوئی نقص کسی پیغمبر کیجانب منسوب کرنا کفر ہی تو جب کوئی دلیل منصوص نہین ہی تو اہل کتاب یہود وغیرہ کے قول سے روا نہین ہی کہ منسوب کیا جاوے لہذا صحیح وہی تفسیر ہی جو اول مذکور ہوئی فافہم واللہ تعہ اعلم بالصواب پھر جاننا چاہیے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے جناب باری تعہ مین حسن ادب کو ہر حال مین مرعی رکھا اور اپنی برأت کے بعد کہا کہ ما ابری نفسی۔ یعنی یہ جو کچھ مین نے کہا کہ مین خائن نہین ہون اور مین نے کسی قسم کی بدی کا قصد نہین کیا اور مین پاک ہون تو اس سے میری مراد یہ ہی کہ اللہ تعالے نے مجھپر اپنا پورا فضل فرمایا اور مجھے پاک کر دیا اور یہ غرض نہین ہی کہ میرے نفس مین یہ خوبی ہی اسواسطے اللہ تعہ نے منع فرمایا ہی کہ لا تزکوا انفسکم۔ اپنے نفوس کی پاکیزگی مت بیان کرو کیونکہ ان النفس لامارۃ بالسوء۔ نفس ہمیشہ بدی کا حکم کرتا ہی ولیکن انسان کو اللہ تعہ اپنے فضل سے محفوظ فرماتا ہی۔ الا ما رحم ربی۔ وہی محفوظ رہتا ہی جسپر اللہ تعالے رحم فرماوے۔ ان ربی غفور رحیم میرا رب غفور رحیم ہی انسان اپنی ذات سے بدی کا خواستگار ہوتا ہی مگر اللہ تعالے نہایت بخشنے والا ہے کہ اس کی ذاتی شرارت پر

خارج کر دینا نام کرتے ہین جیسے پیمبر (تتمہ ہو) ام

Marfat.com

مواخذہ نہین فرماتا بلکہ بخشدیتا ہے اور نہایت رحم والا ہی کہ علاوہ اسکے اسپر رحمت فرماتا ہی یہان ایک نکتہ یہ بھی سمجھ مین آگیا ہوگا کہ آدمی اپنی ذاتی جبلت سے مغفرت خالق عزوجل کا محتاج ہی کیونکہ آدمی یہی نفس منفوس ہی جسکا ذاتی اقتضا بدی ہی ولیکن عصمت وحفظ آلہی تو یہ رحمت از جانب حق تعالیٰ ہی جو انبیاء علیہم السلام کے لیے بالکلیہ ہی اور عوام امت کے لیے درجہ بدرجہ خاص خاص طور پر ہی لہذا جہان کسی پیغمبر نے مغفرت چاہی ہے وہ اس بات پر ہرگز دلیل نہین ہوسکتا کہ اُس سے کوئی فعل گناہ سرزد ہوا ہی بلکہ بنظر نفس وخلقت ہی جبکہ اللہ تعالیٰ نے پاک کردیا اور احادیث صحیحہ مین وارد ہی کہ سب سے افضل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دن مین بہت مرتبہ استغفار کرتے تھے اور حاشا کہ کوئی جاہل گمان کرے کہ استغفار بمقابلہ معصیت تھا کیونکہ یہ گمان باطنی کفر ہی ف فی العرائس جب یوسف ع نے کہا کہ انی لم اخنہ بالغیب. تو باطن مین زبان اسرار سے یہ آواز سُنی کہ اسوقت بھی نہین جب بحکم قولہ لقد ہمت بہ وہم بہا. قصد کیا تھا. اہل تفسیر نے لکھا کہ جبرئیل ع نے ایسا کہا غرضکہ یہ آواز سنکر دعوے نفس سے عذر کیا بقولہ وما ابرئ نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء الا ما رحم ربی. پس پہلا مقولہ تو ابتدائے حال کے خبر تھی اور وہان انکی جبلت وہی جبلت نبوت مقدسہ تھی جسپر کوئی تہمت نہ تھی پھر درمیان مین لطیفہ آلہیہ سے امتحان وابتلا مین پھنسے اور رحم امر پر قدر سابق نے غلبہ کیا پس جو عذر ذکر کیا وہ اسی لطیفہ کی تعبیر تھی. واضح ہو کہ قولہ ان النفس لامارۃ بالسوء مین تحقیقات شریف این اسطرح کہ یہ نفس کیا چیز ہی جو بدی پر بشدت آمادہ کرتی ہی پس یہ معلوم ہی کہ وہ شیطان نہین ہی اور ظاہر ہے کہ قلب نہین ہی اور نہ فرشتہ ہی اور نہ عقل ہی اور نہ ایسی کوئی چیز ہی جو عین خارجی ہو پس بعض لوگ تو اسی نفس کو مہملے کہتے ہین یعنی خواہش وشہوات اور بعضے لوگ اسکو طبیعت کہتے ہین اور بعضے بشریت کہتے ہین مگر بشریت کے جو خواہش ومیلان بجانب شہوات ہو اسکو نفس نام رکھتے ہین اور یہ اقوال میرے نزدیک سب علم کے رسوم مین سے ہی فقط صورت کی بحث ہی اور میرا ارادہ یہان تحقیق کا ہی تو حقیقت اشیاء کا عالم فی الواقع اللہ تعالیٰ خالق عزوجل ہی مگر جہانتک ادراک پر انعام ہوا ہی وہ کچھ ظاہر کرتا ہی تو نفس درحقیقت وجود قہر قدم ہی کہ فعل مین اسکا ظہور ہوتا ہی اقول یعنی عالم صفات سے عالم فعل مین ظہور قہر قدم کا وہی نفس کی حقیقت ہی اور کہا کہ ہر مخلوق انسانیہ کی طبیعت کو قہریات کے قبول پر حرکت دیتا اور مستعد کرتا ہے قہریات سے مراد وہ امور آلہیہ ہین جنکا انجام آخر مین غضب وعذاب آلہی کی طرف ہے جس سے حجاب طاری ہوتا ہے اقول خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تمام ممنوعات سے آدمی وجن کو آگاہ فرمادیا اور دنیاوی زینت واس کارگاہ کا ایک فریب گاہ ناپائدار ہونا ظاہر کردیا اور یہ بھی منصوص فرمایا کہ جملہ اشیاء دنیا محض مزین تیز ہین امتحانی ہین اور انجام معصیت وفریب کا اور عہد آلہی مین خیانت کا یہ ہی کہ عذاب دائمی مین گرفتار ہوا اور مدت کا زمانہ لیے وقت معین اور بہت قریب ہی پھر باوجود اس علم کے لوگ انھین چیزون کو قبول کرتے ہین اور ایسے حرکات کرتے ہین جنکا انجام غضب آلہی وعذاب ہی تو یہ امر تحقیق طلب ہی کہ کون چیز انسان مین ہی جو جان بوجھ کر اُسکو اس عذاب مین گرفتار ہونے پر آمادہ کرتی ہی وہ عقل نہین ہوسکتی کیونکہ عقل ہی تو جوہر نفیس ہی جو رضائے حق عزوجل پر آمادہ کرتی ہی علی ہذا فرشتہ نہین اور وہ شیطان نہین جو انسان سے علٰحدہ ہے اور نہ اور کوئی عین خارج ہی بلکہ وہ قہر قدم کا وجود ہی جو عالم فعل مین ظاہر ہوا - قوم نے فرمایا کہ جو صدور قہر سے ہوا وہ نفس ہی یعنی قہر سے عالم فعل مین صادر ہوکر نفس نام رکھا گیا اور ہم اصل کی طرف رجوع کرتے ہین تو قہر ایک ازلی دائمی صفت ہی جو طبیعت بشری کو شہوات کی تلاش پر جنبش دیتی ہی پس کسی کو یہ مجال نہوگی کہ اسکے قبضہ سے نکل جاوے مگر وہی جسپر لطف آلہی تعالیٰ نے قبضہ کرلیا علی یعنی قولہ الا ما رحم ربی کیونکہ یہ صفت تمام ذرات پر غالب ہی اور وہ صفت آلہی سبحانہ تعالیٰ ہی اور وہ نفس النفس ہی کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات موصوف بصفۃ القہر ہی اور اُسکے قہر نے تمام حوادث وممکنات ومخلوقات کو اپنی تحت مین مغلوب کرلیا ہی پھر وہ کون ہی جو دعوے کرے کہ مین اپنے آپ کو سلطان قہر کے قبضہ سے نکال لونگا پس قولہ وما ابرئ نفسی یعنی مین اپنے نفس کو بری نہین کرتا ہون کہ اسپر قہر آلہی تعالیٰ کا قبضہ نہین ہی بلکہ ضرور وہ قہر کے قبضہ مین مقہور ہی. اور نیز اشارہ ہی کہ مین بری نہین کرتا نفس النفس کو قہر وقبضہ سے کیونکہ نفس النفس

Marfat.com

بمقتضائے قہر حکم کرتا ہے اور مقتضائے قہر وہی مقتضائے امتحان ہے اور مقتضائے امتحان وہی مقتضائے ملامت ہے یہ سب علم کا طریقہ ہے قول مقتضائے
ملامت سے یہان اصطلاح فتنہ مراد ہے یعنی جسپر استحقاق عذاب ہو پس اشارت ہے کہ امتحان مین پورا ہونا ممکن نہین ہے تو مناقشہ ہلاکت ہے اور
عفو و مغفرت نجات ہے۔ پھر لکھا کہ قولہ الا ما رحم ربی یعنی سوائے اس شخص کے جسکو حق تعالے نے اپنے لطف کے ساتھ اپنے قہر سے محفوظ کر دیا۔ اور
اس سے اشارہ اپنی ذات کی طرف لیا کہ حق عزوجل نے اپنی رحمت سے مجھکو بھی اپنے قہر یعنی امتحان سے بچا لیا۔ اور قولہ ما ابرئ نفسی مین اس
امتحان کی طرف اشارہ کیا جو زلیخا کے معاملات مین واقع ہوا اور یہ مرتبہ ایسے شخص کا ہے جو سر القہر سے عارف ہوا اور سر الخطاب و سر امتحان
و سر النفس و غلبہ ربوبیت سے دانا و بہدایت حق عزوجل سرفراز ہو و قد قیل من عرف نفسہ فقد عرف ربہ۔ اور مترجم کہتا ہے کہ اس قول مین نفس
کے معنی اس تحقیقات کے موافق لینے مین جو ابھی شیخ نے ذکر فرمائی ہے اشکال ہے کیونکہ نفس اس تحقیق پر ظہور قہر قدم ہے اور غایت اس سے اصل صفت
کی معرفت ہے تو رب کی معرفت مین تامل ہے اور ظاہر ایہان حقیقت ذات انسانی مراد ہے اور شاید کہ صفات مین ذات کے کلیہ پر معرفت تامہ حاصل ہو
واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور شیخ نے کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم چونکہ عارف حقیقت نفس تھے تو آپکے کلام حکمت مین اشارت موجود ہے کہ آپ نے اصل سے پناہ مانگی
حیث قال اعوذ برضاک من سخطک و بمعافاتک من عقوبتک یعنی مین پناہ مانگتا ہون تیری رضا کے ساتھ تیری خشم سے اور تیرے عفو کے ساتھ تیرے عذاب
سے۔ اور آپ نے ہمکو آگاہ فرما دیا کہ حق تعالے عزوجل نفس النفس ہے چنانچہ اسی حدیث مین فرمایا و اعوذ بک منک۔ ہم تجھی سے تیرے ساتھ پناہ مانگتے ہین یعنی قہر و
لطف و سخط و غضب سب تیری صفات ہین تو ہم لوگ تیری پناہ مین تجھی سے سلامتی چاہتے ہین۔ پھر شیخ رح نے کہا کہ جس نے چاہا کہ اپنے نفس کی پاکیزگی
حاصل کرے اس نے ربوبیت کے ساتھ جھگڑا پھیلایا کیونکہ نفس اصل قدر سابق ہے بنا بر جریان امتحان کے۔ تو نہین دیکھتا کہ واسطی رح فرماتے ہین کہ جس نے اپنے
نفس کو ملامت کی اس نے شرک کیا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ مسئلہ جو شیخ رح نے ذکر کیا بہت مشکل ہے اور اصل اشکال عوام کی عقل کے موافق ہے ورنہ اہل الحق کے
نزدیک بہت صاف و واضح ہے پس اول تو مین کلام شیخ کی توضیح کرتا ہون پھر اُن احادیث و نصوص کی طرف اشارہ کرتا ہون جہان سے استدلال ہے
پس شیخ کی مراد یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے نفس کو پاک نہین کر سکتا مگر اسی قدر کہ اُسکے حق مین پاک ہونا خود مقدر ہے کیونکہ جب نفس ظہور قہر ازل ہے تو ازل
مین ہر شخص کے حق مین دنیاوی امتحان و ابتلاء کی حالت گذر چکی پس اس سے وہی نتیجہ حاصل ہوگا جو مقدر ہو چکا ہے تو اسکا ارادہ کرنا لغو اور جہل ہوگا
یہی معنی ہین کہ جس نے اپنے نفس کو پاک کرنا چاہا اُس نے ربوبیت سے منازعت کی یعنی نفس کو سعادت یا شقاوت کی حالت پر لانا کسی دوسرے کے
اختیار مین نہین ہے سوائے خالق عزوجل کے اسی واسطے فرمایا فلا تزکوا انفسکم یعنی اے لوگو تم اپنے نفس کی پاکیزگی مت بیان کرو۔ وجہ یہی ہے کہ نفس تو باختیار
الٰہی ایک حالت پر مقدر ہو چکا پس دوران قضا مین جسطرح اللہ تعالیٰ نے چاہا اسی حد تک سعادت اسکو حاصل ہوگی پس تمہارا خود کچھ بھی اختیار نہوا تو
تم کس بات پر خود ستائی کرتے ہو اور یہین سے واضح ہوگیا وہ جو شیخ واسطی رح نے فرمایا کہ اپنے نفس کا ملامت کرنے والا مشرک ہے کیونکہ نفس کی خوبی اُسکے
اختیار مین نہ تھی اور ملامت اختیار کے ساتھ دائر ہے کیونکہ جب نفس اسی قدر پاک ہوگا جسقدر اسکے حق مین مقدر ہے تو وہ اُس سے زیادہ بے اختیار ہے پس جب
ملامت کی تو اُسکے لیے اختیار ثابت کیا حالانکہ وہ ارادۂ الٰہی ہے پس گویا اُسکے لیے صفت الٰہیہ ثابت کی اور یہ شرک ہے اور مترجم کہتا ہے کہ مراد اس سے نتیجہ ہے
یعنی جس نتیجہ پر نفس کا انجام ہوا اسپر قابل ملامت نہین ہے کیونکہ یہ تقدیر الٰہیہ ہے اور اگر ملامت سے مراد یہ ہو کہ فہم و عقل کی راہ مین اسنے کیون خطا کی جس سے
مستحق عذاب ہوا تو یہ دوسرے معنی ہین اور اسی پر عذاب و ثواب کا مناط بیان کیا گیا ہے علی معنی قولہ فلا تلومونی و لوموا انفسکم۔ اور عدم اختیار پر مدح و ذم بحسب
نتیجہ غیر معقول ہے و قد قال تعالیٰ یحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا پھر نصوص و آیات و احادیث اُسکے واسطے صریح ہین اور یہ مسئلہ جبر نہین ہے جیسا کہ ظاہر بین وہم ہوتا
ہے بلکہ اسمین و اُسمین بڑا فرق ہے جیسے تقدیر و تدبیر مین کوئی منافات نہین ہے مگر عوام اسمین فرق نہین کرتے مین کیونکہ جو شخص ہاتھ سے لقمہ نہ اٹھاوے حتی کہ مرجاوے

Marfat.com

اسپر ملامت کیجاوے گی یا کوئی برے کو دیڑ ہے سیدھی کی راہ چھوڑ دے اس زعم پر کہ موت یا چوٹ مقدر ہوگی تو مریگا ورنہ کچھ نہوگا تو حرام موت مرا اگرچہ اسکی موت اسوقت مقدر تھی ایسے ہی یہاں بھی نفس تقدیر و علم الٰہی کی راہ سے ملامت کرنا شرک ہے اور اس راہ سے کہ علم الٰہی کا حال اسکو کیونکر معلوم ہوا جس سے اُسنے آڑ پکڑی کیونکہ تقدیر علم الٰہی ہے اور اسکا مدعی خود مشرک و کافر ہے پس جبکہ یہ زعم دیکھا جاوے اسکے آثار سے استدلال ہو سکتا ہے کہ یہ دوزخی ہے وقال علیہ السلام جف القلم بما ہو کائن جو ہونے والا ہے قلم اسکو لکھ چکا۔ اور عجیب تعجب حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم تھا کہ انہیں سے پوچھنے والا پوچھتا کہ یا رسول اللہ یہ امر جو حالت دوران میں ہے مبنی بر آئندہ ہے یا ہو چکا۔ اور آپ نے جواب میں ارشاد کیا کہ ہو چکا۔ حالانکہ اس زمانہ کے بڑے بڑے علامہ علم عقل غافل ہیں جنکی نظر ایسے غوامض تدارک کے قریب بھی نہیں پہنچتی ہے۔ اور صحیح میں ہے کہ ہر ایک پر وہ آسان و میسر کر دیا گیا جسکے لیے وہ مخلوق ہوا ہے اور قال تعالیٰ لقد ذرأنا لجہنم کثیرا من الجن والانس لہم قلوب لا یفقہون بہا الآیۃ۔ وقال تعالیٰ فمنہم شقی و سعید۔ اور عجب ہے کہ جو لوگ اختیار پر مدار رکھتے ہیں عقول کو کسی کے قبضہ قدرت میں مجبور دیکھنے سے اندھے ہیں اور ہمت تدبیر ہو کر مراد سے محروم رہتے ہیں پھر بھی ہوشیار نہیں ہوتے ہیں صرف اس زعم پر کہ مدار ثواب و عذاب کا جبر کی حالت میں کیونکر ہوگا حالانکہ جبر کے جو معنی سمجھتے ہیں اس سے یہاں زمین و آسمان کا تفاوت ہے اور امر الٰہی عز و جل کو اپنی کوتاہ عقل میں محصور خیال کرتے ہیں بدیں معنی کہ ہر حکمت الٰہیہ و جملہ احکام الٰہی کو اسی طور پر جاننے کے قابل سمجھتے ہیں جسطور پر اپنی عقل شاہد ہو حالانکہ نہیں دیکھتے کہ عقل منجملہ مخلوقات حقیر کے جلال الٰہی کے سامنے متحیر و مسخر ہے اسکو یہ تاب کہاں سے آگئی کہ تمام حکمت الٰہی کو محیط ہو جاوے پھر یہ سوال کیوں پیدا ہوا کہ پھر وہ عذاب کیوں فرماویگا اور ثواب کیونکر دیگا۔ یہ تو بعینہ ایسا ہی سوال ہے کہ پھر اس نے مخلوق کو اس فضاے محصور میں کیوں نہ پیدا کیا اور اندھیرا کیوں کر دیا کہ چراغ کی ضرورت ہوا اور اناج کی پیدائش و غذا پر کیوں بنا زندگی رکھی اور زمین اس شکل کی کیوں بنائی اور ایک ہی کیوں پیدا کی اور چاند گھر گھر کیوں نہ دیا اور مانند اسکے مزخرفات خیالات کچھ کار آمد نہیں ہیں بلکہ مشرک ہو کر دار البوار جہنم اختیار کرتے ہیں پس صریح ایمان یہ ہے کہ ہر ایک نفس کو اسکے اسباب عقل و حواس دیے ہیں جنکو عبادت حق عز و جل میں لگانے سے شکر ادا ہو کر راہ معرفت کشادہ ہوتی ہے اور نتیجہ ہر ایک کو اسکے مقدر کا ملتا ہے وقال تعالیٰ وکان امر اللہ قدرا مقدورا کسی نفس کو کچھ دم بیتی نہیں ہے اور شیخ نے دوسرا قول شیخ واسطی رحمہ اللہ کا ذکر کیا کہ آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جس نے اپنے نفس کی جانب سے کسی نیکی میں قصور دیکھا اسنے شرک کیا کیونکہ جس نے اپنے نفس کی طرف سے کوتاہی کرنا چاہا اسنے حق عز و جل کی تقدیر و قضا سے انکار کیا اور جس نے اپنے نفس کو اسکے امور میں سے کسی بات میں ملامت کی تو اس نے شرک کیا کیونکہ اُس نے اپنے نفس کی جانب ایسا حصہ بھی منسوب کیا جو کہ اسکے واسطے ہرگز مقدر نہ تھا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ نفیس تحقیق قابل صد آفرین ہے جزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء فانہ اقام نعت الادب علی ساحۃ الکبریاء جلت عظمتہ شیخ ابن عطاء رحمہ نے کہا کہ قولہ ما ابرئ نفسی یعنی میں بذات خود اپنے نفس کی پاکیزگی نہیں بیان کرتا بلکہ بذات حق اسکی پاکیزگی بیان کرتا ہوں۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ صحیح ہے یعنی نفس جب پاکیزہ حالت پر اسکا انجام ہوا یہ سب بتقدیر الٰہی عز و جل واقع ہوا تو درحقیقت اللہ تعالیٰ نے اس نفس کو پاک کیا پس نفس کی پاکیزگی و اسکا بدی سے بری و دور ہونا بذات خالق عز و جل صحیح ہے جسکے واسطے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا و شکر ہے اور خود اپنے اختیار سے نہیں ہے تو اپنے نفس کا تزکیہ اور عیب سے بری ہونا اپنی ذات سے نہیں بیان ہو سکتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ قولہ ان النفس لامارۃ بالسوء۔ یہ جملہ بہت تاکیدات سے مملو ہے جس سے معلوم ہوا کہ اکثر اوقات نفس کی جانب سے جو احکام ہوتے ہیں سب قہر الٰہی ہیں جنکا اُتار رحمت الٰہی ہوگا اور اکثر مثل کل کے ہے اور خود کل ہونا بھی محتمل غالب ہے اسی واسطے شیخ نے ذکر کیا کہ شیخ ابو حفص رحمہ نے فرمایا کہ جس نے اپنے نفس کو دوام اوقات میں متہم نہ رکھا اور جملہ احوال میں اسکی مخالفت نہ کی اور جو بات اُسکو ناگوار ہے اُسکی طرف نہ کھینچا اور ہمیشہ اس سے مخالفانہ کام نہ لیا تو وہ اپنے نفس کی طرف سے دھوکے میں پڑا۔ مترجم کہتا ہے کہ جب نفس بدی کا حکم کرتا ہے تو جب کبھی جس حال میں ہو کسی بات کی خواہش کرے اگرچہ بظاہر وہ عبادت معلوم ہووے ضرور ہے کہ آدمی نفس پر اعتماد نہ کرے بلکہ تہمت رکھے کہ ضرور اس نے اس میں کسی بدی کی خواہش کی ہے کیونکہ وہ تو بدی پر حکم کرتا رہتا ہے پس اس کام کو کتاب الٰہی و سنت حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم سے تلاش کرے اور جو

Marfat.com

علوم فقہ و مسائل مین وہان سے ڈھونڈھے اگر طاعت ہو نا المجادے تو پھر اپنی نیت و حالت پر نظر کرے کہ خلوص ہی یا ریا وغیرہ جو قبائح کہ فعل و نیت سے متعلق ہین سب پر نظر ڈالے پھر اگر نیت بھی صادق ہو تو انجام کے خدشات و مآل کار پر نظر کرے کیونکہ بہت سے کام ایسے ہین کہ بعض شخص کی نسبت ان کا انجام خراب ہوتا ہی پس جب انجام بھی نیک نظر آوے تو قبول کرے ورنہ ترک کرے اور جان لیوے کہ یہ نفس کا فریب ہی پس اس سے مخالفت کرے پھر مخالفت کے بعد جو فعل برخلاف ہی اور نفس کو ناگوار ہی اسپر آمادہ ہووے اور وہ کام اُس سے لیوے تاکہ پورا ثواب حاصل ہو جاوے پھر شیخ ابو حفص رح نے اپنا قول یون فرمایا کہ اور جس کسی نے نفس کے کامون مین سے کسی کام مین یا اُسکے احکام مین سے کسی حکم کو اچھی نگاہ سے دیکھا تو اس نے اپنی جان کو ہلاک و تباہ کر دیا بھلا کسی عاقل کو روا ہی کہ اپنے نفس کی خواہش پر راضی ہو حالانکہ کریم بن الکریم بن الکریم بن الکریم یعنی یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم تو فرماتے ہین کہ ما ابرئ نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء اور یہ عاقل کون ہی کہ سکا نفس ایسا ہو گیا کہ اسکو بھلائی کی راہ بتلاتا ہی. خوب یاد رکھو کہ اسکا فریب بہت باریک ہی وہ تجکو طاعت پر آمادہ کریگا اور اُسمین تیرے لیے بدی چھپی ہوئی رکھیگا۔ قال المترجم یہ مسئلہ علماے باطن کے نزدیک نہایت دشوار ہی یعنی بکثرت ایسا ہوتا ہی کہ بظاہر نفس طاعت و عبادت و نیک کام پر آمادہ کرتا ہی حالانکہ اسمین برائی پوشیدہ ہوتی ہی کیونکہ مدار کام کا نیت پر ہی اور نیت وہ صحیح ہی جو کہ خالص ہو اور خلوص کا پہچاننا پھر نفس کی طرف سے ہوگا اور عقل ہنوز مغشوش ہی تو فریب سے نفس اسکو خلوص کا دھوکا دیگا حالانکہ عقل صرف مین ایک بڑا میل خود پسندی وغیرہ کا شامل نظر آتا ہی اسیواسطے اہل قلوب کی خدمت و صحبت مثل اکسیر کے عزیز سمجھی گئی ہے فافہم واللہ تعالے اعلم بالصواب۔ شیخ سہل رحمہ اللہ نے کہا کہ اللہ تعالے نے نفس کو پیدا کیا اور طبیعت اسکی جہل رکھی ہی اور ہوی کو اُسکے واسطے سب چیزون سے زیادہ قریب کر دیا ہی اور ہوی یعنی خواہش کو ایک ایسا دروازہ کر دیا ہی کہ جو مخلوق اُس مین داخل ہو کر ہلاک و تباہ ہو جاتا ہی۔ اور سہل رح نے کہا کہ نفس امارہ وہی شہوت ہی اور نفس مطمئنہ وہ نفس معرفت ہی مترجم کہتا ہی کہ اس سے ظاہر ہوتا ہی کہ نفس کی دو قسم مین ایک امارہ اور دوم مطمئنہ ولیکن یہ ایک تحقیق پر مبنی ہی اور کلام الٰہی مین بھی ان دونون کا ذکر ہی اور فرق شاید مثل انسان شقی و سعید کے ہی واللہ تعا اعلم اور زیادہ تفصیل احیاء الغزالی رح سے تلاش کرنا چاہیے۔ شیخ ابو حفص رح نے فرمایا کہ نفس تو بالکل تاریکی ہی اور اسکا چراغ سر باطن ہی اور اس چراغ کا نور توفیق الٰہی ہی پس جس شخص کے ساتھ توفیق یار نہو تو وہ بالکل تاریکی مین رہیگا بلکہ بالکل تاریک ہوگا۔ قال المترجم کفار کی مثال قرآن مجید مین اندھیرے سے صریح ہی۔ سہل رح نے فرمایا کہ قولہ لامارۃ بالسوء یہ موضع طبع ہی اور قولہ الا ما رحم ربی یہ مقام عصمت ہی مترجم کہتا ہی شاید مراد یہ ہی کہ نفس جب کہ بمقتضاے طبیعت ہو تو بدی کا کثرت سے حکم کرتی ہی اور جب وہ معصوم بعصمت الٰہیہ ہو خواہ اسکو ہدایت ربانیہ سے تعبیر کیا جاوے تو وہ مطمئنہ ہی واللہ تعا اعلم۔ شیخ واسطی رح نے کہا کہ نفس سراپا ظلمت ہی اور چراغ اُسکا سر باطن ہی تو جسکے پاس سر پاکیزہ نہو وہ ہمیشہ تاریکی مین ہی قال المترجم لفظ سر ایک اصطلاح خاص ہی جیسے عشق اور معنے اسکے سواے عارف کے کوئی نہین سمجھ سکتا ہی اور بسا اوقات قلب القلب وغیرہ الفاظ بولتے ہین اور یہ سب الفاظ اسرار ہین ؎ بسر قصہ سیمرغ و قصہ ہدہد ٭ کسے رسد کہ شناساے منطق الطیر است ٭ ورنہ ہم لوگون کو اہل الحق کے کلام سے سواے قصص و امثال کے کوئی حصہ خاص نہین ہی اور طریقہ اسکا سواے اسکے نہین کہ توفیق الٰہی تاریکی نفس سے بچراغ ہدایت اس مناہی سے شاہراہ اتباع و ادب کی طرف واصل فرماوے تو ہر مقام پر اسکا مقصود مشاہدہ ہو جاوے واللہ تعالے ہو الہادی الی السبیل الرشاد۔ شیخ استاد نے فرمایا کہ قولہ ما ابرئ نفسی اس اعتذار کا بیان ہی جو امر الٰہی مین قصور واقع ہوا اور پوری طاعت و خدمت نہین ہو سکی پس اس عذر سے غفران الٰہی کے مستحق ہوئے اسی واسطے قولہ ان ربی غفور رحیم پر تمام کیا۔ مترجم کہتا ہی کہ شان عظمت و کبریائی کے لائق عبادت اہل تحقیق کے نزدیک ناممکن ہی اور نص اسپر قولہ صلے اللہ علیہ وسلم ما عبدناک حق عبادتک الحدیث ہی اور وجہ اسکی یہ بیان کرتے ہین کہ عبادت لائق معبود کے اسوقت ہو سکتی ہی کہ معبود کی عظمت سے کامل آگاہی ہو اور اُسکے لائق سامان بہم پہونچے تو ظاہر ہی کہ حقیقت صفات الٰہیہ تعا اللہ علوا کبیرا

Marfat.com

کسی بشر یا کسی مخلوق سے ممکن نہین تو ذات کا کیا ذکر ہے پھر اگر قدیم ہونا معلوم کیا تو حادث سے لائق قدیم کے کیا چیز میسر ہو سکتی ہے اسی واسطے حمد آلہی وہی ہے جو خود اپنی حمد فرمائی ہے وقال صلے اللہ علیہ وسلم انت کما اثنیت علی نفسک الحدیث پس جہان سید الرسل و خیر الخلائق یہ فرماوے وہان کسی مخلوق کی کیا مجال ہے کہ زبان ہلاوے تو تقصیر عبادت ہر فرد بشر سے ضروری متحقق ہے واضح ہو کہ آیات کے مقاطع بمناسبات حکمت ہین اور کوئی انکا اسرار سے واقف نہین ہو سکتا مگر جسکو حکمت ربانی سے فیض ملا ہو۔ القصہ جب بادشاہ کو طہارت و کمالات یوسفی ظاہر ہوئے تو اس نے طمع کی کہ ایسے ستودہ صفات آدمی سے بالمشافہ مکالمہ سے فیضیاب ہو لہذا اُس نے حکم بھیجا کما قال تعالے عز وجل۔

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ أَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِي ۖ فَلَمَّا كَلَّمَهُ قَالَ إِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِينٌ

اور کہنے لگا بادشاہ کہ اسکو میرے پاس لے آؤ بنا اسکو خاص اپنے واسطے کر لونگا پھر جب اس سے باتین کین تو بادشاہ بولا کہ آج کے روز تو ہمارے نزدیک مضبوط قدم و

أَمِينٌ ۝ قَالَ اجْعَلْنِي عَلَىٰ خَزَائِنِ الْأَرْضِ ۖ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ ۝ وَكَذَٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي

امانت دار ہے یوسف نے کہا کہ مجھے مقرر کردے زمین کے خزانون پر مین بیشک حفاظت کرنے والا ہوشیار ہون اور یون ہی ہم نے یوسف کو مضبوط قدم کر دیا

الْأَرْضِ يَتَبَوَّأُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَاءُ ۚ نُصِيبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَشَاءُ ۖ وَلَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ۝ وَلَأَجْرُ

زمین مین کہ وہین جگہ لیتا جہان اسکا جی چاہتا ہم اپنی رحمت پہونچا دیتے ہین جسکو چاہتے ہین اور جو نیک کام کرتے ہین انکا ثواب ضائع نہین کرتے ہین اور بیشک

٤٨-١ الْآخِرَةِ خَيْرٌ لِلَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ۝

آخرت کا ثواب بہت اچھا ہے اُن آدمیون کے واسطے جو ایمان لائے اور پرہیزگاری پر قائم رہے ہین

وَقَالَ الْمَلِكُ اور بادشاہ نے کہا۔ بعضے کہتے ہین کہ مراد وزیر اطفیر یعنی عزیز ہے جسکو چھوٹا بادشاہ کہتے تھے اور امام رازی وغیرہ نے کہا کہ نہین کیونکہ یوسف تو اسکے واسطے پہلے سے خالص تھے اور وہ انکو خراج مصر پر مقرر نہین کر سکتا تھا اور نہ اُسنے خواب دیکھا تھا اور پھر اعادہ لفظ ملک کا فقط اسوجہ سے ہوا کہ درمیانی زلیخا وغیرہ کے کلمات آگئے ہین پس صحیح یہ ہے کہ فرعون مصر جو سب پر بادشاہ تھا جسکا نام ریان بن الولید بیان ہوا ہے اُس نے کہا ائْتُونِي بِهِ اسکو قید خانہ سے میرے پاس لاؤ۔ أَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِي مین اسکو اپنے واسطے خالص کرونگا۔ یعنی ایسے عمدہ شخص کو وزیر عزیز وغیرہ کسی کی شرکت مین نہ رکھونگا بلکہ خالص اپنے واسطے کرونگا پھر اُسپر کسی کو دست درازی کا اختیار نہوگا۔ مسئلہ بادشاہ اسلام کو اختیار نہین ہے کہ رعایا مین سے کسی کے غلام مملوک کو اپنے واسطے مخصوص کرے اور یہ اس بادشاہ کا واقعہ بیان فرمادیا اور درحقیقت حضرت یوسف علیہ السلام عزیز کے مملوک نہ تھے یا ہون تو اختصاص کے طور پر لینا بھی انکا دستور ہوگا جضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے قصہ مین ہے کہ فارس سے نکلکر شام مین نصرانی ہوئے پھر ایک راہب نے انکو مدینہ طیبہ کی راہ بتلائی کہ وہان پیغمبر آخر الزمان صلے اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوگا پس مدینہ کو آئے اور بعد ظہور آفتاب نبوت کے راہب نے جو نشانات بتلائے تھے انکی آزمائش کرکے مسلمان ہوئے اور جلیل القدر صحابہ مین شمار ہین رضی اللہ عنہ وعنہم اجمعین اور اس درمیان مین دس جگہ سے زیادہ فروخت ہوئے اور حضرت استاد شیخ محقق نے مجھے جواب دیا کہ وہ زمانہ فترت تھا اور یہود پر جہاد بھی نہین ہوا تھا پس زمانہ فترت کا برتاؤ اسیطرح جائز ہوتا ہے جیسے جورو اور مرد کا زمانہ کفر کا نکاح بعد اسلام کے برقرار رکھا جاتا ہے پس قبضہ مالکانہ جائز رکھا گیا حتی کہ مالک کو عوض دیکر حضرت سلمان رضہ کو خرید کر آزاد کر دیا۔ اس نظیر پر ممکن ہے کہ عزیز مصر کا خرید و قبضہ روا ہو اور انکے دستور کے موافق بادشاہ نے کہا کہ اسکو لاؤ مین اسکو اپنے واسطے خالص کرونگا اور احتمال ہے کہ اسکو اپنے خاص مقرب لوگون مین سے بناؤنگا۔ سراج وغیرہ مین لایا کہ ابن عباس رضہ سے روایت ہے کہ ایلچی قید خانہ مین حضرت یوسف عم کے پاس آیا اور عرض کیا کہ آپ کو بادشاہ نے طلب کیا ہے آپ قید خانہ کا لباس اُتارین اور یہ لباس پہنین آپ نے قبول کیا اور غسل کرکے لباس فاخرہ پہنکر

خوشبو سے آراستہ ہوکر چلنے کا قصد کیا اور قیدخانہ والون کو وداع فرمایا۔ قیدخانہ والے سب کریمانہ اخلاق کے مطیع تھے دعائین دینے لگے اور آپ نے
بھی اُنکے لیے دعا فرمائی کہ اے پروردگار انپر نیکون کے دل مہربان کر اور قیدخانہ سے نکلکر دروازہ پر لکھا کہ یہ مکان امتحان خانہ ہو زندون کا مقبرہ
ہو غم والم کی کوٹھری ہو دوستون کے تجربہ کا اور دشمنون کے مضحکہ کا مقام ہو۔ روایت ہو کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے تعلیم کیا تھا کہ دعا کرو اسطرح
کہ اللّٰھم اجعل لی من عندک فرجا ومخرجا وارزقنی من حیث لا احتسب۔ اے پروردگار اپنے پاس سے میرے لیے کشایش ورہائی دیدے اور ایسی
جگہ سے مجھے رزق دے جہان میرا خیال بھی نہین ہو۔ تو اللہ تعالے نے قبول فرماکر اسطرح بہتر رہائی ومنزلت عطا فرمائی۔ وہان سے روانہ ہوکر بادشاہ
کے دربار مین آئے۔ روایت ہو کہ یہ دعا پڑھی۔ اللّٰھم انی اسألک بخیرک من خیرہ واعوذ بعزتک وقدرتک من شرہ۔ اے رب میرے مین تیری بھلائی کو
چاہتا ہون اُس شخص کے پاس سے اور تیری عزت وقدرت کے ساتھ پناہ ڈھونڈھتا ہون اُس کے شر سے۔ پھر عربی وعبرانی زبانون مین اسکو
سلام کیا حالانکہ بادشاہ سوائے ان دونون زبانون کے ستر زبان بولتا تھا اور یوسف علیہ السلام نے اُسکو ہر زبان مین جواب دیا۔ روایت ہو کہ اپنے
سامنے بہت مہربانی سے بٹھلایا اور دیکھا کہ ایک تیس برس کا نوجوان ہو تو تعجب سے کہا کہ بڑے بڑے ساحر وکاہن میرے خواب کی تعبیر مین عاجز
ہین اور یہ لڑکا جانتا ہو جضرت یوسفؑ کو خاندان عزت وشرف وفضل وسعادت سے دیکھکر تعظیم وتکریم کی اور چاہا کہ اپنے خواب کی تعبیر بالمشافہ سُنے
چنانچہ یوسف علیہ السلام نے بہت اچھے طریقہ سے واضح مکمل تعبیر بیان کی فَلَمَّا كَلَّمَهٗ پس جب اُس سے کلام کیا یعنی یوسف علیہ السلام نے بادشاہ
سے یا بادشاہ نے حضرت یوسفؑ سے گفتگو کی اور صدق وراست گفتاری وعقل ودانائی ظاہر ہوئی قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ
بادشاہ بولا کہ آج کے روز سے تو ہمارے نزدیک مکین وامین ہے یعنی قرب ومنزلت والا اور امانت دار ہے۔ یہ جملہ حالت وقرائن سے اسکو ظاہر
ہوا جب کہ زلیخا وزنان مصر کے معاملہ مین اسکو نہایت استعجاب سے راستی ظاہر ہو چکی تھی اور خود اس نے اچھی فراست سے دریافت کر لیا پس
تاج مکلل بجواہر پہنایا اور گھوڑا اپنے خاصہ گھوڑون مین سے پورے ساز سے آراستہ دیا اور ایک تخت دراز جڑاؤ بیٹھنے کے لیے مہیا کر دیا۔ روایت ہو
کہ تعبیر خواب سُنکر تدبیر پوچھی کہ پھر کیا انتظام کرنا چاہیے تو آپ نے رائے دی کہ ان سات برس مین نہایت کثرت سے زراعت کرکے بہت بڑے بڑے
مکانات وکھتے تیار کرا کے بھر دینا چاہیے تاکہ ایام قحط مین بہت کار آمد ہون خصوص اسطرح کہ پردیس سے لوگ خریدنے آدین تو ہم اُن کے ہاتھ
فروخت کرین پس خزانہ معمور ہو جائیگا تو بادشاہ نے کہا کہ رائے بہت اچھی ہے لیکن اس کام کا متکفل کون شخص ہوگا تو قَالَ اجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَآئِنِ
الْاَرْضِ یوسفؑ نے کہا کہ مجھے مقرر کر دے زمین کے خزانون پر یعنی ملک مصر کی ساری پیداوار پر جو بادشاہ کی طرف سے ہوگی مجھے اسکی پرداخت
وحساب کتاب پر مقرر کر دے اِنِّيْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ مین بہت حفاظت کرنے والا اور بہت جاننے والا ہون یعنی ہر ایک خزانہ کی حفاظت اور حساب
کتاب اور جسطرح پر خرچ ہونا چاہیے اس مین مجھے اچھی مہارت ہے۔ اور ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ شیبہ بن نعامہ نے کہا کہ جو کچھ تو مجھے ودیعت کرے گا
مین اس کی خوب حفاظت کرونگا اور ایام قحط کا علم مجھے خوب ہو کذا رواہ ابن ابی حاتم عنہ۔ اور کہا کہ خزائن سے مراد وہی اناج کے انبار ہین جو ایام
قحط کے لیے جمع کیے تھے جو اہرام مصر کے نام سے مشہور تھے پس حفاظت وعلم سے انکو خرچ کرنے کا اقرار کیا۔ وفی المعالم وغیرہ خزائن سے خراج مصر مراد
ہو۔ بہرحال ارض سے فقط ملک مصر مقصود ہے اور ابن عباس رض نے روایت کی کہ اگر حضرت یوسفؑ خود امارت کا سوال نہ کرتے تو اسی وقت
بادشاہ انکو مقرر کر دیتا ولیکن درخواست پر ایک سال تاخیر کے بعد مقرر کیا۔ امام رازی رح نے کہا کہ یہ عجائب قدرت آلٰہیہ مین سے ہو دیکھو کہ قیدخانہ سے
نکلنے مین ڈھیل ڈالی تو نہایت عمدہ طریقہ سے اصرار کے ساتھ نکالا اور جب اس درخواست مین جلدی کی تو اللہ تعالے نے خواہش پوری ہونے مین ایکسال
تاخیر کی اور کہا کہ یہین ارشاد ہو کہ انسان کو بالکلیہ امور اللہ تعالے پر تفویض کرنا نہایت بہتر ہو۔ اور امام رازی رح نے تحت قولہ فلبث فی السجن بضع سنین ذکر کیا

Marfat.com

کہ مجھے ابتدائے عمر سے آخر تک جو تجربہ ہوا یہ ہے کہ جب آدمی نے کسی کام میں اللہ تعالےٰ کے سوائے دوسرے پر اعتماد کیا تو یہی اسکی محنت وبال کا سبب ہو جاتا ہے اور کچھ نہ کچھ نقصان پہونچتا ہے اور جب اُس نے اللہ تعالےٰ پر بھروسا کیا اور کسی مخلوق سے رجوع نہ کیا تو نہایت عمدہ طریقہ سے اسکی مراد حاصل ہو جاتی ہے اور یہ تجربہ مجھکو ابتدائے عمر سے اسوقت تک کہ قریب ستاون برس کے میری عمر ہے برابر ہوتا رہا یہانتک کہ اب میرا دل مضبوط جم گیا کہ آدمی کو سوائے اللہ تعالےٰ کے فضل واحسان کے کسی چیز پر بھروسا نہیں کرنا چاہیے۔ اور شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ ریان بن الولید بادشاہ مصر نے یوسف علیہ السلام کو سلطنت مصر کی وزارت پر مقرر کیا بجائے عزیز مصر کے جس نے انکو خریدا تھا یعنے عزیز کو معزول کیا اور بادشاہ حضرت یوسفؑ کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا یہی مجاہد کا قول ہے۔ اور محمد بن اسحاق نے ذکر کیا کہ جب حضرت یوسفؑ نے درخواست کی کہ اجعلنی علی خزائن الارض تو بادشاہ نے قبول کیا اور کہا کہ میں نے ایسا ہی کر دیا پس روایت کرتے ہیں کہ اطفیرؔ کے بجائے مقرر کیا اور اطفیر کو معزول کیا۔ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا اور یوں ہی ہم نے منزلت دی یا مضبوط قائم کیا۔ لِيُوسُفَ یوسف کو فِي الْأَرْضِ زمین مصر میں يَتَبَوَّأُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَاءُ جگہ لیتے تھے اس میں جہاں چاہتے تھے یعنی بعد ضیق قید خانہ و محنت و تکلیف کے اسقدر فراخی و وسعت دیدی۔ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ سدی وعبدالرحمن بن زید بن اسلم نے کہا کہ تصرف کرتے تھے اس میں جسطرح چاہتے تھے۔ سراج میں لایا کہ ابن عباس وغیرہ نے فرمایا کہ جب روز درخواست سے ایک سال ختم ہوا تو بادشاہ نے بلا کر حضرت یوسف علیہ السلام کو تاج پہنایا اور اپنی مہر انکی انگلی میں پہنائی اور تلوار بند ھوائی اور تخت پر بٹھلا کر تمام کام تفویض کر دیے لیکن حضرت یوسفؑ نے فرمایا کہ تخت سے میں آپ کی سلطنت کو استحکام دونگا اور عمدہ تدبیر وانتظام سلطنت رکھونگا اور رہا تاج تو یہ میرے باپ دادا کا لباس نہیں ہے اور بادشاہ نے حکم دیا کہ تمام سلطنت میں ڈھنڈھورا کر دیا گیا کہ حضرت یوسفؑ نائب السلطنۃ ہیں اور انکو دربار عام میں نکلنے کا حکم دیا پس چودھویں رات کے چاند کی طرح نکلے اور بادشاہوں نے انکی تعظیم کیلیے گردنیں جھکائیں اور بادشاہ اپنی مجلس میں داخل ہو گیا تمام کام حضرت یوسفؑ کے حوالہ کر دیا۔ اور ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ محمد بن اسحاق نے کہا کہ مجھے بیان کیا گیا ہے کہ اطفیر انہیں راتوں میں مر گیا (بعض نے تین روز بیان کیے ہیں) مگر ابن کثیرؒ نے لکھا کہ فضیل بن عیاض نے لکھا کہ عزیز کی جورو یعنی زلیخا ایک روز حضرت یوسفؑ کے راستہ پر کھڑی ہوئی جب آپ کی سواری گذری تو اُسنے آواز دی کہ سب تعریف ایک اللہ تعالےٰ وحدہ لاشریک کو ہے جسنے غلاموں کو بسبب طاعت کے بادشاہ کر دیا اور بادشاہوں کو بوجہ معصیت کے غلام بنا دیا۔ اور معالم وسراج میں لایا کہ ابن اسحاق نے کہا کہ ابن زیدؒ نے بیان فرمایا کہ یوسفؑ کی ذات سے مصر میں عدل قائم ہوا اور آپ کے ہاتھ پر بادشاہ وبہت سے لوگ مسلمان ہو گئے اور آپ نے قحط کے سات برسوں میں سے پہلے برس تو اناج بعوض روپیہ واشرفی کے اہل مصر کے ہاتھ بیچا پھر دوسرے سال بعوض موتی وجواہرات کے پھر تیسرے سال بعوض جانور چوپاؤں کے پھر چوتھے سال بعوض لونڈی غلاموں کے پھر پانچویں سال بعوض زمین و گھر بار کے پھر چھٹے سال بعوض انکی اولاد کے پھر ساتویں سال انکی جانوں کے عوض بیچا یہانتک کہ ملک مصر میں کوئی مرد وعورت آزاد نہ رہے سب کے سب غلام ہو گئے تو لوگوں نے کہا کہ ہمنے ایسا زمانہ نہیں دیکھا جیسا کہ اس بادشاہ کے زمانہ میں ہے کہ تمام لوگ اسکے لونڈی غلام ہیں یہ نہایت دبدبہ واحتشام کی سلطنت ہے جب حضرت یوسف علیہ السلام کو یہ خبر پہونچی تو حکم دیا کہ منادی کر دی جاوے کہ تم سب کے سب اللہ تعالےٰ کے واسطے آزاد ہو اور ہر ایک کے مال اسباب انکو پھیر دیے۔ اور کسی کے ہاتھ ایک اونٹ بھر سے زیادہ طعام نہ بیچتے تھے تاکہ باقیوں پر تنگی نہ ہو جاوے یہ خلاصہ روایات معالم وکشاف ہے مترجم کہتا ہے کہ ہماری شریعت میں کوئی شخص اپنی اولاد یا اپنی ذات کو فروخت نہیں کر سکتا اور مرد آزاد یا عورت آزادہ کی بیع بالکل باطل ہے اور مجھے کوئی دلیل ایسی نہ ملی جس سے معلوم ہو کہ اگلی امتوں میں یہ جائز تھا ہاں اس قصہ میں البتہ بیع مذکور ہے اور شاید کہ اس سے غرض صرف یہ ہو کہ تمام رعایا اپنے بادشاہ کے حکم کی مثل لونڈی غلام کے فرمانبردار ہو جاویں اور تمام خزانہ بادشاہی اسطرح معمور ہو جاوے کہ نہایت حسن تدبیر سے انھیں بندگان خدا کے آرام وآسائش میں صرف کیا جاوے اور جو لوگ کہ جہالت سے

لہ اطفیر یہی محمد بن اسحاق نے روایت کیا ہے اور دوسروں نے قطفیر بیان کیا ہے ۱۲ منہ - بادشاہوں سے مراد یہاں رؤسا اور اعاظم سلطنت ہیں ۱۲

Marfat.com

شان یوسف علیہ السلام مین ملوکیت کا عیب لگاتے تھے اُن کی زبانین بند ہو جاوین کہ آنحضرت علیہ السلام زبردستی بیچے گئے اور یہ لوگ اپنی ذاتی رضامندی سے فروخت ہوئے پھر انپر ایک احسان یہ رہا کہ خود انکو آزاد کر دیا اور دوسرا احسان یہ ہوا کہ انکی اولاد مال و متاع واپس کر دیے اور یہ بھی غرض تھی کہ لوگ اسراف و فضول خرچی نہ کرنے پاوین بلکہ نہایت کفایت سے خرچ اٹھاوین خصوص جبکہ اولاد سی چیز انکو فروخت کرنی پڑیگی اور یہ نہایت عمدہ مصلحت کی تدبیر تھی پس درحقیقت اس سے بیع ہونا یا اسکا جواز نہین نکلتا ہو حالانکہ احکام کے استدلال کے لیے نص قطعی ہونی چاہیے اور ایسی روایات اہل قصص کی ہین جنکا یہ مرتبہ نہین ہے کہ انسے احکام مین استدلال کیا جاوے جیسے تاریخی حالات و روایات ہوا کرتی ہین اسی قدر انکا مرتبہ ہے اسی واسطے امام رازی رح نے اس قصہ مین جابجا تنبیہ کر دی کہ سوائے نصوص قرآنی یا احادیث صحیحہ کے باقی روایات اس قصہ کی ہمکو قطعی نہین معلوم ہین اور نہ ہمارا مطلب انپر موقوف ہو بلکہ ہم ان روایتون کے بعد یہی کہتے ہین کہ ایسا قصہ بیان کیا گیا ہے اور حقیقت حال کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت یوسفؑ سے تا زمانہ اسلام بلکہ تا ایندم ایک بہت زمانہ دراز ہزارون برس گذرے تو تحقیقی روایات کا جو طریقہ مقرر ہے کہ بیان کرنے والا انسان بتاوے کہ اُس نے کس شخص کی زبان سے سنا ہو اور پھر اُس نے کس سے سُنا تھا یہان تک یہ سلسلہ ایک ایسے شخص پر ختم ہو جس نے یہ بیان کیا کہ مین نے بچشم خود دیکھا اور پھر جتنے لوگ اس سلسلہ مین راوی ہون سب کے حال سے ہم واقف ہون کہ ان یہ لوگ اپنے اپنے زمانہ مین بڑے متقی تھے جیسے مثلاً امام ابوحنیفہؒ نے لیث زہری سے اُنہون نے عروہ سے انہون نے عائشہؓ سے روایت کی تو یہ سب لوگ معروف ثقہ ہین یا ایسی کوئی کتاب ہو جس کی نسبت ہر صدی والے لاکھون آدمی یہ بیان کرین کہ ہمارے وقت مین اسی طرح تھی جیسی اب ہے وہ ہاتھون ہاتھ برابر چلی آئی ہو پس یہان تو ان مین سے کوئی بات نہین ہے پھر سوائے ایک زبانی قصہ کے جیسے رستم و اسفندیار کی لڑائی کے اور کچھ تحقیق نہین ہو سکتا ہے۔ اور یہی حال اس زمانہ مین تاریخون کا ہے پس جب کوئی فرقہ تاریخون پر اعتماد کرکے خلاف شریعت احکام نکالتا ہو تو اپنی جہالت سے وہ تحقیقی روایات اور واہی قصہ مین فرق نہین کرتا پس گمراہ ہو کر دوسرون کو بہکاتا ہے نعوذ باللہ من الجہل والضلال۔ یہان انسان کے بیچ کا مسئلہ صاف صاف بیان کر دیا جاوے تاکہ کوئی دھوکا نکھاوے واضح ہو کہ اصلی پیدائش مین آدمی سب آزاد تھے اور سب اللہ تعالیٰ کو اپنا خالق جانتے تھے اور یہ سب اسکے بندے تھے اور بندہ و غلام ایک معنی ہین اسی واسطے حدیث مین منع آیا ہے کہ کوئی اپنی مملوک کو غلام یا لونڈی نہ کہے تم سب کے سب اللہ تعالیٰ کے لونڈی غلام ہو بلکہ چھوکرا چھوکری کہو۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام سے ایک زمانہ کے بعد لوگون نے بت پرستی اختیار کی اور یہان تک اس کا زور ہوا کہ آج کے زمانہ مین لوگ خود مشاہدہ کرتے ہین تو جب بتون کی پرستش کرنے لگے تو ان کو معبود بنایا اور خود عبد یعنے بندے بنگئے اور یہ نہایت ناپاک و کمینہ پن اختیار کیا کہ آدمی جو سب سے معزز و کرم تھا اس نے اپنے آپ کو خوار یہان تک بنایا کہ پتھر وغیرہ کی ایک مورت کا غلام و لونڈی بنگیا اور پتھر وغیرہ جو چیزین انسان کے آرام دینے کے کام کی تھین انکو اپنا معبود بنا لیا۔ جب انہون نے خود اپنا یہ حال کیا اور خالق جل شانہ سے منہ موڑا اور شرک و کفر مین غوطے کھائے اور روئے زمین پر شرک و کفر و فساد پھیلایا تو حق تعالیٰ نے انبیاء و رسول بھیجے اور ان کو ہر طرح معجزات و آیات دین و سب طرح فہمائش کی یہان تک کہ حکم دیا کہ جو کوئی ان مین سے پھر نیک راہ پر آجاوے اس کو اُسی اعزاز و اکرام سے اپنا بھائی بناؤ اور وہ مثل تمہارے معزز و کرم ہے۔ باوجود اس انعام و فضل کے تھوڑے نیکبخت [illegible] پر آئے اور ہزارون لاکھون وہی پتھرون و درختون و سانپون و چاند سورج و آگ و جن و بھوت و دیو کے بندے بنے رہے۔ آخر انبیاء کو ان پر جہاد کا حکم دیا اور پھر بھی یہی کہ فتح کے بعد جو کوئی راہ راست پر آجاوے اُسکو اپنا بھائی بنا کر رکھو۔ اور جو کوئی تمہارے قبضہ مین آکر پھر بھی اللہ تعالیٰ کو معبود نہ مانے اور وہی اپنے سے حقیر چیز کا بندہ بنا رہنے پر اصرار کرے اسکو قتل کر دو کیونکہ فساد پھیلانا اچھا نہین ہے اس کے دیکھا دیکھی لاکھون

Marfat.com

رحمت خاص یہ فرمائی کہ جو نہ مانے بعد فتح کے اُسکو قتل مت کرو یعنی گویا خاص رحمت سے وعدہ فرمایا کہ ہم یا تو اسکو کسی وقت ہدایت
یا اسکی شرارت کو قوت نہ دینگے اور شیطان اُسکی معاونت سے کچھ قابو نہ پاویگا۔ ولیکن یہ حکم برابر رہا کہ اگر صلح و فہمائش سے راہ راست پر نہ آوے
سے اسکو تابع کر لو اور اپنا مملوک بناؤ کیونکہ جب وہ بذات خود اپنی خوشی سے پتھر و کنکر و آگ و سورج کا بندہ بنگیا تھا تو اب تمہارا زبردست
ہنا اس سے بہت بہتر ہے کیونکہ اول تو تم معزز و مکرم آدمی ہو اور اُسکا معبود دما نا ہوا پتھر وغیرہ ہے دوم اس حقیر چیز کا تو یہ شخص بندہ بنگیا تھا
اس سے فقط یہ چاہتے ہو کہ تمہاری فرمانبرداری کرے اور تم خود نہایت بیزار ہو جاؤ اگر تم کو وہ خدا ابتلا دے کیونکہ تم خوب یقین جانتے ہو کہ
و جل وحدہ لا شریک سب کا معبود و پیدا کرنے والا خدا ہے اور سوم یہ شخص اس حقیر چیز معبود کے واسطے اپنا مال و متاع لا کر چڑھاتا اور
کو کھلاتا اور بیرحمی سے بکرون و بھیڑون جانورون کی گردنیں مارتا اور ناچ کود و شور فساد پھیلاتا اور ناحق مال ضائع کرتا لوگون کے
عادات بگاڑتا تھا اور اب تمہارے لیے محنت کرکے جو مال و متاع لاویگا اس سے تم کھاؤگے اور بیفکری سے اللہ تعالے کی طاعت و عبادت
ون مین علم و تعلیم پھیلاؤگے اور بیکسون محتاجون مفلسون کی خبر گیری کروگے لوگون مین عدل و انصاف کی راہ جاری کروگے تو ضرور ہوا کہ
زبردست کر دیا جاوے جسمین تمہارے حق مین اسقدر فائدے ہین اور خود اسکے حق مین بھی نہایت ہی مفید ہے کیونکہ اول تو تمہارے اخلاق
دیکھکر وہ علم و حکمت سے شائستہ ہوگا۔ حدیث صحیح مین ہے کہ جو شخص اپنی باندی کو دین کا علم و ادب سکھلا کر بعد ایمان کے آزاد کر کے پھر اسکی
ساتھ اُس سے نکاح کر لے تو اسکو دونا ثواب اللہ تعالے عطا فرماویگا۔ اور دوم یہ کہ جو کما لاویگا یا تمہارے پاس ہوگا تیر اُسکا کھلانا فرض ہے۔
یح مین ہے کہ جن لوگون کو اللہ تعالے نے تمہارے زیردست کر دیا ہے وہ تمہارے بھائی ہین تو جو تم کھاؤ اس مین سے اسکو بھی کھلاؤ۔ چنانچہ بہت
اپنے برابر ساتھ کھلاتے و پہناتے اور سوار کرلتے تھے۔ اور سوم یہ کہ جو لاویگا اس مین سے تمہارے برابر یا اچھا کپڑا پہننے مین یہ مال خرچ کیا جاویگا
ث صحیح مین مذکور اور متقدمین کا اسپر عمل رہا ہے تو یہ نہوگا کہ ناحق اپنے بت یا دیوتا یا پیر یا کالی کے خوف کے مارے اس مال کو ضائع کر کے چلا آوے
کلیف مین پڑا رہے اور علاوہ یہ کہ اسکے اموال کے منافع سے غریبون کی دستگیری و نیکون کی تعلیم مین خرچ سے ثواب مین اسکا حصہ ہوگا۔ چہارم
ن سے بچیگا جو اسکی خود مختاری سے لوگون مین فساد پھیلانے سے پیدا ہوتے تھے۔ ان سب سے بڑھکر پانچوان نفع یہ ہے کہ اسکا دل جو نہایت
پھرون سے بدتر خواری مین پڑا تھا اب رفتہ رفتہ خالق جل شانہ کی پاک عظمت سے بھریگا اور اس کبریائی کے آثار سے وہ اپنے نفس کو ایسا
خوار نہین کریگا جب یہ بات معلوم ہو چکی تو اب ہم کہتے ہین کہ جب وہ ایمان لایا اور راہ راست پر ہو گیا تو لائق یہی ہے کہ اسکا آقا اسکو آزاد کر دے اور
متاع اُسکو دیدے کہ وہ تجارت کرکے اوقات بسر کرے جیسا کہ قرآن پاک مین حکم ہے مگر اس شرط سے کہ تم انکی نیکی کے ڈھنگ پر دیکھ لو ولیکن کثرت
ہوتا ہے کہ وہ پھر انھین خیالات باطلہ کی طرف پھر جاتا ہے یا آقا کو اپنی ضرورت کی لحاظ سے تکلیف ہوتی ہے حالانکہ جب طور پر ہو وہ ایک گھر کے کنبہ
ن سے شمار کیا جاتا ہے کوئی اسکو تکلیف نہین دیجاتی ہے چنانچہ صحیح حدیث مین حکم ہے کہ مملوک کو ایسا کام کرنے کا حکم مت دو جسمین وہ پھنس ہو ورنہ تم خود
شرکت کرکے بوجھ بٹاؤ پس اسوجہ سے کبھی آزاد نہین ہوتا اور کبھی اسوجہ سے کہ اسکا چال چلن ٹھیک نہین ہے تو آزاد نہین کیا جاتا ہے۔ تو یہ ان کا
مسلمان ہو گئے اور جو کافر رہے انکے ساتھ بھی سب برتاؤ نیکی کا رہیگا سوا اس بات کے کہ کافرہ چھوکری سے جبکہ وہ یہودیہ یا نصرانیہ نہووے
سکتا ہے پس کافر مملوک سے جو اولاد ہوئی وہ بھی مملوک رہی لیکن حرام ہے کہ انکا صغیر بچہ کبھی فروخت کر کے جدا کیا جاوے اب یہان مسئلہ کی

Marfat.com

وہ جو یہودی یا نصرانی ہون یعنی کسی آسمانی کتاب کا اقرار کرین تو ایسی چھوکری اپنے آقا کی مملوک ہی اور بدون نکاح کے آقا اسکو اپنی بیوی بنا سکتا ہے اور جو اولاد اُس سے پیدا ہو وہ مملوک نہوگی بلکہ باپ کی طرح آزاد ہوگی و لیکن باپ کے مرتے ہی اسکی ماں آزاد ہو جائیگی وہ کبھی اپنی ماں کا مالک نہین ہو سکتا ہے۔ اسیطرح جو چھوکری مسلمان ہو گئی ہو اس کا حکم بھی اسی طرح پر ہے۔ قسم دوم مشرک مملوک جو کتابی نہو بلکہ بت پرست یا آتش پرست وغیرہ ہو تو آقا کو حلال نہین کہ اُسکو جورو بناوے بلکہ کسی مشرک چھوکرے سے اُس کا نکاح کر دے لیکن اگر اُس سے خدمت لے تو خود کھانا کپڑا ضروریات دیوے اور اگر رخصت کر دے تو چھوکرے کا آقا دیگا اور اگر کسی آزاد سے نکاح کر دیا ہے تو آزاد دیویگا۔ پھر جو اولاد پیدا ہو وہ چھوکری کے آقا کی مملوک ہوگی یہی کھانا کپڑا اٹھاوے پھر اگر چہ مونث اولاد بھی مسلمان ہو جاوے تو آقا کو روا ہوگا کہ اسکو بی بی بناوے۔ اب رہے وہ لوگ جن کا ملک بعد لڑائی کے فتح کیا مگر انکو رعیت کی طور پر بسایا تو وے آزاد رہے انکی جان و مال آزاد ہین یہ نہین ہو سکتا کہ انکو کسی زمانہ کے بعد مملوک بناوے اور انکی اولاد آزاد ہی انکا بیچنا و مول لینا جائز نہین ہے اسی واسطے ہندوستان مین جو لوگ ایسی چھوکریان خریدتے تھے جن کی نسبت یہ معلوم ہے کہ فلان شخص کی اولاد ہین تو یہ بیع باطل ہی اور بعضے علمار کو شبہہ ہوا کہ جائز ہی اس وجہ سے کہ ہندوستان بزور شمشیر فتح ہوا تھا اور صلح سے نہین فتح ہوا ہی اور اسی فتوی پر ایک مدت تک عمل رہا پھر آخر مین شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ محدث دہلوی نے ناجائز ہونا شرع سے ثابت کیا۔ اس صورت مین جن لوگون کی اولاد پہلے فتوے پر بھی وہ آزاد ہی اور دوسرے فتوے کے موافق بیع ہی جائز نہین ہے صرف بطور پرورش انکا پالنا متحقق ہوا اور نہ وے آزاد ہین۔ اب رہا کلام یہان ایک صورت مین اور وہ اکثر عرب و عجم کے بلاد اسلام مین واقع ہوتی ہے اور وہ یہ ہی اکثر مسلمان عورتین چھوکریان یا غلام حبشی ہون یا دوسرے ہون لوگ فروخت کرتے ہین اور خریدنے والے انکو خرید لیتے ہین تو جب تک یہ ثابت نہو کہ ظلم کی راہ سے کہین سے گرفتار کر کے لائے ہین ظاہری حکم مین جواز کا فتوے دیا گیا ہے اور بعضے محققین نے براہ دیانت و تقوے اس شبہہ کی وجہ سے منع کیا ہے کہ بردہ فروش انکو ظلم سے بہکا لاتے ہین پس احتیاط اچھی ہی اور ظاہری صورت مین جواز اس وجہ سے ہوا کہ ایک شخص کے قبضہ مین فروخت ہونے کے لیے موجود ہین اور یہ ممکن ہی کہ یہ لوگ خود مسلمان ہو گئے ہون مگر آزاد نہ کیے گئے مملوک رہے یا مسلمان چھوکرا چھوکری کی اولاد ہون جو خود مملوک رہے تو کوئی وجہ اس امر کی پائی نہین جاتی کہ بلا دلیل کے انکو آزاد قرار دیا جاوے پھر واضح ہو کہ جو اصل اوپر مذکور ہوئی اُسکے موافق جہان کہین مملوک مسلمان ہو گیا اور معلوم ہوا کہ اس نے اپنے معبود حقیقی کو پہچانا اور اسی کی عبادت پر قائم ہے اور اپنے ذاتی اعزاز و اکرام کو جو اللہ تعالے نے آدمی کو دیا ہی اس نے محفوظ کر لیا اور دیگر مخلوقات جو آدمی سے حقیر و اسی کے منافع و راحت کے لیے ہین ان کا بندہ نہین بننا چاہتا ہے تو اب ہر مسلمان دیندار پر واجب ہے کہ انکو اپنے مثل آزادی دیدے اور نہایت دلی محبت کے ساتھ اُن کی مددگاری و معاونت کرے کیونکہ اب انپر کوئی الزام نہین رہا اور نہ انکی ذات سے ظلم و نا انصافی و فساد پھیلنے کا اندیشہ ہے اور نہ اس کا ڈر ہے کہ دوسرے آدمیون کو بھی وہی پتھرون و آگ وغیرہ کا بندہ بنانے پر مجبور کرینگے یا خالق عزوجل کی عبادت کرنے والون کو ستاوینگے یا بندگان حق تعالے کو ذلیل و خوار کرینگے یا انکی روزی و معاش مین کمی کر کے اُن کو پریشان کرینگے کوئی الزام نہین ہی سوائے ایک الزام کے کہ انھون نے راہ راست پر آنے مین بہت سے اللہ تعالے کے بندون کا وقت ضائع کیا حتی کہ وہ عبادت و طاعت و تعلیم و تحصیل علم سے اٹھکر ان لوگون کی طرف سفر کر کے آئے و دیر تک سمجھایا مگر نہ مانے آخر تلوار سے لڑائی کی تب یہ زیر ہو کر مانے اور بڑی خونریزی کے بعد راہ راست پر آئے و لیکن حسن خلق و کمال آدمیت کی راہ سے اُنسے درگزر کر کے احسان کرنا چاہیے واللہ تعالے اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔ القصہ حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالے نے بعد سختیون و مصیبت کے دنیا مین اس طرح معزز و مکرم کر دیا کہ گویا بادشاہ مصر وہی تھے۔ اب یہان دو باتین ہین ایک تو کنوئین مین ڈالے جانے و مار کھانے و فروخت ہونے و قید ہونے وغیرہ کی مصیبتین اُٹھانا اور

آخرت کا ثواب نہایت عمدہ ہے ان بندون کے لیے جو ایمان لائے اور پرہیزگار رہے پس حضرت یوسف علیہ السلام ایمان لائے ایسے کہ نبی مرسل ہوئے اور حق تعالے نے اُن کے تقوے پر شہادت دیدی اور آیت کو عام طریقہ پر بیان فرمایا جس سے ہر ایک بندہ اپنے پاک معبود کی درگاہ عالی متعالی سے امیدوار ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام خاص طور پر اس مین داخل ہین پس گویا یون سمجھو کہ اللہ تعالے نے نہایت قلیل حصہ انکو دنیا مین یہ سلطنت و ثروت دیدی جسکو خاص سلطنت کی راہ سے تعریف نہین فرمایا بلکہ بوجہ اس کے کہ آرام و آسایش سے ذخیرہ آخرت حاصل کرنے کا پورا موقع اسکے ذریعہ سے حاصل ہو گیا پھر عظیم لائق تعریف ثواب جمیل وہ ہے جو مومن متقی سردار حضرت یوسف علیہ السلام کے واسطے آخرت مین رکھا ہے حتی کہ اس کے شوق مین آنحضرت علیہ السلام نے دنیا سے وفات و آخرت سے لحوق کی دعا مانگی چنانچہ آخر قصہ مین انشاء اللہ تعالے آویگا واضح ہو کہ زمانہ قحط مین آنحضرت علیہ السلام خود بھوکے رہتے اور بیان فرمایا کہ اس لیے تاکہ بھوکون کی تکلیف کو بھول نہ جاؤن اور بادشاہ کے باورچی کو حکم دیدیا کہ دوپہر تک تاخیر کرکے بادشاہ کا کھانا تیار کیا کرے تاکہ اسکو بھوکون کی تکلیف کا مزہ یاد رہے امام بغوی رح نے کہا کہ یہین سے یہ رسم شروع ہوئی کہ بادشاہون کا کھانا دوپہر کے وقت دسترخوان پر آتا ہے اب یہان دو مقام باقی رہے اول تو بادشاہ سے کہا کہ مجھے خزانہاے زمین کا متولی کردے یہ درخواست امارت ہے جو منع ہے. دوم کہا کہ مین حفیظ علیم ہون حالانکہ انشاء اللہ تعالے کہنا چاہیے تھا. علاوہ اسکے خود اپنی تعریف فرمائی اور اللہ تعالے نے تزکیۂ نفس سے منع فرمایا ہے. مقام اول کی توضیح یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حدیث صحیح مین عبدالرحمن بن سمرہ کو امیر ہونے کی درخواست سے منع فرمایا ہے اور یہ توجیہ بھی حدیث مین ہے کہ خود درخواست کرنے سے شفقت و ذمہ داری کا بار اپنے اوپر آتا ہے اور فرشتہ مددگار نہین ہوتا تو ٹھیک کام نہین بنتا ہے اور جب بغیر درخواست کے امارت دیجاتی ہے تو فرشتہ سے مدد کیجاتی ہے جو اُسکو ٹھیک راہ پر رکھتا ہے پس امام رازی وغیرہ نے جواب دیا کہ آپ پر خلق کے امور مین تصرف کرنا واجب تھا کیونکہ رسول برحق تھے علاوہ ازین انکو قحط واقع ہونے کا علم تھا جسکا انتظام بھی بتدبیر تائید ملکی ہوتا. علاوہ برین مستحق کو نفع پہونچانا امر لائق اہتمام ہے پس جس طریقہ سے ممکن ہو اُسکو پورا کرنا چاہیے اور مترجم کہتا ہے کہ مصر مین عدل جاری نہ تھا اور بادشاہت کا منتقل کرنا حکمت الٰہیہ مین جاری نہ تھا اور انتظام مذکور مین استمالت بجانب توحید اور موقع دعوت خلق نہایت عمدہ طریقہ سے حاصل تھی تو دفع جور و اقامت عدل واجب ہے مع امور مذکورہ بالا کے اور امارت کی درخواست سے ممانعت اسوقت ہے کہ اس کام کے لائق اور لوگ موجود ہون بخلاف اس موقع کے کہ سوائے آپ کے کوئی بھی نہ تھا جو شرع الٰہی قائم کرے اور واضح ہو کہ مصر مین عدل قائم نہونے سے یہ مراد نہین ہے کہ لوگون پر ظلم و تکالیف ہوتی تھین بلکہ یہ غرض ہے کہ جو قانون حق عزوجل نے انبیاء پر نازل فرمایا ہے اُسکے موافق تصرف باہمی تو عدل ہے اور سواے اس طریقہ کے کسی قانون پر ہو خلاف عدل ہے اور یہ ظلم تو اسکے دو معنی ہین ایک یہ کہ لوگون کی جان و مال محفوظ نہون اور یہ ظلم ایسا ہے جس سے سلطنت تباہ ہو جاتی ہے اور دوسرا یہ کہ جان و مال محفوظ ہین لیکن سیاست و خراج و دنیا و لینا صرف اپنی خواہش و مصلحت کے مطابق ہے جسمین بکثرت ایسا ہوتا ہے کہ مستحق زائد کو کم ملا اور کم کو زائد ملا اور کوئی محروم رہا اور کوئی مالامال ہوا مثلاً بادشاہ نے جنگل کی گھاس اور دریا کا پانی فروخت کیا تو ممکن ہے کہ لوگون پر ایسی تکلیف نہ پہونچے جس سے وہ بھوکون مر جاوین ولیکن ظلم ہے اور جیسے نمک محفوظ کر لیا اور اسکو فروخت کیا حالانکہ یہ چیزین قانون شرع مین عموماً مباح ہین اور جنگل کی لکڑی عموماً مباح ہے اگر بادشاہ کبھی اپنی ذاتی خواہش و نفع کے قانون پر انکو روکتا ہے تو یہ دوسرے معنی مین ظلم ہے پھر سوال ہوا کہ کیون صبر نہ کیا اور بادشاہ کافر سے منصب کی درخواست کی. جواب یہ کہ جو کام انپر واجب تھا اسمین صبر کا موقع نہ تھا اور جس منصب کی درخواست کی وہ واجب کے لیے گویا ضروری تھا لہذا اگر کوئی مرد متقی انگریزون سے درخواست کرے کہ مسلمانون کے قضایا بطور شرع اسلام فیصل ہون ور وہی قاضی بنایا جاوے تو جائز ہے. اگر کہا جاوے کہ دل ہی اول

خزائن کیون حفاظت مین چاہی حالانکہ اس سے تہمت کا اندیشہ ہو اور موقع تہمت سے پرہیز کرنا واجب ہو۔ جواب یہ ہو کہ بادشاہ نے اول اقرار کیا کہ آپ امین ہین اور زیادہ ظلم انھین اموال مین تھا اور پورا عدل قائم کرنا اور دین حق کی تعلیم کا وسیلہ اسی سے ممکن تھا جیسا کہ مصرح بیان گزرا اور یہ سب انپر واجب بالذات تھا اور مظنہ تہمت مرتفع تھا۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ خزائن سے غرض وہ اہرام تھے جن مین غلات جمع کیے جاتے تھے کہ ایام قحط مین کام آوین پس ان مین ایسی وجہ سے تصرف ہوا کہ عدل کے حساب اور حسن تدبیر کے ساتھ ہر ایک کو بقدر استحقاق پہونچے اور تنگی کسی غریب پر نہو بخلاف متولی وقت کے جسکو امرا کی رعایت تھی اور غربا پر ظلم و سختی تھی۔ اقول اگر جملہ خزائن مراد ہون جب بھی یہی جواب صحیح ہو کیونکہ بیت المال و خراجات تمام رعایا و عامہ آدمیان کا حق ہے اور بادشاہ و امراء کا مال ذاتی نہین ہو یہان سے صاف ظاہر ہے کہ جو بادشاہ و سلاطین خراج لے کر خزائن کو مالامال کرتے ہین اور رعایا و غربا تکلیف و سختی سے بسر کرتے ہین وہ سب ظالم و غاصب ہین۔ اگر کہا جاوے کہ قولہ انی حفیظ علیم سے اپنی تعریف کی حالانکہ اپنی تعریف منع ہے۔ تو جواب شیخ ابن کثیرؒ کا اور دوسرون کا یہ ہو کہ جب کسی شخص کا حال مخفی ہو تو بوجہ ضرورت کے اُس کو اصلی کیفیت سے آگاہ کرنے کے لیے جائز ہے اور یہان صریح ظاہر ہو کہ خزائن کا ظلم شدید دور کرنے کے لیے اپنا حال بیان کر دیا اور بادشاہ اگرچہ دین کے علوم مین انکو کامل جانتا تھا لیکن اس کام مین انکو حفیظ و علیم ہونا معلوم نہ تھا۔ رازیؒ نے کہا کہ قولہ تعالیٰ فلا تزکوا انفسکم مین مراد یہ ہو کہ جو شخص نفس کے حال سے آگاہ نہو وہ تزکیہ بیان نہ کرے بخلاف اس معاملہ کے کہ رسالت و نبوت کا محل تزکیۂ نفس ہو تو جان بوجھ کر سچ بات بیان کرنا منع نہین ہو بدلیل قولہ تعالیٰ ہو اعلم من اتقیٰ یعنی اللہ تعالیٰ اہل تقویٰ کو جانتا ہو پس نبوت و رسالت دلیل تھی کہ جو تقویٰ سے بیان کیا وہ صحیح و موافق علم الٰہی ہو ما قول سوائے پیغمبر کے اور کوئی نہین ایسا کہہ سکتا ہو۔ اگر کہا جاوے کہ حفیظ و علیم انشاء اللہ تعالیٰ نہین کہا۔ تو امام رازی وغیرہ نے کہا کہ اگر یون کہتے کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو مین ایسا ہون تو شاید بادشاہ کو جو اسوقت تک ایمانی کیفیت سے سرفراز نہ تھا یہ شبہہ ہوتا کہ انکو شک ہو لہٰذا کلام کو مرسل کر دیا اور مراد یہی تھی اور مترجم کہتا ہو کہ غالباً یہ سوال وارد نہین ہو کیونکہ مقصود بیان حال ہو نہ بیان فعل اور بغیر انشاء اللہ تعالیٰ فعل کا دعوے ممنوع ہو پس اگر کہتے کہ مین حفظ رکھون گا اور علم سے خرچ کرونگا اور حساب و کتاب رکھونگا تو انشاء اللہ تعالیٰ کہنا ضرور تھا۔ علاوہ ازین یہان ظاہر نہین ہوتا کہ انھون نے در واقع انشاء اللہ تعالیٰ نہین کہا بلکہ بادشاہ سے نہین کہا تھا۔ اور مترجم کہتا ہو کہ جسقدر سوالات یہان پیش آتے ہین سب میرے نزدیک اسوجہ سے مرتفع ہین کہ پیغمبر علیہ السلام کا فعل مبنی بروحی و اجازت الٰہی ہو تو بعد اسکے مدار اسکا حکمت الٰہیہ پر رہا اور کوئی سوال وارد نہوگا۔ پھر اس قصہ مین بیان ہے کہ جب بادشاہ نے قطفیر یا اطفیر یعنی عزیز مصر کو معزول کر کے حضرت یوسف علیہ السلام کو اُس کی جگہ وزیر کیا اور بادشاہ و بہت سے لوگ اسلام لائے اور اسی درمیان مین عزیز مر گیا تو بادشاہ نے عزیز کی جورو سے حضرت یوسف علیہ السلام کا نکاح کر دیا مین کہتا ہون کہ یہ دلیل اس امر کی ہے کہ زلیخا بھی مسلمان ہو گئی تھی۔ پھر جب وہ آپ کے گھر مین رخصت ہو کر آئی تو آپ نے فرمایا کہ یہ اُس سے بہتر نہین ہے جو تو چاہتی تھی اُس نے عرض کیا کہ تم معاف کرو گے کہ اصلی حال یہ تھا کہ مین دولت و نعمت مین آسودہ و عیش و عشرت مین ڈوبی ہوئی نوجوان عورت تھی اور میرا ساتھی عورتون کے پاس نہ جاتا تھا یعنی عنین تھا اور تم کو اللہ تعالیٰ نے یہ کچھ جمال و خوبی عطا فرمائی تھی کہ ہر عورت تسپر بے صبری کرتی ہے تو مجھے ہر وقت کے ساتھ مین کیونکر بے صبری نہ ہوتی۔ ابن اسحاق وغیرہ نے کہا کہ آپ نے اس کو کنواری پایا اور اُس سے آپ کے دو فرزند نرینہ یعنے افرائیم و میشا پیدا ہوئے پھر افرائیم کے نون بیٹا اور رحمہ بیٹی ہوئی اور یہی رحمہ حضرت ایوب کی بیوی تھی رحمہم اللہ تعالیٰ اور نون سے یوشع پیدا ہوئے جو پیغمبر ہوئے ہین۔ یہان ایک لطیفہ ہے کہ زلیخا رحمہا اللہ تعالیٰ جو عنین بیوی تھی ایک مرد عنین کے حوالہ ہوئی اور دولت و نعمت یہ کچھ تھی تو حکمت الٰہیہ سے اسپر عشق یوسفی نے یہ غلبہ کیا کہ کسی مرد کی جانب اسکی توجہ نہ رہی اور آخر کار پاکیزہ اپنے خاوند ایک

Marfat.com

جلیل القدر پیغمبر کے سپرد ہوئی یون ہی پاک مردون کے لیے پاک بیویان ہوتی ہین ف فی العرائس قولہ وقال الملک ائتونی بہ استخلصہ لنفسی۔ حقیقت مین اپنی ذات کے واسطے خالص کرنا اس موعظت حقہ سے ثابت ہوا جس سے اُس نے معرفت حق وطریق نجات کی ہدایت پائی کہ عذاب آلہی سے خلاص ہوا اور خالص محبت سے خلوص محبت آلہی پر فائز ہوا اور جو اوہام وظنون اُس کے قلب پر محیط تھے جنھون نے اسکے نفس کو ظلمت کدہ بنا دیا تھا اور مغلوب شیطان کر دیا تھا وہ اس دوست خالص کی مدد سے دور ہوگئے اور قلب اس کا بادشاہ حقیقی کا تختگاہ ہوگیا ابن عطار رح نے کہا کہ بادشاہ کیونکر حضرت یوسف ع کو اپنے واسطے خالص کرتا کیونکہ اُن کو تو اللہ تعالےٰ نے اپنے مخلصین مین کر لیا تھا۔ اقول ولیکن اس محبت کا نتیجہ یہ ہوا کہ بادشاہ بھی اُنکے پیچھے پیچھے درگاہ کبریائی تک اس اخلاص سے پہونچا اور نفس کے واسطے استخلاص کا نتیجہ یہ ہوا جو اُسکے وہم وگمان مین بھی نہ تھا۔ یہان سے استفادہ کرنا چاہیے کہ اہل الحق کی محبت اپنے نفس کے لیے موجب نجات نفس ہو لیکن جب ہی کہ اہل الحق کے فرمان واجب الاذعان پر عمل کرے جہان تک ممکن ہو اور خبردار کہ جہال نے جو رہبانیت کا طریقہ اکابر علماء سے روایت کیا ہے جیسے ایک ٹانگ پر رات بھر کھڑے ہوکر عبادت کرنا اور نفس سے سردی محسوس کی تو بھیگی چادر رات بھر اوڑھے دیوار پر بیٹھنا اور مانند اسکے تو یہ سب اتہام ہین صرف صحیح اقتدا وہ ہے جو سنت کے طریقہ پر ہووے اور شیخ رحمہ اللہ نے بہت مقامات پر اسکی سخت تاکید فرمائی ہو بخلاف اکثر علماے ظاہر یہ کے جو احادیث وآیات مین تاویلات کرتے ہین اور انکی سمجھ مین نہین آتا کہ حرام کھانے والا کیونکر اپنے پیٹ مین انگارے بھرتا ہو پس اہل الحق کہتے ہین کہ خالص یقین کے ساتھ قائم رہو تو یہی لوگ بزرگی حاصل ہونے کے واسطے اس کے لیے نمونہ ہین۔ قولہ فلما کلمہ۔ کلام زبان بزبان ہے اور کلام اسرار باسرار ہے۔ وہ خوش گفتار ہے کہ ضمائر کے اسرار غیب سے اور اسرار غیب الغیب سے اور جو متعلق بصفائی عقول ہے اور جس سے حیات قلوب ہے اور جو بیان وصف صفات ربانیہ ہو اور جو بیان شاہراہ مستقیم ہے بزبان فصیح وجہ صبیح ادا کرے جس سے ارض باطن پر عرش الرحمن کے نور سے ہزار آفتاب مثل ذرہ کے ناپید ہوجاوین ؎ گر اہل معنے بملکے درانند ؛ ہنوز از سر پردہ بانگ زنند ؛ کہ گر آفتاب است یک ذرہ نیست ؛ وگر ہفت دریاست یک قطرہ نیست ؛ آخر جذب خواطر سے بادشاہ کے دل پر نقش محبت نے اثر کیا۔ قولہ انک الیوم لدینا مکین امین۔ ذی مکانت وامانت تو در حقیقت سلطان حقیقی کے نزدیک تھے تو کسی اور کے نزدیک مکانت وامانت کی قدر اُنکی خاطر عالی مناظر پر کیا اثر کرتی اور تمکین واستوار پاے ثبات ان کا شاہراہ رسالت پر بقوت حق عزوجل تھا اور امانت عظمیٰ ان کے سپرد تھی پس کوئی شخص نہین کہ اس امانت سے خالی نہو ولیکن سواے قلیل اہل اتقاء کے سبھون نے خیانت کی اور آنحضرت علیہ السلام نے بحکم اشارت قولہ انی لم اخنہ بالغیب۔ اس امانت عامہ کے ساتھ عظیم امانت نبوت مین کچھ خیانت نہین فرمائی اسیواسطے صحیح حدیث مین ہرقل بادشاہ روم کا استدلال تیرے واسطے عبرت ہے کہ اس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان پاک مین استدلال کیا کہ نہین ہوسکتا کہ ایک شخص امور آلہیہ مین امین ہو اور محقرات دنیاویہ مین خیانت کرے پس بحکم یومنون بالغیب جب حالت امتحان وحجاب مین استقامت تمکین سے کوئی خیانت نہ کی تو لاجرم حق عزوجل نے ظاہر وباطن ان مین یہ صفت عیان فرمائی چنانچہ بادشاہ نے صورت سے تصدیق کی اور یہ فراست اسی سلامت قلب کا اثر ہے جس سے آخر وہ جنتی بند مقام امن وسلامت مین پہونچا اللھم ایدنا بالاید المتین انت ارحم الراحمین بعض نے کہا کہ اسکو نظر آیا کہ شاہ صدق مخبر از صدق بصدق ہو تو وہ مکین امین کہنے پر بے اختیار ہوا۔ قال الشبلی رح کلام یوسفی رح سے اسرار کے انوار سے قلب مخاطب پر تمکن نفس واطلاع اسرار امانت کا ظہور ہوا اس نے آیات آلہی کو بلاد آلہی مین دیکھکر تعظیم وتکریم کی شیخ رح نے کہا کہ صفت تامہ سے جز قلیل اسکو منکشف ہوا لہذا یوسف علیہ السلام نے اسکو آگاہ کیا کہ قولہ اجعلنی علی خزائن الارض انی حفیظ علیم کیسے معلوم ہو کہ قلوب کی مثال زمین سے ہو کہ قولہ والبلد الطیب یخرج نباتہ الآیۃ وقولہ والذی خبث لایخرج الانکدا۔ فی

Marfat.com

الحدیث فانبتت الکلا والعشب الکثیر ومنہا قیعان لا یمسک الماء ولا ینبت الکلا۔ پس وہ قلوب نہایت پاکیزہ ہو جاوینگے جنکا محافظ باغبان قدرت کا
وکیل ہو کہ وہ حفیظ و علیم ہوگا۔ کہ سالک بیخبر بود ز راہ و رسم منزلہا۔ اور یہ دنیا سواے مزرعہ آخرت کے کچھ نہیں ہو ربنا لا تجعلنا من المغضوب
علیہم ولا من الضالین واللہم اجعلنا من الذین انعمت علیہم من اتباع النبیین والشہداء والصالحین وانت ذو الفضل العظیم وانت ارحم الراحمین
شیخ رحنے کہا کہ اللہ تعالے نے اسمین آگاہ فرمایا ہو کہ یوسف علیہ السلام راسخ نبوت کے مقام تمکین پر تھا اور اُسکو ملک دنیا مین تصرف کی قدرت
اسطرح دی گئی تھی کہ اس تصرف کی حالت مین مشاہدہ آلہی و ملک آخرت سے کسی وقت و حالت مین غافل نہووے اور ہر شخص کو یہ قدرت
نہین ہوتی کہ ملک دنیا مین بغیر اپنے خسارہ کے تصرف کر سکے سواے اس شخص کے جو مانند حضرت یوسف علیہ السلام کے مؤید بتائید ربانی ہو
اور یہ تائید ایک ہدایت خاصہ تھی کہ اپنے انفاس کو یاد آلہی کے ساتھ حفاظت رکھتے تھے اور قلب کو فکر کے ساتھ اور نفس کو وسواس سے بچانے
اور سب مقامات ذکر کو غیر حق سے محفوظ رکھتے ولہذا جب تک چوک جانے کا احتمال تھا چند سال اور قید خانہ مین رہے جب کمل کامل
ہوئے تو مسند ارشاد پر تخت نشین ہوئے۔ اقول ذکر آلہی ہر سانس مین عوام کو زبانی میسر ہے اور خواص کو جسطرح حاصل ہو اسکو زبان ادا نہین
کر سکتی ہو اور یہین سے سمجھ مین آسکتا ہو کہ قولہ فانساہ الشیطان ذکر ربہ الآیہ مین کیا اسرار ہین۔ اور ہر شخص جو دنیا مین کسی ایک شخص کے اوپر
حاکم ہو بقدر اپنے ثواب کے لیاقت حفظ و علم پیدا کرے وحدیث صحیح مین کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ الحدیث بیان ہو کہ شوہر و جورو تک
راعی و حاکم و رعیت ہین اور ہر ایک کے لیے اپنی حکومت کے وتیرہ مین ثواب جلیل ہو ولیکن حفاظت و علم لازم ہو اسی واسطے دنیا کے تعلقات
زائد بڑھانے مین خطرہ بھی ہو فافہم شیخ رحنے کہا کہ وہ حفظ باتباع طریقہ سنت ہو کہ آداب ذات آلہی صفات آلہی کی یاد مین ملحوظ ہون اور عبادات
بروجہ سنت ہون نہ وہ طریقہ جو رہبانیت کہلاتا ہو کہ بحکم حدیث ان لنفسک علیک حقا ولزوجک علیک حقا ولضیفک علیک حقا الحدیث یعنی
تجھپر تیرے نفس کا حق ہو اور شوہر پر جورو کا یا جورو پر شوہر کا ہو اور مہمان کا بتواضع و مہمانداری معہ ولی غرضکہ تجاوز با فراط و تفریط منع ہو اور بندون
کے حقوق محفوظ بطریق شرع ہین فافہم شیخ رحنے کہا کہ حفیظ مشیر ہے کہ بنور تفرس نبوت ان امور کا حفیظ ہو جو مقدورات بعلم آلہی لوگون پر
واقع ہون اور جو عیوب کہ قلوب پر جاری ہون وخزائن الارض سے اشارت علماے ربانیہ یعنی اولیاء و صدیقین کے قلوب ہین واسطی رحمہ اللہ
نے کہا کہ مدح النفس قبیح ہو الا اسوقت کہ اسکی اجازت ہو۔ اقول اسمین اشارہ ہو کہ جملہ امور جو یہان واقع ہوئے ہین سب باجازت آلہی تھے تو کوئی
سوال واقع نہین ہو سکتا جیسا کہ مترجم نے اپنی عندیہ سے سابق مین لکھا تھا اور یہان تائید ایک بزرگ کے قول سے حاصل ہو گئی حالانکہ میرے
نزدیک یہ امر بلا تائید کے قابل قبول ہو کیونکہ قیاس عوام با نبیاء باطل ہو بعض نے کہا کہ خزائن الارض مردان خدا ہین تو حد مکالمہ نبوت ملحوظ رہنا
چاہیے یعنی ایسے غلبات ان لوگون پر طاری نہین ہو سکتے کہ غیر ملحوظ ہوں پس حفظ کی درخواست در اصل حق تعالی سے ہو پس جو کچھ ظاہر و پوشیدہ کرین سب
انبیاء پر مکشوف ہوگا اقول چنانچہ خود کہا کہ لا یاتیکما طعام ترزقانہ الا نباتکما بتاویلہ قبل ان یاتیکما الآیہ ونحو قولہ بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم۔ اور
دوسرون کا قیاس نبوت پر نہین ہو سکتا شیخ ابو سعید الخراز نے فرمایا کہ اللہ تعالے کے بندے روے زمین پر ایسے ہین کہ اُنپر خلل طاری ہوتا ہی اور
اگر یہ نہو تو بیکار ہو جاوین اور بات یہ ہو کہ انکا علم اس درجہ تک پہونچ گیا ہو کہ وہ مجہول کا علم حاصل کرتے ہین حالانکہ کتاب و سنت مین اسکے
کچھ تفصیل نہین ہو ولیکن جو امین سے عاقل ہین وہ کتاب و سنت سے اسکو نکال لیتے ہین اقول مراد یہ ہو کہ بعض مسائل ایسے ہین کہ ہر چند علماے
ظاہرین سے ایک بڑا زبردست علامہ کوشش کرے تو اسکو کہین کتاب قرآن و حدیث سنت مین نظر نہ آوے اور کبھی اسکا استخراج ممکن نہو ولیکن علماے
ربانیہ کا علم اس حد تک پہونچا کہ انکو خود اس مسئلہ کا علم بعلم آلہی حاصل ہو ولیکن چونکہ قرآن مجید اسقدر جامع ہو کہ علم اولین و آخرین اسمین موجود ہو کر

Marfat.com

فہم حاصل ہونا چاہیے تو عالم ربانی عوام کے اظہار کے لیے اُسکو قرآن سے اپنی نیک سمجھ کے ذریعہ سے استنباط کر لیتے ہین وقد ذکرنا فی قولہ ولکن کونوا ربانیین الآیۃ وفی قولہ یعلمہم الکتاب والحکمۃ۔ وفی قولہ ومن یوت الحکمۃ الآیۃ تفصیلاً لذلک۔ اور ابتداے سورہ فاتحہ کی تفسیر مین قرآن پاک کا جامع ہونا اور تفسیر قولہ ولا حبۃ فی ظلمات الارض ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب الآیۃ مین تحقیق گذری اور حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے صحیح بخاری مین روایت ہے کہ فہم یعطی الرجل فی القرآن یعنی میرے پاس کوئی وہ علم حدیث کا نہین ہے جو خاص انحضرت صلعم نے ہمین لوگون اہلبیت کو بتایا ہو جیسا کہ سائل اپنی نادانی سے سمجھتا ہے ہان ایک فہم البتہ ہے جو اللہ تعالے اپنی کتاب مجید مین بندے کو عطا فرماتا ہو تو وہ اس سمجھ کے ذریعہ سے اس کتاب مین سے جو علم الاولین والآخرین کا مجموعہ ہو وہ بات سمجھ لیتا ہو جسکو عوام کہین نہین دیکھتے اور نادانی سے یہ سمجھتے ہین کہ یہ بات حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خاص کر اُس کو بتلادی تھی یا یہ سمجھتے ہین کہ یہ شخص علم غیب جانتا ہو حالانکہ یہ دونون جہالات ہین۔ مترجم کہتا ہو کہ اس وقت مین اسلام کے علماے ربانی کہان ہین افسوس وہ لوگ کیا ہوئے کب قرآن مجید کا معجزہ ہونا استدلال سے دیکھا جاتا ہو بڑا معجزہ اسکا عوام لوگ نظم وعبارات سے متعلق کرتے ہین کیونکہ وہ خود ظاہر سے تجاوز نہین کرتے ہین حالانکہ علماے ربانیہ کی آنکھون سے یہ بڑا معجزہ نظر آتا تھا کہ جو وقائع آیندہ قیامت تک ہونگے وہ سب اسمین درج ہین ولیکن انکھین نہین ہین جو انکی طرح نظر آوے اور اگر بیان کرنے والے بیان کرتے تو بمقتضاے حکمت آلہیہ ایسے لوگون کے ہاتھ مین مدارس وحکومت تھی جو انکو کافر کہکر خود ہلاک ہوتے اور فائدہ نہ ہوتا کیونکہ تقادیر آلہیہ ضرور جاری ہونگی ان مین تدبیر نہین ہوسکتی جب یہ معلوم ہوا تو اہل ایمان پر واجب ہے کہ علوم شریعت حاصل کر کے عمل کرین اور انتظار کرین کہ اللہ تعالے انکو یہ علم عطا فرماوے وفیما اخرجہ بعض اصحاب السنن والمسانید جو کوئی سیکھے پر عمل کرتا ہو اسکو اللہ تعالے محض فضل سے ایک علم عطا فرماتا ہو جو وہ نہ سیکھ سکتا اور نہ جان سکتا تھا پھر اسمین دو قسمین ہین ایک انکشاف اور یہ عام ہو اور اسکو بڑی نعمت نہین تصور کیا گیا بلکہ جو کشف متعلق باموو فانیہ ہو جیسے جو امسال وقائع ہونگے یا جو فلان شخص پر گذریگا اسکو ائمہ اکابر نے مذموم وخراب لکھا ہو اور جو اس مین سے متعلق بکشف ملکوت ہو بمانند قولہ فی حدیث الحارثۃ رضہ کہ میزان قائم دیکھتا ہون اور زمین بنور رب تبارک وتعالیٰ روشن ہوگئی اور بمانند قولہ وکذلک نری ابراہیم ملکوت السموات الآیہ کے یہ محمود ہو والاحسن منہا تعلق بجلال اللہ وعظمتہ وبجمال اللہ وقدرتہ ذلک خیر واحسن تاویلا والسلام۔ پھر شیخ نے لکھا کہ قولہ وکذلک مکنا لیوسف فی الارض۔ اس مین اشارہ ہو کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے حسن وجمال ولطف وکمال سے قلوب بندگان حق مین براہ محبت جگہ پائی اور انکی ہیبت سب قلوب مین بیٹھ گئی اور جہان مشیت متعلق ہوتی بیٹھ جاتی تھی لقولہ تبوا منہا حیث نشاء۔ مکانت یوسف کی اضافت اپنی جانب فرمائی کہ ہم نے اسکو ایسا کردیا اور کسی حادثہ یا تدبیر کیجانب نہین فرمائی جسمین اشارہ ہو کہ سابقہ تقدیر اُسکی رسالت کے ساتھ یون جاری ہوئی تھی۔ قال المترجم اور حدیث صحیح مین ہو کہ جب اللہ تعہ کسی بندے کو قبول فرماتا ہے یعنی وہ وقت آتا ہو کہ ازلی قبولیت کا اظہار ہو تو منادی ندا فرماتا ہو کہ ہم نے اُسکو قبول کیا تم سب اس سے محبت کرو پس تمام قلوب اہل زمین اس سے محبت کرتے ہین۔ مترجم کہتا ہو کہ یہ وہم نہو کہ مقبول بندے بہت گذرے کہ کسی سے سب نے اتفاق نہین کیا تو جواب یہ ہو کہ حدیث مین قلوب کا ذکر ہو اور وہ فقط اہل ایمان سے مخصوص ہین اور کفار ومنافقین ومشرک اگرچہ ظاہر مین اپنے آپ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پیرو یعنی یہودی کہین یا حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا پیرو یعنے نصرانی کہین یا حضرت افضل الرسل محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا پیرو یعنی مسلمان کہین انکے اندر دل یعنی قلب نہین ہوتا بدین معنے کہ اللہ تعہ نے فرمایا قلوبہم ہواء یا بدین معنے کہ لہم قلوب لا یفقہون بہا الآیۃ تو انکی محبت کچھ نہو گی اور یہ تحقیق یاد رکھنا چاہیے فافہم۔ غرضکہ یوسف علیہ السلام پر جو فضل اپنی جانب سے مکانت ووسعت دینے کا فرمایا ہو یہ ازلی اختیار ہو اور اسمین کوئی استحقاق طاعت وغیرہ کا نہین ہوتا ہے

Marfat.com

کیونکہ اسوقت فعلیت کا وجود ہی نہ تھا بلکہ علم الٰہی و حکمت الغہ خود مختار ہی ہے اسی واسطے نبوت و رسالت و ولایت و علم محض فضل حق عز و جل ہے ولقد قال تعالے نصیب برحمتنا من نشار۔ خاصۃ رحمت انبیا رو اولیا کے واسطے کشف مشاہدہ ہے اور انکو انکی ذات کی معرفت دیدیتا جس سے صفات باری تعالے کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور یہ اسطرح کہ انپر راہ معرفت آسان کردی اور یہ اسطرح کہ مشقت و مجاہدہ و ریاضت پر اسکو موقوف نہ کیا اور یہ بہت بڑی رحمت و کامل منت ہے۔ اور یہ اسطرح کہ قلوب عارفین سے خواہش کسی امر کی ہو باقتضاے خود دور کردی ان کی خواہش وہی رہی جو انکے مولی عز سلطانہ کی خواہش ہے اسواسطے کہ جب تک ذرہ برابر اپنی خواہش رہتی ہو تب تک محل نفس امارہ باقی ہے۔ قال المترجم یہین سے یہ عقدہ حل ہوگیا کہ جو خواہشین حضرت یوسف علیہ السلام سے بظاہر معلوم ہوتی ہین کہ امارت و حفظ خزائن کی درخواست کی وہ سب بارادات الٰہیہ ہین ان مین سے کچھ بھی اپنی خواہش نہین ہے اسی واسطے جو سوالات ظاہر تفاسیر مین مذکور ہین وہ عوام کے سمجھانے کے لیے تکلفات ہین ورنہ جو شخص حقیقت سے آگاہ ہے اسکے نزدیک کوئی سوال ہی وارد نہین ہوتا بلکہ اسکی فکر ان مقامات مین آثار قدرت و تدبیر الٰہیہ کے لطائف اشارت مین جولان ہوکر عارف بصفات پاک تعالت و تقدست ہوجاتی ہے جبکہ فضل الٰہی شامل حال ہو واللہ سبحانہ تعالے اعلم۔ شیخ نے لکھا کہ مین کچھ خیال کرسکتا ہون نہین نہین جب عزت سرمدیہ و جلال اقدس و جمال ازل کو آدمی کے لیے کشف فرمایا تو کیا امکان ہے کہ مشاہدات انکی وسعت ہو یہ طاقت انکو کہان سے آئی اور کیونکر حدوثیت کے ساتھ قدم کے ظہور مین بقا ہے اللہ اللہ تعالے اللہ علوا کبیرا۔ تمام اکوان و حدثان اول بداہۃ ظہور سطوات عزت و مجد جلالت مین متلاشی و فانی ہوجاوینگے پس مشاہدہ و لقا اسکی لقا ہے ولیکن اس ضعف کو انسے عفو فرمایا اور رحمت سے انکی حدوثیت کو لقاے قدم سے موید کرکے انکو وہ کچھ دکھلایا کہ فرشتہ بھی اس سے محروم ہین کیونکہ ازل ہی مین انکو حکم قولہ اصطفی آدم و نوحا الآیہ۔ قولہ وانہ لمن المصطفین الاخیار۔ وقولہ انہ من عبادنا المخلصین اس کرامت کے واسطے برگزیدہ و اختیار فرمایا تھا پس کشف حال و منزلت وصال سے سرفراز کیا۔ اور انکے قلوب مین اسرار قدم و دیعت رکھے پس معنے قولہ کذلک مکنا لیوسف یعنی ہم نے اپنی عنایت و کرم و رحمت اتم سے یوسف کو اس قبولیت کے مراتب رفیعہ پر سرفراز کیا جہان سبب کا سلسلہ منقطع ہے اور تدبیر محض برکار ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اس سے کوئی یہ وہم نہ کرے کہ اعمال محض بیکار ہین جیسا کہ اکثر مجاہیل بقلدین داخل ہوس نے ایسا گمان کیا ہے پس کسقدر آیات حسنہ گذرد ہین جن مین انسان کو اعمال رفیعہ پر عمل کرنے کی تاکید ہے اور کسقدر احادیث صحیحہ ہین کہ انمین اتباع فرائض و واجبات و فضائل عبادات و عادات و عظائم اخلاق کی سخت تاکید و مبالغہ ہے اور کسقدر اخبار و آثار صحیحہ ہین جن سے حضرت سید الرسل صلے اللہ علیہ وسلم کا مع جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کے ان اعمال تقوے کا عامل ہونا مروی ہے اور کسقدر حکایات صالحین ہین جنھون نے ریاضت و مجاہدہ مین قدم استوار کیا ہے اور کسقدر متواتر علم اسوقت تک فائز و سائر ہے کہ اسکا انکار کرنا محض جہالت ہے شیخ نے خود کہا کہ آگے حق جل شانہ بیان فرماتا ہے کہ باوجود جلالت شان و قصور بندگان کے محض لطف سے کسی عامل کا اجر ضائع نہین فرماتا جو صدق نیت سے طاعات کی راہ چلتے ہین تاکہ اعمال سے احوال کے درجہ پر فائز ہون بقولہ عز و جل ولا نضیع اجر المحسنین۔ اب جاننا چاہیے کہ اہل احسان یعنی سب سے اعلی درجہ والون کا ثواب یہ ہے کہ انکو کشف جمال قدم سے سرفراز کیا اور انکا احسان کی حالت مین عمل یہ ہے کہ تمام صدق نیت سے مشارق ابد سے صبح ازل کا طلوع چاہتے ہین اور اسرار کی آنکھین اسطرف ٹکٹکی باندھے رہتی ہین۔ تو نہین دیکھتا کہ جس نے احسان کو پوچھا تھا اسکے جواب مین سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک یعنی احسان یہ ہے کہ تو اللہ تعالے کی عبادت اسطرح کرے گویا تو اسکو دیکھتا ہے پس اگر تو نہین بھی دیکھتا تو وہ تجھے دیکھتا ہے۔ اب جاننا چاہیے کہ احسان یوسف علیہ السلام یہ تھا کہ ہر محنت و سختی مین اللہ تعالے کی رضامندی چاہتے تھے مترجم کہتا ہے

Marfat.com

کہ اہل التفسیر نے قولہ فلبث فی السجن بضع سنین کی تفسیر مین روایت لکھی کہ حضرت جبرئیل نازل ہوئے اور اللہ تعالے عز وجل کی طرف سے یہ شکایت پہونچائی کہ مین نے کنوین سے نجات دی اور عزیز مصر کی نظر مین کرم رکھا اور حنین وجنان فضل رکھے تم نے ساقی سے کس خیال پر رہائی کی درخواست چاہی لہذا اب چند برس تم اور قید مین رہو تو آپ نے عرض کیا کہ اے جبرئیل میرا پروردگار عز وجل بعد اسکے مجھ سے راضی ہی انھون نے عرض کیا کہ ہان تو کہا کہ پھر مجھے رنج نہین ہی غرضکہ رعایت رضاے آلہی حاصل کرنے مین سرگرم تھے شیخ رح نے کہا کہ یہ مراقبہ ورضا جوئی بھی اللہ تعالے کی ہدایت واس کی جانب سے عصمت ورحمت تھی کیونکہ گناہ سے معصوم ہونا مقربون با صطفائیۃ ازلیہ ہے ورنہ جسکے حق مین ایسا نہو وہ کیونکر معصوم رہ سکتا ہی مترجم کہتا ہی کہ یہ وہم نہ کرنا کہ عصمت فقط زنا سے متعلق ہی حتی کہ بعض کافر کبھی زنا نہین کرتا مگر اس سے بڑھکر حق عز وجل سے منھ موڑکر دنیا کو معبود بنا لیتا ہے پس عصمت جملہ گناہون سے ہی شیخ رح نے کہا کہ احسان یوسف یہ بھی تھا کہ بدی کرنے والون کے ساتھ نیکی کرتے تھے اور یہ بھی کہ اللہ تعالے کے بندون سے اسکی پاک صفات و وحدانیت ظاہر کرتے تھے تاکہ وے اسکی اطاعت کرین اور شیخ نے لکھا کہ احسان یوسف یہ بھی تھا کہ جمال یوسفی کو قحط ومصیبت زدہ لوگون پر ظاہر کرتے کہ ایسے دیدار پر زندہ رہتے تھے۔ واسطی رحمہ اللہ نے کہا کہ قولہ نصیب برحمتنا من نشاء۔ ان آیات کے اول وآخر مین تفصیل ہی پس جس نے اس آیت کے اول وآخر مین تفصیل نہ کی تو اسپر قرآن کی آیات مین التباس واشکال رہیگا پس اول تو علماء کے لیے ہی اور آخر جاہلون کے لیے ہی پس رحمت آلہی سے لیاقت احسان حاصل کی اور رحمت ہی سے ہدایت پائی اور رحمت ہی سے احکام وآیات قرآن قدیم کی حکمت سمجھ مین آئی وقد قال تعالے الرحمن علم القرآن شیخ ابن عطاء رح نے کہا کہ قولہ نصیب برحمتنا یعنی اپنے فضل سے ہم جسکو چاہتے ہین اپنی معرفت کی راہ دیدیتے ہین۔ اقول یعنی رحمت سے یوسف علیہ السلام کو برگزیدہ پیغمبر کیا اور روحی الہام سے قلب کا دروازہ جو عام خلق پر مسدود رہتا ہی کھولدیا جس سے معرفت حاصل ہوئی اسپر لذت وخواہش دور ہوگئی اور تکلیف عین راحت ہوگئی یہانتک کہ درجۂ احسان نبوت پر متمکن ہوگئے کما قال تعہ وکذلک مکنا لیوسف الآیہ پس یہ سب کرامت نتیجہ رحمت ہی جس سے معرفت عطا ہوئی تھی کہ جو انکے حق مین عصمت ہوگئی اور جو صبر محنت مین شہد کی خوشگواری دیتی رہی پس شیخ ابن عطاء نے یہ اشارہ بیان کیا ہی واللہ سبحانہ تعالے اعلم بعض مشائخ نے کہا کہ محسن وہ ہی کہ جسپر جسقدر احسان حق عز وجل کے ہون سب کو حق تعہ عز وجل کی طرف سے محض احسان و فضل خیال کرے۔ قال المترجم یہانتک عرائس کا بیان تمام ہوا اب مین کہتا ہون کہ امام رازی نے آخری دونون آیات سے حشویہ کا رد کیا جو کہتے ہین کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے فی الجملہ قصد بجانب زلیخا کیا تھا اور قولہ لقد ہمت بہ وہم بہا۔ کے معنے اپنے مطلب کے موافق بتاتے ہین اور قولہ لم اخنہ بالغیب کے وقت جب جبرئیل نے یہ قصد یاد دلایا تو وما ابرئ نفسی الآیہ سے استدراک کیا۔ خلاصہ کلام رازی یہ ہی کہ اللہ تعہ شہادت فرماتا ہی کہ یوسف بندہ مخلص تھا جس سے ہر طرح کی بدی وفحش دور کردیا گیا تھا بحکم قولہ لنصرف عنہ السوء والفحشاء انہ من عبادنا المخلصین۔ اور وہ مؤمنین متقین محسنین مین سے تھا پھر جاہل حشوی کہتا ہی کہ وہ مذنبین کاذبین سے تھے یہ خود حشوی کی جہالت ہی کہ باوجود شہادت آلہی کے کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوتا ہی مترجم کہتا ہی کہ جن لوگون نے یوسف زلیخا کا قصہ لکھا ہی انھون نے بھی افراط وتفریط ہر طرح کی روایات بھر دی ہین جنکا کچھ اعتبار نہین ہی القصہ جب حضرت یوسف علیہ السلام اسطرح سلطنت پر قائم ہوئے وارکان دولت ووزراء وامراء وماتحت بادشاہون نے انکی اطاعت مین گردن جھکائی جیسا کہ شیخ مفسر سیوطی رح نے لکھا ہی تو آنحضرت نے سات سال داخل مین کثرت سے اناج کے پیداوار کا اہتمام کیا اور اسکو نہایت حفاظت سے رکھا اور اہل مصر کو بقدر ضرورت خرچ کرنے کو ملا اس ترکیب سے بہت کثیر غلہ کا انبار ہوگیا جو سالہا سال کے لیے ایک ملک کے آدمیون کو کافی ہو اور یہ برکت حضرت یوسف عہ کی تھی جنکو اللہ تعہ نے قبل وقوع قحط کے آگاہ فرما دیا تھا بخلاف دوسرے ملکون کے کہ وہان پہلے سے علم نہ تھا تو پہلے سے کچھ انتظام بھی

نہ تھا اسی وجہ سے آپ کی برکت علاوہ مصر کے اور ملکون تک بھی پہونچی چنانچہ جب بلاے قحط و اسکی سختی پے در پے شروع ہوئی تو اُس نے ملکون کو گھیر لیا یہان تک کہ بلاد شام و سرزمین کنعان تک جو حضرت یعقوب علیہ السلام کا مع اولاد باقیہ کے مسکن تھا پہونچ گئی اور بادشاہ مصر کی فیاضی و برکت کا شہرہ سنکر دور دور سے لوگون نے مصر کا قصد کیا اور حضرت یوسف ؑ ایک اونٹ سے زیادہ کسی کو نہ دیتے تھے اگرچہ وہ سردار و حاکم ہو پس حضرت یعقوب ؑ نے بھی اپنی اولاد کو مصر بھیجا و لیکن حضرت یوسف ؑ کے حقیقی بھائی بنیامین کو اپنے پاس رکھ لیا قال تعالےٰ

وَجَاۤءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ۝ وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ

اور آئے یوسف کے بھائی سو یوسف کے سامنے گئے تو یوسف نے انکو پہچان لیا مگر انھون نے اسکو نہ پہچانا اور جب انکا سامان تیار کر دیا تو کہا

ائْتُوْنِيْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِيْكُمْ ۚ اَلَا تَرَوْنَ اَنِّيْۤ اُوْفِي الْكَيْلَ وَاَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ

کہ میرے پاس لانا اپنے بھائی کو جو باپ کی طرف سے ہے بھلا تم نہین دیکھتے ہو کہ مین تو بھرپور تول دیتا ہون اور مین بہت اچھا مہمان نواز ہون پھر اگر

تَاْتُوْنِيْ بِهٖ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِيْ وَلَا تَقْرَبُوْنِ ۝ قَالُوْا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ وَاِنَّا لَفٰعِلُوْنَ ۝ وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ

میرے پاس اسکو نہ لائے تو میرے پاس تمھارے لیے اناج نہین ہے اور میرے نزدیک نہ آنا بولے کہ ہم ضرور اسکے باپ کو اسکے لیے پھسلا دینگے اور ہم ضرور ایسا کرینگے اور یوسف نے اپنے غلامون کو

اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَاۤ اِذَا انْقَلَبُوْۤا اِلٰۤى اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝

کہا کہ انکا سرمایہ انکے کجاوون مین رکھ دو امید ہے کہ وے اسکو پہچانین جب لوٹ کر پہونچین اپنے لوگون مین امید ہے کہ پھر واپس آوین

وَجَاۤءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ اور آئے بھائی یوسف ؑ کے۔ مراد انسے دس بھائی وہ ہین جو سوا حضرت یوسف ؑ کی والدہ کے دوسری جورؤون سے حضرت یعقوب کی اولاد تھے بدلیل آنکہ حضرت یوسف نے انسے اپنے حقیقی بھائی کو طلب کیا ہے۔ بسراج مین کہا کہ یہ لوگ عربات مین قریب سرزمین فلسطین کے رہتے تھے اور بحکم والد خود حضرت یعقوب علیہ السلام مصر کو اناج خریدنے آئے کیونکہ وہان بھی قحط پڑا ہوا تھا اور شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے تمام غلات کو جمع کر کے معاوضہ سے فروخت کرنا شروع کیا تھا اور بادشاہ مع لشکر سب ایک وقت دوپہر کو کھاتے تھے اور اس طریقہ سے ایک تو سالہاے قحط مین یہ اناج اہل مصر کو بلکہ انکے علاوہ دیگر ملکون کے بندگان خدا کو کافی ہو گیا اور خزانہ شاہی بھی جو اہل مصر کے واسطے رفاہ عام تھا معمور ہو گیا اور دوسرے یہ فائدہ ہوا کہ کوئی شخص اسراف نہین کر سکتا تھا جبکہ سرمایہ کے عوض اناج ملتا تھا اور شیخ رح نے لکھا کہ بعض مفسرین نے جو روایت لکھی ہے کہ سال اول مین بعوض درم و دینار کے اور سال دوم مین بعوض جواہرات و سال سوم بعوض فلان چیز و سال چہارم بعوض جنین و چنان حتی کہ بعوض اولاد و انکے نفوس کے بیچا تو یہہ دونون کی روایات مین سے ہے ہم اسکی حقیقت سے واقف نہین ہین قال المترجم الحمد للہ کہ مین نے سابق مین اسیطرح کلام کر کے فراغت پائی ہے اور وہان کچھ توجیہ تاویل لطیف مع مسائل بذکر کر دیے ہین فتذکر۔ اور لکھا کہ حضرت یوسف کے بعد حضرت یعقوب کو بنیامین سب سے زیادہ پیارا تھا اسکو حضرت نے اپنے پاس رکھ لیا اور باقیون کو مصر واسطے اناج کے روانہ کیا پس یہی ہے قول اللہ تعالیٰ یعنی یوسف کے بھائی آئے فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ پس داخل ہوے یوسف کے سامنے شاید آنحضرت لوگون کو اپنی حضوری مین باریاب فرماتے تھے اور ممکن ہے کہ بعلم نبوت انکے واسطے خاص حکم دیا ہو یا پردیسیون کے واسطے حکم ہو۔ فَعَرَفَهُمْ پس یوسف علیہ السلام نے انکو پہچان لیا۔ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ حالانکہ وے اُس سے منکر تھے یعنی انجان تھے۔ قال الامام اول تو انھون نے صغر سنی مین چھوڑا تھا جب کہ سیارہ کے ہاتھ بیچا تو معلوم نہ تھا کہ وہ کہان لیگیا اور دوم یہ کہ اس حالت مین آپ تخت سلطنت پر دبدبہ و شوکت شاہی کے ساتھ جلوہ افروز تھے اور فروخت کی شان غلامون کی تھی تو کہان غلامی اور کہان بادشاہی انکو اسکا گمان بھی

نہ تھا بسراج مین ملتقط کیا کہ اسوجہ سے کہ آپ نے حاجبون کو حکم دیا تھا کہ انکو دور کھڑا کردا اور درمیانی مترجم کے ذریعہ سے انسے گفتگو کرتے تھے۔ اور اسوجہ سے کہ انھون نے بچہ چھوڑا تھا اور اب تن و توش و داڑھی مونچھ کی حالت مین دیکھکر نہ پہچانا۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ اسوقت سے اس دم تک چالیس برس گذرے تھے۔ قال المترجم وفیہ نظر واللہ اعلم۔ عطاء رح نے کہا کہ اسوجہ سے نہ پہچانا کہ آنحضرت بلباس بادشاہ مصر آراستہ تھے مترجم کہتا ہے کہ اگر یہ روایت صحیح ہو کہ آنحضرت علیہ السلام اپنے چہرہ پر نقاب رکھتے تھے تاکہ مصر کی عورتین فتنہ مین نہ پڑین تو یہی وجہ نہ پہچاننے کے لیے کافی ہے۔ یہان تعلیم ہے کہ پردیسی مسافر کا اکرام چاہیے اور بادشاہ کو بذات خود تفقد احوال لازم ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو عامل کسی ملک پر مقرر فرماتے اُس سے معاہدہ لیتے تھے کہ حاجب و دربان مثل جابر بادشاہون کے نہ رکھے۔ وَلَمَّا جَهَّزَهُم بِجَهَازِهِمْ اور جب پورا کردیا ان کا سامان۔ قَالَ ائْتُونِي بِأَخٍ لَّكُم مِّنْ أَبِيكُمْ تو انسے کہا کہ لے آؤ تم سب ایک بھائی کو جو تمھارے باپ کی طرف سے بھائی ہو یعنی ماں ایک نہو بلکہ باپ ایک ہو ایسا اپنا ایک بھائی لے آؤ۔ اور آیندہ ان کو وعدہ نیکی سے آمادگی دلائی اور نہ لانے پر دھمکی بھی دی چنانچہ فرمایا۔ أَلَا تَرَوْنَ أَنِّي أُوفِي الْكَيْلَ کیا تم اس بات کو نہین دیکھتے ہو کہ مین ناپ پوری پوری بلا خسارہ و کمی کے دیتا ہون۔ ایک بات سو آنا خَيْرُ الْمُنزِلِينَ۔ اور مین بہت اچھا مہمان نواز ہون یعنے مہمانون کی خاطر مدارات اچھی طرح کرتا ہون۔ اور آنحضرت نے ان لوگون کو بہت آرام و آسایش کے ساتھ اتارا تھا اور اچھی طرح مہمانداری کی تھی۔ یہ دوسری بات تھی جس سے انکو بھائی کے ساتھ لانے پر آمادہ کیا۔ پھر دھمکایا۔ فَإِن لَّمْ تَأْتُونِي بِهِ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِندِي پس اگر تم نہ لائے اسکو تو ایک یہ ہوگا کہ نہین اناج میرے پاس تمھارے لیے۔ دوم یہ ہوگا کہ۔ وَلَا تَقْرَبُونِ اور میرے پاس مت آنا۔ امام ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ سدی رح وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ جب یوسف علیہ السلام کے بھائی سامنے ہوئے تو اسطرح اُنسے باتین شروع کین جیسے کوئی انجان ہوتا ہے حالانکہ دیکھتے ہی انکو پہچان لیا تھا پس کہا کہ تم میرے ملک مین کیون آئے ہو وہ بولے کہ اے عزیز ہمکو قحط کی مصیبت پہونچی تو ہم اناج کی امید پر آئے ہین۔ فرمایا کہ شاید تم جاسوس ہو ہمارے ملک کا اندرونی بھید لینے آئے ہو۔ بولے معاذ اللہ ہم جاسوس نہین ہین فرمایا کہ پھر کون لوگ ہو۔ بولے کہ ہم کنعان کے رہنے والے ہین ہمارا باپ اللہ تعالے کا پیغمبر یعقوب علیہ السلام ہے فرمایا کہ تمھارے سوائے اسکی اور بھی اولاد ہے۔ بولے کہ ہم بارہ تھے ہم مین سب سے چھوٹا بھائی جنگل کو گیا اور وہان ہلاک ہوا اسکو باپ بہت پیار کرتا تھا اب اُس کا سگا بھائی رہ گیا اُس کو باپ نے اُس کی نشانی غم غلط کرنے کو رکھ لیا ہے پس حکم کیا کہ انکو اکرام و آرام سے اتارو اور پھر انکا جہاز پورا کردیا اور سوتیلا ایک باپ کی طرف سے بھائی لانے کو ترغیب و تہدید کی اور انھون نے وعدہ کیا۔ اور سدی رح نے یہ بھی ذکر کیا کہ آنحضرت علیہ السلام نے ان لوگون سے رہن لے لیا اور بعض نے کہا کہ ایک بھائی شمعون کو لے لیا تھا۔ امام رح نے کہا کہ اس مین تامل ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ امام رازی رح نے بھی اس مین اعتراض کیا کئی وجہ سے۔ اول تو یہ کہ پیغمبر صدیق کی شان نہین ہے کہ باوجود آگاہ ہونے کے اُنپر جاسوس ہونے کا اتہام رکھتے مترجم اس کا جواب دیتا ہے کہ نہین جاسوس ہونے کا اتہام نہین دیا بلکہ توریہ کے طور پر سچ بات کہی کہ تم جاسوس تو نہین ہو کیونکہ جو امر واقع مین نہین ہے اُس کا نفی کرنا سوائے اس کی اصلی کیفیت کے سب طرح درست ہے حتی کہ تم جن تو نہین ہو اور تم فرشتہ نہین ہو اور غرض عدم معرفت تھی جیسا کہ حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کسی نے شب ہجرت انسے پوچھا کہ تمھارے ساتھ کون ہے تو آپ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو چھپایا اور کہا کہ رجل یہدینی السبیل۔ ایک آدمی مجھے راہ بتلاتا ہے یہ بات سچ تھی مگر کافر جاہل یہ سمجھا کہ کوئی راہ بتلانے والا ساتھ ہے اور مراد آپ کی راہ آخرت کا ہادی تھا اور اگر اصلی عیب ہوتا تو یہ عیب ہوگا کہ باوجود علم کے اپنے آپ کو ظاہر نہ کیا۔ دوم یہ اعتراض کہ رہن لے لیا تو لانے کے وقت عہد و پیمان و ترغیب و ترہیب کی ضرورت نہ تھی۔ سوم اس صورت مین انکا سرمایہ انکی رحال مین رکھنے کا تاکہ واپس اوین

Marfat.com

کیا فائدہ ہی۔ چہارم انکا وعدہ کہ باپ سے مراودت کرینگے اور کمال کوشش کرینگے نہ آنکہ ہم ضرور لادینگے پنجم اُنھون نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے فقط یہی کہا تھا کہ کیل روک دیا گیا ہے نہ آنکہ ہم مین سے فلان شخص رہن لیا گیا ہے۔ اور مترجم کہتا ہی کہ سب سے اقوی وجہ اعتراض میرے نزدیک یہ ہے کہ رہن ایک امر مشروع بمقابلہ حق واجب بطریق وثاقت ہے اور وہ مال متقوم ہووے جس سے فی الجملہ حق اصل کا حصول کسی وجہ سے ممکن ہو اور یہان شمعون مرد آزاد تھے نہ مال مملوک اور رکن رہن یعنے بعوض حق واجب کے بالکل سرے سے منفی ہے کیونکہ بھائی کا لانا انپر واجب نہ تھا تو رہن کے کیا معنے ہین اور کیونکر پیغمبر برحق ایسے ظالمانہ احکام کو جاری کر سکتا تھا یہ تو ظالم بادشاہون کے طریقہ مین سے ہو سکتا ہی پس ظاہر ہوا کہ یہ روایت حضرت سدی رح کو یہودیون وغیرہ سے ملی ہی جو روایت کر دی اور سراج مین معالم وغیرہ سے لایا کذا قولہ جہزہم بجہازہم۔ لغت مین جہاز وہ اسباب ومتاع جو کہین منتقل کر لیجانے کے لیے مہیا کیا جاوے جیسے سامان سفر جو ایک شہر سے دوسرے شہر کو لیجاوین اور وہ بھی جہاز ہی جو دختر کو اُسکا باپ دیتا ہی اقول جہزہم بجہازہم مین دلالت ہی کہ علاوہ گون اناج کے انکو زاد راہ سفر بھی دیا تھا۔ پھر ذکر کیا کہ دس بھائی تھے ہر ایک کو ایک اونٹ اناج دیا اور زیادہ دینے سے انکار کیا کیونکہ اسوقت عام انصاف کے خلاف تھا تو اُنھون نے کہا کہ اے عزیز ہمارا باپ بوڑھا شیخ ہی اور بوجہ ہلاکت ہمارے صغیر بھائی کے محزون رہتا ہی اور روتے روتے نابینا ہو گیا ہی اور صغیر کا ایک ان سے جو بھائی ہی وہی اُسکا مونس اور اسکی خدمت مین ہی تو ان دونون کے لیے بھی ہمکو دو اونٹ چاہیے ہین جب انھون نے یہ کہا تو حضرت یوسف نے کہا تم لوگ ایک جماعت شکیل ہو اسکے باوجود وہ بھائی تمھارے باپ کو زیادہ پیارا ہی ظاہر وہ بہت شکیل عقیل ہی مین دیکھنا چاہتا ہون مترجم کہتا ہی کہ شاید قصہ یون ہو یعنی جب انھون نے دو اونٹ اناج زیادہ مانگا تو اس بھائی کو تصدیق کے لیے طلب کیا ہو اور کچھ ضرورت نہین کہ وہ زیادہ شکیل وعقیل ہی یا اور الفاظ زائد کیے جاوین بلکہ خلاصہ مدار کار باپ وبھائی کے لیے زائد اناج کی درخواست ہو پس باپ کو بوجہ عذر نابینائی کے معذور رکھا اور بھائی کو طلب کیا۔ اگر کہا جاوے کہ پھر اس صورت مین قولہ باخ لکم من ابیکم۔ کہنے کی مناسبت معقول نہین ہی بلکہ باخیکم من ابیکم درست ہی یعنی اس بھائی کو جو باپ کی طرف سے ہی لاؤ۔ اور باخ لکم مین یہ معنی ہین کہ اپنا ایک ایسا بھائی لاؤ جو تمھارے باپ کی طرف سے تمھارا بھائی ہو تو کرخی وغیرہ نے اسکا جواب یہ دیا کہ اپنی طرف سے معرفت تامہ کو انپر ظاہر نہ کیا اور ایسے طور پر کہا کہ گویا انکو معلوم نہین ہی اور امام رازی کا اسپر بھی اعتراض اول وارد ہوگا اور وہی جواب ہی جو مذکور ہوا اور مترجم کے نزدیک حق یہ ہی کہ جملہ امور جو حضرت یوسف علیہ السلام سے اس قصہ مین واقع ہوئے سب ایسے ہین کہ عقلمند آدمی بخوبی جانتا ہی کہ آدمی سے موقع وملاقات وبات وہیبت وحالت وکیفیت ایسی واقع ہوتی ہی جس سے یہ صورت پیدا ہو جاوے جو یہان مذکور ہی اور جو کچھ حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا وہ بوحی الٰہی عز وجل تھا پس ان تکلفات کی کچھ ضرورت ہی نہین ہی اور علماے تابعین وسلف متقدمین سے اس قصہ مین زائد روایات کا انتظار کرنا محض بیکار ہی کیونکہ انکو یہ روایات کچھ حدیث سے ملی نہین کیونکہ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم پر یہ سورہ نازل ہوئی اور آپ سے زائد قصہ دراز مروی نہین ہی تو پھر صحابی یا تابعی کو تفصیل سوائے یہودیون کے بیان کے اور مسلسل سند سے نہین معلوم ہو سکتی ہی اور یہودیون کی روایات پایہ اعتبار سے ساقط ہین پھر بے ضرورت انکا تتبع کرنا اسرار وحقائق علوم سے باز رکھتا ہی اب مترجم کہتا ہے کہ اس بیان مین جو علوم پاکیزہ ہین وہ یہ ہین۔ قولہ جاء اخوۃ یوسف۔ اول یہ کہ نسب کا تعلق گوشت پوست سے ہی اور ایمان کا تعلق روح باقی سے ہی پس برادران یوسف نے یوسف کو قتل کرنے کا قصد کیا اور آخر کنوئین مین ڈالدیا اور آخر فروخت کر دیا پس باوجود اسقدر انقطاع کے انکا بھائی ہونا منقطع نہین ہوا چنانچہ حق تعالے نے انکو بھائی قرار دیا مسئلہ اگر قتل کر ڈالے تو قاتل کو مقتول کی میراث نہ ملیگی پس جبکہ جسمانی نسب مین انقطاع نہین ہوتا تو ایمانی محبت ورشتہ نہ چاہیے کہ بھائی سے قطع کیا جاوے۔ حدیث مین ہی کہ مومن سب آپس مین بھائی ہین اور یہ امر قرآن کی

آیت سے ثابت ہی اور حدیث مین ہی کہ تین روز سے زیادہ باہم رنج رکھنا نہ چاہیے اور حدیث مین ہی کہ اللہ تعالے ان دونون سے مغفرت اُٹھا لیتا ہی اور بعض روایات مین برکت۔ اور حدیث مین ہی کہ جو ابتدا کرکے بول اُٹھے اور اصلاح کرلے تمام بزرگی اسی کو ہی جیسے صحیح مین رنج پیدا کرنے والون کے حق مین کہا کہ جو پہل کرے اُسی پر گناہ ہی جب تک کہ دوسرا اس سے بڑھ نہ جاوے۔ اور تمام مسلمانون پر واجب ہے کہ جہان تک جسطرح استطاعت رکھتے ہون دونون مین صلح کرا دین۔ اور صحیح حدیث مین ہی کہ اللہ تعالے کا سایہ قیامت مین سات آدمیون پر ہوگا ان سات آدمیون مین سے دو شخص وہ بیان کیے جو ایمان کی راہ سے باہم محبت کرتے تھے اسی حال پر زندہ رہے اور اسی پر مرگئے علماء نے کہا ہی کہ بھائی کو بھائی سے ترک تعلق نہ کرنا چاہیے اگرچہ ایک گناہ کرنے لگے جب تک کہ شرک کی حد تک نہ پہونچے مسئلہ ناتا کاٹنا حرام و کبیرہ گناہ ہی۔ واضح ہو کہ جس پیٹ سے ایک ناتے کے لوگ پیدا ہین وہ رحم کہلاتا ہی تو حدیث مین ہی کہ رحم اپنے پروردگار کے عرش سے لٹکا ہوا دعا کرتا ہی کہ اے رب میرے جو مجھکو جوڑے تو اسکو جوڑ دے اور جو مجھکو کاٹے اسکو کاٹ دے مسئلہ غیر باپ کو اپنا باپ بتانا حرام ہی۔ حدیث صحیح مین اُسکی ممانعت آئی ہی لہذا جو لوگ کہ شیخ نہین ہین یعنی صحابہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مین سے کسی کی اولاد نہین ہین یا سید نہین ہین اگر اپنے آپ کو شیخ یا سید کہتے ہین تو ہر روز حرام کے مرتکب ہین حالانکہ یہ دنیا مین بھی فضیحت ہی اور آخرت مین گناہ اور سب بے لذت ہی۔ صحیح حدیث مین حقوق برادرانہ مین سے بڑے کی تعظیم اور چھوٹے پر شفقت۔ معاملات مین فریب نہ کرنا خیر خواہی۔ زندگی مین سلام سے ابتدا کرنا آبروکی نگہداشت کرنا غیبت نہ کرنا برائیون سے چشم پوشی کرنا چھینکے تو یرحمک اللہ کہنا جبکہ وہ الحمد للہ کہے نصیحت سے معاونت کرنا مرنے پر اُسکے جنازہ کی مشایعت کرنا بالجملہ حقوق جسقدر آدمی پر روزانہ طرح طرح کے برتاؤ سے پیش آتے ہین اسی قدر ملحوظ ہین اور اصل یہ ہی کہ ہر طرح سے نیکخواہی کا ارادہ ہو حتی کہ اگر حاکم و سلطان نے کسی مجرم کو گناہ پر سزا دی تو یہ بھی اسکی ذات کی اور باقیون کی خیر خواہی ہی۔ قولہ قد غلوا علیہ۔ اوپر مذکور ہوا کہ حاکم عادل کو اسی طرح بار یاب کرنا چاہیے۔ مہمان کا تین روز حق ہی اور اکثر علماء کے نزدیک واجبی حق ہی اور صحیح حدیث مین ہی کہ تیرے مہمان کا تجھپر حق ہی۔ وفی الحدیث من کان یومن باللہ والیوم الآخر فلیکرم ضیفہ۔ البخاری وغیرہ یعنی جو شخص ایمان لایا ہی اللہ تعالے اور روز قیامت پر اسکو چاہیے کہ مہمان کا اکرام کرے مقصود یہ کہ مہمان کا اکرام کرنا آثار ایمان مین سے ہی ہر ایک اس دنیا مین مہمان ہی بلکہ مسافر راہ گیر ہی اور یہ سفر سانس کے قدمون سے طے ہوتا چلا جاتا ہے پھر اکرام کی تفصیل دراز ہی از انجملہ جو کچھ میسر ہو خندہ پیشانی و خوشی سے پیش کرے گویا اُسکے آنے سے نہایت خوش ہوا ساتھ کھانے مین شریک ہو۔ ہر ایک چیز مین خوشی ظاہر کرے اُسکے سامنے کسی گھر والے و خادم پر ناراض نہو لیکن جو تکلف اس زمانہ مین ہوتا ہی کہ قرض وادھار سے خاص طور پر انتظام کرتے ہین یہ ہوسات نفس و ہواجس و تسویلات شیطان ہین کہ نیکی برباد اور گناہ لازم کرکے بسا اوقات مہمان کے آنے سے دل مین کبیدہ ہوکر اسکو بار گران خیال کرتے ہین اور اس پر کیا موقوف ہے جملہ معاملات نکاح اور تجہیز و تکفین و دیگر اختراعی رسوم مین محض دنیا کی شرم و ناموری و ہوس نفس کی مداخلت سے گمراہ و دونون جہان خراب ہین اللہم اہدنا الصراط المستقیم۔ پس یوسف علیہ السلام نے بھائیون کی طرف تکالیف و مصیبتون کا خیال نہ کیا اور یہ نہ دیکھا کہ انھون نے بھرپور برادرانہ حقوق کو جو انپر دو طرح واجب تھے کسقدر ضائع کیا بلکہ کمال خلق حسن کے ساتھ عفو کیا اور اپنی طرف سے اُن کے حقوق کا پاس کرکے اُن کی تکریم و مہمانداری ادا کی اور حسن اتفاق سے اُنکا ایک حق مہمانی کا اسوقت بڑھ گیا تھا۔ قولہ وانا خیر المنزلین۔ یہ تعریف اپنی بطریق فخر نہین ہے کما قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انا سید ولد آدم ولا فخر یعنی مین آدم کی اولاد مین سب کا سردار ہون اور کچھ فخر سے نہین کہتا ہون یعنی صرف آگاہ کردینا منظور ہے ایسے ہی مقصود اُن کو اُبھارنا تھا ایک سچی بات ذکر کردی اور گویا یہ وعدہ دیا کہ مین تم سب کی مہمانی قبول کرونگا۔ اس مقام پر وحی کی اصلی کیفیت ظاہر نہین ہی اور بہر حال ہم لوگون پر

واجب ہے کہ اللہ تعالے پر بھروسا کرین ولیکن اس طرح کہ حواس سے جو امور اللہ تعالے نے متعلق فرمائے مین جن کو آدمی تدبیر کرتا ہے اس کو کام مین لاوے۔ پس یہان دو حال سے خالی نہین یا تو ان کو وحی سے معلوم ہوا ہوگا کہ بھائی و باپ سب آجاوینگے یا نہ معلوم ہوا۔ اگر معلوم ہوا تو بھی اسقدر تدبیر اس دار امتحان مین منجملہ طاعات ہے کیونکہ پیغمبر کا کوئی فعل ہو کسی وقت رائگان نہین ہوتا یعنی ضرور اسپر بوجہ خلوص نیت کے ثواب ہوتا ہے اور اگر معلوم نہ تھا جیسا کہ ظاہر ہے تو تدبیر پر عمل خود ثواب ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ عالم الغیب خاص صفت حضرت باری تعالے عز و جل ہے اور خصوص جو امور آدمی کے حق مین واقع ہونے والے ہوتے مین ان قدر کے تقدیر کا علم اسوقت اس کی نظر سے پردہ مین ہوتا ہے جیسے حضرت امام حسین علیہ السلام کا واقعہ کربلا مین بعض محققین نے ذکر فرمایا ہے اور صحیح حدیث حذیفہ رہ در باب شہادت عثمان رضی اللہ عنہ و دیگر فتن جو صحیح بخاری مین ہے اہل علم کے لیئے محل تفکر ہے اور جو واقعہ خلافت صدیق رضی اللہ عنہ کا ہوا کہ صورت تدبیر اس مین ظاہر تھی باوجود حدیث صحیح یابی اللہ والمومنون الا ابابکر۔ کے اور حدیث راہب شامی جس سے بیت المقدس مین حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے سوالات فرمائے اور جب اُسنے خلافت حضرت علی کرم اللہ وجہہ مین الفاظ موہم کہے تو اس کا سر ہلا کر فرمایا۔ یا دفراہ یا دفراہ۔ یعنی او گندے او گندے دیکھ تو کیا زبان سے نکالتا ہے اُس نے عرض کیا کہ یا امیر المومنین میرا مطلب یہ نہین ہے کہ چہارم خلیفہ بذات خود کسی خون مین متہم ہونگے بلکہ یہ غرض ہے کہ ایسے وقت خلیفہ ہونگے کہ تلوارین خون مین بھری ہون گی اور راوی نے کہا کہ اللہ تعالے حضرت علی پر رحم فرماوے اور تیسرے خلیفہ کے ذکر کے بعد آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام لیا کہ عثمان پر اللہ تعالے رحم فرماوے پس صریح ہے کہ آپ سب واقعہ خوب جانتے تھے اور کیونکر ہو سکتا ہے کہ خلافت صدیق رضی اللہ عنہ غیر معلوم ہو باوجود اسکے خلافت کو مشورہ پر چھوڑا اور بعد مشاورت و مخالفت کے خلافت عثمان رضی اللہ عنہ پر قرار پائی اور بعض نے روایت کی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اسوقت یہی کہا کہ خدعت ورب الکعبۃ یعنی قسم رب کعبہ کی مین دھوکے مین پڑ گیا اور جماعۃ انصار رضی اللہ عنہم نے بظاہر نظر اختلاف کیا ولیکن بباطن نظر واقف تھے اور تو نے دیکھا کہ ایک شخص نے راستہ مین ایک خوبصورت عورت کو دیکھکر بدنظری سے دیکھا جس سے قلب بہیجان شہوت کا اثر ہو پہنچا پھر وہ شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت مین حاضر ہوا تو آپ نے حسن اخلاق کی پابندی کرتے ہوئے خطاب کیا کہ یہ کیا حال ہے کہ تم مین سے بعضے لوگ میرے پاس آتے ہین حالانکہ اُن کی آنکھون نے زنا کیا ہے آیندہ وہ اللہ تعالے سے شرم کرین ورنہ مین درے مارونگا۔ اس نے بھی توبہ کے بعد اُسی مجلس مین پوچھا کہ یا خلیفہ رسول اللہ کیا بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھی وحی اُترتی ہے آپ نے فرمایا کہ نہین لیکن فراست ہے اور البتہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنی شہادت کو قطعی جانتے تھے بدلیل اشارت حدیث صحیح کے جسمین بشارت شہادت ہے ولیکن ایام محاصرہ مین اہل بلوہ کو کر رسہ کر رفہمائش کی اور برابر انکو سمجھاتے تھے کہ تم ایسا نہ کرو حالانکہ قضاے مقدر مین کوئی تدبیر کارگر نہین ہے پس اہل علم و علماے ربانیہ اللہ تعالے کے کارخانہ امتحان دنیا مین ادب کی رعایت رکھتے ہین اور عوام صحابہ رضی اللہ عنہم اس درجہ منزلت پر تھے کہ تقریب مین ایسے ایک صحابی کی نسبت جو عموماً معروف نہین ہین انکا نام اس زمانہ والون مین مشہور نہین ہے تاکہ مترجم کے نام لینے سے کوئی ان کو مثل حضرات خلفاے راشدین کے پہچان جاوے پس موت کے بعد دفن ہونے سے پہلے لوگون سے کلام کرنا پھر مسطور مردہ دفن ہونا مذکور ہے۔ خلاصہ یہ کہ اہل حق و بندگان خاص کا قیاس نہین ہو سکتا ہے انکے علم کا اندازہ نہو گا۔ اب یہان یہ حکمت بیان نہوئی کہ بھائی کو طلب کیا اور باپ کو نہین بلایا تو کہنے والا کہیگا کہ باپ کی نسبت انھون نے نابینا ہو جانے کا عذر کیا تھا ولیکن اہل عقل کے نزدیک اس مین کوئی مشکل نہ تھی کہ اسقدر اولاد اپنے باپ کو بحفاظت لے آوین اور جیسے باپ کی مکان پر پرداخت کرتے تھے ایک بھائی کرے۔ اور سب سے زیادہ

مشکل جو مترجم ان گفتگو کرنے والون پر پیش کرتا ہے وہ یہ ہے کہ جب انکو معلوم تھا کہ باپ کی میری مفارقت مین یہ نوبت ہوئی اور میرا سگا بھائی بنیامین اُن کے واسطے مونس و یادگار ہے تو عمداً اس اہتمام سے اُس کو بلوا کر کیون جدا کر دیا جس سے غم والم مین زیادتی ہوگئی۔ اب اسکا جواب دینے مین تکلفات کا برتاؤ ہوگا اور واضح ہونا چاہیے کہ مرد دیندار ایسے سوال و جواب مین اوقات ضائع نہ کرے بلکہ ان مقامات و اشارات کو سمجھکر خاصان حق عز وجل کی اقتدا کرے جنکے افعال مین نفس امارہ کا لگاؤ نہین تھا اور نہین کرتے کچھ کام مگر وہی جسکی اجازت حاصل ہو فافہم واللہ تعالے ہو الہادی الے السبیل الرشاد۔ قولہ سنراود عنہ اباہ الآیۃ۔ اہل تقوی کا یہی شیوہ ہے کہ ہر کام مین جناب حق عز وجل و حکم شرع کا لحاظ رکھین چنانچہ عزیز مصر کی خاطر کو عزیز نہ کیا اور ہرگز با وجود ترغیب و تہدید کے وعدہ نہ دیا کہ ہم ایسا کرینگے بلکہ مراودت کا وعدہ کیا جو پورا ہونا ظاہر تھا بعض روایات مین ہے کہ مومن کا وعدہ جیسے ہتھیلی کا گرفت کر لینا یعنی یقینی پورا ہونے کے معنی مین ہوتا ہے وقال تعالے ان العہد کان مسئولا اور وعدہ پورا کرنا صفات ایمان مین سے ہے لہذا منافق کی علامت فرمائی کہ امانت مین خیانت کرے اور جھگڑے مین فسق و فجور کرے اور وعدہ کرے تو خلاف کرے۔ مترجم کہتا ہے کہ جھگڑے مین فجور کرے نہایت عمدہ کلام ہے حتی کہ جسقدر حرکات ایسے معاملہ مین سچائی سے خلاف صادر ہوتے ہین سب اسمین مندرج ہین مثلاً کسی سے زبانی جھگڑا کیا تو اسکو دشنام و سخت سُست الفاظ کہیگا۔ اور اگر نالش واقع ہوئی خواہ خود مدعی ہو یا مدعا علیہ ہو یہ خواہش کریگا کہ جو مین چاہتا ہون یہ ثابت ہو جاوے اگرچہ حق و سچ نہو کیونکہ فی الجملہ خسارت ہے پس جھوٹ بولنے اور قسم کھانے اور جھوٹی گواہی اور مانند اس کے جو امور حرام و فجور ہین سب اس سے سرزد ہونگے بخلاف مومن کے چنانچہ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور مین ایک مومن و ایک یہودی کا مقدمہ پیش ہوا تو آپ نے مومن سے گواہ طلب کیے اُس نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہین ہین تو آپ نے کہا کہ یہودی سے قسم لے سکتا ہے اُس نے عرض کیا کہ یہ تو فاجر ہے قسم کھا جاویگا آپ نے فرمایا کہ پھر اسکے سوائے تیرے لیے کوئی راہ نہین ہے پس اُس نے سچا حق چھوڑا اور خسارہ آسان ہوگیا کسی فجور پر راضی نہوئے۔ الغرض برادران یوسف علیہ السلام نے وعدہ لانے کا نہ کیا بلکہ کوشش کرنے کا وعدہ کیا پس متقی آدمی کو چاہیے کہ دنیا مین کسی شخص کی رعایت سے خواہ بادشاہ ہی کیون نہو سچی بات سے تجاوز نہ کرے ف فی العرائس قولہ تعالے وجاء اخوۃ یوسف فدخلوا علیہ فعرفہم الآیہ بھائیون کا نہ پہچاننا حضرت یوسفؑ کو آثار حقیقت مین اسوجہ سے واقع ہوا کہ چہرہ یوسفی علیہ السلام مین جو تجلی حق ظاہر تھی اُسکے دیکھنے سے بھائیون کی آنکھین حجاب مین کر دی گئین تھین وہ اس نور تجلی کو نہین دیکھتے تھے جیسا کہ انہون نے جرم سے پہلے دیکھا تھا پس یہ نہ دیکھنا اس جرم کی جزا تھا کہ حق تعالے نے دیدار انوار سے انکی آنکھون پر پردہ کر دیا پس جب یہ نور نظر نہ آیا تو انجان ہوگیے۔ مترجم کہتا ہے کہ حدیث صحیح مین ارواح کا اشارہ اسطرح ہے کہ ازل مین جنمین باہم تعارف ہوا ان مین یہان تعارف ہے اور جن مین وہان تخالف ہوا ان مین یہان بھی ہے۔ پھر جسم ظاہری گویا پردہ روح ہے جس سے اہل بصیرت مثل آئینہ کے عکس دیکھتے ہین۔ اب مین کہتا ہون کہ جو کچھ شیخ رح نے بیان کیا اسی بنا پر اشارہ فرمایا ہے واللہ تعالے اعلم۔ بعض نے کہا کہ سابق جفا کے عوض بھولے اور اللہ تعالے نے انکو حضرت یوسف کی طرف حاجتمند بنایا۔ استاد رح نے کہا کہ بیان کیا جاتا ہے کہ سابقہ جفا کی وجہ سے اللہ تعالے نے انپر حجاب کر دیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو نہ پہچانا یہی حال گناہون کا ہوتا ہے کہ جب آدمی حق تعالے کی نافرمانی کرتا ہے تو اسپر حجاب طاری ہوتا ہے جس سے اُسکے کان تو خطاب الٰہی کو نہین سنتے اور آنکھین آثار قدرت کو نہین دیکھتی ہین پھر دل اندر ہی اندر محبوس اور نفس کی تاریکی مین مضمحل ہوتا ہے پس اُسکی معرفت کے درمیان حجاب طاری ہو جاتا ہے یہ اللہ تعالے عز وجل کی طرف سے کبریائی کا ظہور ہے۔ قولہ تعالے فان لم تاتونی بہ فلا کیل لکم عندی ولا تقربون۔ یہان ایک نکتہ ہے کہ قلب یعقوب علیہ السلام مین کچھ التفات بجانب ساقط کا

Marfat.com

شائبہ تھا تو چاہا کہ درجہ عالیہ پورا ہو جاوے کہ قلب معرفت بارگاہ قدم کو حدوث سے بالکل علحدہ جانے اور یہی اثر تمام معارف مین پہلے حق کہ
سر باطن مشاہدہ جمال رحمٰن مین جملہ حدثان سے مجرد ہو خواہ وہ یوسف ہون یا کوئی اور ہو پس آہستہ آہستہ لطف کے ساتھ علائق سے خارج کیا
تاکہ بارگاہ کبریا مین حدوث کا غبار نہ رکھے اسی واسطے اول یوسف کو پھر بنیامین کو اُن سے علحدہ کیا اور مخلص بندہ یوسف علیہ السلام کو یہ راز
منکشف تھا پس غیرت الٰہی سبحانہ تعالے سے خوف کیا کہ بنیامین بھی ہلاک کیا جاوے اور در در پر دربدر پھرایا جاوے۔ لہذا یوسف علیہ السلام نے
برعایت حق والد بزرگوار بہت کوشش کی کہ قبل ہلاک کیے جانے کے بنیامینؑ علحدہ کر دیے جاوین یہانتک کہ بھائیون سے کہا کہ فان لم تاتونی بہ فلا
کیل لکم عندی ولا تقربون۔ حالانکہ احسان کے مقابلہ مین عوض چاہنا بزرگون کا قاعدہ نہین ہے۔ اور اسمین اشارہ ہے کہ اللہ تعالے کی محبت کے
راستہ مین جو کوئی معرفت کا عہد پورا نہ کرے اسپر وصال کی راہین تنگ کر دیجاتی ہین بعض مشائخ نے اس آیت کے اشارہ مین کہا کہ حضرت
خالق عزوجل نے جو کچھ بندے سے چاہا ہے یعنی حق تعالے تو ہر امر و عبادت سب سے پاک ہے ولیکن اسکے احکام بندگی کے ہین جو انکو بجالاوے
وہی اسکا بندہ ہے اور جو مخالفت کرے اُسکو مردود کرے شیطان کے ساتھ بلکہ بندۂ شیطان کرے تو جو احکام عبودیت جاری فرمائے ہین جو بندہ
انمین اپنی خواہش کو دخل دیتا ہے تو اللہ تعالے اسپر اپنا رزق تنگ کر دیتا ہے اور مقام قرب سے اسکو محروم رکھتا ہے۔ استاد رح نے یہان ایک لطیفہ بیان
فرمایا کہ جب یعقوب علیہ السلام نے بنیامینؑ کو بنظر محبت یوسفؑ دیکھا تو غیرت محبت نے اس مشارکت کو منظور نہ کیا اور بنیامینؑ کو سامنے سے
دور کر کے پورا غم و اندوہ حضرت یوسف پر رکھا اول اشارالی التفکر فی قولہ ویا سفی علی یوسف وابیضت عیناہ من الحزن فھو کظیم۔ اور واضح ہو
کہ عام لوگ لفظ محبت سے بہت سخت غلطی کھاتے ہین کہ محبت و عشق کو اس نفسانی کیفیت پر محمول کرتے ہین جو عموماً لوگون کے درمیان مشہور ہے
اور اگر زیادہ بلند نظر دوڑائی تو مجنون و فرہاد کی محبت یاد آئی حالانکہ یہان فرق زمین و آسمان کا ہے اور فرق سے میری مراد یہ نہین ہے کہ جو عشق فرہاد و
مجنون مین تھا یا جیسی کیفیت ان شہوت پرست لوگون مین ہوتی ہے اس سے ہزار ہا درجہ جوش زیادہ تھا بلکہ مراد یہ ہے کہ لوگ تو محبت و عشق کے معنے
سمجھتے ہین۔ اور با ہم اس لفظ کو ہر ایک بولتا ہے ولیکن اہل الحق کی بولی مین یہ لفظ دوسری زبان کا لفظ سمجھنا چاہیے کیونکہ عشق کی ماہیت خود وہ لوگ
نہین جانتے ہین تو ہم لوگ کیا سمجھینگے یہانتک کہ بعض اکابر نے کہا کہ عشق ذات باری تعالے ہے اور حکایت ہے کہ ایک ذرہ کا ستر ہزاروان حصہ ستر
ہزار مین تقسیم ہوا تو ہر ایک ولی کامل ہو گیا۔ مولوی روم علیہ الرحمۃ نے اسقدر کہا کہ ع آفتاب آمد دلیل آفتاب ۔ گر دلیلت باید از وے رو
متاب ؛ یعنی کوئی حقیقت و تعریف بیان نہ کر سکے۔ ہان عوام کو فہمائش کر دی کہ ع عشق آن نبود کہ در مردم بود ؛ این خمار خوردن گندم بود ؛
یعنے آدمیون کا عشق وہ عشق نہین ہے جو اہل اللہ تعالے کو بندۂ خاص بناتا ہے بلکہ یہ تو گیہون کھانے کا جوش ہے مترجم کہتا ہے کہ سچ فرمایا
دیکھو انکا طبیب یہ علاج لکھتا ہے کہ خون بدن سے کم کر دیا جاوے اور شہوت کے اسباب توڑ دین جاوین فافہم۔ القصہ حضرت یوسف علیہ السلام
نے انکو ترغیب و ترہیب دی کہ برادر پدری کو لاوین۔ پھر شاید یہ خیال کیا کہ غریب آدمی ہین اگر انکے پاس خرچ مین کمی ہوئی یا نہوا تو واپس
آنا اسوجہ سے موقوف رکھینگے لہذا۔ قَالَ لِفِتْيٰنِهِ کہا اپنے غلامون یا نوکرون و خادمون سے جو اونٹون کا بار لادنے تھے کہ۔ اجْعَلُوْا
بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ رکھدو ان کی بضاعت کو یعنی جو نقدیہ لائے تھے ان کے کجاؤن مین۔ یعنی اونٹ پر اناج کو لادو اور بورون مین
نقد جو انھون نے دام ادا کیے ہین وہ بھی اُسی مین رکھدو۔ کہا گیا کہ درم تھے اور کہا گیا کہ جوتیان اور چمڑے تھے۔ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَآ اِذَا
انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمْ شاید یہ لوگ اس کو پہچانینگے جب اپنے لوگون مین واپس پہونچینگے یعنی وہان پہونچکر گٹھریان اور گونین کھولین گے تو
پہچانینگے۔ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ اُمید ہے کہ لوٹ کر ہمارے پاس آوین یعنی بنیامین کو ساتھ لاوینگے واضح ہو کہ شیخ حافظ و دیگر مفسرین نے

Marfat.com

نے مختلف اقوال اس توجیہ کے لکھے ہین کہ انکی بضاعات کیون واپس کردین پس سراج سے مین ان اقوال کو نقل کرتا ہون اول یہ کہ چاہا کہ سختی و قحط کے وقت یہ مال انکے واسطے آسانی کا سبب ظاہر ہو جاوے۔ مترجم کہتا ہے کہ آیت مین لعلہم یعرفونہا اذا انقلبوا الی اہلہم لعلہم یرجعون سبب مذکور ہے اور شاید یہ سبب اپنے غلامون و خادمون پر ظاہر کر دیا ہو یا نہ ظاہر کیا ہو بہر حال قائل کا قول بدین معنی شاید صحیح ہو کہ اصلی غرض کے ضمن مین دیگر نیات واغراض ہوتے ہین۔ اور اگر کہا جاوے کہ اگر یہ غرض ہوتی تو ظاہر مین واپس کرتے تو جواب دیا کہ چورون کے خوف سے گون مین رکھوا دیے دوم یہ کہ چاہا کہ اپنے باپ کو ظاہر کرے کہ مصر کے بادشاہ نے انکا اکرام کیا ہے اور مزید اکرام سے دوبارہ مع بھائی کے طلب کیا ہے تو اسپر بھیجنا گران نہ گذرے۔ سوم یہ کہ معلوم ہو جاوے کہ انکے بھائی کو انکے ساتھ کسی ظلم و ایذا کی غرض سے طلب نہین کرتا ہے اور نہ دام مین بڑھانا مقصود ہے۔ چہارم یہ کہ ایسے طور پر انکے ساتھ احسان کرنا چاہا جس سے انکو کوئی عیب و منت لاحق نہ ہو ورنہ ظاہر واپس کرنے کو شاید منظور نہ کرتے۔ پنجم فراء نے کہا کہ جب اپنی بضاعت اپنے مال مین دیکھینگے تو دل مین گمان کرینگے کہ ہم نے بھولے سے رکھ لی ہے چونکہ وہ خود انبیاء اور اولاد انبیاء تھے تو ضرور واپس ہو کر سبب دریافت کر کے ملک اسکے مالک کو واپس کر دینگے۔ مترجم کہتا ہے کہ توجیہ باوجود تطویل کے بیکار ہے اسواسطے کہ دستور کے موافق کیجاوے لادنا غلمان مملکت کا کام تھا اور سہو کا خیال اسقدر متعدد افراد مین مستبعد ہے علاوہ اسکے جب آگے خود موجود ہے کہ انھون نے مکان پر کھولکر بضاعت پائی تو کہا ما نبغی ہذہ بضاعتنا ردت الینا و نمیر اہلنا و نحفظ اخانا و نزداد کیل بعیر پس جیسا یہان مذکور ہے کہ لعلہم یعرفونہا۔ وہی واقع ہوا۔ ششم یہ کہ انھون نے چاہا کہ اپنے باپ کے واسطے آسانی کرین کیونکہ قحط کا زمانہ تھا۔ ہفتم یہ کہ ایسی شدت کے وقت اپنے باپ و بھائیون سے دام لینا سخت کمینہ پن ہے۔ ہشتم یہ کہ خوف ہوا کہ شاید ان کے باپ کے پاس اور مال نہ ہو جسکو لیکر دوبارہ بھائی کے ساتھ آوین اس لیے واپس کر دیا۔ یہی شیخ سیوطی کا مختار ہے اور یہی صواب ہے آیت مین منصوص ہے نہم آنکہ جب انھون نے اسباب کھولا تو جانا کہ یہ کرم و سخاوت ہے پس دوبارہ معاملہ کرنے مین حرص ہو۔ مترجم کہتا ہے کہ ان وجوہ مین سے صرف وجہ ہشتم اور بعض حصہ وجہ نہم صحیح ہے اور اسیطرح منصوص کے ساتھ بعض فوائد مخلوط کو بیضاوی نے اختیار کیا ہے۔ اور مجھے معلوم نہوا کہ اس مقام کی تفسیر مین کیون اسقدر پریشان اقوال ہین باوجودیکہ سبب تو آیت مین منصوص ہے۔ ایک نظر یہان یہ البتہ تھی کہ بضاعات واپس کرنے مین علاوہ وجہ منصوص کے دیگر فوائد ضمنی کیا ہین تو بعض اقوال مین اسکا تذکرہ البتہ ہے۔

القصہ ان شرائط سے انکو رخصت کیا۔ قال تعالےٰ

فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝

پھر جب لوٹکر پہونچے اپنے باپ کے پاس تو بولے کہ اے ہمارے باپ منع کر دیا گیا ہم سے کیل سو ہمارے ساتھ بھیج بھیجیے ہمارا بھائی کہ ہم کیل لاوین اور ضرور ہم اسکے حافظ ہین

قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ؕ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۪ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝

فرمایا کہ بھلا کیا تمھاری امانت قبول کرون اسپر مگر ویسی ہی جیسی تمھاری امانت قبول کی تھی اسکے بھائی پر اب سے پہلے سو اللہ تعالےٰ اچھا حافظ ہے اور وہ سب سے بڑا رحم کرنیوالا ہے

وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ ؕ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا نَبْغِيْ ؕ هٰذِهٖ

اور جب ان لوگون نے اپنے اسباب کھولے تو پائی اپنی پونجی جو پھیر دی گئی تھی انکو بولے کہ اے ہمارے باپ ہم کیا چاہتے ہین یہ ہماری

بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا ۚ وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ؕ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ ۝

پونجی ہے جو ہم کو پھیر دی گئی ہے اور ہم غلہ لادینگے اپنے عیال کے لیے اور نگہبانی کرینگے اپنے بھائی کی اور بڑھا لادینگے ایک اونٹ اناج یہ کیل آسان ہلکا ہے [1]

[1] قال المترجم یعنی بادشاہ کے نزدیک اس قدر کیل دینا بہت سہل ہے ۱۲

قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ ۚ فَلَمَّآ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ

فرمایا کہ ہرگز نہیں بھیجونگا اسکو تمھارے ساتھ یہانتک کہ تم دیوو عہد مضبوط اللہ کیطرف سے اسبات کا کہ تم ضرور اسکو میرے پاس لاؤگے مگر یہ کہ تمھین گھیر لیوے پس جب انھون نے دیا اسکو اپنا عہد

قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ۝ وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ۭ

فرمایا کہ اللہ نگہبان ہے اس پر جو ہم کہتے ہین وکیل یعنی شاہد ہے اور فرمایا کہ اے میرے بیٹو تم نہ گھسنا شہر مین ایک دروازے سے اور گھسنا شہر اندر کئی علٰحدہ علٰحدہ دروازے سے

وَمَآ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝

اور نہین ہون مین پھیرے ٹال سکتا ہون اللہ کیطرف سے کوئی بھی چیز حکم کسی کا نہیں ہے سوا اللہ تعالیٰ کے اسی پر مین نے بھروسا کیا اور اسی پر چاہیے کہ بھروسا کرین بھروسا کرنے والے

فَلَمَّا رَجَعُوْٓا۔ پھر جب واپس گئے یوسف کے بھائی اِلٰٓى اَبِيْهِمْ اپنے باپ کی طرف۔ اور وہان پہونچے تو روایت ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام سے سب حال بیان کیا کہ بادشاہ بہت نیک سیرت عادل ہے اس نے ہمکو پردیسی جانکر بلایا اور اکرام سے اُتارا اور آپ کی نبوت کی تعظیم کی اور ہماری مہمانداری کی۔ لیکن وہ کسی کو اپنے ملک کی بہت اناج نہیں دیتا ہے صرف ایک ایک اونٹ بھر کے دیتا ہے جب خرچ ہوجاوے تو پھر درخواست کرکے لانا چاہیے۔ حضرت یعقوبؑ نے کہا کہ اگلی مرتبہ تم اُس سے میرا سلام کہنا اور بیان کرنا کہ ہمارا باپ جو اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہے تمھارے اس احسان کے عوض تمھارے لیے دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمھارے ساتھ کوئی پراگندگی نہ رکھے ہمیشہ تمکو خیر وخوبی کے ساتھ رکھے۔ تب انھون نے آیندہ کا حال ذکر کیا اور۔ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ کہنے لگے کہ اے والد بزرگوار ہم سے کیل روک دیا گیا ہے۔ یعنی آیندہ کے لیے بادشاہ نے روکا ہے کہ جب تک اپنے ایک بھائی کو جو باپ کی طرف سے ہے نہ لاؤگے تب تک کیل نہ ملیگا کیل اگرچہ بمعنے مصدر یعنے ناپنا اور بمعنے ناپ وپیمانہ ہے مگر مراد بول چال مین کیل یعنے اناج کا پیمانہ جسقدر کہ ناپ دیا گیا تھا پس درخواست کی اور کہا فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا تو آپ ہمارے ساتھ بھیج دیجیے ہمارے بھائی کو یعنے اپنے اُس بیٹے کو اور پیار وشفقت ظاہر کرنے کو کہا کہ ہمارے بھائی کو کیونکہ بھائی کے ساتھ بھائی کہین دغا کرتے ہین اور صیغہ امر فارسل کا جواب چاہیے کیونکہ امر کا صیغہ جس غایت سے ہوتا ہے وہی جواب کہلاتا ہے تو یہان اس کہنے سے کہ ہمارے ساتھ بھیجو مقصود یہ ہے کہ نَكْتَلْ ہم کیل لادین یعنے کیل سے ممانعت تو اسی امر پر موقوف ہے تو جب ہم لیجاوینگے تو کیل کا حکم جاری رہیگا اور حمزہ وکسائی کی قرأۃ مین یکتل بیار ہے یعنے وہ کیل لاوے اور بعض نحویین نے اسپر وہم کیا کہ خالی اُس کا لانا منع نہ تھا۔ اور یہ اس بنا پر ہے کہ بعض روایت قصہ مین ہے کہ ان لوگون نے بنیامین کا حصہ اونٹ مانگا تھا تو بادشاہ نے دینے سے انکار کیا اور جب انھون نے بوڑھے باپ کی خدمت گزاری مین رہنے سے نہ آنے کا عذر کیا تو دیا اور آیندہ سے منع کردیا ولیکن یہ وہم ہے کیونکہ آیندہ نزداد کیل بعیر سے زیادتی جدیدہ ثابت ہے صحیح وہ ہے جو قرآن مجید مین صریح منصوص ہے کہ سب کا کیل روک دیا تھا بقولہ فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِيْ بِهٖ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِيْ۔ اور ایسی تاویل کرنا حرکت واہی ہے اور نحاسؒ نے جواب دیا کہ قرأۃ یکتل بیار بھی سبعیہ متواترہ ہے اور وہم کی ضرورت نہین ہے کیونکہ معنے یہ ہین کہ ہمکو کیل دینے سے ممانعت ہوئی ہے بھائی کے جانے پر موقوف ہے اسکو بھیجو کہ کیل لاوے اپنے لیے اور ہمارے لیے سب کے لیے اور یہ غرض نہین ہے کہ خالی اپنے لیے لاوے پھر چونکہ آنحضرتؑ کو شفقت سے زیادہ خیال تھا تو انھون نے تصریح کردی کہ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ اور ہم اس کے محافظ ہین۔ کوئی بُرائی اُسکو نہ پہونچنے دینگے مسئلہ جائز ہے کہ آدمی اہل وعیال وغیرہ کے لیے اپنے کو حافظ ونگہبان کہے ولیکن ساتھ ہی دل مین نیت رہے کہ اصلی حفاظت اللہ تعالیٰ کی ہے ہم اُس کی مشیت پر محافظ ہین۔ واضح ہو کہ چشم گوش وقوت وہوش سے نگہبانی یہ عطائے حق عز وجل ہی کی طرف سے حفاظت ہے اس واسطے کہ جو آدمی خود اندھا لولا اپاہج بہرا ہو اُس کی حفاظت معتبر نہین ہوتی ہے سوال یہان انشاء اللہ تعالیٰ کے ساتھ نہین کہا حالانکہ قوی قول یہ ہے کہ یہ لوگ اس وقت پیغمبر تھے یا پیغمبری کی استعداد بھی بحکم قولہ تعالے

وتکونوا من بعدہ قوما صالحین۔ یہ نظیر ہو قول یوسف علیہ السلام کی یعنی انی حفیظ علیم۔ پس ایک جواب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی مشیت کی نیت ساتھ ہی رہے جیسا کہ مترجم نے اشارہ کیا ہے اور بعض متاخرین نے بعض مسائل فقہیہ کے استدلال سے حنفیہ اصول کے موافق زبان سے ہونا شرط خیال کیا ہے جیسے ذبح کے وقت تسمیہ نیت مین ہونا معتبر نہین رکھا جبکہ نسیان نہو۔ تو مترجم کہتا ہے کہ اس صورت مین جواب یہ ہو کہ حافظون صیغہ صفت استمراری ہے بالفعل کسی فعل کا لفظ نہین کہا یعنے ہم حفاظت کرین گے انشاء اللہ تعالےٰ پس استثناء مخصوص بفعل ہے جیسا کہ قولہ انی حفیظ علیم مین مترجم نے توجیہ کر دی ہے۔ اور تحقیق میرے نزدیک یہ ہے کہ جن لوگون نے زبان سے شرط ہونا حنفیہ کا اصول بیان کیا ہے انکو التباس واقع ہوا بلکہ حنفیہ وعامۂ علماء متفق ہین کہ نیت مین ہونا کافی ہے اور جن مسائل سے ان متاخرین کو وہم ہوا اسکا مدار متعلق بقضاء ہے اور صورت یہ ہے کہ مثلاً زید نے اپنی جورو کو طلاق دی پھر اُسکو چھوڑا نہین تو اُسنے محکمہ قضاء مین دعوے کیا اور زید نے قاضی سے کہا کہ مجھپر اس کا چھوڑنا واجب نہین کیونکہ مین نے نیت مین استثناء کیا ہے تو قاضی اُسکو تسلیم نہ کریگا کیونکہ نیت کا اعتبار نہوگا۔ مترجم کہتا ہو کہ یہ اسوجہ سے ہو کہ قاضی کو بلکہ خود اسکی جورو کو اسکا علم نہین ہو سکتا اور احتمال باقی ہو کہ اس نے فسق اختیار کیا ہو تو حدود شرع کی حفاظت مین اسکا اعتبار نہوگا۔ اور ایسی صورتون مین زبان سے بلکہ گواہون سے جبکہ عورت عمداً انکار کرے ثبوت شرط ہوگا بخلاف ایسی صورت کے جسمین ہم کلام کرتے ہین کیونکہ وہان تو اللہ تعالےٰ علیم وخبیر کی درگاہ مین ادب مقصود ہے کہ اُس نے اپنی قوت کا دعوےٰ نہین کیا بلکہ نظر یہی تھی کہ اللہ تعالےٰ کی حفاظت وقوت سے مین حفیظ ہون تو نیت سے حق تعالیٰ خوب آگاہ ہو پس نیت مین ہونا بالکل کافی ہو مسئلہ کیل یہان اناج ورزق ہو اور رزق کا متکفل اللہ تعالیٰ ہو مگر تدبیر کرنا اس دنیا کے عالم مین ادب کا اختیار باتحان حق عزوجل ہو دیکھو انھون نے یہ نہ کیا کہ رزق ملنا ہوگا کسی طرح ملجاویگا یا بادشاہ خواہ مخواہ دیگا چاہو بھائی کو لیجاؤ یا نہ لیجاؤ نہین بلکہ اسکی تدبیر کی اور اسقدر اہتمام کیا اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی ساعدت فرمائی اور یہ دیکھا کہ اور کوئی تدبیر نہین ہے اور کوئی چارہ نظر نہین آتا سوائے اسکے کہ لڑکا بھیجا جاوے مگر جب انھون نے شفقت کی لفظون کا اظہار کیا اور یہ بھی کہا کہ انا لہ لحافظون تو انکو وہ یاد آیا جو یوسف علیہ السلام کے لیجاتے وقت انا لہ لحافظون۔ کہا تھا پس جواب دیا اور قَالَ هَلۡ اٰمَنُكُمۡ عَلَيۡهِ فرمایا کہ کیا قبول کرون تم سے امانت اس بنیامین پر آیندہ کے لیے۔ اِلَّا كَمَاۤ اَمِنۡتُكُمۡ مگر ویسے ہی جیسے کہ قبول کی تھی مین نے تم سے امین و محافظ ہونا عَلٰۤى اَخِيۡهِ مِنۡ قَبۡلُ اسکے بھائی ایک ماں والے یوسف پر اس زمانہ سے پہلے وقت مین یعنی جب کہا تھا کہ ارسل معنا غدا یرتع ویلعب وانا لہ لحافظون۔ خلاصہ یہ ہے کہ انکی محافظت پر اعتماد کرنے کو اس مرتبہ رد کر دیا کہ پہلے تمہاری حفاظت مین دیا اور تم نے کچھ بھی واپس نہ دیا تو کیا اب ویسی ہی حفاظت مین دون نہین اب تمہاری حفاظت مین نہ دونگا بلکہ فَاللّٰهُ خَيۡرٌ حٰفِظًا اللہ تعالیٰ بہت اچھا حافظ ہو بعض قرأۃ مین خیر حافظ اور بعض مین خیر الحافظین آیا ہو ولیکن متواترہ نہین ہو پس پڑھی نہ جاوین ان خیر حفظا بصیغہ مصدر البتہ متواترہ ہو الحاصل اب مین اسی کے حفظ پر دونگا اور تمہاری شفقت ورحمت بھی کچھ معتبر نہین ہو امین بھی اللہ تعالےٰ پر اعتماد ہو۔ وَهُوَ اَرۡحَمُ الرّٰحِمِيۡنَ اور وہ سب رحم والون سے بڑا رحم کرنے والا ہو۔ اور مجھے امید ہو کہ وہ مکرر مصائب مجھپر پسند نہ فرماوے سبحان اللہ تعالےٰ کیا شان ہے کہ جب اسپر اعتماد فرمایا تو اُس نے ایک کے ساتھ دوسرا بھی واپس دیا۔ اور رحمت درحقیقت صفت خالق عزوجل ہے اور حدیث مین ہو کہ حق عزوجل نے شفقت ورحمت کے سو حصہ مین سے ایک حصہ اسوقت ظاہر فرمایا اسی مین سے تمام مخلوقات ابتدا سے انتہا تک سب مین مقسوم ہے اور ننانوے حصہ حق تعالےٰ روز قیامت کو اپنے بندون کے لیے ظہور فرماویگا۔ اللھم اغفرلی اللھم ارحمنی وانت ارحم الراحمین۔ واضح ہو کہ اپنے بندون کے لیے ظاہر کریگا تو اُسوقت اُسکے بندے بننا چاہیے پس بعض کی لیاقت تخصیص فرمائی جیسے قولہ واذکر عبدنا داؤد ذا الاید وقولہ انہ من عبادنا المخلصین۔ وقولہ نعم العبد انہ اواب۔ اور عموماً مجمل رکھا بقولہ ان

Marfat.com

عبادی لیس لک علیہم سلطان۔ یعنی شیطان کو مردود کر دیا اور فرمایا کہ میرے بندوں پر تجھے تسلط نہ ہوگا۔ پھر واضح ہو کہ عموماً مومنین و اولیاء الٰہی سوائے پیغمبروں کے معصوم نہیں ہیں بلکہ گناہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں مگر بحکم ولم یصروا علی ما فعلوا وہم یعلمون۔ اور قولہ تذکروا فاذا ہم مبصرون بہت جلد توبہ و ندامت سے پھر جاتے ہیں حالانکہ یہ بوجہ شیطان کے وسواس و غفلت کے ہوتا ہے تو معلوم ہوگیا کہ تسلط سے مراد یہ ہے کہ قلب پر چھا جاوے اور وہ کافروں و مشرکوں و منافقوں میں ہوتا ہے لہذا یہ وقت ہے کہ بندگان الٰہی بچانے کی کوشش کیجاوے اور ایمان و اسکی خوبیاں اور مکارم اخلاق و محاسن اوصاف و تقدیس باری تعالے دیکھو۔ محض ظنون و اوہام پر اعتراضات چھوڑ دو کیونکہ یہ تم نے کسطرح جانا کہ ہمارا اعتراض سچ ہے جبکہ تم اپنے مخالف سے کہتے ہو کہ تمہارا اعتراض صحیح نہیں ہے کیونکہ شیطان تو ہر وقت کوشش کرتا ہے کہ لغزش ہو اور تم تو خود اسکو جگہ دیتے ہو اور سچائی کی نگاہ سے غور کرنے پر نیت ہی نہیں ہے تو شیطان کو مسلط کر لیا گیا حالانکہ حق کا تسلط ہوتا تو شیطان کے بالکل ہوائے زیادہ مخفی وسوسہ سے بچنا دشوار تھا وہ تو بھائیوں میں عداوت ڈالدے اور بیرحمی کرنے کو نگاہ میں اچھا دکھلاوے روایت ہے کہ ایک تمیمی سردار اقرع بن حابس نے اپنی اولاد کی کثیر تعداد بیان کرکے کہا کہ یا رسول اللہ میں نے کبھی کسی کو پیار نہیں کیا اور مراد یہ تھی کہ آپ حسنین علیہما السلام کو پیار کرتے ہیں آپ نے ذکر فرمایا کہ بعض قلب پتھر سے زیادہ سخت ہوتے ہیں۔ چونکہ راجپوت قوم کی طرح عرب کا لڑکیوں کو قتل کرنا معروف ہے ان میں سے ایک نے خود اپنا واقعہ کہ ایک لڑکی کو بیرحمی سے اس نے قتل کیا تھا بیان کیا تو آنحضرت صلعم آبدیدہ ہوگئے۔

حدیث میں ہے کہ رحم کرو زمین والوں پر تم پر آسمان والا رحم فرماویگا۔ فکتہ سو حصہ رحم میں سے ایک حصہ کا ظہور ہے اور باوجود اسکے صحیح ہوا کہ رحمت الٰہی اسکے غضب پر سبقت رکھتی ہے تو گنہگار جنہیں ایمان صحیح موجود ہو اپنے رب سے امیدوار رہیں وہو ارحم الراحمین۔ القصہ اسوقت تک لڑکوں نے گونیں نہ کھولی تھیں پہلے سے یہ گفتگو ہوتی رہی۔ وَلَمَّا فَتَحُوا مَتَاعَهُمْ پھر جب انہوں نے اپنی متاع کھولی یعنی گونیں جنمیں متاع اناج تھی کھولیں۔ وَجَدُوا بِضَاعَتَهُمْ تو پائی اپنی پونجی۔ اگرچہ اب انکی نہ تھی مگر رُدَّتْ إِلَيْهِمْ انکو واپس کردی گئی یعنی وہی بضاعت انہیں واپس دیکھی جو اناج خریدنے پر دے آئے تھے۔ اور بوجہ اکرام بادشاہ کے اور دیگر قرائن صحیحہ کے انکو یقین ہوگیا کہ بادشاہ نے ہماری بضاعات خاص قصد کرکے ہمکو واپس کردی ہیں کچھ غلطی نہیں ہے بعض قراۃ میں ردت بکسر اول ہے۔ جب یہ دیکھا تو۔ قَالُوا يَا أَبَانَا کہنے لگے کہ اے ہمارے شفیق رحیم باپ۔ مَا نَبْغِي وہ کیا چیز ہے کہ جو ہم اس سے بڑھ کر چاہیں کہ بادشاہ نے ہمارا اکرام کیا اور اچھی مہمانداری سے ٹھکانا دیا اور ہمارے ہاتھ اناج فروخت کیا اور پھر ہمارے دام ہمکو پھیر دیئے ہیں۔ علی ہذا ما نبغی میں ما استفہام انکاری ہے اور اگر نافیہ ہو تو معنے یہ ہیں کہ ہم اس سے سوائے احسان نہیں چاہتے ہیں۔ یہ سب اس صورت میں ہے کہ نبغی بمعنی نطلب ہو یعنے خواہش کرنا چاہنا اور احتمال ہے کہ بغی سے ہو یعنے حد سے بڑھ جانا تو غرض یہ کہ ہم آپ سے حد سے بڑھ کر اسکے احسان و خوبی کے بارہ میں گفتگو نہ کرینگے یعنی اب اور زیادہ بک بک نہ کرینگے اور مقصود یہ کہ یہ بضاعت ہی دلیل کافی آپ کے سامنے موجود ہے اب ہماری گفتگو زائد کی کچھ حاجت نہیں ہے اور ایک قراۃ میں تبغی تا خطاب ہے یعنی اے پدر آپ کیا چاہتے ہیں۔ یہ سب بیضاوی و معالم و سراج وغیرہ سے لکھا گیا اور بعض محشین نے کہا کہ ما نافیہ کی صورت میں یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ ہم آپ سے طلب نہیں کرتے ہیں یعنی ہم کو دوبارہ وہاں جانے کے لیے مال کی خواہش نہیں ہم آپ سے نہیں مانگتے ہیں۔ هَذِهِ بِضَاعَتُنَا۔ یہ ہماری بضاعت ہے۔ یہی کافی ہے ولیکن مترجم کے نزدیک بعض محققین کا قول پسند ہے کہ بوجہ اول اقوی اور دوم قوی ہے اور سوم کے تکلف کی ضرورت نہیں ہے۔

حاصل یہ کہ اے پدر بزرگوار ہم اس سے بڑھ کر کیا چاہتے ہیں اسنے ایسا کیا اور یہ دیکھئے ہماری بضاعت ہے جو رُدَّتْ إِلَيْنَا ہمکو پھیر دی گئی ہے۔ پس آپ یقین کرینگے کہ ہمارا قول صادق ہے آپ ہمکو مع بھائی کے واپس جانے کی اجازت دیجئیے کچھ فکر کی ضرورت نہیں ہے اسی بضاعت سے ہم اپنا سامان

Marfat.com

کرینگے وَنَمِیْرُ اَهْلَنَا اور اپنے اہل وعیال کے لیے میرہ یعنی اناج لاوینگے وَنَحْفَظُ اَخَانَا اور آمد ورفت مین اپنے بھائی کی نگہبانی رکھینگے۔ اسوقت مین نگہبانی کے معنے یہ تھے کہ خصوص کسی مصیبت مین اسکی گرفتاری نہ چاہین بخلاف حفاظت حضرت یوسفؑ کے کہ وہ صغیر وخرد سال تھے۔ اسی واسطے حضرت یعقوب علیہ السلام نے قولہ الا ان یحاط بکم سے اشارہ کردیاہے کہ عموماً یہ خود اپنی حفاظت کرسکتا ہے جب تک کہ خاص طریقہ سے کسی مصیبت مین گرفتار نہووے اور انکی بھی یہی مراد ہی کہ ہر طرح کی مخاوف چور راہزنون وغیرہ سے ہم ایک جماعت ہوکر تنہائی سے محفوظ رہینگے۔ وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ اور بڑھا لینگے ایک اونٹ کیل یعنی بھائی کے حق کا ایک اونٹ اور ملیگا۔ یہ کلام صریح ہے کہ پہلے انکو بنیامین اور والد یعقوب علیہ السلام کا حصہ نہین ملا تھا جیسا کہ بعض لوگون نے زعم کیا ہی بلکہ اب یہ زیادتی ہوگی۔ ابن کثیرؒ نے مجاہدؒ سے تفسیر بعیر کی گدھا نقل کی اور کہا کہ بعض لغات مین گدھے کو بعیر کہتے ہین ولیکن اس تکلف کی ضرورت کیا ہی اور شاید صحیح ہوا ہو کہ وہ لوگ خچر یا گدھے لے گئے تھے پھر مجھے تامل ہے کہ وہ صحت جس روایت سے ہے اسکا اعتبار قرآن مجید سے کیونکر بڑھ گیا اسلیے کہ کیل حمار یہان نہین بلکہ صاف کیل بعیر منصوص ہے تو بعض لغات کی بناپر تکلف مزید بلا ضرورت ہی میرے نزدیک تو ایسی روایات کی تنقید وتحقیق چاہیے فافہم واللہ تعالے اعلم۔ پھر چونکہ بالفعل اہل وعیال کے لیے اناج لائے تھے تو اسکی نسبت کہا کہ ذٰلِكَ یہ جو ہم لاتے مین كَيْلٌ يَّسِيْرٌ کیل خفیف ہی۔ اسمین کچھ کفایت نظر نہین آتی ہے لہذا کیل کے واسطے کر جانا چاہیے ہی بعض نے کہا کہ مقصود یہ ہی کہ نزداد کیل بعیر سے ایک اونٹ جو زیادتی ہکو ملیگی ایک آسان وخفیف چیز ہی بادشاہ کو دریغ نہوگا۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ تو مقرری بات تھی کہ ہر ایک کو ایک اونٹ دیا جاوے اسمین بادشاہ کے دریغ کرنے کا تذکرہ بموقع ہوگا لہذا اولی وہی معنی اول ہین اور ممکن ہی کہ اس اناج کے حاصل ہونے کی کیفیت کو آسان قرار دیا کیونکہ اناج ملا اور اکرام ومہمانداری ہوئی اور بضاعت واپس دی گئی تو یہ محاورہ مثل اردو کے بول چال کے ہوگا کہ یہ تو بہت سستا اناج ہی۔ غایت یہ کہ سستے کو یسیر فرمایا تو یہ بعید نہین ہی اور نکتہ واللہ اعلم یہ ہی کہ ارزانی در واقع جاری نہ تھی بلکہ آسانی تھی لہذا الیسیر کا اطلاق کیا اور یہ توجیہ اگر صحیح ہو تو نہایت عمدہ ہی ولیکن ان مفسرین مین سے کسی نے نہین لکھی ہے واللہ تعالے اعلم۔ اور شیخ حافظؒ نے ظاہرا حضرت مجاہدؒ سے روایت نقل کی جس سے ظاہر ہوتا ہی کہ یہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا کلام ہے اور معنے یہ ہین کہ یہ کیل بعیر ایک خفیف چیز ہی اسکے مقابلہ مین فرزند کو خطرہ مین ڈالنا برداشت نہین ہوسکتا اور بیضاوی رحمہ اللہ وغیرہ نے اسکو ضعیف کیا اور شدید تکلف سے خالی نہین ہی بلکہ جواب حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف سے یہ ہے۔ قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ فرمایا کہ ہرگز نہین بھیجونگا اسکو تمھارے ساتھ مین یعنی جبکہ مین نے تمھاری حرکت دربارہ یوسف علیہ السلام کے دیکھ لی ہے۔ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ یہان تک کہ دو تم ایسی چیز مجھے اللہ تعالے کی طرف سے جسپر مجھے اعتماد اور وثوق ہو یعنی عہد وقسم کے ساتھ کہ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖ ضرور تم اسکو میرے پاس لے آؤگے اِلَّاۤ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ باستثناء ایسی صورت کے کہ تمپر احاطہ کیا جاوے یعنی مغلوب ہوجاؤ کہ اسکو نہ لاسکو یا یہ مراد ہے کہ تم سب ہلاک ہوجاؤ اور حاصل یہ کہ اگر مصیبت ہو تو اسوقت عذر لائق ہوگا کہ تم بھی اس مین شامل ہو نہ فقط وہی تنہا مبتلا ہوجاوے۔ بیضاوی رحمہ نے کہا کہ یہ استثناء مفرغ از اعم الاحوال والتقادیر ہے یعنی قسم کھاؤ کہ ضرور تم اسکو ہر حال وہر صورت مین لے آؤگے باستثناء ایک صورت کے کہ تمپر احاطہ ہوجاوے یعنے مجبور ومغلوب ہوجاؤ یا تم سب گھر جاؤ جس مین وہ گھرے۔ بعض علماء نے کہا کہ اول تو اللہ تعالے پر بھروسا کیا تھا پھر رخصت کرتے وقت ان عہد وپیمان کی طرف مائل ہوئے اگرچہ حفظ الٰہی کا اعتماد ترک نہ کیا لیکن خیلے توجہ اس جانب بھی ہوئی اسی واسطے تھوڑی تاخیر سے سلے۔ فَلَمَّاۤ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ پھر جب انھون نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنا عہد دیا۔ قَالَ تو یعقوبؑ نے فرمایا۔ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ اللہ تعالے ہمارے قول پر مطلع ورقیب ہے۔ یہ زیادہ تاکید کردی یعنی ہم اللہ تعالے کو شاہد وحاضر ناظر کرکے کہتے ہین۔ پھر چلتے وقت انکو

Marfat.com

تدبیر واحتیاط کی نصیحت کی اور وَقَالَ کہا کہ یٰبَنِیَّ اے میرے بیٹو۔ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ مت داخل ہونا یعنی شہر مصر میں ایک ہی دروازہ سے۔ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ اور داخل ہونا متفرق دروازوں سے مفسرین بیضاوی رح وغیرہ نے کہا کہ یہ لوگ صاحب جمال وذی وجاہت تھے اور مصر میں یہ بات مشہور ہو چکی تھی کہ ان پردیسیوں پر بادشاہ کا لطف زیادہ ہے پس خوف کیا کہ اگر ایک ہی جماعت داخل ہوں تو لوگ نظر بد لگا دیں پہلی مرتبہ انکو یہ نصیحت شاید اسوجہ سے نہ کی کہ اسوقت یہ لوگ انجان تھے کسی کو انکی طرف اسقدر خیال نہ تھا۔ یا شاید بنیامین پر اسقدر شفقت اس کا باعث ہوئی ہو۔ اور بیضاوی رح نے کہا کہ نفس کے آثار میں ایک نظر بد ہے اور حدیث صحیح میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگنے کی دعا میں یہ کلمات ارشاد فرمائے ہیں اللھم انی اعوذ بکلمات اللہ التامات من شر کل شیطان وہامۃ وعین لامۃ یعنی اللہ تعالے سے خود پناہ مانگی یا حسنین علیہما السلام کے واسطے پناہ مانگی ہر شیطان سے اور ہامہ یعنی سانپ بچھو وغیرہ ہلاک کرنے والے زہروں سے اور عین لامہ یعنے نظر بد سے۔ قال المترجم علماے اہل السنۃ متفق ہیں کہ نظر بد سچ ہے اور اس کا انکار محض جہالت ہے اور صحیح مسلم میں ایک گورے خوبصورت صحابی کو ایک دوسرے شخص نے دیکھکر کہا کہ کیسی اچھی خوبصورتی ہے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کلمہ کو سنکر برا مانا اور کہا کہ کیا تجھے یہ کہنا نہ آتا تھا کہ ماشاء اللہ یعنے اللہ تعالے کی قدرت عجیب ہے کہ جسطرح اس نے چاہا پیدا کر دیا پھر جب وہ شخص گئے تو فوراً راہ میں انکو سخت بخار آیا جس سے چہرہ زرد پڑ گیا جب آنحضرت علیہ السلام کو خبر ہوئی تو آپ نے نظر لگانے والے کو بلایا اور بیمار کے پیچھے کھڑا کیا اور ایک پانی میں اس کے ناخن سب اور دیگر مقامات سے ڈبو کر اور دھو کر اس کے سر کے پیچھے اتار کر نظر والے پر ڈالا اور نظر لگانے والے کو منہ پھیرے ہوئے چلے جانے کا حکم کیا پس مرد بیمار اچھا ہو گیا بحکم اللہ تعالے۔ اور تفصیل سے یہ قصہ سفر السعادت میں بھی مذکور ہے اور آثار میں صحیح روایت کی علماء تابعین میں ایک بزرگ ایک جماعت کے ساتھ سفر میں تھے ان میں ایک شخص بدنظر میں معروف تھا اور اکثر اونٹوں کی خوش رفتاری پر نظر لگاتا لوگوں نے اس سے عرض کیا کہ آپ بھی اپنے اونٹ کی حفاظت فرماویں آپ نے کہا کہ میرے اونٹ کو نظر نہیں لگا سکتا ہے۔ یہ خبر اسکو بھی دی گئی جب منزل پر اترے اور لوگ کاموں میں مصروف ہوئے اور بزرگ موصوف قضاے حاجات کے لیے گئے تو وہ موذی جس سے مسلمانوں کی جان ومال کو اسقدر خطرہ تھا آیا اور اس نے آپ کے اونٹ پر نظر جمائی حتی کہ اونٹ گر گیا اور لوٹنے لگا وہ وہاں سے چلا گیا جب آپ واپس ہوئے تو دیکھا اور لوگوں نے کہا کہ ہم آپ سے کہتے تھے آپ نے وضو کیا اور اونٹ پر دعا پڑھ کر پھونکی ادھر تو اونٹ اٹھا اور ادھر اس موذی کی آنکھیں نکل پڑیں اور ہمیشہ کے لیے لوگ اس کے شر سے محفوظ ہو گئے۔ یہ بھی سفر السعادت میں مفصل مع دعا کے نقل کیا ہے اور اس میں شک نہیں کہ صدق ایمان وپاکیزگی اور پرہیزگاری کو جناب باری تعالے میں دعا والتجا کا دخل زیادہ ہے لیکن پھر بھی جو شخص مضطرب حالت میں دعا کرتا ہے اللہ تعالے اس کی دعا کو قبول فرماتا ہے خصوصاً مظلوم کہ اگرچہ کافر ہو دعا قبول کیجاتی ہے اور سب تدابیر ظاہر احکام کی پابندی ہے اور جو کچھ اللہ تعالے نے مقدر فرمایا ہے وہ ضرور واقع ہوتا ہے لہذا حضرت یعقوب نے کہا۔ وَمَآ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ۔ اور میں بے پروا نہیں کر سکتا تم سے اللہ تعالے کی جانب سے کوئی چیز یعنے میں بذریعہ تدبیر کے یہ اختیار نہیں رکھتا کہ جو امر کہ اللہ تعالے نے تمہارے حق میں چاہا اس میں سے کچھ تم سے ٹال دوں کیونکہ احتیاط کرنے سے مقدر ہٹا نہیں سکتے۔ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ حکم نہیں ہے مگر اللہ تعالے کے واسطے پس اگر اس نے مقدر کیا کہ تمکو کوئی مکروہ پہنچے تو لامحالہ پہنچیگا اور یہ تدبیر کچھ نفع نہ دیگی۔ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ اسی پر میں نے توکل کیا۔ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ اور اسی پر چاہیے کہ توکل کرنے والے بھروسا کریں۔ یہ مقام صریح ہے کہ تدبیر کرنا توکل کے منافی نہیں ہوتا ہے بلکہ توکل تو نیک نیت ہے کہ اللہ تعالے ہی پورا کرنے والا ہے اور تدبیر پر نظر نہیں ہے پس جس شخص نے تدبیر سے گریز کیا اس کو بھی وہی پہنچیگا

Marfat.com

جو اللہ تعالے نے مقدر کیا ہی لیکن گناہ کی سزا بھی دیجاویگی کہ اُسنے عالم اسباب مین حق تعالے کے طریقۂ امتحان کی پابندی چھوڑ دی اور صریح احادیث صحیحہ اسپر دلالت کرتی ہین کہ جو شخص دنیا مین نیک کام کرتا ہی اور مخلوق کو راحت و آرام پہونچاتا ہی اور حق تعالے کی عبادت کرتا ہی اگر وہ اپنی نیکیون کے عوض مین بڑا حصہ دنیا کی آسائش طلب کرے تو اُسکو یہین ملیگا ولیکن اکثر نیکوکار اپنا ثواب آخرت مین چاہتے ہین اسپر بھی اللہ تعالے فضل سے انکو دنیا مین بھی وسعت دیتا ہی اور آخرت مین بھی انکا پورا ثواب ہی۔ واضح ہو کہ شیطان اور جو چیزین کہ وہ کہ اسکے ساتھ لاحق ہین جیسے ہوام سانپ بچھو اور نظر بد وغیرہ انسے مومنین کو زیادہ پریشانی رہتی ہی بہ نسبت کافرون و منافقون کے کیونکہ کافرون و منافقون سے شیطان کو خوشی ہے تو انکے آزار کی راہ ڈھونڈھنے کی اُسکو ضرورت نہین ہی پس اگر شیطان قدرت پاتا تو کوئی کافر بیمار نہونے دیتا تاکہ وقت مصیبت مین وہ اللہ تعالے کیطرف رجوع نہ کرے پس اللہ تعالے وحدہ لاشریک قادر قیوم ہی مومنین کہ اُسی پر توکل کرنا چاہیے اور استواری مین انکے لیے ثواب عظیم ہے۔ واضح ہو کہ یہ کلام حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف سے دو بڑی احتیاط و فائدے کو متضمن ہے اوّل جب چشم بد سے پرہیز کا ذکر کیا تو ایک حق بات بیان کی ولیکن عام فہم مین یہ وہم ہوا کہ پرہیز و تدبیر سے مقدر تبدیل ہو جاتا ہی تو اُسکو قطعی دفع کیا بقولہ وما اغنی عنکم من اللہ من شئ۔ اور یہ جو بیان کیا کہ چشم بد ٹھیک ہی تو یہ بھی مقدر ہے حق کہ جہان مقدر نہو کچھ اثر نہوگا اور یہ ہماری شرع مین بھی وارد ہی جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور صحیحین مین حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا العین حق۔ کہ چشم بد ٹھیک ہی اور امام احمد کی ایک روایت مین یہ زیادہ ہی کہ یحضرہا الشیطان وحسد ابن آدم یعنی بد نظر کے ساتھ شیطان و حسد آدمی کا ملا ہوا ہوتا ہی اور امام مسلم کی صحیح مین ایک روایت اسطرح ہی کہ العین حق ولو کان شئ سابق القدر لسبقۃ العین۔ یعنے چشم بد ٹھیک ہی اور اگر کوئی چیز ایسی ہوتی کہ قدر سے سبقت لیجاتی تو چشم بد ہی سبقت کرتی اور ایک روایت مین جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ چشم بد داخل کر دیتی ہی اونٹ کو ہانڈی مین اور آدمی کو قبر مین یعنی اس کمبخت کے اثر سے اونٹ مرجاتا ہی جسکو اسکے مالک مرتا دیکھکر حلال کرکے پکاتے ہین اور آدمی مرجاتا ہی تو اسکو دفن کر دیتے ہین یہان سے معلوم ہوا کہ جو حلال جانور چشم بد سے ہلاکت کو پہونچا نظر آوے اسکو ذبح کرکے کھانے مین کوئی ضرر نہین ہی واللہ اعلم۔ ایک روایت مین آنحضرت صلعم حضرات حسنین رض کو تعوذ فرماتے انی اعیذکما باعوذ کما بکلمات اللہ التامۃ من کل شیطان وہامۃ و عین لامۃ۔ اور فرماتے کہ یہی حضرت ابراہیم بھی اسمٰعیل و اسحاق کو تعویذ پڑھتے تھے یہ روایت صحاح و سنن مین ہی۔ عبادہ بن الصامت رضہ سے روایت ہی کہ مین چڑھتے دن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عیادت کو گیا تو مین نے دیکھا کہ آپ پر بیماری کی تکلیف شدید ہی پھر آخر دن مین گیا تو مین نے آپ پر افاقہ دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ جبرئیل میرے پاس آئے اور رقیہ پڑھا کہ بسم اللہ ارقیک من کل شئ یوذیک من کل عین وحاسد اللہ یشفیک پس مجھے افاقہ ہو گیا اور یہ دعا صحیح وغیرہ مین ہی کہ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دو دن پڑھی ہی۔ ایک روایت مین ہی کہ حضرت جعفر بن ابیطالب جو جہاد روم مین شہید ہوئے تھے انکی اولاد گورے گورے بچے تھے تو اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یا رسول اللہ انکو بہت جلد نظر بد لگتی ہے تو کیا مین اُنکے لیے رقیہ کرون بد نظر دور کرنے کے لیے تو آپ نے کہا کہ ہان۔ ایک روایت مین ہے کہ آنحضرت علیہ السلام حضرت ام المومنین ام سلمہ رض کے گھر گئے وہان ایک بچہ بیمار تھا تو لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اسکو نظر لگ گئی ہے تو آپنے فرمایا کہ تم اس کے لیے رقیہ کیون نہین کرتے ہو یعنی جھاڑ پھونک سے نظر اُتارو۔ اور حضرت عائشہ رضہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نظر لگانے والے کو حکم کرتے کہ وضو کرے پھر اسی پانی سے اس کو نہلاتے جسکو اس کی نظر لگی تھی اور تفصیل سے یہ طریقہ صحیح مسلم مین آیا ہی۔ یہ اسوقت ہی کہ نظر لگانے والا معلوم ہو اور اس زمانہ مین ایسے نیک لوگ نہین ہین جو اقرار کرین کہ ہماری نظر لگی ہی بلکہ سخت فساد کا احتمال ہی اسواسطے سوائے اسکے رقیہ وغیرہ سے علاج کرنا چاہیے اور بعض روایات مذکورہ مین دلالت ہی کہ نظر کبھی ایسے شخص کی لگ جاتی ہے جسکو حسد

[illegible]

وغیرہ نہو مگر شیطان ضرور حاضر ہوتا ہے۔ پھر واضح ہو کہ اس مقام پر جمہور مفسرین نے اتفاق کیا ہے کہ مراد نظر بد سے پرہیز تھا اور یہی قول ابن عباس ومجاہد وقتادہ سے مروی ہے اور کثرت سے احادیث صحیحہ وآثار صحابہ رضی اللہ عنہم صریح نصوص ہیں۔ لیکن جماعت معتزلہ میں سے بعضوں نے بلا حجت عقلی یا نقلی کے محض وہم پر بعید جانکر انکار کیا حالانکہ کچھ بھی بعد نہیں ہے اسواسطے کہ نظر کے آثار آدمیوں میں کسقدر مختلف موجود ہیں کہ بعض کی نظر سے ہیبت اور بعض سے دلیری وخفت اور بعض سے محبت اور بعض سے عداوت طاری ہوتی ہے پھر جب اسکے ساتھ بعض دلائل طبیعیات ملا کے جاویں تو آثار دیگر پر استدلال قائم ہوتا ہے اور اس زمانہ میں تو مسمریزم کا ظہور آنکھوں سے معائنہ موجود ہے اور تعجب ہے کہ معتزلہ تو گئے گذرے اسوقت کے بعضے سفیہ عقل جو مہذب ہونے کے مدعی ہیں شیطانی حرکات مسمریزم وغیرہ کو بنظر وقعت دیکھینگے اور اسلامی علوم پر تحقیر کی نگاہ ڈالینگے مگر یہ لوگ محض جاہل ہیں انکا مبلغ علم یہ ہے کہ ان میں سے مدعی ذکاوت دعوے کرتا ہے کہ خط کی تعریف غلط ہے یا دسویں شکل اقلیدس کیونکہ بنظر تعریف کے خط نقاط سے مرکب ہے پھر کیا ضرور ہے کہ خط کے نصف کرنے میں نقطہ پر مساوات واقع ہووے۔ اہل العلم مجھے معاف فرمادینگے کہ اس مدعی کے مہمل اعتراض کا سمجھنا میری عبارت سے مشکل ہو گیا مگر میرا مقصود یہ ہے کہ جو شخص خط کو نقاط سے مرکب خیال کرے اور عدم مقدار کی ترکیب سے خط مقدار بناوے اُس کی بیوقوفی میں کیا شک ہے۔ اسکو اتنا بھی نہیں معلوم کہ جسم جوہری کے ساتھ کم عرضی سے ان رسوم میں بحث ہے پھر یہی لوگ ہیں جو ان مدارک میں گفتگو کرنے کے لیے مہذب قرار دیے جاتے ہیں پس تجھے لازم ہے کہ شرائع اسلام پر مضبوطی اختیار کر اور متقدمین اہل تقوی کی شان میں تعظیم کا گمان قوی کر اور سنت طریقہ پر قائم رہ والسلام بالجملہ ابو علی جبائی وہاشم وغیرہ بعض معتزلہ نے اپنی موہومات کے موافق نظر بد سے انکار کیا مگر بلا دلیل وحجت کے جیسا کہ انکا دستور ہے کہ آیات ونصوص سے اپنی رائے کو مخالف دیکھکر انکار کرتے ہیں اور بیہودہ روش تو زمخشری کی ہے کہ کشاف میں جہاں دلیل شرعی کے مقابلہ میں کوئی قوت نہیں پاتا تو ائمہ اہل تقوی وعلمائے سنت پر زبان درازیاں کرتا ہے اللہ تعالے اُس سے تجاوز کرے اور واضح ہو کہ سراج وغیرہ سے مستفاد ہے کہ جاننا چاہیے کہ آدمی کو حکم کیا گیا ہے کہ اس عالم میں جو اسباب معتبر ہیں انکے موافق کاربند ہو اور یہ بھی یقین رکھے کہ نتیجہ وہی نکلیگا جو اللہ تعالے نے مقدر فرمایا ہے اور پرہیز وتدبیر سے امر مقدر ٹل نہیں سکتا اور اگر پرہیز وتدبیر نہ کریگا تو خلاف حکم عمل کر کے عصیان ونافرمانی میں مبتلا ہوگا مثلاً زہر کھانے ومضر غذائیں کھانے سے پرہیز کرے ورنہ حرام موت مریگا اور اگر باوجود پرہیز کے عام وبا میں ہلاک ہوا تو مقدر سے مرا اور ثواب پاویگا پھر یہ پرہیز وحذر بقدر امکان اس طریقہ سے ہو جو شرع نے مقرر کیا ہے اور حواس کا استعمال شاہد ہے حتی کہ کسی بت کے سامنے انحنا کرنے سے بچاپ کا دفعیہ شرک ومعصیت سے پرہیز نہیں ہے ان بعض اسباب خفی سے شارع نے آگاہ کر دیا ہے جنپر عموماً خواص مستقل نہیں ہیں اگرچہ عام علوم کے نزدیک انکے صحیح ہونے میں کچھ تامل نہیں اسی میں سے نظر بد کا اثر ہے اسی واسطے حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس سے خاصکر آگاہ کر دیا پھر چونکہ نتیجہ کی نظر مقدر پر منحصر ہے تو قولہ ما اغنی عنکم من اللہ من شیء سے یہ اعتقاد راسخ کر دیا فافہم۔ ف فی العرائس قولہ تعالے فاللہ خیر حافظا وہو ارحم الراحمین۔ یعقوب علیہ السلام نے آئینہ امتحان میں دیکھا کہ بنیامین بغیر اختیار کے اُنسے جدا کیا جاویگا پس اسباب سے نظر ہٹا کر مسبب الاسباب کی طرف نظر رکھی اور اسی سے حفظ وعنایت ورعایت کے خواستگار ہوئے کسی مخلوق سے استمداد نہ کیا۔ اور اشارہ اس میں یہ ہے کہ بنیامین کے ساتھ یوسف علیہ السلام کو بھی واپس دیوے یعنی وہی دونوں کا حافظ ہے اول وجہ اشارہ یہاں دقیق ہے اور مبنی اس امر پر ہے کہ ابتدا میں تعبیر خواب سے انکو قطع ملا کہ بھائیوں کے قول کی تکذیب کی اور جانتے تھے کہ یوسف علیہ السلام جدا کیے گئے زندہ ہیں اور اب احساس کیا کہ بنیامین کی جدائی سے آسانی ہوگی یعنی دونوں بحفظ الٰہی چھوٹونگا اور تصدیق اسکی قولہ عسی اللہ ان یاتینی بہم جمیعاً سے ظاہر ہے اور ارحم الراحمین سے اشارہ ہے کہ وہ ارحمت

خوشبوے پیراہن یوسفی پہونچاوے اور نظر گم شدہ پھیر لاوے۔ مترجم کہتا ہے کہ قمیص سے بینائی واپس آجانے مین زمخشری وغیرہ اہل ہوا و ہوس
کی رائے گم ہو جاتی ہو کہ اس مین کیا تاثیر دی گئی اور جب یہان حق تعالے کی طرف سے اظہار قدرت ہے تو نظر چشم مین کیون آنکھین چوندھیاتی
ہین فافہم۔ بعض نے کہا کہ اول حضرت یعقوب علیہ السلام نے انکے حفظ کا تجربہ کرکے گم کیا اس مرتبہ حافظ حقیقی کے سپرد کرکے دونون کو پالیا
قولہ ولما فتحوا متاعھم الآیۃ۔ بعض نے ذکر کیا کہ منجملہ حسن واخلاق کے تھا کہ ظاہر مین انکی متاع انکو واپس نہ دین بلکہ خفیہ واپس دین تاکہ روبرو
بارمنت سے پست وشرمندہ نہون۔ اور جب یوسف علیہ السلام نے ان کی متاع کے لیے خزائن مین مصرف خراج وغیرہ کا ٹھکانا نہ پایا بلکہ
مصرف فقراء ومساکین کے خزانہ مین جگہ دیکھی یعنے بحسب شرع حق تو وہ مال در پردہ انھین کو واپس دیا۔ اقول حدیث مین سات قسم
کے لوگ جو سایۂ حق عزوجل مین ہونگے ایک وہ بھی ہے جس نے اللہ تعالے کی راہ مین اسطرح دیا کہ بائین ہاتھ کو خبر نہ ہوئی۔ قال الشیخ رح
اور اسکے اشارات مین سے دقیق یہ ہے کہ اللہ تعالے عزوجل کی معرفت سے جو کچھ اولین وآخرین نے پایا وہ دیدار اکبر کے وقت ایک ذرہ
سے کمتر ہوگا تو اپنی کبریائی سے محتاجین کو ان کی متاع حقیر واپس فرمادیگا اور فضل ورحمت سے انکی دستگیری کریگا کیونکہ او تعالے جلشانہ ہر
کسی کے ادراک سے پاک ہو کوئی اسکی صفات پاک واسرار سے مطلع نہین ہوسکتا اور ہر معرفت راجع بخلق ہو پس جملہ عبودیت انھین کو واپس
ملیگی کیونکہ وہ اُس کی کبریائی کے لائق نہین ہو پھر اپنے فضل وکرم سے انکو تونگر فرمادیگا اور دلیل صریح اسپر قولہ علیہ السلام لم ینج احدکم عملہ قالوا ولا
انت یارسول اللہ قال ولا انا الا ان یتغمدنی اللہ برحمتہ۔ مترجم کہتا ہے کہ اس حدیث کی تفسیر بکرر مقامات سابقہ مین گذر چکی ہو۔ بعض نے کہا کہ خلق
کے جملہ اعمال وافعال سب انھین کو واپس دیے جاتے ہین جو انھون نے اپنی ذات کے لیے کیے ہین پھر جو کرامات انکو پہونچینگی وہ اکرام وفضل ہے نہ
مزدوری ہان بحکم قولہ یوت کل ذی فضل فضلہ ہر ایک شخص حاضر عبودیت قابل عنایت ہو اگرچہ او تعالے ہر ذی فضل کو پہچانتا ہے۔ واللہ اعلم۔ قولہ فلما
اتوہ موثقھم قال اللہ علی مانقول وکیل۔ مترجم کہتا ہو کہ اللہ تعالے کو شاہد کرنا صدق پر صحیح ہو اور عظمت کبریائی کی تمہید اشت سب سے اعلی ولیکن اگر
کذب ہو تو کفر ہو اور عارف مطلع اسرار کبھی کاذب سے ایسی شہادت لیکر اسکو کافر نہ بنادیگا اسیواسطے علماء نے کہا ہو کہ اللہ تعہ کو شاہد نہ کرے۔ شیخ رح نے کہا
کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے فرزندون کی نیت دربارہ بنیامین کے سچی دیکھی کہ در حقیقت یہی چاہتے ہین کہ حفاظت کرین اور واپس لادین اور
منور نبوت صورت واقعہ آیندہ بھی دیکھی کہ مقدر کے دفعیہ سے یہ لوگ عاجز ہونگے تو اللہ تعالے کو مطلع غیب قرار دیا یعنی وہ ہمارے تمہارے ارادہ
پر منحصر نہین ہو بلکہ حق تعالے مختار ہو جو وہ چاہیگا وہی واقع ہوگا پس وہی وکیل ہو کہ ہم لوگون کی نیت کو پورا کرکے وکالت فرماوے اور حفاظت
سے واپس عطا کرے۔ بعض نے کہا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے انکی حفظ پر قضیہ سابقہ کی وجہ سے اعتماد نہ کیا کیونکہ معلوم ہوگیا کہ ہنوز انکے عہد
میثاق کا محل یعنی حواس معلول ہو کہ کبھی اپنے نفس کی رائے پر جھک جاتے ہین لہذا اللہ تعہ کی حفظ ووکالت پر سپرد کیا اور انکے قول پر اللہ تعالے کے
وکیل کرنے سے اصلی غرض یہ ہو کہ وہ محافظت فرماوے کہ تمکو تمہاری خواہش ورائے پر نہ چھوڑے اور تمہارے دلون کو کجی کی طرف منحرف جانے سے بچاوے۔
پھر انکو علم وعقل کے اسباب سمجھائے اور انکے استعمال کا طریقہ بتلایا اس امید پر کہ ظاہر تقدیر مین کوئی خفی امر ایسا مقدر ہو کہ اس علم سے محو واثبات مقدور
ہو کما فی قولہ تعہ یمحوا اللہ مایشاء ویثبت الآیۃ۔ تو کہا کہ قولہ یابنی لاتدخلوا من باب واحد وادخلوا من ابواب متفرقۃ۔ مترجم کہتا ہو کہ قولہ یمحوا اللہ مایشاء کی تفسیر
مین مذاہب واقوال سابق مین گذر چکے اور جمہور سلف وخلف سے یہی متواتر ہو کہ جملہ امور سابق ازل مین مقدر ہو چکے ہین اور یہی مذہب اہل السنۃ
وجماعت کا ہو اور صریح نصوص سے یہی ثابت ہو اور متاخرین مین شیخ شوکانی وغیرہ نے جو تحقیق لکھی میرے نزدیک اسکا حاصل بھی یہی ہو
ولیکن اسکے بعض تبعین نے فہم مین کچھ اضطراب وتزلزل اٹھایا واللہ یغفر لی ولہ۔ ہان اسقدر مجھے قطعی نصیحت کرنا منظور ہو کہ عوام مین یہ مسئلہ پیش نہ کیا جاوے

Marfat.com

اور خواص اس مین خوض نہ کرین کیونکہ تقدیر کا بھید خاص حکمت الٓہیہ ہو وہ حکمت وعلم صفت آلہی ہو اور جب صفت الٓہی سبحانہ تعہ فہم و ادراک سے باہر ہو تو کیونکر
اسکے علم کا احاطہ ممکن ہوگا پھر کیونکر تقدیر کا بھید سمجھ مین آویگا لہذا جسطرح کہ ذات وصفات باری تعالے پر ایمان وتصدیق کے سوائے چون وچرا کے
واسطے مجال نہین ہی اسی طرح تقدیر کا علم بھی قطعی ایمان بالغیب ہی جو اسپر ایمان نہ لاوے کافر ہوجائیگا۔ نعوذ باللہ من وساوس الشیطان شیخ رح
نے کہا کہ چشم بد سے خوف کرکے یہ طریقہ بتلایا ولیکن جسطرح مقربین کا دستور ہی کہ خالص توحید مین ادب کا لحاظ رکھتے ہین حضرت پیغمبر برحق یعقوب
علیہ السلام نے بھی ساتھ ہی غیرت قدم کا خوف کیا کہ مقدور کے مقابلہ مین بے ادبی شمار نہو اور انتظار کرنا چاہیے سابق رضا کا غضب پر
کما قال سبقت رحمتی علی غضبی۔ لہذا طریقہ علم استعمال کرنے کے بعد ہی فوراً استدراک کردیا بقولہ وما اغنی عنکم من اللہ من شئی یعنی میری تدبیر وعقل
وعلم واحتیاط کسی کو کچھ مجال نہین ہی کہ جو امر تمہارے حق مین سابق ہوا ہوا سکو تم سے دور رکھے حتی کہ اگر مقدر ہوچکا کہ تم کو کسی قسم کا مکروہ امر پیش
آویگا تو میری اس تدبیر سے کچھ نہوگا وہ ضرور تم کو پیش آویگا پس مین اُسی مقدور پر راضی ہون جو اللہ تعالے نے اپنے پسند واختیار سے مقدر
فرمایا ہی اور اس کی تصدیق ہی قولہ ان الحکم الا اللہ جو اُس نے چاہا وہی ہوگا جسطرح چاہا اسیطرح ہوگا آخر اپنے واسطے کسی طرح کے پرہیز کرنے و
استعمال عقل وعلم کی قوت ہو سب سے بریت کی بقولہ علیہ توکلت وعلیہ فلیتوکل المتوکلون۔ توکل کی حقیقت یہ ہی کہ تقدیر دیکھکر تدبیر دور کرے۔ مترجم
کہتا ہی کہ مراد یہ ہی کہ قلب کی نظر جسوقت تقدیر کی جانب ہی تو یہ خیال نہ کرے کہ اس تدبیر کا نتیجہ ضرور واقع ہوگا بلکہ تدبیر و اسکا نتیجہ دونون قلب سے
محو ہون۔ اور یہ مراد نہین ہی کہ تدبیر نہ کرے اس لیے کہ یہان خود جسکا قول ہی اُس نے تدبیر کا استعمال کیا ہی اور یہ بھی مراد نہین ہی کہ تقدیر دیکھنے کے
وقت پھر تدبیر نہ کرے سوا سطے کہ تقدیر کا علم حق سبحانہ تعہ کو ہی اُس سے وہی واقف ہوسکتا ہی جسکو آگاہ فرمادیا ہو پھر بھی اسپر تدبیر یعنے حواس وعقل کا
علم اسباب مین کام مین لگانا لازم ہی آیا نہین دیکھتے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خوب جانتے تھے کہ اسلام تمام جہان مین پھیل جاویگا حتی کہ برابر قریش
ویہود ونصارے کو سمجھایا کہ دین توحید عنقریب اپنے آفتاب سے تمام جہان کو روشن کردیگا تم میری اتباع کرو اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو غزوۂ خندق کی سخت
مصیبت وتکلیف کے وقت بشارت دی کہ تم روم کے اور فارس کے مالک ہوجاؤگے اور یہ وہ اقوال ہین کہ مومنین وکفار سب ان معجزات کا اقرار کرتے
ہین پھر دیکھو کہ کسطرح برابر تعلیم وتلقین وجہاد مین حسن تدبیر کو کام مین لائے اور نکتہ یہ ہی کہ جن افعال کو تم تدبیر کہتے ہو وہ ایمان والے کی عبادات ہین جیسا
کہ مین نے مقدمہ فتاوے ہندیہ مین تحقیق وتفصیل سے لکھدیا اور قولہ ان اللہ اشتری من المومنین انفسہم واموالہم بان لہم الجنۃ الآیۃ کی تفسیر مین لکھا ہی حتی
کہ جو کوئی اسکی تفسیر سمجھ گیا اُس نے تمام دین سمجھ لیا پس مومن کا ہر فعل ثواب ہی تو تدبیر ثواب ہی پھر تدبیر نہ کرنا ثواب وعبادات سے محروم رہنا ہوگا اور جو ایمان
نہ لایا اسکی تدبیر وجملہ حرکات وافعال سب باطل ہین تو اسکا بیٹھ رہنا اور نہ بیٹھنا دونون خراب ہین صرف بیٹھ رہنے سے وہ دنیا مین بھی خراب ہوگا ورنہ
بیٹھ رہنے سے فقط دین مین خراب رہا اور دنیا مین نتیجہ وہی نکلیگا جو مقدر ہی علاوہ اسکے شیخ نے جو کہا کہ تقدیر دیکھکر تدبیر سے باز رہنا اگر اسکے یہ معنے
ہون جو مذکور ہوئے تو تقدیر دیکھنا کیونکر ممکن ہے اسی واسطے کہا گیا کہ تقدیر سے لپٹنا بے ادبی ہی جیسے یہ کہنا کہ ہم جنتی ہین تو جنت پاوینگے نماز وروزہ سے
کچھ فائدہ نہین ہی حالانکہ یہ بے ادبی وجہالت ہے آیا تو نہین دیکھتا کہ قریش کو ایمان لانے کی تکلیف دی گئی حالانکہ ابولہب وابوجہل واُنکے مانند وہ
ہین کہ قولہ انذرتہم ام لم تنذرہم لا یومنون۔ وہ کبھی ایمان لانے والے نہ تھے ولیکن مقدر پر مدار نہین رکھا گیا فافہم واللہ تعہ اعلم بالصواب شیخ رح نے
کہا کہ آیت مین اشارہ باطن ہے۔ اقول یعنی تمام کلام باری تعالے جو بظاہر قصہ موسیٰ وفرعون معلوم ہوتا ہی قلب اور نفس وشیطان کا مجادلہ ہے
اور جو قصہ یوسف معلوم ہوتا ہی یعنی قلب واسکے دشمنون ومصائب آلام کا ہجوم وآخر وصول بدرجہ تمکین اور تقرب بارگاہ رب العالمین اور
بادشاہت دار آخرت ہی ولیکن ایسے طور پر قدرتی کلام قادر مطلق کا ہی کہ سر کی آنکھون والا اپنی استعداد کے موافق بقدر صلاحیت واخلاق پاکیزہ

پیدا کرتا ہی اور حواس باطن کی آنکھون والا نفس و شیطان کے وساوس جو باطن کو خراب کرتے ہین اُنکی راہ پر لاکر اخلاق کریمہ سے آراستہ ہوتا ہے اور قلب کی آنکھون والا اسرار معانی صفات و معرفت نفس سے تقرب کے درجہ پر فائز ہوتا ہے ذالله تعالے ولی التوفیق جب یہ بات سمجھ مین آگئی تو تجھے پروا نہین ہے کہ نفس کو مجادلہ پر آمادہ کرے اور نفس تجھ کو عزہ مین ڈالے کہ علم وہی ہے جو ہم عالم علامہ منطقی ہوکر جانتے ہین۔ الله الله فوق کل ذی علم علیم برکات سے محروم نہ رہنا چاہیے اور غور سے سننا چاہیے کہ اشارہ شیخ رح نے یہ ذکر کیا کہ قول حضرت یعقوب یا بنی لاتدخلوا من باب واحد تا آخر آیات تعلیم سر باطنی ہے کہ جب تم نے اپنی حقیر بضاعت لے کر درگاہ بادشاہ حقیقی کا قصد کیا اور چاہا کہ عبادت کے سرمایہ سے غذائے روح مشاہدہ پاک حاصل کرین اور تم نے قلوب و ارواح و عقول و اسرار سے راہ حق عز و جل طے کرنا چاہا تو تم کو نہ چاہیے کہ ایک ہی دروازہ سے قصد کرو یعنی صفات نفس مین سے ایک ہی صفت کو جناب باری تعالے کی قبولیت کے واسطے مقصور نہ کرو مثلاً صفت رحم یا علم یا کرم کسی ایک پر اقتصار مت کرو ظاہر ہے کہ نفس ان مین سے ایک ہی صفت سے پاکیزہ نہ ہو جائیگا حتی کہ جو شخص تارک صوم و صلوٰۃ و بخیل ہو وہ عالم ہونے سے کچھ مستفید نہ ہوگا جب تک کہ جملہ صفات نفس کو درجۂ اعتدال و آراستگی پر نہ لاوے تو تم کو چاہیے کہ صفات باری تعالے عز اسمہ کی راہین اختیار کرو و الومنون کنفس واحدۃ تاکہ تم حاسد یعنی دشمن شیطان کی نظرون سے محفوظ رہو اور صفات پاک کی معرفت سے درجہ توحید پر فائز ہو کیونکہ جس نے اُسکو ایک صفت سے پہچانا تو اُس نے جملہ صفات کمالیہ و اوصاف قدم و ازل سے پہچانا اقول بلکہ ایک صفت سے ایسا شخص پہچان ہی نہین سکتا ہی کیونکہ معرفت دینا فعل خالق عز و جل ہے نہ اختیار مخلوق لقولہ تعالے ما کان لنفس ان تومن الا باذن الله و یجعل الرجس علی الذین لا یعقلون۔ نظیر اسکی یہ ہے کہ ایک کتاب جسکو یاد ہو وہ علم والا نہین ہے اور جو چیانی بچا سکتا ہو وہ حادق نہین ہے اور ما نند اسکے بہت نظائر ہین یون ہی عارف جملہ آداب شرع پر عامل ہوکر باطن کا محافظ ہوتا ہی اور تکلیف اٹھاتا ہی کیونکہ ہر طرف سے وہ اپنے آپ کو قید مین رکھتا ہی کہ شیطانی خطرات اور فراخی خواہشات نفس کی جانب سے نہ آنے پاوین یہانتک کہ ایک عرصہ مین اسکو قید سے رہائی ہو جاتی ہی پھر نفس اسکا امارہ نہین بلکہ مطمئنہ ہی اور شیطان بوجہ ذکر قلب کے دور بھاگتا ہی اور صحیح ہوا کہ جس قلب مین یاد حق نہو وہان شیطان دخل کرتا ہی پھر جب یاد آئی تو ہٹ جاتا ہی بترجم کہتا ہی کہ دخل شیطان کا خلاصہ یہ ہی کہ جہان یاد حق عز و جل ہو وہان نہین ٹھہر سکتا ہی پھر واضح رہے کہ حق عز و جل جن صفات کمال و اوصاف جلال و کبریائی و عظمت سے وحدہ لا شریک ہی اسطرح اسپر ایمان ہو تو ایسے شخص کا یہ حال ہوگا کہ جب ہی غافل ہوا فوراً شیطان نے دخل کیا پھر یاد آئی اور وہ بھاگا۔ انھین غفلت کی اوقات مین وہ تمام سرمایہ چرا لیجاتا ہی ؎ گربہ موش دزد در انبان ماست ٭ خرمن عمر چہل سالہ کجاست ٭ اور رہا وہ شخص جو الله تعالے کا اقرار کرتا ہے مگر اسطرح کہ حضرت عیسی اسکا اکلوتا بیٹا ہی یا عزیر اسکا بیٹا ہے اور مانند اسکے نعوذ بالله تعالے وہ عیوب جن سے پاک پروردگار تعالے پاک ہی تو اُس نے کبھی الله تعالے کو یاد نہین کیا بلکہ اپنے زعم مین ایک خدا بنا یا جسکا بیٹا ہوا اور یہ حضرت خالق رازق جل شانہ پر کبھی نعوذ بالله تعالے صادق نہین تو کبھی اُس نے الله تعالے کو نہ مانا کما فضح عنہ قولہ تعالے قاتلوا الذین لا یومنون بالله الآیۃ دیکھو کیسے یہود و نصارے کو صاف کہدیا کہ الله تعالے پر ایمان نہین لائے ہین پس اُنکے دل سے کسی وقت اسکا قابو دور نہین ہوتا ہے پھر مومن کو مدت تک قید مین رہنا اسواسطے ہی کہ الله تعالے نے صاف فرمایا کہ وہ ایسی راہون سے آتا ہی کہ تم نہین دیکھ سکتے ہو تو اُسکے ہر راہ بند کرکے سب طرف سے مقید بیٹھتا ہی اور جملہ راہین اسکی نفس کے وسیع میدان مین ہو کر آتی ہین اور خواہش کے کھلے راستہ مین ولقد قال الدنیا سجن المومن لہ اور فرمایا زین للناس حب الشہوات لہ مین سے کہا گیا کہ حب الدنیا راس کل خطیئۃ لہ ولقد قال حفت الجنۃ بالمکارہ لہ اور خلاصہ اس قید کا نہایت آسان مختصر قلعہ شرع ہی کہ ظاہر و باطن اسکی محافظت کرے ولیکن افسوس ہی کہ اس زمانہ مین خواص علماء کی یہ کیفیت ہی کہ ظاہری

لہ اور البتہ کہا کہ دنیا مومن کیلیے جیلخانہ ہے یعنی اُن نعمتوں کے مقابلہ مین جو اسکو جنت مین ملینگے اگرچہ دنیا مین اسکو ہر قسم کی نعمتین ملین مگر ان جنتی نعمتوں کے مقابلہ مین مثل قیدخانہ کے ہونگی ۱۲ جعفر علی مصحح لہ زینت دی گئی آدمیون کے لیے خواہشات کا چاہنا ۱۲ لہ دنیا کی محبت سب خطاؤں کی سردار ہے ۱۲

لہ گھیری گئی جنت مکروہات سے ۱۲ سید جعفر علی مصحح

صورت بنانا اور ظاہری اعمال کو شرع سمجھتے ہین تو عوام کا کیا ذکر ہے ولقد قال علیہ السلام لا یومن احدکم حتی یکون ہواہ تبعا لما جئت بہ۔ یعنی تم مین سے کوئی مومن نہوگا یہان تک کہ اسکی خواہش تابع اس چیز کے ہو جاوے جو مین لایا ہون یعنی خواہش کو قرآن وحدیث کے تابع کر دے اللھم اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم۔ پھر شیخ رہ نے لکھا کہ امام جعفر رہ نے کہا کہ اول کلام مین حضرت یعقوب علیہ السلام نے ایسے طور پر کہا گویا کچھ سہو طاری ہے کہ اعتماد انکے جتھے وقوت پر نمایان ہوا اور اس سے کہ قضاء الٰہی تدبیر پر غالب ہوتی ہے چنانچہ کہا کہ لاتدخلوا من باب واحد پھر جلد استدراک کیا بمساعدت توفیق بقولہ ما اغنی عنکم من اللہ الآیہ۔ شیخ ابن عطا رہ نے کہا کہ جو کوئی اپنی ذات سے کچھ دور نہ کر سکے وہ غیر سے کیا ٹال سکتا ہے اور جو اپنی ذات کے واسطے کفایت نہ کر سکے وہ غیر کے واسطے کیا کافی ہوگا انتہٰی۔ یعنی قولہ ما اغنی عنکم کے متعلق ابن عطا رہ نے اشارہ کیا کہ بیٹون سے قضاء مقدر کب ٹال سکتے تھے خود اپنے اوپر جو کچھ بنا اسکو کب ٹال سکے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حق عز وجل تمام مخلوقات مین تنہا وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر۔ تصرف وتدبیر فرماتا ہے کما قال تعالیٰ یدبر الامر من السماء الی الارض۔ پس وہی خاص بندون کو بزرگی وقرب ومنزلت عطا فرماتا ہے اور وہی انکو وحی ومشاہدات سے سرفراز کرتا ہے اور وہی انکے اوپر خاص انعام فرماتا ہے اور جب وے ایک اشارہ سے ایک سلطنت کا تختہ لوٹ دیتے ہین تو وہی کرتا ہے اور جب ایک لشکر جرار کو ایک مٹھی خاک سے تباہ کرتے ہین تو وہی کرتا ہے الا تری الی قولہ تعالیٰ ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی۔ اور اسی کو مولوی روم نے نظم کیا بقولہ۔ اولیا را ہست قدرت از اِلٰہ۔ تیر جستہ باز گرداند ز راہ۔ یعنی ظہور آثار قدرت کے واسطے انھین خالص بندون کی ذات سرفراز ہوئی ہے مگر یہ قطعی یاد رہے کہ انکی خود خواہش کچھ بھی نہین ہوتی ہے یعنی یہین کمال تو یہی دیا گیا کہ خواہش جو راستہ شیطان کا تھا بالکل مسدود کر دیا گیا پس وہان فقط خواہش حق عز وجل ہوتی ہے حتی کہ سرور کائنات فخر موجودات سید انبیاء ورسل صلوات اللہ علیہ وعلی آلہ وعلیہم اجمعین نے واقعہ بدر مین مٹھی خاک سے فوج جرار کو تباہ کر دیا اور احد مین اس کی خواہش نہ کی یہان تک کہ دندان مبارک شہید ہوا اور زخم اٹھایا پس خود نہ وہ کسی سے بلا دور کرنے کی خواہش کرین نہ دور ہوتی کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فراق یوسف کا یہ صدمہ اٹھایا مگر خواہش کہان تھی اور یہ مقام عوام کی سمجھ سے دور ہے مگر آنکہ اللہ تعالیٰ جس بندے کو ٹھیک سمجھ دیدیتا ہے واللہ تعالیٰ ولی التوفیق شیخ حسین رہ نے کہا کہ سچا توکل یہ ہے کہ اسباب کو اس عالم سبب مین استعمال کرے اسطرح کہ اختیار ترک کرے۔ مترجم کہتا ہے کہ اسکے معنے یہ ہین کہ حواس وعقل جنکو اللہ تعالیٰ نے اسطرح پیدا کیا ہے کہ وہ خود ہی ہر کام کے لیے راہ وطریقہ بتلاتے ہین ان مین انسان کا کچھ اختیار نہین ہے اور دوسرے شخص کے حواس دوسرا راستہ اسی مقصد کے لیے بتلاتے ہین بلکہ خود کبھی آدمی کے حواس دو دو طریقہ بتلاتے ہین تو آدمی کو چاہیے کہ حواس کے موافق اسطرح کام کرے جیسے سامان اللہ تعالیٰ نے مہیا کر دیے ہین اور یون نہ کرے کہ مجھے ایسا ہونا مختار وپسند ہے تاکہ مین اس سے یہ فائدہ حاصل کرونگا کیونکہ یہ اختیار کرنا کبھی وبال ہو جاتا ہے مثال اسکی اسی قصہ مین حضرت یوسف علیہ السلام کا قول کہ رب السجن احب الی مما یدعوننی الیہ۔ یعنی جس کی طرف یہ عورتین مجھے بلاتی ہین اس سے مجھے قیدخانہ پسند ہے مین اسکو اختیار کرتا ہون حالانکہ شاید دوسرے انبیاء یا سرور انبیاء علیہم السلام کے نزدیک یہ ہوتا کہ اے رب میرے مین تجھ سے سلامتی چاہتا ہون جس مین تیری رضامندی ہو یعنی جہان کہین جسطرح ہو مجھے تیری رضامندی منظور ہے۔ اور شاید کہ یہ مراد ہو کہ سبب کو استعمال کرے اسطرح کہ مخلوقات الٰہی حواس واعضاء وغیرہ بحکم الٰہی اسکے پیدا کیے ہوئے عالم مین اسکی مشیت کے راستہ پر اسی کی قوت سے چلتے ہین تاکہ نتیجہ وہ پیدا ہو جو اس نے ارادہ کیا ہے پس درحقیقت تو ہر کافر ومسلم ومومن کے ساتھ یہی جاری ہے خواہ کوئی سمجھے یا نہ سمجھے سوائے اسکے کہ توکل فعل بندہ ہے تو اس مین اسکی نیت پر مدار ہوا واللہ تعالیٰ اعلم۔ واسطی رہ نے کہا کہ توکل صبر کرنا ان بجلیون پر جو امتحان ومشقت کے بادلون سے چمکا چوندھا دین۔ اقول شاید کہ توکل کے ساتھ استقامت وثبات وقرار وشرع کی پابندی و

رضا لازم و ملزوم ہین پس ایک مرد جسپر حقوق عیال واجب ہین جہان سے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے آسان فرماوے رزق تلاش کرے اور انھین کی کفایت یا آسانی کے قدر کوشش اٹھاوے نہ زائد کہ وہ حرص ہے پس شرع کے حقوق کی نیت سے یہ کام کرے اسی قدر کہ شرع اجازت دے اور جو حاصل ہو اس کو شکر و احسان کے ساتھ رضامند ہو کر لیوے فافہم۔ استادرح نے کہا کہ قولہ ادخلوا من ابواب متفرقۃ۔ سے شاید یہ مراد ہو کہ ان مین سے کسی کی نظر یوسف پر پڑے اگر دوسرے نے نہ دیکھا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ تو اس فرض پر ہوگا کہ یوسف مصر مین ہین اور مجموعہ کی صورت مین یہ زیادہ مفید ہے کہ ایک نہ پہچانے دوسرا پہچانے یا مترجم نہین سمجھا کہ قولہ یحتمل ان یکون اراد متفرقھم فی الدخول لعل واحدا منھم یقع بصرہ علی یوسف ان لم یرہ الآخر انتھی بلفظہ کے کیا معنے ہین۔ اور شاید کہ اصل مین یہ ماخوذ اس قول سے ہے جو ابن ابی حاتم نے ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ حضرت یعقوبؑ کو یہ معلوم تھا کہ یوسف علیہ السلام عنقریب ان دروازون مین سے کسی مین بھائیون سے ملاقی ہونگے کذا ذکرہ الامام ابن کثیر۔ اور بعض نے امام نخعی رح سے یون ذکر کیا کہ انکو معلوم تھا کہ بادشاہ مصر میرا بیٹا یوسفؑ ہے تو چاہا کہ متفرق دروازہ سے جانے مین بنیامین سے تنہائی مین ملاقی ہو۔ اور ظاہر روایت بالا سے مراد یہی ہے اور کہا کہ حضرت یعقوبؑ کو اجازت نہ تھی کہ اس بھید کو ظاہر کرین۔ مترجم کہتا ہے کہ اس سے یہ معلوم ہوا کہ انبیاء و اولیاء کو اکثر باتین ایسی معلوم ہوتی ہین جنکے ظاہر کرنے کی اجازت نہین ہوتی ہے خواہ قطعاً چھپانے کی تاکید ہوتی ہے یا صریح بیان کی اجازت نہین ہوتی ہے اور باوجود اسکے ظاہری برتاؤ انکا ایسا ہوتا ہے گویا بالکل واقف نہین ہین۔ یہی بات ہے کہ مجھے اسکی تصدیق مین شبہہ نہین ہے اور اسی قبیل سے قصہ خلافت تھا جس سے سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو آگاہی تھی حتی کہ صحیح کی روایت مین سب خلفاء کا حال بیان کیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نسبت یہ بھی کہا کہ لا اراکم فاعلین مین نہین دیکھتا کہ تم ایسا کروگے یعنی حضرت علیؓ کو خلیفہ کرنا مجھے معلوم نہین ہوتا اور یہ اظہار امر واقعی تھا اور مشہور تھا کہ انکی خلافت مین بسبب اسکے کہ فساد و جھگڑا مقدور ہے لہذا اول دوسرے خلیفہ ہون کہ اسلام پھیل جاوے۔ اور اشارہ سے دوسری حدیث مین کہ امامت سے ابوبکرؓ تاب نہ لا سکے کہ حضرت سرور عالم کی جگہ کھڑے ہون اور سفارش کی گئی کہ دوسرے کو حکم دیا جاوے تو فرمایا کہ یابی اللہ والمومنون الا ابابکر یعنی اللہ تعالیٰ عز و جل مع مومنون کے انکار فرماتا ہے ہر کسی کی امامت سے سوائے ابوبکرؓ کے اور جیسے ابوہریرہؓ نے کہا کہ تقطع ہذا البلعوم یعنی اگر مین ان علوم کو بیان کرون تو میرا یہ نرخرہ کاٹا جاوے اور جیسے حضرت حذیفہؓ نے خلافت حضرت عثمانؓ و فتنہ کا حال بطور راز کے کنایہ سے بیان کیا اور جیسے حضرت عمرؓ بعد اپنے خلافت کا حال جانتے تھے مگر مشورہ پر چھوڑی اور جب یہ اصل مہمد ہو گئی تو اس سے بہت سے مدارک جس سے عوام متردد ہوتے ہین منحل ہو گیے اور واضح ہو کہ جو کچھ وقائع اس قصہ مین حضرت یوسفؑ و یعقوبؑ سے واقع ہوئے وہ باعلام و اجازت الٰہی تعالیٰ تھے ولیکن استعمال انمین ظاہری تدابیر و طریقہ نظام عالم کا ہوا ہے۔ جزم بہ فی الکشاف ایضاً اور قول یعقوبؑ اعلم من اللہ ما لا تعلمون۔ اور قولہ اذہبوا فتحسسوا من یوسف الآیہ۔ و قولہ لاجد ریح یوسف الآیہ سب اسکے واسطے شواہد صحیح و اشارات قویہ ہین فافہم واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم۔ القصہ اسطرح عہد و میثاق لیکر ناچاری بنیامینؑ کو انکے ساتھ مصر کو روانہ کیا۔

وَلَمَّا دَخَلُوا مِنْ حَيْثُ أَمَرَهُمْ أَبُوهُمْ مَا كَانَ يُغْنِي عَنْهُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا حَاجَةً فِي نَفْسِ يَعْقُوبَ

اور جب وے داخل ہوئے شہر مین اسطریق سے کہ جیسا انکو انکے باپ نے حکم کیا تھا تو نہ تھا یہ طریق کہ دفع کرتا انسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی چیز کو ولیکن ایک حاجت تھی یعقوب کے جی مین جسکو

قَضَاهَا وَإِنَّهُ لَذُو عِلْمٍ لِمَا عَلَّمْنَاهُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝ ع ۲/۱

اسنے پورا کیا اور بیشک جاننے والا تھا کیونکہ ہمنے اسکو سکھلایا تھا ولیکن بہتیرے لوگ ہین کہ نہین جانتے ہین۔

آل حضرت یعقوبؑ دس بھائی جو پہلے گئے تھے اور ابکی مرتبہ بنیامین گیارھوین سمیت روانہ ہو کر مصر پہونچے اور اس شہر تک جہان حضرت

Marfat.com

یوسف ہم تھے۔ وَلَمَّا دَخَلُوْا اور جب سب داخل ہوئے مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ اس حیثیت سے یا اس طریق سے کہ جسکا انکو اپنے باپ
نے حکم دیا تھا یعنی شہر میں متفرق دروازون سے داخل ہون ایک ہی دروازہ سے نہ جاوین اسی طریقہ سے وہ متفرق دروازون سے
داخل ہوئے تو اللہ تعالے فرماتا ہے کہ مَا كَانَ۔ نہ تھا یہ طریقہ تدبیر کا کہ يُغْنِيْ عَنْهُمْ بے پروا کرے اُنسے یعنی دفع کرے انکے اوپر
سے مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اللہ تعالے کی جانب سے کسی چیز کو۔ یعنی اللہ تعالے نے جو امر ان کے حق مین مقدر کیا تھا اور جو مکروہات انکو پہونچنا
تقدیر مین جاری ہوچکے تھے ان مین سے کچھ بھی اس طریقہ سے انپر سے دور نہو سکتے تھے۔ اِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ۔ لیکن یہ ایک
حاجت تھی یعنی شفقت ورحمت تھی یعقوب کے جی مین قَضٰىهَا کہ جسکو اُس نے پورا کیا یعنی وصیت وتاکید کردی سو یہ بات پوری کردی
گئی کہ وہ متفرق دروازون سے داخل ہوئے اس مین کوئی خلل نہین پڑا مگر اس سے کوئی مقدرات ان سے دور نہ ہوئی حتی کہ چوری کا
الزام ان کی نسبت لگایا گیا اور بنیامین کی رحل مین صاع پائے جانے سے وہ پکڑ کر لیے گیے اور یعقوبؑ پر دونی مصیبت بڑھ گئی اور
سب بیٹے اس واقعہ سے اندوہناک ہوئے اور بڑا بیٹا وہین پڑا رہا اور خود حضرت یعقوبؑ نے کہدیا تھا کہ ما اغنی عنکم من اللہ من شیٔ۔ پس
تدبیر سے تقدیر کچھ بھی دفع نہوئی اور نہ آنحضرتؑ نے اس کا قصد کیا تھا بلکہ علم قضاء وقدر وعلم اسباب دنیا وحکم پابندی طریقہ عالم اسباب سے
انھون نے اُسکو صاف کہدیا تھا۔ لہذا اللہ تعالے نے فرمایا۔ وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ اور بیشک وہ علم والا تھا۔ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ اس چیز کا جو
ہم نے اُس کو سکھلادی۔ خواہ وحی سے یا استدلال آثار سے اسی وجہ سے اُس نے کہدیا تھا کہ ما اغنی عنکم الخ اور اپنی تدبیر پر کچھ غرہ نہین کیا یا
یہ معنی ہین کہ وہ بیشک علم والا تھا بسبب اسکے کہ ہم نے اُسکو تعلیم کردیا تھا خواہ بطریق وحی یا بطریق استدلال وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لیکن بہتیرے
آدمی یعنی مشرک وکافر لوگ۔ لَا يَعْلَمُوْنَ نہین جانتے ہین تقدیر کا بھید پس تدبیر پر مغرور ہوتے ہین۔ یا۔ اکثر لوگ نہین جانتے ہین اس بھید کو
کہ یعقوبؑ جانتا تھا پھر اُس نے عالم اسباب مین حکم وطریقہ آلٰہیہ کی پابندی کی۔ اور بعض نے کہا کہ قولہ اکثر الناس لا یعلمون۔ یعنی جو ہم نے تعلیم کیا
اس سے علم نہین پایا کیونکہ فطرت سلیمہ پیدائشی کو بُت پرستی ویہودیت ونصرانیت سے بگاڑ کر حظوظ نفس وشہوات دنیا کی طرف میل کرکے
خراب کردیتے ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ بھید تو بہت سے مسلمان نہین جانتے ہین کیونکہ اسلام توحید واعتقاد معرفت صفات باری تعالے ہے
اور اس سے غافل ہین بلکہ یہ بھید بہت سے قرآن وحدیث پڑھے ہوئے نہین سمجھتے ہین کیونکہ غرض ان کی ان علوم سے ہوس دنیا اور اپنی
ناموری ہے اور حدیث صحیح مین ہے کہ آنحضرتؐ نے قرآن کی نسبت تاکید اور علم زائل ہوجانے سے تخویف فرمائی تو بعض صحابہ نے عرض کیا کہ
یارسول اللہ ہم پڑھینگے اور اپنی اولاد کو پڑھاوینگے ضائع نہ ہوگا تو فرمایا کہ ارے مین تو تجھے اہل مدینہ مین سے فقیہ جانتا تھا بھلا یہ یہود ونصاریٰ
تھے جنکے پاس توریت وانجیل تھی پھر انکو کچھ نفع دیا۔ مترجم کہتا ہے کہ افسوس کہ اسوقت اسلام مین یہی کیفیت ہے کہ علماء فقط الفاظ کیطرف متوجہ ہوگئے
اور جیسے انھون نے باطن نفس کے عیوب سے غفلت کی تو اللہ تعالے نے انکو قرآن پاک کے علم وحکمت واصلی فقہ سے محروم کردیا ایک خفیف
مثال یہ دیکھو کہ اتفاق فرض اور خیر خواہی فرض اور دلون مین نفاق باہم حرام اور ادنی گناہ سے کسی کو اسلام سے خارج کرنا حرام وغیبت حرام ہے پھر
آمین بالجہر یا رفع یدین پر یہ صورتین پیدا کرنا کسقدر فساد ہے اسی طرح علما تقوی ودین اپنا شعار رکھتے اور توحید کے معنے جانتے تو ہر ایک شرک سے جو اسوقت
بزرگ بندون کی طرف نسبت کرکے شیطان نے انکو دھوکا دیا ہے محفوظ رہتے اور اسلام خالص توحید کا نور بلند ہوتا ولکن امر اللہ قدرا مقدورا اللہم اغفر لنا
یہی ایک احسن القصص تمام مدارج کے لیے کافی ہے فی العرائس قولہ وانہ لذو علم لما علمناہ الآیہ۔ حق سبحانہ تعالے نے ظاہر فرمایا کہ یعقوب علیہ السلام
نے جو وصیت اپنی اولاد کو فرمائی تھی کہ اس تدبیر سے ابواب متفرقہ سے داخل ہون اور یہ بھی کہدیا تھا کہ مین مقدورات الٰہی تیر سے کسی تدبیر سے دور

نہین کر سکتا ہون تو یہ ہمارے نور سے دیکھ کر کہا تھا اور وہ امور قدر سے عالم اور استعمال شریعت و عقل پر مامور تھے کہ حق عز و جل کے حکم کے آگے اپنے نفس کو محتاج و عاجز رکھتے تھے لہذا اللہ تعالے نے اسکا وصف فرمایا کہ وہ ذی علم تھا اور یہ علم اس کا اپنی طرف سے نہ تھا بلکہ ہماری تعلیم سے تھا یعنی علم لدنی تھا جیسے خضر علیہ السلام کو فرمایا کہ علمناہ من لدنا علما۔ پھر علم لدنی دو قسم کا ہوتا ہے۔ اول ظاہر الغیب دوم باطن الغیب۔ پس ظاہر الغیب تو علم ہے دقائق معاملات کا اور دقائق حالات و مقامات و کرامات و فراسات کا۔ اور اس قسم مین عقل و قلب کے دخل کی گنجائش ہے۔ اور باطن الغیب چار طرح کا ہوتا ہے اول طرح علوم باطن افعال اور یہ حکمت معرفت ہے اور دوسری طرح علم صفات اور یہ معرفت خاصہ ہے تیسری طرح علم ذات اور یہ توحید و تجرید و تفرید ہے۔ چوتھی طرح علم اسرار قدم اور یہ علم فناء و بقاء ہے اور یہین انوار قدر کے سر باطن پر منکشف ہوتے ہین پس علم بطون افعال و صفات مین روح کو مجال ہے اور علم ذات مین سر باطن کو مجال ہے۔ اب رہا علم دقائق معاملات سے صفائی وقت پیدا ہوتی ہے اور علم مقامات سے صحت ارادہ و لذت محبت پیدا ہوتی ہے اور علم حالات سے شوق و عشق پیدا ہوتا ہے اور علم کرامات و فراسات سے طمانیت نفس امارہ کے سبب یاد حق کی اور سکون قلب کا بوجہ نور یقین کے پیدا ہوتا ہے اور علم بطون افعال سے قدرت مین حیرت اور لطائف الفت پیدا ہوتی ہے اور علم صفات سے انس اور جذبہ جمال و خود رفتگی نشان جلال پیدا ہوتی ہے اور علم ذات سے ازل مین محویت اور ابد مین ہوشیاری پیدا ہوتی ہے۔ اور علم اسرار قدم سے علم مجہول و حکمت مجہولہ پر وقوف پیدا ہوتا ہے اور اس کی مقتضی دو حالتین ہوتی ہین ایک حالت بیہوشی اور دوم حالت افاقہ و بیداری پس حالت بیہوشی تو مقتضی ہے کہ اس علم کا عالم اس حالت مین کچھ بھید اسی علم مجہول کی زبان سے ظاہر کرے اور یہ نطق ازلیہ کا غلبہ ہے اور بیداری کی حالت مقتضی ہے کہ گونگا خاموش ہو اور بھید کھولنے مین پوری احتیاط کرے یعنی غیر سے چھپاوے اور یہ سب ہم نے ذکر کیا دو چیزون کی مکاشفہ و مشاہدہ سے متعلق ہے پس جب عالم عارف پر ابتداے کشف کے آثار ظاہر ہوتے ہین اور مشہود مین شہود کے انوار چمکتے ہین تو اسکا سر باطن موارد صفات سے واقف ہوتا ہے اور سر السر اسکا موارد ذات سے مطلع ہوتا ہے پس سر باطن کو ہر صفت سے حق کی جانب سے بجانب حق ایک خاص راستہ معلوم ہوتا ہے اور ہر صفت کے راستہ سے جو ذوق ملتا ہے وہ دوسری صفت کے ذوق سے جدا ہوتا ہے اور سر السر کو دیدار ذات سے راہ بجانب ذات حاصل ہوتی ہے اور ایک خاص ذوق جو صفات کے ذوقون سے علٰحدہ ہے حاصل ہوتا ہے پس یہ عالم عارف مع معلومات و معروف کے خلق ربوبیت مین باقی ہوتا ہے وہی عالم ربانی ہے کما فی قولہ تعالے کونوا ربانیین جیسا کہ سابق مین بیان ہوا ہے۔ بعض مشائخ نے کہا کہ علوم پانچ طرح کے ہوتے ہین ایک وہ علم جو دنیا حاصل کرنے کے لائق ہے اقول تجارت و حرفت و صناعت و ریل و کلین وغیرہ سب اسی قسم مین داخل ہین۔ دوم وہ علم جو سلاطین کی خدمت کے لائق ہوتا ہے۔ اقول آئین و قوانین و انتظام مدن و سیاسیات اسمین داخل ہین۔ سوم وہ علم جو زینت ہوتا ہے۔ اقول منطق و فلسفہ بلکہ دنیاوی عالم جو دنیا چاہتا ہے اس مین شامل ہے چہارم وہ علم جس سے زہد و عبادت و مجاہدہ مین وساوس و خطرات شیطان و نفس سے حفظ ہو۔ اقول نیک عالم عامل جو بنظر ثواب آخرت ہو اسی مین داخل ہے پنجم وہ علم جو آزادی و انقطاع کے لائق ہو اور یہی سب سے اشرف و اعلی ہے اقول یہی عالم ربانی ہوتا ہے اور مراد آزادی سے یہ ہے کہ ہر شخص نفس کی خواہشون و اسکی مقتضیات مین علائق جسمانی سے قید ہے اس سے آزاد ہو کر خالص بندہ حق عز و جل ہو جاوے شیخ یوسف بن الحسین رح نے کہا کہ علوم مین سے وہ علم سب سے اشرف ہے جسکو بندہ اپنے مولی تبارک و تعالے سے بلا واسطہ حاصل کرے جیسے حضرت یعقوب کی نسبت فرمایا ہے لیکن اس مین اغترارات و اخطار بہت ہین اقول یعنی بسا اوقات آدمی کو کوئی علم حاصل ہوا جسکو اس نے اللہ تعالی کی طرف سے سمجھا لیکن یہ محض خطرہ نفس یا القاے شیطان ہے پس مغرور ہو کر فریب مین تباہ ہو گیا پس یہان خطرہ بہت ہے اور حضرت ابو سلیمان دارانی رح نے کہا کہ بسا اوقات مجھ کو علوم کشف ہوتے ہین مگر مین کسی کو قبول

نہین کرتا جب تک کہ کتاب وسنت دو گواہ اُسپر گواہی نہ دین۔ یہ قول شیخ کا دلیل ہو کہ کتاب وسنت مین جملہ علوم ہین ولیکن انکا حاصل ہونا بغیر بصیرت و ہدایت وصفاے قلب کے ممکن نہین ... یہی صحیح ہو آیا یہ نہین دیکھتے کہ ابتدائی عالم ہی کو اگرچہ ابھی فارغ التحصیل ہوا ہو بہت سے مدارک و اشارات نہین سوجھتے حتی کہ وہ کسی متقدمین عالم کے بیان سے سمجھکر تعجب کرتا ہو کہ بیشک یہ صحیح ہو۔ مجھے نہین سوجھتا تھا اور جو اسکو سوجھتا ہے وہ ایام تحصیل سے طالب علم کو نہین سوجھتا لہذا ہر وقت محتاج ہوکر طالب رہو اور غرہ ہوکر شیطان کے پنجہ مین تباہ مت ہو واللہ تعالےٰ ولی التوفیق القصہ

شہر مین موافق وصیت یعقوبؑ داخل ہوئے

وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰی یُوْسُفَ اٰوٰۤی اِلَیْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّیْۤ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَىٕسْ بِمَا

اور جب داخل ہوئے سب کے سب یوسف کے پاس تو اس نے جگہ دی، نیچے پاس اپنے بھائی کو کہا کہ مین تو تیرا بھائی ہون پس تو اندوہناک نہ ہو بسبب ان حرکتون کے جو

كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝

لوگ کرتے ہین۔

وَلَمَّا دَخَلُوْا اور جب داخل ہوئے گیارھون آدمی یعنی دس بھائی اور گیارھوان بھائی بنیامین سب کے سب داخل ہوئے عَلٰی یُوْسُفَ حضرت یوسفؑ کے پاس دخل علیہ لیکے پاس داخل ہوا الطریق محاورہ ہو کہ دخل کے ساتھ علی حرف لاتے ہین سراج ومعالم وغیرہ مین ہے کہ بھائیون نے کہا کہ یہ ہمارا بھائی پدری ہو ہم بموجب ارشاد کے ساتھ لائے ہین۔ حضرت یوسفؑ نے کہا کہ تم نے نیک کام کیا اور مین اسکے عوض تمہارا شکریہ عنقریب ادا کرونگا۔ پھر انکو اعزاز واکرام سے اُتارا اور انکی دعوت اپنے ساتھ کھانے مین کی اور چونکہ تمہارے تین ایک ایک کے لیے اچھا نہین ہے لہذا ہر دو آدمی کو اپنی اپنی پسند پر ساتھ بیٹھنے کو کہا تو یہ سب بھائی دو دو آدمی بیٹھ گئے اور بنیامین اکیلے رہے پس انکو افسوس ہوا کہ اگر میرا سگا بھائی یوسف ہوتا تو مین اُسکے ساتھ بیٹھتا پس بادشاہ نے کہا کہ تم تنہا مت رہو تم میرے ساتھ بیٹھو اور برابر شفقت سے اپنے ساتھ کھلاتے رہے اور رات مین ہر دو آدمیون کے واسطے ایک مکان دیا اور بنیامین کے لیے کھانے کے وقت کا واقعہ ذکر کرکے اپنے ساتھ لیا۔ اللہ تعالےٰ نے کہا اٰوٰۤی اِلَیْهِ اَخَاهُ جگہ دی اپنی جانب اپنے بھائی کو یعنی اپنے ساتھ کر لیا یا ملا لیا۔ اور منجملہ ان مین سے کسی کو معلوم نہ تھا کہ یہ یوسف علیہ السلام ہین رات مین پوچھا کہ تمہارا کیا نام ہو کہا کہ بنیامین۔ فرمایا کہ بنیامین کے کچھ معنے ہین کہا کہ ہان جسکی ماں مر گئی ہو۔ تو میری ماں نے بچہ چھوڑ کر انتقال کیا تھا اور سب حال اپنے بھائی کا بیان کیا اور یہی وجہ ظاہر کی کہ یہ لوگ مجھ سے بے مہری کرتے ہین اور باہم زیادہ متفق ہین اور اگر میرا بھائی سگا ہوتا تو وہ مجھ سے الفت کرتا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے ضبط نہ کیا اور نقاب خفا سے ظاہر ہوکر گلے لگا لیا اور فرمایا کہ قَالَ اِنِّیْۤ اَنَا اَخُوْكَ مین ہون تیرا بھائی یوسف فَلَا تَبْتَىٕسْ پس تو غمگین مت ہو۔ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ بسبب ان حرکات کے جو یہ لوگ کرتے ہین۔ ظاہر ان ایام کی سرد مہری وایک طرح کی کشش کا اشارہ کیا۔ یا انکے سابقہ اعمال وافعال کا تذکرہ کیا اور کرم ذاتی سے اس سے چشم پوشی کا اشارہ کیا بوجہ اس انعام وفضل کے جو اللہ تعالےٰ نے کیا تھا بعض نے کہا کہ ابھی اُنسے صرف یہی کہا تھا کہ مین بجاے تیرے یوسف کے تیرا بھائی ہون ولیکن مجھے وجہ معلوم نہوئی صحیح وہی ہو جو شیخ ابن کثیر وغیرہ جماعت نے لکھا کہ ظاہر کر دیا تھا کہ مین یوسف ہون اور اپنے پاس رکھ لینے کا طریقہ بھی بتلا دیا اور تاکید بھی کر دی کہ کسی سے اطلاع نہ دیوے۔ مترجم کہتا ہو کہ وحی الٰہی تعالےٰ سے انکو اظہار عام کا اور والد وعیال کے بلانے کا ابھی حکم نہ ملا تھا اور اللہ تعالےٰ کی حکمت اس مین وہ ہے جسکو وہ خوب جانتا ہو ف فی العرائس قولہ ولما دخلوا علی یوسف الآیۃ یوسف علیہ السلام خوف ہوا کہ اچانک بنیامین کو اطلاع دینے سے شادی مرگ کا خوف ہے لہذا بتدریج اطلاع دینے کے لیے انکو اپنے مین ملایا اور اسمین یہ بھی

ہوا کہ ہر ایک نے اپنے پیارے بھائی کو اپنے ساتھ کر لیا اور بنیامین تنہا رہ گئے تو انکو فراق یوسف و غم و الم تنہائی کی قدر ظاہر ہوئی پس اپنے ساتھ کرنے سے فی الجملہ ان کی وحشت کم ہوئی مگر خیال ہوا کہ یہی چند روزہ ہے پھر انکشاف حال سے سرور مزید ہوا۔ مسافر آدمی کی تنہائی ایک روز قبر میں ضرور ہے اور اعمال حسنہ بصورت یوسف جب اس کے انیس ہون تو قدر خوشی کا اندازہ کرنا چاہیے فافہم شیخ اُستاد رح نے کہا حدیث محبت کی اقسام ہین۔ یعقوب علیہ السلام کو دیدار یوسف ع کا اشتیاق ہوا تو برسون حزن و غم مین پڑے رہے اور یوسف ع کو دیدار بنیامین کا شوق ہوا تو بہت جلد انکو نصیب کیا گیا یہی حال ہے بعض سے رفق و نرمی کا برتاو ہے اور بعض مبتلاے بلا رہے۔ کہا جاتا ہے کہ اگر چشم یعقوب ع کو فراق بنیامین سے پریشانی ہوئی تو چشم یوسف کو راحت ہوئی پھر شیخ استاذ نے کہا کہ یہی حال آفتاب کا دیکھو کہ ایک قوم سے غروب ہوتا ہے اور دوسری قوم پر طلوع کرتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ شیخ رح کے نزدیک زمین شکل مدور ہے ورنہ اسکی کیا صورت ہوگی کہ آفتاب ایک قوم سے غروب ہو اور دوسری دن پر طلوع کرے فافہم القصہ جب بنیامین کو اس راز سے آگاہ کر دیا تو انکو اپنے پاس رکھنے کی تدبیر سے آگاہ کیا اور ظاہر اوحی و الہام سے اسکا پورا ہونا معلوم ہوا ہوگا اور ظاہر یہ ہے کہ جن مکانون مین انکو اُتارا تھا ہر ایک کے پاس ضرورت و آسایش کے سامان بہم پہونچا دیے ہونگے اسطرح کہ اگر ان چیزون مین سے کوئی چیز چرانا چاہے تو ممکن ہو اسی واسطے سقایہ بنیامین کی رحل مین چوری کی صورت پر محمول ہوا جیسا کہ اللہ تعالے نے آگے بیان فرمایا بقولہ عز و جل

فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ أَيَّتُهَا الْعِيرُ إِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ ۝

پھر جب پورا کر دیا انکا سامان تو رکھدیا سقایہ اپنے بھائی کے رحل مین پھر آواز دی پکارنے والے نے کہ اے قافلہ والو تم چور ہو

قَالُوا وَأَقْبَلُوا عَلَيْهِمْ مَاذَا تَفْقِدُونَ ۝ قَالُوا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَاءَ بِهِ حِمْلُ بَعِيرٍ

کہنے لگے اور انکی طرف متوجہ ہوگئے تھے کہ تم کیا کھو یا ڈھونڈھتے ہو بولے کہ ہم ڈھونڈھتے ہین بادشاہ کا صواع اور جو کوئی اسکو لاوے اسکے لیے ایک اونٹ اناج ہے

وَأَنَا بِهِ زَعِيمٌ ۝ قَالُوا تَاللَّهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْأَرْضِ وَمَا كُنَّا سَارِقِينَ ۝

اور مین اسکا ذمہ دار ہون بولے کہ قسم اللہ تعالی کی تم جانتے ہو کہ ہم نہین آئے اسواسطے کہ زمین مصر مین فساد کرین اور ہم چور نہین تھے۔

فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ علماء نے کہا کہ یہان فاء تعقیب کا لانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بھائی کے حاصل ہونے کے بعد ان لوگون کا زیادہ ٹھہرانا مقصود نہ تھا بخلاف سابق کے کہ اسوقت تحقیق حال کی غرض تھی لہذا اس مرتبہ جلدی سے سامان کر دیا اور بھائی سے یہ تدبیر بتلادی کہ سقایہ تیرے کجاوہ مین رکھدیا جاویگا جس سے تجھپر چوری کا الزام عائد ہو چونکہ کوئی ضرر پہونچانا مقصود نہ تھا لہذا خود یہ پیمانہ بنیامین کے کجاوہ مین سب سے پوشیدہ رکھدیا بقولہ تعالی جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ رکھدیا سقایہ اپنے بھائی کی رحل مین۔ اور قافلہ مع بنیامین کے روانہ ہو گیا کہتے ہین کہ آبادی سے باہر نکلا تھا۔ ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ پھر پکارا ایک پکارنے والے نے کہ أَيَّتُهَا الْعِيرُ إِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ۔ اے قافلہ والو تم چور ہو۔ یعنے تمنے ہمارا ایک مال چرایا ہے۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ اکثرون کے قول مین سقایہ چاندی کا تھا اور بعض نے کہا کہ سونے کا تھا۔ ابن زید نے کہا کہ اسمین پانی پیا جاتا ہے ولیکن اسوقت اناج کی عزت سے اس سے ناپا جاتا تھا یہ قول ابن عباس رض کا اور مجاہد و قتادہ و ضحاک و عبد الرحمن بن زید کا ہے۔ سعید بن جبیر سے روایت کی کہ صواع الملک چاندی کا تھا اس سے پانی پیتے تھے اور جتنا تھا جتنا عرب مین مکوک ہوتا ہے اور حضرت عباس رض کے پاس اسلام سے پہلے ایسا ہی پیالہ تھا۔ سراج مین لایا کہ ابن عباس رض نے کہا کہ زبرجد کا تھا اور ابن اسحق نے تاریخ مین کہا کہ چاندی کا تھا اور عکرمہ نے کہا کہ چاندی کا مرصع بجواہر تھا اور حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کٹورے کو پیمانہ بنا دیا تھا تاکہ پیمانہ مختلف کرکے خیانت نہ کیجاوے

نصف الجزء ۱۳

اور خود اس سے پانی پیا کرتے تھے۔ رازی رح نے تفسیر کبیر مین کہا کہ یہ بات بعید ہے کہ بادشاہ کے کٹورے کو کیال بنایا جاوے۔ مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک بادشاہ نے منجملہ اسباب ثروت وعزت کے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیا ہوگا مگر آپ چاندی کے استعمال سے کراہت کر کے اس کام مین لاتے ہونگے اور اگر بنظر عدل پانی پینے کے برتن کو کیال کیا جاوے تاکہ خیانت کو راہ نہو جایز ہے کچھ بعید نہین ہے اور حضرت یوسف پیغمبر کی بادشاہت کو دنیاوی سلطنت پر قیاس نہ کرنا چاہیے اور شاید کہ بادشاہ نے بعد ایمان کے اسکو ترک کر دیا ہو جو اس کام مین لایا گیا ہو۔ اور بعض نے بوجہ ظاہری استبعاد کے کہا کہ وہ جانورون کے پلانے کا تھا اور رازی نے کہا کہ اتنا گران قیمت جانورون کے لیے بھی بعید ہے مترجم کہتا ہے کہ بیشک۔ اور رازی رح نے کہا کہ میرے نزدیک زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ صاع ایک چیز تھی جسکی کچھ قیمت تھی مگر نہ اس حد تک جو اہل روایات قصہ نے ذکر کی ہے مترجم کہتا ہے اصلی بات تو اللہ تعالے جانے لیکن کم قیمت چیز کے لیے اتنا اہتمام بھی بعید ہے اور بادشاہ کی طرف نسبت کرنا بھی مضحکہ ہے اور لکھا کہ سقایہ وصاع ایک ہی ہے مین کہتا ہون کہ صاع اگر درحقیقت پیمانہ ہی تھا تو اسکو سقایہ کیون کہا گیا ہے تو بعضون نے اسی خیال سے کہدیا کہ اسمین جانورون کو پانی پلایا جاتا تھا مگر مترجم کے نزدیک یہ البتہ مستبعد ہے کہ اسکو صواع الملک کہکر بادشاہ کیجانب نسبت کیا جاوے واضح ہو کہ زجاج رح نے کہا کہ صواع بعینہ صاع ہے اسکو مذکر ومونث دونون طرح بولتے ہین اور یہی سقایہ ہے اور ابن عباس سے روایت ہے کہ جس سے پیا جاوے وہ صواع ہے اور بعض نے کہا کہ جس سے ناپا جاوے وہ صواع ہے اور یہ لفظ مفرد ہے اور جمع اسکی اصوع ہے اور کبھی صواع بھی جمع بولتے ہین اور صیعان بھی جمع لاتے ہین اور یہان آٹھ قرأت ہین ازانجملہ صوع وصیاع وصاع ہے اور مترجم کہتا ہے کہ بعض نے صواع کو یہان جمع سمجھکر توجیہات رکیکہ بیان کین مثلاً کئی صاع کے برابر پیمانہ تھا سو جب صواع نام ہوا مین کہتا ہون کہ دوسری قرأت صاع کی موجود ہے تو اسی پر حمل کرنا موافق باصول تفسیر ہے علاوہ برین سقایہ اتنا بڑا نہین ہو سکتا اور شاید کہ دور شراب کے لیے ہو لیکن بادشاہ کی مجلس والون کے لیے ہوگا نہ خاص بادشاہ کے لیے بہرحال اصلی مقصود یہ ہے کہ سقایہ اور صواع ایک چیز ہے اور وہ کسی قدر بیش قیمت تھا۔ اب رہا بیان دو باتون کا اول یہ کہ بنیامین کی رحل مین کس نے رکھا۔ اور اس طریقہ سے انکو سارقین کہنا روا تھا یا نہین۔ اور عیر کے کیا معنے ہین جاننا چاہیے کہ عیر کے معنے یہان قافلہ۔ اور ابو الہیثم نے کہا کہ اونٹ وگدھا وخچر جسپر لاد وسواری ہو وہ عیر ہے اور کہا کہ جس نے فقط اونٹ سے خصوصیت سمجھی اسکا قول باطل ہے مین کہتا ہون کہ لاد وسواری مین تو گھوڑے بھی داخل ہونگے اور شاید خاص گھوڑے نہون اور فراء نے کہا کہ اونٹ تھے اور مجاہد رح سے روایت ہے کہ گدھے تھے مترجم کہتا ہے کہ ایسے جانور تھے کہ عیر بولنا صحیح ہے زیادہ بحث بیکار ہے اور مراد یہان اصحاب العیر ہین جیسے آنحضرت صلعم نے کہا کہ یا خیل اللہ ارکبی یعنی اللہ تعالی کے خیل سوار روانہ ہو۔ حالانکہ خیل یعنی گھوڑون سے انکے سوار مراد ہین۔ اب مقام اول مین کلام اسطرح ہے کہ ظاہر نص قرآنی تو یہ ہے کہ جعل السقایۃ فی رحل اخیہ خود حضرت یوسف ؑ نے سقایہ اپنے بھائی کی رحل مین رکھا تھا۔ اور یہ امر ایسا ہے کہ اسکے جائز ہونے مین کچھ شبہہ نہین ہے اور بھائی نے باوجود علم کے اسکو رہنے دیا واپس نہ کیا تو یہ باجازت خاص تھا پس انپر بھی الزام نہین ہے شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ جب جلدی سے ان سب کا جہاز پورا کر دیا اور انکے اونٹ اناج سے لاد دیئے تو اپنے بعض فتیان یعنی غلامون یا اناج بھرنے والون وناپنے والون کو حکم دیا کہ بنیامین کے رحل مین سقایہ رکھدے۔ اور سراج مین لکھا کہ خود رکھدیا یا بعض فتیہ کو حکم دیا کہ رکھدے۔ اور لکھا کہ روانگی کے بعد تھوڑی دیر تامل کیا پھر آدمی بھیجا کہ انکو پکارے اور ٹھہراوے۔ اب کلام امر دوم مین اسطرح ہے کہ انکو سارق کہنا جائز تھا یا نہین تو بعض نے جواب دیا کہ انھون نے بطور استفہام کے کہا ہے یعنی کیا تم چور ہو۔ اصلی سوال یہان یہ ہے جو کبیر وغیرہ مین مذکور ہے کہ یہ آواز دینا بحکم آنحضرت تھا یا نہین۔ اگر تھا تو انکو یہ عیب لگانا آنحضرت کی شان کے لائق نہین اور اگر نہ تھا تو انکی جرأت ظاہر کر دینی چاہیے تھی اور جواب اسکا کئی طور پر دیا گیا۔ اول آنکہ جب آنحضرت نے اپنے بھائی سے کہا کہ انکو جدا نہ کرونگا اور ابھی یہ بعید بھی ظاہر نہوگا تو اس کی تدبیر کرنی چاہیے اسطرح کہ تجھکو ایسی چوری کی جانب

Marfat.com

نسبت کیجاوے جو ظاہر حال مین تیر سا در پہ عائد ہوا ور درحقیقت تو اس سے بری ہو بنیامین نے رضامندی ظاہر کی تو اب یہ گناہ نہوا۔ اقول منادی نے سب کو سارق کہا ہی تو شاید یہ باجازت آنحضرت نہو۔ دوم جواب یہ کہ انکو سارقین کہا اور یہ صاف نہین کہا کہ کس چیز کے سارق ہوا اور غرض یہ کہ چوری سے تم نے باپ سے خفیہ یوسف کو بیچ ڈالا پس بطور تعریض کے یہ لفظ کہا اقول اس صورت مین سارق سے اصطلاحی چور کے معنے نہین لیے بلکہ خفیہ چوری چوری حرکت کرنے والے مراد لیے کیونکہ حضرت یوسفؑ مال نہ تھے جنکا چُرانا متحقق ہو علاوہ اسکے باپ کے پاس سے چُراکر نہ لائے تھے سوم یہ کہ منادی نے بطریق استفہام انکو چور کہا تو یہ کذب یا بہتان نہین ہی رازی ؒ نے کہا کہ اقرب بظاہر حال یہ ہی کہ ان لوگون نے اپنی طرف سے ان لوگون کو چور کہا ہی مترجم کہتا ہی کہ درحقیقت تو اہل علم کے نزدیک یہان کوئی تردد نہین ہی لیکن عوام کو اصلی حقائق تک نظر نہین اور ورنہ انکو ایسا بعید ظاہر کرنا علماء ربانی جائز رکھتے ہین لہذا ان اوہام کو حل کرنا ایسے طریقہ سے کہ عوام کی سمجھ مین آجاوے مناسب ہی تو مترجم ان علماء کے اقوال و انکے اشارات سے استنباط کرکے ملخص لکھے دیتا ہے جہان تک کہ اسکی نظر کام کرتی ہی اور تحقیقی علم تو اللہ تعالیٰ کو ہی اور اسکی تعلیم سے علمائے ربانی کو ہی و فتح ہو کہ سقایہ آنحضرتؑ نے باجازت و رضامندی و مشورت خاص کے بدون کسی کی اطلاع کے بنیامین کے کجاوہ اور بار مین رکھدیا پھر جب قافلہ روانہ ہوا کچھ دور گیا ہوگا کہ یہان کارپردازان انبارخانہ کی خود خبرگیری سے یا آنحضرتؑ کے اشارہ سے صواع کی تلاش ہوئی۔ یہ لوگ تلاش کرکے آخر اسی بات پر جمے کہ قافلہ والون کی حرکت ہی وہ لوگ غریب مین اور یہ صواع بیش قیمت ہی انھون نے لالچ مین اسکو چُرایا ہی خواہ سب نے مشورہ سے یا انمین سے بعض نے مگر باہمی رفاقت بلکہ قرابت سے سب ہی کی جانب احتمال ہوا اور ممکن ہی کہ اسی حیلہ کی وجہ سے آنحضرتؑ نے اپنا لغاہ یہ خاصکر ان لوگون نے احمال بھرنے کے لیے دیدیا ہو پس روانگی کے پیچھے کارپردازون کا افسر مع چند آدمیون کے دوڑ گیا اور شاید کہ آنحضرتؑ نے کہا ہو کہ انھین قافلہ والون مین سے کسی کے پاس ہوگا اور یہ نہین ہی کہ خود آدمی بھیجکر آواز دلوائی ہو پس منادی نے جاکر آواز دی کہ ٹھہرو اے قافلہ والو تم چور ہو یعنی چور معلوم ہوتے ہو کیونکہ اسکو کسی طرف احتمال نہ رہا تھا سوائے انکی جانب کے اور قرآن مجید مین کوئی حرف ایسا نہین ہی جس سے یہ ثابت ہو کہ آنحضرتؑ کے حکم سے منادی نے انکو پکارا اور یہ الفاظ کہے ہین بلکہ صرف یہ ہی کہ آنحضرتؑ نے سقایہ اپنے بھائی کی رحل مین رکھدیا پھر مذکور نہین کہ قافلہ اس سے کتنی دیر بعد روانہ ہوا اور کب تلاش کرنے والون کو اطلاع ہوئی بلکہ قولہٗ ثم اذن موذن۔ مذکور ہی جس سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ رحل مین رکھدینے کے بعد کسی وقت پکارنے کا واقعہ ہوا ہی اور روانگی قافلہ یہان قرینہ سے سمجھا جاتا ہی حتی کہ بعض اہل قصہ نے ذکر کیا کہ قافلہ ایک منزل نکل گیا تھا اور نظم جواہر قرآنی سے یہ بھی ثابت نہین ہوتا کہ روانہ ہوگیا تھا بلکہ احتمال ہی کہ شاید قافلہ کی صورت مجتمع ہوگئی ہو اور مقام فرود سے علیحدہ ہو پس منادی نے جب انھین پر شبہ قوی کرلیا تو ان کو اسطرح پکارا کہ میشک تم چور ہو اور یہ بول چال ہی شاید یہ مراد ہو کہ تمھین اس برتن کے چور معلوم ہوتے ہو کیونکہ ہنوز تحقیقات نہین ہوئی تھی معالم و سراج وغیرہ مین لایا کہ منادی نے قریب پہونچکر ملامت کرنی شروع کی کہ ہم نے تو بادشاہ کی توجہ سے تمھاری بہت خدمت و مدارات کی اور تمھارے سامان و لداوے کو درست کردیا اور تمھاری وہ خاطر کی جو اورون کی نہین کرتے تھے۔ قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ کہنے لگے یہ قافلہ والے درحالیکہ متوجہ ہوگئے تھے پکارنے والے و اسکے ساتھیون کیطرف کہ تم نے کیا گم کیا جسکو ڈھونڈھتے ہو۔ کیا چیز گم ہی جسکے چُرانے کا ہماری جانب احتمال ہی اور انکی طرف متوجہ ہونے سے شاید یہ مراد ہو کہ ٹھہر کر انکی طرف منہ کیا اور شاید کہ مڑکر انکی جانب آنے لگے یہی مناسب و ٹھیک معلوم ہوتا ہے پس جب آدمیون سے انھون نے دریافت کیا تو قَالُوْا موذن و انکے ساتھیون نے کہا کہ۔ نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ صواع بادشاہی ہم سے گم ہوا اسکی ہم تلاش کرتے ہین۔ بادشاہ کی جانب صواع کی نسبت کرنے سے اپنا اضطراب و تلاش کا اہتمام ظاہر کیا اور ہر طرح سے ملجانے کی کوشش کی چنانچہ قافلہ والون سے کہا کہ۔ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ اور جو کوئی اس صواع یعنی سقایہ کو لاوے۔ حِمْلُ بَعِيْرٍ اسکے لیے ایک اونٹ بھر اناج ہے

یعنی جو کوئی اسکو تلاش کرکے یا جسکے پاس ہو اسکو دیدے تو اُسکو ایک اونٹ بھر اناج دیا جاویگا جیسے ان لوگون کو وعدہ دیا کرتے ہین جنپر چوری کا
احتمال ہوتا ہی۔ اور غالبًا یہ وعدہ اسوجہ سے دیا ہو کہ احتمال ہی کہ ان لوگون نے اسکو کہین رکھدیا یا کسی کے حوالہ کر دیا یا ضائع کرنے کی غرض سے
کہین پھینک دیا ہو اور شاید کہ وعدہ دینا باجازت بادشاہی ہو یا اس سردار نے بخوف اپنی ذمہ داری کے اپنے پاس سے یہ تاوان اُٹھانا
منظور کیا ہو اور اول کا قرینہ یہ ہے کہ اُسنے کہا کہ وَاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ اور مین اس اونٹ بھر اناج ملنے کا زعیم یعنی کفیل ہون جو لاوے اس کو مین
ادا کرونگا پس ممکن ہی کہ مثل خیالات عام کے اُسنے خود وعدہ کیا اور خود ہی اسکے پورا ہونے کا ذمہ دار ہوا۔ اور مترجم کہتا ہی کہ شاید اُس نے
صواع کی نسبت اپنی ذمہ داری کا ذکر کیا اور ضمیر بہٖ راجع بصواع ہو یعنے حال یہ ہی کہ مین اس صواع کی ضمانت مین ماخوذ ہون اسی واسطے
موذن کا لفظ واحد تھا پھر علیہم وقالوا کے ضمائر جمع مین لشمول ان لوگون کے جو سردار مذکور کے ساتھ تھے پھر ضمانت کرنے مین اسکو تنہا کر دیا کیونکہ
سردار اس کا ضامن ہی اور شاید کہ یہ ٹھیک شرع پر گفتگو ہو لہذا بیضاوی وغیرہ نے کہا کہ اس قول مین دلیل ہی کہ کام کا جعل دینا اور جعل کی
ضمانت کرنا کام پورا ہونے سے پہلے جائز ہی مترجم کہتا ہی کہ مطلب یہ ہی کہ ضمانت تو حق واجبی کی ہوتی ہی اور ہنوز کام پورا نہین تو جعل واجب نہین ہوا تو
ضمانت نہونی چاہیے ولیکن یہان نص سے ثابت ہوا کہ جائز ہی سراج مین لایا کہ مجاہد رحمہ نے کہا کہ یہ زعیم وہی ہی جسنے آواز دی تھی اور زعیم کے معنے کفیل مین
اور لکھا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہی کہ کفالت انکی شرع مین جائز تھی اور معالم وغیرہ مین کہا کہ آنحضرت نے فرمایا کہ الزعیم غارم یعنی جو کوئی کفالت کر لے
وہ تاوان بھرنے کا ذمہ دار ہی مسئلہ جو بات سابق اُمتون مین مشروع تھی جب ہماری شرع مین اسکا مقرر رکھنا وارد ہو تو کیا وہ ہمارے واسطے شرع ہوگی
یا نہوگی تو سراج مین لکھا کہ اس مین اختلاف ہی اور قوی یہ ہی کہ ہماری شرع نہوگی مترجم کہتا ہی کہ۔ یہ سہو ہی اور صحیح مسئلہ یہ ہی کہ جو بات کہ اگلی امت مین شرع
تھی اگر ہماری شرع مین اسکو مقرر رکھا گیا تو ہمارے واسطے بسبب تقریر شارع کے خواہ وہی شرع ہی جیسا کہ بعض کا قول ہی یا جدید مستقل طور پر شرع ہی جیسا
کہ بعض دیگر کا قول ہی اور مثال اسکی قصاص ہاتھ پاؤن دانت کان آنکھ ناک ہی کیونکہ نص اسپر قولہ تعالیٰ کتبنا علی بنی اسرائیل ان النفس بالنفس الآیہ ہی
اور دلالت آیت اور صحاح احادیث سے جبکہ مقرر ہوئی تو ہماری شرع بھی یہی ہی۔ اور اگر ہماری شرع مین اسکی تقریر نہ کی گئی تو اسمین اختلاف ہی اور
راجح یہی ہی کہ وہ ہمارے واسطے شرع نہوگی یہان تفسیر کبیر وغیرہ مین ایک سوال مذکور ہی کہ یہ کفالت کیونکر صحیح ہوگی حالانکہ چور سزا کا مستحق ہی نہ
اس عوض کا۔ اور جواب دیا گیا کہ وے لوگ درحقیقت چور نہ تھے بلکہ بصورت گویا گم شدہ چیز کے واپس لانے کی ہی تو جعل کے مستحق ہوئے۔ جواب یہ ہے
کہ ایسی کفالت اُسوقت مین جائز ہو اور مترجم کہتا ہی کہ یہ کچھ نہین ہی اور صحیح جواب یہ ہی کہ اسنے یہ نہین کہا کہ چور اگر واپس دیدے تو اسکو یہ قدر انعام دیا جائیگا
بلکہ اسنے یہ کہا کہ جو کوئی اسکو لادیوے تو یہ شخص گم شدہ چیز کا لادینے والا ہوا چنانچہ جب ایسے شخص سے وعدہ کرتے ہین جسپر چوری کا احتمال ہی تو اسکو چور کی
حیثیت سے انعام دینے کا وعدہ نہین ہوتا ہی اسی واسطے جب چور پر چوری ثابت ہو جاوے تو کچھ نہین پاتا ہی۔ اور یہ اور زیادہ بعید ہی کہ اسوقت مین ایسی کفالت
چور کے حق مین جائز ہو اور یہ گفتگو جس عرف پر مبنی ہے وہ ابتک شائع ہی فافہم واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ القصہ منادی انکو ساتھ لیے ہوئے شہر مین واپس آیا
اور تحقیقات کے لیے بادشاہی حضوری مین پیش کیا اور اہل قافلہ نے جواب مین ان لوگون سے کہا کہ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ قسم اللہ تعالیٰ کی
بیشک تم جان چکے ہو بسبب تجربہ ہماری امانت و دیانت کے دیقراین احوال کہ مَا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْاَرْضِ تم نہین آئے ہین اس غرض سے کہ
فساد پھیلاوین زمین مین یعنی ملک مصر مین۔ بلکہ فقط تنگی قحط کی وجہ سے صلاحیت کے ساتھ اناج لینے کو آئے ہین۔ اور جو تم نے ہم کو سارقین کہا
یعنی یہ عیب ہمارے واسطے ایک وصف مذموم کی طرح ثابت کر دیا اور کہا کہ تم سارقین ہو تو۔ وَمَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ اور ہم کبھی چور نہ تھے تو یہ وصف تو
اسی کے واسطے ہو سکتا ہے جسکی عادت ہوئی ہو حالانکہ ہمنے ایک مرتبہ بھی چوری نہین کی ہے۔ بعض نے روایت کی کہ انھون نے مصر مین داخل

ہوتے وقت اپنے جانورون کے منھ مین توبڑے دیدیئے تھے تاکہ کسی کے کھیتی مین منھ نہ ڈالین بعض نے کہا کہ بضاعت جو انکے رحال مین رکھ دی گئی تھی واپس کر دی بعض نے کہا کہ مشہور تھے کہ ناحق یا صدقہ کوئی چیز نہین لیتے ہین رازی وغیرہ نے کہا کہ یہ روایات معلوم نہین کس قسم کی ہین اور صدقہ کی حرمت فقط مخصوص بسرورِ عالم سید اولاد آدم محمد مصطفےٰ اور آپ کی آل طاہرین کیواسطے ہی چنانچہ توریت وغیرہ مین آپ کی یہ پہچان مذکور ہے پس روایت کا بے اعتبار ہونا اس سے ظاہر ہی اور مقصود ایسے کلام سے تاکید برات ہوا کرتی ہی ف فی العرائس قولہ فلما جہزہم بجہازہم جعل السقایۃ فی رحل اخیہ شیخ نے اس آیت کی اشارات مین سے بعض لطائف کا ذکر کیا کہ حق تعالے نے اپنے لطف سے برادران یوسفؑ پر بھی اس واقعہ مین بعضی ایسی باتین طاری کر دین جس سے کسی قدر وہ ظلم انپر سے کم ہو جسکے وہ تفریق یوسف کیوقت مرتکب ہوئے تھے یعنی وہ بھی اس واقعہ مین چور بنائے گئے اور خفیف ہوئے۔ پھر اس بات مین یوسفؑ بھی بھائیون کے ساتھ شریک کیے گیے کہ باپ سے ایک اولاد جدا کر دین کیونکہ بدون کسی اطلاع کے بنیامینؑ کو گرفتار کر کے رکھ لیا اور مترجم کہتا ہی کہ شاید بنیامینؑ بھی باختیار خود شریک ہوئے کیونکہ یہ ظاہر تھا کہ انکی جدائی سے حضرتؑ کو ملال ہوگا اور مترجم کہتا ہے کہ اسوقت مین جبکہ بنیامین پاس آگیا تھا کیا وجہ ہوئی کہ اس راز سے حضرت یعقوبؑ کو آگاہ نہ کیا تاکہ انکو کچھ بھی ملال نہوتا بلکہ نہایت خوشی ہوتی پھر مترجم کہتا ہی کہ حکمت بالغہ الٰہیہ کے اسرار ایسے نہین ہین کہ عوام انکو ادراک کرین اور بعضے حالات سے خواص بشر بھی محجوب ہو جاتے ہین جیسے قصہ خضر و موسیٰؑ سے مین کہ موسیٰ باہمہ نور و نظر شد ازان محجوب تو بی پر مپر۔ اور کیا کوئی شخص اس مقام پر غلطی سے یہ کہہ سکتا ہی کہ حقوق والدین ایذا ہی وقد قدر رسول اللہ صلعم من الکبائر الاشراک باللہ وعقوق الوالدین فلما سلبوا یوسف عن کنفہ آذوا اباہم ایذاء عمی فیہ ولما سلب یوسف بنیامین عنہ آذاہ مع قدرتہ علی تقریر عینہ بالوصال فہذا العقوق بس کلام کو یہان تنگی ہی اور اخلاص کے لیے مقرب بندے حق عزوجل نے پیدا فرمائے ہین وقد قال تعہ ان کان آباؤکم وابناؤکم الآیۃ اور سلیم فطرت وعرفان نظر محض رضاے حق عزوجل ہی اور بندہ رسول محض وحی الٰہی تعہ سے کام کرتا ہی اور بندگان امت باتباع شریعت اپنے نفسون کو رذائل اخلاق سے پاکیزہ کرتے ہین اور ان دونون کے درمیان ہفتاد سالہ راہ ہی اور یہ تو وہ وقت ہی کہ حق عزوجل نے صم و بکم ملوک الارض کر دیے ہین اور دنیا انکے واسطے سہل و آسان کر دی گئی ہی اور زمین کوئی نہین کہ جسکو نورانی عقل تک رسائی ہو ولیکن اہل توحید بھی گنتی کے ہین والسلام شیخ نے کہا کہ یہان ایک لطیف اشارہ اور ہی کہ اللہ تعہ نے جسکو ازل مین اپنی محبت و معرفت و مشاہدہ کے لیے پسند کر لیا ہی اور خطاب ارواح مین اسکو قبولیت جواب سے سرفراز کیا ہی اسپر دوجہان کی ملامت آسان کر دی ہی اور مراد ملامت سے یہان یہ ہی کہ اتباع حق تعہ مین دنیا سے بیکار و مجنون و حقیر و فقیر وغیرہ بہت سے الفاظ اسکی نسبت مستعمل ہوتے ہین اور مبدا انکی تحریک کا شیطان بزبان انسان ہی پس وہ ایسی ملامت کو بخوشی خاطر نہین بلکہ برضاے حق عزوجل برداشت کرتا ہی کیونکہ ان لوگون مین خاطر کی خوشی خلاف اخلاص ہی پس دیکھو کہ آدم کو برگزیدہ کیا پھر تحمل امانت مین اسکو ظلوم جہول قرار دیا اور کس خوشی کے ساتھ یہ خطاب عالی برداشت ہوا پھر اسکی خواہش کو درخت کا پھل کھانے پر جوش دیا اور اُسنے کہا یا اب لقولہ عصے آدم ربہ فغوی کا خطاب دیا اور یہ درحقیقت اکرام ہی بخلاف فرعون کے کہ اسکو ناکسان دنیا مین ربکم الاعلی سے مشہور و معروف کر دیا اور یہ قہر و ذلت ہی چنانچہ کس خواری سے ہلاک کیا۔ دیکھو یوسفؑ نے بنیامینؑ کو کشف جمال وصال سے اپنے ساتھ منضم کیا پھر سارق کے خطاب کے بعد اپنے ساتھ باقی رکھا۔ قولہ ایتہا العیر انکم لسارقون تمنے امانت مین سرقہ کیا اور حقوق اُخوت کو ضائع اور باپ و بھائی کے ساتھ جو کیا تو اسکے بعد صلاحیت ضائع ہوئی تو جملہ اسکے اضداد سے اتصاف ہو سکتا ہے کیونکہ جنے حقوق خالق مین خیانت کی اسکا دیانت مخلوق کا دعوی غیر مسلم ہی جعفرؒ نے کہا کہ لسارقون پر عنایت ان وقائع سابقہ کی ہے جو دربارہ یوسفؑ اُنسے سرزد ہوئے یعنی جو تمنے اپنے باپ سے دربارہ یوسف کیا ہی وہ خیانت لازمہ ہی کہ تم سارق سے متصف ہوئے بعض نے کہا کہ تمنے عقوق الد مین خیانت کی کہ درجہ عقوق تک یہ فعل پہونچگیا علی بن موسی الرضا عن ابیہ عن جعفر الصادقؑ جسنے اپنے قلب کو اپنے رب سے چرایا وہ قیامت مین ایسا سارق

کہکر پکارا جائیگا اور ہر چور کی سزا ہاتھ کاٹا جانا بس انقطاع یمین اسکے حق مین لازم ہو اور وصل اسکا یسار سے رہیگا اور اصحاب یمین اصحاب جنت ہین
اور اصحاب شمال اہل النار ہین اور جو شخص کہ وصال کے لائق نہو وہ جو نیکی کرے گناہ ہو مترجم کہتا ہو کہ یہ معرفت بہت نفیس ہو کہ جسنے ایمان ترک کیا وسکی
ہر نیکی معصیت ہو اور جو قانون بحکم الٰہی نہو وہ ظلم ہو۔ استاد رح نے کہا کہ بنیامین نے جو آرزوے وصال پائی اسکے مقابلہ مین ہر ملامت انکو خوشگوار
آئی اور ہر ملامت ایک زبد البحر ہو جسکو مثل دنیا کے فنا ہو جود اور ہر نکوئی آب بحر ہو کہ ہر ملامت کا وجود اس مین معدوم اور جواہر وصال موجود
والسلام۔ القصہ جب پکارنے والے اور اسکے ساتھیون نے انکو ہر طرح کا وعدہ دیا اور کفالت کی مگر انھون نے کوئی اقرار نکیا اور تہدید و ملامت کی
اور انکی طرف سے کوئی جواب نہ ملا سوائے اسکے کہ تم خود جانتے ہو کہ ہم اہل صلاح و تقوی ہین اور ہم سارق و مفسد نہین ہین تو انھون نے فیصلہ چاہا کما قال تعالیٰ

قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ ۝ قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ؕ

بولے پھر کیا سزا ہو اسکی اگر تم جھوٹے ہو کہنے لگے اسکی سزا یہ کہ جسکے بوجھ مین پائے جاوے وہی اسکے بدلہ مین

كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ

ہم یہی سزا دیتے ہین گنہگارون کو پھر شروع کیا یوسف نے انکی خرجیان دیکھنی پہلے بھائی کی خرجی سے پیچھے وہ باسن نکالا خرجی سے اپنے

اَخِيْهِ ؕ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ؕ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ نَرْفَعُ

بھائی کی یون داؤ بتادیا ہم نے یوسف کو ہرگز نہ لے سکتا اپنے بھائی کو انصاف مین اس بادشاہ کے مگر جو چاہے اللہ ہم

دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ۝

درجے بلند کرتے ہین جسکو چاہین اور ہر خبر والے سے اوپر ہے ایک خبردار

قَالُوْا منادی و اسکے ساتھی بولے کہ۔ فَمَا جَزَآؤُهٗۤ تو کیا سزا ہوگی اس کی یعنے چور کی یا چوری کی۔ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ اگر تم جھوٹے
نکلو یہ تہدید ہو کہ دیدو تو انعام پاؤگے اور اگر نہ دوگے اور جھوٹ ثابت ہوا تو سزا پاؤگے اور انھین سے پوچھا کہ کیا سزا ہوگی قَالُوْا کہنے لگے
جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ کہ سزا اسکی وہ شخص ہے جسکے رحل مین پایا جاوے۔ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ۔
یون ہی ہم ظالمون کو سزا دیتے ہین یعنی ہمارا طریقہ سزا کا یہ ہو کہ چور کو اسکے حوالہ کرتے ہین جسکا مال چرایا وہ اس سے ایک سال تک غلامی
کی خدمت لیتا ہو۔ اس سے اپنی شریعت کی سختی بھی چور کے حق مین بیان کردی اور دلیری سے اظہار کیا کہ ہم اس سے بری ہین الغرض جب
منادی و اسکے ساتھیون کو وہ صاع نہ ملا اور وے مجبور ہوے تو مقدمہ بادشاہ کی حضور مین پیش کیا حضرت یوسفؑ نے حکم دیا کہ تفتیش کیجاوے
فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ پس حکم دیا کہ ان گونون کو کھولو جو سوائے بنیامین کے دوسرون کی ہین پس ہر ایک گون کی تفتیش
کی اور اسپر بکتے گئے کہ یہ بری ہو یہانتک کہ گیارہ گون حضرت بنیامین کی کھولی ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ پھر نکالدیا سقایہ کو یا صاع کو اپنے
بھائی کی گون سے پہلے انکی تسلی و گونین کھولنے سے یہ انتظام تھا کہ کوئی شبہ پیدا نہو اور بیضاوی رح نے یہ کام موذن کا قرار دیا یعنے موذن نے وہین تفتیش
شروع کردی پھر صاع کو ڈھونڈھ نکالا حضرت یوسف کے بھائی کی گون مین سے ولیکن اول اولی ہو کیونکہ یہ مقدمہ بحکم حاکم ہونا چاہیے القصہ جب بنیامین کی
بار دان مین سے صاع برآمد ہوا تو بھائیون نے شرم و حیا سے سر نیچے کر لیے اور بنیامین کو ملامت کرنی شروع کی آخر جو سزا انھون نے اقرار کی تھی وہ
انپر لازم کی گئی اور بنیامین انسے لے لیے گئے۔ اور یہ حسن توفیق الٰہی تھی کہ جو مراد یوسفؑ کی تھی وہ اس تدبیر سے خود بخود پوری ہوگئی اور معنے
تقدیر کے یہی ہوتے ہین کہ جو اللہ تعالے نے مقدر فرمایا وہی تدبیر کا نتیجہ نکلتا چلا آتا ہے حتی کہ مخالف و برعکس تدبیر سے بھی وہی نتیجہ نکلتا ہو قال تعالیٰ

Marfat.com

كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ یون ہی تدبیر وحیلہ کو ہمنے یوسف کیواسطے پورا کردیا۔ اور کید کا لفظ مخلوق اپنے افعال وحرکات مین کر وحیلہ کے معنے مین استعمال کرتے ہین کیونکہ ان مین خود مختاری نہین ہے تو وہ لوگ جس سے کید وحیلہ کرتے مین اسکو ایسی حرکات مین ڈالتے ہین کہ انجام کو وہ ایسے امر مکروہ مین پڑجاتا ہے جس سے نکلنا دشوار ہو یا اور حق تعالےٰ عزوجل قادر مختار ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے تو اس کا فعل ہر حال مین یکسان ہو حتی کہ مثلاً زید کو پیدا کیا اور وہ بڑا ہوا تو مفلسی وتنگی وتکلیف مین بسر کرنے لگا تو وہ کہے حق تعالےٰ نے میرے ساتھ کید وحیلہ کیا ولیکن محض غلط ہو اسی طرح یہان جو نتیجہ یوسفؑ کی تدبیر کا نکلا وہ اللہ تعالےٰ کے پورا کردینے سے ہوا اور یہ دلیل ہو کہ مخلوق کے جملہ افعال اللہ تعالےٰ کی مخلوق ہین ابن اعرابی رہ نے کہا کہ کید کے معنے تدبیر کرنا خواہ کسی حق بات کی ہو یا باطل مقصد کی ہو اور یہان حضرت یوسفؑ نے جو تدبیر کی وہ مقصود حق کی تھی اور اصل اس تدبیر مین فقط دو باتین تھین ایک تو صاع کو بھائی کے رحال مین رکھدیا اور دوم چور کی سزا انکے اقرار سے قرار دی اور چونکہ سارق کا الزام ان لوگون پر نہوا کیونکہ انکی رحال پر برأت لکھدی اور بنیامینؑ پر یہ الزام رکھا جسنے خود رضامندی کرلی تھی تو کوئی معصیت نہین ہو اور سراج وغیرہ مین لایا کہ کید مخلوق کی جانب سے حیلہ ہوتا ہے اور اللہ تعالےٰ کیطرف سے تدبیر حق ہوتی ہو پس کید سے مراد یہان یہ ہو کہ اللہ تعہ نے یوسفؑ کے دل مین یہ تدبیر ڈالی اور برادران یوسفؑ کے دل مین یہ قرار کہ جسکی رحل مین یہ صاع پایا جاوے اُسکو یہ سزا دیجاوے کہ وہ گرفتار کر کے غلام بنایا جاوے پس جو مراد حضرت یوسفؑ کی تھی کہ ابھی یہ معاملہ ظاہر نہو گر بنیامین میرے پاس رہے بدون ایسے امر کے کہ خواہ مخواہ بغیر حیلہ ان لانے والون سے لیا جا [illegible]۔ اور اسمین یہ بھی دلیل ہو کہ بغیر کسی غیر کا حق ضائع کرنے کے آدمی کو روا ہو کہ حیلہ کرے اور جیسے حقوق شرع مین حیلہ جائز ہو ان حقوق مین بھی جائز ہو جو آدمی کے اورون پر ہون بغیر اسکے کہ اورون کے حقوق ضائع ہون یا انپر ظلم واقع ہو۔ واضح ہو کہ چوری کی سزا شریعت ابراہیمؑ مین یہی تھی جو برادران یوسفؑ نے بیان کی اور بادشاہ مصر کے قانون مین یہ سزا تھی کہ چور کو بید سے مارا جاوے اور جو چیز چرائی تھی اُسکی دو چند قیمت تاوان بھرے پس اگر برادران یوسفؑ یہ اقرار اپنے اوپر لازم نکرتے تب منادی وغیرہ نے پوچھا تھا کہ اچھا اگر تم جھوٹے نکلو گے تو تمھاری کیا سزا ہو تو بادشاہ مصر کے قانون پر آنحضرت بنیامینؑ کو نہین لے سکتے تھے کما قال تعالےٰ۔ مَا كَانَ نہ تھے یوسف کہ لِيَأْخُذَ أَخَاهُ لے لیتے اپنے بھائی کو۔ فِي دِينِ الْمَلِكِ بادشاہ مصر کے دین مین یعنی اس کے قانون کے موافق کیونکہ دین برتاؤ کو کہتے ہین مثل مشہور ہے کہ کما تدین تدان جیسے تو کرے ویسا پاوے۔ اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالےٰ عزوجل بالکل تمام مخلوق کا مالک ہو جو چاہے کرے یہان فرمایا کہ یوسفؑ نہین لے سکتا تھا اسکو دین ملک پر۔ تو جواب یہ کہ ہان یوسفؑ کو اختیار نہ تھا کیونکہ انپر شریعت کی پابندی لازم تھی اور اللہ تعالےٰ مالک خالق ہے وہ جسطرح چاہے کرے اُسپر کوئی شریعت تو ہو نہین سکتی اسیواسطے اُسنے اپنی ذات پاک کا استثنا فرمایا بقولہ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ لیکن اس صورت مین لے سکتا تھا کہ اللہ تعہ چاہے یعنی اللہ تعالےٰ وحی سے اجازت فرماتا تو ہر طرح لے سکتے تھے۔ بعض نے کہا کہ یہ استثنا منقطع ہو لیکن اللہ تعہ کی مشیت تھی کہ سوائے دین بادشاہ مصر کے دوسرے دین یعنی شرع آل یعقوبؑ پر اسکو لیا اور یہ حیلہ علم الہامی وتعلیمی سے انکو حاصل ہوا تھا قال تعہ۔ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَّن نَّشَاءُ بلند کردیتے ہین ہم درجات جسکے ہم چاہتے ہین یعنی علم سے بدون کے درجات بلند ہوتے ہین تو جسکو ہم چاہتے ہین اُسکو علم معرفت دیتے ہین۔ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ۔ اور ہر ذی علم کے اوپر ایک علم والا ہے۔ یہان سے معلوم ہوا کہ آدمی کو شرف علم سے ہوتا ہے اور مال ایک فانی چیز ہے اور علم باقی ہے جو زائل نہین ہوتا اور مال سے تن کی پرورش ہو اور علم سے روح کی۔ پس جو فرق کہ تن اور روح مین ہو وہی مال وعلم مین ہو اور آیت مین دلیل ہو کہ برادران یوسفؑ بھی علم والے تھے چنانچہ مسئلہ سزائے سارق انھون نے شرح بیان کیا لیکن یوسفؑ ان سے بڑھ کر عالم تھے اسی واسطے ان سب سے انکی بزرگی زائد تھی اور معلوم ہوا کہ ایک درجہ نہین بلکہ بدرجات انکی بزرگی بڑھی ہوئی تھی۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ ہر عالم کے اوپر عالم ہوتا ہے یہانتک کہ انتہا اللہ تعہ پر ہوتی ہو

Marfat.com

پس وہی سب مخلوق پر عالم ہو اور اسی کے علم سے مخلوق کا علم مخلوق ہے اور مترجم نے سابق تفصیل سے توضیح کر دی ہو کہ علم الٰہی کا قیاس ہمارے
علوم پر نہین ہو پس جو بات کہ علم الٰہی تعالیٰ سے بندے کو ظاہر ہو جیسے نصوص قرآنی و احادیث رسول اللہ صلعم تو وہ علوم قطعیہ مین اگر بندے کی
سمجھ مین نہ آوین تو قطعی اسکی سمجھ کا قصور ہو اور ماسوائے ان علوم کے تفاضل جاری ہے۔ ابن الانباری رح نے کہا کہ عالم پر واجب ہے کہ اپنے
نفس کو جہالت کی طرف منسوب کرتا رہے اور رب عز و جل کے علم کے سامنے عاجز و ذلیل بنا رہے اور ہمیشہ خوض کرے کہ علوم حاصل ہون اور بڑا
درجہ اپنے حق مین نہ سمجھے کیونکہ عالم کوئی نہین جس سے بڑھکر عالم نہو کیونکہ مخلوق الٰہی سبحانہ تعالیٰ حصر سے خارج ہو اور سعید بن جبیر رح سے روایت ہو
کہ ہم لوگ ابن عباس رض کے پاس حاضر تھے انھون نے عجیب نکتہ بیان کیا تو ایک آدمی نے کہا کہ سبحان اللہ فوق کل ذی علم علیم۔ تو ابن عباس رض نے
فرمایا کہ یہ اِس سے زیادہ علم والا ہوتا ہو اور اس سے وہ زیادہ علم والا ہوتا ہو اور اللہ تعالیٰ سب عالمون سے بالاتر ہو۔ کذا ذکرہ الحافظ ابن کثیر ایسا ہی عکرمہ رح
نے کہا ہو کہ۔ قتادہ نے کہا کہ ہر ذی علم پر علیم ہوتا ہو یہان تک کہ اللہ تعالیٰ پر منتہی ہو اسی سے شروع ہوا اور اسی کی طرف عود کریگا اور اسی سے علماء نے سیکھا ہو
حدیث صحیح مین آیا ہو کہ اللہ تعالیٰ علم کو اسطرح نہ اٹھاویگا کہ سینون سے سلب کر لے بلکہ علماء کو وفات دیدیگا پس علم اٹھالیگا پس جب کوئی عالم نہ رہیگا
تو لوگ جاہلون کو اپنا سردار بناوینگے جو انکو فتوے دینگے یعنی ایسے حکم بتاوینگے کہ خود گمراہ اور دوسرون کو گمراہ کرینگے۔ مترجم کہتا ہو کہ اہل اسلام کی حالت پر
افسوس کا زمانہ ہو کہ امانت عظمی ضائع کی گئی اور لوگون نے ایسے آدمیون کو اپنا عالم بنایا جو شریعت سے ناواقف ہین اسرار شریعت سے واقف ہونے کا
ذکر نہین اور بالکل انکی مشابہت علماء یہود کے مانند ہو یا ایسے درویش اپنے سردار بنائے جو راہب نصاریٰ کے مثل ہین اور توحید و اس کے
انوار سے بالکل محروم ہوگئے اللھم اھدنا الصراط القویم وانت الھادی انت ارحم الراحمین ف فی العرائس قولہ تعالیٰ کذلک کدنا لیوسف۔ اللہ تعالیٰ سبحانہ
جب کسی کو نبوت کے لیے خاص فرماتا ہے یا کسی متبع نبوت کو ولایت کے لیے مخصوص کرتا ہو تو صفات پاک کے انوار سے اسکو لباس بتدریج عطا فرماتا ہو
اور حالات و اطوار مین اسکو ایک صفت کے نور سے شرف دیتا ہو اور منجملہ صفات کے کید ازل و مکر ابد ہو پس قلب یوسف ع کو کید سے نور دیا اور یوسف ع
نے بدیدار کید ازلی ایسا کیا اور یہ اسطرح کہ خاص معاملات مین لطیف صنعت و متین حقائق قدرت و حکمت سے آگاہی دیدی پس معنے قولہ کدنا
لیوسف اے پہنچوا دیا یعنے اُسکو امور نبوت و ولایت کی مصلحتین اسطرح کہ صفات حکمت و قدرت و صنعت اسپر کشف فرمائین و لہذا خلاف فہم عوام کے
انھون نے اسوقت راز سے آگاہ نہ کیا جس سے بجائے خوشی کے حضرت یعقوب ع حزن و ملال مین مبتلا ہو کر خالص اللہ تعالیٰ کیطرف رجوع لائے اور کسی سے
دلبستگی و تعلق نہ رہا۔ ابن عطار رح نے کہا کہ کدنا لیوسف ہم نے یوسف ع کے واسطے یہانتک کید فرمایا یعنے اُسکے وقائع عام لوگون و اُسکے بھائیون کی
نظرون و انکی تدبیرون مین انکے زعم کے موافق یہ نتیجہ دیتے تھے کہ وہ دور ہوا اور کہین غلامی کی محنت مین خوار رہیگا اور زلیخا کے خیال مین وہ قید
محنت سے تنگ ہو کر ملتجی و مطیع ہوگا اور میرے بارہ مین لوگون کے خیالات برأت کے ہونگے اور یوسف ع کے بارہ مین عیب کے ہونگے ولیکن سب
لوگ اصل حکمت الٰہیہ سے واقف نہوے کہ کس طریقہ سے اپنے پیغمبر کو کمالات تعلیم فرمائے اور اسکے باپ کو علو منزلت اس صبر مین دیدی اور کہان سے
کہان اُسکو پہونچایا حتے کہ سب زعم کرنے والون کے خیالات باطل نکلے اور وہ خود اسی حال مین گرفتار ہوئے جو یوسف ع کے بارہ مین خیال کر چکے تھے
پس یہ کید ازلی ہے یعنے ایسی پیچیدہ حکمت سے نتیجہ یکایک ظاہر ہوا جیسے کوئی مخلوق مکر و کید کرتا ہے یہانتک کہ یوسف ع محل عزت سلطنت مین متمکن
ہوئے اور جعفر رح نے کہا کدنا لیوسف یعنے اسپر اس کے باپ دادا کے برکات ظاہر کر دیے اسطرح کہ ہمنے اُسکو وقت مصیبت مین معصوم رکھا۔ مترجم کہتا
ہے کہ بالاجماع و بالاتفاق علماء توحید اس مقام پر تدبیر مصلحت و وفق حکمت کے معنے لیتے ہین اور اسی پر جزم و یقین رکھتے ہین اور یہی معنے عامہ علماء
اسلام جانتے ہین اور یہ تاویل نہین بلکہ تحقیق ہو۔ قولہ نرفع درجات من نشاء الآیہ۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ افعال یوسف ع بمشاہدہ انوار صفات

Marfat.com

تھے اور اعلیٰ تر مشاہدہ وکشف الذات ہے پس درجات عارفین وموحدین کے اسطرح کشوف ذات وصفات سے بلند ہوتے ہیں حتیٰ کہ اہل التوحید کا درجہ عوام سے بے انتہا بالاتر ہے اور اہل ولایت میں سے ہر ایک کا درجہ دوسرے سے جدا ہے جیسے لوگوں کی صورتیں جُدا جُدا ہیں حالانکہ وہی اعضا سب لوگوں میں موجود ہیں پس اہل توحید کو ہر صفت کی دیدار سے ایک علم پر دوسرا علم منکشف ہوتا ہے اور دیدار ذات سے ذات کے علم سے بالاتر علم حاصل ہوتا ہے پس جیسے ذات وصفات کے واسطے نہایات نہیں ہیں اور یہ مقام عوام کے عقول کے تحیر کا ہے ایسے ہی اولیاء اللہ تعالیٰ کے واسطے نہایت نہیں ہے پس ارواح قدسی کو بحر قدم سے جواہر حکمت حاصل ہوتے ہیں اور اسی طرف اشارہ ہے بقولہ قد علم کل اناس مشربہم پس علم مرید بالائے مبتدی ہے اور مرید سے بالا علم محب ہے اور محب سے بالا علم عارف ہے اور عارف سے بالاتر علم موحد ہے اور ان سے بالاتر اسکا علم ہے جو فانی بذات وباقی بصفات ہے اقول شاید وہ ایک شخص ایک زمانہ میں ہوتا ہے اور وہی خاص سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا پابند ہوتا ہے بعض نے کہا کہ رفع درجات میں نشانہ یعنی علم واستقامت سے بعض نے کہا کشف ومشاہدہ سے بعض نے کہا کہ سچی فراست سے بعض نے کہا کہ معرفت وتوحید سے اور بعض نے کہا کہ دعاء کی قبولیت سے بعض نے کہا کہ نفس کے کید ومکر پر واقف کر دینے سے بعض نے کہا کہ توفیق وعصمت سے شیخ جنیدؒ نے کہا کہ اسکی نظر سے دونوں جہان ساقط کرے مرتبہ مقام وحال پر پہونچا کر تاکہ بلا علت کے خالص بندہ ہو جاوے شیخ حسینؒ نے کہا کہ ارباب حقائق وہ لوگ ہیں کہ دونوں جہان انکی نظروں سے ساقط ہوں اور کسی حال میں خفی وجلی شرک نہ کریں اور حق تعالیٰ عزوجل سے فرد وحدہ لاشریک کا ادب رکھیں ظاہر وباطن اور کلام آلٰہی انکے کانوں میں حضرت خالق عزوجل سے سماع ہو بعض نے کہا کہ ہر معرفت والے سے بالاتر دوسری معرفت ہے یہاں تک کہ خالص حق عزوجل کے سوائے معرفت بھی گم ہو بعض نے کہا کہ مخلوق کا علم بھی خالق عزوجل کا مخلوق ہے اور اس نے ہر خلق کو ظاہر کی طرح باطن میں باطنی صفت علم سے ممتاز فرمایا ہے اور علم حق عزوجل مع خالق ہے وہی ظاہر وباطن اور غیب کا عالم ہے اور اسکے علم کو مخلوق کے علم سے کچھ مشابہت نہیں ہے۔ ابن الفرحی رہ نے کہا کہ علوم بمقدار طبیعت وتعلیم ہیں یہانتک کہ جو شخص اپنے رب تبارک تعالیٰ سے علم لدنی حاصل کرتا ہے وہ عالم ربانی ہے

القصہ جب بنیامین لے لیے گئے تو اسکے بعد یہ حال ہوا جو اللہ تعالےٰ نے بیان فرمایا۔

قَالُوْا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِيْ نَفْسِهٖ وَلَمْ يُبْدِهَا

کہنے لگے اگر اسنے چرایا تو چوری کی ہے ایک اسکے بھائی نے بھی پہلے تب چھپا رکھا یوسف نے اپنے جی میں اور انکو نہ جتایا

لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ۝ قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗۤ اَبًا شَيْخًا

کہا کہ تم بدتر ہو اپنے درجے میں اور اللہ خوب جانتا ہے جو تم بتاتے ہو کہنے لگے اے عزیز اسکا ایک باپ ہے بوڑھا

كَبِيْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا

بڑی عمر کا سو رکھ لے ایک ہم میں سے اسکی جگہ ہم دیکھتے ہیں تو ہے احسان کرنے والا بولا اللہ پناہ دے کہ ہم کسی کو پکڑیں مگر جس پاس پائی

مَتَاعَنَا عِنْدَهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ۝ ع ۱۱ ۹ ۳

اپنی چیز تب تو ہم بے انصاف ہوئے

پہلے تو برادران یوسف کمال وثوق سے کہتے تھے کہ جسکے پاس صاع برآمد ہو اُس کو چوری کی سزا میں گرفتار کرلو اور جب بنیامینؑ کی رحل میں نکلا اور شرمندہ ہوئے تو بنیامین کو ملامت وطعنہ کرنے کے بعد بادشاہ سے اپنی برأت واس پر عیب ثابت کرنے کے طور پر غصہ میں زبان درازی کی۔ قَالُوْا کہنے لگے کہ اِنْ يَّسْرِقْ۔ اگر یہ شخص چوری کرے تو۔ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ۔ بیشک چوری کی تھی اس کے

ایک بھائی نے اس سے پہلے زمانہ مین ۔ یعنے یہ اور اس کا بھائی یکسان ہین اور ہم لوگ الگ ہین ولیکن قولہ ان یسرق بطور جزم ویقین کے
نہین ہے کیونکہ ان کو ابھی تک یقین نہ تھا ۔ بخلاف قولہ فقد سرق اخ لہ اس کو بطریق تحقیق کے بیان کیا اور مراد اس سے یوسف علیہ السلام
ہین ۔ سعید بن جبیرؓ سے قتادہ نے روایت کی کہ یوسفؑ نے اپنے نانا کا ایک بت چوری سے لے کر اپنے قابو مین لاکر ٹکڑے کرکے گھورے پر
ڈال دیا تھا ۔ محمد بن اسحاق نے عبد اللہ بن ابی نجیح سے اس نے مجاہدؒ سے روایت کی کہ مجھے یہ خبر پہونچی کہ پہلی مصیبت جو یوسف علیہ السلام
پر آئی یہ تھی کہ حضرت اسحٰق علیہ السلام کی ایک بیٹی حضرت یعقوبؑ کی بہن تھی اور وہ یعقوبؑ سے بڑی تھی اور حضرت اسحٰق کی پیٹی یعنی کمر کا
پٹکا اسی کے پاس تھا اور دستور یہ تھا کہ اولاد مین سے جو بڑا ہو خواہ لڑکا ہو یا لڑکی اُسکے پاس رہے وہ جو چاہے کرے کوئی اُسکے ساتھ منازعت
نہین کرسکتا تھا اور یعقوب علیہ السلام سے جب یوسفؑ پیدا ہوا تو اس کو اُسی بہن نے جو یوسفؑ کی پھوپھی تھی اپنی گود مین پرورش کیا اور
سب سے زیادہ یوسف کو پیار کرتی تھی جب کھانے پینے لگے تو یعقوبؑ کا دل بیچین ہوا اور اپنی بڑی بہن کے پاس حاضر ہوکر عرض کیا کہ اے بہن
مجھے یوسفؑ کی جُدائی مین تکلیف ہے آپ مجھے سپرد کرین تاکہ مین ایکدم اپنی نظرون سے جُدا نہ کرون انکو یہ امر کسی طرح منظور نہ تھا مگر کسی بہانہ سے
اسوقت ساتھ نہ کیا پھر جب یعقوب چلے آئے تو وہی منطقہ اسحٰق لیکر یوسفؑ کے کپڑون کی تہ مین لپیٹ دیا اور پھر پٹکا تلاش کیا آخر لوگون نے تلاش
کے بعد یوسف کے کپڑون مین پایا پس یعقوبؑ کو اس سے اطلاع ہوئی اور بہن نے کہا کہ یہ میرے واسطے سلم ہے تو کہا کہ اچھا اس صورت مین مجھے کچھ
اختیار نہین ہے آخر جب تک وہ جیتی رہین اپنے پاس سے جُدا نہ کیا پس بنیامینؑ کے معاملہ مین برادران یوسفؑ نے اسی قصہ کی طرف اشارہ کیا ہے
یون ہی شیخ ابن کثیرؒ نے یہ قصہ مجاہدؒ سے ذکر کیا ہے ۔ اور مجاہدؒ کے کلام مین اشارہ ہے کہ انھون نے اہل کتاب یہود یا انصار سے سنا یہ قصہ
اسطرح سُنا ہے ولیکن اس مین مترجم کو کئی وجہ سے تامل ہے اول یہ کہ پھوپھی نے جب پٹکا اسطرح انکی کمر مین باندھا تو اسوقت بالغ نہ تھے کہ چوری کا
الزام انپر عاید ہوتا اگرچہ بظاہر ہو تو کیونکر اس حیلہ سے یہ حکم نابالغ پر لگا یا گیا کہ پھوپھی اُس کی حقدار ہوگئی دوم یہ کہ یہ حق صرف ایک سال
تک کے لیے ہوتا تھا تو زندگی بھر کا استحقاق کیون ہوا اور شاید بات یہ ہو کہ حضرت یعقوبؑ نے اس طریقہ سے خیال کیا کہ بہن کی الفت شدید ہے
اور وہ علاوہ نسبی قرابت کے مجھ سے زائد اپنا استحقاق کسی حکم سے ثابت کرنا چاہتی ہے تو بنظر رعایت اُنکے واسطے یہ امر مسلم رکھا اور بھائیون نے جو
یہان تحقیقی الزام کے طور پر ذکر کیا وہ غصہ کی حالت مین ہے ۔ سراج وغیرہ مین لایا کہ ابن عیینہ نے کہا کہ ایک مرغی پکڑکر ایک فقیر کو دیدی تھی
اور مجاہدؒ سے یہ روایت ذکر کی کہ مرغی کا انڈا چرا کر فقیر کو دیدیا تھا ۔ اور وہبؒ نے کہا کہ فقیرون کے واسطے دسترخوان سے کھانا چھپا کر دیتے
تھے ۔ شیخ ابن الانباریؒ نے کہا کہ ان سب باتون مین سے کسی مین سرقہ نہین ہے لیکن غصہ مین اسکو سرقہ قرار دیکر عار دلایا ۔ مترجم کہتا ہے
کہ یہ سب افعال محمودہ ہین انکو برا کہنا کچھ بھی نہین ہے لہذا میرے نزدیک قول ان علماء کا بہتر ہے جو کہتے ہین کہ یہ محض کذب تھا جیسا کہ قرطبی نے زجاج
سے اپنی تفسیر مین نقل کیا ہے ولیکن کسی شخص کا نام نہین لیا تو گویا یہ معنے ہونگے کہ اگر اُس نے چوری کی تو نئی بات اُسکی طرف سے نہین ہے بلکہ اسکا
بھائی اور بھی آدمی گذرا جس نے چوری کی یعنی جو شخص مفسد و بیباک و فاسق ہو اُس نے چوری کرنے مین کچھ خوف و شرم نہ کی اور یہ دوسری
ماں سے ہے اور ہم لوگ ایسے نہین ہین ۔ امام رازیؒ نے کہا کہ یہ واقعہ دلالت کرتا ہے کہ حاسد جب کوئی فعل اپنی حسد پر کرتا ہے تو اس کے
قلب پر اللہ تعالےٰ ہمیشہ کے لیے محسود کی طرف سے آگ مشتعل کردیتا ہے دیکھو ایک مدت گذری اور ابھی تک حسد نہین گیا تھا علو ہمت حضرت
یوسف علیہ السلام اور عدل و حکومت دیکھو کہ اپنے مُنھ پر یہ کلمہ سُن لیا ۔ فَاَسَرَّهَا يُوسُفُ فِي نَفْسِهِ پس مخفی کرلیا اسکو یعنی کلمہ الزامی و بہتان کو
یوسف علیہ السلام سلطان عادل نے اپنے جی مین ۔ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ اور اسکا اثر ظاہر نہ کیا ۔ قَالَ اپنے جی مین کہا کہ ۔ اَنْتُمْ شَرٌّ

Marfat.com

مَکَانًا تم شر ہو از راہ مکان کے۔ یعنی اعلیٰ شرارت کی منزلت پر ہو۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جس چیز کے ساتھ تم وصف کرتے ہو۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے جیسا تم کہتے ہو۔ اور ان لوگوں کو زیادہ شر اس واسطے کہا کہ جو افعال خود کیے تھے وہ زیادہ مذموم تھے بہ نسبت چوری کے جسکی نسبت بنیامین و اُس کے بھائی کی طرف لگاتے تھے اور حاصل یہ کہ اس الزام پر تم اُس کی بدی ظاہری کرتے ہو اور اپنی بد افعالیاں نہیں دیکھتے ہو اور یہ مراد نہیں ہے کہ یہ اور اسکا بھائی درحقیقت چور تھے اور تم ان سے بڑھ کر ہو بلکہ انکے بیان پر انپر الزام دیا ہے۔ واضح ہو کہ اس مقام پر بالاتفاق قول نفسی کو قال سے تعبیر کیا ہے کیونکہ اظہار نہیں کیا تھا جب یہ بات معلوم ہوئی تو میں کہتا ہوں قرأۃ الفاتحہ خلف الامام کے مسئلہ میں قرأۃ خفیہ وحی میں مثل قول کے صحیح ہے جیسا کہ مترجم نے قولہ اذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون۔ کی تفسیر میں ذکر کیا ہے اور ایسے ہی قال آمین کا استدلال اسطرح کہ قول با آواز ہے ضعیف ہے فافہم پھر معالم وغیرہ میں یہاں اہل قصہ و اخبار کی روایت سے اسطرح نقل کی کہ جب یوسف علیہ السلام نے بنیامینؑ کی رحل سے وہ صاع نکالا تو اسکو انگلی کی ضرب سے جھنکارا اور کان سے قریب کر کے کہا کہ یہ میرا صاع مجھے آگاہ کرتا ہے کہ تم بارہ بھائی تھے ایک باپ کے اولاد پھر دس تم میں سے اُسکو دھوکے اور فریب سے باپ سے لے کر جنگل میں جا کر ایک قافلہ کے ہاتھ فروخت کر آئے پس بنیامینؑ نے کہا کہ اے بادشاہ تیرا صاع تجھے بتلاتا ہے کہ اسکو میری رحل میں کسنے رکھا پس جھنکار کر کان سے لگایا اور کہا کہ وہ غصہ میں ہے اور کہتا ہے کہ تم میرے لیجانے والے کو کیا پوچھتے ہو جسکے پاس تھا اسی کے پاس سے نکلا پس یہ سنکر روبیل کو بہت غصہ آیا اور سب بھائی اُسکے ساتھ غصہ ہو گئے اور اولاد یعقوبؑ کا یہ حال تھا کہ غصہ کے وقت انکا مقابلہ نہو سکتا تھا خصوصًا روبیل کی آواز ایسی سخت و کرخت ہو جاتی تھی کہ حاملہ اسکی آواز سنکر خوف سے بیخود ہو جاتی تھی اور اُسکا پیٹ گر جاتا تھا اور باوجود اس کے جو کوئی اولاد یعقوبؑ سے اس کو چھوتا غصہ ٹھنڈا ہو جاتا اور سب بھائیوں میں قوی و شدید تھا۔ اُس نے بھائیوں سے کہا کہ مصر میں کسقدر بازار ہیں بولے کہ دس ہیں تو کہا کہ تم لوگ ایک ایک بازار پر حملہ کرو اور میں بادشاہ کو قتل کر ڈالتا ہوں اور یا وہ بنیامین کو رہا کرے پس یوسفؑ کے پاس آ کر کہا کہ بنیامین کو مجھے واپس دے ورنہ میں ایک آواز سے محلہ کی حاملہ عورتوں کو ضرر پہونچاؤنگا اور غصہ سے اسکے رونگٹے کھڑے ہو گئے پس یوسفؑ نے اپنے صغیر بچہ سے کہا کہ اسکو چھولے اُس نے پیچھے سے چھوا تو غصہ جاتا رہا پس اس نے ساتھیوں سے کہا کہ تم میں سے کس نے مجھے چھوا ہے اُنھوں نے کہا کہ کسی نے نہیں تو کہا کہ یہاں آل یعقوبؑ کا تخم ہے اور اہل سیر و اخبار نے لکھا کہ اُسکو دوبارہ غصہ آیا اور وہی لاف زنی کی تو یوسف علیہ السلام نے کھڑے ہو کر اُسکو اپنی لات ماری اور گردن پکڑ کر زمین پر ڈالدیا اور کہا کہ اے گروہ عبرانیین تمکو یہ زعم ہے کہ یہاں تم سے مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ جب یہ نوبت پہونچی تو آپس میں مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیے آخر یہ رائے قرار پائی کہ بنیامینؑ کے بجائے ہم میں سے کوئی قید ہو پس اسکی خوشامد کی۔

مترجم کہتا ہے کہ ان قصوں کو اقوام یہود نے روایت کیا ہے اور جیسے اُن کے اقوال و تاریخیں بے اعتبار ہیں ایسے ہی ان قصوں کی اصلیت کا حال اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ اسی واسطے اہل تحقیق نے تفاسیر میں ان قصص کو درج نہیں کیا اور جو ظاہر امر تھا وہی لکھا کہ جب بنیامین کی رحل سے صواع برآمد ہوا اور موافق اقرار اہل قافلہ کے بادشاہ نے اُس کو لے لیا تو اُن لوگوں نے بنظر عہد و پیمان کے اور بنظر ظاہری حالت والد بزرگوار کے کہ سخت حزن و ملال ہو گا یہ رائے قرار دی کہ بادشاہ سے منت و سماجت کریں پس بادشاہ کے پاس گئے۔ قَالُوْا یٰۤاَیُّهَا الْعَزِیْزُ اور کہنے لگے کہ اے عزیز۔ یہ حضرت یوسفؑ کو خطاب کیا جو بجائے وزیر اعظم عزیز کے تھے اور معلوم ہو چکا کہ یہ لقب وزیر اعظم کا ہوتا تھا اور ملک بھی کہتے تھے پس مہربان کرنے کی گفتگو میں کہا کہ اے بادشاہ۔ اِنَّ لَهٗۤ اَبًا شَیْخًا كَبِیْرًا یقین فرمائیے کہ اس کا باپ ہے بوڑھا ضعیف یعنے لائق ترحم ہے وہ اس کو اپنے گم شدہ فرزند کی نشانی سمجھ کر اس سے مانوس رہتا ہے اور اسکی جدائی کی مصیبت نہیں اُٹھا سکتا ہے

Marfat.com

فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ پس اس کو رہا کردے اور ہم مین سے ایک کو بجاے اس کے لے لے۔ اور یہ تیرا بڑا احسان ہوگا۔ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ بیشک ہم تجھے احسان کرنے والون مین سے یقین جانتے ہین۔ قَالَ جواب دیا کہ مَعَاذَ اللّٰهِ مین اللہ تعالے سے پوری پناہ مانگتا ہون اس بات سے کہ اَنْ نَّاْخُذَ مین گرفتار کرون کسی دوسرے کو۔ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗۤ۔ سواے اُس کے جسکے پاس ہم نے اپنا مال پایا ہے۔ یون نہ کہا کہ جس نے چرایا ہے کیونکہ نہ اُس نے اُسوقت چرایا اور نہ کبھی پہلے چوری کی تو چور نہین کہہ سکتے تھے بلکہ یہ کہا کہ جسکے پاس متاع پائی۔ کیونکہ ایک کا گناہ کوئی دوسرا نہین اٹھاتا ہے اور جن لوگون نے زعم کیا کہ امام حسین علیہ السلام ہمارے گناہ کا کفارہ ہوگئے یا نصرانیون نے زعم کیا کہ عیسیٰ ہماری بدافعالیون کا کفارہ ہوگئے ہین یہ محض خام خیالی ہے البتہ شفاعت سے بزرگون کی اللہ تعالےٰ بخشتا ہے اور وہ چاہے تو ایک کے گناہ دوسرے پر ڈالے پھر جو گناہگار ہے وہ جہنم مین عذاب پاوے القصہ دوسرے کو ماخوذ کرنے سے انکار کیا بدین دلیل کہ۔ اِنَّاۤ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ہم ایسی بات کرنے سے ظالم ہون گے یعنے تمہارے اعتقاد کے بموجب ہم ظالم ٹھہرینگے تو تم کیونکر ہم سے ایسی بات چاہتے ہو جو تمہارے نزدیک ظلم وگناہ ہے بیضاوی رح نے مانند زمخشری کے کہا کہ مراد اصلی حضرت یوسف علیہ السلام کی یہ تھی کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے وحی سے یہ حکم دیا کہ جسکے پاس صاع نکلے اُس کو گرفتار کرون جسکی حکمت وہی خوب جانتا ہے پس اگر مین بجاے اسکے دوسرے کو گرفتار کرون تو مین ظالم ٹھہرونگا بسبب مخالفت حکم الٰہی تعالےٰ کے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ تحقیق صحیح وصواب ہے کہ جو افعال اس قصہ مین حضرت یوسف علیہ السلام سے واقع ہوئے سب باتباع وحی الٰہی سبحانہ تعالےٰ تھے اور اُس پر اشارہ اول قصہ مین خود منصوص ہے بقولہ واوحینا الیہ لتنبئنہم بامرہم ہذا وہم لا یشعرون پس زمانہ عدم شعور ان لوگون کے اول بار آمد سے شروع ہوا ہے اور پہلے معلوم ہوا کہ درخواست امارت بقولہ اجعلنی علی خزائن الارض بھی بوحی الٰہی واقع ہوئی ہے۔ اور مترجم کہتا ہے کہ اہل الحق تو اپنے علم ومعرفت سے اس امر کا کسی طرح انکار ہی نہین کرسکتے ہین اور تردد کا باعث تو فقط یہ ہے کہ ظاہر نظر والون کو یہ مقامات کیونکر سمجھائے جاوین کیونکہ انکے فہم القرآن حواس سے تجاوز نہین کرتے ہین اور ابن عادل رح نے لباب مین کہا کہ شاید اللہ تعالےٰ نے یوسف کو اس امر کا حکم دیا تھا تاکہ یعقوب علیہ السلام پر مشقت بڑھے اور یوسف ؑ کو کسی مراعات سے جو دوبارہ رہائی بنیامین ہو منع کردیا تھا جیسے خضر علیہ السلام کو ایک طفل کے قتل کا حکم کیا ہمین یہ حکمت تھی کہ باقی رہیگا تو کفر وطغیان سے والدین کو حیران کریگا انتہیٰ۔ اور رازی وغیرہ نے اول تو یہ سوال نقل کیا کہ یہ واقعہ صواع جسکا ظاہری رخ چوری کا عیب لگاتا تھا اور ابتدا اسکی تو جعل السقایۃ فی رحل اخیہ ہوئی ہے اور اسی ظاہری بنیاد پر قولہ معاذ اللہ ان ناخذ الآیہ ہے اگرچہ اس مین ان لوگون کے ساتھ کوئی انکے حق کی اضاعت نہو تاہم عوام کی نظر مین حکمت سے باہر اور شان نبوت کے لائق نہین ہے اور اس سے بڑھکر یہ ہے کہ والد علیہ السلام کو اپنے مقام سے آگاہ نہ فرمایا بلکہ بھائیون کی زبانی بنیامین کو منگوا کر اس حیلہ سے اپنے پاس رکھ لیا باوجودیکہ اپنی جدائی سے باپ کا غم والم جانتے تھے اس پر اور زیادہ بڑھایا۔ مترجم کہتا ہے کہ توفیق الٰہی سبحانہ مین نے سابق مین اس قصہ مین ان مدارج کی تنبیہ کردی ہے جیسا کہ رازی رح نے یہان یہ سوال ذکر کیا مگر چونکہ عبارت دراز مشوش تھا مین نے اپنی پسند کی عبارت مین خلاصہ سوال ادا کیا پھر رازی نے اور دوسرون نے متفرق جوابات طرح طرح سے نقل کیے اور سب سے زیادہ اچھا جواب یہ قرار دیا کہ یہ فعل بحکم الٰہی ہے کہ یعقوب ؑ کا تعلق خاطر کسی غیر سے نہ رہے اور تحمل صبر سے درجہ بڑھکر درجہ باپ دادا تک پہونچے اور اللہ تعالےٰ کے اسرار مین جنکو مخلوق کے افہام نہین سمجھتے ہین وہ جسطرح چاہتا ہے اپنی مخلوق مین تصرف فرماتا ہے مترجم کہتا ہے کہ درجہ خلت حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تھا کہ باپ واقارب سب کو چھوڑ دیا بقولہ تعالےٰ فلما اعتزلہم وما یعبدون من دون اللہ اور حکم الٰہی تھا سے ہاجرا اور اپنے فرزند حضرت اسمٰعیل کو جو اسوقت دودھ پیتے تھے شام سے لا کر ریگستان مین خانہ کعبہ کے پاس بے زاد ونفقہ و پانی کے چھوڑ دیا اور کچھ پرواہ نہ کی جیسا

کہ صحیح حدیث مین منصوص ہی اور آب زمزم اللہ تعالے نے اس ریگ مین پیدا کردیا اور فرزند کی قربانی اللہ تعالے کے واسطے کرنے پر عزم جزم کرلیا پس یہ عدم تعلق بمخلوق ہی اور محض خلوص بخالق ہی اور یہی درجہ خلت ہے اور اپنی جان کو آگ مین ڈالا بدون کسی اضطراب کے اور بدون ملائکہ کے طرف کسی خواہش ظاہر کرنے کے جیسا کہ سابق مین مذکور ہو چکا اور حدیث صحیح مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لایومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین یعنی تم مین سے کوئی مومن نہو گا یہان تک کہ مین اسکو زیادہ محبوب ہو جاؤن اُسکے باپ واولاد وتمام آدمیون سے۔ والحدیث مشہور فی الصحاح اور حدیث مین فضائل ابوبکر مین ہی کہ لوکنت متخذا خلیلا لاتخذت ابابکر خلیلا ولکن صاحبکم خلیل اللہ۔ اور حق تعالے عزوجل نے فرمایا قل ان کان آباؤکم وابناؤکم الآیہ پس مدار ایمان اتباع نفس باحکام آلہی ہے اور خلت انقطاع محض از غیر حق عزوجل ہی اب عوام کو یہان یہ وہم ہو گا کہ پھر حضرت یعقوبؑ کو اسقدر تعلق خاطر حضرت یوسف وبنیامینؑ سے تو عوام مومنین سے بھی زیادہ ہی حالانکہ پیغمبر تھے جنکے ساتھ عوام کی کچھ نسبت نہین ہی اور حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے حالات ووقایع کا عالم خوب عیان دیکھیگا کہ جان ومال وآل واولاد سب کو راہ حق مین آنحضرت صلے اللہ وسلم پر فدا کرتے تھے ادنی یہ ہی کہ ابوالدحداح اعرج کی بی بی نے آنحضرت صلعم کی سلامتی پر اپنے خاوند وجوان بیٹون کی شہادت پر کچھ ملال نہ کیا اور انکو اُحد مین دفن کیا۔ یہ ایک صحابیہ عورت تھی پھر تیرا گمان اکابر رجال صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ کیونکر ہی پس مومنین کا یہ حال تو یعقوبؑ کا وہ حال کیونکر ہو گا اہل الحق جانتے ہین کہ تعلق خاطر انکو بنظر ظہور وشہود تھا ولیکن اسمین شہود ذات وتوحید صرف سے نقصان ہی پس حکمت آلہیہ کی اتباع مین حضرت یوسفؑ نے بنیامینؑ کو بھی جدا کرلیا اور یہین سے مرد عارف اس بات پر یقین نہین کرسکتا کہ برادران یوسف درجہ صلاح سے ساقط تھے اور لاحق بدرجہ عوام اہل فسق وفجور وکاذبین تھے جیسا کہ بعضے تفسیر لکھنے والون نے زعم کیا از انجملہ زمخشری معتزلی ہی اور بعضے اہلسنت بھی جنکی اتباع کرکے ہمارے زمانہ کا مولف فتح البیان عفرلہ ورحمہ اللہ تعالیٰ بھی زبان درازی کرتا ہی اللہ تعالیٰ عفو فرمادے اور بخشدے: اور تجھے قصہ خضر وموسیٰ علیہما السلام نص قرآنی سے معلوم ہی اور تو نے وہان دیکھا کہ کیسی مخفی حکمتین ان افعال مین مندرج تھین جو خضر علیہ السلام سے بحکم آلہی تعالیٰ سرزد ہوئے حتے کہ حضرت موسے علیہ السلام کی سمجھ مین نہ آئے پھر اگر باخبار آلہی وباحادیث رسالت پناہی ہمکو ان افعال کی نیکی وخوبی معلوم نہوئی تو خیال کیا جاتا ہی کہ مؤلف فتح البیان کی طرح لوگ وہان خضر علیہ السلام کی تکفیر کرتے ولیکن جب معلوم ہو گیا تو اس سے معرفت حاصل کرنا چاہیے اور ایسے افعال سے جہان احتمال حکمت آلہیہ کا ہو کوئی استدلال مذمت کا نہ چاہیے یہ نہین دیکھتے کہ کس حکمت آلہیہ سے برادران یوسفؑ نے انکو نہ پہچانا اور باوجود اسقدر قرب مسافت کے جو شخص آفتاب کی طرح تخت مصر پر جلوہ افروز اور دور ونزدیک مشہور ہو رہا تھا یعقوب علیہ السلام پر مخفی ہو گیا اور اس سے زیادہ یہ کہ پیراہن یوسف کی خوشبو حضرت یعقوبؑ کے مشام جان مین مصر سے پہونچی اور کنعان کے کنوئین سے کوئی خوشبو نہ آئی اور تو نے کیا سمجھا جیسا کہ یعقوبؑ نے فرمایا ہی کہ اعلم من اللہ مالا تعلمون۔ اور بنیامینؑ کو بھیجتے وقت کسقدر اشارات فرمائے ہین اور راز آلہی سبحانہ تعالے کسقدر ظاہری اقوال وافعال مین مخفی رکھا گیا ہی مترجم خیال کرتا ہی کہ اگر اسکو سمجھ ہے تو اہل اشارہ واہل الحق کا ایک اشارہ اس کو کافی ہے اور اسقدر تطویل ان لوگون کی بہت زیادہ ہی بہر حال مترجم کو اسقدر یقین تو ضرور کرنا چاہیے کہ یہان اسرار صحیح ہین اور معاملہ صادقہ ہے اور اوہام شیطانی کو کچھ دخل نہین اور نہ دینا چاہیے واللہ سبحانہ تعالے ہو الہادی الی سبیل الرشاد۔ ف فی العرائس قولہ ان یسرق فقد سرق اخ لہ من قبل الآیہ۔ سرقہ کی یہان نسبت یوسف علیہ السلام کی طرف ہوئی۔ ولیکن سرقہ کے اقسام مین فرق ہی مترجم کہتا ہے کہ یہان ایک اصول سمجھ لینا چاہیے ورنہ اشارات شیخ سمجھ مین نہ آوینگے وہ یہ ہے کہ علماء کے نزدیک جو ذکر کلام باری تعالے مین ہی وہ حقیقت پر محمول ہے اور قصص کا لباس مخلوط نہین ہے پس شیخ نے کہا کہ نسبت سرقہ یوسف علیہ السلام کی جانب بھی ہے گر معنے دونون جگہ پر مختلف

ہین اسطرح کہ ایک سرقہ قماش ومتاع ہے اور دوسرا تسخیر القلوب ہے اور دلالت ہے کہ نفوس کی شان امارہ ابھی اُن کے قلوب مین باقی تھی اس کا ظہور زبان سے ہوا اور اس سے صفت تمکین یوسفی وفنائے نفس کا مرتبہ کسقدر ظاہر ہے کہ سلطنت کے باوجود مواخذہ نہ کیا اقول مکائد نفس وشیطان سے اس جگہ یہ ہے کہ حلم الٰہی اخفار حال تھا اور شیطان نے ان لوگون کے نفوس کی راہ سے معرض امتحان مین یہ کلمہ کہا اور اس سے نفس یوسفی کو ہیجان غضب کی حرکت دینی چاہی تاکہ خلاف رضاے حق عزوجل راز برملا ہوجاوے ولیکن عصمت الٰہی عزوجل نے نفس کو احاطہ اسرار سے باہر نہ جانے دیا کہ جسکا بیان ہے قولہ فاسرہا یوسف فی نفسہ ولم یبدہا لہم قال انتم شر مکانا پس معذ قول اسطرح منافی نہوا کیونکہ اظہار جواب برملا نہین ہے شیخ رح نے کہا کہ یہ امتحان وفتنہ جزا قولہ انکم لسارقون ۔ تھا ۔ اور لکھا کہ یہی شان ان بندون کی ہے جو حرام سے معصوم ہوتے ہین انکو ہر لحمہ ایذا پہونچتی ہے حتیٰ کہ زبان خلق ان کے حق مین دراز ہوتی ہے اور لکھا کہ ایک حکمت خفیہ یہان ندا بقولہ انکم لسارقون مین شرکت اس حرکت مین ہے جو تحقیقاً انسے بشان یوسف سرزد ہوچکی تھی ۔ اقول مترجم اسکو دوسرے پیرایہ مین عرض کرتا ہے کہ طبیب دانا وہ ہے کہ مریض کے علاج مین خود مریض کے ساتھ شرکت نہ کرے اور دارمی رح نے خواص شامی رحمہ اللہ کا وعظ روایت کیا جسمین تنبیہ ہے کہ نصیحت کرنے والا لوگون کی زبان درازی برداشت کرے جو محض جہل وبہتان ہوگی اور خود ان کے جواب اور رد مین مستعد نہو کہ تجاوز سے معصیت مین مبتلا ہوجاوے مگر یہان یہ بات نہین تھی جیسا کہ سابق مین تحقیق ہوچکا ہے واللہ تعالیٰ اعلم اور اُستاد رح نے کہا کہ انکم لسارقون ۔ کا جواب اس فعل سے جو اُن کی زبانین گویا کرنے مین ہوا حضرت یوسف کو سرقہ کے اتہام سے ملگیا تاکہ اہل علم واقف ہون کہ جزا واجب ہے ۔ قولہ معاذ اللہ ان ناخذ الا من وجدنا الآیہ لطائف اشارات مین سے یہان یہ ہے کہ ازل مین جو لوگ ودلیعت امانت علمی ومحبت سے سرفراز ہوئے ہین وہی عالم ظہور مین ماخوذ با بتلا محبت وعشق وشوق وخلت واصطفائیت ہوتے ہین ۔ اور افشائے راز انھین کے ساتھ ہوتا ہے جو ودلیعت رکھنے والے اور استعداد رازداری باوجود شرکت اغیار رکھتے ہین ؎ دستے بکار باش وزجان دل بیار باش ؛ از غمر ہوش فریب مخور ہوشیار باش ؛ اور وصال کے واسطے وہی پسند ہوتا ہے جسکے دل مین سلسلہ شوق جنان اور خویش واقارب سے انقطاع کا سامان ہو ۔ شیخ نے کہا کہ بعض اہل خراسان نے کہا کہ جو کوئی ایسی بات کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدعی ہو جو اسمین نہین ہے اور آگاہ کرنا چاہے اور خبر دیوے تو اس سے زیادہ کوئی ماخوذ نہوگا ما قول حدیث صحیح مین ہے کہ جو کوئی ایسا دعوے کرے جو اسمین نہین ہے تو جیسے فریب کے دو کپڑے پہننے والا ہے ۔ مترجم کہتا ہے کہ حقائق اکابر بیان کرنے مین اسی وجہ سے مترجم نا بلد وجاہل کو احتیاط ہے کہ وہ زبانی گفتگو سے زائد مدعی نہ سمجھا جاوے عفا اللہ تعالیٰ عنہ بفضلہ وکرمہ شیخ ابوعثمان نے کہا کہ بندگان حق تعالیٰ مین سے کوئی ولی نہین ہوتا سوائے اسکے جسکے پاس امانت ودلیعت ہوا اور اسکو محفوظ رکھے اسمین کچھ خیانت نہ کرے ۔ قال الشیخ ولطیفہ واقعہ مثل الحبیب الی الحبیب وکر الحبیب للحبیب تاکہ مفارقت حبیب از حبیب نہو ہر حیلہ سے تعلل کرتا ہے تاکہ حبیب کو چھین کر اپنے پاس کرلے اور دورہ کہ دونون حبیب مین مفارق ہوجاوے دیکھو قولہ معاذ اللہ ان ناخذ لے بجا حبیب کے عوض نہین ۔ اقول الدنیا الملعونۃ ۔ وقولہ تعالیٰ ان الذین اشتروا الحیوۃ الدنیا بالآخرۃ ۔ وقد رأیتہ سجادہ تعالیٰ لا ینظر الیہم یوم القیامۃ فاسئل العزیف الماہر باذا من البلاء علی الحجر مین واعوذ باللہ من الطرد والبعد وسوء الخاتمۃ وہو الغفور الرحیم ۔ القصہ منت وسماجت برادران یوسف علیہ السلام کی قبول نہوئی اور مایوس ہوکر علیحدہ ہوئے اور آخر پریشانی کا نتیجہ نیک ہوا ۔

فَلَمَّا اسْتَيْئَسُوا مِنْهُ خَلَصُوا نَجِيًّا ۖ قَالَ كَبِيرُهُمْ أَلَمْ تَعْلَمُوا أَنَّ أَبَاكُمْ قَدْ أَخَذَ عَلَيْكُم مَّوْثِقًا

پھر جب ناامید ہوگئے اس سے | تو علیحدہ ہوکر مشورہ کرنے لگے | بولا ان سب مین سے بڑا کہ کیا تم کو معلوم نہین کہ بیشک تحقیق باپ نے | تم نے | مضبوط | عہد لیا تھا

Marfat.com

مِّنَ اللّٰهِ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْۤ اَبِيْۤ اَوْ يَحْكُمَ

اللہ تعالے کی جانب سے اور پہلے اس سے جو تم نے تقصیر کی تھی یوسف کے بارہ میں سو ہرگز میں علٰحدہ نہونگا اس زمین سے یہانتک کہ اجازت دے مجھے میرا باپ یا حکم فرما دے

اللّٰهُ لِيْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ۝ اِرْجِعُوْۤا اِلٰۤى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰۤاَبَانَاۤ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَمَا

اللہ تعالیٰ میرے لیے اور وہ سب حکم کرنے والوں سے بہتر ہے تم لوٹ جاؤ اپنے باپ کے پاس اور کہو کہ اے ہمارے باپ تیرے بیٹے نے چوری کی اور نہیں

شَهِدْنَاۤ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ ۝ وَسْـَٔلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْۤ

شاہد ہوئے ہم مگر اسکے جو ہم نے جانا اور ہم نہ تھے غیب کے نگہبان اور دریافت کرلے اس گاؤن سے جسمین ہم سب تھے اور اس قافلہ سے جسمین

اَقْبَلْنَا فِيْهَا ۚ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۝

ہم سب آئے تھے اور ہم سب لوگ بے شبہہ سچے ہیں

فَلَمَّا اسْتَيْـَٔسُوْا مِنْهُ سین وتا استفعال مبالغہ ہے پھر جب مایوس ہوئے برادران یوسف مِنْهُ یوسف سے کہ وہ درخواست رہائی بنیامین قبول نہ کریگا خَلَصُوْا اپنا گروہ علٰحدہ وتنہا ہو گئے۔ نَجِيًّا درحالیکہ باہم مشورہ کرتے تھے نجی واحد آیا جمع نہیں ہوا اسلیے کہ دراصل مصدر ہے جسمین مفرد وجمع کا حال یکسان ہے اور جمع اسکی انجیہ آتی ہے حاصل یہ کہ سب لوگ مایوس ہوکر یوسف سے جدا ہوئے اور جس قریہ میں اناج وغیرہ لادا گیا تھا یا دارالسلطنت سے قریب گاؤن میں اکیلے ہوکر مشورہ کرنے لگے۔ قَالَ كَبِيْرُهُمْ کہا اُس نے جو اُن سب میں بڑا تھا بیضاوی رح نے کہا کہ سن میں بڑا روبیل تھا اور یہی معالم اور سراج وغیرہ میں مذکور ہے اور کہا کہ یا عقل ورائے میں بڑائی مراد ہے تو وہ شمعون تھا اور بعض نے کہا کہ یہودا تھا ابن کثیر رح نے کہا کہ اسی نے بھائیون کو قتل یوسف سے روکا تھا اور اس کی رائے دربارہ یوسف علیہ السلام اچھی تھی پس معنے یہ ہونگے انمین سے بڑے عقلمند نے کہا۔ اور یہودیون کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ قائل روبیل ہے اور وہ سن میں بڑا تھا تو یہ معنے ہونگے کہ انمین سے عمر کے بڑے بھائی نے کہا کہ۔ اَلَمْ تَعْلَمُوْۤا کیا تمکو معلوم نہین ہے کہ۔ اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ تمھارے باپ نے لے لیا تھا تم سے عہد اللہ تعالے کی جانب سے یعنی ایسا عہد کہ اللہ تعالے کی قسم کے ساتھ تھا جو اللہ تعالے کے حکم سے نہایت مضبوط فرض اور اُس کے نام سے نہایت تاکیدی بندش ہے۔ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ اور یہ کہ اس سے پہلے جو تم نے تقصیر کی تھی دربارہ یوسف کے۔ یعنے تم خوب جانتے ہو کہ ایک تو تم نے زمانہ ہوا کہ جب یوسف کے بارہ میں ایک سخت جرم کیا جس سے باپ کو ایسا صدمہ پہونچا جسکا گمان نہ تھا اور دوسرے اب عہد وپیمان کے ساتھ تم بنیامین کو لائے کہ واپس لاوینگے وہ بھی وفا نہیں ہوتا ہے اس سے باپ کو اور زیادہ صدمہ ہوگا۔ اب بھلا کس منھ سے باپ کے سامنے جاؤن اور کیونکر اُس کا صدمہ دیکھون۔ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْۤ اَبِيْۤ پس مین نہین جُدا ہونگا اس زمین مصر سے یہان تک کہ اجازت دے مجھے میرا باپ۔ یعنی ہم کو اس تقصیر میں معذور فرماوے اور بلا دے۔ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ یا اللہ تعالے میرے حق میں کچھ حکم فرماوے بیضاوی اور سراج ومعالم وغیرہ میں لکھا کہ اللہ تعالے حکم کرے کہ مین یہان سے نکلون یا حکم کرے بھائی بنیامین کی رہائی کا یا حکم کرے اہل مصر سے لڑائی کا۔ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ اور وہ سب سے بہتر حکم کرنے والا ہے کیونکہ اس کا جو حکم ہے وہ سب حق ہے کیونکہ اُس کو اختیار ہے کہ جسطرح چاہے اپنی مخلوق میں تصرف کرے اسپر کچھ اعتراض نہین ہے بیضاوی رح نے لکھا کہ روایت کی گئی ہے کہ ان لوگون نے بنیامین کی رہائی میں کلام کیا پس روبیل نے غصہ ہوکر کہا کہ اے عزیز قسم ہے خدا کی کہ یا تو ہمارے بھائی کو چھوڑ دے یا مین ایسی سخت آواز دیتا ہون کہ حاملہ عورتون کے حمل ساقط ہو جاوینگے اور اسکے رونگٹے کھڑے ہوگئے حتی کہ کپڑے سے باہر نکل آئے

Marfat.com

پس یوسفؑ نے اپنے فرزند صغیر سے کہا کہ اسکے پہلو مین جاکر اسکو چھو لے اور اولاد یعقوب جب غضبناک ہوتی اور دوسرا انکو چھو لیتا تو غصّہ ٹھنڈا ہو جاتا اسی سے روبیل نے کہا کہ یہاں تخم انسل یعقوب مین سے کوئی ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ سابق مین یہ قصہ طویل عبارت مین مذکور ہوا اور مترجم نے تنبیہ کر دی کہ یہ اسرائیلیون کی روایات ہین جو یہود سے لی گئی ہین ہم ان کی تصدیق نہین کر سکتے ہین واللہ اعلم اور ظاہر یہ ہے کہ قریش مین سے اشرف بنو ہاشم مین یہ ایک خاص خصلت تھی کہ غصہ مین اگر پیٹھ پر ہاتھ پھیر دیا جاوے تو غصہ فرو ہو جاتا تھا جتے کہ حضرت عباس بن عبدالمطلب کا یہ حال معروف اور بکر رتجربہ کیا گیا ہے لہذا یہود نے اُن کے مقابلہ مین اسکو بنا لیا ہے جیسا کہ نصارے نے جب حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا بنایا تو یہود نے بھی عزیر علیہ السلام کی نسبت یہی بہتان باندھا اور حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا ہے کہ یہودی ایک بہتان باندھنے والی قوم ہے۔ رہا اہل تفسیر نے جو تکلف کیا کہ اللہ تعالیٰ میرے نکلنے کا یا بھائی کی رہائی یا جہاد کا حکم کرے تو تقریر ایک مستبعد طریقہ ہے کیونکہ جہاد اسوقت تک نہ تھا وہ بعد ہلاک فرعون کے حضرت موسےٰ علیہ السلام پر ملک شام و بیت المقدس مین آباد ہونے اور توحید پھیلانے کے وقت فرض ہوا ہے علاوہ اسکے فقط بنیامین کی رہائی کے واسطے جہاد بعید ہے کیونکہ جہاد کا شروع ہونا کلمۃ اللہ تعالیٰ کے بلند ہونے کے واسطے مخصوص ہے اور بھائی کی رہائی کی توجیہ بھی سخت تکلیف ہے کیونکہ یحکم اللہ لی۔ کہا یعنی میرے واسطے حکم فرماوے پس یہ تکلف ہوگا کہ میرے واسطے حکم کرے کہ میرا بھائی رہا ہو کر مجھے دیا جاوے۔ کیونکہ خلاف محاورہ ہے اور رہا یہ کہ اللہ تعالیٰ میرے واسطے یہان سے نکلنے کا حکم کرے تو یہ توجیہ اگرچہ قریب ہے لیکن اسپر وحی نہین آئی تھی اگرچہ یہ قول اختیار کیا جاوے کہ وے پیغمبر تھے پس صواب مترجم کے نزدیک یہ ہے کہ بڑے بھائی نے سب بھائیون کے مجمع مین اس واقعہ کا اندوہ بیان کیا اور سابق واقعہ یوسف کی تقصیر بیان کی اور غمناک ہو کر کہا کہ اب مین یہان سے نہ جاؤنگا یہانتک کہ یا تو والد بزرگوار معذور فرما کر خود ہی مجھکو حاضر ہونے کی اجازت دے یا اللہ تعالیٰ اسپر وحی فرماوے جس سے ہماری معذوری ثابت ہو خلاصہ یہ کہ والد اپنی رائے سے رحم مہربان ہو کر اجازت دے یا بوحی الٰہی حکم فرماوے۔ اس معاملہ مین ایک لطیف حکمت الٰہیہ یہ بھی ہے کہ آیندہ انکی خطیئہ در بارہ یوسفؑ کے بخشے جانے کے آثار طاری ہوئے اور ان کو سابق و لاحق پر سخت ندامت طاری ہوئی حتے کہ روبیل نے باپ کو منھ دکھلانے سے انکار کیا اور یہین بے یار و مددگار اس قحط مین گھر کا چھوڑ کر پڑا رہنا اختیار کیا اور باقی بھائیون سے کہا کہ۔ اِرْجِعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْكُمْ تم لوگ واپس جاؤ اپنے باپ کے پاس۔ فَقُوْلُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ پس کہو کہ اے ہمارے باپ تیرے بیٹے نے چوری کی۔ یعنے ظاہر حال جو ہم نے مشاہدہ کیا اس سے ہم کہتے ہین کہ اس نے چوری کی۔ وَمَا شَهِدْنَآ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا اور ہم نے نہین شہادت دی اس پر مگر اُس چیز کے ساتھ جو ہم نے جانی یعنی ہم نے دیکھا کہ صواع الملک اس کی وعاء سے نکل آیا تو ہم یہی جان سکتے ہین کہ اس نے چرایا ہوگا ورنہ باطن مین ممکن ہے کہ کسی طور پر اسکی وعاء مین آگیا ہو۔ وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ اور ہم کچھ غیب کے حافظ نہین ہین۔ اور شاید کہ قولہ ماشہدنا الخ کے یہ معنے ہون کہ ہم نہین شاہد ہوئے تھے اسپر مگر بقدر اسکے جو ہم کو علم ہے تو ہمکو حفاظت کا عہد دینے کے وقت یہ نہین معلوم ہوا تھا کہ وہ چوری کریگا یا ایسی عجیب بلا مین گرفتار ہوگا کہ ہمارے اختیار سے باہر ہو جاوے اور ہم اس بلا مین اسکے ساتھ دینے مین معذور ہو جاوین اسی واسطے ہم نے قولہ الا ان یحاط بکم۔ پر اقرار واثق کر لیا تھا کہ اگر کوئی بلا آویگی تو ہم سب بھی شریک ہونگے پھر تصدیق کی راہ ظاہر کی کہ وَسْــَٔـلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا۔ اور دریافت فرما لے اس قریہ سے جسمین ہم تھے یعنی جس شہر مین یہ واقعہ ہوا خواہ وہ دار السلطنت کا شہر ہو یا اس سے قریب کوئی گاؤن تھا جہان اناج کا انبار خانہ تھا یا وہ گاؤن جس مین منادی سے اوران سے گفتگو ہوئی جبکہ صواع کو وعاء سے نکالنے والا وہی منادی ہو بہرحال تصدیق کے لیے کہا کہ جس قریہ مین ہم تھے اُس سے دریافت کر لے۔ وَالْعِيْرَ الَّتِيْٓ اَقْبَلْنَا فِيْهَا۔ اور اس قافلہ سے جس مین ہم ساتھ ہو کر مصر مین

Marfat.com

آئے تھے دریافت کرلے یہ دونوں ہمارے قول پر اور اس واقعہ پر ہماری معذوری و مجبوری پر شہادت دینگے۔ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ
اور ہم لوگ بتاکید عرض کرتے ہین کہ ہم سب سچے ہین۔ مسئلہ اللہ تعالے کی رحمت سے ناامیدی کفر ہے اور بندون کے افعال سب اللہ تعو
کے پیدا کیے ہوتے ہین تو اب مترجم کہتا ہے کہ جب زید سے عمرو نے کوئی اُمید کی اور اُس نے انکار کیا تو ناامید ہونا جائز ہے مگر یہ سمجھکر کہ ظاہر مین
زید کی طرف سے یہ بات پوری نہ ہوگی بدلیل قولہ فلما استیأسوا منہ۔ ولیکن اللہ تعالے کی طرف سے مایوس ہونا نہ چاہیے کیونکہ ممکن ہے کہ یہی
اُمید دوسرے طور سے اللہ تعالے پوری کر دے جسکا اس کو گمان بھی نہین ہے۔ اور صحیح یہ ہے جو بعض محققین کا قول ہے کہ مایوسی جو کفر ہے وہ
یہ ہے کہ اللہ تعالے خاص رحمت و مغفرت اس پر رد فرمادیگا جیسے شیطان کو کر دیا اسطرح اس کو بھی مایوس کر دیا ہے تو یہ کفر ہے اور خاص رحمت
سے مراد باقی رحمت آخرت ہے جسکا اثر دنیا مین ایمان اور صلاحیت ہوتی ہے کیونکہ عام رحمت تو دنیاوی رزق و تندرستی و مال و اولاد وغیرہ
سب کو شامل ہے اور یہ رحمت کافرون و مومنون سب کو عام ہے بلکہ کافرون کے لیے زیادہ ہے اگرچہ کافر مال و متاع وغیرہ کو دنیا و ہوس شہوات کے لیے
کرکے اور زیادہ عذاب اپنے اوپر کر لیتے ہین پس یہ رحمت انکے لیے عذاب ہو جاتی ہے علی معنی قولہ سنستدرجہم من حیث لا یعلمون واملی لہم الآیہ۔ وقولہ اترفناہم فی
الحیوۃ الدنیا۔ وقولہ ولا تمدن عینیک الی ما متعنا الآیہ۔ وقولہ انما یرید اللہ لیعذبہم بہا الآیہ اور دوسری رحمت خاصہ ہے وہ مومنون و صالحین کے واسطے
مخصوص ہے۔ مسئلہ مشورہ سے کام کرنا نہایت عمدہ ہے لقولہ وشاورہم فی الامر۔ دیکھو آنحضرت صلعم کو حکم کیا جس سے مشورہ مانگا جاوے اگرچہ اُسکو کچھ
ملال ہو یا اسمین اسکا نقصان ہوتا ہو اُسپر واجب ہے کہ ٹھیک مشورہ دیوے ورنہ خیانت کا گناہ ہوگا لقولہ علیہ السلام المستشار مؤتمن۔ مشورہ کے لیے
اہل عقل تلاش کرے۔ لقولہ قال کبیرہم۔ بڑے کو مقدم کرنا ادب ہے۔ راز چھپانا واجب خصوص جبکہ ضرر ہو۔ علما نے کہا کہ راز کہنے والا خود ذمہ دار ہے کہ
عاقل و صالح معتمدین سے کہے ورنہ خود گنہگار اور بیوقوف دوسرے کو گناہ مین ڈالنے والا ہوگا۔ مسئلہ عہد کی نگہداشت واجب ہے۔ اور بعضے زاہد ہین
جنکی حکایات مشہور ہین کہ ایک نے انسے وعدہ ملاقات کسی خاص مقام پر کیا تو برسون تک اس مقام پر وقت معہود پر حاضر ہونا التزام کر لیا تھا
اسکی صحت مین بعض نے استبعاد کیا ولیکن اصل اسکی یہی فعل کبیر الاخوۃ ہے یعنی قولہ فلن ابرح الارض۔ مسئلہ عہد مطلقًا فرض ہے اور جبکہ اللہ تعالے
کو شاہد کرے ہو تو نہایت مؤکد ہے۔ مسئلہ جو کوئی کسی وعدہ مین کہے کہ انشاء اللہ تعالے تو خفیف عذر اور مصلحت سے وعدہ پورا نہ کرنے مین گنہگار نہوگا
لہذا علما نے اسی طرح وعدہ کرنے کا طریقہ بتلایا ہے۔ مسئلہ بیعت کرنا ایک معاہدہ ہے تو بیعت لینے والے کو مستحسن ہے کہ تعلیم کر دے کہ یون کہو کہ یہ سب ہم
کرینگے جہان تک اللہ تعالے نے ہم کو توفیق دی کما صح فی الحدیث۔ یا بعض عام صورتین استثنا کر دے جیسے قولہ الا ان یحاط بکم۔ مسئلہ وعدہ کے
وقت جسکے دل مین ہو کہ یقینًا اسکو پورا نکرونگا تو انشاء اللہ تعالے کہنا مکروہ ہے۔ مسئلہ جو کوئی اللہ تعالے کو ایسی بات پر شاہد کرے جو حقیقت مین نہین ہے
تو کفر ہے مثلًا کسی کے پاس روپیہ موجود ہے اس نے کہا کہ اللہ تعالے شاہد ہے کہ میرے پاس نہین ہے تو وہ کافر ہے۔ واضح ہو کہ عام معاہدات وعدے
اسی قدر پر واقع ہوتے ہین جو ظاہر حال مین قدرت مین ممکن ہون مثلًا ہم یہ گھر اس نقشہ کا دو برس مین تیار کر دینگے تو جائز ہے اگرچہ غیب کا حال
معلوم نہین کہ شاید کوئی غنیم ملک پر حملہ کرے یا مر جاوے پس امر غیب ذمہ داری سے خارج ہے۔ مسئلہ اللہ تعالے کو خیر الحاکمین کہنا جائز ہے اس سے
ظاہر ہوا کہ مخلوق مین بھی حاکم ہوتے ہین۔ پھر قولہ ان الحکم الا للہ سے معلوم ہوا کہ سوائے اللہ تعالے کے کسی کا حکم نہین ہے تو جواب یہ ہے کہ ہر مخلوق سے وہی
فعل واقع ہوتا ہے جو اللہ تعالے نے مقدر کیا ہے پس جو امر حق ہے اسمین ثواب ہے اور جو حکم باطل ہے اسمین عذاب ہے اور حکم ثواب یہان وہی ہوگا
جو حکم حق ہے تو حکم فقط اللہ تعالے کا ہے اور دوسرون سے جو احکام ہین وہ ماخوذ ہین یا ثواب پاوینگے یا عذاب پاوینگے لیکن وہی ہوگا جو اللہ تعالے
نے حکم لگایا اور مقدر فرمایا ہے۔ مسئلہ ظاہر حال پر جو مشہور و شائع ہو حکم لگانا روا ہے لقولہ ان ابنک سرق۔ کیونکہ اُسکے سوائے ظاہر

Marfat.com

نہ تھا۔ لہذا کہا گیا کہ اگر کوئی شخص پٹھان مشہور ہو تو اسکو پٹھان کہنا جائز ہے حتی کہ اگر حقیقت مین وہ پٹھان نہین ہے تو کہنے والا گنہگار نہوگا۔ مترجم کہتا ہو کہ اس زمانہ مین لوگون کی زبان کا عام طور پر اعتبار نہ رہا اسوجہ سے کہ جہل بہت کثرت سے پھیل گیا اور زبان کے گناہون سے عام طور پر بیباکی ہو تو اب احتیاط واجب ہے پس اگر کسی شخص کے حق مین بھلائی ہو تو روا ہے اور اگر برائی ہو تو وہ بات کہے جو نیک پرہیزگارون مین معروف ہو۔ مسئلہ جس شخص سے کوئی گناہ مشاہدہ کیا ہو اس کو فاسق و فاجر کہنا روا نہین ہے اور برادری کا انقطاع نہ کرے اور بدعت دو قسم کی ہی ایک بدعت اعتقاد مین جیسے رافضی و خارجی تو ان لوگون سے محبت و اختلاط قطعی ترک کرے۔ دوم بدعت اعمال مین تو انسے انقطاع روا نہین ہی۔ اگر کہا جاوے کہ آثار و احادیث مین انقطاع پایا جاتا ہی تو جواب یہ ہے کہ وہ جھڑکی کا انقطاع ہی جیسے عام فسق و فجور کی نسبت حکم ہے کہ فاسق کو علیحدہ کر دو کہ توبہ کرے اور یہ آسان تدبیر تھی کیونکہ ایسا بدعتی فاسق کے حکم مین ہی ولیکن اس زمانہ مین فاسقون کا مجمع بڑا ہے تو علیحدگی سے سوائے ضرر کے کچھ لاحق نہوگا اسواسطے ملانا بہتر ہے بدلیل آنکہ آنحضرت صلعم منافقون تک کو ملاتے تھے اور ایسے لوگون کو دیتے جن کی طرف سے فسق و فجور کا احتمال ہوتا اور متقی و ثابت قدم کو ترک کرتے تھے فافہم واللہ تعالے اعلم بالصواب۔ مسئلہ جو شخص توحید کو چھوڑ کر شرک کرے جیسے قبرون کی پرستش اور مشرکانہ اعتقادات تو انکو فہمائش کرنا اور اعتقاد توحید انکے دل مین مضبوط کرنا اور جہالت کو مٹانا واجب ہی ولیکن اس کے واسطے یہ نہ کرے کہ بزرگون کی توہین کرے کیونکہ اس مین فتنہ ہی اور ذاتی قصد اہانت کا گناہ ہے۔ مسئلہ ایمان والا اگر کوئی خبر دیوے تو اسکی نسبت جھوٹ ہونے کی بدگمانی بلا دلیل دل مین لانا نہ چاہیے ولیکن تحقیق کے لیے دریافت کرنا کچھ مضائقہ نہین ہے اور کہا گیا کہ عادل کی تصدیق کر لینا جائز ہی اور ظاہری عدالت کافی ہی لیکن فاسق کی خبر کی تصدیق نہ کرنا چاہیے بلکہ تفتیش کرے لقولہ تعالے اذا جاءکم فاسق بنبا فتبینوا۔ اور یہ حکم ایسی باتون مین ہی جنکے ماننے سے عبادات مین کوئی حکم آتا ہی ورنہ معاملات مین تصدیق دلی پر مدار ہی حتی کہ اگر کافر ملازم نے بازار سے جہان ذبح کیا ہوا گوشت بکتا ہی مول لا دیا تو تصدیق کر لینا روا ہے اور ان مسائل کی پوری تحقیق تفصیل کو فقہ کی کتاب القضا اور کتاب الکراہۃ سے تلاش کرنا چاہیے۔ مسئلہ ضرورت کے وقت سچا حال بیان کرنے کی نیت سے اپنی تعریف کرنا جائز ہی لقولہ انا الصادقون ہم سچے لوگ ہین۔ اب جاننا چاہیے کہ قولہ واسال القریۃ مین مفسرین نے کہا کہ شاید یہ مراد ہو کہ تم پیغمبر ہو اس گانو سے پوچھو وہ تم کو جواب دیگا ولیکن مترجم کے نزدیک ضعیف قول ہی اسواسطے کہ پیغمبر کو یہ چیزین اسی وقت جواب دیسکتی ہین کہ اللہ تعالے ان مین گویائی پیدا کر دے اور یہ معجزہ ہوتا ہی پس ہر وقت ایسا نہین ہو سکتا بلکہ حق یہ ہی کہ پیغمبر خود ایسی خواہش ہی نہ کریگا مگر اسی وقت کہ اللہ تعالے چاہے جیسے تمام نیک بندون حتی کہ اولیاء کا بھی یہی حال ہی اسی واسطے جو لوگ حماقت سے سمجھتے ہین کہ فلان ولی کی خوشامد کرین وہ ایسی دعا کر دیگا محض جہالت ہی وہ ہرگز کچھ نہ کریگا مگر وہی جو اللہ تعالے چاہے اس کے دل مین ڈالے اور زبان سے کہلاوے اسی واسطے خواہ یہ کہے یا نہین وقت پر یون ہی ہوگا البتہ اللہ تعالے کے نیک بندون کی خدمت خالص نیت سے ثواب عظیم ہی۔ پھر مفسرین نے کہا کہ شاید یہ مراد ہو کہ واسال اہل القریۃ یعنی مضاف محذوف ہی تو گانو کے لوگون سے دریافت کر لے اور یہ مجاز زبان عرب مین مشہور ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ اردو مین کہتے ہین کہ اس گانو سے یہ حال معلوم ہو جائیگا ولیکن بعض نے اعتراض کیا کہ سیبویہ امام نحوی نے کہا کہ یون کہنا نہین جائز ہی کہ کلم ہندا یعنی ہندہ سے بات کر حالانکہ تیری غرض یہ ہو کہ اسکے گھر والون سے بات کر۔ اسکا جواب یہ ہی کہ یہان سخت التباس ہی کیونکہ ہندہ سے بات کرنا خود ممکن ہی بخلاف قریہ کے اور حافظ ابن القیم نے بدائع مین کہا کہ اکلت الشاۃ مین نے بکری کھائی۔ اور اسکے مانند کلام مین لحم الشاۃ یعنی بکری کا گوشت بتقدیر مضاف متعین ہے اور واسال القریۃ اس قسم مین سے نہین ہی کیونکہ قریان لوگون کو بھی کہتے ہین جو ایک ٹھکانے مجتمع ہو کر رہتے ہین اور اس مقام کو بھی بولتے ہین جس مین کچھ

یکجائی کی حیثیت سے رہتے ہون جیسے کاس وہ پیالہ جس مین شراب موجود ہو اور خوان جس دسترخوان پر کھانا موجود ہو اور کہا کہ قریہ کا استعمال زیادہ ہے تو انھون نے اسکو سیاق کلام کے اعتماد پر کبھی رہنے والون کے معنے مین استعمال کیا اور کبھی مقام سکونت کے ارادہ پر استعمال کیا اور وہان التباس نہونا شرط استعمال ہے پس یہان مجاز وحذف کچھ نہین ہے اور باوجود ظہور کے یہ بات اہل علم پر مخفی رہی ہذا خلاصہ تحقیقہ مترجم کہتا ہے کہ حاصل اس تقریر کا یہ ہوا کہ واسال القریۃ۔ کے بلا مجاز وحذف کے خود معنے یہ ہین کہ لوگون سے جہان ہم تھے پوچھ لیجیے فافہم۔ ف فی العرائس قولہ ان ابنک سرق۔ دیکھو حضرت ذو العظمۃ والکبریا القادر القیوم وحدہ لا شریک جسکے ساتھ کسی چیز کو اسکی ذات پاک وصفات عالیہ مقدسہ کا ذکر کیا ہے اس کے افعال ومقدرات مین کچھ بھی شرکت ممکن نہین ہے وہی ہے کہ جو چاہے کرے اور جو چاہا وہ کیا کسی کی مجال نہین کہ کچھ سوال کرے اور سوال کیونکر کرے کہ کسی کی تاب نہین کہ اسکے علم وحکمت کا ایک ذرہ بھی سمجھ سکے تو اُس نے اپنے خاص بندہ اسرائیل یعنے یعقوب علیہ السلام پر اسطرح رحمت فرمائی کہ اس کی محبت دو پارہ جگر یوسفؑ وبنیامینؑ جدا کر دیے حالانکہ ہماری شریعت مین ہمیں حکم دیا کہ گائے بکری کوئی جانور تاک کا دودھ پیتا بچہ جدا کرکے بیچنا حرام ہے اور یہان یوسفؑ پر بیع کا داغ دیا اور بنیامینؑ پر سرقہ کا اور ہم مین سے کوئی سمجھے تو پس اسی قدر کہ بلاء ومشقت فراق بڑھا دی اور یہ لطیفہ ہے کہ فضل الٰہی سے بارہ اولاد مین سے صرف ایک کے فراق پر یہ درد واندوہ تھا پھر دوسرے کے فراق پر یہ زیادتی پھر اسکے اسرار سوائے اُس کے جسکو اپنے فضل سے عرفان دیا ہو اور کوئی شخص کیا سمجھ سکتا ہے بھلا جسکی عقل کی یہ کیفیت ہے کہ جو دنیا صرف خوار چیز اور چند لحہ کی بے اعتبار ہے ہمہ تن اُسی کی آرائش مین گرفتار ہے اور جس کی یہ مثال کہ سفر مین ایک سرائے مین اُترا اور تمام مال واسباب اور جو کچھ سرمایہ اُسکے پاس تھا سب اس مین ایک جھوپڑی بنانے مین صرف کیا اور دل مین خیالات کہ لوگ ہم کو عروج پر دیکھینگے اور ہماری قوم کے لوگ اس مین ٹھہرینگے ایک دن اسطرح گذرا دوسرے دن کوچ کیا اور پھر کبھی سرائے کی جھوپڑی خواب مین بھی نظر نہ آئی تو ایسے بیوقوف کو تو خیال کر سکتا ہے کہ وہ اسرار آسمان وروح وملائکہ و عجائب وقدرت وحکمت الٓہیہ واپنے انجام کار وآخرت کو سمجھ سکتا ہے اس کی بعینہ یہ مثل ہے کہ ایک پہاڑی جنگلی آدمی سے فلسفہ یا اقلیدس یا جبر ومقابلہ یا بلاغت زبان کا ایک نکتہ بیان کیا اور بہت زور دیا اُس نے سب سُنا اور قہقہہ مار کر دیوانہ کہتا ہوا چلدیا۔ شیخ رہ نے کہا کہ دو جگر پارہ یعقوبؑ جدا کرکے درد وبلا بڑھا دی اور ایک پر بیع وغلامی کا داغ اور دوسرے پر سرقہ وچوری کا نشان کردیا چنانچہ بھائیون نے کہا کہ ان ابنک سرق۔ اور درحقیقت نفیس جواہر کا پیمانہ شرافت یوسفؑ تھا جو بنیامینؑ نے ان سب کے درمیان سے اچک لیا کچھ شک نہین کہ بندہ خاص کے مقابلہ مین تمام جواہرات بلکہ دنیائے فانی محض ہیچ ہے ان لوگون نے اس الزام مین بھی غم اُٹھایا اور جب ادبار قحط مین گرفتار تھے تو جو حرکت کرتے اُنپر وبال ہو جاتی تھی۔ حضرت جعفر رہ نے کہا کہ کوئی سمجھتا ہے کہ پیغمبر کے بیٹے پر جو پیغمبر ہے یہ لفظ کسطرح جائز ہوا۔ علماء کے نزدیک یہ مقام مشکلات قرآن مین سے ہے اور اسی کے مثل قصہ داؤد مین ہے خصمان بغی بعضنا علی بعض اور وہ دونون خصم نہ تھے اور نہ انھون نے بغاوت کی۔ شیخ نے کہا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے سچ کہا کہ قرآن مجید مین بہت سے متشابہات مین جنکے معنے حضرت حق عز وجل کے علم پاک مین ہین۔ اور انکی تعلیم سے ان بندون پر منکشف ہوتے ہین جنکا قدم مسند علم پر راسخ ہے کما قال تعالیٰ لا یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم۔ منجملہ انکے علوم کے اس مقام پر یہ ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے قرآن مجید مین کلام معجز فرمایا ہے اور اسلوب اسکا بحقیقت وامثال وعبرت ومجاز وخبر وقصص ہے انکو اسی طور پر بیان فرمایا جسطرح واقع ہوئے پس براہ ظاہر انکے قصہ کو بعین الفاظ واقوال وافعال سے ذکر فرمایا جو انھون نے کہا وکیا ہے اور حقیقت مین جو فرمایا حق ہے کیونکہ واقعہ کبھی ایک حقیقت کی اشارت سے خالی نہوگا اور وہی باطن علوم ہین پس معز وحقیقت کا علم مشیر مخصوص کتاب باری تعالیٰ

Marfat.com

ہو بدین معنی کہ بندگان علما کسی وقت پر اس فیض سے کرامت و منزلت عالیہ پاوینگے اور اسوقت انکے معانی سے سرفراز ہو جاوینگے ہان اسوقت
اسقدر وقوف ہو سکتا ہے جسکا تحمل ممکن ہو مثلاً سوال موسی علیہ السلام دیدار باری تعالے کا ایک علم سے تھا نہ جہالت سے جیسا کہ گمراہ جہال خیال
کرتے ہین مگر مغز و معنی اس سوال کے انکو اسوجہ سے عطا نہوئے کہ اسکا تحمل اسوقت ممکن نتھا ہان ایک وقت پر ممکن ہوگا چنانچہ حدیث صحیح مین
ہے کہ انکم سترون ربکم الحدیث ولیکن موسی علیہ السلام کو تجلی عنایت ہوئی جس سے بیہوش ہو کر گر پڑے اور اگر عنایت الٰہی باقی نہ رہتی تو مثل طور
کے جلکر فنا ہو جاتے اور یہ احتراق انسے سوزش نہین ہے بلکہ سوزش حسن ازل ہے۔ شیخ رح نے کہا کہ سرقہ یوسفؑ اپنے حسن سے قلوب خلق تھا اور
یہ بنظر استحفاظ نظام تدبیر آلہیہ ہے چنانچہ جن قومون کو محض سرائے فانی آراستہ کر کے دیدی گئی ہے انکو اس لطافت سے بالکل بے بہرہ کر دیا گیا اور
یہ وہم نہو کہ اکثر ان مین سے سوزش محبت سے افیون کھا کر اور زہر پیکر اور بندوق سے اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالتے ہین کیونکہ یہ تو غلبہ نجاست ہے فی الحال
آتش جہنم مین جلائے جانے کی استعداد قوی بغلبہ شہوات پیدا کرتے ہین اور انکو حسن ازل نظر نہین آتا بلکہ بحکم قولہ زین للناس حب الشہوات
من النساء الآیۃ وہ عورتین نظر آتی ہے جسکی رسی شیطان کے ہاتھ مین دیگئی ہے پس یہ حال اسکا جسکو شیطان نے ایسی قوی پھندے مین پھانسا کہ
عقل و حواس سب مسلوب ہو گئے اور عشق باری تعالے مین حواس کی نورانیت و لطافت اسقدر بڑھ جاتی ہے کہ فانیات و جسمانی لذات و دنیاء
دنی و اسکے ضروری انتظامات سب سے وہ متنفر ہو کر مفرد و مجرد ہو جاتا ہے حتی کہ اگر ایک گانون پورا اسی طرح کا ہو جاوے تو وہان جملہ معاش کے
طریقہ معطل ہو جاوین ہان آخرت کی بستی ہو جاوے اور شاید کہ ملائکہ انکی کارپردازی کرین واللہ تعالے سبحانہ اعلم۔ شیخ نے کہا کہ اسیطرح قولہ انکم
لسارقون صحیح ہے کیونکہ انھون نے عہد و امانت کو نظام قضا رسیما اور یوسف کو اپنے والد سے سرقہ کیا یعنی خیانت سے عہد توڑا اور یوسف کو جدا کر کے
فروخت کیا اور صدق سے سرقہ کر کے کذب مین قمیص خون آلودہ دی اور بے خبر بھیڑیون پر خیانت سے الزام لگایا کیونکہ جانور ایک امت ہین
اور قولہ ان ابنک سرق صحیح ہے کہ خفیہ یوسف کو پایا اور ان مین سے کسی کو نہ بتلایا پس حقوق روحانی انکے بھی مستحق فیض یوسفی تھے مگر اخفاء بنیامین
سے یہ محروم رہے۔ اقول یہ نظیر اسکی ہے کہ جنت مین ہر کافر کا مقام موجود ہے مگر نہ لینگے یون ہی ہر عضیر بلکہ بندہ صالح کے ساتھ ہر مخلوق کا حصہ موجود
ہے مگر لیاقت نہین ہے۔ شیخ نے کہا کہ علاوہ اسکے صاع مذکور انکی متاع مین انکے علم سے رکھا گیا تھا اور باوجود اسکے مقدمہ مین انھون نے اخفا کیا
پس کلام آلہی ہر موقع پر صدق و راست ہے باوجودیکہ اصل قصہ مین اہل قصہ کی حالت کسی عنوان پر ہو اسکو کلام معجز نظام آلہی مین جہت
صدق موجود ہے پس حقیقت وہ صدق ہے اور مجازاً انکا قصہ ہے اور تصدیق اسکی قولہ تعالٰی وما شہدنا الا بما علمنا یعنے بحسب الظاہر و قولہ وما کنا للغیب
حافظین یعنی ان اسرار کو ہم نہین جانتے جو دونون بھائیون کے درمیان خفیہ جاری ہوئے ہین۔ القصہ جب بڑے بھائی نے بعد مشورہ کے رائے
قائم کی اور بھائیون سے پیغام لیکر روانہ کیا تو یہ لوگ روانہ ہو کر حضرت یعقوبؑ کی خدمت مین آئے اور حال کہا

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْرًا ۖ فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۖ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَنِي بِهِمْ جَمِيعًا ۚ
یعقوب نے کہا بلکہ آراستہ کر دیا تمھارے لیے تمھارے نفسون نے کوئی بات — پس صبر جمیل خوب ہے — قریب ہے کہ اللہ تعالے — میرے پاس لاوے — ان کو — سب کو

إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ۝ وَتَوَلَّىٰ عَنْهُمْ وَقَالَ يَا أَسَفَىٰ عَلَىٰ يُوسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنَاهُ
بیشک وہ دانا — حکمت والا ہے — اور منھ موڑ لیا انسے — اور کہا کہ ہاے — افسوس — یوسف پر — اور سپید ہو گئین اسکی دونون آنکھین

مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيمٌ ۝ قَالُوا تَاللَّهِ تَفْتَأُ تَذْكُرُ يُوسُفَ حَتَّىٰ تَكُونَ حَرَضًا أَوْ تَكُونَ
بسبب غم کے — سو وہ گھٹا ہوا تھا — کہنے لگے کہ قسم اللہ تعالے کی برابر تو — یاد کرتا ہے — یوسف کو — یہانتک کہ ہو جاوے بیمار لب گور یا — ہو جاویگا

مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ۝ قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

مُردون مین سے ۔ فرمایا کہ مین تو اپنی ۔ پراگندگی ۔ اور اندوہ کا اپنے اللہ ہی سے شکوہ کرتا ہون اور مین جانتا ہون اللہ تعالیٰ کیطرف سے وہ امر جسکو تم نہین جانتے

حضرت یعقوب نے سب سُنا اور قَالَ جواب مین کہا کہ بَلْ سَوَّلَتْ زَيَّنَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا بلکہ سنوار دکھایا تم کو تمھارے نفوس نے کوئی امر یعنی بظاہر انکی گفتگو سے اعراض کیا اور کہا بلکہ تمھارے نفس ایسے ہین کہ وہ جو بات تم کو زینت کرکے دکھلاتے ہین وہ تم پسند کرتے ہو۔ اور کلام مین لطف یہ ہے کہ لفظ بَل محتمل اضراب ہی جیسا کہ ظاہر مین بیان ہوا اور محتمل ترقی ہی یعنی یہ تمھاری گفتگو کا نتیجہ ہی بلکہ تمھارے نفوس کا بھی دخل ہی۔ اور یہان سے معلوم ہوا کہ آدمی کو چاہیے کہ ہر دم اپنے نفس سے ہوشیار رہے اور ہر کام پر جسکا ارادہ ہو غور کرے کہ یہ نفس نے تسویل کی ہی یا صحیح ہی پس قرآن وحدیث وآثار سے موافق پاوے تو عمل کرے ورنہ اس کام کا انجام خراب ہوگا۔ اور بعض مرتبہ قرآن وحدیث سے موافقت پاتا ہی مگر اس آدمی کی حالت سے موافقت نہین ہوتی تو لاچار اسکے واسطے اپنے نفس کی رائے پر اعتماد کرتا ہی اور انجام ٹھیک نہین ہوتا اور یہ نہایت باریک فریب نفس کا ہی اس سے وہی علماء بچتے ہین جنکو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہدایت فرمائی ہی مثلاً ایک مرد عیالدار عبادت مین بسر کرتا تھا اور اپنی صغیر اولاد کے لیے رزق قلیل تلاش کر لاتا تھا اس نے جہاد کے لیے قصد کیا تو جہاد کرنا عمدہ بات قرآن وحدیث سے ثابت ہی مگر موقع جنگ پر دیر ہوئی حتیٰ کہ اُس نے خواہش کی کہ جلدی ہوتی تو مین واپس جاتا اور اپنے عیال کے لیے رزق لیجاتا پس یہ خیالات اسکے انجام مین مضر ہوئے اور اس کی مثالین جو شخص متقی ہونا چاہے اور کچھ عرصہ تک نفس کی تسویلات کا خیال رکھے ۔۔ واقعات تحقیقی مین بہت کثرت سے پاویگا پس اللہ تعالیٰ سے التجا ہی کہ وہ اپنے فضل سے ہم بندون کو ہمارے نفوس کے تسویلات سے اور شیطان کے اغوا و تسلط سے بچاوے اور ہمکو شاہراہ مستقیم پر ثبات واستقامت کرامت فرماوے وہ سب چیز پر قادر غالب قوی علیم وحکیم ہی بیضاوی وغیرہ نے لکھا کہ مثل واقعہ یوسفؑ کے خیال کرکے متہم رکھا کیونکہ بادشاہ مصر پابند شریعت ابراہیم علیہ السلام نہ تھی جو چور کو بعوض چوری کے ماخوذ کرلے علاوہ ازینکہ خود ان لوگون نے اپنے نفس کی تسویل سے یہ راہ بتلائی ہو پس انکے نفوس کی تسویل یہ ہوئی کہ خلاف قانون بادشاہ مصر کے اسکو شریعت ابراہیم کا فتوےٰ دیکر گرفتار کرادیا اور شاید یہ بھی گمان ہو کہ چوری کا الزام اسپر قائم ہونے مین تسویل نفس مساعدت کی ہو اور اول اظہر ہی اور وہ سچ واقع ہوا جو پیغمبر علیہ السلام کے دل مین گمان ہوا اسلیے کہ انھین کے نفس نے جوش مین آکر یہ سزا بتلائی کہ جزاءه من وجد فی رحلہ فهو جزاءه وکذالک نجزی الظلمین۔ تو یہ صحیح ہی کہ یہ سزا تجویز کردینا خالی رحال مین پائے جانے پر بدون اسکے کہ چوری متحقق ہو انکے نفس کی تسویل ہی اگرچہ انکی نیت یہ نہ تھی کہ بنیامین کو یہ سزا دیجاوے اور مقتضائے عقل یہ تھا کہ اگر کوئی چوری کرے اور ثابت ہوجاوے خاص شہادت ودلیل سے جسمین شبہہ نہ ہو تو اسکی سزا ہم لوگ یہ دیتے ہین تو اس صورت مین بنیامین کے گرفتار ہونے کی کوئی راہ نہوتی کیونکہ شبہہ موجود ہوتا کہ شاید کسی اور نے اسکے رحل مین رکھدیا ہو یا غلطی سے ناپنے والون نے رکھا ہو جنکو یاد نہین رہا اور باوجود اسکے وہ مال محرز نہ تھا جسکو بنیامین نے مقام حرز ومحفوظ سے نکال لیا اور اگر نکالا تو گواہ کون ہی بہر حال اصلی فتنہ انکے نفس کی تسویل سے سرزد ہوا اور سچ ہوا خیال یعقوب علیہ السلام کا کہ تمھارے نفس نے ایک امر تسویل سے بنایا۔ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ فامری کذالک او فصبر جمیل احسن پس میرا فعل صبر جمیل ہی یا صبر کرنا صبر جمیل خوب ہی۔ صبر جمیل کے معنے ابتدائے سورہ مین گذرے اور وہان مین نے قصہ افک کی حدیث ام المومنین حضرت صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا آخر ٹکڑا اس غرض سے نقل کیا کہ حضرت صدیقہ نے آخر مین صبر جمیل اپنا فعل ظاہر کیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکو رد نہ کیا تو معلوم ہوا کہ وہ صبر جمیل تھا اور آپ بعد اطلاع کے بہت روئین اور غمگین ہوئین ولیکن کسی آدمی سے شکوہ شکایت نہین کی اور نہ کوئی کلمہ خلاف شریعت زبان سے نکلا اور نہ افک

مین خوض کرنے والون مین سے کسی سے خاموشی کی التجا کی اور نہ اُنکے حق مین زبان درازی فرمائی اس سے صبر جمیل کے معنی وہی ظاہر ہوئے جو بیان حضرت یعقوبؑ کے فعل سے ظاہر ہین کہ آپ نے ان بیٹون مین سے کسی کی شکایت نہ کی اور نہ انکی جانب کوئی التجا کی اور نہ لوگون سے کوئی استعانت و فریاد کی اور نہ خود پریشان ہو کر داد وش کی بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی پر چھوڑا اگرچہ بہت روئے اور دونون مرتبہ یہی ہوا پھر اسکے بعد کہا کہ عَسَى اللّٰهُ أَنْ يَأْتِيَنِي بِهِمْ جَمِيعًا قریب ہی یا امید ہے کہ اللہ تعالیٰ لاوے میرے پاس انکو سب یعنی صیغہ جمع جو کم سے کم تین فرد ہوتے ہین سب کو مجھ سے لاوے اور وہ یوسف و بنیامین اور تیسرا بڑا بیٹا ہے جو وہین رہ گیا تھا شرم سے نہین آیا۔ اور ابن کثیر رحہ نے لکھا کہ اس کی یہ بھی نیت تھی کہ اگر کوئی قابو لا تو بنیامین کو خفیہ یہان سے نکال لیجاوینگا سوال یہ ہے کہ یہ کلام آنحضرت علیہ السلام نے کیونکر کہا تو علامہ بیضاوی و ابن کثیر رحمہما اللہ تعالیٰ نے اُسکو بالکل ذکر نہین کیا اور باقی تفاسیر مین مجھے یہ گفتگو نظر آئی ہے اور خلاصہ جواب یہ مذکور ہے کہ بطریق حسن الظن کے کہا یا بطریق فراست کے کہا ہے اور مترجم کہتا ہے کہ یہان تو تین باتین پائی گئین، اول یہ اس سے صاف ظاہر ہے کہ انکو معلوم ہوا کہ یوسف زندہ اور خود مختار موجود ہین دوم سب مجموعہ ملینگے کیونکہ موافق اصل کے جمیعًا تاکید ان سب کے آنے کی بصورت اجتماعی ہے جو یاتینی بہم سے مشکوک تھی کہ شاید ایک بعد دوسرے کے آجاوین تو جمیعًا سے ظاہر کر دیا کہ مجموع لجاوینگے پس اسکو اس معنے پر محمول کرنا کہ کوئی باقی نہ رہیگا خلاف اصل ہے تو معلوم ہوا کہ یہ بھی جانا کہ سب مجموع ملینگے سوم یہ کہ عسی اللہ کے قریب زمانہ پر اعلام کیا پس حسن الظن کے طور پر ایسا امور تحقیقی کا گمان غیر مرضی ہے ہان فراست کے طور پر مسلم ہے و لیکن یہ گفتگو کہ فراست کیا چیز ہے تو حدیث صحیح مین ہے کہ مومن کی فراست سے پرہیز رکھو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے پس معنی فراست دیکھنا بنور الٰہی ظاہر ہوئے اس سے زیادہ بحث کرنا مترجم کی لیاقت نہین ہان مثال البتہ ذکر کرتا ہون کہ ایک شخص نے ایک عورت اجنبیہ پر راستہ مین بد نظر ڈالی اور مکرر نظر سے دل پر اثر ہوا اسی وقت وہ حضرت امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ سوم کی خدمت مین آیا تو آپ نے عام خطاب سے فرمایا کہ یہ کیا بات ہے کہ تم مین سے بعض آدمی میرے پاس آتا ہے جسکی آنکھون نے زنا کیا اور دل شریک ہے آئندہ پرہیز کرے ورنہ مین دُرّے مارونگا وہ شخص دل مین نہایت نادم اور ہراسان ہوا اور ایک وقت اُسنے پوچھا کہ یا خلیفۂ رسول اللہ کیا بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وحی آتی ہے آپ نے فرمایا کہ نہین و لیکن فراست ہے پس دیکھو کہ مومن کی فراست ایک نور ہے اور یہان تو حضرت ذی النورین دو نور سے مشرف تھے گویا اسی وجہ سے فراست پر دُرّے مارنے کا حکم جاری کرنے کی تہدید کی۔ لطیفہ حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے کسی نے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ خلافت حضرت صدیق اکبر و فاروق اعظم نہایت مستحکم تھی اور خلافت ذی النورین اور آپ کی متزلزل تو فرمایا کہ ان دونون کی خلافت کے رکن عثمان اور مین تھا اور عثمان و میری خلافت کے رکن تم جیسے لوگ ہین سچ فرمایا اللہم اغفر لنا یہی حال ہے کہ سابق زمانہ مین اہل توحید ایسے تھے کہ سوائے حق تعالیٰ جل شانہ کے کسی شخص و کسی چیز کی تاثیر ذرہ برابر شرک دیکھتے تھے اور اب ہم ایسے لوگ ہین کہ ظاہر و باطن ہر لحظہ شرک مین مبتلا ہین اور ظاہر شریعت پر کوئی حاکم نہین اور نہ وہ بظاہر حکم لگاتا کہ ہم لوگ منافق ہین و لیکن اللہ تعالیٰ عز و جل سے کوئی ذرہ پوشیدہ نہین ہے وہ خوب جانتا ہے کہ یہ لوگ زبان سے کلمہ پڑھتے ہین اور دل مین یقین نہین حتیٰ کہ انکے دل ذرا دیکھین تو خود اقرار کرین کہ حاکم وقت اگر سزا کا کوئی دن مقرر کرے تو یقین سے گھٹ کر مر جاوین اور احکام الٰہی عز و جل پر کچھ خوف نہین ہے علماء وہ تھے کہ انکی نورانیت و توحید اور مخلوق پر شفقت کا کیا کہنا ہے اور اب ہم لوگ مخلوق کی خوشنودی چاہتے ہین اور خالق عز و جل کی ناخوشی سے خوف کے مارے مرنے کے بجائے منافقانہ بے پروائی ہے اسی واسطے دین کھو کر دنیا مین خوار ہین الٰہی ہدایت فرماوے الٰہی بخشدے اللہم تب علینا انک انت الغفور الرحیم۔ القصہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بنور الٰہی تعالیٰ نہایت ادب سے امیدواری کی لفظ سے یہ التجا کی کہ عنقریب اللہ تعالیٰ ان سب کو مجھ سے لا دیگا کیونکہ انکو علم اسرار قدرت مع علم نبوت عطا ہوا تھا

اور انقطاع تعلق شہود ہو چکا لہذا ختم کیا بقولہ ۔ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ بیشک وہی علیم و حکیم ہے ۔ ادب کی مراعات کی اور لوگوں کا وہم دور کیا کہ شاید کوئی گمراہ ہو جاوے اور یہ سمجھے کہ انکو علم غیب ہے تو نہایت تاکید سے علیم ہونا اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے منحصر کر دیا اور حکیم میں اشارہ ہے کہ یہ فراق جو لطائف صنعت سے واقع ہوئے حکمت آلٰہیہ و رحمت کاملہ ہے جو کچھ اُس نے فرمایا سب علم و حکمت کے ساتھ کیا ہے ۔ وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ اور منہ موڑ لیا اُن لوگوں سے یعنی زیادہ التفات نہ رکھا بلکہ جو کچھ کہنا تھا مختصر بیان کر کے ان لوگوں کی طرف سے منہ پھیر لیا اور جناب باری تعالیٰ میں رجوع لائے ۔ وَقَالَ يٰاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ اور کہا کہ اے اندوہ سخت یوسف پر ۔ اسف نہایت سخت اندر ہی اندر غم و اندوہ کو کہتے ہیں جو کسی چیز کے فراق میں ہو پس یوسف کے فراق پر سخت حزن و اندوہ کو پکارا گویا کہا کہ فراق یوسف میں اے اندوہ شدید تو حاضر ہو کہ تیرا وقت ہے جیسے جاہل کافر توب یا دیلاہ کہا کرتے ہیں اور ویل کا تعلق جہنم سے ہے گر جہالت سے جہنمی اسی کو پکارتا ہے ۔ اگر وہم ہو کہ یہ تو اظہار جزع ہے کہ اندوہ کو پکارا تو جواب یہ ہے کہ یہ جو مذکور ہوا یہ گویا اصلی لغت کی تحقیق سے متعلق ہے پھر استعمال اسکا دوسرے معنوں میں ہوتا ہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بی بی رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یا ویلتی االد وانا عجوز الآیہ ۔ حالانکہ وہاں سے انکی مراد وہ معنی نہیں ہیں جو کافر آدمی مراد لیا کرتا ہے جسکی غرض صدمہ کے وقت پیٹنا اور جزع فزع کرنا ہوتی ہے یا کافرہ عورت کوسنے کے وقت جہالت کے معنی دل میں لاتی ہے بوجہ اسکے کہ وہ ایمان و اس کی نیت سے غافل ہے اسی طرح حضرت یعقوب پیغمبر علیہ السلام نے لغوی معنی نہیں لیے بلکہ لوگوں سے منہ موڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لائے اور عرض کی کہ اے رب میرے مجھپر درد و اندوہ شدید آیا یوسف کے فراق میں اور دلیل اسپر کہ یہ جناب باری میں رجوع ہے نہ لوگوں کو سنانے یا غفلت میں نالہ و فریاد کرنے کا شیوہ ہے وہ حدیث ہے جو طبرانی رح نے روایت کی کہ اگلی امتوں میں سے کسی امت کو کلمہ استرجاع انا للہ وانا الیہ راجعون نہیں دیا گیا کہ وقت مصیبت کے کہتے سوا امت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے تو نہیں دیکھتا کہ یعقوبؑ نے یہ کلمہ نہیں کہا بلکہ کہا یا اسفی علی یوسف مترجم کہتا ہے کہ سراج میں اسی طرح لکھا کہ طبرانی نے یہ حدیث روایت کی ۔ اور ظاہر احادیث کا لفظ الطریق عموم اثر کو لکھا ورنہ شیخ امام ابن کثیر رح نے لکھا کہ قال عبد الرزاق انبانا الثوری عن سفیان العصفری عن سعید بن جبیر قال لم یعط احد غیر ہذہ الامۃ الاسترجاع الا تسمعون الی قول یعقوب علیہ السلام یا اسفی علی یوسف یعنی سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ جو تابعین میں سے ہیں اور حجاج ظالم کے ہاتھ سے شہید ہوئے اور قصہ عجیب عبرتناک ہے انھوں نے کہا کہ استرجاع سوائے اس امت کے کسی اور کو نہیں دیا گیا کیا تم کان نہیں دھرتے ہو قول یعقوبؑ کی طرف کہ کہا یا اسفی علی یوسف ۔ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ اور سپید ہو گئیں اُس کی دونوں آنکھیں بسبب اندوہ کے فَهُوَ كَظِيْمٌ پس وہ اندر ہی اندر گھٹے ہوئے چپ تھے یعنی کسی مخلوق کی طرف کچھ شکایت نہ کرتے اور چپ خاموش تھے جیسے کاظم الغیظ اندر ہی اندر غصہ پی جاتا ہے یہ معنی قتادہ رح وغیرہ نے بیان کیے ہیں اور ضحاک وغیرہ نے کہا کہ کظیم معنی کئیب و حزین یعنی درماندہ محزون ۔ اور بیضاوی رح نے کہا کہ کظیم اندوہ سے بھرا ہوا کچھ باہر نہ نکلا ۔ یہ فعیل بمعنی مفعول ہے جیسے قولہ وهو مكظوم اور محاورہ یہ ماخوذ از کظم السقاء ہے جبکہ مشک بھر کر منہ باندھ دیا جاوے ۔ اور کہا کہ یا فعیل بمعنی فاعل جیسے قولہ کاظمین الغیظ ۔ تو ماخوذ ہے کظم البعیر جرتہ جبکہ اونٹ پاگر نگل جاوے ۔ پھر یہاں عینین میں دو قول ہیں ایک یہ کہ چھ برس نابینا ہو گئے یہ مقاتل سے مروی ہے اور بعض نے کہا کہ کثرت آنسوؤں سے سپیدی طاری تھی اور یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ قمیص یوسفؑ سے دوبارہ بینائی آئی ہے پس صواب یہی ہے کہ آنکھیں بدستور تھیں مگر بینائی کی قوت زائل ہو کر سپید ہو گئی تھیں اور واللہ اعلم یہ شاید طبقہ عنبیہ یا ثقبۃ النور میں پانی اُتر آنے و بھر جانے سے ہوتا ہے ولیکن جہاں حکمت حق عز و جل اظہار معجزات ظاہر ہوتی ہے ایسی توجیہ کی کچھ ضرورت نہیں ہے ۔ پھر یہاں سوال ہوا کہ حضرت یعقوبؑ نے فقط یوسف پر اسف و تاسف کیا اور باقی دونوں

Marfat.com

بیٹون پر تاسف نہ کیا تو بیضاوی رح وکشاف وانکی اتباع سراج وغیرہ مین لکھا کہ ایک یہ وجہ تھی کہ آنحضرت علیہ السلام ان دونون کے زندہ
ہونے پر یقین رکھتے تھے بخلاف یوسف رح کے اسوجہ سے فقط یوسف پر تاسف کیا۔ مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک یہ توجیہ ہیچ ہے اسواسطے کہ ابھی خود
کہہ چکے ہین کہ عسی اللہ ان یاتینی بھم جمیعا۔ یہ توجیہات یوسف پر علم ہے اور یہ قول کہ فقط حسن الظن تھا مستبعد ہے اور دوسری وجہ یہ بیان کی کہ
اصلی ملال فراق یوسف تھا اسی کے پیچھے یہ دونون رنج ہوگئے تو گویا اصلی زخم پر اور زخم لگا پس تازہ ہو کر اندوہ شدید تک پہونچا مین کہتا ہون
کہ وجہ تو یہی ہے کہ اصل اس حکمت مین فراق یوسف علیہ السلام تھا ورنہ سوائے اس کے باقی بیٹون سے اندوہ اسقدر مدت تک کم ہو اپس
یہ مقام اہل علم وادراک کے لیے محل فکر ہے۔ اب یہان یہ سوال ہے کہ رونا اور تاسف آیا جائز ہے تو بیضاوی نے اور اسکی اتباع مین ایک جماعت
نے لکھا کہ اس مین دلیل ہے کہ تفجع اور مصیبت کے وقت رونا اور تاسف کرنا جائز ہے اور کہا کہ شاید ایسے اوقات داخل تکلیف نہین ہین یعنے
بندہ کو ایسے وقت بے اختیاری مین کوئی اختیاری فعل پر قائم رہنے کی تکلیف عبودیت نہین دی گئی ہے کیونکہ محنتون کے وقت بہت کم آدمی
اپنے نفس پر قابو رکھتا ہے یعنی بے اختیار ہوجاتا ہے اور یہی بے اختیاری رافع تکلیف ہے اور لکھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی اپنے فرزند ابراہیم کی
وفات کے وقت آنکھون مین آنسو بھر لائے۔ ابن عوف رض نے کہا کہ آپ یا رسول اللہ فرمایا کہ اے ابن عوف یہ رحمت ہے اور فرمایا کہ دل محزون ہوتا
ہوتا ہے اور آنکھین آنسو بھر لاتی ہین اور ہم کوئی بات نہین کہتے مگر وہی جس سے ہمارا رب خوش ہو اور ہم تیری جدائی پر اے ابراہیم بیشک غمگین ہین۔ رواہ
البخاری ومسلم مترجم کہتا ہے کہ جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی لڑکی مرنے لگی تو انھون نے اپنے والد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بلایا اور آپ
دوسری مرتبہ کے اصرار پر گئے اُسکا دم ٹوٹتا تھا تو رونے لگے پس بعض صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ روتے ہین فرمایا کہ میرا رونا شفقت کا
ہے رواہ البخاری۔ اور فرزند ابراہیم کے لیے بشارت دی کہ جنت مین اُسکے لیے دودھ پلانے والی ہے رواہ البخاری اور واضح ہو کہ یہ مسئلہ لوگون پر
مشتبہ ہوگیا ہے۔ اور جو کچھ میرے نزدیک آیات واحادیث واقوال علماء سے ہے وہ یہ ہے کہ جزع وفزع کافر کا اضطراب قلب ہے جس سے اس کو
بدحواسی کی نوبت پہونچتی ہے کیونکہ وہ آخرت کا قائل نہین ہے اور اس سے قلب کی صلاحیت مین اور حق تعالے کے ارادہ ومرضی مین انکار ناراضی
ہوتی ہے اور یہ ہر حال مین حرام ومنع ہے خواہ روئے یا نہ روئے کیونکہ کفر تو ہر حال مین برا ہے اور اسی کے آثار سے ہے پیٹنا اور بیان کرنا اسیواسطے
حدیث ہے کہ النیاحۃ من عمل الجاہلیۃ۔ اور دستور تھا کہ ملکر اور تنہا تنہا ماتم کرتے تھے عورتین گریبان پھاڑتین اور مُنھ نوچتی اور بال نوچتی اور پچھاڑین
کھاتی اور مرثیہ وبین پڑھتی تھین اور ماتم کرتی تھین اور پاس پڑوس کی عورتین اور عزیز اقارب سب رونے مین شرکت کرنے کو باری باری سے
جاتی تھین اب اس مسئلہ مین خوض دو طرح پر منحصر ہوا ایک تو اس اصول پر کہ کفر وجہالت کی مشابہت حرام ہے اور دوم جو اثر دل پر واعتقاد پر
خلاف رضائے حق عزوجل ہو وہ حرام ہے باقی جائز ہے۔ تو مین کہتا ہون کہ حدیث عائشہ رض مین ہے کہ آنحضرت صلعم نے ایک یہودیہ عورت پر اسکے
لوگون کو روتے دیکھکر فرمایا کہ وہ تو اپنی قبر مین عذاب کیجاتی ہے اور یہان اسپر لوگ روتے ہین۔ اسکو اصحاب صحاح نے روایت کیا ہے اور ایک
حدیث مین آیا کہ کافر پر جب اُسکے لوگ ایسا اور ایسا تعریف کہکر روتے ہین تو وہ اسی پر عذاب کیا جاتا ہے کہ تو ایسا تھا اور تو ایسا تھا حالانکہ وہ
کافر تھا۔ پس نوحہ وبیان کرنا اور گریبان پھاڑنا اور رونے مین شرکت کرنا اور مانند اسکے افعال قبیحہ حرام ہین اور بخاری رح نے کہا کہ اگر کسی شخص کا
دستور ہو کہ رونے وماتم مین شریک ہوتا ہو یا اپنی جورو وعیال کو اجازت دیتا ہو تو اُسکے مرنے پر جیسے اس فعل پر ماخوذ ہوگا ویسے ہی جب یہ لوگ اسپر روئینگے
تب پکڑا جاویگا۔ اور جو عورتین کہ بیان کرتی ہین یا ایسی حرکتین کرتی ہین جو رضائے حق پر راضی ہونے کی دلیل نہین ہین تو وہ منع کیجاوین چنانچہ حضرت
ام المؤمنین ام سلمہ فرماتی ہین کہ جب ابو سلمہ یعنے انکے شوہر مرے تو قصد کیا کہ ایسا رونا روؤن جو لوگون مین یادگار رہے اور ایک عورت انکی شریک

بھرنے کو آئی پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آگئے اور فرمایا کہ اب تو چاہتی ہے کہ جس گھر سے اللہ تعالے نے شیطان کو نکالا ہو تو اس میں پھر اسکو داخل کرے پس مین باز رہی۔ رواہ مسلم اور انہین سے روایت ہے کہ مین نے آنحضرت صلعم سے سُنا تھا کہ جو کوئی وقت مصیبت کے انا للہ وانا الیہ راجعون کہے تو اسکو اول سے بہتر ملتا ہے پس مین نے وفات ابوسلمہ پر یہ کلمہ کہا اور ثواب کی امیدوار رہی کیونکہ مجھے خیال تھا کہ مجھے ابوسلمہ سے بہتر کون ملیگا یہان تک کہ مجھے اللہ تعالے نے اپنا حبیب خاص محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دیا۔ والحدیث فی الصحیح۔ الغرض ام سلمہ رض کو ایسے رونے سے منع فرمایا اور حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ جب حضرت جعفر بن ابی طالب کی شہادت کی خبر پہونچی[1] اور ساتھ ہی زید بن حارثہ وابن رواحہ شہید ہوئے تھے تو آپ مسجد مین بیٹھے اور آپ پر حزن وملال ظاہر تھا پس آپ سے ایک نے جعفر رض کی عورتون کا رونا بیان کیا آپنے منع کرایا پھر دوبارہ بیان کیا آپ نے منع کرایا پھر تیسری بار اُسنے کہا کہ وہ نہین مانتی ہین تو فرمایا کہ انکی منھون مین خاک بھر دے رواہ اصحاب الصحاح پس یہ رونا بھی آپ کو علم نبوت سے معلوم ہو گیا کہ خلاف رضائے دلی ہے جیسے علم نبوت سے یہ امر معلوم ہو گیا تھا کہ سرداران لشکر جعفر رض و ابن حارثہ وابن رواحہ شہید ہو گئے اور خالد نے بغیر سرداری کے نشان اُٹھالیا اور اسکو اللہ تعالے نے فتح دی اور کفار مخذول وخوار ومنہزم ہوئے اور حضرت عمر رض کی شہادت کے وقت صہیب رض روتے آئے اور کہتے کہ اے بھائی اے ہمارے سردار بھائی پس عمر رضی اللہ عنہ نے اسی حالت زخم مین فرمایا کہ اے صہیب مجھ پر روتے ہو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میت پر اسکے لوگون کے رونے سے عذاب ہوتا ہے یعنی میرے بعد بھی نہ رونا اور جہالت کا رونا مت رو۔ اور اسی قسم سے ہے حدیث انس رض کہ ایک عورت اپنے بچہ پر روتی تھی یعنی ایسا ہی رونا جسمین مشیت وارادہ الٰہی سے ناراضی اور قلب مین جزع وفزع جس سے تہ وبالا ہو جاوے پس آپ نے فرمایا کہ اے عورت تقویٰ کر اللہ تعالے سے اور صبر کر اس نے کہا کہ اے شخص تجھ کو میری مصیبت کی کیا پرواہ جب آپ چلے گئے تو کسی نے اُس سے کہا کہ اے عورت یہ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تھے یہ سنکر اُس پر خود مثل موت کے غم طاری ہوا اور دوڑی آئی دیکھا کہ دروازہ پر دربان نہین ہین وہ اندر آئی اور عذر کیا کہ مین نے نہین پہچانا اور اب مین صبر کرتی ہون تو آپ نے فرمایا کہ صبر کا ثواب اللہ تعالے اول صدمہ کے وقت عطا فرماتا ہے رواہ اصحاب الصحاح یعنی صبر کا وہ وقت تھا جب صدمہ پہونچا تھا تو اسوقت جب رضائے الٰہی پر رضامندی دل پر طاری ہوئی اور نفس مغلوب کیا گیا تو اللہ تعالے کی رضامندی ومحبت پائی گئی اور اب تو نفس خود تھک کر بیٹھ رہا اور انس رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بڑا ثواب بڑی مصیبت پر ہوتا ہے اور جب اللہ تعالے کسی قوم کو محبوب رکھتا ہے تو انکو مصیبت مین مبتلا کرتا ہے پس جو انمین سے راضی ہوا اُسکے واسطے رضائے حق عز وجل ہے اور جو ناخوش ہوا اسکے لیے حق تعالے کی ناراضی ہے رواہ الترمذی۔ اور دیگر احادیث صحیحہ مین نوحہ کرنے والیون اور گریبان پھاڑنے منھ نوچنے بال گھسوٹنے والیون پر لعنت مذکور ہے پس یہ رونا اور یہ طریقہ مجموعہ اور ہر ایک علیحدہ علیحدہ سب حرام ہین اور ہم بار دنادہ کہ جو حزن قلب پر ہو اور فراق چند روزہ پر ہو باوجود یقین اس بات کے کہ آخرت برحق ہے اور باوجود یقین اس بات کے جو اللہ تعالے نے کیا اُس کی رضامندی ہمارے سر آنکھون پر ہے اور قلب اپنے حال پر اللہ تعالے کی محبت پر قائم ہے اور جو ہوا اُسکو عقل وقلب سے بنظر رضامندی دیکھتا ہے اور حزن وملال اسکا فعل اس مضغہ لحم وپارہ گوشت کا ہے تو اس مین اگر کوئی ہو کہ اُسکو خوشی ہو تو وہ بڑا ثواب پاویگا اور کوئی ہو کہ محزون ہو کر رہ جاوے تو درجہ دوم اور کوئی ہو کہ زبان سے استرجاع کرے اور آنکھون سے آنسو بہاوے تو بھی مضائقہ نہین اور ثواب صبر عظیم اسکو ملیگا بفضل اللہ سبحانہ تعالے اور اسی قسم سے ہے حدیث ابوہریرہ رض کہ خاندان رسول اللہ صلعم مین سے کسی کا انتقال ہوا پس عورتین رونے لگین پس عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر انکو منع وجھڑکنا شروع کیا تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اے عمر انکو پڑا رہنے دو چھوڑ دو کیونکہ آنکھ آنسو بھر لاتی ہے اور قلب کو صدمہ پہونچا ہے اور زمانہ قریب ہے۔ رواہ النسائی اور

[1] خبر پہونچی ۱ قول اس سے پہلے آپ نے لوگون کو ان سب کی شہادت سے آگاہ کر دیا تھا اور کہدیا تھا کہ خالد بن ولید ان سرداران لشکر کے شہید ہونے کے بعد اپنی رائے سے سردار ہو گیا اور اللہ تعالے نے اسکو فتح دی ہے اور کفار روم نے فاش شکست کھائی ہے ۱۲ م۔

حدیث عائشہ رض کہ آنحضرت صلعم نے عثمان بن مظعون کو بوسہ دیا درحالیکہ وہ مردہ پڑے تھے اور آپ کی آنکھوں کے اندر آنسو بھر آکے ڈبڈباتے تھے رواہ الترمذی وابوداؤد پس حاصل یہ کہ جسقدر یقین و ایمان مضبوط ہوتا ہی اسی قدر تقدیر و مشیت الٰہی پر رضامندی پوری و اطمینان ہوتا ہے کہ کچھ دن بعد آخرت مین ہم سے ملاقات ہوگی گران دونون کے فراق کا صدمہ اور دیگر جسمانی خیالات پر شفقت ہوتی ہی اور یہی ہی حدیث آنحضرت صلعم کہ للّٰہ ما اخذ ولہ ما اعطی وکل عندہ باجل مسمی رواہ فی الصحیح یعنی اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو اس نے لے لیا اور اسی کا ہے جو اس نے دیا اور ہر ایک چیز اس کے نزدیک میعاد مقدر ہی پس اس یقین پر اسکو کوئی اضطراب و جزع نہین ہوتا اور یہ امر تم کو شوش نہ کرے کہ دونون باتین کیونکر جمع ہوتی ہین تو مثال دیکھو کہ آدمی پھوڑا چیرنے اور تلخ دوا پینے پر حکیم سے راضی ہوتا ہے لیکن اسکو تکلیف و درد معلوم ہوتا ہے پس مومن کو صرف چند روزہ فراق کا صدمہ ہوتا ہی جیسے کوئی پردیس جاتا ہے یا لڑکی اپنی ماں کے گھر سے رخصت ہوتی ہی تو فراق کا صدمہ ہوتا ہے وقد قال علیہ السلام انا بفراقک یا ابراہیم لمحزونون ہم تیری جدائی سے اے ابراہیم غمگین ہین حالانکہ جنت مین کیجائی یقینی تھی اور خود آگاہ فرمایا کہ جنت مین وہ پرورش پاتا ہے اس کی دائی ہے پس حاصل یہ ہی کہ کبھی بظاہر صورت بندہ صالح سے وہ بات پائی جاتی ہی جسکو عوام اپنے اوپر قیاس کرتے ہین حالانکہ نیات مین زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہی اور یہ اس چیز مین معتبر ہی جہان آخری جزو اعتبار کا افعال قلوب مین سے ہی آیا نہین دیکھتے کہ نماز کی شکل ایک منافق کی اور ایک پیغمبر کی یکسان ہی حالانکہ کتنا بڑا فرق بلکہ ذات مین اختلاف ہی اور اسی کے نظائر مین یہان گریہ و بکا ہی اسیطرح شدت مرض مین دلیر و شجاع کافر اپنے آپ کو گولی مار لیتا ہی مگر نہ اسوجہ سے کہ اسکو رفیق اعلیٰ کا اشتیاق ہی بلکہ تکلیف سے جیسے قزمان منافق نے کیا تھا۔ بالجملہ شفقت و حسن نیت کی قسم سے ہی حدیث انس رضی اللہ عنہ کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے احتضار کا وقت آیا تو آپ پر کرب شدید ہوا پس حضرت سیدۃ النساء فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے کہا کہ واکرب اباہ۔ ہائے میرے باپ کو کسقدر کرب شدید ہی تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اے لخت جگر آج کے سوائے تیرے باپ پر کبھی کرب نہوگا پھر جب آپ نے انتقال فرمایا تو حضرت سیدہ معزومین اور کہا کہ یا ابتاہ اجاب ربا دعاہ یا ابتاہ من الجنۃ الفردوس ماواہ یا ابتاہ الی جبرئیل ننعاہ یعنی اے میرے باپ تم نے اپنے پروردگار کا بلانا پسند کرلیا اے میرے باپ تمہارا ٹھکانا تو جنت الفردوس ہے اے میرے باپ جبرئیل سے تمہاری تعزیت ہی۔ پھر جب آپ دفن ہوئے تو کہا کہ اے انس کیسے تم لوگون کے جی کو گوارا ہوا کہ تم نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر مٹی ڈالدی۔ بسترجم کہتا ہی کہ یا مولاہ تیرے حکم سے میرے قلم کے چاک جگر سے یہ کیا نکل رہا ہے اللہم توفنی مومنا متبعا لنبیک صلے اللہ علیہ وسلم اے اہل ایمان آگاہ رہو کہ حدیث صحیح مین حضرت سرور عالم نبی کریم شفیع المذنبین صلے اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا ہی کہ میرے امت کے لیے سب سے زیادہ مصیبت میرا رحلت کرنا ہی اس سے زیادہ انپر کوئی مصیبت نہ ہوگی رواہ الائمۃ فی الصحاح آہ آہ جانہاے ما فدائے خاک پائے تو باد کوئی شبہہ نہین کہ تم لوگون کو ایسی مصیبت نہ پہنچی خصوص اس زمانہ بیکسی مین ارحم بنا یا ارحم الراحمین اور انس رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری مین جماعت انصار رضی اللہ عنہم کا رونا درحالیکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بیماری مین شدت ہوگئی تھی اسی معنی مین مروی ہی یہان چند احادیث و فوائد مختصر استطرادًا لکھدیتا ہون اول آنکہ اکثر لوگ آسانی سے موت کو اچھا سمجھتے ہین اور یہ باطل ہی صحیح یہ ہی کہ اس سے کچھ بھی استدلال نہین ہوتا بلکہ سختی سے موت کفارہ گناہ و یہی موت انبیاء علیہم السلام ہی۔ دوم ناگاہ دم نکل جانا عبید بن خالد اسلمی کی حدیث مین ہی کہ کافر کے لیے مصیبت و عذاب ہی اور مومن کے لیے رحمت ہی۔ رواہ ابوداؤد و غرض یہ کہ جو کوئی ایمان پر مرا ہر حال مین اچھا ہی اور جو کافر ہو یا نام کا مسلمان ہو دل مین کچھ نہو وہ ہر حال مین برا ہی سوم حدیث ابوہریرہ رض برابر مومن کو اسکی جان و مال و اولاد پر بلا نازل ہوتی رہتی ہی یہانتک کہ اللہ تعالیٰ سے ایسے پاکیزہ حال پر ملتا ہی کہ اسپر کوئی گناہ نہین ہوتا رواہ مالک والترمذی حدیث جابر رض جب عاقبت مین دنیا کے ایمان والے جو بلاؤن مین مبتلا رہے تھے انکو ثواب عطا ہوگا تو جو

لوگ سلامتی سے رہے وہ تمنا کرینگے کہ کاش ہماری کھال قینچیون سے کاٹی جاتی - رواہ الترمذی - اور صحیح حدیث میں ہے کہ کافر و منافق دنیا مین آرام سے رہتا ہی یہان تک کہ صنوبر کے درخت کی طرح یکبارگی برباد ہوتا ہے - اب مین تفسیر کی طرف رجوع کرتا ہون کہ حضرت یعقوب علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کو باطن مین جو اجر جزیل و ثواب جمیل ہوا اسکا مترجم ضعیف کیونکر تحدید کر سکتا ہے اور ظاہر مین دیکھو کہ آنکھیں جاتی رہیں پس حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے کہ مین نے جسکی دونون پیاریان یعنے آنکھیں لے لیں اور اس نے صبر و ثواب کی نیت کی تو اس کے لیے مین کسی ثواب پر راضی نہین ہون سواے جنت کے یعنی اسکو قطعی ثواب جنت ہے۔ رواہ البخاری والترمذی وصححہ - اور عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے مرفوع روایت ہے کہ جب بندہ مومن کا کوئی صفی یعنی پیارا اہل زمین سے اللہ تعالیٰ لے لیتا ہے اور وہ صبر و ثواب کی نیت رکھتا ہے تو سواے جنت کے اس کے لیے دیگر ثواب پر راضی نہین ہوتا - رواہ النسائی اور صحیحین مین ہی کہ نہین پہونچتا مومن کو کوئی تعب و درد و مرض اور غم حتی کہ فکر و تشویش مگر آنکہ اللہ تعالیٰ اُسکے گناہون کا کفارہ کر دیتا ہی اور دیکھو کہ پہلے ایک اولاد کا فراق ہوا پھر دو کا اور ساتھ ہی تین کا فراق ہوا اور تین اولاد کی موت کا ثواب جنت ہے تو گویا اس کرامت سے بھی سرفراز کیا اور فراق ایک مدت غیر معلوم کا بمنزلہ موت ہے کیونکہ موت بھی اہل ایمان کے نزدیک ایک فراق غیر معلوم ہے اور حدیث ابی سعید رضی اللہ عنہ مین آنحضرت صلعم نے عورتون کو جو وعظ سنایا اسمین ہی کہ جس عورت نے تین نابالغ اولاد پہلے بھیجی ہون وے ضرور اسکے واسطے آتش دوزخ سے روک ہو جاوینگے پس ایک عورت نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر دو ہون تو فرمایا کہ اگر دو ہون تو بھی یہی ہی - رواہ البخاری ومسلم اور حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جسکو اصحاب صحاح نے روایت کیا اسمین عورتون و مردون سب کے لیے یہ بشارت ہی اور ایک روایت مین ایک فرزند کے حق مین بھی یہ بشارت ہی اور اسمین مذکور ہی کہ فتمسہ النار الا تحلۃ القسم یعنی آگ اسکو نہ چھووےگی مگر قسم پوری ہونے کو - اور اس لفظ کے معنے مین صاحب تیسیر سے سہو ہوا کہ اُس نے کہا کہ اسکے یہ معنی ہین کہ نہایت خفیف چھووےگی جیسے قسم کھانے والے کی قسم پوری ہو جاتی ہی - اور صواب یہ ہی کہ آگ بالکل نہین چھووےگی ولیکن قسم رب تبارک تعالیٰ کی یعنی قولہ ان منکم الا واردہا کان علی ربک حتما مقضیا - پوری ہو جائیگی یعنی دوزخ کی راہ سے سب کا گذر ہوگا اور اس سے یہ لازم نہین کہ آگ چھو جاوے کیونکہ دار الآخرۃ حیوان ہی حتی کہ حدیث مین ہی کہ جہنم کہیگی اے بندہ مومن جلدی چلے جاؤ کہ تمھارے نور سے میری آگ بجھی جاتی ہی - فالحاصل ان المراد بالقسم ما فی الآیۃ وتحلۃ ہذہ الیمین بالایراد فیہا لا بالمس والاستثناء منقطع فافہم اور واضح ہو کہ صغیر اولاد کے جنازہ پر دعا مین فرطہ کہنا معروف ہی اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث مین دو فرط مذکور ہین اور مراد وہی ہی جو مذکور ہوئی ولیکن اسمین یہ بشارت زائد ہی کہ حضرت عائشہ صدیقہ رض نے کہا کہ یا حضرت جسکا ایک فرط ہو تو فرمایا کہ اے موفقہ وہ بھی جسکا ایک فرط ہو پھر اُنھون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کی اُمت مین سے جسکا فرط ہی نہو یعنی اولاد ہی نہو تو فرمایا کہ مین اپنی اُمت کا فرط ہون اُنکو مجھ سے بڑھکر کوئی مصیبت نہ پہونچیگی رواہ الترمذی یعنی میری وفات ہر وقت ہر زمانہ مین میری اُمت کے لیے ایسا سخت اندوہ ہی کہ اُنکی آل اولاد کسی کے مرنے کی مصیبت انکو اتنی بڑی نہ پہونچیگی مترجم کہتا ہی کہ بہت صحیح فرمایا اسواسطے کہ ایمان نہین جسکو آپ اُسکی جان و اولاد وغیرہ تمام جہان سے پیارے نہون فافہم واللہ تعالیٰ ہو الکریم المفضال الکبیر المتعال الفعل ما یشاء و ہو العلیم الحکیم مسرلح مین کہا کہ شرف انسان بزبان و چشم و دل ہی اور حضرت یعقوبؑ کی نسبت ان تینون کا غم مین مستغرق ہونا بیان کیا تو یہ شدت غم کی پوری تصویر ہی - القصہ جب آنحضرت علیہ السلام نے اسطرح یوسف کو یاد کر کے غم شدید اٹھایا تو عیال و اولاد جو حاضر تھی غمناک ہوئی اور - قَالُوا اُنھون نے آنحضرت سے کہا - تَاللّٰهِ قسم اللہ تعالیٰ کی - تَفْتَؤُا لا تفتؤا لا تزال - تو برابر ہمیشہ تَذْكُرُ يُوسُفَ یاد کرتا ہی یوسف کو غم کھاتا ہی اسکو یاد کر کے حَتّٰى الی ان - تَكُونَ حَرَضًا - یہان تک کہ تو ہو جاوے

مرنے کے قریب۔ اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ یا تو ہو جاوے مر جانے والوں میں سے۔ یعنی مردہ ہو جاوے ولیکن ادب سے دوسری طرح مضمون ادا کیا۔ سوال ہوا کہ انھوں نے قسم سے یہ بات کیونکر بیان کی۔ جواب دیا گیا کہ انھوں نے ظاہر حالت دیکھکر قسم کھائی ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ قسم قطعی چیز پر کھانا چاہیے یا جسکا الیقین سا جاوے اگرچہ واقع میں نہو پس اگر انھوں نے برابر یوسف کو یاد کرنا قسم سے بیان کیا تو یہ لغو قسم میں سے ہے اور بات صحیح ہے اور اگر انھوں نے نتیجہ پر قسم کھائی کہ قریب المرگ یا ہلاک ہو جاوے تو یہ یقین ان کے دل میں سما گیا تھا مترجم کہتا ہے کہ ظاہرا قریب ہلاک ہوتا تو واقعی تھا اور مردہ ہو جانا احتمالی اور قسم میں کسی بات پر انحصار نہیں ہے تو کوئی سوال وارد نہیں ہوتا ہے۔ سراج میں کہا کہ اکثر مفسرین کے نزدیک یہ موجود بیٹوں نے کہا اور بعض کے نزدیک گھر والے پوتے پروتے وغیرہ نے کہا ہے۔ تو آنحضرت علیہ السلام نے جواب دیا۔ قَالَ کہا کہ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ میں تو شکوہ کرتا ہوں اپنی پریشانی کا۔ وَحُزْنِيْٓ اور اپنے اندوہ وغم کا۔ اِلَى اللّٰهِ فقط اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں یعنی میرا شکوہ کسی غیر سے نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ سے ہے۔ دیکھو انھوں نے رونے دھونے اور غم کرنے سے روکا تھا اور آپ نے یہ اقرار نہ کیا کہ میں نہ کرونگا یا مجھے ایسا صدمہ نہوگا یا مانند اس کے بلکہ یہ جواب دیا کہ میں فقط اللہ تعالیٰ سے شکوہ کرتا ہوں تو مراد یہ ہے کہ میرا اندوہ جب اللہ تعالیٰ کی جانب ہے تو وہ علیم حکیم ہے وہی فریاد سنیگا جو اس کی رحمت وکبریائی کے لائق ہے اور میرا ثواب باطل نہوگا پھر اسکا اندیشہ نہ کرنا چاہیے اور اس سے زیادہ انکی تسکین کردی لقولہ۔ وَ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ اور میں جانتا ہوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو تم نہیں جانتے ہو۔ یعنے مجھے ان معاملات الٰہی میں سے جو کچھ معلوم ہے وہ تم کو نہیں معلوم ہے پس تم میرے فعل کو اپنے فعل پر قیاس مت کرو۔ خوب کہا ہے کار پاکان را قیاس از خود مگیر ٭ گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر۔ یعنی پاک لوگوں کا قیاس اپنے اوپر مت کر۔ اگرچہ لکھنے میں شیر کی وشیر کی ایک صورت ہے حالانکہ جانور شیر نجس وحرام ہے اور شیر دودھ پاک ونفیس ہے اور معنے ذاتی میں کتنا بڑا فرق ہے۔ اور بیضاوی رح نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کی رحمت وصنعت جانتا ہوں، اور یہ کہ دعا کرنے والے کو ناامید نہیں کرتا اور ملتجی کو نہیں چھوڑتا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ معنے اگرچہ خود صحیح ہیں لیکن اس مقام پر تامل ہے اسلیے کہ یہ باتیں تو وہ لوگ بھی جانتے ہونگے علاوہ اس کے دعا کرنا اور التجا کرنا ایسی گریہ وزاری کو مستوجب نہیں کہ جسکی انھوں نے شکایت کی تھی۔ اور سراج وغیرہ میں یہاں عام خیالات کے اسرائیلی روایات لکھیں ازانجملہ یہ کہ ملک الموت کو خواب میں دیکھکر پوچھا کہ تم نے یوسف کی روح قبض کی تو انھوں نے کہا کہ نہیں اور مصر کی جانب اشارہ کیا کہ وہاں تلاش کرو اور ازانجملہ یہ کہ جب بیٹوں نے بادشاہ کی صفات وحالات ذکر کیے تو سمجھے کہ وہ یوسف ہوگا اور کافروں میں ایسا آدمی ہونا بعید ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اقرب وہ قول بیضاوی رح ہے کہ مجھے حکمت آلٰہیہ سے وہ علم ہے جو تمکو نہیں ہے پس میرا فعل اس حکمت پر مبنی ہے اور وہ بھی اولیٰ ہے جو ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ ابن عباس رض نے فرمایا کہ قولہ اعلم من اللہ ما لا تعلمون یعنی خواب یوسف اور اللہ تعالیٰ ضرور اسکو سچ ظاہر کریگا۔ اور عوفی نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ میں جانتا ہوں کہ خواب یوسف سچ ہے اور میں انکے لیے سجدہ کرونگا۔ مترجم کہتا ہے کہ اسمیں اشارت ہے کہ میری گریہ وزاری اپنے رب کی جانب بعض حکمت پر مبنی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ ف فی العرائس قولہ قال بل سولت لکم انفسکم امرا یہ یعقوب علیہ السلام کا جواب ہے اس میں رمز واشارہ سے حقیقت کا اشارہ کیا یعنی سرقہ وہ نہیں ہے جو صواع چرانا تم گمان کرتے ہو اور یہ فعل انبیا نہیں ہے بلکہ سرقہ اسرار یوسف ہیں جنکا میں غیب کی واردات سے اسکو آگاہ کیے ہیں۔ قولہ فصبر جمیل۔ اشارہ ہے کہ میں یوسف و بنیامین کو مجلس انس میں دیکھتا ہوں اور صبر کرتا ہوں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انکو مجھ تک پہونچا دیوے اور صبر جمیل کے معنے یہاں یہ ہیں کہ بھید پوشیدہ رکھونگا اور زیادہ خوشی وفرحت کو پی جاؤنگا تاکہ تقدیر کا بھید ظاہر نہو اور ربوبیت کا معاملہ پردہ میں رہے اور یہ مرتبہ تمکین انبیاء علیہم السلام کا ہے اور

انکو اس خبر سے زمانہ وصال قریب ہونے کا علم ہوا بدلیل قولہ عسی اللہ ان یاتینی بہم جمیعا یا سیمبیدار وصال تمام یقین ہی۔ قولہ انہ ہو العلیم الحکیم۔ اسکے
معنے یہ ہین کہ جو مین کرتا ہون وہ جانتا ہی اور اس نے اپنے علم وحکمت سے میرا فراق دور ہونے کا حکم دیدیا ہے۔ اور نیز صبر جمیل یہان بلا پر بلا کا
برداشت کرنا اسطرح کہ معارضہ چھوڑ کر بلا ڈالنے والے پر نظر رہے۔ اور نیز صبر جمیل دلیری سے تلخی بلا کو بتدریج برداشت کرلین اور شکوہ
نکرین۔ اور نیز صبر جمیل وہ ہی جو بقوت الٰہیہ ہو کما قال تعالے واصبر وما صبرک الا باللہ۔ اور جنید رحمہ نے کہا کہ ابتدا و انتہا ایک حال پر ہو کہ دل دعوی اور آخر شکوہ
نہو بعض نے کہا کہ صبر جمیل وہ ہی جسمین اظہار شکوہ نہو اور بلا محسوس نہو۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ درجہ تمکین وفنا ہی کہ بلا وخوشی کچھ احساس نہو تو صبر کی
صورت عین تقدیر ہی وہان جمیل وغیر جمیل سب یکسان ہی واللہ تعالے اعلم۔ اور اشارہ جو قولہ بل سولت لکم انفسکم امرا مین ذکر کیا وہ شیخ کے
اشارات مین سے ہی اور مترجم کی سمجھ مین حقیقت اسی قدر آئی جو اس نے سابق مین ذکر کی ہی کہ انکے نفوس نے بیجا تسویل کرکے ایسے کہا یا کہ جسکی
رحل مین صواع ملے وہی پکڑا جاوے اور کوئی قید سرقہ وغیرہ کی نہ لگائی پس یہ تجویز تسویل نفس تھی جس نے بنیامین کو گرفتار کرایا اور یہی قید
تقدیر ہو جسکا بیان قولہ کذلک کدنا لیوسف۔ اور اسکے نظائر مانند قولہ مکروا ومکر اللہ الآیہ مین ہی پس مکر الٰہی یہ ہی کہ یہ لوگ جو اختیار و قہر الٰہی سے غافل
ہین اور اپنے آپ کو مختار سمجھکر اپنی مرضی ومراد کا حاصل کرنا چاہتے ہین وہ اپنی حرکات سے خلاف مراد مین گرفتار ہوتے ہین اور وہی ہوتا ہے جو
اللہ تعالے نے چاہا ہی اور یہی کید فرمایا ہی جسکو لوگ سمجھتے نہین ہین فافہم فانہ دقیق۔ شیخ نے کہا کہ جب مخلوق کی بے حقیقت باتون سے دل تنگ ہوکے
تو اللہ تعالے کی طرف مناجات مین گئے قال تعالے وتولی عنہم وقال یا اسفی علی یوسف۔ یہ درد واندوہ یوسف پر درحقیقت نہ تھا بلکہ رب یوسف
پر تھا جسکی تجلی آئینہ یوسفیت سے انکو حاصل ہوئی تھی اور جب شہود غائب کردیا گیا تو فراق مین اسقدر روئے لیکن بھید مخفی کرنے کو یوسف کا نام
لیا۔ مترجم کہتا ہی کہ مظاہر اگرچہ عارف کے واسطے متعین نہین لیکن تجلی اتم مخلوقات مین سے ایک افضل پر ختم ہوگی اور وہ اسوقت مین یوسف علیہ السلام
تھے اور جملہ انبیا اپنے وقت مین مظہر اتم ہین اور ہر نبی کے لیے دوسرا نبی مظہر اتم ہی اور آنحضرت سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم سب کیواسطے مظہر اتم ہین
الغرض یہی وجہ تھی کہ اورون سے تسکین نہ پاتے تھے اور شاید کہ حکمت ربانیہ ان کے حق مین شہود صرف کی مقتضی ہوئی لہذا بنیامین کو جو
شفیق یوسف تھے جدا کردیا واللہ سبحانہ تعالے اعلم۔ شیخ نے کہا کہ اورون سے منہ پھیرنا اس وجہ سے تھا کہ دیدار جو یوسف مین تھا ان مین نظر
نہ آیا۔ مترجم کہتا ہی کہ شیخ نے اس مقام پر بیان کو بہت طول دیا ہی ناچار مین اختصار کرتا ہون۔ قولہ وابیضت عیناہ من الحزن۔ جب حبیب
نظر نہ آیا تو بینائی نے اپنی نظر اور دن پر ڈالنے سے چھپائی۔ چونکہ صبر جمیل کا دعوی کیا تو انکو عاجز کرکے اپنی طرف شکوہ پر مجبور کیا اسی واسطے بعض
مشائخ نے کہا کہ جسنے صبر کرنے پر ہمت کی اس نے دلیری کی اور جسنے شکر کیا اپنا فائدہ دیکھا اور جسنے ذکر کیا مغتری ہی کہان پاک ذات ارحم الراحمین اور
کہان بشر واسکی تمکین۔ شیخ نے کہا کہ دو غائب کیے اور دو نا چھوڑے پھر شکوہ کیا اور صبر جمیل کا دعوی۔ ابن عطا رحمہ نے کہا کہ یوسف سے مل کر
رہنے اور کہا کہ وہ فراق کا اور یہ وصال کا ہی۔ شیخ ابو سعید القرشی نے کہا کہ غیرت حق عز وجل نے غیر کی نظر پر آنکھین قبض کرلین کہ جب تک
نہ ملیگا واپس نہ پاویگا۔ شیخ نے کہا کہ رونے سے یعقوب کی بینائی جاتی رہی اور آدم وداؤد کی باقی رہی تو فرق یہ کہ اس بینائی کو جمال حق سے
التماع ہوا اور مقام عشق درجہ خاص ہے پس بینائی بھی اسی کے ساتھ گئی جسکو دیکھا تھا کہ دوسرے کو نہ دیکھے اور واپس آنے کی حکمت اسی
سے سمجھ لو اور داؤد وآدم علیہما السلام کا رونا توبہ وندامت کا تھا جو مقام ابتدا ہی دیکھو کہ یونس وشعیب علیہما السلام کی بینائی جاتی رہی وہ
بہ شوق الٰہی عز وجل روتے تھے اور دیکھا کہ حدیث مین ہی کہ شعیب روتے روتے اندھے ہوگئے تو بینائی واپس کردی پھر اندھے ہوگئے پھر واپس کردی پھر وحی
فرمائی کہ جنت چاہتا ہی تو یہ لے اور اگر دوزخ سے ڈرتا ہی تو تجھے نجات ہی عرض کیا کہ نہین تجھے چاہتا ہون فرمایا کہ اچھا میرا نبی کلیم دس سال تیری خدمت

رگیا۔ اسی طرح یونس کے قصہ مین بھی مروی ہے۔ اور جو رونا کہ بغم وحزن ہو آنکھ کو مضر ہوتا ہے اور جو بہ شوق و محبت ہو نور بڑھاتا ہے اور شاید
یعقوب ؑ کی بینائی جانا بغیرت قدم ہو کہ غیر کے واسطے روئے اگرچہ وہ آئینہ مشہود اور ایک واسطہ تھا اور انکو اندھا نہ کہا بلکہ فرمایا آنکھین
سپید ہوگئین اور یہ ایک حجاب تھا کہ عالم پر نظر نہو۔ شیخ ابو علی الدقاق رح نے کہا کہ درحقیقت اندھے نہین ہوئے تھے بلکہ ایک پردہ دیدیا
گیا تھا۔ شیخ ابو سعید القرشی رح نے کہا کہ آدم و داؤد بخوف الٰہی روئے تھے تو انکی بینائی محفوظ رکھی گئی اور یعقوب ؑ بسبب جدائی فرزند کے
روئے تو سزا دی گئی۔ اور بھی شیخ قرشی رح کا قول ہے کہ غم کے رونے سے آدمی اندھا ہوجاتا ہے اور شوق کی گریہ سے بینائی مین رونق آتی ہے
اور کہا کہ کظیم وہ شخص جو غم سے بھرا ہوا ہو۔ واضح ہو کہ لطائف صنعت اجسام پر یہ ہے کہ جذب اثر کا خواص اس سے ظاہر ہوتا ہے پس اگر
بنظر قوی خیال سے ہو جو اکثر مرد ضعیف تیز نظر زرد رنگ خاموش شخص مین ہوتی ہے تو زائل کردیتی جس چیز پر پڑتی ہے ظہم اعوذ بک اور اگر نظر
باخذ الطاف دریائے رحمت الٰہیہ ہو تو نور نظر و فرحت و سرور عطا ہوتا ہے واللہ تعالیٰ علی کل شئی قدیر۔ ابن عطار رح نے کہا کہ گریہ سے اندوہ نکالنا چاہا اگر
لذت سے پھر گھونٹ لیا تو آنسو جم گئے اور آنکھین سپید ہوگئین۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ ایک کیفیت نفسانی کی طرف اشارہ ہے جو شخص اس کیفیت سے کچھ
واقف ہے سمجھیگا ورنہ مشکل ہے۔ شیخ رح نے لکھا کہ صبر الحجب ایک لطیفہ اس مقام پر یہ ہے کہ جو نظر از جانب عشق انسانی ہو تو اسکا درد و عذاب نہایت
سخت ہوتا ہے کیونکہ انسان مین کثافت ہے بخلاف محبت حق عزوجل کے کہ وہان راحت جنت مقابلہ نہین کرسکتی ہے پس چونکہ یعقوب علیہ السلام
ایک سخت درد و محبت مین تھے اسکو پی گئے کیونکہ مقام شکوے و شناعت ہے اور اگر یہ نہوتا تو عالم مین افشا بہت ہوتا اسی واسطے انکو کظم
مین متمکن قرار دیکر بطور وصف ذکر فرمایا۔ اور چونکہ کثرت سے آہ و نالہ کا ضبط کیا تو روح ناطقہ سے جو راستہ نور باصرہ کو تھا وہ جل گیا کیونکہ روح
ناطقہ سے باصرہ کو نور نہایت تنگ شریان دماغ سے آتا ہے جب اسکو احتراق ہوا تو راستہ بند ہوگیا اس سے آنکھین سپید ہوگئین جب
لوگون نے انکا یہ حال دیکھا تو اپنی رائے پر انکے فعل سے بطریق شفقت انکار کیا حالانکہ شفقت انکی سمجھ کے اندازہ پر تھی کما قال تعالےٰ قالوا
تاللہ تفتؤا تذکر یوسف حتی تکون حرضا الآیہ۔ ولیکن عشق مین عاشق کو اپنا فنا ہونا بھی آسان ہوتا ہے اور وہ کیونکر محبوب کی یاد سے
غافل ہوسکتا ہے جسنے اسکے قلب کو تمام و کمال احاطہ کرلیا ہے بلکہ اسکے تمام وجود کو اپنے نام سے بھر لیا ہے اور خوف ہلاک کیا ہوگا جبکہ اس ہلاک
سے ہمین بقا ہے قال تعالےٰ بل احیاء عند ربہم الآیہ۔ شیخ ابوسعید القرشی رح نے کہا کہ قولہ تفتؤا تذکر یوسف۔ لا تزال تذکر یعنی برابر علی الدوام
ہر دم تو یوسف کو یاد کرتا ہے پس کوئی بتلاوے کہ رب یوسف کو کس وقت یاد کرتے تھے۔ مترجم کہتا ہے تو ضرور ہوا کہ یہی کہا جاوے کہ یوسف کی یاد کرنے
سے وہ مطلب نہین ہے جو عوام خیال کرین بلکہ یوسف کے پیرایہ مین رب یوسف کو یاد کرتے تھے اور یہ خاص لوگون کا طریقہ ہے فافہم واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور
بھی شیخ قرشی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہر مشتاق برابر اپنے محبوب کو یاد کرتا ہے اس حد تک کہ لوگ اس طریقہ پر اس کو عار دلاتے ہین پس یا تو مرتا ہے تب مراد
پاتا ہے یا جیتے جی قرب محبوب مین پہونچ جاتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ جس شخص کی جو خواہش ہو وہ اسکا مطلوب ہے پس اگر خواہش شدید ہو تو طالب عاشق
اور مطلوب محبوب کہلاتا ہے پس اگر مطلوب یا محبوب باقی و بہتر ہو تو مستحسن ہے اور اگر فانی و ہالک ہو تو طالب و مطلوب دونون خراب ہین۔ اور مرکر
وہی طالب مراد پاتا ہے جسکا مطلوب باقی ہو فافہم۔ اور مترجم کہتا ہے کہ بعض احادیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالےٰ کو یہانتک یاد کرو کہ لوگ تم کو
مجنون کہین۔ اور صحاح مین ہے کہ بہتیرے پریشان بال گرد آلودہ اگر کسی کے دروازہ جاوے تو اسکو للکار دے وہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک ایسا
معزز و مکرم ہے کہ اگر کسی بات کے ہوجانے پر قسم کھالے تو اللہ تعالےٰ اسکو پورا کردے جیسے حضرت انس بن النضر ایک جلیل القدر صحابی ہین جو انس بن
مالک خادم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے انھون نے کہا تھا کہ یا رسول اللہ واللہ لاتکسر ثنیۃ الربیع یعنی ربیع دختر نضر کسی دوسری دختر کے

Marfat.com

دانت اگلے توڑ دیئے تھے اور دعوے کے وقت ہر چند مخاصمین سے کہا گیا کہ ارش پر راضی ہو جاویں نمانے پس ربیع کے والد حضرت انس نے کہا کہ یا رسول اللہ کیا آپ ربیع کے دانت توڑ دینگے نہیں یا رسول اللہ قسم اللہ تعالےٰ کی آپ نہیں توڑینگے دانت ربیع کے۔ آپ نے فرمایا کہ اے انس کتاب الٰہی میں قصاص منصوص ہے پس مخاصم لوگ ارش پر راضی ہوگئے اور قصاص چھوڑ دیا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کے بندوں میں ایسے ہیں کہ اگر اللہ تعالےٰ پر قسم کھالیویں تو اللہ تعالےٰ پوری کر دیتا ہے رواہ البخاری والحدیث من ثلاثیاتہ شیخ نے کہا کہ بعض کے نزدیک عشق میں ہلاک سلذیذ ہے تو خوف کیا ہوگا۔ مترجم کہتا ہے کہ بعض نے حدیث روایت کی کہ عاشق عفیف اگر مر جاوے تو شہید ہوگا۔ قلت قالوا موضوع ولعلہ من کلام بعض الصوفیہ واللہ اعلم وما یشہد علیہ من القصۃ ذکرنا فی تفسیر قولہ والذین اتقوا اذا مسہم طائف من الشیطان الآیہ۔ قولہ قال انما اشکوا بثی وحزنی الی اللہ یعنی اسرار موارد حق کا معاملہ میرا حق عزوجل کے ساتھ ہے جس نے بلا دیا اس نے قوت دی اور آسمان و زمین و عامہ انسان اسکو نہیں اٹھا سکتے پس تم سے بیان نہیں ہو سکتا ولہذا قال واعلم من اللہ ما لا تعلمون۔ اور اللہ تعالےٰ کی طرف شکوہ سے غرض یہ ہے کہ اس سے اسی کی طرف شکوہ ہے اور یہ مانند قولہ علیہ السلام اعوذ بمعافاتک من عقوبتک۔ سہل بن عبداللہ نے کہا کہ حزن یعقوب کا یوسف پر نہ تھا بلکہ فراق یوسف پر جو صدمہ ہوا تھا وہ قلب سے کشف ہوتا تھا۔ اور شیخ نے کہا کہ شاید اللہ تعالےٰ کی طرف سے آپ کو بشارت ہوئی ہو کہ عنقریب ان اولاد گمشدہ کو پہونچا دیگا بدلیل کلام ما بعد جو واسطے تجسس وتلاش کے ہے اقول کلام الٰہی تعالےٰ سے یقینی خوشی ہوگی نہ یا اسفی علی یوسف۔ شیخ ابو عثمان نے کہا کہ میں اللہ تعالےٰ سے علم حقیقت جانتا ہوں اور تم نہیں جانتے ہو تمہارا علم استدلالی ہے۔ اور بعض نے کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ اللہ تعالےٰ اہل اضطرار کی دعا قبول فرماتا ہے۔ اقول یہ قول ظاہر تفاسیر میں بھی مذکور ہے ولیکن میرے نزدیک وے لوگ بھی اسکو جانتے ہونگے۔ القصہ انکو جواب دیا کہ میرا شکوہ اللہ تعالےٰ سے ہے اور میرے علم کو تم نہیں جانتے ہو پھر فرمایا

يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ

اے میرے بیٹو جاؤ اور کھوج لگاؤ یوسف اور اسکے بھائی کا اور نا امید مت ہو اللہ کی رحمت سے بے شبہ نہیں نا امید ہوتے ہیں

رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝

اللہ کی رحمت سے مگر ایسی قوم جو اس سے منکر ہوئے ہیں

اس آیت میں صاف اشارہ کیا کہ یوسف زندہ موجود ہے تم اسکا کھوج لگاؤ تو ظاہر اقولہ اعلم من اللہ ما لا تعلمون۔ سے بھی علم مراد ہوگا چنانچہ اسکے بعد ہی کہا کہ یٰبنیّ اے میرے بیٹو جن لوگوں نے پہلے ملامت کی تھی کہ یوسف کی یاد میں ہلاک یا مرنے کے قریب ہو جاؤگے اور بعضوں نے وہاں احتمال کیا تھا کہ کہنے والے اور گھر والے ہونگے شاید اسوجہ سے کہ حضرت یعقوب نے کہا کہ ما لا تعلمون پس اگر پیغمبر تھے تو عدم علم کیونکر ہوگا حالانکہ اصلی بہت تو یعقوب کو تھی اور یہ اگر پیغمبر تھے تو اتباع تھے اور بر تقدیر علم اسراری کے ممکن ہے کہ انکو باوجود پیغمبری کے یہ علم نہ دیا گیا ہو پس کچھ تکلیف کی ضرورت نہیں ہے اور انہیں بیٹوں کو یہاں خطاب کیا کہ اے میرے بیٹو اذھبوا جاؤ۔ ظاہر تیسری مرتبہ اناج کے لیے جانے کی بھی ضرورت تھی پس اسی میں اسنے کہا کہ جاؤ۔ فتحسسوا تفحص وتلاش کرو من یوسف واخیہ یوسف سے واسکے بھائی سے تحسس بحا حطہ وہر دو میں حطہ کسی چیز کو حواس سے پانے کی خواہش کرنا اور ابن کثیرؒ نے کہا کہ نیک بات کی تلاش میں تحسس کہتے ہیں۔ اور بری بات میں تجسس بجیم بولتے ہیں مترجم کہتا ہے کہ اس بنا پر جن لوگوں نے قولہ علیہ السلام لا تجسسوا ولا تحاسدوا ولا تباغضوا الحدیث میں تحسس بحا حطہ خیال کیا ہے مناسب نہوگا کیونکہ مقصود امور معاصی سے

Marfat.com

احتراز ہے اللهم الا ان یراد المنع عن التفحص فیلما یتہ اخوہ المؤمن من الخیر لما یقتضے ذلک الی الشر بالاشارۃ بحیث یشار الیہ بالانامل فلیتامل۔ الفقیر انکو حکم دیا کہ جاکر یوسف و اُسکے بھائی کی اسطرح تلاش کرو کہ تمھین کچھ حواس سے احساس ہو مثلاً آنکھون سے دیکھکر پہچانو یا کانون سے پتہ سنو پھر مترجم کہتا ہے کہ یہان اہل التفسیر نے یہ نہین لکھا کہ فقط یوسف و اسکے بھائی بنیامین کی خصوصیت کیون فرمائی حالانکہ بڑا بیٹا بھی ترکِ وطن کرچکا تھا اور اگر کہا جاوے کہ اسکی اقامت مصر مین معلوم تھی تو بنیامینؑ کی بھی قید معلوم تھی اور اسکے تحسس و تفحص تو ممکن ہے کہ یوسف علیہ السلام کے واسطے درحقیقت تھا اسی ذیل مین بنیامینؑ کو بھی شامل کردیا ورنہ بنیامینؑ کے واسطے تفحص کی ضرورت نہ تھی پس جواب اسکا کئی طور سے ممکن ہے اول آنکا اصل اسف واندوہ انکو یوسفؑ پر تھا لہذا انکا تحسس مقدم کیا اور دوبارہ صدمہ فراق بنیامین کا تھا انکو یوسف کے ساتھ شامل کردیا اور چونکہ بڑے بیٹے کی بہ نسبت بنیامینؑ کی حالت زیادہ اہتمام وتدبیر کو مقتضی تھی اس لیے بنیامین کی طرف توجہ دلائی کہ کسی حیلہ وتدبیر سے رہا کرکے لانے کی فکر کرو بخلاف بڑے بیٹے کے کہ انکا لانا اول تو مشکل نہ تھا دوم ان بھائیون کو خود ہی انکا خیال زیادہ تھا سوم وہ خود چلے آسکتے تھے اور مترجم کے نزدیک یہ بیان اعلم من اللہ ما لا تعلمون۔ کا ہے ولیکن راز کو مخفی رکھا اور کہا کہ جاکر اب غور سے تحسس کرو یعنے حواس سے ادراک کرنے کی کوشش کرو اب تک تم پر پہچان سے پردہ کردیا گیا تھا اب جاکر یوسف کو پہچانو اور اسکے ساتھ ہی بنیامین ہے اور یہ ادراک ادراک لطیف سے فکر صحیح کے قابل مین بحکم قولہ تعالے یتفکرون فی خلق السموات والارض الآیہ۔ خلاصہ یہ کہ اول حکمت آلہیہ مقتضی ہوئی کہ یوسف علیہ السلام حضرت یعقوب سے جدا کیے جاوین اور اسوقت آنحضرت علیہ السلام نے اشارات مین گفتگو کی کہ تمہارا لیجانا مجھے غمگین کرتا ہے اور خوف ہے کہ بھیڑیا کھا جاوے اور ادھر قہریات نے بھائیون کے حق مین بجائے تکونوا من بعدہ قوما صالحین کے انکو برخلاف کردیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ کو ادھر یہ امتحانات و وقائع و تعلیم و تکلیم و عروج ہوا اور اُدھر حضرت یعقوب علیہ السلام پر امر کردہ و سخت سے یہ فضل وانعام ہوتا رہا اور فراق کے صدمات پورے نہوئے تھے کہ بنیامین کو بھی ایک خاص حکم سے حضرت یوسفؑ نے جدا کرلیا اور حکمت بالغۂ آلہیہ سے ان بزرگون کا علم تعلیم آلہی جہانتک اسن نے چاہا ہوتا رہا اور عوام اپنے اپنے خیالات مین مستغرق رہے ولیکن انھین کے ہاتھون انکی تدبیر مخالف انکی مراد کے حسب مشیت حق جلشانہ ہوتی رہی اور اسی کو کید فرمایا فی قولہ کذلک کدنا لیوسف پھر جب کرم و فضل آلہی سے دونون پیغمبرون کے مراتب پورے ہوئے اور حضرت خلاق علیم حکیم نے سب کو اپنے ارادۂ قدیم کے موافق پاک کرکے مجتمع کرنا چاہا تو پیغمبر علیہ السلام نے بھائیون کو جو ندامت مین غرق اور باپ کی تکلیف دہی سے سخت شرمندہ ہو چکے تھے آگاہ کردیا کہ تم اپنے خیالات کے پابند ہو اور مین علم آلہی عزوجل سے وہ جانتا ہون جو تم نہین جانتے ہو اسی واسطے ابتدائے وقت مین نہ کنعان کے کنوین مین تلاش کیا اور نہ کسی سے استمداد چاہی جب وقت آیا تو کہا کہ اب جاکر یوسف و اسکے بھائی کو حواس سے پہچانو کہ اب تمہارے حواس کا پردہ دور ہونے کے قریب ہے کہ تحسس سے نہ خود احساس سے اور چونکہ اُنھون نے خطا مین کی تھین پہلے اسے انکو تمہید کے ساتھ تعلیم کردیا۔

وَلَا تَايْئَسُوْا مت یاس ونا امیدی کرو مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ۔ اللہ تعالے کی رحمت سے یعنی اللہ تعالے کے فضل سے قالہ قتادہ رح یا اللہ تعالے کی کشائش سے قالہ ابن زید ۔ اور ایک عقیدہ ایمانی پر تنبیہ کردی کہ اِنَّہٗ بیشک بات یہ ہے کہ۔ لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ نہین نا امید ہین اللہ تعالے کی رحمت سے ۔ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ۔ مگر وہی قوم جو کافر ہین۔ ان لوگون کو تنبیہ کردی کہ اللہ تعالے کی رحمت سے کوئی مایوس نہین مگر جس نے کفر کیا وہ مایوس ہے تو یہ دو طرح سے ہے ایک تو اسطرح کہ تم بخوبی جانتے ہو کہ اللہ تعالے تمام گناہ بخشدیتا ہے بقولہ تعالے لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا حتی کہ اگر کوئی بندہ سراسر گناہ بجالاوے تو بھی وہ مغفرت آلہیہ کا مستحق ہے اور حدیث صحیح مین ہے کہ اگر تم لوگ گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالے دوسری مخلوق اور پیدا کرتا جو گناہ کرتے اور جب دے توبہ واستغفار کرتے تو انکو بخشدیتا۔ رواہ فی الصحاح

Marfat.com

اسکے معنے یہ ہین کہ اگر تمکو بھی اللہ تعالے مثل فرشتون کے مخلوق فرماتا کہ تم گناہ نہ کرتے تو دوسری اور مخلوق پیدا کرتا جنکی لجاجت و گڑگڑاہٹ سے خوش ہوکر انکو بخشتا کیونکہ مغفرت کرنا اُسکی صفت پاک ہی اسکا ظہور ضرور گنہگارون کو پیدا کریگا اور یہ مقام بھی عوام آدمیون پر جنکے دل مثل جانورون کے بے سمجھ ہین مثل مسئلہ تقدیر کے مشکل ہوگیا ہی اور تعجب تو یہ ہی کہ یہودی و نصرانی نہین سمجھتے ہین اور اپنے آپ کو خود مختار بتلاتے ہین اور دیکھو کہ ہم اتنا پوچھتے ہین کہ اللہ تعالے جس نے تمام آسمان و زمین و دریا و پہاڑ و سارا جہان و عجائب غرائب پیدا فرمائے ہین اور ہر طرح کی سردی گرمی بیماری و تندرستی کہ جس سے آدمی عاجز ہی پیدا فرمائی ہین اور اگر ایک پھول بلکہ پتی ٹوٹ جاوے تو وہ بھی کسی سے جہان بھر مین ممکن نہین ہی بھلا بتلاؤ کہ وہ جاہل تو نہین ہی ضرور کہو کہ نعوذ باللہ تعالے وہ علیم حکیم ہی وہ ہرگز جاہل نہین ہی جہل تو بڑا عیب ہی اور اللہ تعالے پر عیب لگانا کفر ہی ایسا اعتقاد کافر کا ہوگا ہمارے خالق ذو الجلال کی شان مین جہالت کبھی صادق نہین ہوسکتی ہی جو کوئی ایسا خیال کرے وہ جاہل کافر ہوگا۔ اب ہم پوچھتے ہین کہ بھلا اس سال کیا کیا روز ہوگا تمام جہان مین ہر ہر شہر مین ہر ہر گاؤن مین ہر ہر پہاڑ مین ہر دریا و سمندر مین کون مریگا کون پیدا ہوگا ہر گھر مین کیا کیا ہوگا ہر روز اور ہر گھنٹہ و ہر منٹ مین تو جواب مین کہو کہ اللہ تعالے کے سوائے کوئی نہین جان سکتا ہی کس کی مجال ہی کہ اسکو جانے وہی عالم الغیب ہی وہی جانتا ہی تم نے سچ کہا اللہ تعالے تمکو ایمان پر ثابت قدم رکھے۔ اب بتلاؤ کہ جو کچھ جس صورت سے اور جس ہیأت سے واقع ہونا اللہ تعالے کے علم مین ہی اسی طور سے واقع ہوگا۔ بھلا اور طور سے کیسے ہوسکتا ہی اگر اور طور سے ہو تو اللہ تعالے کا علم غلط ہوجاوے تو ضرور اُسی طور سے ہوگا جیسے علم الٰہی مین ہی پس اب ہم تم ٹھیک راہ پر ہین اب سنو کہ ہم اسی کو تقدیر کہتے ہین کہ اللہ تعالے کے علم مین ہی کہ زید پیدا ہوگا اور اسطرح پرورش پاویگا اور ایسا عالم ہوگا یا ایسا کریگا اتنا رزق پاویگا اور جو گناہ کریگا وہ بھی اللہ تعالے کے علم مین ہی پس اسکے علم سے خلاف کچھ نہین ہوسکتا ہی والسلام تو جو کوئی اللہ تعالے کو اپنا رب مانتا ہی وحدہ لاشریک جانتا ہی اُسکے گناہ بخشے جاوینگے اور رحمت پاویگا یعنے جنت مین داخل ہوگا اور جس نے اللہ تعالے کو اسطرح نہ مانا تو وہ مایوس ہی اور دوسری طرح مایوسی کافر کی یہ ہی کہ وہ بتون و مخلوقات کے ذریعہ سے کشایش چاہتا ہی اور تم جانتے ہو کہ اُنکو کچھ بھی قدرت نہین تو وہ اللہ تعالے کی رحمت سے مایوس ہوا جو حقیقت مین قادر ہی اور غیرون کی طرف منتظر ہوا جنکو کچھ اختیار ہی نہین ہی اس تمام بیان کا مبنی یہ ہی کہ یہ کلام حقیقت واقعیہ کا بیان ہی اور خلاصہ یہ ہی کہ تم لوگ اللہ تعالے کی رحمت سے مایوس نہو کیونکہ تم جانتے ہو کہ مسبب الاسباب قادر قیوم ہی ایسے طور سے دیتا ہی جہان گمان نہو کیونکہ اسباب بھی اُسی کے پیدا کیے ہوئے ہین اور نیز اسی کی قدرت مین مسخر ہی پس تم مومن ہو تو مایوس نہو کیونکہ تم جانتے ہو کہ مایوس تو اللہ تعالے کی رحمت سے فقط کافر قوم ہین اور اسی طرف ظاہر کلام بیضاوی راجع ہے کہا کہ اللہ تعالے کی ذات و صفات کا عارف کسی حال مین ناامید نہین ہوسکتا اور بعضے علما نے اسکو کافرون کا فعل بیان کیا چنانچہ سراج مین کبیر وغیرہ سے لایا کہ کافرون سے مراد وہ ہین کہ جو کفر مین ڈوبے ہوئے ہین اور لکھا کہ ابن عباس رضہ نے فرمایا کہ مومن اپنے پروردگار کی طرف سے نیکی پر ہی کہ مصیبت کے وقت اس سے امیدوار ہی اور آسایش کے وقت اُسکی حمد کرتا ہی اور کافر اسکے برخلاف ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ حدیث صحیح مین ہی کہ مومن کا حال کیا اچھا ہی کہ ہر صورت مین اسکو ثواب ہی مصیبت مین صبر کیا تو ثواب پایا اور آسانی مین شکر کیا ثواب پایا۔ مترجم کہتا ہی کہ یہانتک تو تفسیر سابق سے کوئی خلاف نہین ہی۔ پھر سراج مین کبیر وغیرہ کا استدلال لایا کہ اللہ تعالے کی رحمت سے یاس ہونے کی فقط یہی صورت ہے کہ کافر نے اعتقاد کیا کہ عالم کا پیدا کرنیوالا پوری قدرت نہین رکھتا یا سب باتون کو نہین جانتا ہی یا وہ کچھ بخیل ہی اور ان مین سے ہر ایک بات کفر ہی تو جب یاس انھین تینون مین سے کسی بات سے ہوتا ہی اور ہر ایک کفر ہی تو معلوم ہوگیا کہ مایوس وہی ہوگا جو کافر ہی۔ مترجم کے نزدیک صحیح وہی تفسیر اول ہی اور دلیل اسپر قولہ تعالے اخذناہم بغتۃ فاذاہم مبلسون۔ اور قولہ فاذاہم یقنطون۔ اور نظیر اسکی دوسری آیت مین یقنطوا من رحمۃ

رہ الا الضالون۔ اور اس کی تفسیر گذر چکی اور محتمل ہو کہ کلام سراج عمی اسی طرف راجع کیا جاوے اور حاصل یہ کہ کافر جب اللہ تعالے کے اوپر ایمان ہی نہین رکھتا تو اس کی رحمت کا بھی امیدوار نہین اور جو لوگ نام کو اللہ تعالے پر ایمان کا دعوے کرتے ہین اور مشرک ہین تو وے اسی گمان کے پابند ہین اور پھر بھی درحقیقت اللہ تعالے وحدہ لاشریک سے امیدوار نہین بلکہ اپنے خیالی شرک سے امیدوار ہین پھر بھی انکو رحمت سے مایوسی ہو اور واضح ہو کہ رحمت کا اطلاق کبھی دنیاے فانیہ کی چیزون پر مثل رزق وغیرہ کے ہوتا ہے تو اس مین کل مخلوق شریک ہو اور کافر بوجہ عدم ایمان کے اللہ تعالے سے اس بات مین مایوس ہو کما ذکرہ فی السراج اور کبھی رحمت کا اطلاق آخرت ونعماے باقیہ پر ہوتا ہے اور اس سے کافر بوجہ کفر کے مایوس ہو کما ذکرا ولاً فافہم۔ واضح ہو کہ رحمت الٰہی اوسع ہو اور سوائے اسکے جو اس رحمت پر ایمان نہ لایا اور کوئی محروم نہین ہو حدیث ابوہریرہ مین ہو کہ اللہ تعالے نے لکھا کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہوگی۔ صحیحین۔ دنیا مین سو جزو کا ایک جزو اسوقت ظہور ہوا اور ننانوے بروز قیامت ظاہر ہوگی یہ حدیث سابق مین گذری اور صحیح احادیث دربارۂ رحمت وثواب جمیل بہت ہین اور صحیح ہوا کہ رحمت اسی کے دل سے نکالی جاتی ہے جو شقی یعنی دوزخی ہو اور حدیث مین منع ہے کہ سواری کے جانور پر ہر وقت آسانی وسختی کی راہ مین سوار ہو بلکہ ایسی دوری مین سوار ہوئے جہان اسکو جانا مشکل ہو ورنہ پیرون جاوے۔ حدیث مین ہو کہ جو لوگ رحم کرتے ہین اللہ تعالے انپر رحم فرماتا ہو۔ حدیث مین ہو کہ جو کوئی لوگون پر رحم نہین کرتا اسپر اللہ تعالے رحم نہین فرماتا ہو صحیح مین ابوہریرہؓ سے ہو کہ رحمت کسی کے دل سے نہین کھینچی جاتی مگر اسی کے دل سے جو دوزخی ہے۔ اور حدیث صحیح سے ثابت ہو کہ جسکا تر جگر ہو یعنی جاندار جانور ہو اسپر رحم کرنے مین ثواب ہو القصہ حضرت علیہ السلام نے بیٹون سے تاکید کی کہ رحمت سے مایوس مت ہو اور یوسف علیہ السلام و اُس کے بھائی کو ڈھونڈھو۔ پس یہ لوگ روانہ ہوئے اور اناج کے لیے بھی کچھ خفیف بضاعت لے گئے آخر اللہ تعالے نے اپنی رحمت سے انکو کامیاب فرمایا جیسا کہ حق تعالے نے بیان فرمایا۔

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ

پھر جب یہ لوگ داخل ہوئے یوسف پاس بولے اے عزیز پہونچا ہم کو اور ہمارے لوگون کو قحط اور لائے ہین ہم بضاعت ناکارہ سو پورا دیجے

لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ ۝ قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ

ہمارے لیے کیل اور تصدق کر دے ہم پر بیشک اللہ نیک بدلا دیتا ہو صدقہ دینے والون کو فرمایا جانا تم نے جانا کہ جو تم نے کیا تھا

بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ ۝ قَالُوْٓا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ ۭ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَآ

یوسف اور اسکے بھائی کے ساتھ جبوقت کہ تم ناسمجھ تھے بولے کہ این کیا تو یوسف ہو فرمایا کہ مین یوسف ہون اور یہ میرا

اَخِيْ ۡ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ۭ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ قَالُوْا

بھائی ہو ضرور ہمپر اللہ تعالے نے احسان کیا بیشک جو تقوے کرے اور صبر کرے تو اللہ تعالے رائگان نہین کرتا ثواب نیکو کارون کا بولے

تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِـــِٕيْنَ ۝ قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۭ يَغْفِرُ اللّٰهُ

قسم اللہ کی بیشک چھانٹ لیا تجکو اللہ تعالے نے ہم سب سے اور ہم لوگ بیشک خطاکار تھے فرمایا کہ کچھ ملامت نہین تم پر آج کے روز بخشدے اللہ تعالے

لَكُمْ ۡ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰي وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ

تمکو اور وہ ارحم الراحمین ہے لیجاؤ تم میرا یہ قمیص سو ڈالدو اسکو اسکو چہرہ پر میرے باپ کے جلد آوے دیکھتا

ع ۱۲ ۲

وَأْتُونِي بِأَهْلِكُمْ أَجْمَعِينَ ۝

اور لے آؤ تم لوگ میرے پاس اپنے اہل عیال کو سبکو

ان آیات مین حق تعالے نے برادران کا یوسف کو پہچاننا اور حسد و عداوت سے پاک ہوکر اپنی خطا کا اعتراف کرنا اور مغفرت سے سرفراز ہونا بیان فرمایا اور یہ سامان اسطرح ہوا کہ جب یہ لوگ بتلاش یوسف موافق ارشاد والد بزرگوار کے روانہ ہوئے تو بحکم آنکہ طالب صادق کو مطلوب لمجاتا ہے مراد پائی اور قصہ دلالت کرتا ہے کہ اس مرتبہ وے لوگ والد بزرگوار کی فرمانبرداری پر مستقیم ہو گئے تھے اور سابق حرکت سے جو ایذا انکے والد بزرگوار کو پہونچی تھی اُسپر متاسف و شرمندہ تھے اور نیت صادقہ سے تلاش یوسف و بنیامین کو روانہ ہوئے ولیکن اناج لینے کے وسیلہ سے بنیامین کا تجسس شروع کیا اور شاید کہ یوسف کی نسبت تو یہان انکو گمان بھی نہ تھا۔ فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَيْهِ پھر جب داخل ہوئے عزیز مصر کے پاس۔ یہی یوسف علیہ السلام تھے مگر وے تو عزیز مصر جانتے تھے۔ قَالُوا يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ بولے کہ اے عزیز۔ یہ کلمہ بطریق فریاد اور رحم دلانے کے زبان سے نکالا اور شکستہ حالی و پریشانی اپنی باسید ترحم بیان کی مَسَّنَا چھو گیا ہم کو یعنی پہونچگیا اور اسکا ضرر ہم کو لاحق ہو گیا وَأَهْلَنَا اور چھو گیا ہمارے اہل و عیال کو۔ الضُّرُّ قحط۔ شاید کہ یہ تکلف اسوجہ سے ہو کہ اول مرتبہ بنیامین کی نسبت سرقہ سے ان کو اکرام بادشاہی سے نا امیدی ہو بلکہ طعام نہ ملنے کا خیال ہو پس ترحم دلایا کہ ہم قحط زدہ اور مصیبت مین ہین۔ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجَاةٍ اور ہم لائے ہین پونجی ناقص یا تو درحقیقت نقصان تھا جیسا کہ بعض سلف سے مروی ہے کہ کھوٹے درم یا چمڑا وغیرہ تھا یا بطریق انکسار کے اسکو حقیر بضاعت قرار دیا و ثعلب نے کہا کہ بضاعت مزجاۃ یعنی قلیل اور یہی حسنؒ سے مروی ہے فَأَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ پس پوری دیجیے ہمکو ناپ یعنی جیسے پہلے اکرام فرمایا ہے اس مرتبہ بھی ہمکو باوجود بضاعت مزجاۃ کے پیمانہ ایفا کردے اور چونکہ اسمین استحقاق سے زیادت ہوئی لہذا کہا وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا اور تصدق کردے ہمپر یعنی صدقہ دیدے۔ إِنَّ اللَّهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِينَ اللہ تعالے صدقہ دینے والون کو اچھا بدلا دیتا ہے اہل تفسیر نے کہا کہ یون نہین کہا کہ تجھکو ثواب دیگا کیونکہ اُسکو مومن نہین جانتے تھے اقول یہ تکلف ہے بلکہ تجھکو کہنے سے ایک ادعا کے طریق پر خصوصیت معلوم ہوتی ہے جسمین احتمال ہے کہ اسکے حق مین ہو یا نہو بخلاف اس عام حکم بیان کرنے کے کہ یہ بلیغ ہے اور اسمین تحریض زیادہ ہے جیسا کہ نزاک من المحسنین اور لا یضیع اجر المحسنین و اجر المصلحین وغیرہ مین ہے اور یہان ایمان کی ضرورت نہین ہے اسلیے کہ انھون نے جزا بیان کی اور جزاء نیک بدلا ہوتا ہے اور کافر کو بسبب اسکے دنیا اختیار کرنے کے دنیا ہی مین نیک بدلا ملجاتا ہے اور مومن کو آخرت کا عظیم ثواب ملتا ہے اور فضل کے طور پر دنیا مین بقدر احتیاج ملجاتا ہے اور صحیح ہے کہ نیکی کبھی ضائع نہین ہوتی ہے۔ سوال صدقہ مانگا تو دلیل ہے کہ انکے باپ پیغمبر پر صدقہ حلال تھا اور بیضاوی رح نے کہا کہ اسمین اختلاف ہے کہ صدقہ کی حرمت فقط ہمارے پیغمبر محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم پر ہے یا سب انبیاء پر ہو اور مین کہتا ہون کہ یہ آیت دلیل ہے کہ دیگر انبیاء پر صدقہ حرام نہ تھا اور سفیان بن عیینہؒ نے اسی آیت سے استدلال کیا ہے کما ذکر فی المعالم وغیرہا علاوہ اسکے جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پہچان کتب سابقہ مین یہ مذکور تھی کہ آپپر صدقہ حرام ہوگا تو ضرور ہے کہ آپ کے ساتھ مخصوص ہو اور میرے نزدیک یہ امر مقطوع ہے اسمین کچھ اختلاف کی وسعت نہین ہے بعض نے کہا کہ تصدق علینا سے مراد صدقہ مالی نہین ہے بلکہ بنیامین کو طلب کیا اور یہ تفسیر محض رائے بے نقل یا لغت کچھ اسپر شاہد نہین اور تاویل بغیر ضرورت تحریف ہوتی ہے واضح ہو کہ صدقہ ایسے دینے کو کہتے ہین جسمین ثواب کی نیت رکھی جاوے لہذا جو کوئی تمام مال بانٹ دے اور ثواب کی نیت نہو تو صدقہ نہوگا مسئلہ صدقہ دیکر واپس لینا حرام ہے حتی کہ بعینہ اسکو فقیر سے مول لینا بھی مکروہ کہا گیا ہے بدلیل آنکہ حضرت عمرؓ نے گھوڑا اللہ تعالے کی راہ مین صدقہ دیا پھر اس کو مول لے لینا چاہا تو

Marfat.com

آنحضرت صلعم نے منع کیا کہ اپنے صدقہ دیے ہوئے مین عود نہ کرے کما فی البخاری۔ مسئلہ صدقہ کا ثواب جس دوسرے زندہ و مردہ کو چاہے ہبہ کرے اللہ تعالے کی عنایت سے اسکو پہونچ جاتا ہے اور اس مین اہل السنہ سب کا اتفاق ہے اور یہ اجماع فقط مالی صدقہ مین ہے اور حدیث مین شکر کے صدقہ بھی آئے ہین جیسے راہ سے کنکر ہٹا دینا کہ کسی کو چوٹ نہ لگے اور بھائی مسلمان سے بخندہ پیشانی ملنا اور مانند اسکے اور حدیث مین ہے کہ کسی حقیر چیز کے صدقہ کو حقیر مت سمجھو اور اپنے آپ کو دوزخ سے بچاؤ اگرچہ ایک ٹکڑے چھوارے کے عوض ہو لیکن یہان ان امور کا لحاظ ضرور ہے کہ نیت خالص کے ساتھ جہان تک ممکن ہے اپنی حیات مین خواہ مال سے ہو یا عمل سے ہو صدقات کا ذخیرہ جمع کرے اور اگر کسی مردہ کو ثواب پہونچانا ہو تو جہان تک ممکن ہو کوئی مال صدقہ کرکے ثواب پہونچا دے اسطرح کہ کوئی واقف نہو لیکن اس زمانہ مین اپنی نیت کو سنبھالکر علانیہ صدقہ دینا اس نیت سے کہ اور لوگ بھی ایسا کرین دونا ثواب ہے پس مالی صدقہ کا ثواب تو بالاجماع مردہ کو پہونچتا ہے پھر اگر ممکن نہو تو دعاے مغفرت اسکے لیے سب لوگ کرین اور اسکے بعد کچھ قرآن مجید کی تلاوت و ختم و تسبیح و درود کا ثواب پہونچا دے یہ فقط ایک بڑے گروہ حنفیہ کے نزدیک پہونچتا ہے اور چھوٹا گروہ حنفیہ مین سے قائل نہین جیسے شافعیہ مین سے بعض قائل ہین اور بہت نہین قائل ہین اسی واسطے جو لوگ سوم و چہلم مین برادری کا کھانا کھلا کر مال برباد کرتے ہین اور اسمین بھی یہ نیت کہ اگر نہ کیا تو بڑی ناموسی ہوگی بالکل شیطان کا فریب ہے جو مردہ بیچارون کو ان زندون کے ہاتھ سے ثواب نہین پہونچنے دیتا ہے اور سیکڑون روپیہ تو فضول مین گیا اور مرے کے واسطے فقط قرآن مجید پڑھوا دیا جو سب سے کم مرتبہ ہے اے بندگان خدا وہ بات کرو جسپر تمام علماے حنفیہ و دیگر مذاہب کے علما سب متفق ہین اور اسکا ثواب یقینی ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ اور معلوم ہو چکا کہ صدقہ کا بدلا کبھی ضائع نہین ہوتا خواہ کافر صدقہ دے یا مومن۔ فرق یہ ہے کہ کافر کے صدقہ کا بدلا اسکو دنیا مین ملجاتا ہے اور مومن کو ثواب عظیم آخرت مین اور نیک بدلا دنیا مین ملتا ہے بیضاوی و سراج وغیرہ مین لایا کہ اگر کوئی پوچھے کہ حضرت یعقوب نے انکو حکم دیا تھا کہ یوسف کا تجسس کرین پھر وے لوگ شکوہ کیون کرنے بیٹھے تو جواب دیا گیا کہ تجسس و تپہ لگانے والا ہر طریقہ سے اپنی مراد ڈھونڈتا ہے اور یہان انھون نے اپنی عاجزی و تنگدستی و سخت محتاجی سے عزیز مصر کا دل نرم کیا اور تدبیر نکالی کہ اگر وہ مہربان ہوا تو ہم اس سے مطلب بیان کرینگے اور اگر نہین تو خاموش رہینگے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اپنی حاجت کے لیے جائز طور پر حیلہ کرنا مباح ہے ابن اسحٰق نے ذکر کیا کہ مجھ سے روایت بیان کی گئی کہ جب برادران یوسف نے اسقدر اپنی عاجزی و پریشانی بیان کی تو حضرت یوسف ؑ کے آنسو بھر آئے اور ضبط نہو سکا اور اپنے آپ کو ظاہر کر دیا۔ اقول یعنی حضرت حق عز و جل کی طرف سے اجازت ملی کہ اب ظاہر کیا جاوے چنانچہ قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوسُفَ وَأَخِيهِ فرمایا کہ بھلا تم نے جان لی زشتی و برائی اس فعل کی جو کیا تم نے یوسف ؑ کے ساتھ اور اُس کے بھائی کے ساتھ إِذْ أَنْتُمْ جَاهِلُونَ اُس زمانہ مین کہ تم جاہل تھے۔ یعنی انسے اقرار کرایا کہ تم نے اپنی جہالت کے وقت مین جو فعل یوسف و اُس کے بھائی سے کیے اب تم نے اُس کی زشتی معلوم کر لی۔ اور زمانۂ جہالت کا ذکر انکا ایک عذر بیان کیا اپنی طرف سے یعنی تم سے نادانی مین دونون کی نسبت برائی سرزد ہوئی تاکہ سخت شرمندہ نہون اور ایک عذر بھی پا جاوین جسکا خود اقرار فرمایا اور بعض اہل قصہ نے ذکر کیا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بنیامین کی رہائی کے بارہ مین ایک خط عزیز مصر کے نام تحریر کیا تھا اور ان بھائیون نے زبانی انکے درد و اندوہ اور دائمی حزن و گریہ سے نابینا ہونا سب بیان کیا تھا اسپر حضرت یوسف ؑ سے ضبط نہو سکا اور ظاہر فرما دیا اور امام رازی ؒ نے کہا کہ واللہ تعالیٰ اعلم کہ اسمین سے کسقدر صحیح ہے اور نظر بالبعد قصہ کے محتمل ہے کہ بعض آئین سے صحیح ہو۔ مین کہتا ہون کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے باپ کا اندوہ شدید مین نابینا ہو جانا معلوم ہوا تھا اور اصح یہ ہے کہ اخفا کرنا بھی بامر آلہی تھا اور جب برادران یوسف اپنے فعل پر شرمندہ ہوئے اور باپ کے

Marfat.com

حکم کی تعمیل مین مستعد ہوئے تو اب امید ہے کہ اللہ تعالے نے اظہار کا حکم دیا اسی واسطے انسے اقرار لیا کہ جو فعل تم نے کیا اس کی قباحت سے واقف ہوگئے بعض علماء نے کہا کہ جاہلون کہنا اسوجہ سے تھا کہ جب انھون نے حضرت یوسف کے ساتھ کیا جو کیا اُسوقت لڑکپن کی عمر پر تھے ولیکن دوسرون نے اس مین کلام کیا دو وجہ سے اول یہ کہ اسوقت انکا لڑکپن نہ تھا اور دوم برادران یوسف کے ساتھ قطعاً تو عمری نہ تھی اور کہا کہ بنیامین کے ساتھ برائی سے شاید یہ مراد ہے کہ جب صواع اسکی رحل سے نکلا تو کہنے لگے کہ راحیل ؑ کی اولاد کی طرف سے برابر ہمپر مصیبت ہی آتی رہی یا شاید یہ کہ دعوت مین اسکو تنہا چھوڑا اور دل شکستہ کرنے کی باتین سرزد ہوئین چنانچہ یوسف نے انکو اپنے ساتھ ملا کر اپنے آپ کو ظاہر کر دیا اور کہا تھا کہ ان لوگون کے عمل پر غمگین مت ہو اور مترجم کہتا ہے کہ شاید جاہل کہنا بطریق تحقیق ہے یعنی حقوق نفس سے جاہل ہو کر تم نے یہ افعال کیے اس لیے کہ جس سے کوئی امر قبیح سرزد ہو وہ بمقتضائے جہالت ہے چنانچہ قولہ عز وجل من عمل منکم سوءا بجہالۃ مین مصرح ہے واضح ہو کہ علماء کے اقوال سابق مین مختلف مذکور ہوئے ہین کہ یوسف علیہ السلام کو نہ پہچاننے کی کیا وجہ تھی۔ ایک جماعت نے چالیس برس کا زمانہ گزرنے و ہیأت و وضع مین اختلاف ہونے کی وجہ بیان کی اور بعض نے کہا کہ خود زبانی اُنسے قریب سے گفتگو نہین فرمائی اور بعض مشائخ نے کہا کہ معرفت نبوت ایک نعمت ہے جس سے انپر حجاب دیدیا گیا تھا ولیکن اسپر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ کفار قریش تو محمد مصطفےٰ صلعم سرور انبیاء کو جانتے تھے اور جواب یہ ہو سکتا ہے کہ کفار کچھ مومن نہ تھے بخلاف برادران یوسف کے اور مترجم نے رقم کیا کہ شاید چہرہ پر بخوف فتنہ زنان مصر کے نقاب رکھتے ہون۔ اور ایسی ہی کچھ وجہ بنیامین کے ساتھ بھی اس مرتبہ رکھی گئی تھی کہ اسکو بھی شاید نہین پہچانا بقائی رحمہ نے کہا کہ اس مرتبہ آنحضرت نے انکے جواب مین بغیر ترجمان کے خود کلام فرمایا پس انھون نے جواب دیا اور قالوا کہنے لگے کہ۔ ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ آیا آپ تو یوسف ہین۔ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ فرمایا کہ مین یوسف ہون اور بڑھایا کہ۔ وَهٰذَآ اَخِيْ اور یہ بنیامین میرا بھائی ہے یعنی ایک مان سے بھی جیسے تم لوگ فقط باپ کی طرف سے بھائی ہو۔ شاید انھون نے بنیامین کو بھی نہین پہچانا تھا۔ تو تصدیق و تحقیق کے لیے اسپر ظاہر کر دیا اور ابن عباس رض نے تمہید مناسب کر دی کہ۔ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا بیشک اللہ تعالے نے ہم دونون پر احسان کیا۔ ابن عباس رض نے فرمایا کہ دنیا و آخرت کی نیکیان ہمارے واسطے جمع فرمائین اور بعض نے کہا کہ یعنی ہم دونون کو بعد جدائی کے یکجا کر دیا اور قول اول اچھا ہے کہ ہر طرح کے انعام الٰہی کا احسان ادا اور یہی عام نصیحت ملی ہوئی تنبیہ کر دی کہ۔ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ بیشک جو شخص کہ تقوی کرتا ہے یعنی بچتا و پرہیز کرتا ہے۔ ابن عباس رض نے کہا کہ زنا سے مجاہد نے کہا کہ ہر طرح کی معصیت سے جس مین زنا شامل ہے۔ وَيَصْبِرْ۔ اور صبر کرتا ہے۔ ابن عباس رض نے کہا کہ بغیر جورو یا کسی عورت کے ضبط پر صبر کرتا ہے اور مجاہد رح نے کہا کہ قیدخانہ پر صبر کرتا ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ احکام الٰہی تعالے کی پابندی مین جو مشقت نفس پر ہوتی ہے اسپر صبر کرتا ہے تو۔ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ای لا یضیع اجرہ۔ اللہ تعالے رائگان نہین کرتا نیک بدلا نیکی کرنے والون کا۔ معلوم ہوا کہ نیک کام کے عوض بدلا و ثواب کچھ استحقاق نہین بلکہ اللہ تعالے کا احسان ہے کیونکہ جو فعل اس سے سرزد ہوا وہ اللہ تعالے کے مخلوق ہاتھ پاؤن وغیرہ اور اس کی ہدایت سے ہوا اگر نہ ہوتا تو ان چیزون کی ناشکری بھی ہوتی تو یہ شکرانہ ہوگیا اب زیادہ ثواب احسان و منت ہے پھر عام طور پر بیان فرمایا کہ لوگ نیکی پر مستعد ہون اور ظاہر کر دیا کہ تقوے و صبر کرنے سے آدمی محسنین مین سے ہو جاتا ہے پس خلاصہ یہ ہے کہ ایمان تو تصدیق و یقین ہے اس کے بعد جو احکام بجالانے کے ہین انکی مشقت نفس کو بہت معلوم ہوتی ہے تو اسپر صبر کے ساتھ ثابت قدم رہے اور جو احکام ممانعت کے ہین انسے بچا رہے تو درجہ محسنین کا پاوے اور آیت مین اشارہ ہے کہ نیک کامون کے کرنے سے بد کامون کا چھوڑنا و تقوے رکھنا مقدم ہے ولیکن جاننا چاہیے کہ یہ فقط نوافل طاعات مین ہے کیونکہ فرض و واجب کا ترک کرنا بھی معصیت ہے پس حاصل یہ ہوا کہ

Marfat.com

دو شخص ایسے ہین کہ ایک تو فرض و واجب ادا کرتاہے نوافل نہین پڑھتا مگر معاصی سے بچا رہتاہے اور دوسرا ہے کہ فرائض و واجبات ادا کر کے
تہجد و نوافل بہت پڑھتا ہے لیکن بعض معاصی بھی کرتا ہے تو ان مین اول اچھاہے اور متقی وہ ہے جو اُن احکام کا پابند ہو جو قولہ والمقیمین الصلوٰۃ
والموتون الزکوٰۃ والموفون بعہدہم اذا عاہدوا والصابرین فی الباساء والضراء الآیہ مین مذکور ہین واضح ہو کہ عبادت الٰہی عز وجل جیسے نماز و روزہ
مثلاً ادا کرنے اور شراب و زنا و قمار و رشوت وغیرہ سے بچنے مین ہے ایسے ہی ظاہر و باطن کے کل کامون مین عبادت و ثواب ہے حتی کہ اپنی جورو
سے قربت کرنے مین بھی ثواب ہے جبکہ نیت نیک ہو تو اب جاننا چاہیے کہ حدیث صحیح مین آیا کہ احسان یہ ہے کہ تو اللہ تعالے کی عبادت کرے گویا
تو اسکو دیکھتاہے پس اگر تو نہین دیکھتاہے تو وہ تجھے دیکھتاہے کما فی الصحاح تو اس سے بیان ہے کہ ہر حال مین ظاہر و باطن یقین رکھے کہ اللہ تعا
مجھے دیکھتاہے۔ مدارک مین بعض آیات کی تحت مین اور مترجم نے تحت قولہ فلنقصن علیہم بعلم وما کنا غائبین۔ بیان کیاہے کہ اصل ایمان والے
کے لیے یہی ہے کہ اللہ تعالے کے علم و حضور و شہود کے ساتھ کام کرے پس یہ شخص صالح ہوگا۔ اور اسی سے تجھکو احسان کے معنے جو حدیث مین ہین
ظاہر ہوئے۔ اور یہین سے تجھکو یہ بھی معلوم ہوا کہ قولہ یثنون صدورہم لیستخفوا منہ الا حین یستغشون ثیابہم یعلم مایسرون وما یعلنون مین حالت جماع و قضاے حاجت کے
وقت شرم سے پردہ کرنا مذموم و منکر قرار دیا کیونکہ ایسے اخفا سے مخفی ہوجانے کا خیال خلاف ایمان و معرفت ہے جبکہ اللہ تعالے کو ظاہر و باطن کا
علیم و خبیر و بصیر یقین رکھنا چاہیے فافہم فانہ دقیق۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے متنبہ کیا کہ متقی و صابر کو ثواب جمیل ملتاہے تو برادران
آنحضرت نے علم و معرفت و ہدایت الٰہی سے اسکو تسلیم کیا اور قسم سے تصدیق کی اور۔ قَالُوْا کہنے لگے۔ تَاللّٰهِ قسم ہے اللہ تعالے کی لَقَدْ اٰثَرَكَ
اللّٰهُ عَلَيْنَا بیشک تجھکو اللہ تعالے نے برگزیدہ فرمایا ہمپر یعنی علم و تقویٰ و نبوت و حسن ظاہری و باطنی و بادشاہت دنیا و آخرت کے لیے بعض نے
اس آیت سے دلیل نکالی کہ نبوت سب سے بڑا منصب ہے اسکے سامنے باقی صفتین سب کالعدم ہوتی ہین پس اگر یہ لوگ بھی نبی ہوتے تو ایسا
نہ کہتے۔ ولیکن اس استدلال مین خدشہ ہے اس وجہ سے کہ اصلی نبوت حضرت یعقوب علیہ السلام کو تھی پھر اصلی نبوت حضرت یوسف کو
ہوئی اور باقی جو انبیاء ایک وقت مین چالیس پچاس تک ہوتے تھے وہ اتباع ہوتے تھے اسی واسطے مروی ہے کہ میری امت کے علماء مثل
انبیاء بنی اسرائیل کے ہین یعنی میرے بعد پیغمبر کوئی نہوگا بلکہ علماء کثرت سے ہر وقت ہادی و ناصح موجود ہونگے واللہ اعلم ولیکن اس سے
یہ لازم نہین کہ انکے نبی ہونے کا اعتقاد قطعی کیا جاوے اس لیے کہ یہان قطعی دلیل چاہیے ہے اور امام غزالی رح نے احیاء مین اور بعض دیگر نے
اپنی تالیفات مین انکی نبوت کا قول لکھاہے اور امام رازی وانکی تبعیت مین صاحب سراج وغیرہ نے اس سے انکار کا رجحان کیاہے واللہ تعا
اعلم بحقیقۃ الحال۔ اور اہل الحق بدلیل قولہ منہم ظالم لنفسہ ومنہم مقتصد ومنہم سابق بالخیرات باذن اللہ الآیہ اسکو بعید نہین کہا جاتا کہ وے
انبیا کے درجہ پر خواہ ابتداء یا آخر مین فائز ہوئے ہون کیونکہ اسکی تفسیر مروی ہے کہ یہ سب صالحین کے درجہ مین اور عالم ربانی جانتاہے کہ جو سانس
اسکی بغیر یاد حق گذری اسکا خسارہ نفس پر بہت کچھ عائد ہوا جسکی قدر آخرت مین ظاہر ہوگی پس یہ نفس پر ظلم ہے اگرچہ عوام کی راہ سے ترک فرائض
و واجبات یا ارتکاب محرمات و مکروہات سے یہ ظلم دور ہے فلیتامل فانہ دقیق۔ القصہ انھون نے بقسم تصدیق کی کہ بیشک تجھکو اللہ تعالے نے ہم
سب مین سے برگزیدہ کیا۔ وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ اور بیشک شان یہ ہے کہ ہم ضرور خطا کار تھے یعنی جو تدبیر ہم نے سوچی کہ تجھکو دور کرکے ہمین باپ
کی منظور نظر ہوکر صالحین ہوجاوین کا ذکر فی قولہ یخل لکم وجہ ابیکم وتکونوا من بعدہ قوما صالحین۔ تو اسمین ہم خطا کار ٹھہرے اور جو ہم نے تیرے ساتھ کیا
وہ ہماری خطا تھی۔ تامل سے ظاہر ہوتاہے کہ شاید ان لوگون کی نیت یہ ہو کہ میراث نبوت جو توجہ الدر بزرگوار پیغمبر کے یوسف کو ملتی نظر آتی ہے
اگر اسکو ہم دور کردین تو ہمارے واسطے ہوجاوے اور اصلی خطا اسمین یہی تھی کہ نبوت تو اصطفاء حق عز وجل ہے کسی کے اختیار سے نہین ملتی ہے

آیت مین صاف دلیل ہو کہ ولی ہونا بھی اصطفائیت ازلی ہو جیسے عالم ہونا کسی شخص کے اختیار مین نہین ہو لہذا کسی درویش کے اختیار مین نہین کہ اپنے فرزند کو یا جسکو چاہے بجاے اپنے خلیفہ یعنی ولی کردے اور اس مین میراث نہین ہو سکتی ہو اور یہ جو عوام جہال مین مشہور ہے کہ فلان ولی نے اپنی وفات کے وقت فلان کو سب دیدیا جاہلانہ وہم ہو۔ دیکھو حضرت ابراہیم کی میراث باپ نے کچھ نہ پائی حتی کہ دوزخی دائمی رہا اور لوط علیہ السلام نے پائی اور آنحضرت صلعم کی خلافت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ہوئی اور انھون نے اپنے بیٹون کو نہین بلکہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو خلیفہ کیا پھر حضرت فاروق کے بیٹے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما صحابی صالح تھے مگر انکو نہ ملی۔ علی ہذا اہل ایمان اس مقام کی فقہ سے بہدایت آلہی تعالے اچھی طرح سمجھ رکھتے ہین۔ القصہ برادران یوسفؑ نے انکی فضیلت و اپنی خطا کا اعتراف کیا اور مکارم اخلاق نبوت مین سے ہو کہ باوجود ہر طرح قدرت کے نہ بھائیون سے کچھ بدلا لیا اور نہ انکو ملامت کی اور پہلے جو مذکور ہوا کہ ہل علمتم ما فعلتم بیوسف واخیہ الآیہ وہ ملامت کے قصد سے نہین ہو بلکہ انکو خوب متنبہ کر دیا تاکہ بارگاہ کبریائی مین اپنی جہالت سے توبہ کرین کیونکہ قولہ من عمل منکم سوء بجہالۃ۔ کے بعد ہی علم ہوتے ہی توبہ کرے تو قبول ہوتی ہو پس وہ جہالت دراز ہوئی یہانتک کہ اب انکو علم پر تنبیہ کی کہ آگاہ ہوتے ہی توبہ کرین اسی واسطے انھون نے اپنی خطا کاری کا اقرار کر لیا اور دلیل اسبات پر کہ وہ قول فقط تنبیہ تھا اور ملامت کا قصد نہ تھا اگلی آیت ہو یعنی قولہ۔ قَالَ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ فرمایا کہ نہین ملامت وجھڑکی ہو تمپر آج کے روز جب آج ہی نہین تو آئندہ کیا ہوگی یہ اپنی طرف سے معافی ہو لیکن ادب آلہی نگاہ رکھا اور اپنی طرف سے مغفرت کو نہ کہا اور چونکہ اسمین اللہ تعالی کی نافرمانی بھی تھی تو اللہ تعالی سے مغفرت کی دعا مانگی اور کہا يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ بخشدیوے اللہ تعالی تمکو یعنی جس خطا کا تم اسوقت اقرار کرتے ہو اور موت سے پہلے تم نے اپنے نفس کو مذموم و مضمحل کر کے اقرار کیا ہو اسکو اللہ تعالے بخشدے اور لکم صلہ مغفرت آتا ہو یقال غفر لہ وغفر لی ربی اور عندہ ہو کہ مغفرت کی منفعت بندہ ہی کو واسطے ہو پس اللہ تعالے بندہ کی طاعت سے جیسا مستغنی ہو ویسا ہی اسکی معصیت سے بے پروا ہو بلکہ ہر ایک کا نفع یا ضرر بندہ ہی کی طرف راجع ہے سوال ہو کہ دعا بفعل ماضی آتی ہو پس غفر اللہ لکم۔ کی جگہ یغفر اللہ بصیغہ مستقبل کیون فرمایا۔ تو بعض نے کہا کہ اسمین انکو راہ بتلائی کہ اخلاص کے ساتھ توبہ کرین اور امید دلائی بقولہ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ اور اللہ تعالے جسکے سوا کوئی معبود نہین ہو وہ رحم کرنے والون سے بڑھکر رحم والا ہو مترجم کہتا ہو کہ ان لوگون کی خطا مین تین تعلق ہین ایک تو خود حضرت یوسفؑ کا جنپر ظلم ہوا۔ دوم والد بزرگوار جنکو سخت تکلیف پہونچی سوم نافرمانی حق عزوجل کی پس اپنا حق معاف کیا اور جناب باری تعالے مین مغفرت کی دعا مانگی ولیکن بصیغۂ مضارع تاکہ والد بزرگوار کا ادب باقی رہے کہ وہ اپنی نبوت کے سایہ مین قطعی مغفرت کی دعا کرین اسی واسطے ان بیٹون نے ان سے استغفار کی درخواست کی ہو چنانچہ آئندہ آویگا انشاء اللہ تعالے۔ یہان تین مقام ہین اول آنکہ توبہ برادران یوسف کی مذکور نہین۔ تو واضح ہو کہ حقیقت توبہ کی درگاہ باری تعالے مین رجوع ہو ندامت کے ساتھ اس عزم پر کہ یہ قبیح جسے ہرگز صادر ہونے کے لائق نہ تھا پس انھون نے ٹیڑھی راہ سے مڑکر سیدھی راہ کا قسم وتاکیدات سے اقرار کیا اور صدق سے ندامت ظاہر ہو اور اہل الحق نے کہا کہ ظہور صفت قہر سے بندہ عصیان مین سرگردان ہو جاتا ہو پھر صفت رحمت کے ظہور سے جہالت زائل و نورانیت سے راہ راست نظر آنے لگتی ہو تو اپنی کجروی پر نادم و پشیمان ہو جاتا ہو اسیواسطے توبہ درحقیقت ظہور رحمت آلہی ہو اور جب یہ بات ہو تو اللہ تعالے نے فرمایا لقد تاب اللہ علی النبی والمہاجرین والانصار الآیہ حتی کہ قرآن پاک مین توبہ کرنا ہر جگہ اللہ کی طرف سے منصوص ہو پس صریح ہو کہ فتاب علیہ انہ ہو التواب۔ کے یہی معنی ہین کہ اللہ تعالے نے اسپر ہدایت کے ساتھ رحمت فرمائی اور معلوم ہو چکا کہ ہادی وہی رب تبارک تعالی ہو پس جب اس نے برحمت ہدایت فرمائی تو بندہ رجوع لایا یہان سے

Marfat.com

عالم ربانی سمجھتا ہے کہ باوجود توبہ کے اپنے گناہوں کے مغفرت مانگا کرے اور نادم رہے یہانتک کہ حق عزوجل اپنے کرم سے انکو اُسکے نامہ اعمال سے محو فرماوے۔ حدیث میں ہے کہ گرمیوں کی دوپہر ون میں مسافر غافل سوگیا اونٹ گم ہوا اُس نے ڈھونڈھا نہ پایا پھر مایوس اسی پیڑ کے نیچے واپس آیا تو دیکھا کہ اونٹ وہاں آگیا وہ کسقدر خوش ہوگا تو بندہ کی توبہ کرنے سے اللہ جلشانہ اس سے زیادہ خوش ہوتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسے شخص کے مانند ہوجاتا ہے جسپر کوئی گناہ نہیں ہے۔ واضح ہو کہ جو کوئی اپنے گناہ کو جان بوجھکر توبہ نہ کرے اسکو سمجھ لینا چاہیے کہ وہ قہر میں گرفتار ہے اور جسکو ہوش آیا اور گناہ کو دیکھا اپنی موت یاد آئی اور نادم ہوکر اُس نے توبہ کرلی تو وہ ایمان رکھتا ہے اگرچہ جہالت سے اور شیطان کے بار بار اسکے دل پر اندھیاری ڈالکر گناہ کے غار میں ڈھکیلنے سے ستر بار دن میں گناہ کرے۔ اور خوب جان لو کہ جس گناہ میں دوسرے کا حق جان یا مال کا نہ لگا ہو جیسے شراب پینا وہ آسان ہے بہ نسبت رشوت و جوا و چوری وغیرہ کے جنمیں دوسرے مظلوم بندے کا بھی حق تباہ کیا گیا ہو ولیکن جو شخص ایسے حقوق سے زیربار ہوگیا ہو وہ توبہ سے مایوس نہ ہو کیونکہ اللہ تعالے ارحم الراحمین ہے چنانچہ حدیث سے ثابت ہے کہ حق تعالے مظلوم کی نظر سے پردہ اٹھاکر نہایت نفیس نعمتیں دکھلائیگا کہ یہ تیرے لیے ہیں مگر جبکہ تو اپنے اس بھائی کو اپنا حق معاف کردے وہ فوراً معاف کردے گا بلکہ احسان مانیگا پس اگر بندہ ظالم کو سچی ندامت ہوئی تو مایوس نہ ہو توبہ کرے اور مغفرت کے لائق بجا دے اللہ تعالے کریم و رحیم ہے حدیث صحیح میں اگلی امت کا قصہ ہے جسکا مختصر یہ ہے کہ ایک شخص نے ننانوے خون کیے اور نادم ہوکر ایک عالم سے توبہ پوچھی اُس نے مایوس کردیا کہ بھلا تیری کیا توبہ اس نے مایوس ہوکر اُس کو بھی قتل کر ڈالا پھر دوسرے نے اُس کو ایک دوسرے شہر کے بڑے عالم کے پاس پتہ دیا وہ چلا راہ میں مرگیا اور بیچ راہ میں مرا تھا مگر ایک بالشت دوسرے شہر کی طرف قریب تھا تو رحمت الٰہی سے حکم ہوا کہ اسکو رحمت کے فرشتے لے لیویں اور عذاب کے فرشتے لینے نہ پائیں (تنبیہ) واضح ہو کہ جس شخص نے یہ گمان کیا کہ ابھی نہیں پھر توبہ کرلینگے وہ سمجھ لے کہ اسکے دل پر شیطان حد سے زیادہ قابو کیے ہوئے ہے اور ڈرے کہ وہ قہر کے اندھیرے میں دھنستا چلا جاتا ہے اور کہتا ہے کہ اسقدر ہزار دن کوس نیچے غار میں سے اُچھلونگا اس کو کیا معلوم کہ ہمیشہ سے جھٹ پٹ دم نکل جائیگا اور کیا یہ جان بوجھکر قہر کے ساتھ جراءت کرتا ہے۔ فوراً توبہ کرے بہت ڈرے کہ آخر یہ سب لذت فنا و شیطان دشمن کا ساتھی بنا ہے۔ توبہ کی فضیلت و توبہ کرنے والے آدمی کی نیکی و اچھا چال چلن جنتی ہونے کی علامات بہت کثرت سے حدیثوں میں آئی ہیں اور یہ دعوے محض خراب ہے کہ ہم کبھی گناہ نہ کرینگے یہ نہیں گناہ کروگے لیکن اللہ تعالے کے بندے بنکر رہو۔ یہ وہم نہ کرو کہ ابھی نہیں پھر توبہ کرلینگے جسکے بعد کبھی گناہ نہ کرینگے کیونکہ گناہ کرنا تو ضرور ہے اور حدیث صحیح میں ہے کہ شیطان جب مردود کیا گیا تو اس نے پروردگار جلشانہ کی عزت و قہر کی قسم کھائی کہ میں آدمیوں کو گناہ و طرح و طرح کی نافرمانیوں میں پھنساؤنگا کہ وہ بھی میری طرح مردود ہونگے اور تیرے بندے نہ رہینگے تو ارحم الراحمین تبارک و تعالے نے اپنی عزت و رحمت کی قسم فرمائی کہ میں برابر انکو بخشونگا جب تک مجھ سے توبہ مانگینگے۔ اب جو کوئی توبہ نہیں کرتا اور اُسکو کسی زمانہ پر اٹھا رکھتا ہے وہ البتہ شیطان کا بندہ بنا جاتا ہے کہ توبہ ہی نہیں کرتا اللھم رب اجعلنا من التوابین واجعلنا من المتطہرین۔ دوسرا مقام یہ ہے کہ حضرت یوسفؑ نے بھائیوں کو ملامت تک نہ کی۔ تو واضح ہو کہ انبیا علیہم السلام کے اخلاق میں سے ہے کہ جو کوئی اُنکے ساتھ برائی کرچکا اُسکو قابو کے وقت معاف کرتے ہیں اور ترس کھاتے ہیں کہ یہ شخص اسوقت قہر میں گرفتار تھا اور ہم اسوقت نہایت عظیم رحمت میں اُسکے ہاتھوں سے سرفراز تھے تو اس نیکی کا شکر ادا ہوا اب بدلا لینے میں عیب ہے اور جان بوجھکر وہ عظیم رحمت اپنے ہاتھوں سے پھیر دینا ٹھہرا۔ حدیث میں ہے کہ خلق عظیم یہ ہے کہ جس شخص نے تجھ سے ملاپ چھوڑا تو اس سے مل جس نے تجھپر ظلم کیا یعنی تیرا کوئی کسی طرح کا حق نگاہ نہ رکھا یا ضائع کیا تو اسکو عفو کردے اور جس نے تیرے ساتھ بدی کی ہو اسکے ساتھ تو احسان کر دیکھو اول مرتبہ حضرت یوسف جنکی ظاہری

Marfat.com

خوبصورتی سے بڑھکر انکی روح باطن کا حسن بڑھا ہوا تھا جب بھائیون کو پہچان گئے تو کیسی مہربانی سے اناج بھر دیا اور آخر مین کیسے بھائیون نے اقرار کیا کہ آپ کو اللہ تعالے نے ہم سب مین سے برگزیدہ کر لیا ۔ اور ہم بیشک بلا شبہہ خاطی و جاہل تھے پھر دیکھو کیسی انکے لیے مغفرت کی دعا فرمائی پس عارف کے نزدیک تو ایسے برتاؤ مین روحانی خوشی و لذت ہے لیکن عوام جنکا نفس انپر غالب ہوتا ہے گویا کمہار پر گدھا سوار ہے تو اسکو علما رحمہم اللہ تعالے نے آہستگی سے فہمائش کی ہے اور انکی باطنی بدصورتی کی تصویر انکو نہ دکھلائی بلکہ یہ کوشش کی کہ کسی طرح یہ سوار ہون اور جانور نفس انکے قابو مین رہے تاکہ سیدھے جنت کی راہ چلے جاوین ورنہ جب تک نفس سوار اور یہ خود جانور بنے رہینگے تو وہ کبھی اپنے گھر کی راہ نہ پاویگا بلکہ جہنم مین لیجا دیگا کیونکہ شیطان اسکو رنگ رنگ کی نمایش دکھلا کر جہنم کو بلانے لیے جاتا ہے اللہم لا تکلنا الی انفسنا فنہلک واہدنا قسبل ذلک انت ارحم الراحمین تیسرا مقام یہ ہے کہ ارحم الراحمین جو اللہ تعالے عز و جل کی تعریف فرمائی تو جاننا چاہیے کہ بندہ عارف جانتا ہے کہ رحمت حقیقت مین صفت الٰہی جل شانہ ہے اور حدیث صحیح سابق گذری کہ سو حصہ رحمت مین سے ایک حصہ کا دنیا مین ظہور ہے جس سے ان اپنی اولاد پر اور جانور اپنے بچون پر رحمت و شفقت کرتے مین اور یہ ان فانی چیزون پر سایہ ہے اس سایہ کا یہ حال ہے کہ مادر مہربان اپنی اولاد کو آگ مین ڈالنے پر کبھی راضی نہوگی تو اب قیاس کرو کہ اللہ تعالے حقیقی ذات و صفات کا رب تبارک و تعالے کسقدر رحمت و کرم رکھتا ہے اب سمجھ دیکھو کسی مخلوق کو خالق سے کچھ مناسبت نہوگی مگر جب تک دین کی سمجھ نہ ہو تب تک اسطرح سمجھایا کہ دنیا مین جتنی مخلوق نظر آتی ہے سب کی رحمت و شفقت و پیار و ترس ملا کر سب سے بڑھکر اللہ تعالے کو سمجھو سبحان اللہ یہ کلام معجزہ ہے کہ یہی بات فرمائی جسکو بیوقوف سے بیوقوف بھی سمجھ گیا اور جو بندے کہ اولیا ہین یعنی نہایت عقل مین وے خوب سمجھے اور جان رکھو کہ اصلی اعتقاد یہی ہے کہ اللہ تعالے کی ذات کا کوئی مشابہ نہین اور اس کی صفات کی کہین مثل نہین ہے وہ وحدہ لا شریک بے مثل و بے مانند ہے حدیث مین دعا کا طریقہ اسطرح ہے کہ پہلے توبہ و استغفار کرے اور دعا ایسی صفات کے ساتھ مانگے جو رحمت و کرم کے ہین یعنی مثلاً یون نہ کہے کہ اے قہار اے جبار ہم کو بخشدے بلکہ یون کہے کہ اے ارحم الراحمین اے کریم اے غفور رحیم ہم کو بخشدے ۔ اور مانند اسکے ۔ پھر پہلے یون نہین کہتے ہین کہ ارحم الراحمین تجھے بخشدے وہ غفور کریم ہے کیونکہ مغفرت کو ذات پاک اللہ عز اسمہ کی طرف نسبت کرنا ظاہر ادب ہے تاکہ معلوم ہو کہ بخشنے والا ایک وحدہ لا شریک ہمارا خالق مالک ہے اور حدیث صحیح مین ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حدیث قدسی مین بیان فرمایا کہ بندہ نے گناہ کیا پس استغفار کیا کہ اللہم اغفر لی ذنبی ۔ اے اللہ میرے مجھے میرے گناہ کو بخشدے ۔ پس اللہ تعالے فرماتا ہے کہ میرے بندے نے گناہ کیا اور جانا کہ اسکا پروردگار ہے جو گناہ بخشدیتا ہے اور گناہ پر گرفتار کرتا ہے پھر اس نے دوبارہ گناہ کیا اور التجا لایا کہ اے رب میرے میرا گناہ مجھے بخشدے پس اللہ تعالے فرماتا ہے کہ میرے بندہ نے گناہ کیا اور جانا کہ اس کا پروردگار ہے جو گناہ بخشدیتا اور گناہ پر مواخذہ فرماتا ہے الحدیث اس مین چار مرتبہ کے بعد فرمایا کہ جو چاہے مین نے تجھے بخشدیا ۔ اس کو امام بخاری نے اپنی صحیح مین اور امام مسلم نے اپنی صحیح مین روایت کیا ہے ۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حق سبحانہ تعالے نے بندے کی چار مرتبہ عاجزی و الحاح کے بعد کمال رحمت سے جو کوئی گناہ کرے پھر مغفرت چاہے تو رب کریم بخشدیتا ہے و لیکن اے لوگو شرک سے بچو اور جان رکھو کہ حضرت پاک باری تعالے جل جلالہ کی عظمت و کبریائی مین دوسرا شریک نہ بناؤ ورنہ وہ دوسرا کون ہے جو تمکو بخشیگا وہ تو خود اپنی مغفرت اپنے پروردگار سے جو اسکا اور ہمارا سب کا پروردگار ہے مانگ رہا ہے ۔ دیکھو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت مین ہے کہ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے عز و جل فرماتا ہے کہ اے فرزند آدم جب تک تو مجھ سے دعا کرے اور امیدوار رہیگا مین تجھے بخشتا رہونگا چاہے جو گناہ تجھ پر ہو اور مین کچھ پروا نہین کرتا ۔ اے فرزند آدم اگر تیرے گناہ آسمان تک پہونچ گئے ہون پھر تو مجھ سے مغفرت مانگے مین تجھے بخشدونگا اور مجھے کچھ پروا نہین ۔ اے فرزند آدم اگر تو میرے پاس تمام زمین بھر کے گناہ ساتھ لادے ۔ یا پس تو مجھ سے ملا اس حال سے

Marfat.com

کہ تو نے میرے ساتھ کبھی کسی چیز کو شریک نہ کیا تھا تو مین تجھے تمام زمین بھر مغفرت دونگا۔ رواہ الترمذی۔ پس شرک مت کرو اور گناہ تو ضرور کروگے چنانچہ صحیح مسلم مین ابوہریرہ کی روایت سے ہے کہ قسم اس ذات کی جسکے قبضہ قدرت مین میری جان ہے کہ اگر تم گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالےٰ تمکو لیجاتا اور دوسری قوم دنیا مین لاتا جو گناہ کرکے مغفرت مانگتے پس انکی بخشش فرماتا۔ اہل حق جانتے ہین کہ صفت پاک غفور رحیم کا ظہور ضرور ہے۔ مگر یہ سمجھو کہ جو شرک کرے وہ اللہ تعالےٰ عزوجل کا بندہ نہ رہا تو اس کا استغفار بھی کچھ شمار مین نہ رہا مگر آنکہ شرک سے توبہ کرلے اب اسوقت جو بڑا فتنہ شیطان کا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے نیک بندون کی طرف سے لوگون کے دل مین طرح طرح کے اعتقادات ڈالے مین کہ وے چاہین اولاد دیدین وے چاہین مار ڈالین وے چاہین جلادین۔ ارے لوگو وے تو اللہ تعالےٰ کے نیک بندے ہین مگر تم تو اللہ تعالیٰ کی جناب مین شرک کیے جاتے ہو۔ رازق و زندگی و موت دینے والا اولاد دینے والا تمھارے ہر فعل کا پیدا کرنے والا وہی پاک معبود ہے دوسرا نہین ہوسکتا حتی کہ دیکھو کہ اگر کوئی یہ کہے کہ ارے ظالم گنہگار تجھے اللہ تعالےٰ نہ بخشیگا تو یہ شخص مشرک ہوگیا اس نے خیال نہ کیا کہ اسکا رب جانے مین بھی اُسکے مثل بندہ رب ہون مجھے کیا معلوم بخشیگا یا نہین۔ اب ذرا دین کی سمجھ سے سمجھو اور ایسی ہی صفات باری تعالےٰ مین احتیاط رکھو۔ حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ سرورعالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنو اسرائیل مین دو آدمی تھے جنمین بھائی بندی تھی پس انمین ایک گنہگار تھا اور دوسرا عبادت مین سرگرم تھا جب وہ گناہ کرنے والے سے ملتا تو کہتا بس کر پھر ایک روز اُسکو بڑے گناہ مین دیکھا تو کہا کہ بس کر اُس نے کہا کہ مجھے میرے پروردگار پر چھوڑ دے کیا تو مجھپر نگہبان بنا کر بھیجا گیا ہے اُس نے کہا کہ واللہ تجھکو اللہ تعالیٰ نہین بخشیگا یا یون فرمایا تھا کہ اس نے کہا کہ واللہ تجھ کو اللہ تعالےٰ جنت مین داخل نکریگا پھر اللہ تعالےٰ نے دونون کی روحین قبض فرمائین جب دونون آخرت مین جمع ہوئے تو رب العالمین نے اس عابد سے فرمایا کہ کیا تو اس چیز پر قادر تھا جو میرے قبضہ مین ہے یعنی مغفرت یا جنت یعنی تو نے کیونکر مجھ پر حکم لگایا، اور گنہگار سے فرمایا کہ اٹھ اور میری رحمت سے جنت مین داخل ہو اور عابد کے واسطے حکم دیا کہ اسکو دوزخ کو لیجاؤ۔ حضرت ابوہریرہ رضہ نے کہا کہ واللہ اس نے ایسی بات زبان سے نکالی کہ اس ذراسی بات نے اسکی دنیا و آخرت برباد کردی۔ رواہ ابوداؤد۔ مترجم کہتا ہے کہ حدیث مین سچ فرمایا کہ جو خاموش رہا چھوٹ گیا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ کلمہ صفت غفاری کی جناب مین شرک تھا ایسے ہی ہم لوگ ہر ایسی بات سے بچنے کی توفیق مانگین جس سے اسکی جناب مین شرک ہوتا ہو اے رب ہمارے ہمکو شرک و کفر و نفاق سے نجات فرما دے اے رب ہمارے ہم کو اپنا بندہ رکھیو اللھم غفرانک انت ارحم الراحمین۔ القصہ حضرت یوسف علیہ السلام نے انکے لیے دعاے مغفرت فرمائی اور کوئی ملامت نہ کی اور امام فراء رحہ نے و بیضاوی وغیرہ نے نقل کیا کہ آنحضرت علیہ السلام انکو صبح و شام اپنے ساتھ دعوت مین بلاتے تھے تو انھون نے عرض کیا کہ ہم نہایت شرمندہ و خفیف ہوتے ہین بسبب اس حرکت کے جو ہم سے آپ کی شان مین سرزد ہوئی ہے تو کرم ذاتی سے انکو کہلا بھیجا کہ نہین بلکہ مین تمھاری وجہ سے معظم ہوتا ہون اس لیے کہ اہل مصر مجھ کو پہلی نگاہ سے دیکھتے ہین اور کہتے ہین کہ سبحان اللہ اس کی کیا شان ہے کہ ایک غلام جو کچھ مال کو فروخت ہوا تھا آج بادشاہ ہے پس مین تمھاری وجہ سے مشرف ہوا اور اب انکی آنکھین کھلین کہ اللہ اللہ یہ شخص اسطرح مظلوم تھا اور یہ اولاد ابراہیم خلیل اللہ و اسحاق کا پوتا اور یعقوب کا بیٹا ہے۔ واضح ہو کہ جب بھائیون نے آپ کو کنوین مین ڈالا اور بشریت کا غم و ہراس آپ پر طاری ہوا تو اسوقت حضرت خالق عزوجل نے انپر وحی فرمائی تھی کہ لتنبئنھم بامرھم ھذا وھم لایشعرون۔ تو وہ حکم مقدر انکی اسوقت پورا ہوا اور یہ تاویل اس کلام وحی کی تھی جسکا وہم و گمان بھی سوقت نہ تھا اور اس سے سمجھدار کو معلوم ہوسکتا ہے کہ جو انعام و اکرام آخرت کا حق سبحانہ تعالیٰ نے قرآن پاک مین بیان فرمایا ہے اسکی واقعی تاویل آدمی کے وہم مین نہین آسکتی ہے القصہ کمال خلق و کرم ذاتی و حسن صفاتی سے بعد عفو و مغفرت و اکرام کے

Marfat.com

انکے لیے مزید احسان عمیم کا بندوبست کیا اور ظاہر اوحی الٰہی عزوجل سے حکم دیا کہ۔ اِذْهَبُوا بِقَمِيصِي هٰذَا لیجاؤ میری یہ قمیص فَأَلْقُوهُ عَلٰى وَجْهِ أَبِي پس ڈالدو اس کو میرے باپ کے چہرہ پر۔ يَأْتِ بَصِيرًا ہو جائیگا وہ بینائی والا۔ روایت ہو کہ اُسی بھائی نے کہا کہ میں یہ قمیص شفا بھی لیجاؤنگا جو خون آلودہ قمیص لیجانے گیا تھا اور کہتے ہیں کہ وہ یہودا تھا واللہ اعلم۔ اور اہل قصہ نے روایت کی کہ یہ قمیص پیراہن جنت تھا کہ جب ابراہیم علیہ السلام کو نمرود نے آگ میں ڈالا تو حضرت جبرئیل آئے اور اللہ تعالے کی طرف سے جنت کی قمیص لاکر پہنائی اور یہ حریر جنت کی تھی پھر بعد انکے حضرت اسحاق ؑ کے پاس رہی پھر حضرت یعقوب ؑ کو ملی اور مترجم کہتا ہو کہ شاید بڑی بہن کے انتقال کے بعد ملی ہوگی۔ الغرض یعقوب علیہ السلام اسکو بطور تعویذ کے حضرت یوسف ؑ کے گلے میں ڈالے رکھتے کہ نظر بد سے حفاظت رہے پس جب بھائیون نے کنوئین میں ڈالا تو سہو سے اس کو نہین اُتارا تھا اور مترجم کہتا ہے کہ قصہ میں وہان مذکور ہے کہ بھائیون نے قمیص اُتار لی تھی تو جبرئیل علیہ السلام نے انکو حضرت ابراہیم ؑ کی قمیص جنت پہنائی تھی شاید یہی قمیص گلے سے کھولکر پہنا دی ہوگی پس جب یہ وقت آیا تو جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا کہ اے نبی اللہ یہ قمیص اپنے باپ کے پاس بھیجو کہ اسکی خوشبو سے ہر مریض کو شفا ہو جاتی ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ صحیح میرے نزدیک یہ ہے کہ اپنے بدن کی قمیص جسمین پسینے کی خوشبو بھی اُتار دی اور یہ اللہ تعالے نے معجزہ کرامت فرمایا اور یہ شان الٰہی عزوجل ہو جیسے سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وآلہ وعلی جمیع اخوتہ من الانبیاء اجمعین نے اُحد میں ایک صحابی کی آنکھ اپنے لب مبارک کو لگا کر اندر بٹھا دی حالانکہ تیر کے زخم سے آنکھ نکل پڑی تھی اُسی وقت اچھی ہوگئی اور پھر اسکی تیز بینائی کبھی تا موت زائل نہوئی یا ایک کا ہاتھ کاندھے سے کٹ گیا تھا اپنا لب لگا کر جوڑ دیا کہ کبھی اسکی قوت زائل نہوئی اسی طرح یہ عام ہو اور جو روایات مذکور ہوئین وہ یہود کی روایات ہین۔ پھر حکم دیا۔ وَأْتُونِي بِأَهْلِكُمْ أَجْمَعِينَ اور میرے پاس لے آؤ اپنے اہل وعیال کو سب کو یعنی وہان کوئی باقی نہ رہے اور یہ سب بحکم الٰہی تھا اور والد بزرگوار امین شامل ہین یہ پہلا موقع ہو کہ سرزمین مقدس یعنی شام وبیت المقدس کو چھوڑ کے مصر کو رحلت کی اور زمانہ دراز کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اولاد اسرائیل کے ساتھ جہاد کرکے شام سے کافرون کو نکالدے اور وہان آباد ہون چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے جہاد کیا اور آخر بنو اسرائیل کی سرکشی سے اللہ تعالے نے چالیس برس تک تیہ کے میدان مین بنی اسرائیل کو محبوس کر دیا اور وہین حضرت موسیٰ و ہارون کا انتقال ہوا پھر یوشع بن نون علیہ السلام نے اور بعد انکے متواتر انبیاء بنی اسرائیل نے خوب خوب جہاد کیے اور حکم تھا کہ کافر سے جزیہ قبول نہ کرین بلکہ یہانتک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توریت کی شریعت رہی مگر چند احکام منسوخ ہوئے انمین سے جہاد بھی تھا پھر برابر جہاد منسوخ رہا یہانتک کہ آنحضرت محمد مصطفےٰ خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم پر فرض ہوا اور تا قیامت رہیگا منسوخ نہین ہوسکتا حتی کہ آخر زمانہ مین حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا اور امام مہدی علیہ السلام مع لشکر کے عام جہاد ہوگا مروایت ہو کہ یہودا اس قمیص کو لیکر مصر سے کنعان کو روانہ ہولے بعض نے کہا کہ آٹھ فرسخ کی مسافت تھی اور صحیح یہ ہو کہ اسی فرسخ دوری تھی جیسا کہ سراج وغیرہ مین مذکور ہو اور ظاہر یہ ہو کہ یہودا تیزی سے آگے بڑھے اور باقی لوگ آہستہ سے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے ف فی العرائس قولہ فتحسسوا من یوسف واخیہ یعقوب علیہ السلام چشم باطن سے مقدور غیب دیکھتے تھے کہ عنقریب زمانہ وصال آتا ہو پس انکو تحسس کا حکم دیا کہ نہ انسانی خواطر سے اور وجود وقلوب سے نہ اپنے نفوس امارہ سے ڈھونڈھو اور اخلاص کے ساتھ تلاش کرو کیونکہ وہی پاتا ہو جو اخلاص سے طالب ہو۔ قولہ لاتایئسوا من روح اللہ۔ رحمت الٰہی سے مایوس مت ہو اور قدرت الٰہی کا یقین رکھو کہ اگر وہ مر گیا ہوتا تو اللہ تعالے ایک دم مین زندہ کرسکتا تھا کیونکہ اسکا یقین نہونا کفر ہو لہذا کہا کہ انہ لاییئس من روح اللہ الا القوم الکافرون پس اگر ایمان کے درجہ مین کسی کو یاس ہو تو اسکے نفس امارہ کا غلبہ ہو اور معرفت کے درجہ مین یاس ہونا قلب پر میل ہے۔ قال المترجم

Marfat.com

یہان لطیفہ ہے کہ انکے پاس دور کرنا گویا انکو غلبہ نفس امارہ سے خارج کرنا ہے اور غلبہ نفس ہی سے انسے سرزد ہوا جو ہوا تو اب زمانہ مغفرت کے وقت اُن مین نفس کے مغلوب و مضمحل کرنے کی استعداد ہو گئی فافہم۔ شیخ نے کہا کہ مقام معرفت مین جب عارف پر یاس چھا جاتا ہے تو یہ توحید کا غلبہ ہوتا ہے کہ وہ قدیم پاک کو حدوث سے بالکل منزہ و مبرا رکھتا ہے پس اپنی ہستی کو نابود سمجھ کر وصال و مشاہدہ سے مایوس ہو جاتا ہے اور یہ درحقیقت میل ہے مگر اس مقام مین فنا کے بعد بقا اور فنا در فنا اور پھر بقا در بقا ہے پس حسن امید بوصال اس مین مندرج ہے شیخ جنیدؒ نے کہا کہ جب متواتر محنت ہوتی ہے تو امید واردن کی امید پوری مضبوط ہوتی ہے جیسا کہ تجربت سے ثابت ہے اور حدیث مین ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کشائش کی امید رکھنا با فضل عبادت ہے۔ قولہ فلما دخلوا علیہ قالوا یا ایہا العزیز مسنا واہلنا الضر الآیہ۔ اشارات مین سے ہے کہ بوجہ غلبہ نفوس کے حجاب قہر سے فضل آلٰہی یعنی وجود یوسف لقولہ ذلک من فضل اللہ علینا وعلی الناس۔ سے محروم و ارتکاب خطایا سے مضرت ہم کو اور ہمارے اہل یعنی وجود کے لوازم کو پہونچی اور بضاعت مزجاۃ یعنی توقع عفو و مغفرت لائے ہین مگر اختلاط نفس سے کمال اخلاص نہونے سے بضاعت ناقص ہے پس اس نقصان کو لحاظ نہ فرماکر عفو کو پورا دیجیے اور صدقہ فضل ہے۔ مسئلہ ارباب صلاح و ولایت کے سامنے اپنا افتقار و عجز ظاہر کرنا دلیل سعادت ہے کیونکہ ظاہر ملک دنیا حقیر ہے تو بادشاہ ملک آخرت کے سامنے زیادہ لائق ہے۔ مسئلہ طالب علم کو عالم کے سامنے خلوص سے اپنا عجز و الحاح چاہیے تاکہ قبولیت حاصل ہو اور عالم کو چاہیے کہ حسن ارادت پر موقوف نہ رکھے کیونکہ مقام ابتدا مین یہ بضاعت کامل نہین ہوتی ہے اور کلمات تعلیم صدقات ہین جیسا کہ حدیث صحیح مین مروی ہے۔ شیخ نے کہا ارباب وصال قدم ہمیشہ اپنے اعمال و افعال کو مغشوش و معلول رکھکر عجز و افتقار سے تصدق کے خواستگار ہون اور جسنے کرم و انعام اپنے اوپر بطریق صدقہ و فضل نہ دیکھا وہ مطرود ہے اور کیا تو نہین دیکھتا کہ صحاح احادیث مین حیثیت فقط فضل حق عز و جل ہے نہ استحقاق طاعت۔ اور شیخ ابو سعید القرشی رہ سے طویل کلام ذکر کیا جسکا خلاصہ وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔ قولہ ہل علمتم ما فعلتم الخ اس سے غرض انکو ملامت کرنا و عار دلانا نہین ہے۔ قولہ اذ انتم جاہلون۔ یہ عذر بتلا دیا۔ قولہ انا یوسف وہذا اخی۔ اس مین ایک اشارہ ہے کہ برادر باہم عداوت و حسد سے خالی ہوتے ہین اور مثل ایک جان دو قالب کے رہتے ہین اور جن قومون کو دیکھا جاوے کہ انمین صدق و اخلاص براہ باطن نہین وہ ایمان سے خارج اور جنمین اتفاق براہ دنیا ہو وہ بھی ایمان سے خارج ہین اور حدیث مین نہین دیکھا کہ مومن ایک دوسرے کی خیانت نہین کرتا اور جو اپنے لیے چاہتا ہے وہی اسکے لیے چاہتا ہے اور جس قدر حقوق برادرانہ ہین سب اس مین مندرج ہین و لیکن مختصر تفصیل اوپر گذر چکی ہے۔ قولہ قد من اللہ علینا بفضل و احسان آلٰہی مین بہت کچھ اسرار شامل کر دیے از انجملہ یہ کہ تم نے چاہا کہ مین مطرود ہون وہ نہوا بلکہ اللہ تعالیٰ نے احسان کر کے مجھے ہدایت و نبوت عطا فرمائی اور تمہارے مثل افعال قہر مین گرفتار نہ کیا بلکہ باوجود قدرت کے مین نے بدلا نہ لیا اور ملک دنیا و آخرت جمع کر دیا علم تاویل و معرفت و حکمت دیا اور نفوس امارہ کو مغلوب کر کے اسکی غلامی سے آزاد اور بادشاہ کر دیا اور اکرام آلٰہی ہے کہ تقویٰ و صبر عطا فرمایا۔ انہ من یتق و یصبر الآیہ۔ ابن عطا نے کہا کہ ادائے فرائض پر صبر کرنا اور ارتکاب محارم سے بچنا تقویٰ ہے۔ قولہ تاللہ لقد آثرک اللہ علینا۔ ظاہر تدبیر کچھ کام نہ آئی اور قدرت آلٰہیہ غالب ہوئی اور تجھکو صورت و سیرت مین کامل اور دنیاوی و اُخروی منزلت مین فاضل کیا۔ قولہ وان کنا لخاطئین۔ اشارہ ہے کہ خطا متضمن جہل ہوتی ہے تو ہم اسوقت غلبہ تقدیر اور تیری ازلی منزلت سے غافل تھے۔ بعض نے کہا کہ حسن توفیق مین تجھے ہم پر مقدم و مشرف کیا اور کمال عصمت و حسن صورت و سیرت مین اکرام فرماکر درجہ نبوت دیا۔ حضرت یوسف نے انکا اعتذار سنکر معتاد ازل کے اعتماد سے عفو کرم پر عمل کیا اور کہا۔ لا تثریب علیکم الیوم۔ یعنے یہ وقت ظہور علم و صفات حلم ہے نہ وقت عقاب و قہر و عتاب۔ پھر شیخ رہ نے لکھا کہ یہان ایک اشارہ ہے کہ آخرت مین حق عز و جل

Marfat.com

تمام اولین وآخرین کو جمع کر کے مقادیر ازل سے آگاہ فرماویگا اور ہر ایک کے عذر کے بعد انکو عفو فرماویگا کہ تم نے انھین مقادیر کے موافق اعمال کیئے جو تمھارے حق مین جاری ہو چکی تھین اور تم اس کو کیونکر دفع کر سکتے تھے۔ مترجم کہتا ہو کہ ظاہر مین یہان یہ اعتراض ہو کہ اسمین اہل شرک وکفر ونفاق سب شریک ہین کیونکہ انھون نے بھی جو کچھ کیا ہو سب تقدیر ازل ہو پس انکی بھی مغفرت لازم آتی ہو حالانکہ یہ صریح نصوص کے خلاف ہو اور جواب اسکا یہ ہو کہ نہین یہ نہین لازم آتا ہو اور تحقیق مقام یہ ہو کہ حق سبحانہ تعالے نے جس شخص وجس چیز کو جسواسطے پیدا کیا وہی اسکی جبلت وطینت ہو اور ہر ایک اپنی اپنی طبیعت پر خوش ہو ولیکن ایک کو دوسرے کی مرغوب سے نفرت ہو اور سابق مین شیخ محی الدین عربی رحمہ اللہ کی تحقیق گذر چکی کہ اہل جہنم کے طبائع کی موافقت اسی سے ہو جیسے نجاست کا کیڑا اگر موری سے نکالکر گلاب مین ڈالا جاوے تو مر جاوے کیونکہ طبیعت جبلی موافق نہین بلکہ مضاد ہو پس اگر نفیس مزاج سے وہ عذر کرے کہ مجھے معاف کرو تمھارا یہ کرم میرے خلاف مزاج ہو تو عاقل کو سماعت کرنا چاہیے اسی طرح ہر ایک کافر ومشرک کا آخری عذر مسموع ہوگا اور اس سے درگذر کیجاویگی ولیکن اس سے یہ لازم نہین آتا کہ وہ جنت مین داخل ہوگا کیونکہ قبولیت عذر بربنائے مقادیر ازل ہو اور تقدیر ازلی مین اسکے لیے جہنم کی طینت قرار پائی ہو پس یہ عذر قبول ہوگا کہ تجھکو طینت جنت بدل لینے کا اختیار نہ تھا پس ہر ایک اپنے محل ومقام پر جاویگا اور اس سے یہ بھی لازم نہین آتا کہ عذاب مرتفع ہو جاویگا کیونکہ نجاست کا کیڑا اپنی غذا وطعام وغیرہ سے عذاب مین گرفتار ہو اسیطرح اسکو جہالت ہوگی کہ جس حال پر اہل جنت ہین اسکے موافق نہین ہو اور شاید اسی وجہ سے وہ لوگ اہل جنت سے انکار رزق مانگینگے کیونکہ دنیاوی پردہ مین اشتراک ایک عجیب قدرت سے رہا ہو حالانکہ وہان فیصلہ اور ہر ایک کا اصلی مرجع ہوگا فافہم واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ قولہ یغفر اللہ لکم الآیہ۔ اظہار حجت کے بعد عفو وکرم مقدم فرمایا۔ شیخ جعفر نے کہا کہ تمپر کچھ عیب نہین جو تم نے کیا وہ سابقہ تقدیر سے تمپر لکھا تھا تو تم ضرور اسکو کرتے مین کہتا ہون کہ شاید مراد اس سے یہ ہو کہ دونون جہت سے وقت عفو وکرم کا ہو اور یہ مراد نہین ہو کہ ہم تم سب محض مجبور ہین تو اس صورت مین یوسف علیہ السلام کی طرف سے کرم بھی نہین کیونکہ وے ایسا کہنے پر مجبور ہین اور صواب وہی ہو جو اہل السنہ کا قول ہو کہ یہان نہ جبر ہو نہ اختیار ہو یعنی کوئی شخص مثل پتھر کے مجبور نہین اور کوئی شخص مثل حق تعالے کے قادر نہین ہو پس فرقہ جبریہ ومعتزلہ وغیرہ سب خارج از حد اعتدال ہین شیخ ابو عثمان رح نے کہا کہ اپنی طرف سے وہ لغزش یاد کی جو قیدخانہ پسند کرنے اور اذکرنی عند ربک وغیرہ سے ہوئی یعنی کیونکر تمکو ملامت کیجاوے تمھارے افعال پر اور جو خود کیا اس سے فراموشی کیجاوے شیخ شاہ کرمانی رح نے کہا کہ جو شخص مخلوق کی طرف نظر حق عز وجل سے دیکھتا ہو تو وہ انسے مخاصمت وجھگڑا نہین کرتا ہے اور جو انکو اپنی آنکھ سے دیکھتا ہے تو ناحق انسے مخاصمات وجھگڑا کرکے اپنی اوقات ضائع کرتا ہو۔ شیخ ابو بکر رح نے کہا کہ کرم کی شرط یہ ہے کہ جب قابو پاوے تو عفو کر دے۔ لانہ لیوسے اور جو کوئی عذر کرے اسکا عذر قبول کرلے۔ اقول بعض ائمہ سلف مثل شافعی رحمہ اللہ وغیرہ سے اقوال ہین کہ جو کوئی عذر قبول نہ کرے وہ گدھے کے مثل ہو۔ استاد رحمہ اللہ نے کہا کہ یوسف علیہ السلام نے اول ہی مرتبہ انسے تجاوز کرکے مغفرت مانگی اور یہ اسوجہ سے کہ انکو عتاب کے لائق نہین دیکھا اور یعقوب علیہ السلام نے تاخیر کی اسوجہ سے کہ بسبب زیادت محبت کے ان کو عتاب کیا تاکہ اثر اس کا باقی رہے۔ اور کہا کہ جب مخاطبات سے فارغ ہوئے تو وصال والد بزرگوار مین اہتمام کیا اور یہ کرم ہو کہ پہلے بھائیون سے کلام کیا تاکہ یکایک باپ سے شادی مرگ کا معاملہ نہو اور وہ تو بنظر باطن دیکھتے بھی رہے قولہ اذہبوا بقمیصی ہذا قمیص بھیجنے کی حکمتون مین سے ایک یہ ہو کہ یکایک وصال سے مدہوش ہون پس تدریج رہی اور قمیص سے نور عود کرنے کا خیال تھا بخلاف دیدار کے کہ اس سے فرط شوق وہیجان سے نور فنا ہو جانے کا احتمال تھا۔ اور کہا قمیص لباس جنت تھا پس قرب باطاعت سے تعلق مرغوب رہا۔ اور نیز قمیص ہی

علامت ہلاکت بیان ہوئی تھی تو صحیح سالم نہیں ہے اطمینان کیا کہ وہ صحیح سالم ہیں۔ قولہ واتونی باہلکم اجمعین خود باپ کے پاس حاضر نہ ہوئے کیونکہ عدل و انصاف مخلوق مرعی تھا اور بارگاہ حق عزوجل میں طالب کی سعی انصاف ہے اور اسی سے شوق میں تزاید ہے۔ قال المترجم پہلے معلوم ہو چکا کہ یہ جملہ معاملات بوحی الٰہی ہونا ٹھیک معلوم ہوتا ہے پس حضرت یوسفؑ نے باپ کی بینائی کے لیے قمیص بھیجی اور بھائیوں کو مع اہل و عیال کے بلایا کہ فارغ البال باپ کی خدمت کریں ثم قال تعالیٰ۔

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيرُ قَالَ أَبُوهُمْ إِنِّي لَأَجِدُ رِيحَ يُوسُفَ لَوْلَا أَنْ تُفَنِّدُونِ ۝ قَالُوا تَاللَّهِ

اور جب جدا ہوا قافلہ تو بیان ان کے باپ نے کہا کہ میں پاتا ہوں خوشبو یوسف کی اگر تم مجھ بڑھاپے کے خلل حواس نہ کہو لوگ بولے کہ واللہ

إِنَّكَ لَفِي ضَلَالِكَ الْقَدِيمِ ۝ فَلَمَّا أَنْ جَاءَ الْبَشِيرُ أَلْقَاهُ عَلَىٰ وَجْهِهِ فَارْتَدَّ بَصِيرًا ۚ قَالَ

آپ تو اپنے پرانے عشق میں بہکے ہوئے ہیں پھر جب پہنچ گیا خوشخبری لانے والا تو اسنے قمیص والدی یعقوب کے چہرہ پر پس ردوبارہ بینا ہو گیا فرمایا کہ

أَلَمْ أَقُلْ لَكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝ قَالُوا يَا أَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا إِنَّا كُنَّا

بھلا میں تم سے نہ کہتا تھا کہ میں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ بات جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ہو بیٹے بولے اے ہمارے باپ ہمارے لیے مغفرت کی دعا کر دے کہ ہم بے شک

خَاطِئِينَ ۝ قَالَ سَوْفَ أَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّي ۖ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝

خطاوار تھے فرمایا کہ میں عنقریب تمہارے لیے اپنے رب سے مغفرت چاہونگا وہ بیشک بڑا بخشنے والا اور بڑا رحم والا ہے

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيرُ اور جب جدا ہوا قافلہ یعنی آبادی شہر سے باہر ہوا۔ یہ سب بھائی تھے جو قمیص لیے کنعان جاتے تھے تاکہ باپ کی آنکھیں روشن ہوں اور والدین یوسف اور اپنے اہل و عیال سمیت مصر کو آویں۔ قَالَ أَبُوهُمْ تو ہنوز قافلہ اسی فرسخ پر تھا کہ یہاں انکے باپ حضرت یعقوبؑ نے کہا۔ ان لوگوں سے جو بیٹے پوتے ناتی و عورتیں و عیال موجود تھے کہ۔ إِنِّي لَأَجِدُ رِيحَ يُوسُفَ میں تو ضرور یوسف کی خوشبو پاتا ہوں۔ خواہ قمیص سے پہنچی یا خود حضرت یوسفؑ کے تن مبارک سے پہنچی ہو۔ علماء نے کہا کہ خوشی کے وقت ہر مشکل بات آسان ہوتی ہے اور مصیبت کے ایام میں ہر آسان بھی مشکل ہوتا ہے دیکھو کہ جب تک حکم حق عزوجل نہ تھا تو باوجود قافلوں کے آمد و رفت کے بلکہ دو مرتبہ اسی قافلہ کے آمد و رفت کے کچھ بھی پتہ نہ پہنچا بلکہ کنعان کے کنوئیں سے ذرا بھی خوشبو نہ آئی اور مصر سے پیراہن کی خوشبو سونگھی۔ اور ریح الصبا آج یہ خوشبو لائی اور ہزاروں بار ہوا کے جھونکے آئے مگر کبھی خوشبو نہ ملی۔ روایت ہے کہ ریح الصبا نے جناب باری تعالیٰ میں عرض کیا کہ میں بشیر پہنچنے سے پہلے خوشبو پہنچاؤں پس اجازت دی گئی۔ صبا کے خواص میں جن کا اسرار عارف باللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور حدیث صحیح میں ہے نصرت دی گئی مجھ کو صبا سے اور ہلاک کی گئی قوم عاد ہوائے دبور سے رواہ فی الصحاح۔ اور حدیث میں ہے کہ ان لربکم فی ایام دہرکم نفحات الا فتعرضوا لنفحات ربکم۔ یعنی تمہارے ایام دہر میں تمہارے رب کی خوشبودار صبا کے جھونکے ہیں تو تم ان کے سامنے پڑو۔ اس مقام سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ خوشبو فقط حضرت یعقوبؑ کو محسوس ہوئی اور پاس والوں میں سے کسی کو محسوس نہ ہوئی۔ پس آدمی کو صلاحیت و تقوے سے آپ کو لائق بنانا چاہیے اور یہی مراد حدیث بالا میں تعرض سے ہے۔ اور بعض نے کہا کہ اس قمیص سے جنت کی خوشبو اڑ کر آنحضرتؑ کو پہونچی تو آپ نے جانا کہ وہی قمیص ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اس تکلف سے کیا مطلب ہے کیونکہ جس ایمان والے کو کچھ سمجھ ہے جب وہ یقین کریگا کہ اتنی دور سے فقط یعقوبؑ کو پہونچی تو یقین کرے گا کہ یہ اسرار الٰہی عزوجل بلاشبہ و بیشک صحیح ہیں۔ شیخ ابن کثیرؒ نے عبدالرزاق کی روایت سے ابن عباسؓ سے ذکر کیا کہ جب قافلہ جدا ہوا

Marfat.com

ذو ہوا چلی اور اس نے قمیص یوسف کی خوشبو حضرت یعقوب علیہ السلام کو پہنچائی پس آپ نے آٹھ روز کی راہ سے خوشبو پائی حسن و ابن جریج رح
نے کہا کہ درمیان میں اسی فرسخ کا فاصلہ تھا۔ مترجم کہتا ہے کہ سلیمان علیہ السلام کے قصہ میں منصوص ہے بقولہ تعالے ولسلیمان الریح عاصفۃ
تجری بامرہ الآیہ وقولہ غدوہا شہر ورواحہا شہر الآیہ۔ اور مترجم کو اسوقت کے نیچرل یعنی قدرتی جہال سے سخت تعجب ہے کہ ان مقامات مین
کسقدر انکو شیطان بہکا کر گمراہ کرتا ہے حالانکہ زمین کے بارہ مین خود قائل ہین یعنی زمین بشکل گیند تمام پانی ومٹی کا مجموعہ گرد آفتاب کے گردش
کرتی ہے حالانکہ پانی ایک بہنے والی چیز ہے پھر کیا وجہ ہے کہ پانی بہکر مثل باران کے نہین گرجاتا اور مٹی علٰحدہ پارہ پارہ نہین ہوجاتی ہے
اور جب آفتاب کی کشش وخاصیت کو مانتے ہین تو انکو اللہ تعالے کی قدرت کا اقرار کرتے ہوئے کیون شرم آتی ہے۔ اس سے علاوہ آنکھون
سے مشاہدہ ہے کہ کھاری ومٹھا سمندر جہان جہان ملے ہین دولون علٰحدہ ہین دونون کا اتصال ایک خط پر ہے وہان چارہ نہین کہ یہ جاہل
لوگ ضرور اقرار کرتے ہین کہ اللہ تعالے کی عجیب قدرت ہے کہ یہ دونون پانی نہین ملتے ہین وقد قال تعالے وبینہما برزخ لا یبغیان ایسی ایسی
قدرتین دیکھکر پھر کسطرح اندھے ہوکر کلام آلہی سے انکار کرتے ہین پس پاک ہے وہ اللہ تعالے جس نے پیدا کیا اور عجیب قدرت دکھلائی اور جسکو
چاہا مومن پیدا کیا اور جسکو چاہا کافر بنایا ہے۔ القصہ عجیب قدرت آلہیہ تھی کہ یعقوب علیہ السلام کو اس دوری سے خوشبو پہنچی اور انہون نے
اپنے پاس کے پوتے نایتون وغیرہ سے کہا کہ مین یوسف کی خوشبو پاتا ہون۔ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ۔ اگر تم مجھے فند کی طرف منسوب
نہ کرو۔ مجاہد رح نے کہا کہ بڑھاپے سے عقل وحواس مین تغیر آجاتا ہے وہ فند ہے اور ابو عبیدہ نے کہا کہ سفاہت۔ اور ابن عباس رض وقتادہ
سے مروی ہے کہ جہل وبیوقوفی۔ ابن الاعرابی نے کہا کہ ضعف رائے۔ خلاصہ یہ کہ اگر بڑھاپے کی بے وقوفی ورائے کا ضعف تم سمجھو
تو یہ تحقیق ہے کہ مین اس کی خوشبو پاتا ہون کشاف مین کہا کہ عورت کو مفندہ نہین کہتے بلکہ مرد کو مفند کہتے ہین اس واسطے کہ عورت کی
جوانی مین کچھ رائے نہ تھی جو اب بڑھاپے مین مفندہ ہوجاوے۔ مسئلہ علماء نے کہا کہ جب کسی فرزند کو کچھ حکم دے تو چاہیے کہ یون کہے کہ
اچھا ہوتا اگر تم ایسا کرتے تاکہ اگر نہ کرے تو نافرمانی کے قہر مین نہ پھنس جاوے چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے ایسی بات جب فرمائی
کہ انکے حواس وعقل سے باہر تھی تو پہلے سے بنظر شفقت فرمادیا اگر تم مجھے فند کی جانب منسوب نہ کرو یعنی اگر یون نہ کہو کہ انکو بڑھاپے سے
اختلال حواس ہوگیا ہے تو مانوگے۔ ولیکن ان کے زعم مین تھا کہ یوسف علیہ السلام مدت ہوئی کہ ہلاک ہوگئے تو انھون نے اسی یقین پر قسم سے
اسی پر جزم کیا۔ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ کہنے لگے کہ قسم ہے اللہ تعالے کی آپ اپنے پرانے ضلال مین ہین
ابن عباس رض نے کہا کہ ضلال سے خطا مراد ہے یعنی اگلی غلطی مین پڑے ہو۔ قتادہ نے کہا کہ یوسف ع کی محبت مین کہ بھولتے نہین اور
تم کو تسلی نہین ہوتی ہے اور کہا کہ ان لوگون نے بیہودہ کلمہ اپنے بزرگ پیغمبر خدا علیہ السلام کو کہا جو اُن کو نہین کہنا چاہیے تھا۔ ضلال
دراصل عرب مین عشق کو بولتے ہین جیسے فارسی مین دیوانہ وغیرہ الفاظ مستعمل ہین اور مراد ان کی یہ تھی کہ وہی پہلے عشق مین مبتلا ہو
اُسی سے یہ باتین کہتے ہو۔ وفی البیضاوی یعنے جیسے تم قدیم سے ٹھیک راہ سے ہٹ گئے ہو بسبب اسکے کہ یوسف ع سے محبت مین افراط
کرتے اور کثرت سے اس کا ذکر کرتے اور دوبارہ اُس کی ملاقات کے متوقع ہو۔ یہ تقریر بلاشبہہ بے ادبی ہے اور اگر صرف یہ مراد ہو کہ آپ
قدیمی بافراط محبت مین مبتلا ہونے کی وجہ سے ایسا کہتے ہین تو اسقدر افراط بے ادبی مین نہوگا اور یہ بطریق اصول حنفیہ اقرب ہے کیونکہ ضلال کے معنے راہ
صواب سے ہٹ جانا اور افراط محبت سے ضلال دونون حقیقت ومجاز کا اجتماع ہے فافہم۔ خلاصہ یہ کہ ان لوگون نے اسکو صحیح نہ جانا اور افراط
محبت پر محمول کیا۔ فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ پھر جب بشارت دینے والا آپہونچا۔ مجاہد وسدی رح نے کہا کہ وہ یہودا تھے جو یہ کہہ کر

ل۱ [illegible]

Marfat.com

قمیص لائے تھے کہ جیسے میں نے خون آلودہ قمیص لیجاکر باپ کو غم میں مبتلا کیا تھا ویسی ہی میں یہ قمیص خوشخبری اور صحت بینائی کی لیجاکر خوش وخرم کرونگا اور کہتے ہیں کہ قافلہ والوں نے انکو تیزی کے ساتھ کچھ پہلے روانہ کر دیا تھا پس جب وہ پہلے آپہونچے اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ اس قمیص کو باپ کے چہرہ پر ڈالا جسطرح کہ یوسف علیہ السلام نے حکم دیا تھا۔ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا پس لوٹ کر بینا ہوگئے تھے یعنی دوبارہ بینائی لوٹ آئی بیضاوی رح نے کہا کہ خوشی کے سبب سے قوت کو جوش ہوا پس بینائی درست ہوگئی اور یہ توجیہ بسبب اتباع کشاف معتزلی کے ہے جس نے ابیضت عیناہ میں تاویل کی کہ آنسوؤں کی ڈبڈباہٹ سے سپیدی چھا جاتی تھی ورنہ بینائی نہیں گئی تھی اور یہ کلام خود کاذب ہے کیونکہ ارتداد بصارت اس میں کچھ نہوگا بلکہ گویا آنسو بند ہوگئے۔ اور جس شخص نے یقین کیا کہ اللہ تعالے کی قدرت سے ریح الصبا نے فقط یعقوب ع کو یوسف کی خوشبو پہنچائی اُس کی قدرت سے بینائی بھی لوٹ آئی۔ بعض محشین نے کہا کہ قوت بدن کی وجہ سے بینائی کا عود کرنا معقول نہیں ہے اور یوں کہنا چاہیے کہ یہ ایک معجزہ حضرت یوسف ع کی طرف سے تھا یہی صحیح ہے اور اس صورت میں قمیص جنت ہو یا نہ ہو جیسے خوشبوے یوسف بامر الٰہی عزوجل پہونچی ویسے ہی قمیص ڈالنے سے بینائی لوٹ آئی اور یہ فعل خود بینائی کا نہیں ہو سکتا بلکہ معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے بینا کر دیا جیسے بولتے ہیں کہ پودا ہرا ہو گیا حالانکہ اللہ تعالے نے اس کو بڑھا دیا پس جب بینا ہو گئے اور انکو حیات یوسف و ثروت و حکمت کی خوشخبری دی گئی تو دل باغ باغ ہو گیا اور اسوقت لوگوں سے کہا کہ۔ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ بھلا میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ میں جانتا ہوں اللہ تعالے کی طرف سے وہ بات جو تم نہیں جانتے ہو۔ یہ بات یا تو بیٹوں سے کہی کہ جب انھوں نے کہا تھا کہ یوسف کی یاد میں قریب مرگ یا ہلاک ہو جاؤ گے تو کہا تھا کہ میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ہو اور یا یہ بات ان لوگوں سے کہی جنھوں نے خوشبوے یوسف پہونچنے پر ضلال قدیم کا وہم کیا تھا۔ واضح ہو کہ یہ علم جو اللہ تعالے کی طرف سے بیان کیا یا تو وحی سے تھا یا بطریق الہام و خواب تھا یا کشف نبوت تھا پس اگر وحی تھا تو اعتبار کا بھی حکم ہوگا اور یہ بطریق اسرار ہوگیا اور اگر الہام یا خواب تھا تو یہ بھی انبیاء علیہم السلام کے حق میں وحی کے حکم میں ہے اور اگر کشف نبوت تھا تو بہت سے علوم منکشف ہوتے ہیں جنکو بندگان خاص اپنے ہی قلب میں مخفی رکھتے ہیں اور انکشاف خود اختیاری چیز نہیں ہے بلکہ وہ بھی بفضل باری تعالےٰ ہوتا ہے۔ سعدی علیہ الرحمہ نے خوب لکھا کہ کسی نے یعقوب علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ نے مصر سے بوے پیراہن سونگھی تو کنعان کے کنوئیں میں کیوں نہ دیکھ لیا تھا تو جواب دیا کہ ہم لوگوں کا حال بجلی کی چمک ہے جب کبھی چمکی دیکھ لیا اور جب نہیں تو کچھ نہیں۔ اور ہر حال میں نیک بندے حضور باری تعالےٰ میں حاضر رہتے ہیں اور بیان سے معلوم ہوا کہ یاد یوسف علیہ السلام انکے حق میں کسی وہم کرنے والے کے خیال کے موافق نہ تھی بلکہ وہ یاد حق تعالےٰ تھی ورنہ کیونکر ایک پیغمبر برحق کی نسبت ایسا گمان ہے کہ وہ تمام عمر ایک مخلوق کی یاد میں رہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو کوئی کشف کے لیے کوشش کرتا ہے وہ مثل جوگی کے دُور پڑا ہے اور قاضی ثناء اللہ علیہ الرحمہ پانی پتی اور مولانا تراب علی کاکوروی اور دیگر اکابر نے تصریح کر دی کہ کشف قلبی ماسواے صفات حق تعالےٰ کے دیگر امور عالم میں ایک نقص ہے خصوص دنیاوی معاملات میں النقص ہے اور جو کوئی شریعت کی راہ پر ظاہر و باطن کے خطرات و عجب و غرور و ریا وغیرہ سے پاک ہو کر قائم و مستقیم ہو وہ اولےٰ ہے اس شخص سے جسکا قدم طریقہ سنت سنیہ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے ہٹا ہوا اگرچہ بہت سے کشف و کرامات رکھتا ہو اور دیکھو کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اکمل و اعلیٰ تھے اور سب کے سب ولایت کے ایسے درجہ پر پہونچے کہ قیامت تک کوئی ولی نہیں پہونچ سکتا مگر انکو کشف و کرامات کی کچھ بھی تلاش نہ تھی پس استقامت اختیار کرا اللہ تعالےٰ ہم سب کو عطا فرماوے آمین یا ارحم الراحمین پھر جس شخص نے کشف سے انکار کیا وہ جاہل ہے تو نہیں دیکھتا کہ حضرت فاروق اکبر عمر رضی اللہ عنہ نے

Marfat.com

جمعہ کے روز مدینہ کی مسجد نبوی مین کہدیکر سرزمین نہاوند کے سردار لشکر ساریہ رضی اللہ عنہ کو آواز دی کہ یا ساریۃ الجبل الجبل۔ یہ کشف نہ تھا
تو کیا تھا اور ساریہ رضہ و تمام لشکر نے وہان آواز سُنی پھر یہ کرامت نہ تھی تو کیا تھا اور ایسی مشہور روایت سے انکار کرنا الحاد نہین تو اور کیا ہوگا
واضح ہو کہ اگر علم یعقوب علیہ السلام زندہ ہونے یوسفؑ کا اور انسے ملاقات ہونے کا کشف نبوت تھا تو اسکو من اللہ کہنا دو باتون سے ہے اول تو
بیان ہو چکی کہ کشف از جانب حق عز وجل ہوتا ہے اور دوم یہ کہ کوئی علم ایسا جاننا جو کہ دوسرے آدمیون بلکہ تمام عالم کو معلوم نہو یہ غیب ذاتی نہین
ہے پس تنبیہ رکھی کہ مین اسکو اللہ تعالے ہی کی طرف سے جانتا ہون اور واضح ہو کہ آنحضرت سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات نماز مین
ہون یا نہون جنت و دوزخ اور موسے علیہ السلام کو طواف خانہ کعبہ کے لیے وادی مین اترتے اور مانند اسکے دیکھتے تھے چنانچہ صحاح
احادیث شاہد ہین پس اہل علم و اہل ایمان کو چاہیے کہ راہ راست پر مستقیم رہین نہ انکار کرین اور نہ کسی بندہ کے حق مین غیب ذاتی کا اعتقاد
کرکے مشرک بنین اور نہ کسی کی نسبت یہ اعتقاد کرین کہ وہ جو چاہے جان سکتا ہے دیکھو کہ یعقوب پیغمبر کو حضرت یوسفؑ کی خبر چاہ کنعان
کی نہوئی اور بہت سی روایات اس مضمون کی مثبت صریح احادیث صحاح مین موجود ہین پس حاصل اس سب کا یہ ہے کہ نیکون کی طرف نیک
گمان رکھو اور شریعت پر قائم رہو اور نیک کی پہچان بھی اسی طریقہ پر کرو والسلام۔ القصہ اسوقت لوگون کو اور یعقوب علیہ السلام کے بیٹون کو اپنی
رائے پر خفت و ندامت ہوئی جو انکو ضلال کی طرف نسبت کرتے تھے اور جان گئے کہ انکے افعال سب راہ صواب و طریقہ نبوت پر تھے۔ سراج مین لایا کہ
سہیلی رح نے کہا کہ جو شخص بشارت لایا تھا اُسکو حضرت یعقوب علیہ السلام نے ایک دعا سکھلائی جسکو بواسطہ اسحاق علیہ السلام کے حضرت خلیل اللہ
علیہ السلام سے روایت کرتے تھے اور اسکا ترجمہ عربی مین یون مذکور ہے۔ یا لطیف فوق کل لطیف الطف فی اموری کلہا کما تحب و رضنی فی دنیای و آخرتی
اسکا ترجمہ اردو مین یہ ہے اے لطف فرمانے والے جو کوئی لطیف خیال کیا جاتا ہے تو سب سے بالاتر ہے تو مجھ بندے کے سب کامون مین لطف فرما جیسے تجھے
پسند ہو اور مجھے اسپر راضی کر دے میری دنیا ہو یا آخرت ہو۔ والیتہ کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بشارت لانے والے سے پوچھا کہ تو نے یوسفؑ کو
کس حال مین چھوڑا اس نے کہا کہ مصر کا بادشاہ ہے فرمایا کہ بادشاہت لیکر مین کیا کرون یہ بتلا کہ حاکم مصر تو کافر ہے یوسف کس دین پر ہے اُس نے
عرض کیا کہ وہ دین اسلام پر مستقیم ہین پس خوشی مین اللہ تعالے کی تعریف کی اور کہا کہ اب نعمت پوری ہوئی۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ اشارہ ہے جو
پہلے فرمایا تھا کہ یتم نعمتہ علیک کما اتمہا علی ابویک الآیہ کیونکہ ہفت اقلیم کی سلطنت بدون ایمان کے عذاب و ذلت ہے اور ایمان کے ساتھ گدائی
بادشاہت سے بہتر ہے پس اہل ایمان کو چاہیے کہ عقل کی آنکھ سے آخرت کی سلطنت دیکھین کہ دنیا مین کون ایسا شخص ہے جو آخرت کا بادشاہ ہے اور
دنیا مین کون بادشاہ یا بادشاہون کا بادشاہ کہلاتا ہے جو اسی حال پر مرنے سے نہایت ذلت و خواری سے روسیاہ جہنم مین دنیا کے کتے سے بدتر ہوگا
تو انکو نعمت ایمان کی قدر ہو دیکھو حضرت یعقوب علیہ السلام نے باوجود خوشی کے غم نہ چھوڑا اور پوچھا کہ وہ کس دین پر ہے جب معلوم ہوا کہ اسلام پر ہے
تو خوش ہوئے تب بیٹون نے عرض کیا قالوا یا ابانا یعنی التجا کرنے لگے کہ اے ہمارے باپ۔ جو اولاد کے حق مین سب سے زیادہ شفیق ہوتا
ہے استغفر لنا ذنوبنا ہمارے واسطے مغفرت کی درخواست فرما دے ہمارے گناہون کی یعنے اللہ تعالے سے ہمارے
گناہون کی بخشش مانگیے۔ انا کنا خاطئین ہم لوگ بے شک خطاوار تھے۔ باپ سے عفو کی درخواست شفقت کی امید پر نہ کی
اور اس وجہ سے بھی کہ بندہ کے عفو کرنے سے جبھی نجات ہے کہ حق تعالے بھی عفو فرما دے اور اس وجہ سے بھی کہ اللہ تعالے سے
عفو کی درخواست جب فرما دینگے کہ خود عفو کرین اور اس وجہ سے کہ زیادہ اہتمام اور خوف کا مقام اللہ تعالے کا بخشنا تھا۔ اور اپنی خطا کا
اقرار صریح کر دیا جس سے مغفرت الٰہی کی زیادہ امید ہے۔ حدیث مین ہے کہ بندہ نے جب اپنے گناہ کا اقرار کر لیا پھر توبہ کی تو اللہ تعالے

Marfat.com

اسکی توبہ قبول فرماتا ہے مترجم کہتا ہے کہ دنیاوی زندگی مین اعتراف گناہ مستوجب مغفرت ہے۔ پھر اگر مثل زنا وغیرہ کے سرزد ہوا ہو تو اعلان نہ کرے اور خفیہ جناب باری تعالےٰ مین توبہ کرے اُس کے سامنے جیسے خفیہ اقرار ویسے علانیہ اقرار یکسان ہے۔ اور جیسا گناہ کہ برادران یوسف علیہ السلام کا تھا وہ اسی قابل تھا کہ اُنھون نے اقرار کرکے مغفرت مانگنے کی درخواست اپنے باپ پیغمبر برحق سے کی قَالَ سَوْفَ أَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّي جواب مین فرمایا کہ عنقریب مین تمھارے لیے اپنے پروردگار سے مغفرت مانگونگا۔ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ بیشک وہی غفور رحیم ہے۔ کلام مین ضمیر ہو سے تاکید کا مفاد انکی تسکین ہے اور میرے نزدیک اسمین ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ میرا عفو کرنا و یوسف کا عفو کرنا درحقیقت ظاہری ہے اور بخشنے والا وہی رب تبارک و تعالیٰ ہے اور یہ معنی صحیح حدیث یعنی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت مین زیادہ مصرح ہین پس ضمیر مذکور حصر کے لیے ہوگی ولیکن اسی معنی مین جو حدیث مذکور کے معنی ہین یعنی احکام مین شرط ہے کہ مظلوم عفو کرے چنانچہ اس مقام پر بھی شعبی کا قول کہا گیا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بالفعل استغفار نہ کیا بلکہ عنقریب کا وعدہ کیا تو شاید اسوجہ سے کہ انکو یہ معلوم نہ تھا کہ یوسف علیہ السلام نے عفو کر دیا ہے حالانکہ مظلوم کا عفو کرنا شرط ہے پس پیغمبر سے ایسا فعل جان بوجھکر نہین ہوسکتا تھا جسمین جہالت کے معنے ہون بعض نے کہا کہ فی الحال انکے لیے استغفار کیا تھا اور اس کلام سے وعدہ کیا کہ آیندہ بھی استغفار کرتا رہونگا مین کہتا ہون کہ اسکا شاہد وہ قول ہے جو وہب بن منبہ سے مروی ہے کہ کچھ اوپر بیس برس تک انکے لیے ہر شب جمعہ کو استغفار کرتے رہے۔ اور مین کہتا ہون کہ اس قول پر ظاہر ہوتا ہے کہ انحضرت کو استغفار کا کچھ جواب نہین ملا۔ ولیکن بعض نے کہا کہ آخری رات مین سحر کے وقت نماز پڑھکر دعا مانگی کہ اے میرے رب بخشدے جو مین نے یوسف پر جزع و فزع کیا اور صبر کم کیا اور میری اولاد کو بھی جنھون نے یوسف کے ساتھ برا کیا پس اللہ تعالےٰ نے وحی بھیجی کہ مین نے تجھے اور ان کو سب کو بخشدیا۔ مترجم کہتا ہے کہ قرآن مین تو صبر جمیل منصوص ہے پس اگر روایت صحیح ہو تو انکا جزع و فزع اپنی طرف منسوب کرنا بارگاہ کبریائی کی عظمت و جلال کے سامنے ادب و انکسار و عاجزی ہے اور ممکن ہے کہ باوجود اس جواب ملنے کے بھی استغفار کرتے رہے ہون جیسے حضرت سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کے حق مین ما تقدم وما تاخر سب کچھ معاف ہوگیا تھا مگر دن مین سو مرتبہ یا ستر مرتبہ استغفار کرتے اور پوچھنے والون سے کہا کہ اگرچہ حق تعالےٰ نے معاف کیا مگر شکر نہ ادا کرون۔ یعنی یہ شکریہ ہے۔ قال الحافظ اور ابن مسعود رضہ اور ابراہیم تیمی و عمرو بن قیس و ابن جریج وغیرہم نے کہا کہ سوف استغفر سے ان کو سحر کے وقت تک امیدوار کیا ابن جریر رح نے اپنے اسناد سے محارب بن دثار سے روایت کی کہ حضرت عمر بن خطاب اول سحر کے وقت مسجد مین تشریف لایا کرتے اور سنتے کہ کوئی آدمی کہتا ہے کہ اے میرے پروردگار مجھ بندے کو تو نے بلایا یعنی ایمان لانے کو تو مین نے بدل و جان قبول کیا اور مجھ کو تو نے بندگی کے حکم دیے یعنی بوحی محمدی صلے اللہ علیہ وسلم پس مین نے بسر و چشم فرمانبرداری کی یعنی کچھ انکار نہ کیا اور یہ وقت سحر کا ہے سو تو مجھے بخشدے۔ محارب نے کہا کہ حضرت عمر رضہ نے اس آواز کی طرف کان لگائے تو آخر معلوم ہوا کہ عبد اللہ بن مسعود کے گھر سے آتی ہے پھر عبد اللہ سے یہ معاملہ پوچھا تو انھون نے کہا کہ ہان سحر کی خصوصیت اس وجہ سے کرتا ہون کہ یعقوب نے اپنی اولاد کی مغفرت کے لیے سحر تک انتظار فرمایا تھا۔ اور ابن جریر رح نے ابن عباس رض سے انحضرت صلعم کا قول روایت کیا کہ شب جمعہ تک تاخیر کی شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ شاید راوی کا وہم ہے کہ انحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا قول بیان کیا اور ظاہر ابن عباس کا قول ہے واللہ اعلم۔ مترجم کہتا ہے کہ بعض علماء نے کہا کہ جمعرات کے روز یہ گفتگو ہوئی تو تاخیر فرمائی وقت سحر تک جو اتفاق سے شب جمعہ واقع ہوئی۔ اور معالم و سراج مین ابن عباس رض کا قول بیان کیا کہ استغفار کے لیے شب جمعہ تک تاخیر کی مترجم کہتا ہے کہ شاید انبیاء سابقین کو روز جمعہ کے فضائل معلوم ہون اور بوجہ حکمت ربانیہ کے انکو اظہار و شروع کرنے کا حکم نہو تب البتہ

ف یہ اس لیے کہ اس وقت خاص کو اجابت دعا مین خاص تاثیر ہوتا ہے اور دعا حضرت یعقوب نے نہ فرمائی بلکہ وعدہ کر لیا کہ عنقریب وقت خاص مین طلب عفو کلی ان پر کرونگا ۱۲ سید جعفر علی مصحح۔

Marfat.com

یعقوب علیہ السلام نے شب جمعہ تک تاخیر کی یہ جانکر کہ درواقع شب جمعہ وروز جمعہ نہایت متبرک ہین گر عموماً ظاہر نہین کیا کیونکہ حدیث صحیح مین ہو کہ ہفتہ مین ایک روز عبادت کا یہود و نصاریٰ نے سنیچر واسکے بعد اتوار لیا پس جمعہ نہ پایا اور تم لوگون کو اللہ تعالےٰ نے اپنی ہدایت سے بتلایا۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ روز مع برکات کے اسی امت مرحومہ کے واسطے ذخیرہ رہا جیسے خاتم المرسلین صلے اللہ علیہ علیہ وسلم کو ان کے لیے غیب مین مکنون فرمایا تھا اور اگلون کے لیے ایک روز معین کرلیا ان کی پسند پر چھوڑا تھا پس انھون نے غلطی کرکے اپنی پسند سے سنیچر کا روز مقرر کرلیا اور نصرانیون نے اتوار مقرر کیا اور چونکہ علوم اسرار قلبی و لطائف روحانی سے واقف نہ تھے لہذا اپنی پسند پر جم گئے یہ غلطی تھی انکو چاہیے تھا کہ یہ درخواست کرتے کہ جو حضرت کبریا ذوالجلال والاکرام کو پسند ہو وہ ہم کو پسند ہو ولیکن مقدر نہ تھا۔ اس سے یہ لازم نہین کہ اگلے انبیا علیہم السلام کو بھی نہ معلوم ہو لہذا انھون نے دائمی کوشش عبادت مین روز جمعہ اپنے علم مین رکھا اور ظاہر شرع کا تقرر لوگون پر تھا تو جو انکی پسند پر حق تعالےٰ نے مشروع کردیا اس شرع پر بھی قائم رہے اور یہ توجیہ مین نے اس واسطے لکھی کہ روز جمعہ اس امت کے خصائص سے ہے تو یعقوب علیہ السلام کی امت پر بھی ظاہر نہو گا اگرچہ سنیچر کی شروعیت توریت سے ہوئی اور انکا زمانہ حضرت موسیٰ سے بہت پہلے ہے فانہم اللہ تعالےٰ اعلم۔ اور واضح ہو کہ اگر یعقوب علیہ السلام نے کسی خاص وقت تک جو قبولیت دعا کے اوقات مین سے ہے تاخیر کی ہو تو اصلی مقصود وقت سحر ہوگا اور اتفاق سے شب جمعہ واقع ہوئی جیسے کہ عبداللہ بن مسعود رضہ کے کلام سے ظاہر ہوتا ہو کہ یعقوب علیہ السلام کے وقت سحر تک تاخیر کرنے سے سحر کا وقت قبولیت ہونا معلوم ہوا ولیکن حضرت عبداللہ رضہ کو اس دلیل سے بڑھکر نص قرآنی کی دلیل معلوم تھی یعنی قولہ تعالےٰ وبالاسحارہم یستغفرون یعنی اوقات سحر مین وے لوگ اپنے رب سے استغفار کرتے ہین۔

سعدی رضہ نے خوب کہا ہے ؎ زمن گشتہ ازبس کہ شب راندہ اند ☆ سحر کہ خروشان کہ واماندہ اند ☆ پس تمام رات جد وجہد سے طالب رہے اور سحر کے وقت رو رو کر استغفار کیا کہ بندۂ ناچیز کو اپنی کوشش سے حصول مطلوب کی جرأت کرنا جو غایت شوق مین واقع ہوا ایک خطاء عظیم ہو اے رب بخشدے اور ہم تیرے ہی مدالظل کے سایہ مین اپنی مراد ملنے کی آرزو کرتے ہین پھر دن گذرا اور رات نے خلوت کا پردہ ڈالا اور جذب شوق راہی ہوا سبحان اللہ یہ زندگی کیسی پاکیزہ ہو حیوۃ طیبہ سے حق عزوجل اپنے اولیاء کو زندہ رکھتا ہو اور باوجود اس عبادت کے سحر کے وقت استغفار کرتے ہین۔ القصہ روایت ہو کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے سحر کو انکے لیے استغفار کیا اور رحمت الٰہی سے سرفراز ہوئے واللہ اعلم۔ اور بیضاوی رضہ نے لکھا کہ یوسف ع کا عفو کرنا معلوم ہونے تک تاخیر کی اور لکھا کہ اس کی تائید اس روایت سے معلوم ہوتی ہے کہ مصر مین پہونچکر حضرت یعقوب علیہ السلام قبلہ رو کھڑے ہوئے اور دعا و استغفار کرنے لگے اور انکے پیچھے یوسف علیہ السلام آمین کہتے جاتے یعنی اے رب ہمارے قبول کرلے اور یہ دسون بھائی ان دونون کے پیچھے بہت عاجزی و گڑگڑاہٹ کے ساتھ کھڑے کانپتے تھے یہانتک کہ جبرئیل ع نے آکر بشارت دی کہ حق عزوجل نے تیری دعا تیری اولاد کے حق مین قبول کی اور ان کے عہد پر ان کے لیے تیرے بعد نبوت کا میثاق دیدیا۔ بیضاوی رضہ نے کہا کہ اگر یہ روایت صحیح ہو تو ان لوگون کی نبوت کی دلیل ہو اور جو کچھ ان سے پہلے صادر ہوا وہ نبی ہونے کے زمانہ سے پہلے واقع ہوا ہو۔ مین کہتا ہون کہ ظاہر اختیار علامہ بیضاوی رح یہ ہو کہ زمانہ نبوت سے پہلے نبی معصوم نہین ہوتا بلکہ اس سے خطا سرزد ہونا ممکن ہو اور مین کہتا ہون کہ پیغمبر کی عصمت کا مسئلہ صرف اسوجہ سے علماء کے درمیان ایک اصل کلامی مانند دیگر اصول کلامیہ کے قائم ہوئی کہ جو فرقہ اپنے نفس کی تسویل و خطرات شیطان کی تسویل مین حقیقت سے کنارہ کرکے خود گمراہ و لوگون کو گمراہ کرنے لگا اس کا ضرر دین اسلام سے دور کرنے اور مبتدعین کی سمجھ کے موافق انکو گمراہی سے روکنے کے لیے یہ علم کلام نکالا اگرچہ انجام یہ ہوا کہ اہل السنۃ بھی حقیقت سے

غافل ہو کر اپنی حقیقت کی آزمائش انھین نو ایجاد اصول پر رکھنے لگے حالانکہ انکے لیے بے چون و چرا کلام اللہ مجید و احادیث صحیحہ مدار ایمان ہین دیکھو کہ بہت سے مفسرین نے برادران یوسف کی نبوت مین اپنی اوہام و ظنون پر بحث کی اور بعضے زبان درازی کرنے لگے حالانکہ حدیث کے موافق ان کو خاموشی چاہیے تھی اور کلام الٰہی سے بھی یہان سکوت لازم وقد قال تعالے اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ ہم کو کیا بحث کیا اصول معلوم کہ کہان رسالت کا محل کس قاعدہ پر ہوتا ہے اور حکمت ربانیہ کا احاطہ کہان سے ممکن ہے حالانکہ موسیٰ علیہ السلام بے شبہ پیغمبر معصوم تھے جنھون نے قبطی کو قتل کر ڈالا اور کہا فغفرلی ربی وجعلنی من المرسلین۔ اور کہا کہ انہ من عمل الشیطان اور خضر علیہ السلام مین اگر نبوت نہو تو بھی صالح ہونے کی حالت مین ایک طفل کو قتل کر ڈالا جسکی نسبت موسیٰ علیہ السلام نے اعتراض کیا اور باوجود نبوت کے سمجھ مین نہ آیا تو انبیاء و اولیاء بلکہ عوام کے افعال و اعمال پر کوئی قطعی حکم لگانا محض جہالت ہے یہ شیوہ گمراہ فرقون کا ہے اور ہم کسی کو جیسے جنتی و دوزخی نہین کہہ سکتے ویسے ہی نہین جانتے کہ یہ شخص جنتی بوجہ نبوت کے ہے یا بوجہ ولایت یا بوجہ عام ایمان کے یا بوجہ خاص مغفرت کے یا یہ دوزخی ہے پس حاصل یہ ہے کہ اس مقام پر بلا دلیل انکو جیسے پیغمبر یقینی نہین کہہ سکتے ویسے طعنہ و تشنیع نہین کر سکتے بلکہ طعنہ سے پیغمبر گمان کرنا بہتر ہے فافہم واللہ اعلم بالصواب۔ ف اشارات عرائس مین ہے کہ قولہ لما فصلت العیر آخر جب قافلہ مصر سے نکلا تو نسیم صبا کا جھونکا آیا اور قمیص سے خوشبو اڑا کر یعقوب علیہ السلام کی ناک مین پہونچائی اور چونکہ یہ احساس باطنی سے متعلق نہین بلکہ عضو ظاہری یعنی ناک مین خوشبو آئی تھی تو اسی واسطے کہا کہ انی لاجد ریح یوسف مین یوسف کی خوشبو محسوس کرتا ہون۔ دیکھو قمیص فرسخ سے خوشبو پائی کیونکہ ہر سانس مین خوشبوے یوسف کو کھینچتے رہتے تھے اور یہی حال ہر ایک نیکبخت بندے کا ہے جو ہر ایک تعلق غیر سے زاہد ہو کر گھر مین بیٹھا ہو یا جنگل مین ہو حاضر ہو یا سفر مین ہو کام مین ہو یا بیکار ہو ہر دم وہ انس نسیم کے شوق مین راہ پر منہ سامنے کیے کھڑا ہے جو ازل کے باغ فیض سے چلتی ہے تاکہ کوئی خوشبو روح کو کثافات تعلقات سے پاک کر دے۔ مترجم کہتا ہے حدیث شریف مین اس خوشبو کا اشارہ ہے حیث قال ان لربکم فی ایام دہرکم نفحات الحدیث جیساکہ شیخ نے بھی اس حدیث کو اس مقام مین طوالت کی تقریر مین درج کیا ہے۔ اور واضح ہو کہ آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ قافلہ پچھلی رات سے مانند عادت مسافرون کے منزل مقصود کو رخصت ہوا ہوگا کیونکہ نسیم صبا کا وقت وہی وقت سحر ہے۔ اور اکابر اولیاء اللہ کے کلام سے پایا جاتا ہے کہ نسیم صبا سحر ان نفحات کے ساتھ چلتی ہے ولیکن یہ ضرور نہین ہے کہ ہر بندہ زاہد کو ہر سحر وہ ملجاوے جیسے سواے زاہدون و نیک بندون کے اوسکا کبھی نہین ملی اور یہان سے معلوم ہوا کہ حدیث مین بھی نظم بلیغ سے اس کا پورا اشارہ ہے کہ وہ برابر چلتی ہے ولیکن انھین کو ملتی ہے جو اسکی راہ مین پڑتے ہین اور آیت سے صریح معلوم ہوا کہ سواے حضرت یعقوب علیہ السلام کے کسی نے نہ پائی۔ چہ خوش گفتہ است ؎ کس ندیداست ز مشک ختن و نافہ چین ؛ انچہ من ہر سحر از باد صبا می بینم۔ پس اشتیاق نفحۃ الرب جبارک وتعالے یعقوب علیہ السلام کو بشہود وجود یوسف علیہ السلام تھا واللہ تعالے اعلم فافہم۔ قال الشیخ فی ہذا ؎ الا اجبلے نعمان باللہ خلیا ؛ طریق الصبا یخلص الی نسیمہا ؛ فان الصبا ریح اذا ما تنسمت ؛ علی نفس مہموم تجلت ہمومہا ؛ اور لکھا کہ میری جان اس معاملہ نازک و اسرار آمیہ پر قربان کہ اس سے روح و روان کو کیا اچھی خوشبوے مشک بیزان پہونچتی ہے کہ قمیص الباس سے شہود قدم مثل آئینہ کے نمایان ہے اور زبان پران دو بیت کا دوران ؎ سلام علے تلک المعاہد انہا ؛ شریعۃ ورد او نسیم شمال ؛ فقد سرت ارضی من سواکن ارضہا ؛ تجلت سبرق او لطیف خیال ؛ اور غایت شوق سے غیرت کے ساتھ زبان روح پر پردہ دل مین یہ التماس پنہان ؎ نسیم الصبا بلغ سلامی الیہم ؛ وارفق لعلک بالحبیب علیہم ؛ وقل لہم انی وان کنت نازحا ؛ فروحی وقلبی حاضران لدیہم ؛ قولہ لولا ان تفندون۔ آنحضرت نے جان لیا تھا کہ میدان عشق مین انکا قدم نہین پہونچا اور ابھی خود اس راہ سے بھٹکے ہوے ہین تو ناچار

سلہ دو کوہ نعمان تم کو قسم ہو کہ صبا کا راستہ چھوڑ دو کہ مجھ تک نسیم صبا پہونچ جاے کیونکہ صبا ایسی ہوا ہے خوشگوار ہو کہ جس نفس غمگین کو پہونچتی ہے تو اسکا غم و الم دور کر دیتی ہے ۱۲ سلہ ان معاہدہ پر سلام ہو کہ او گل یاسمین ہے اور اس سرزمین سے برق کی چمک یا خواب و خیال ہے وہان والون سے میرا وطن مالوف کہیہ ۱۲ سلہ نسیم صبا انکو میرا سلام پہونچا دے اور اپنی توجہ سے انکی جانب ڈال جا اور انسے عرض کر کہ مین اگرچہ بظاہر دور افتادہ ہون لیکن میری روح و قلب انکی حضور مین حاضر ہین ۱۲

اپنی راہ سے خلاف راہ والے مسافر کو بھٹکا ہوا سمجھینگے اور یہ سمجھنا بغیر اجازت کے سوء ادب ہو کر قہر کا باعث ہوگا تو فی الجملہ اجازت دیدی اور
آخر انھوں نے کہا کہ تاللہ انک لفی ضلالک القدیم۔ اپنی محبت قدیمہ پر ہو اقول قدیم عشق باری تعالے ہے پس ازل کی راہ مستقیم در حقیقت تھے
ولیکن جو کوئی پہونچا نہین وہ منکر ہو۔ قال الشیخ بعض نے کہا کہ نسیم صبا نے جناب الٰہی مین بشارت پہونچانے کی درخواست کرکے اجازت
پائی اور یہ بشارت چونکہ رحمت حق تعالے تھی لہذا نسیم صبا اس رحمت کو لیے ہوئے سب سے مقدم آئی۔ اقول صبا کوئی تنہا نہین اڑاتی بدون
اجازت مولائے اعلی جلشانہ پس اہل تفکر کے لیے اشارہ کرکے چھوڑ دیا فتفکر و فی الحدیث ما معناہ ان الریح تفعل بالابدان کما تفعل بالاشجار و
الحدیث فی الصحیح وقال علیہ السلام نصرت بالصبا واہلکت عاد بالدبور۔ اور شیخ رح نے کہا کہ جو ایمان والا اپنے ایمان و یقین مین کامل اور
پائدار ہو کر راہ استقامت پر مضبوط ہو جاتا ہے اس کا یہی حال ہو جاتا ہے کہ سابقہ تقدیر ازل سے جو اس کے حق مین سرفرازی ہو چکی ہے اسرار
باطن مین نسیم روح سے بشارت پاتا ہے۔ قال المترجم بدلیل قولہ تعالے لہم البشری فی الحیوۃ الدنیا الآیہ وبدلیل قولہ ان الذین آمنوا ثم استقاموا
تتنزل علیہم الملائکۃ الآیہ۔ اور مترجم کہتا ہے کہ جن عالمون کو اپنی شان مین شک نہو وہ اپنے آپ کو اس آیت سے امتحان کرین کہ اس کے
مصداق ہین یا نہین پھر اگر نہون تو عذر بیکار ہے اور گریہ وزاری جناب باری تعالے مین درکار ہے وہ پاک پروردگار رحیم و غفار ہے اللہم استر عیوبنا
واغفر ذنوبنا واجعلنا من عبادک المؤمنین۔ بعض نے کہا کہ جہان یوسف کو جب مین ڈالا تھا وہ مقام یعقوب علیہ السلام سے ایک مرحلہ بھی
کم دور تھا مگر حال کچھ نہ کھلا کیونکہ زمانہ محنت و بلا کا تھا پھر جب وقت امتحان ٹل گیا اور ایام فرحت و سرور کے آئے تو اسی فرسخ سے مصر سے
کنعان مین خوشبو سونگھی۔ بعضے مشائخ نے کہا کہ احباب کو احباب کی خوشبو نسیم صبا لاتی ہو ورنہ اغیار کی سمجھ مین یہ بات نہین آتی کہ ہوا کیا خوشبو لاتی
ہو۔ پھر شیخ نے جواب مین بزرگ پیغمبر کے ساتھ بے ادبی کی وجہ ذکر کی جیسا کہ سابق مین قتادہ رح و سدی رح کا قول ابن کثیر رح کی تفسیر سے نقل ہوا ہے
اور لکھا کہ اکثر اوقات نسیم صبا خوشبوے حبیب بحبیب پہونچاتی تھی مگر کبھی اجازت کا حکم نہین لاتی تھی اقول حیات وبال ہو کہ خوشبو سے وصال
مین تڑپ گئے وقولہ یا اسفی علی یوسف۔ نالہ و ہاے وہو ہے اور خوشبو پر جان دینا وصال ہو وقال علیہ السلام من احب لقاء اللہ احب اللہ لقاءہ
اور روایت ہو کہ یوسف علیہ السلام کے واسطے ملک الموت خوشبو دار چیز لائے سونگھی و جان سپرد کی فافہم واللہ تعالے اعلم اور شیخ نے اشارہ
قولہ تاللہ انک لفی ضلالک القدیم۔ مین لکھا کہ سر باطن وادی عظمت و جلال مین حیران سرگردان اور روح بیابان ازل مین بیدماں اور
عقل عجائب قدرت مین پریشان اور قلب شوق عشق و محبت مین بحالت ہیمان ہر جانب سے جلوہ دیدار ہے آنکھ درکار ہے نہ گوشت بلکہ جس سے
اندھا کہانند قولہ ابیضت عیناہ۔ ہو تو عارف اسرار ہو ؎ چشم بند و گوش بند و لب ببند۔ گر ایسے شخص کے اخبار و آثار سے دنیا مین واقفکار نہین
اور اسوقت مفید فائدہ کا انتظار ہے کہ یعقوب علیہ السلام کے مثل دلیل صدق وارد ہو کما قال تعالے فلما ان جاء البشیر الآیہ۔ اس مین
اشارت ہے کہ بندہ فرمانبردار کہ طاعت خالق عزوجل مین گریہ و نالہ کرکے اواہ و حلیم بنکر مجنون دکھا کہلا کر آنکھون سے ہاتھ دھو ڈالتا
ہو تو نسیم قرب جنت سے دیدۂ دل روشن ہوتے ہین جن کے سامنے اس آنکھ کی اصلیت نہین ہے۔ اور لکھا کہ یوسف محل تجلی حق عزوجل تھے
اور چشم و گوشت ظاہری پردہ لباس باطن ہے پس قمیص چہرہ پر ڈالنے سے نور بصر نے عود کیا پس جو کوئی اس مرتبہ کمنت پر باستقامت
ہو یہی ظہور معجزات ہوگا اقول حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعض ادنی معجزہ کا مین اوپر ذکر کر چکا کہ نکلا ہوا ڈھیلا آنکھ کا لب لگا کر
انگشت مبارک سے خانہ چشم مین بٹھلا دیا تو اس صحابی کی روشنی کبھی زائل نہوئی۔ شیخ نے کہا کہ قمیص چہرہ پر ڈالنا التباس تھا اور یہ پردہ شہود رہے
نہ عیان وجود وہان عشق اسکو متحمل ہو ورنہ توحید صرف اسکو تحمل نہین اور مقامات و حالات عشق مین تجرید مین اور احادیث صحیحہ مین ہے کہ باران کا

قطرہ آنحضرت صلعم اپنے بدن پر لیتے اور کہتے کہ انہ حدیث عہد بربہ۔ مترجم کہتا ہے کہ خیالات عامہ اپنے گوشت پوست دہر ایک چیز پر اپسی قیاس و تخمین سے ہین اور کبھی کسی چیز کی ماہیت معلوم نہ ہوئی ولیکن دعوے یہ ہے کہ سب جانتے ہین اور بخارات سے ابر اور سردی سے اولا دمثہ جملہ مزخرفات انہین کو دکان بے خرد کے لیے تعلیم کا مکتب ہے بحکم قولہ تعالےٰ سنریہم آیاتنا فی الآفاق وفی انفسہم الآیہ مگر کبھی علم حاصل نہ کیا اور جو حاصل کیا وہ اسی جگہ مین رہا سے زین معاہیچ و انا در جہان آگاہ نیست شیخ نے لکھا کہ سفیان رح نے فرمایا کہ جب بشیر نے بشارت پہونچائی تو فرمایا کہ تونے یوسف کو کس دین پر چھوڑا ہے بولا کہ دین اسلام پر فرمایا کہ ہان اب میرے رب کی نعمت پوری ہوئی۔ جب بیٹون نے باپ کا معجزہ اور یوسف کی جلالت قدر اس قمیص سے دیکھی اور اپنی خطا بمقابلہ تقدیر ایزدی کے پہچانی تو نہایت الحاح و تجزیہ سے درخواست کی بقولہ قالوا یا ابانا استغفر لنا ذنوبنا الآیہ یعنی جو خطا ہم سے آپ کے حقوق و فرائض مین ہوئی اور جو کچھ نافرمانی وایذا رسانی صادر ہوئی اور ہم نے آپکے نور فراست کو نہین پہچانا اور بمقابلہ تقدیر ایزدی کے تدبیر سے شرف منزلت سے یوسف کو ہٹانا چاہا اور اس مین جو حسد و اضاعت حق برادر مضمر ہے ان سب سے ہمارے لیے استغفار فرمایئے اور ازین جملہ یہ بھی بہت افسوس کے قابل ہم سے وقوع مین آیا کہ طلب حق مین اوقات مصروف نہ کی بلکہ نفس و ہوس کی متابعت کی جو تمام فسادات کی بنیاد ہے وقولہ انا کنا خاطئین۔ اصل خطا جہل از تدبیر الٰہی عزوجل ہے کیونکہ وہی عالم و تمام اپنی مخلوق کی تدبیر فرماتا ہے کما قال تعالیٰ یدبر الامر من السماء الی الارض الآیہ۔ اور مترجم کہتا ہے کہ یہ معرفت نہایت لطیف ہے کہ حق عزوجل جب مدبر مخلوقات ہے تو آدمی پر فرض ہوا کہ اپنی تدبیر کو ایک تسخیر تدبیر الٰہیہ سمجھے اور یہ یقین کرلے کہ اس تدبیر سے انجام وہی ہوگا جو قادر قاہر کی مشیت ہے لہذا برعکس انتظام کرنا اپنی قوت وطاقت کا دعوے مشرکانہ ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم یعنی اسی کے غلبہ وحکمت پر انجام ہوگا اور بعض نے خیال کیا کہ اسکی تدبیر کے ساتھ ہماری تدبیر کی ضرورت نہین ہے اس لیے توکل اختیار کرکے حق تعالےٰ کرکے تمام تدبیر و کوشش سے یک لخت کنارہ کیا ولیکن محققین علماء نے کہا کہ یہ خیال بھی عدم معرفت سے پیدا ہوا یعنی ہمارے افعال و کوشش کوئی چیز ساتھ تدبیر الٰہیہ کے نہین ہے بلکہ عین تدبیر الٰہی ہے کیونکہ افعال بندگان مخلوق باری تعالےٰ ہین اور اتباع نظام امتحان مثبت الٰہی عزوجل مین ثواب عظیم ہے کیونکہ ظاہر حواس وعقل سے یہ حکم ہے کہ پابند طریق اسباب ہون اور وہ کون ہے جو مطلق تدبیر نہین کرتا حتی کہ جن بعض نے خیال مذکور قائم کیا وہ کیا چلنے مین کنوان وگڈھا نہین دیکھتے اور کیا کوٹھے سے بغیر زینہ تلاش کیے کود پڑتے ہین اور کیا سونے سے بدن کو آرام نہین دیتے اور کھانے سے تن کی تندرستی نہین قائم کرتے پھر کیا وجہ ہے کہ اس سے زیادہ تدبیر کو خلاف توکل خیال کرتے ہین بلکہ صواب یہ تھا کہ مثل محققین کے یہ سب افعال بھی تسخیر قدرت و تابع تدبیر و حکمت الٰہی سبحانہ تعالےٰ جانتے کیونکہ یہی حق ہے شیخ نے لکھا کہ بعض کا قول ہے کہ خطا یہ تھی کہ غلطی سے نہ جانا کہ اللہ تعالےٰ اپنے اولیاء کو باوجود امتحانات کے محفوظ فرماتا ہے۔ قولہ قال سوف استغفر لکم ربی الآیہ۔ حضرت یعقوب علیہ السلام پیغمبر عارف تھے کہ اوقات قبولیت وصفات رحمت ومغفرت ولطف وغیرہ سے واقف تھے پس جو وقت نسیم صبا کے چلنے کا ہے اور جو وقت انکو بشارت ہوئی تھی اسکا انتظار کیا اور منجملہ نشان قبولیت توبہ کے یہ ہے کہ دل محبت ملے ہوئے خوف سے لرزان ہو اور اشتیاق مین مضطرب اور سینہ جوش مین آنسو بہاوے اور آنکھ فرد محبت سے اسکو چوس جاوے اور دلون پر انوار تجلی مغفرت تابان ہون۔ اور ارواح کو جوش سے ہوا سکوت مین اڑجانے کا شوق ہو۔ زبان حمد وثنا مین خوش وشادان ہو اور دل اسکے ساتھ کافی ادا سے بیٹھنے سے قصور پر لرزان اور ادراک عین معنے سے باطنی زبان کے ساتھ ادا کرنے پر فرحان ہو یعنی وہ وہی ہے جسکے لائق اسی کی ثنا ہے اور اکثر یہ وقت اسحار کا ہے جب بندگان نیکوکار اپنے بستر ون وخوابگاہون سے پہلو علیحدہ کرکے ہوشیار اور طلوع شمس تک بیدار ہوتے ہین اقول استدلال اسپر بقولہ تعالےٰ

وبالاسحار هم يستغفرون۔ اور قوله تعالیٰ تتجافى جنوبهم عن المضاجع يدعون ربهم خوفا وطمعا الآية۔ اور حدیث سے کہ اللہ تعالیٰ ہر رات آسمان دنیا پر تجلی فرماتا ہے کہ کون ہے جو مجھ سے دعا کرے مین قبول فرماؤن اور کون ہے جو مجھ سے مغفرت مانگے کہ بخشدون۔ اور صحیح ہوا کہ آخری رات کا تیسرا حصہ ہے اور صحیح ہوا کہ کسی قدر ذوالحجہ مین سے ہو۔ اور صحیح ہوا کہ جو کوئی اول نماز صبح سے فارغ ہو کر مصلے پر تا طلوع آفتاب تسبیح مین رہے گویا تمام رات بیدار رہا۔ اور جو کوئی اول رات بہت دیر تک بیدار رہا اور آخر رات اگرچہ بعد تہجد کے سویا کہ صبح کی نماز گئی تو اُس نے بُرا کیا بعض مشائخ نے کہا کہ جناب باری تعالیٰ کی اجازت کا انتظار کیا تاکہ مثل نوح کے نہو کہ بیٹے کے حق مین دعا قبول نہوئی۔ پھر شیخ نے ابن عطا وغیرہ علماے تفسیر سے مطابق تفاسیر سابقہ کے اقوال ذکر کیے جنکے اعادہ کی ضرورت نہین ہے۔ القصہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام کو فضل و رحمت آلٰہی تعالیٰ سے بشارت پہونچی تو اس خوشی کا قیاس کیونکر ہو سکتا ہے البتہ علماء ربانی کا گمان معقول ہوگا کہ مثل اہل دنیا کے انکو گوشت پوست سے اولاد کی محبت کی بنیاد پر خوشی نہو گی کیونکہ علاوہ یوسف علیہ السلام کے فضل آلٰہی تعالیٰ سے بہت اولاد زندہ موجود تھی بلکہ بوجہ شہود خاص کے جو دیگر اولاد سے حاصل نہوتا تھا اور نہ اس مین کچھ ولادت کا تعلق ہے پس خوشی بھی اللہ تعالیٰ کے واسطے تھی اور اس سے زیادہ خوشی قیام یوسف علیہ السلام بمقام نبوت اور دنیاوی نظر سے بھی بمقام سلطنت کی تھی اور اس سے زیادہ یہ کہ وصال و دیدار کے لیے سامان سفر تھیا اور آنکھون کی بینائی کا اعادہ کیا گیا تھا۔ معالم و بیضاوی و سراج وغیرہ مین لکھا روایت ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے سو اعلیٰ سامان کثیر بھیجا تھا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام و تمام اہل و عیال کو بآرام تمام لے آوے پس حضرت یعقوب علیہ السلام نے فی الفور اس دیار آبا و اجداد کو ترک کیکر مع تمام اہل و عیال کے مصر کا قصد کیا اور یہان کسی شخص کو نہین چھوڑا کیونکہ زمین و جائداد سے خاندان نبوت کو تعلق نہ تھا تو چھوڑنا ضائع کرنا ہے اور روایت ہے کہ سب عورتین و مرد بال بچے ملا کر بہتر آدمی تھے پس سب مصر کو روانہ ہوگئے و قال تعالیٰ

فَلَمَّا دَخَلُوا عَلٰى يُوسُفَ اٰوٰى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوا مِصْرَ اِنْ شَاۤءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۝ وَرَفَعَ

پھر جب یہ سب داخل ہوئے یوسف پاس تو اُسنے ٹھکانا دیا اپنی طرف اپنے والدین کو اور کہا کہ داخل ہو مصر مین اگر چاہا اللہ نے درحالیکہ بیخوف ہو اور اونچا بٹھلایا

اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ يٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ۫ قَدْ

اپنے والدین کو تخت پر اور وے سب گر پڑے اسکے لیے سجدہ کرتے ہوئے اور کہا کہ اے میرے باپ یہ انجام کار نکلا میرے اس خواب کا جو مین نے پہلے دیکھا تھا بیشک

جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ؕ وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْۤ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَجَاۤءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ

اسکو کر دیا میرے رب نے سچا اور اسنے احسان کیا میرے ساتھ جب اسنے مجھے نکالا قیدخانہ سے اور لایا تم کو گاؤن سے اور بعد اسکے کہ کھٹ پٹ ڈالدی تھی

الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَاۤءُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝

شیطان نے میرے اور میرے بھائیون کے بیچ بین بیشک میرا رب لطف سے پورا کرنے والا ہے جو چاہے وہی سب جاننے والا وہی بڑا حکمت والا ہے

جب حضرت یعقوب علیہ السلام مصر کی دار السلطنت کے قریب پہونچے تو یوسف علیہ السلام نے آپ کے استقبال کے لیے باہر سب آرام کا سامان کیا تھا اور بادشاہ سے اطلاع دی جب قریب آجانے کی خبر پہونچی تو حضرت یوسف علیہ السلام استقبال کے لیے شہر سے باہر نکلے اور بادشاہ نے امراء دولت اور ارکان سلطنت کو حکم دیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ استقبال کو جاوین اور شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ بادشاہ خود بھی استقبال کو نکلا تھا اور یہی قول ٹھیک معلوم ہوتا ہے اقول اس وجہ سے کہ بادشاہ ایمان لایا تھا اور اسکو علو منصب نبوت سے آگاہی ہوگئی تھی پس ناممکن تھا کہ وہ ایسے پیغمبر علیہ السلام کا استقبال ایک جلیل پیغمبر کے ساتھ

ہوکر نہ کر با سراج مین لایا کہ بادشاہ بھی حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ مع چار ہزار ارکین سلطنت وامراء و سرداران لشکر و خیل و حشم کے
باہر آیا اور گروہا گروہ اہل مصر اس عظیم الشان استقبال کے لیے خود چلے جاتے تھے۔ جب دور سے نظر آنے لگے تو یعقوب علیہ السلام پاپیادہ
ہوگئے اور یہودا پر تکیہ دیکر آہستہ آہستہ آگے بڑھے اور شیخ مفسر سیوطی رحمہ نے تحبیر مین اور قرطبی وغیرہ نے لکھا کہ اسوقت انکی عمر ایک سو تیس
سال کی تھی اور ایک سو ساٹھ پر انتقال کیا۔ الغرض بڑھاپے سے یہودا پر ٹیک دیے تھے جب خیل و حشم نظر پڑا تو یہودا سے پوچھا کہ یہ
فرعون مصر ہو اُس زمانہ مین بادشاہ مصر کا لقب فرعون ہوتا تھا اور یہ لفظ اسوقت تک کچھ مکروہ نہ تھا کیونکہ کسی فرعون نے خدائی کا دعوے
نہ کیا تھا بلکہ یہ فرعون تو بفضل الٰہی مسلمان تھا پس یہودا نے کہا کہ نہیں بلکہ آپ کے بیٹے یوسف ہیں اور سراج مین لایا کہ جب پاس آگئے
تو یوسف نے بڑھ کر سلام کرنا چاہا مگر جبرئیل علیہ السلام نے روکا یہان تک کہ خود یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ السلام علیک یا مذہب الاحزان
یعنی عبرانی زبان مین سلام کیا اور دعا دی اور کہا کہ اے درد و غم دور کرنے والے سلامت رہ اور ثوری رح نے کہا کہ دونون نے مل کر
معانقہ کیا اور روئے تو یوسف نے کہا کہ اے پدر آپ میرے فراق مین اسقدر روئے کہ آنکھین سپید ہوگئین آپ تو جانتے تھے کہ قیامت مین
ہم سب جمع ہوجاوینگے فرمایا کہ اے جان پدر سچ ہو ولیکن مجھے بڑا خوف یہ تھا کہ یہ صنیر چیکے ہاتھ پڑے وہ اپنے دین پر نہ کرلے تو مین کبھی
ملاؤنگا۔ قال تعالے۔ فَلَمَّا دَخَلُوا عَلٰی یُوْسُفَ پھر جب یہ سب کنبہ یوسف پاس داخل ہوئے۔ اٰوٰی اِلَیْهِ اَبَوَیْهِ تو اس نے جگہ دی اپنے
پاس اپنے باپ و ماں کو۔ اور بعض مفسرین نے کہا کہ ملا لیا اپنے ساتھ باپ و ماں کو وَقَالَ۔ اور بولا کہ اُدْخُلُوْا مِصْرَ داخل ہو تم سب
اس شہر مصر مین۔ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ۔ اگر اللہ تعالے نے چاہا۔ اٰمِنِیْنَ۔ درحالیکہ تم امن مین ہو۔ مترجم کہتا ہے کہ یہان چند مقام
ہین اول یہ کہ بادشاہ وغیرہ کا استقبال و ملاقات اکثر روایات مین مذکور ہے اور ظاہر اُن سے معمولی ملاقات و مصافحہ و دعا دیکر
رخصت کیا ہو واللہ اعلم ولیکن ہم اس سے زیادہ بحث نہین کرتے کیونکہ قرآن مین مذکور نہین تو ہم اپنے نفس کی تہذیب کا اس سے
کوئی نتیجہ نہین نکال سکتے ہین۔ دوم اس نظم جواہر قرآنی سے ظاہر ہے کہ اہل دنیا کی طرح یہ ملاقات نہوئی بلکہ یوسف علیہ السلام کسی
جگہ تھے سر راہ نہ تھے پس وہان یہ سب انکے پاس داخل ہوئے اور ممکن ہے کہ خیمہ سے باہر استقبال و معانقہ و مصافحہ و دعا و سلام کے
بعد بادشاہ وغیرہ کو رخصت کرکے یوسف خیمہ مین اُن سب کے ساتھ داخل ہوئے ہون۔ مسئلہ اگر امیر بادشاہ وغیرہ شہر مین داخل
ہوا اور کوئی مرد جو اسقدر صالح و پرہیزگار معروف تھا جن کی گواہی محکمہ قاضی مین بوجہ عادل ہونے کے قبول ہوتی تھی وہ اس جلوس
دیکھنے کو گیا تو فتاوے مین مذکور ہو کہ اس کی عدالت ساقط ہوجائیگی ولیکن اگر اُسکا جانا اسواسطے ہو کہ دنیاوی مال و متاع و آرائش جس سے
یہ لوگ دھوکے مین پڑے ہین اس سے عبرت حاصل کرے تو یہ حکم نہین ہو دیکھو فتاوے ہندیہ ترجمہ عالمگیریہ کتاب القضاء فائدہ بیٹا
مثل یوسف علیہ السلام کے اگر امور عدل وغیرہ مین مصروف ہو تو باپ خود اُسکے پاس جاوے اور صحابہ رضی اللہ عنہم ہر چیز مین بہت
کم تکلف کرتے تھے یعنے مثلاً کھانا تو غرض اس سے بھوک روک دینا اچھی ہضم کی چیز سے اور کپڑا بدن ڈھانک لینا سردی گرمی کے بچاؤ کے
ساتھ پس سلائی کی تراش و خراش وغیرہ امور اور زبان کے انواع لذات سے پرہیز کرتے تھے یا مثلاً خاص نشست دسترخوان وظروف برتن
اور ایسے امور جن سے شیطان تمام وقت لیجاوے اور محنت زیادہ پڑے اجتناب لازم ہو۔ واضح ہو کہ باپ کے ادب مین شرعی طریقہ سے اچھے
الفاظ و اچھا برتاؤ اور ہر طرح کی خدمت سے آرام دینا و اکرام و منزلت کرنا بہت ثواب کی بات و مستحسن ہو۔ سوم قولہ اٰوٰی اِلَیْهِ اَبَوَیْهِ۔ اپنی طرف جگہ دی
بلا لیا اُس سے انکا امتیاز و اعزاز بحق ادب مراد ہو اور شاید یہ کیا ہو کہ اپنی مسند انکے لیے خالی کردی ہو۔ امام مالک بن انس رحمہ اللہ تعالے

Marfat.com

عبداللہ بن مبارک کے لیے جگہ خالی کرتے تھے۔ مسئلہ ملاقات کو آنے والا اپنے اخلاق سے بغیر اجازت صاحب خانہ کے اس کی مسند پر نہ بیٹھے اور دل مین برا نہ مانے اگر وہ جگہ نہ چھوڑے اور بغیر اجازت کے امام نہ بنجاوے۔ چہارم ابویہ۔ باپ و مان کو کہتے ہین اگرچہ آب باپ اور اس کا تثنیہ ابویہ ہوا اور مان کو ام کہتے ہین مگر تثنیہ کرنے مین باپ کے اعزاز سے اُسی کے لفظ کو تثنیہ کر دیا جیسے والد باپ اور والدہ مان ہے تو والدتین نہین بلکہ والدین مان باپ کو کہتے ہین اب جاننا چاہیے کہ یہان مفسرین مین اختلاف ہے کہ مان حقیقی تھین یا خالہ تھی پس بیضاوی رح نے یقین کیا کہ خالہ تھی اور اس کو بمنزلہ مان کے قرار دیا جیسے چچا کو باپ قرار دیتے ہین کما فی قولہ آلہ آبائک ابراہیم و اسمٰعیل واسحاق۔ حالانکہ اسمٰعیل علیہ السلام تو حضرت یوسف ع کے چچا تھے مگر بحکم حدیث کہ چچا بھی باپ کے صنو ہے باپ قرار پایون ہی خالہ مان کی صنو ہے وہ مان قرار دی گئی اور یعقوب ع نے بعد وفات ان کی والدہ کے اُس کی بہن سے نکاح کیا تھا اور یہ کہا کہ باپ کی جورو بھی مان کہلاتی ہے۔ شاید یہ اشارہ کیا کہ خالہ نہو تو باپ کی جورو ان کی سوتیلی مان ہوسکتی ہے۔ اور معالم و سراج مین ہے کہ ابن عباس رض سے روایت ہے کہ یہ یوسف کی خالہ تھی جسکا نام لیّا تھا اور انکی والدہ انکے چھوٹے بھائی بنیامین کے پیدا ہونے مین مر گئی تھی اور خفاوی رح نے کہا کہ یہ قول ضعیف ہے قوی یہ ہے کہ لیّا تو پہلے مر چکی پھر یعقوب علیہ السلام نے یوسف کی والدہ راحیل سے نکاح کیا ہے پس اس صورت مین شاید کوئی تیسری بہن ہو جس سے یعقوب علیہ السلام نے دونون کی وفات کے بعد نکاح کیا ہو اور یہی خالہ اس وقت ہو۔ مترجم کہتا ہے کہ بیضاوی رح نے اسی وجہ سے نام نہین لیا کہ تاریخی قصون مین تو لیّا کا انتقال راحیل سے بھی پہلے ہوا ہے۔ مین کہتا ہون کہ یہ قصہ مثل یہود کے ہاتھون کے دیگر تاریخون کے اس درجہ پر نہین ہین کہ اتنا اعتماد انپر کیا جاوے اور کچھ یہود پر موقوف نہین اس زمانہ مین تو ہر قوم کا یہی حال تھا ذرا دیکھو ایرانی تاریخون کو کہ کس بیہودگی سے بھری ہوئی ہین کہ بالکل پتہ نہین چلتا ہو پھر کچھ اٹکل سے کسی بات کو قرین قیاس کر لیا جاتا ہے تو یہ خلاف عقل ہو کہ اس سے یقینی بات کو متغیر کیا جاوے۔ اور ظاہرا اس مقام پر خالہ کی تاویل بوجہ اسی قرینہ کے ہوئی کہ چچا کو باپ کہا گیا ہو۔ اب مین کہتا ہون کہ اگر یہ صحت کو پہونچے تو بہت سے مسائل مین اس سے استدلال ہوگا جیسے پرورش کا حق صغیر بچہ کا جبکہ والدہ فوت ہو تو نانی کی بہن سگی خالہ کو ملیگا کیونکہ وہ بمنزلہ مان کے ہے اور یہ مسئلہ حدیث سے خود ثابت ہے۔ بالجملہ ایک قول یہ ہے کہ وہ مان نہ تھی بلکہ خالہ تھی خواہ لیّا ہو یا اور کوئی ہو۔ دوسرا قول جو معالم مین ذکر کیا کہ بعض تفاسیر مین ہے کہ اللہ تعالے نے یوسف علیہ السلام کی والدہ کو زندہ کر دیا تھا یہان تک کہ وہ یعقوب ع کے ساتھ مصر مین آئین۔ اقول جیسے اس عجیب قدرت کے واقعہ مین حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی دوبارہ عود کر آئی ویسے ذرا بھی استبعاد نہین ہو سکتا کہ مردہ کی زندگی دوبارہ ہوئی ہو اور یہ ایک معجزہ ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی دیا گیا تھا حتی کہ بڑے بڑے فلسفی حکما یونان عاجز آئے اور معجزہ سے یہی مقصود ہوتا ہے ولیکن اسکے واسطے ثبوت نقلی چاہیے اور مفاد اسکا تو یہ ہے کہ جو خواب حضرت یوسف علیہ السلام نے دیکھا تھا باوجود انتقال والدہ کے دوبارہ حیات سے پورا ہوا جس کا احسان و شکریہ حضرت یوسف ع نے ادا کیا ہے پس کہا گیا کہ یہ قول حضرت قتادہ رح کا ہے جو مشہور تابعی فقیہ ربانی ہین اور سفیان بن عیینہ کا ہے جو فقیہ عالم ہین۔ علامہ خازن نے کہا کہ اعتماد تو اسی پہلے قول پر ہے یعنی باپ و خالہ کو ابوین کہا ہے شیخ ابن کثیر نے کہا کہ سدی رح و عبدالرحمن بن زید بن اسلم نے کہا کہ یہ دونون یوسف کے والد حضرت یعقوب ع علیہ السلام و انکی خالہ تھے اور سگی مان انکی بہت دن ہوئے کہ مر چکی تھین۔ مترجم کہتا ہے کہ اس قول کا ضعف تو پہلے معلوم ہو چکا پھر اسپر اعتماد کچھ قوی بات نہین ہے تیسرا قول اور وہی صحیح و صواب ہے یہ ہے کہ انکی مان زندہ تھین اور وہی آئی تھین ابن کثیر نے کہا کہ محمد بن اسحاق رح و ابن جریر نے کہا کہ یوسف علیہ السلام کے باپ و مان دونون زندہ تھے اور ابن جریر رح نے

کہا کہ کوئی دلیل نہین پائی جاتی جس سے اعتماد ہو کہ یوسفؑ کی والدہ مرچکی تھین اور ظاہر قرآن مجید بھی اس امر پر دلالت کرتا ہو کہ آنکی ماں
زندہ تھین اقول ہان تاویل ہو سکتی ہے کہ خالہ کو بھی ماں بولتے ہین مگر تاویل کرنا جب ہی جائز ہے کہ کسی دلیل سے ثابت ہو کہ معنی یہان
یہ ہین اور دلیل یہان روایت سے چاہیے جسپر نقلی طریقہ سے اعتماد ہو سکے اور ظاہر ہے کہ ہزارون برس کے زمانہ کے بعد ثقہ لوگون کی
روایت اسی طرح مل سکتی ہے کہ کتاب متواتر طریقہ سے ثقہ لوگون کے ہاتھون سے پہونچی اور اس کے نسخہ برابر اس کثرت سے پھیل جاوین
جنمین کچھ فرق وتغیر نہو حالانکہ یہودی قوم جس نے توریت مین تحریف کردی خصوص حضرت عیسے علیہ السلام کے ظہور کے وقت سے
تاریخین اور نفس کتاب کو اس کوشش سے اتفاق کرکے بدلا کہ سوائے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کسی پیغمبر کی بشارت توریت سے نہ نکلے
تو تواریخ کا کیا ذکر ہو اور احکام مین خواہش کے موافق ہر طرح گنجائش نکلے تو بھلا ایسے لوگون کا کیا اعتبار ہو پھر انکی روایت کی وجہ سے جسمین قوی
احتمال ہو کہ غیر محفوظ کردی گئی کیونکر تاویل ظاہر کی جائز ہو سکتی ہو پس صواب یہی قول محمد بن اسحاق کا ہو جسکی ابن جریرؒ نے تائید کی۔ ابن کثیرؒ نے
فرمایا کہ یہ قول جسکی ابن جریرؒ نے تصحیح کی یہی صحیح ہو اور اسی پر سیاق کلام دلالت کرتا ہو مین کہتا ہون کہ قرآن مجید مین جو ظاہر مذکور ہو اُسکی تاویل قطعاً
ناجائز ہو کیونکہ خواب مین شمس وقمر کا سجدہ کرنا اپنے والدین کو دیکھا تھا تو یہان والد وخالہ کا سجدہ نہوگا اور وہ تعلق معنوی ہو نہ لفظی اور یہان اطلاق
خالہ پر لفظی ہوا جاتا ہو فلیتامل فیہ۔ القصہ والدین کو یعنی اپنے باپ واپنی ماں کو معززامتیاز سے جگہ دی اور سب سے خطاب کیا کما قال تعالےٰ قال
ادخلوا مصر انشاء اللہ آمنین یعنی حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین اور بھائیون اور جملہ عزیز واقارب سے کہا کہ تم سب لوگ مصر مین
داخل ہو درحالیکہ تم سب لوگ انشاء اللہ تعالیٰ امن کے ساتھ ہو۔ بعض نے کہا کہ انشاء اللہ فقط داخل ہونے سے متعلق ہو یعنی انشاء اللہ تعالیٰ داخل ہو
ایسا داخل ہونا جو امن کی کیفیت رکھتا ہو یہ بیضاوی کا قول ہو اور سراج مین کہا کہ شرط فقط امن کے متعلق ہو اور دخول کے متعلق نہین ہے اور
صواب قول بیضاوی ہو اس لیے کہ آمنین حال ہو داخل ہونے والون کا پس داخل ہونا بدون مشیت ہو اور امن پر مشیت کا اطلاق غیر معقول ہو اور
اسی سے ظاہر ہوا کہ جو بعض نے کہا کہ دونون کے ساتھ متعلق ہونے مین کچھ مضائقہ نہین ہو ضعیف ہو اور مراد امن سے یہ ہو کہ قحط وغیرہ کے
مصائب وتکالیف سے مامون اور ہر ایسے امور سے جنکو مکروہ رکھتے تھے بے خوف داخل ہو اور یہ بطریق دعا کے ہو اور سراج وغیرہ مین کہا
کہ پہلے یہ لوگ فرعون مصر سے خوف رکھتے تھے اور بغیر امن لیے نہین جاتے تھے اور مین کہتا ہون کہ کئی مرتبہ اناج لینے آئے تھے پس ظاہر یہ ہے
کہ داخل ہوتے وقت بطور نیک فال کے کہا کہ انشاء اللہ تعالےٰ مصر مین قحط وغیرہ مکروہات سے مامون حالت مین داخل ہو یعنے داخل
ہونے سے برابر تم پر امن رہے۔ یہ لوگ سب بہتّر تھے اور مسروق رحنے کہا کہ تہتّر تھے اور روایت ہے کہ بروز عاشورا داخل ہوئے
اور انکی اولاد واحفاد مین ایمان واستقامت بتوحید کے ساتھ چار سو برس مین اس قدر کثرت ہوئی کہ موسےٰ علیہ السلام کے ساتھ
وہ بھی عاشورا کے روز چھ لاکھ پانچ سو کچھ اوپر ستر صرف مردان دلیر جنگ آور نکلے اور بوڑھے وبچہ وعورتین علاوہ بہت کثرت سے
تھین۔ اور قرطبی رحنے کہا کہ بوڑھے وبچون وغیرہ کی تعداد بارہ لاکھ زائد تھی پس ایمان وامن وبرکت ان مین بہت ہوئی کیونکہ بقول
سیوطی رحہ یوسفؑ وموسےٰ علیہ السلام کے درمیان چار سو برس کا فرق ہے۔ اور شاید یہ برکت اس انشاء اللہ تعالےٰ کہنے کی ہوگی اور
بیشک یہ لوگ امن کے ساتھ امانت ایمان سے محفوظ رہے اگرچہ سوائے خاطین کے ایک زمانہ کے بعد بنی اسرائیل کو اس فرعون سے
جس پر موسےٰ علیہ السلام بھیجے گئے تھے دنیاوی مصائب پہونچے۔ اور واضح ہو کہ مصر اس مقام پر غیر منصرف ہے کیونکہ مذکورہ
شہر نہین بلکہ خاص نام علم ہے جو اب بھی مصر کہلاتا ہے اور شاید دار السلطنت مراد ہو اور اس کو مصر کہتے ہون۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے

روایت ہو کہ اللہ تعالے نے قرآن مجید مین دس جگہ مصر کو زمین کے نام سے ذکر فرمایا ہو یعنی گویا یہی کل زمین ہے یہ اس کی تعریف ہو اور
مقریزی نے خطط مین کہا کہ قرآن مجید مین مصر کا ذکر کچھ اوپر بیس جگہ ہے خواہ صریحاً یا اشارۃً۔ اور مقریزی نے چند احادیث مصر کی
فضیلت مین ذکر کی ہین اور شیخ مفسر سیوطی نے بھی حسن المحاضرہ مین مصر و قاہرہ کا مفصل تذکرہ لکھا ہو مین کہتا ہون کہ ایک حدیث
صحیح مین دریائے نیل کو جنت کی نہرون سے شمار فرمایا ہو اور یہی ایک بات اسکی فضیلت مین کافی ہو اور خود اس مین معزز مکرم پیغمبر
یوسفؑ و موسیٰؑ و ہارونؑ کا نشو و نما و قیام و ادائے طاعت کا مقام رہا ہو۔ بالجملہ ایسے شہر مین داخل ہونے کے لیے ان سب لوگون سے کہا
وَرَفَعَ اَبَوَیْهِ اور اونچا بٹھلایا اپنی مان و باپ کو۔ عَلَی الْعَرْشِ تخت پر۔ ابن عباس رضہ نے کہا کہ عرش سریر یعنے عرش کے لغوی معنے
تخت کے ہین اور رفع کے معنے بلندی پر منتقل کرنا پس ظاہر یہ ہے کہ خود شاہانہ تخت پر بیٹھتے تھے تو والدین کی تکریم مین دونون کو بھی اپنے ساتھ
تخت پر بٹھلایا اور شاید کہ مخصوص انھین دونون کو تخت پر بٹھلایا ہو اور اول اظہر ہے کہ تخت پر ساتھ بٹھلایا۔ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا اور
گر پڑے یہ سب لوگ مع والدین کے اس کے لیے سجدہ کرتے ہوئے۔ خر در جو سجدہ کرتے ہوئے ہو وہ اس طرح ہوگا کہ پیشانی زمین پر رکھی جاوے
اب یہان دو مقام ہین اول یہ مشکل نظر آتا ہے کہ پہلے تو مذکور ہے کہ آوی الیہ ابویہ۔ اپنی طرف والدین کو جگہ دی پھر کہا کہ ادخلوا مصر اسکے
بعد رفع ابویہ علی العرش ہو چنانچہ شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ اکثر مفسرین کی سمجھ مین یہان مشکل پیش آئی پس بعض نے تو کہا کہ عبارت مین مقدم
و موخر ہے اور در اصل یون ہے کہ اول اُن سے کہا کہ مصر مین داخل ہو پھر اُن کو اپنے پاس جگہ دی پھر والدین کو تخت پر چڑھایا۔ ابن جریر رح
نے اس کو رد کر دیا اور بیشک یہ رد کرنے کے قابل ہے پھر ابن جریر رح نے خود وہ قول اختیار کیا جو سدی رح سے روایت کیا کہ یوسفؑ نے
والدین کو اپنے پاس جگہ دی اس وقت کہ استقبال کے لیے اُٹھکر اُنسے ملے تھے پھر جب شہر کے ناکہ پر پہونچے تو اُنسے کہا کہ ادخلوا مصر ان شاء اللہ
آمنین۔ پھر یہان تخت پر بٹھلایا۔ شیخ ابن کثیر رح نے ابن جریر رح کے قول کے یہ معنے سمجھے کہ قولہ آوی الیہ ابویہ مین ایواء فقط استقبال کا
معانقہ ہے لہذا اعتراض کیا کہ اس قول مین بھی تامل ہو اس لیے کہ ایواء کسی فرودگاہ مین ہونا ظاہر ہے نہ خالی استقبال کی حالت مین
معانقہ سے ایواء ہو سکے۔ بدلیل آنکہ اللہ تعالے نے فرمایا وآوی الیہ اخاہ۔ اور بدلیل حدیث من آوی محدثا۔ پھر اختیار کیا کہ ان
لوگون کے داخل ہونے کے بعد اور اپنے پاس جگہ دینے کے بعد اُن سے کہا کہ ادخلوا مصر۔ اور یہان داخل ہونے سے مراد سکونت ہے یعنے
تم جو مصر مین داخل ہوئے ہو تو انشاء اللہ تعالے آمنین داخل ہو یعنی امن و عافیت سے رہنا نصیب ہو کوئی سختی قحط وغیرہ کی نہ
پہونچے اقول جگہ دینا اپنی جانب یہی تخت پر بٹھلانا ہوا اور یہ تاویل بھی مستحسن و پسندیدہ ہے اور ادخلوا مصر حکم داخل ہونے کا نہین ہو
کیونکہ بعد داخل ہونے کے اُن سے کہا بلکہ مجازاً سکونت سے تعبیر ہے اور یہ مجاز معروف ہے اور شاید استقبال کے وقت معمولی اعزاز
کے ساتھ لیتے آئے پھر جب بال بچہ وغیرہ سب اپنے اُترنے کے مکانون مین آرام سے اُتر لیے تو والدین اور سب بھائی اس مکان مین گئے
جہان حضرت یوسفؑ تھے پس آپ نے اُن سے کہا کہ ادخلوا مصر یعنی مصر مین داخل ہوئے ہو تو داخل ہو امن کے ساتھ انشاء اللہ تعالے
یعنی مامون رہو۔ اور مین کہتا ہون کہ بیضاوی و دیگر مفسرین نے یہ اختیار کیا کہ استقبال کے وقت شہر کے باہر خیمہ وغیرہ استادہ کیے تھے
یا شہر سے کچھ دور کسی دوسری آبادی تک استقبال کیا جہان مقام فرود و منزل سکونت موجود تھی پس وہان صرف والدین کو اپنے پاس
جگہ دی پھر وہان سے روانہ ہونے کے وقت کہا کہ انشاء اللہ تعالے چلو مصر مین امن کے ساتھ داخل ہو پھر یہان لا کر والدین کو تخت پر بلند کیا
اور سب اس کے واسطے سجدہ مین گئے۔ اور مترجم کہتا ہے کہ جو تفسیر شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر فرمائی ہو وہ مجھے بہت اچھی معلوم ہوتی ہو۔ واللہ اعلم

Marfat.com

اسوجہ سے کہ اس مین کسی زائد تکلف استقبال وغیرہ کی ضرورت نہین ہے اور جسقدر کلام آلٰہی مین مذکور ہے اُسی قدر کافی وافی ہے بخلاف دیگر مفسرین کے قول کے کہ اس مین استقبال وباہر کسی مقام پر ایوا واقع ہونے کے لیے تکلف ہے علاوہ اس کے کلام بر درجہ بلیغ وبمناسبت تامہ بماسبق ہے۔ حاصل اسکا یہ ہو کہ حضرت یعقوب مع اہل وعیال کے کنعان سے روانہ ہوکر مصر مین داخل ہوئے اور جو مکانات اُن کے لیے سکونت کے متعین ہو چکے ہون سب اسمین ٹھہرے یا آتے ہی فوراً یوسف علیہ السلام کے پاس والدین مع بھائیون کے داخل ہوئے پس آپ نے والدین کو کمال اعزاز سے یہ کہتے ہوئے کہ مصر مین داخل ہو امن کے ساتھ انشاء اللہ تعالے اپنے پاس جگہ دی اور تخت پر چڑھایا پس یہ لوگ ان کی تکریم وتحیت کے لیے سجدہ مین گرے واللہ تعالے اعلم۔ وعبارتہ ہٰذا قال لہم بعدما دخلوا علیہ واواہم الیہ ادخلوا مصر معناہ اسکنوا مصر انشاء اللہ آمنین اے مما کنتم فیہ من الجہد والقحط۔ اور لکھا کہ روایت کی گئی ہو کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے قدوم کی برکت سے اللہ تعالے نے اہل مصر پر سے قحط کے باقی سال دور کر دیے جیسے آنحضرت صلعم کی نافرمانی سے بسبب آپ کے بددعا کرنے کے کہ (قریش پر سات سال کا قحط مثل ہفت سالہ قحط یوسفی کے طاری ہووے) قریش پر قحط طاری ہوا پھر جب انھون نے ابوسفیان کے ذریعہ سے الحاح وعاجزی کی اور سرکشی چھوڑی تو آپ کی دعا سے باقی سال قحط کے مرتفع ہو گئے مین کہتا ہون کہ روایت مین صحت ظاہر نہین ہوتی ہو اسوجہ سے یہ زمانہ قحط کا وہ ہو جسکی تعبیر حضرت یوسف علیہ السلام نے دیدی تھی کہ ایسا ہوگا اور یہ واقعہ کا خواب تھا پس اگر مرتفع ہونا بھی مقدر ہوتا تو تعبیر مین کہا جاتا علاوہ اسکے تعبیر غلط ہو جاویگی کہ آٹھوان سال فراخی کا بیان ہوا حالانکہ قبل اسکے مرتفع ہو گیا پس روایت موضوع ہو اور قریش پر سے قحط کا رفع ہونا صحیح ہو اور یہان ہفت سالہ واقعہ نہ تھا۔ پس واقع ہونا صرف اسی قدر تھا جسقدر ہوا فافہم واللہ تعالے اعلم۔ مقام یہ ہو کہ قولہ خروا لہ سجدا۔ کے معنے کیا ہین پس اسمین اقوال ہین۔ اول آنکہ لہ کی ضمیر مجرور راجع بجناب حق سبحانہ تعالے ہو یعنی لوگون نے اللہ تعالے کے واسطے سجدہ کیا پس یہ سجدہ شکر کئی نعمتون عظیمہ کا ہو ایک تو یوسف علیہ السلام کا اس عروج کے ساتھ ملنا اور دوسری بلاد قحط سے نجات اور تیسرے خود بواسطہ اپنے فرزند کے ایمان کے ساتھ تخت پر بیٹھے اور بھائیون نے اس سے کمال خوشی حاصل کی بسراج مین کہا کہ ابن عباس رضہ سے روایت ہے کہ معنے یہ ہین کہ مُنھ کے بل گرے یہ لوگ اللہ تعے کے واسطے سجدہ مین پس یہ سجدہ شکر ہوا اور سیاق کلام اس پر دلالت کرتا ہے یعنے پہلے والدین کو یوسف علیہ السلام نے تخت پر بلند کیا پھر وے اللہ تعالے کے لیے شکر ادا کرنے کو سجدہ مین گرے اور اگر انکا سجدہ کرنا یوسف کو ہوتا تو تخت پر چڑھنے سے پہلے کرتے کیونکہ اسمین تکریم زیادہ ہے۔ یہ تاویل کلام مابعد کے مطابق نہین ہو یعنی قولہ وَقَالَ یوسف نے کہا کہ یَاۤاَبَتِ اے میرے باپ۔ اور خطاب ان کو اسوجہ سے نہ کیا کہ عالم بعلم نبوت وتعبیر خواب صرف والد تھے تو انھین سے کہا کہ اے میرے باپ۔ هٰذَا تَاۡوِیۡلُ رُءۡیَایَ مِنۡ قَبۡلُ یہ تاویل ہے میرے خواب کی جو پہلے دیکھا تھا۔ ومعنی تاویل کے مایؤل الیہ الامر یعنی وہ حالت جس پر انجام کار ہو یس خواب کا رجوع اس حالت پر تھا کہ مجھے میرے باپ وماں شمس وقمر نے اور گیارہ ستارے گیارہ بھائیون نے سجدہ کیا۔ پس اگر ان سب کا سجدہ واسطے اللہ تعالے کے ہو تو موافقت نہوگی۔ قول دوم آنکہ لہ کی ضمیر یوسف علیہ السلام کی طرف ہے کہ بعض نے کہا کہ معنے لاجلہ ہین یعنے یوسف کے ادب واحترام کے واسطے سجدہ کیا پس سجدہ تو اللہ تعالے کو ہوگا اور مقصد اسکا یوسف کے لیے ہوگا کیونکہ شکر سے نعمت بڑھتی ہے اور اس قول پر پہلا اعتراض نہین ہوتا کیونکہ خواب مین بھی۔ لے ساجدین ہے جسکے معنے لاجلی ساجدین ہو سکتے ہین یعنے مین نے شمس وقمر وگیارہ ستارون کو میری مراد ومطلب کے لیے سجدہ کرتے دیکھا۔ رازی رحنے کبیر مین کہا کہ میرے نزدیک یہی تاویل

Marfat.com

متعین ہے کیونکہ یوسف علیہ السلام کی عقل و دین سے بعید ہے کہ وہ اس بات پر راضی ہون کہ انکے والدین انکے لیے سجدہ کرین باوجودیکہ انکا حق ولادت انپر عظیم تھا اور دونون بوڑھے تھے اور والد کامل نبی و علم نبوت سے سرفراز تھے۔ اور بعض دیگر نے کہا کہ لہ کی ضمیر اگرچہ یوسف علیہ السلام کی طرف ہے مگر جیسے کہ سجدہ کا صلہ لام آتا ہے پس انھون نے یوسف کو قبلہ بناکر اللہ تعالے کے واسطے شکر نعمت کا سجدہ کیا مثلاً کہتے ہین کہ سجدت للکعبۃ یعنی کعبہ کے واسطے سجدہ کیا تو مراد یہ ہے کہ کعبہ کو قبلہ بناکر اللہ تعالے کے واسطے سجدہ کیا اور قبلہ فقط ایک رخ ہوتا ہے اللہ تعالے کے سجدہ کے لیے۔ مترجم کہتا ہو کہ کسی چیز کو قبلہ و رخ عبادت بنانا بھی نہین جائز ہے تا وقتیکہ اللہ تعالے کا حکم نہو تو شاید یہان خواب کی تحقیق کے لیے اللہ تعالے نے حکم دیا ہو کہ میرے سجدے کے لیے یوسف کو جہت بناؤ جیسے ملائکہ کو اپنے سجدے کے لیے آدم کو جہت بنانے کا حکم دیا تھا اور وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالے کے واسطے کوئی طرف نہین ہے یعنے یہ نہین کہا جاسکتا کہ اللہ تعالے اسطرف ہے تعالے اللہ عن ذلک علوا کبیرا وہ پاک ہو پس اسکے لیے ایک جہت سجدے کی ہوتی ہو جیسے ہاتھ اٹھا کر اوپر کو اُس سے دعا مانگتے ہین حالانکہ وہ آسمان و زمین سب سے پاک ہو۔ قول سوم یہ کہ انھون نے بطور تکریم کے یوسف کو تحیہ کا سجدہ کیا نہ عبادت کا جیسے ملائکہ نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا تھا اور یہ طریقہ صورت مین مشترک تھا اور معنے مین علحدہ تھا جیسے رحیم و کریم وغیرہ الفاظ مین دیکھو کہ فلان شخص کریم ہے یا رحیم ہے یا عالم ہے اور اللہ تعالے کو بھی کریم و رحیم و عالم کہتے ہین لیکن لوگون مین کریم و رحیم و علیم کے مجازی معنے ہوتے ہین اور اللہ تعالے کی شان مین حقیقت ہین اور مجاز و حقیقت کا فرق ظاہر ہو۔ ابن کثیر رح نے کہا کہ قولہ ورفع ابویہ علی العرش۔ ابن عباس و مجاہد وغیرہم نے کہا کہ تخت پر بٹھلایا اور قولہ وخروا لہ سجدا یعنی یوسف کے لیے والدین و بھائیون نے جو گیارہ تھے سجدہ کیا قولہ قال یا ابت ہذا تاویل رؤیای من قبل یعنی میرے پہلے خواب کے یہ معنے ظاہر ہوئے جو دیکھا تھا کہ انی رایت احد عشر کوکبا والشمس والقمر الآیہ اور یہ بات انکے شرائع مین جائز تھی کہ جب کسی کبیر یعنے بادشاہ کو سلام کرتے تو اس کے لیے سجدہ کرتے تھے اور یہ بات برابر حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت عیسے علیہ السلام کی شریعت مین جائز رہی پھر اس ملت یعنے خاتم المرسلین صلوات اللہ علیہم اجمعین کی شریعت عامہ مین حرام کردی گئی اور سجدہ کو خالص جناب باری تعالے کے لیے مخصوص فرمایا اور کہا کہ یہ جو مذکور ہوا قتادہ رح وغیرہ کے اقوال کا مضمون ہو اور حدیث مین ہو کہ معاذ رضی اللہ عنہ شام کے ملک مین گئے تو دیکھا کہ لوگ اپنے اساقفہ یعنے علماے نصارے یا کبرای سلطنت کو سجدہ کرتے ہین پس جب وے واپس آئے تو انھون نے آنحضرت صلعم کو سجدہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ اے معاذ یہ کیا حرکت ہے عرض کیا کہ مین نے وہان دیکھا کہ اساقفہ کے لیے سجدہ کرتے ہین تو آپ زیادہ مستحق و لائق ہین کہ ہم آپ کو سجدہ کرین یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا کہ اگر مین کسی کو کسی کے لیے سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے خاوند کے لیے سجدہ کرے کیونکہ عورت پر اسکا بڑا حق ہو۔ دوسری حدیث مین سلمان رض نے ابتدائے اسلام مین مدینہ کے بعض راستہ مین آپ کو سجدہ کیا تو فرمایا کہ اے سلمان مجھے مت سجدہ کر بلکہ حق حی القیوم کو سجدہ کر۔ الغرض یہ بات اُن کی شرائع مین جائز تھی۔ مترجم کہتا ہے کہ یہان ایک اشکال یہ ہے کہ بعض احادیث مین ہے کہ جب آدم علیہ السلام نفخ روح سے جاندار ہوگئے تو حکم ہوا کہ ان گروہ ملائکہ کو سلام کر پس آپ نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ سے سلام کیا اور حکم کیا کہ یہ تحیہ تیرا اور تیری اولاد کا ہو اور جواب یہ ہے کہ ہان حضرت آدم ع سے برابر لفظ سلام اسی طرح تھا اور عظماء و کبراء کے لیے مخصوص سجدہ تھا اور ممکن ہے کہ بادشاہون کے لیے الفاظ سلام کے ساتھ سجدہ ہو پس کچھ اشکال نہین ہو فافہم۔ اور تجھے معلوم ہوا کہ یہ سجدہ فقط تکریم کا تھا عبادت کا نہ تھا اور اس شریعت مین یہ شتباہ دور کیا گیا۔ القصہ اللہ تعالے نے حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب سچ کیا اور والدین و بھائیون نے انکو سجدہ کیا جیسے بادشاہون کی تکریم

Marfat.com

کرتے ہین اور بعضا وی رہنے کہا کہ تخت پر چڑھانے سے پہلے والدین و بھائیون نے انکو داخل ہوتے ہی تحیہ کا سجدہ کیا تھا پس آپ نے والدین کو اٹھا کر اپنے برابر تخت پر بٹھلا لیا۔ اور کہا کہ اے پدر میرے خواب سابق کی یہ تاویل ہے یعنے آل اس کے معنے کا یہ ہوا کہ تم دونون شمس و قمر اور گیارہ بھائیون ستارون نے مجھے تحیہ کا سجدہ کیا۔ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّي حَقًّا بیشک اس کو میرے پروردگار نے ٹھیک سچا کر دیا۔ مترجم کہتا ہے کہ بھائیون کی تعبیر گیارہ ستارے سے جو والدین شمس و قمر کے ساتھ ہین ان کی خوبی و نورانیت کی دلیل ہے اور بلاشبہ قول اُن علماء کا اقوی و احسن ہے جو ان کے حق مین کوئی زبان درازی نہین کرتے اور گمان رکھتے ہین کہ شاید وے نبی ہون اور قولہ آثرک اللہ علینا۔ سے رازی وغیرہ کا استدلال کہ نبوت مین مشارک نہ تھے کچھ نہین ہے کیونکہ مدارج انبیاء متفاضل ہین اور خود یعقوب علیہ السلام مسلم پیغمبر نے انکو سجدہ کیا بلکہ برخلاف مزعوم کے اسمین دلالت ہے کہ شاید پیغمبر تھے کیونکہ تفاضل اسی صنف مین ہوا نہ باعتبار آدمیت کے بلکہ باعتبار صفت کے پس اصلی نبوت یوسفؑ کو ہوئی اور یہ اتباع انبیاء ہے ورنہ افراد امت مین ان کی کوئی خصوصیت نہین ہے فافہم۔ پھر حضرت یوسف علیہ السلام نے اس بیان مین عجائب قدرت و احسانات الٰہی کا تذکرہ کیا۔ قَدْ أَحْسَنَ بِي اور بیشک اُس نے مجھ بندے کے ساتھ احسان کیا۔ اِذْ اَخْرَجَنِي مِنَ السِّجْنِ۔ جبکہ مجھے قید خانہ سے نکالا۔ یعنے جن وسائل و انعام سے اس عروج پر لانے کو خاصہ انعام تاویل و علم دیکر یہان پہونچایا۔ کبیر وغیرہ مین ہے کہ کنوین سے نکلنے کو کئی وجہ سے شمار نکیا ایک تو بھائیون کو شرمندگی ہوتی اس سے نکالا کہ دوست سے بے ضرورت ناگوار بات کا تذکرہ نکرے اور دوسرے یہ کہ جب وہ نکلکر مملوک بنائے گئے۔ اور تیسرے یہ کہ وہان سے قید و تہمت مین پڑے پس انعام کامل وہ قید سے اخراج ہے اور ابن عباسؓ سے روایت کیا جاتا ہے کہ یعقوب علیہ السلام کنعان سے نکلکر بادیہ مین جا کر بسے تھے لہذا کہا۔ وَجَاءَ بِكُمْ مِنَ الْبَدْوِ اور احسان کیا کہ تم کو بادیہ سے یہان لایا۔ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ ابن جریج وغیرہ نے کہا کہ یہ لوگ مویشی پالتے اور بادیہ میں رہتے تھے اور یہ مقام فلسطین کے قریب زمین عربات تھی اور بعضے کہتے ہین کہ حسمی کے نیچے شعب کے ایک طرف اولاج مین تھے اونٹ و بکریان مویشی کے ساتھ بادیہ مین رہتے تھے۔ اول احسان اس مین یکجا ہونے کا اور بادیہ سے زیادہ آرام شہر مین پانا اور قحط وغیرہ کے مصائب سے چھوٹنا اور ہر طرح کی مکروہات سے نجات ہے کقولہ ادخلوا مصر انشاء اللہ آمنین۔ اور سراج وغیرہ مین ہے کہ یہ بڑی نعمت ہے چنانچہ حدیث مین ہے کہ اللہ تعالےٰ جس کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے اُس کو بادیہ سے منتقل کر کے شہری آبادی مین لاتا ہے اقول اس قول کے حدیث ہونے مین تامل ہے۔ اور عمرؓ کا قول مشہور ہے کہ بدوی ہو کر ہم مین جفار آجاتی ہے یعنے سخت دلی و کج اخلاقی۔ اور اصل اس کی حدیث مین ہے کہ غلظت و جفا اہل بادیہ اونٹ والون مین ہے۔ اور حاصل یہ کہ تم سب کو متفق و یک دل وہان سے یہان لایا۔ مِنْ بَعْدِ أَنْ نَزَغَ الشَّيْطَانُ بَيْنِي وَبَيْنَ إِخْوَتِي بعد اس بات کے کہ اُبھار دیا جھگڑا شیطان نے میرے درمیان اور میرے بھائیون کے درمیان۔ یہ ایک معذرت بیان کر دی کہ اہل ایمان و الفت مین شیطان اس امر سے مایوس ہوتا ہے کہ کوئی اس کی اطاعت و عبادت کرے ولیکن جھگڑا ڈالنے کو ہر وقت موقع تاکتا ہے پس بڑا جھگڑالو وہ ہوتا ہے جس مین کسی امر خیر کی ہوس دلا کر لڑائی ڈالے جیسے برادران یوسفؑ کے درمیان وسوسہ دیا کہ یہ دفع ہو جاوے تو تمہین اپ کی منظور نظر ہو کر درجہ کرامت کو پہونچو و صالحین قوم ہو جاوگے۔ اور حدیث مین ہے کہ خبردار رہو کہ شیطان اس امر سے تو مایوس ہوا کہ کبھی تمہارے اس شہر مین پرستش کیا جاوے ولیکن عنقریب تمہارا مین اسکی پیروی ان اعمال مین ہو جائیگی جنکو تم حقیر سمجھتے ہو اور وہ کچھ راضی ہو جائیگا۔ الترمذی وصححہ۔ اور دوسری حدیث مین جزیرۂ عرب کا ذکر ہے

کہ اس مین شیطان کی پرستش نہوگی ولیکن تمہارے درمیان تحریش کریگا۔ یعنی جھگڑے پر اُبھارنا اور واضح ہو کہ مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے فضائل مین ہے کہ وہان شیطان کی پرستش کبھی نہوگی اور جن لوگون نے اس زمانہ مین تقلید وغیرہ کے مسائل سے اہل مکہ و مدینہ کے حق مین شرک نکالا یہ جہالت ہے قابل التفات نہین اور وے لوگ اللہ تعالےٰ سے ڈرین۔ ہان باقی بلاد عرب پر یہ حکم نہوگا کیونکہ صحیح مسلم مین ثابت ہے کہ آخر زمانہ مین قرب قیامت کے قبیلہ دوس کی عورتین اپنے بت کے گرد چوتڑ مٹکاتی پھرینگی۔ الحاصل اہل ایمان کے درمیان شیطان کا نزغہ و تحریش ہوتی ہے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیون کے جھگڑے کو اسی تحریش پر محمول کر کے انکو معذور فرمایا اور احسان الٰہی بیان کیا کہ باوجود اس جھگڑے کے جسکا ظاہری رخ نہایت مخالفت تھی اللہ تعالےٰ نے یکدل و متفق کر دیا اور سب کو ساتھ جمع کر دیا۔ اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ بیشک میرا رب نہایت لطافت سے تدبیر کرنے والا ہے جس کام کو وہ چاہے۔ یعنی جب وہ کوئی بات چاہتا ہے تو اسکے اسباب ایسے طور پر پیدا کرتا ہے کہ جو کچھ چاہے وہ ظاہر مین آسانی سے جمع ہو جاتا ہے اور وہی نتیجہ نکل آتا ہے اور کبھی ایسے طور پر لطافت سے یہ نتیجہ پیدا کرتا ہے کہ اسباب کچھ نظر آتے ہین اور نتیجہ وہ نکل آتا ہے جو وہ چاہتا ہے۔ ازہری رح نے کہا کہ لطیف اسمائے الٰہی مین سے ہے اور معنی اس کے یہی ہین کہ جو امر چاہے اسکو لطف کے ساتھ پورا کر دے اور عمرو بن ابی عمرو نے کہا کہ لطیف وہ ہے جو تیری حاجات امید ایک لطف کے ساتھ تجھے پہونچا دے۔ الحاصل یوسف و بھائیون کے درمیان نزغہ شیطان سے بہت بعید نظر آتا تھا کہ باہم شیر و شکر ہونگے ولیکن اللہ تعالےٰ نے کمال لطف و محبت و طیب عیش و فراغ بالی کے ساتھ مع والدین کے جمع کر دیا تو حضرت یوسف علیہ السلام اس عظیم قدرت الٰہی کا شکریہ و عظمت ظاہر فرماتے ہین کہ میرا رب جو بات چاہے اسکے واسطے لطیف ہے یعنی لطف تدبیر سے آسان فرما دیتا ہے اگرچہ بہت مشکل نظر آوے۔ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ بیشک وہی علم والا ہے ہر چیز کی مصلحت و تدبیر کو جانتا ہے کوئی ذرہ کسی وقت کسی حال مین کسی زمانہ مین اس سے پوشیدہ نہین ہے۔ الْحَكِيْمُ وہی حکمت والا ہے جسطرح جس وقت جو چیز جس شخص کے حق مین ہونی چاہیے اپنی حکمت و علم سے کرتا ہے۔ مسئلہ۔ جو چیز دنیا مین واقع ہوئی وہ سب مخلوق ہے اور سب کا خالق اللہ تعالےٰ ہے اور جس نے گمان کیا کہ ہم اپنے افعال خود پیدا کرتے ہین وہ بیوقوف جاہل و شرک خفی ہین اور ہمارے واسطے عقل و علم کے ساتھ بیان کی آیات اور دیگر آیات صریحہ جو سابق مین گذر چکین روشن دلیل ہین کہ خالق افعال اللہ تعالےٰ ہے دیکھو کہا کہ اخرجنی من السجن پس قید سے نکالنا فعل الٰہی قرار دیا اور جاء بکم من البدو مین ان سب لوگون کا آنا فعل الٰہی قرار دیا کہ وہ تم سب کو لایا اور ایسے ہی مابعد مین بھی صاف ثابت ہے کہ وہی خالق ہے اور جو افعال جس بندے سے ہوئے وہی اس بندے کے افعال اسکے ساتھ ہین حدیث مین ہے کہ اگر نیک اعمال ہون تو اللہ تعالےٰ کی حمد و ثنا کرے اور اگر بد ہون تو اپنے نفس پر ملامت کرے اور بعضے گمراہون نے مجوس کی طرح زعم کیا کہ بد اعمال کا خالق شیطان ہے اور شاید یہ قول لیا کہ نزغ الشیطان بینی و بین اخوتی۔ حالانکہ کچھ بھی دلیل نہین ہے اسلیے کہ وسوسہ و تحریش دلانا شیطان کے افعال مین سے ہے یعنے شیطان سے جو افعال پیدا کیے جاتے ہین یہ بد اعمال ہین اسی واسطے بعض فقہا و علما نے کہا کہ شیطان اگر کسی بندہ پر ظاہر ہو کر نیک کام سکھلا وے تو ضرور اسمین بدی مضمر ہوگی کیونکہ وہ نیک اعمال کی پیدائش کا محل نہین ہے اور خالق ہر فعل کا اللہ تعالےٰ ہے اور یہ مسئلہ بھی عوام پر مثل تقدیر کے مشکل ہو گیا بلکہ یہ بھی تقدیر کے مسئلہ کا جزو ہے۔ شیطان خود کسی فعل کا خالق نہین ہے اور تو نہین دیکھتا جو اللہ تعالےٰ نے اس حکایت سے فرمایا القولہ ما کان لی علیکم من سلطان الا ان دعوتکم فاستجبتم لی فلا تلوموني ولوموا انفسکم الآیہ یعنے شیطان اپنے اتباع جہنمی لوگون سے کہیگا کہ میرا تمپر کچھ بھی قابو نہ تھا لیکن مین نے تم کو برائی کی طرف بلایا تم مان گئے تو مجھے مت ملامت کرو اور اپنے نفسون کو ملامت کرو اور واضح ہو کہ جو شریر اسس

بات کے قائل ہین کہ یہان دو خدا ہین وہ بہت بدتر ہین اور انسے زیادہ وے لوگ بدتر ہین جو اپنے آپ کو بھی خالق جانتے ہین کہ ہم اپنے افعال خود پیدا کرتے ہین اور یہ نہین سمجھتے کہ اگر اللہ تعالے کے علم مین ہو کہ یہ شخص اتوار کو یہ بدکام کریگا تو کیونکر ممکن ہے کہ تو اتوار کو نیک کام پیدا کرکے کیا تجھے غلبہ حاصل ہے اور اس صورت مین مسئلہ وہی تقدیر کا ہوا جسکا لامحالہ قائل ہوگا۔ اور واضح ہو کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ صحابی نے راہ مستقیم کے معنے پوچھنے والون کو سمجھائے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم کو تمام راہون مین سے نزدیک کی راہ پر یعنے بہت چھوٹے خط مستقیم پر چھوڑا جس کا سرا جنت مین ہے اور اس کے داہنے بائین پگڈنڈیان ہین انپر رجال یعنے لوگ ہین جو راہ مستقیم پر چلتا ہے اُس کو پگڈنڈیون والے بلاتے ہین جو ان کی طرف گیا تو اس کو لے جاتے ہین برابر چلا گیا تو جہنم مین پہونچ گیا اور جو نہ گیا یا جا کر لوٹ آیا پھر راہ مستقیم پر چلا گیا تو جنت مین پہونچ گیا۔ رواہ ابن جریر یہ مضمون حدیث مرفوع مین بھی آیا ہے۔ پس اس سے ثابت ہے کہ ہر طرح شہوات پر بلانے والے اصلی تو شیطان ہین اور ان کے ساتھ بہت لوگ نہایت کثرت سے اُن کی اتباع ہو گئے ہین وہ انسانی شیطان ہین اور راہ مستقیم والون پر یہ لوگ بہت مضر ہین کہ ان کی باتون کو کان لگا کر آدمی سنتا ہے اور جان رکھو کہ راہ مستقیم تو ایک ہے اور وہ ایک سے زیادہ ہو نہین سکتی اور راہہاے شیطانی بہت کثرت سے ہین کیونکہ دو نقطون کے بیچ مین مستقیم ایک خط ہو سکتا ہے اور کج بہت بے انتہا ہو سکتے ہین اسی واسطے ایک راہ مستقیم کے لوگ تھوڑے ہین اور کجراہون پر بہت کثیر تعداد کے ہین اور واضح ہو کہ اس زمانہ مین گمراہ لوگ دنیا مین ہر طرح کی حنتی کے ساتھ ٹیڑھی راہ پر لالچ دیکر بلاتے ہین اللھم ثبت اقدامنا وانت ارحم الراحمین۔ ف فی العرائس فلما دخلوا علی یوسف۔ اُن کو برداشت غم فراق زیادہ کرنا پڑا تو اپنے قرب مین جگہ دی۔ یون ہی قیامت مین اہل صدق وصفا قرب منزلت سے سرفراز ہونگے اور جس نے جفا نہ کیا اُس کو قرب زیادہ ہوگا اگرچہ مغفرت مین اور دخول جنت مین یکسان ہون۔ بعض نے کہا کہ حصول استقامت کے وقت عقل وروح کو عروج ہے جبکہ قلب محل انوار تجلی ہو جاوے اور نفس مطمئنہ وغیرہ ہر حال مین مطیع ہین اور بجاے مخالفت کے وہ وقت موافقت کا ہے اقول اشارہ لطیفہ ہے فافہم۔ قولہ ورفع ابویہ علی العرش۔ ابن عطا رح نے کہا کہ ہر ایک کو اس کی منزلت کی قدر بلند کیا جنکو حزن واندوہ مین مقاسات صبر زیادہ برداشت کرنا پڑا تھا اور یہ درجہ صدق ہے بخلاف بھائیون کے کہ وہ ایذا مین خوش تھے تو منزلت رفیعہ ان کو نہین ملی بلکہ کہا تھا کہ ان یسرق فقد سرق اخ لہ من قبل۔ محمد بن علی رح نے فرمایا کہ جو کوئی مرید کو اس کی منزلت سے زیادہ بڑھاوے اُس نے اس مرید کے حق مین بُرا کیا کیونکہ وہ بگڑ جاویگا اور اس کی ارادت طلب مین فرق آجائیگا کیونکہ بعض صحابہ نے آنحضرت صلعم سے روایت کی کہ ہم لوگ آدمیون کو اُن کے مرتبہ منزلت پر رکھین پس یوسف علیہ السلام نے والدین وبھائیون مین سے ہر ایک کو اُس کے مرتبہ پر رکھا۔ اقول حدیث بالا حضرت ام المومنین عائشہ رض نے روایت کیا ہے ولیکن اس مین یہ ہے کہ ہم کو حکم دیا گیا ہے۔ ظاہرا آنحضرت صلعم نے صریح حکم دیا ہو یا استنباط واستخراج ہو واللہ اعلم۔ قولہ وخروا لہ سجدا۔ اب وہ خواب صحیح ہوا جس کی تعبیر یہ ہے اور ان لوگون نے جب یوسف علیہ السلام پر آثار انوار عزت الٰہی دیکھے جو بلا کہ تلے آدم مین دیکھے تھے تو بے اختیار سجدے مین گر پڑے اور یہ فعل قصدی نہ تھا کیونکہ یوسف کعبہ الٰہی تھا جس مین بحکم قولہ فیہ آیات بینات مقام ابراہیم۔ ظہور جلال وجمال قدس تھا اور یہ ویسا ہی مشاہدہ ہے جیسے ملکوت سماوی مین حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مشاہدہ کیا تھا ان لوگون نے آیات ارضی مین دیکھا اور اگر اہل مصر بھی ان مین یہ تجلی دیکھتے تو وے بھی سجدہ مین گرتے اقول شیخ نے اس مقام کی تاویل مین ایک دوسرا طور اختیار کیا جو بانسہ گمان ہو اس سے علیحدہ ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ قولہ خروا لہ سجدا۔ مین ان لوگون نے یوسف علیہ السلام

Marfat.com

کے واسطے سجدہ کیا ولیکن سجدہ اختیاری نہ تھا بلکہ ظہور تجلی عظمت وجلال وحسن وجمال سے یہ لوگ دیکھتے ہی سجدہ مین جھک گئے تو تعبیر خواب مشاہدہ ہوگئی۔ اسی واسطے کہا کما قال تعالے یا ابت ہذا تاویل رویای من قبل۔ خاص یعقوب علیہ السلام پر اسکو ظاہر کیا اور کہا کہ قد جعلہا ربی حقا۔ اے ظہور واضح جس مین کچھ التباس نہین ہے اور نہ نقص کا معاوضہ ہے پھر اللہ تعالے کے انعام بیان کرنے شروع کئے بقولہ قد احسن بی اذ اخرجنی من السجن۔ اور اس مین اشارات باطن ہین کہ بلا نفس کی قید سے اور خطرات شیطان کے پھندے سے نکالا۔ اور نیز قید خانہ امتحان وابتلاء سے محض باحسان وفضل نکالکر رضامندی ومغفرت ومعرفت کے تخت پر بٹھلایا۔ اور شیخ نے کہا کہ بھائیون کے قید خانہ جب کو ذکر نہ کیا تاکہ وہ خجل نہون اور قید خانہ تہمت کو ذکر کیا کیونکہ تہمت سے طہارت زیادہ اہتمام کے قابل ہے علاوہ اس کے جب مین لطف الٰہی با مجاجبرئیل ہوا اور سجن مین التفات بغیر اللہ سے گونہ عتاب کی صورت مین انعام ہوا اقول جو لوگ ازل سے اہل سعادت ہین انپر جو عتاب وگرفت بھی ہوتی ہے وہ بھی فضل وانعام ہوجاتا ہے کیونکہ نتیجہ قبولیت ہے اور جو لوگ اہل شقاوت ہین اُنپر جو بصورت فضل ورحمت ہے وہ بھی عتاب وعذاب ہوجاتا ہے کیا تو نہین دیکھتا کہ اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا کہ ہم نے جو ان لوگون کو کثرت سے اموال واولاد دیے ہین ان کو فضل مت دیکھ بلکہ انما یرید اللہ لیعذبہم بہا فی الحیوۃ الدنیا الآیہ پس نتیجہ طرد وشقاوت ہے نعوذ باللہ من عذابہ تعالے۔ پھر دوسرا فضل ذکر کیا بقولہ وجاء بکم من البدو۔ اور اشارات مین سے ہے کہ بادیہ فراق وجفا سے وصال واتفاق مین لایا اور یہ عین الجمع بعد تفرقہ ہے اور محل تمکین یا امن بعد تلوین وابتلاء ہے۔ پھر کرم سے بھائیون پر سے جرم رفع کیا اور تقدیر الٰہی کے سپرد کیا ولیکن کمال ادب سے حق عز وجل کے مقدورات کو کسی علت سے پاک رکھا اور کہا من بعد ان نزغ الشیطان۔ یعنی اولیاء کی طبیعت سے اعداء کی حرکات صادر نہین ہوتے بلکہ طبیعت کے اوپر کوئی چیز بغیر اختیار کے طاری ہوجاتی ہے پس اظہار کیا کہ ایک نوع غفلت سے نزغہ شیطان طاری ہوا جس نے چاہا کہ ہم بھی اس کے ساتھ مطرود ہون مگر رب تبارک وتعالے نے اپنے لطف سے ہمارے وشیطان کے جھگڑے مین ہم کو سرفراز کرکے درجے بڑھا دیے اور مودت زیادہ صاف فرما دی لہذا کہا کہ ان ربی لطیف لما یشاء الآیہ۔ جعفر رح نے کہا کہ منجملہ لطف الٰہی کے ہے کہ بندون کو اپنی مشیت پر رکھا چاہے انکو عذاب دے اور چاہے عفو کرے چاہے نزدیکی عطا کرے اور چاہے دور کرے پس تمام مشیت وقدرت اسی کے لیے ہوئی دوسرے کو کچھ اعتبار نہین ہے پھر خالص بندون کے لیے محبت ومعرفت سے ایک لطف فرمایا۔ ابن عطاء رح نے کہا کہ جب کی محنت سے خلاصی کا ذکر نہین کیا تو حکمت اس مین یہ ہے کہ قید خانہ کی محنت انھون نے اپنے اختیار سے لی تھی اور خود اختیار مین آفات ہین اور اس کے فتنہ سے نجات ایک نعمت غیر مترقبہ ہے تو اُس کا شکر ادا کیا بخلاف جب کے کہ وہ اضطراری تھا اس مین کچھ نہ ہوا بلکہ بصاحبت جبرئیل علیہ السلام بشارات سے سرفرازی ہوئی۔ اسی کے قریب واسطی رح سے نقل کیا۔ اور استاد رح سے نقل کیا کہ جاء بکم من البدو سے اظہار کیا کہ بھائیون سے بعد جفا کے مجھے اب دیدار کی خوشی ہے۔ جعفر صادق رح سے ذکر اخراج سجن وعدم ذکر اخراج الجب مین ویسی ہی توجیہ نقل فرمائی جیسے سابق تفسیر مین مذکور ہوچکی ہے۔ القصہ حضرت یعقوب علیہ السلام مع بیٹون کے مصر مین رہنے لگے۔ شیخ ابن کثیر رح نے تفسیر مین ذکر کیا کہ ابو عثمان النہدی نے سلیمان سے روایت کی کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب واس کی تعبیر مین چالیس سال کا وقفہ ہوا اور عبد اللہ بن شداد نے کہا کہ خواب کی تعبیر واقع ہونے مین انتہائی مدت یہی ہے رواہ ابن جریر۔ اور نیز حسن رح سے روایت کی کہ یوسف علیہ السلام کی جدائی سے ملاقات تک اسی برس کا وقفہ ہوا تھا اس عرصہ مین حضرت یعقوب علیہ السلام سے کبھی حزن واندوہ دور نہ ہوا اور آنسو برابر گالون پر جتے رہتے تھے۔

حالانکہ روے زمین پر کوئی بندہ اس وقت اللہ تعالے کے نزدیک حضرت یعقوب علیہ السلام سے زیادہ محبوب نہ تھا اور بروایت یونس عن الحسن رح تراسی برس۔ شاید کہ تین سال کسرات کے شمار ہوں۔ اور بروایت مبارک بن فضالہ عن الحسن۔ یوسف کنوین مین ڈالے گیے تو سترہ برس کے تھے اور باپ سے اسی برس غائب رہے اور اس کے بعد تیئیس برس زندہ رہے اور ایک سو بیس سال کی عمر مین وفات پائی مین کہتا ہون کہ سراج وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد ملاقات کے یعقوبؑ تیس برس جیے پھر اُن کی وفات کے بعد یوسفؑ تیئیس برس جیے واللہ اعلم۔ پھر ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ قتادہ نے کہا کہ دونون مین فصل پینتیس برس کا ہوا۔ محمد بن اسحاق نے کہا کہ بیان کیا جاتا ہے کہ اٹھارہ برس غائب رہے اور اہل کتاب گمان کرتے ہین کہ چالیس برس کے قریب جدا رہے اور یعقوبؑ بعد ملاقات کے مصر مین سترہ برس جیے۔ اور لکھا کہ ابو اسحاق سبیعی نے بواسطہ ابو عبیدہ کے عبداللہ بن مسعود رض سے روایت کی کہ بنو اسرائیل مصر مین ترسٹھ آدمی داخل ہوئے تھے اور جب موسے علیہ السلام کے ساتھ نکلے ہین تو چھ لاکھ ستر ہزار تھے۔ اور مسروق سے روایت ہو کہ تین سو نوے مرد و عورتین ملا کر داخل ہوئے تھے محمد بن کعب القرظی نے عبداللہ بن شداد سے روایت کی کہ اولاد یعقوبؑ چھیاسٹی مرد عورت صغیر بچہ ملا کر تھے اور جب نکلے تو چھ لاکھ کچھ اوپر تھے۔ مترجم کہتا ہو کہ ان روایات کے ذکر سے خود یہ مقصود ہو کہ جسقدر کلام الٰہی مین مذکور ہو وہ تو معلوم و متعین ہو اور باقی مورخین وغیرہ ہر ایک کے پاس اسقدر مختلف اقوال ہین کہ صحیح بات معلوم ہونا دشوار ہے البتہ اتنی بات یقینی معلوم ہوئی کہ جو کچھ انحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وحی سے ارشاد فرمایا ہو یعنی قرآن پاک تو یہ وقائع ضرور واقع ہوئے پس اہل کتاب کو اسمین شبہہ نہ تھا کہ یہ سب نزول وحی ہو اور باقی جو بات کا علم اللہ تعالے علام الغیوب کو ہو کما سیاتی۔ اور واضح ہو کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی وفات کے وقت وصیت کی کہ مجھے میرے باپ دادا کے بیچ مین دفن کیا جاوے پس یوسف علیہ السلام بذات خود متکفل ہوئے اور شام مین لا کر حضرت خلیل علیہ السلام کے پاس دفن کیا اور پھر واپس چلے گئے پھر اللہ تعالے نے یوسف علیہ السلام کی آخری دعا ذکر فرمائی بقولہ۔

رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۣ

اے میرے رب بیشک تو نے مجھے دیا ملک سے اور سکھلایا مجھے خوابون کی تعبیر سے پیدا کرنے والے آسمانون اور زمین کے

اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ۝

تو میرا متولی ہو دنیا مین اور آخرت مین مجھے وفات دے مسلمان حالت مین اور ملا دے مجھے نیک بندون کے ساتھ

جب اللہ تعالے نے حضرت یوسف علیہ السلام پر اپنی نعمت پوری فرمائی تو انھون نے ایک وقت ملاقات مین اپنے والدین و بھائیون کے سامنے اللہ تعالے کی نعمتون کا جو خاص اُنپر اور انکے ذریعہ سے ان سب پر فرمائی تھین بطور شکر و احسان الٰہی ظاہر کرنے کے بیان کین اور اُس دعا مین جناب باری تعالے سے دائمی ملک باقی آخرت کے لیے دعا مانگی اور دنیا کی نعمتون کا حوالہ دیا چنانچہ کہا۔ رَبِّ اے میرے پروردگار۔ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ بیشک تو نے مجھے دیا ملک سے یعنے ملک مین سے بعض کیونکہ تمام زمین کی سلطنت نہ تھی بلکہ ملک مصر پر حاکم تھے اور بعض نے کہا کہ حرف من زائد ہو اور بعض نے کہا کہ جنس کا بیان ہو۔ شاید کہ تمام بادشاہت سے مراد ہو کیونکہ وزیر اعظم تھے اور درحقیقت بادشاہ مصر دوسرا تھا لیکن اسطرح کہ جو یہ کہتے وہی ہوتا بوجہ اس کے کہ علم نبوت سے وہ خود محتاج تھا لہذا اللہ تعالے کے انعام کو بیان کیا کہ تو نے مجھے ملک سے یعنی زمین سے مصر دیا یا ایک طرح کی بادشاہت دی یا زائد ہو تو یہ کہ تو نے مجھے ملک دیا یعنے مصر یا اسکی

Marfat.com

بادشاہت دی۔ وَعَلَّمْتَنِيْ اور تونے مجھے سکھلائی۔ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ احادیث کی تاویل سے یعنی خوابون کی تعبیر سے
بعض حصہ یا جملہ احادیث مین سے صرف خواب کا حصہ پورا یا من زائدہ ہے کہ تونے سکھلائی مجھے خوابون کی تعبیر یا احادیث سے
مراد کتب وکلام آلٰہی یعنے صحف ابراہیم وغیرہ مین بعض تاویل کیونکہ کلمات آلٰہی ختم نہین تو پوری تاویل کسی کے امکان مین نہین ہے۔
فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ایجاد کرنے والے آسمانون وزمین کے۔ وہی خالق ہے کوئی اور خالق نہین جو اُس نے پیدا کیا اسی کی
مخلوق ہے۔ الحاصل تونے مجھ پر دنیا مین بڑے بڑے انعام کیے تو بڑا قدرت والا ہے یہ آسمان وزمین تونے ہی قدرت سے پیدا کیے۔
اَنْتَ وَلِيّٖ توہی میرا ولی ہے یعنے لطیف وکریم ہے توہی لطف وکرم سے مجھ بندے کے کامون کا متولی ہے۔ فِي الدُّنْيَا دنیا مین جیسا
کہ بیان ہوا اور جب تک زندگی ہو۔ وَالْاٰخِرَةِ اور آخرت مین بھی توہی متولی ہے تیرے سوائے کوئی مجھ بندے کا متولی نہین
لینے اور نہ ہو سکتا ہے۔ پس جیسے تو دنیا مین اس شان جمیل کا متولی ہے تو آخرت مین بھی تیرے کرم کی آرزو ہے وہان بھی توہی متولی
ہے پس تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا مجھے وفات دے درحالیکہ مین مسلمان ہون۔ وَاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ اور ملادے مجھے اپنے صالحین
بندون مین۔ حضرت یوسف علیہ السلام پیغمبر تھے اور معلوم کہ پیغمبر کی وفات اسلام پر ہوتی ہے مگر جناب کبریا و ذوالجلال والاکرام
کی عظمت وتکبر کے سامنے عاجزی ومحتاجی کے ساتھ اس آرزو کی تمنا کی کہ تونے مجھے دنیا مین اس لطف سے پالا ہے میرے سب اور
ولی میرا دنیا ہو یا آخرت ہو توہی ہے تو اب آخرت کی آرزو باقی ہے کہ مجھے اسلام وایمان پر وفات دیدے وصالحین بندون مین مجھے
بھی شامل کردے تو آسمان وزمین پیدا کرنے والا بڑی قدرت والا ہر چیز پر قادر ہے۔ صالحین سے مراد یا تو عام بندے صالحین ہین یا
اپنے باپ دادا مراد لیے ہون واللہ اعلم۔ اور الحاق صالحین کی دعا مین کیا اچھا ادب ہے کہ مین بذات خود صلاحیت کے قابل نہین و
لیکن مجھے تو اپنے فضل سے ان مین ملادے یہ شان نبوت ہے والحمد للہ رب العالمین لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہٗ لہ الملک ولہ الحمد وہو
حی لا یموت وہو ذو الفضل العظیم وہو علیٰ کل شئی قدیر ما سوی اسی کی ذات کو بقا اور اسی کی سلطنت پائدار ہے باقی سب کو فنا ہے عمر بن عبد العزیزؒ
نے اپنے خطبہ مین اشارہ کیا کہ کوئی آدمی فنا کرنے کے لیے مخلوق نہین مگر فنا ہو گا بلکہ باقی رہنے کے لیے مخلوق ہے پس خوش حال ان بندون کا
جو اللہ تعالےٰ کے بے انتہا ملک مین اس دار محنت وامتحان کے بعد ابد الآباد ہزارون نعمتون لازوال مین باقی چلے جاتے ہین کہ کہین اسکی
انتہا نہین ہے اور اللہ تعالےٰ سے پناہ مانگتا ہون اُن لوگون کے حال سے جو اس دار محنت سے فنا ہو کر ابد الآباد ہزارون مصیبتون
مین عذاب اُٹھائے چلے جاتے ہین کہ جسکے بہ نسبت یہ دنیا گویا انکے حق مین جنت تھی اے رب ہمارے ہم تیرے عذاب سے تجھ سے پناہ
مانگتے ہین اور تو غفور رحیم ہے۔ بیضاوی رح مین ہے کہ روایت کی گئی کہ یعقوب علیہ السلام مصر مین چوبیس برس رہے پھر وفات پائی اور
موافق انکی وصیت کے خود یوسف علیہ السلام انکو شام مین لاکر قریب حضرت خلیل اللہ علیہم السلام کے دفن کرکے واپس ہوئے اور تیئیس برس جیے
پھر ان کی روح کو ملک بقا کا شوق از حد ہوا پس موت اسلام کی تمنا کی پس اللہ تعالےٰ نے انکو پاک وطاہر اس دار محنت سے وفات دی اور
اہل مصر نے ان کے مدفن مین جھگڑا کیا حتے کہ قتال کی نوبت آئی پھر اس امر پر صلح قرار پائی کہ سنگ مرمر کے صندوق مین کرکے بلندی نیل مین
دفن کرین اسطرح کہ پانی نیچے اوپر سے روان ہو کر مصر تک آوے پس دونون فریق اس متبرک پانی مین یکسان رہین پھر چار سو برس بعد
حضرت موسے علیہ السلام نے انکو وہان سے نکالکر اُنکے آبا واجداد کے پاس لاکر دفن کیا اللھم صل علےٰ نبینا ومولانا محمد وآلہٖ واخوتہٖ جمیع الانبیاء
والمرسلین وسلم علیہم اجمعین۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس سال کی تھی اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی ایک سو ساٹھ سال کی اور

Marfat.com

حسن بصری رحمہ سے روایت ہے کہ عمر ابراہیم علیہ السلام کی ایک سو پچانوے سال کی تھی۔ بیضاوی رح نے کہا کہ راعیل یعنے زلیخا سے
اُن کے تین اولاد ہوئی دو لڑکے افرائیم و میشا۔ اور ایک لڑکی رحمۃ جو ایوب علیہ السلام کی جورو تھی اور افرائیم سے نون اور اس سے
یوشع علیہ السلام پیغمبر معروف بعد موسےٰ علیہ السلام کے پیدا ہوئے ہیں۔ واضح ہو کہ حدیث صحیح میں دعا کا یہی طریقہ ہے جو تم یہاں دیکھتے
ہو کہ پیغمبر حق حضرت یوسف علیہ السلام نے پہلے اللہ تعالےٰ کی ثنا و صفت و انعامات کا ذکر کیا پھر درخواست کی اور صحیح حدیث قدسی کا
مضمون ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ جس کسی کو میری یاد مشغول کرے اس کی درخواست سے تو میں اس کو سب سائلوں سے افضل دیتا ہوں
دیکھو حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی درخواست سے ذکر یاد الٰہی شروع کیا اور حدیث قدسی سے یہی ثابت ہے کہ جو کوئی ذکر
میں ایسا مشغول ہو جاوے کہ درخواست یاد نہ رہے تو بھی علام الغیوب وہ بلکہ اس سے بہتر عطا فرماتا ہے اور شاید یہ معنے ہوں کہ یاد
الٰہی میں ایسا مشغول ہے کہ دعا و درخواست نہیں کرتا و لیکن دعا مخ عبادت ہے فافہم۔ پھر یہاں یہ سوال مشہور ہے کہ قولہ توفنی مسلما الخ
آیا درخواست موت ہے یا نہیں ہے۔ تو رازی رح نے کبیر میں و خطیب وغیرہ نے بہت طول کی اور میں عقلی خیالات میں اختصار و نقلیات
کی تلخیص کے ساتھ ان فوائد کو ذکر کرتا ہوں قال ابن کثیر رح فی قولہ توفنی مسلما الخ محتمل ہے کہ یہ دعا وقت حضور موت کے ہو جیسا کہ
سید المرسلین صلعم نے اللھم فی الرفیق الاعلےٰ تین بار فرمایا کما فی الصحیحین اور محتمل ہو کہ مراد یہ ہو کہ توفنی مسلما اذا شئت۔ یعنے مجھے اسلام پر وفات دیجیو
جب وفات دے۔ اور محتمل ہے کہ ابھی وفات مانگی ہو اور اسوقت تک جائز ہو۔ اور قتادہ نے کہا کہ ہری بھری تر و تازہ دنیا حاصل کر کے
اگلے صالحین کے پاس جانے کا اشتیاق کیا اور ابن عباس رض کہتے تھے کہ قبل حضرت یوسف علیہ السلام کے کسی نبی نے موت نہیں مانگی۔
شیخ رح نے کہا کہ ظاہر سیاق تو محتمل ہو کہ فی الحال موت طلب کی اور محتمل ہو کہ پہلے پہل انھین نے اسلام پر موت ہونے کی درخواست کی جیسے
نوح اول ہیں جنھوں نے کہا کہ رب اغفرلی ولوالدی ولمن دخل بیتی مومنا وللمومنین والمومنات مترجم کہتا ہو کہ میرے نزدیک یہ ہو کہ ہر نبی کو
اسوقت وفات ہوتی ہے کہ وہ وفات کو حیات دنیا پر اختیار و پسند کرے اور تجھے معلوم ہو کہ شفقت انبیا خلق اللہ پر مزید ہو و لیکن جذب
شوق ملک آخرت ازید و لیکن تو جانتا ہو کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام نے طپانچہ مار دیا تھا فرشتہ کو جیسا کہ صحیح میں ہو اور اللہ تعالےٰ نے کہا و
کان عند اللہ وجیہا پھر خوشبوے جنت سے اختیار کیا موت کو پس مقبوض ہوئے اور صحیحین میں ام المومنین عائشہ صدیقہ رض سے روایت ہے کہ
آنحضرت صلعم فرماتے تھے کہ کوئی نبی قبض نہیں کیا جاتا جب تک اُسکو جنت میں سے اُسکا ٹھکانا نہ دکھلایا جاوے پھر وہ زندہ رہنا پسند کرے یا اس کو
اختیار کرے چنانچہ آنحضرت صلعم نے خطبہ مرض میں فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے ایک بندہ کو مختار کیا کہ دنیا میں رہے یا جو اللہ تعالےٰ کے پاس نعمت ہے
اس کو اختیار کرے پس اس نے اللہ تعالےٰ کی نعمت قرب اختیار کی الحدیث۔ پس حضرت یوسف علیہ السلام نے عیش و سلطنت و تخت
و تاج کی رونق کے ساتھ جب صالحین کی سلطنت آخرت کو دیکھا تو علانیہ اس کو اختیار کیا پس کوئی نبی نہیں ہے جسکو یہ اختیار نہ دیا جاوے
بغیر ازینکہ اور کسی کا اختیار کرنا علانیہ نہ تھا پس نہ یہاں تمنا موت کی اور نہ کوئی سوال وارد ہوتا ہے اور ابن عباس رض کی روایت قتادہ
کے یہ معنے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام ہی اول ہیں جنھوں نے اعلان کے ساتھ اختیار کیا اور شاید دعا و تضرع میں یہ حکمت ہو کہ انبیاے
سابقین کو غناے دنیا و سلطنت نہ دی گئی تھی پس حضرت یوسف علیہ السلام نے باوجود اس کے آپ کے ساتھ الحاق چاہا اور حدیث
صحیح میں ہے کہ فقراے مہاجرین اغنیاء سے پانچسو برس پہلے جنت میں داخل ہوں گے و لیکن یہ قیاس انبیاء پر نہیں ہو سکتا کیونکہ حساب
نصف یوم آخرت ہزار برس کے دن میں اغنیاء پر ہے اور فقراء بلا حساب اول نصف میں داخل جنت ہو جاوینگے واللہ تعالےٰ اعلم۔

بالجملہ میرے نزدیک تو سوال وارد ہی نہیں ہے کہ موت کی تمنا کیون واقع ہوئی کیونکہ یہ اختیار آخرت ہے نہ تمنائے موت فافہم۔ اور ان لوگون نے لکھا کہ بہت سے مفسرین کا یہ زعم ہے کہ انبیاء مین انھین نے موت مانگی بدلیل قول قتادہ عن ابن عباس رضؓ اور رازی رحہ نے کہا کہ مرد عاقل کی رغبت موت پر بوجوہ کثیرہ ہو سکتی ہے ایک یہ کہ مذمت دنیا کا حاصل تین وجہ پر ہے اول مشقت ایسی چیز حاصل کرنا جو تمام دنیا مع اس کے جواہرات وخزائن کے کامل نہین اس پر بھی جلد زائل ہونے والی اور اس کو خود ہر دم زوال کا خوف پس حصول کی مشقت زائد وخوشی کم اور زوال کا غم سب سے بڑھ کر۔ دوسرے یہ کہ جو حاصل ہوئی وہ ہر دم فکر وتردد سے ملی ہوئی ہے پس محنت وغم کے ساتھ خالص خوشی کا وجود محال ہے۔ تیسرے یہ کہ خلق مین سے اراذل وبے علم واحمق کو افاضل عالم عاقل سے بہت کچھ زائد حاصل ہوتا ہے خود دیکھو کہ حضرت یوسف علیہ السلام صورت وسیرت وعلم مین سب سے بڑھ کر اور ان پر ریان بن الولید بادشاہ تھا پس عاقل ان کدورات سے چھوٹ کر خالص لذات حاصل کرنے پر توجہ کریگا اور وہ آخرت کی نعمتین ہین جو اسلام پر موت سے حاصل ہوتی ہین لہذا اسلام پر موت چاہی اور صالحین سے لحوق پر اطمینان کر لیا۔ وجہ دوم یہ کہ دنیوی لذات کھانا پینا ونکاح وریاست مین منحصر ہو اول مین تمام جانور حتی گگوہ کا کیڑا مشارک وتھوک ورینٹ ودرد اور پھوڑے وغیرہ آثار وہر لذیذ غذا زبان سے اُتری وفنا ہوا اور نجاست کا دہ جو پیخانہ مین نکلا اور جسیم تیار ہوا وہ مردار دھوپ مین سڑنے کی قیمت رکھتا ہو اور نکاح وہکی لذات ونجاسات جنین خسیس جانور قوی ترین قابل بیان نہین۔ وریاسات موجب عیب ومشقت ومحض بچون کا کھلونا تو عاقل کے نزدیک مستقر ایسے انکی تحصیل سے متنفر ہو پس عیش آخرت کی طلب مستقیم تو اسلام پر موت کی تمنا اسکی آرزو ہوگی اور روایت ہو کہ میمون بن مہران ایک رات حضرت عمر بن العزیز کے پاس سوئے اس بادشاہ نے رات کو عبادت وگریہ وزاری کے بعد موت کی دعا مانگی اتنے مین میمون نے کہا کہ یہ بدعت ہے اور آپ کی زندگی مین مسلمانون کی آرام وراحت تو کہا کہ اے میمون جب حضرت یوسف علیہ السلام کو ہر طرح دولت وعیش وثروت کا استقرار ہوا تو دعا مانگی بھلا مین اس پیغمبر برحق کی اتباع نہ کرون۔ سوال ہوا کہ انبیاء کا اسلام پر مرنا متعین ہے تو بیفائدہ دعا ہوگی۔ رازی رحہ وخطیب وکرخی نے کہا کہ نفس مطمئن وسینہ کشادہ وقلب سلیم اس حالت کمال پر وفات چاہی اور یہ بات کفر کے مقابل اسلام سے زائد ہو اور مترجم کہتا ہے کہ یہ تکلف ہے بلکہ ایمان یقین ہے اور وہی اسلام ہے لیکن اسلام ادائے احکام بھی ہے اور ایمان محض یقین ہے ولہذا دعا مین ہے اللھم من احییتہ منا فاحیہ علی الاسلام یعنے حالت حیات مین وہ فرائض وواجبات وسنن ونوافل ادا کرتا ہے اور محرمات ومکروہات وچوری ورشوت وشراب خواری وغیرہ سے بچتا رہے۔ ومن توفیتہ منا فتوفہ علی الایمان۔ کیونکہ عین وقت وفات پر کوئی عمل نہین ہے اور جب یہ معلوم ہوا تو راجح ہوا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے شاید یہی دعا مانگی کہ مین اسلام وطاعات وتقوے پر عدل کے ساتھ قائم ہون اس حالت پر مجھے وفات دیجیو جیسے تو نے سابقت نعمت انعام فرمائے مین اور سیاق دلالت کرتا ہو کہ باپ سے تاویل خواب ذکر احسانات الٰہی کے سلسلہ مین یہ دعا بھی داخل ہو واللہ تعالیٰ اعلم اور آیت مین دلالت ہو کہ اسلام وایمان مین اصل مین فرق نہین ہو بلکہ عین تصدیق پر اسلام کے اعمال زائد ہین اور وہ داخل ماہیت نہین پس یہ لوگون مین ناحق اختلاف ہے کہ ایمان گھٹتا بڑھتا اور اسلام وایمان مین اتحاد نہین یا واحد ہین اور تحقیق وہی ہے جو ادپر اشارہ کیا گیا واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم۔ پھر جو جواب کہ رازی رحہ وغیرہ نے دیا کہ اسلام کامل پر وفات کی دعا ہو یہ بھی مخدوش ہے کیونکہ پیغمبر کی وفات جب بدلیل سے اسلام مقابل کفر پر ضرور ہو اسی سے ایمان کامل پر معلوم ہو اور جو لو ور حدیث سے اختیار کرے اور رعایت ادب کبریائی الٰہی بہ مقام

اسلام کے مترجم نے ذکر کیے وہ اولے ہین واللہ اعلم۔ حاصل آنکہ موت کی تمنا کرنا منع ہی اور تفصیل آتی ہی انشاء اللہ تعالے تو سوال ہوتا تھا
کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس آیت مین تمنا فرمائی ہے ولیکن یہان چار احتمال ہین جن سے فی الحال تمنا نہین معلوم ہوتی سوائے
ایک احتمال کے پس اگر تسلیم کر لیا جاوے کہ مراد تمنائے موت فی الحال ہے تو مین کہتا ہون کہ یہ کسی جزع و فزع و عدم رضا بتقدیر سے نہین
بلکہ اشتیاق لقائے صالحین ہے اور شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ شاید یہ انکی شرع مین روا ہو لیکن ہماری شرع مین نہین جائز ہی چنانچہ ثلاثیات
امام احمد مین ہے حدثنا اسمعیل بن ابراہیم حدثنا عبد العزیز بن صہیب عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا تمنین
احدکم الموت لضر نزل بہ فان کان ولا بد متمنیا فلیقل اللھم احینی ما کانت الحیوۃ خیرا لی وتوفنی اذا کانت الوفاۃ خیرا لی۔ اور یہی حدیث
صحیحین بخاری ومسلم مین بھی موجود ہے مگر کسی قدر زیادت وکمی کے ساتھ جسکو مین ترجمہ مین قوس کر کے اشارہ کرونگا ترجمہ یہ ہی کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہرگز نہ چاہیے کہ تمنا کرے کوئی تم مین موت کی بوجہ کسی ضرر کے جو اُس کو لاحق ہوا ہو (کیونکہ اگر وہ نیکوکار ہے تو
زندہ رہنے سے اسکی نیکیان بڑھینگی اور اگر برے کام کرتا ہے تو شاید توبہ سے توفیق نیکی کی ملجاوے ولیکن یون کہے) اور اگر خواہ مخواہ وہ تمنا ہی
کریگا تو یون کہے کہ اے پروردگار میرے مجھے زندہ رکھ جبتک زندگی میرے لیے بہتر ہو اور مجھے موت دیدے جب مرنا میرے حق مین بہتر ہو
مترجم کہتا ہے کہ ظاہر حدیث سے موت کی تمنا سے صرف ایسی صورت مین ممانعت ہی جب کوئی شخص کسی امر کردہ کے لاحق ہوجانے
سے موت مانگنے لگے تاکہ اس سختی سے چھوٹ جاوے اور یہ صرف قلت معرفت کا سبب ہی کیونکہ ایمان والا ضرور خوفناک ہوگا کہ دنیا مین اُسنے
رات دن بہت خطائین وافراط و تفریط کی ہے ایسا نہو کہ اس کے مواخذہ مین وہان کا عذاب اٹھانا پڑے جو نہایت سخت ہے تو یہ
مثل ہوجاوے کہ ایک بیوقوف گرمی کی دھوپ مین کھڑے ہوتے گھبرا کر بھاگا اور دالان کے تنور مین گھس گیا جس مین آگ بھری ہوئی تھی
اللھم انی اعوذ بک من عذاب جہالاتی وافراطی وتفریطی فان کل ذلک عندی وانت غافر الذنوب وارحم الراحمین۔ بالجملہ اس حکم کے
موافق تو حضرت پیغمبر خدا یوسف علیہ السلام کی دعا پر سوال نہین ہوسکتا کیونکہ انھون نے بدون نزول ضرر کے عیش و آرام وسلطنت
کی حالت مین محض شوق آخرت مین دعا مانگی تھی ولیکن امام احمد نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ہم لوگ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے آپ نے ہم لوگون کو وعظ ونصیحت ایسی فرمائی کہ ہم لوگ نہایت رقیق ہوگئے پس سعد بن ابی وقاص
رونے لگے اور بہت زیادہ رو کر کہا کہ کاش مین مرگیا ہوتا پس آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اے سعد بھلا تو میرے پاس موت کی تمنا کرتا ہے
اس بات کو تین مرتبہ فرمایا پھر فرمایا کہ اے سعد اگر تو جنت کے لیے پیدا کیا گیا ہے تو جسقدر تیری عمر دراز ہو اور تیرے کام اچھے ہون تو
وہ تیرے لیے بہتر ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ حضرت سعدؓ نے بخوف اپنی تقصیرات کے جو ہر دم دہر روز وشب عبادت مین قصور ہوتا ہے
گھبرا کر موت کی آرزو کی پس اُس شفیق امت شافع شفیع رحیم وکریم خیر الخلق رسول برحق صلعم نے نہایت لطف ولطافت سے ارشاد کیا کہ
میرے پاس بیٹھکر موت مانگتا ہی یعنی میرے پاس بیٹھنا میرا دیدار میری خدمت میری زبان سے ایک کلمہ ایک دعا تیرے حق مین تیری تمام عمر و
صد ہزار عمر سے تیرے لیے بہتر ہی پھر ایک لطیف معرفت پر تنبیہ کی کہ مخلوقات جنت و دوزخ کے لیے پہلے سے مقدر ہین پس اہل جنت کچھ کرین وہ آخری
حالت پر جنتی ہین اور اللہ تعالیٰ انکو کفر و شرک ونفاق سے پاک کر کے موت دیتا ہی اور جو شخص دوزخی ہی اسکی آخری حالت خراب دوزخی ہوتی ہی اور
اسمین اشارت ہی کہ اعمال سے کوئی دوزخی یا جنتی نہوگا بلکہ جو جنتی ہی اسکے لیے یہ اعمال علو مراتب وبے انتہا افضال حاصل ہونے کے لیے رحمت ہین اور
اہل جنت مین مراتب بیشمار ہونگے جیسے ہر ایک آدمی کی صورت دوسرے سے متفاوت ہی ایک عجیب قدرت آلہیہ سے کہ وہی ہاتھ پیر آنکھ کان ناک سر بال

[illegible]

ڈاڑھی دانت رنگ روپ اور تعداد میں جدا ہا کر ڈنگر ہر ایک دوسرے سے تمیز ہے اور اگر یہ بات آنکھوں دیکھی نہوتی تو لاکھوں اس زمانہ کے نیچر اس سے انکار کرتے۔ الغرض اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اول حدیث میں الضر سے امر شاق مکروہ عام ہے خواہ دنیا کے امور میں ہو یا آخرت کے خیال سے ہو۔ اور امام احمد نے ابوہریرہ رض سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ہرگز نہ چاہیے کہ تم میں سے کوئی موت کی تمنا کرے اور نہ دعا کرے موت آنے کی قبل ازینکہ موت خود آوے مگر اس صورت میں کہ اس نے اپنے اعمال پر وثوق کر لیا ہو (یعنی یہ تو ممکن نہیں کہ اعمال پر وثوق ہو تو ہرگز موت کی تمنا و دعا نہ کرے) کیونکہ جب تم میں سے کوئی مرا تو اس کے عمل منقطع ہو جاتے ہیں (یعنی بعد موت کے کوئی عمل نہیں کر سکتا ایسا کہ جسپر یہاں کے مثل ثواب ملے) اور مومن کو اس کے عمل سے کچھ اور نہیں ملتا سوائے بہتری کے۔ قال الشیخ تفرد بہ احمد۔ آمین بالکل موت کی تمنا و دعا کرنے سے ممانعت ہے مگر ایک طرح اجازت ہے کہ ایسے اعمال کر لیے ہوں کہ اُن پر وثوق و اعتماد ہو۔ تو میں کہتا ہوں کہ یہاں دو صورتیں ہیں اول وہ شخص ایسا ہو جسکے حق میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے کوئی تصریح ہو کہ یہ جنتی ہے اور اسکے اعمال درجہ مقدورتک ہیں اور دوم وہ شخص ایسا نہ ہو پس قسم دوم والا کس طرح جانے کہ میرے اعمال وثوق کے قابل ہیں بلکہ اسپر واجب ہے کہ ہمیشہ اپنے اعمال کی نقص و خرابی اور تضیع اوقات و کثرت معاصی و آفات کا خیال رکھے تا کہ اگر درحقیقت جو احتمال ہے کہ شاید نفس کے خطرات جنکا اُسکو خود امتیاز نہ ہوا تھا اور اخلاص میں فرق آیا تھا واقعی ایسے ہی اعمال ہیں تو اللہ تعالےٰ اپنے کرم سے اُس کو اس وجہ سے معذور فرماوے کہ یہ بیچارہ خود عاجزی سے اقرار کرتا و خائف رہتا تھا پس بخشدے ورنہ جسکو غرور و اعتماد ہوا اور یہاں نفس کا دھوکا ہے تو وہ گیا پس معلوم ہوا کہ عام ایمان والے اگرچہ ولی ہوں کبھی اپنے اعمال پر اعتماد نہیں کر سکتے ہیں تو کبھی موت کی تمنا نہیں کر سکتے بلکہ خائف اس وجہ سے ہوں کہ عذاب نہو لیکن جس وقت کہ موت آجاوے اُسوقت اپنے رب غفور رحیم کے فضل عظیم پر بھروسا کر کے اپنے آپ کو اسکے سپرد کریں اور نہایت نیک گمان رکھیں جیسا کہ صریح حدیث صحیح میں حکم ہے اور حدیث قدسی میں ہے کہ جیسا میرے بندے کا میرے ساتھ گمان ہے ویسا ہی میں اسکے ساتھ ہوں۔ پس اتنا چاہیے کہ اسی کا بندہ رہے بحکم قولہ تعالےٰ ان عبادی لیس لک علیہم سلطان پس شرک و کفر و نفاق سے پناہ مانگے۔ اب رہی قسم اول تو وہ جملہ انبیاء اور بعض صحابہ حضرت رسول اللہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور سابقین امم میں جو کوئی ہوں پس اس حدیث سے بھی حضرت یوسف علیہ السلام کی دعاء پر سوال وارد نہیں ہوتا کیونکہ انکو وحی الٰہی و نبوت سے وثوق ہوا تھا فافہم پھر شیخ ابن کثیر رح نے اس مسئلہ میں تحقیق و تفصیل اسطرح لکھی کہ ممانعت کا جو حکم احادیث بالا سے ثبوت ہوا اس صورت میں ہے کہ جب ضرر مذکور اسی شخص کے ساتھ مخصوص ہو یعنی مثلاً بیماری یا تنگی رزق وغیرہ کی کوئی مصیبت فقط اُس شخص پر ہو تو موت کی تمنا منع ہے اور جبکہ دین میں کوئی فتنہ پھیلا یعنی جیسے مترجم کے زمانہ میں بے انتہا فتنہ اکثر ملکوں میں جہاں جہاں مسلمان بستے ہیں پھیلا ہوا ہے تو لکھا کہ ایسی صورت میں موت مانگنا جائز ہے چنانچہ جب موسےٰ والے فرعون نے ساحروں کو قتل و سولی سے سخت دھمکایا کہ دین سے پھر جاویں تو انھوں نے دعا مانگی قالوا ربنا افرغ علینا صبرا و توفنا مسلمین۔ اور جیسے حضرت مریم علیہا السلام نے وضع حمل کے وقت اس خوف سے کہ لوگ امر حق میں بہتان باندھینگے اور ایمان کا ضرر ہے تو کہا۔ یالیتنی مت قبل ھذا الآیۃ چنانچہ یہی ہوا کہ یہود کہنے لگے۔ یا مریم لقد جئت شیئًا فریا یا اخت ہارون ما کان ابوک امرأ سوء و ما کانت امک بغیا الآیہ۔ پس اللہ تعالےٰ نے اپنے بندہ صالح عیسےٰ علیہ السلام کو مہد میں گویا کیا کہ میں اللہ تعالےٰ کا بندہ و رسول ہوں۔ اقول ہمیں ایک عجیب تحقیق ہے کہ بندگان صالحین ازل ہی سے صالح ہوتے ہیں انہیں سے پیغمبر لوگ سب سے افضل ہیں چنانچہ مہد میں اپنی رسالت کو بیان کیا اور یہ بھی کہا کہ مجھے میرے رب نے کتاب انجیل دی ہے اور یہ سب مقدرات ازل ہیں اور عجب کہ اسوقت کے نصرانی کچھ نہیں سمجھتے اور تقدیر سے منکر ہیں

نعوذ باللہ من الکفر والشرک والنفاق۔ اور شیخ نے لکھا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث جسکو امام احمد و ترمذی نے خواب کا حال روایت کیا ہے اس مین دعا بھی ہے اس دعا مین یہ ہے اذا اردت بقوم فتنۃ فاقبضنی الیک غیر مفتون۔ بمترجم کہتا ہے کہ مراد اس حدیث سے وہ ہی جس مین آنحضرت صلعم نے رب تبارک و تعالے کو خواب مین دیکھا اور طویل حدیث ہے آخر مین دعا سکھلائی ہے جسکا جزو یہ ہے واذا اردت الخ اور ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا کہ حسن ہے اور بعض نسخون مین حسن صحیح لکھا ہے کذا در ظاہر اصح نسخہ حسن ہے کیونکہ ابن الجوزی نے علل مین اس حدیث کے سب طریق لکھے اور سب مین کلام کیا اور دارقطنی وغیرہ کے اقوال لکھے کہ سب طرق ضعیف ہین اور بعد اسکے خود اسکو اپنی اسناد کے ساتھ مسند امام احمد سے باسناد روایت کیا اور لکھا کہ یہ اسناد حسن ہی پس ابن الجوزی رح جو بڑے متشدد ہین اس حدیث کو حسن کہتے ہین تو محتمل ہی کہ اسناد صحیح کے درجہ پر ہی بالجملہ یہ حدیث صحیح ہی اور اسمین نہایت نفیس اسرار و معارف ہین اور ابن الجوزی رح کی روایت مین یون ہی کہ واذا اردت بعبادک الفتنۃ فاقبضنی الیک غیر مفتون یعنی جب اے پروردگار تو اپنے بندون کے ساتھ فتنہ چاہے یعنی تیری مشیت و حکمت مین ہو کہ یہ لوگ راہ مستقیم چھوڑ کر فتنہ مین پڑین تو مجھے توفات دیکر اپنے پاس اُٹھا لیجیو اس حال سے کہ مین فتنہ مین پڑا ہون۔ پس معلوم ہوا کہ فتنہ مین مبتلا ہونے سے پہلے مرجانے کی دعا کرنا جائز ہی اور دیکھو کہ بعد وفات آنحضرت صلعم کے جو وقت آیا اُسوقت مقدر تھا کہ فلان وفلان قبائل عرب کے مرتد ہو کر اہین پھر مغلوب کیے جاوین پس اپنے رحیم پیغمبر کو اُسوقت سے پہلے اٹھا لیا دفیہا فوائد جمۃ ومن یستطیع ان یاتی بہا الا بتوفیق من اللہ عز وجل۔ اور شیخ نے لکھا کہ امام احمد نے باسناد خود حضرت محمود بن لبید سے مرفوع روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ دو باتین ہین جنکو آدمی ناگوار رکھتا ہی ایک تو موت حالانکہ ایمان والے کے لیے فتنہ مین پڑنے سے موت بہتر ہی اور دوسرے مال کی کمی حالانکہ مال کم ہونے سے حساب مین کمی ہوتی ہے مترجم کہتا ہی کہ اس سے بھی ظاہر ہے کہ ہر ایسی حالت و زمانہ کی گردش جس مین آدمی کو اپنی ضروری احتیاج مین فتنہ مین پڑنے کا خوف ہو وہان موت ایمان پر مانگنا بلا کراہت جائز بلکہ مستحسن ہی جبکہ کراہت نہ کرے۔ اور شیخ نے لکھا کہ حضرت سیدنا امیر المومنین علی بن ابیطالب نے اپنی خلافت کے آخر زمانہ مین جب دیکھا کہ کام دن کا بنا ؤ نہین ہوتا اور کام روز بروز بدتر ہوتا جاتا ہے تو فرمایا کہ اللھم خذنی الیک فقد سئمتھم وسأموني۔ اے میرے پروردگار مجھے اپنے پاس لے لے کہ مین نے ان لوگون کو اُکتا دیا اور اُنھون نے مجھے اُکتا دیا ہے اقول یعنے جو کچھ تیری مشیت ان لوگون کے ساتھ ہے اسی پر یہ چلنے کو چاہتے ہین تو مجھے ناگوار بوجھ سمجھتے ہین اور مین بھی ان لوگون سے ملال آگین ہوتا اور اکتاتا ہون کیونکہ اہل معرفت ہمیشہ عوام و اُنکے بُرے خیالات سے اکتاتے ہین حالانکہ آنحضرت تو سید العارفین و امیر المومنین تھے اور خبردار کہ تو روافض کو مت دیکھ کہ یہ بالکل نصرانیون کے مشابہ ہین جو دعوے کرتے ہین کہ ہم عیسائی ہین حالانکہ بالکل اُلٹے جیسے توے کی سیاہی کہے کہ مین آفتابی ہون ایسے ہی تعجب کہ رافضی کہے کہ مین شیعہ علی ہون بلکہ شیعۂ علی عارفین مومنین متبعین سنت سید المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین ہین شیخ نے کہا کہ امام محمد بن اسمٰعیل بخاری جامع صحیح کے ساتھ جب ایسا فتنہ واقع ہوا اور حاکم خراسان سے ان کے معاملات فتنہ انگیز واقع ہوئے جو کتب طبقات محدثین مین ثقہ روایات سے منضبط ہین تو بخوف فتنہ دین کے دعا مانگی کہ اللھم توفنی الیک۔ اے میرے پروردگار مجھے وفات دیکر اپنے پاس بلا لے اقول پس خرتنگ قصبہ مین فوت ہوئے اور بعض عارفین نے خواب مین دیکھا کہ حضرت سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم مغرب وعشاء کے درمیان سر راہ مع ایک جماعت صحابہ رض کے گویا منتظر ہین تو عرض کیا کہ میرے ماں باپ فدا ہون آپ یہان کس طرح ہین فرمایا کہ محمد بن اسمٰعیل کا منتظر ہون۔ رحمہ اللہ تعالےٰ رحمۃ واسعۃ۔ اور واضح ہو کہ ہمارے اصحاب حنفیہ مین سے بعض وہ لوگ جو خالی مسائل اعمال جوارح جاکر اپنی اصطلاح فقہ سے فقیہ ہو کر کسی تعصب کی مداخلت کی انھون نے اس موقع پر بخاری رحمۃ اللہ کی نسبت

جاہلانہ مسائل کا بہتان باندھا تاکہ لوگ اُسے بدگمان ہوکر حقارت کی نظر سے دیکھیں تو بقول علامہ سبکی رحمہ اللہ کے تو سب اماماں دین وعلماء مسلمین کے ساتھ عقیدت ونیک خیالات رکھ اور ایسی بدگمانیوں سے اپنی عاقبت خراب نہ کر۔ اور یہاں سے معلوم ہوا کہ بخاری رحمہ اللہ پر یہ الزام لگانا کہ موت مانگی تو یہ فقیہ نہ تھے یہ بھی چشم بصیرت اندھی ہونے کی علامت ہے اور بھلا عارف وجاہل مثل آنکھوں والے اور اندھے کے کہیں برابر ہوتے ہیں پس صواب یہ کہ ان کا اجتہاد ٹھیک تھا اور دقیق اجتہاد سے بدلائل احادیث صحیحہ انھوں نے فتنۂ دین کے وقت یہ دعا مانگی۔ اور شیخ نے لکھا کہ زمانہ خروج دجال میں ایسے ایسے ہولناک وسخت ودشوار امور ہونگے کہ دین کی سلامتی جیسے انگارے دانتوں سے چبانا سخت دشوار ہوگی تو آدمی قبر کے پاس گذریگا اور کہیگا جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ یالیتنی مکانک کلش میں تیری جگہ ہوتا یعنی اس قبر کا مدفون میں ہوتا تو بہت اچھا تھا۔ مترجم کہتا ہے کہ اب تو وہی زمانہ پھیلا ہوا نظر آتا ہے الٰہی تو قادر قوی وارحم الراحمین اور تجھی سے سب بھلائی کی اس بندہ کو آرزو ہے پھر شیخ نے ختم کیا یہ لکھکر کہ ابن جریر رح نے کہا کہ بیان کیا گیا ہے کہ اولاد یعقوب جنھوں نے یوسف کے ساتھ (اور والد بزرگ کے ساتھ) کیا جو کیا تھا انکے واسطے انکے والد حضرت یعقوب علیہ السلام نے استغفار کیا تو اللہ تعالے نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور عفو کرکے ان کی خطیات کو بخشدیا قال المترجم بیشک میرا رب غفور رحیم ہے اور میں نے اوپر اشارہ کیا ہے کہ گیارہ ستاروں سے ان کی تعبیر ایسی چیز ہے کہ انبیا میں اور وے سب ایک حال پر ہوگئے ہیں تو بعد اُس کے کسی شخص کو مجال نہیں ہے کہ اُن پر فاسق وفاجر وکذاب وغیرہ بدزبانی کے الفاظ روا رکھے۔ ف فی العرائس قولہ رب قد آتیتنی من الملک الآیہ۔ سب عزیز واقارب سے اور تمام دنیا وفیہا سے منھ موڑ کر حضرت یوسف علیہ السلام اپنے رب تبارک وتعالے کی طرف رجوع لائے اور کہا کہ رب قد آتیتنی من الملک۔ وزارت مصر نہیں کہا بلکہ باشارت سلطنت نبوت وغلبہ وتسلط بقلوب مومنین وصفات ملکوتیہ سب کو شامل رکھا اگرچہ حقائق کلام ایسے معانی نورانی کو محتوی ہے کہ بطون تک رسائی دشوار ورنہ بیان دشوار ورنہ کون ہے جسکے لیے بیان ہو اور عارف خود عارف ہے اور تاویل الاحادیث مشاہدۂ آیات ومعرفت سب کو شامل ہے پھر ہر چیز کو ہیچ کرکے عظیم قدرت وعجائب صنعت الٰہیہ کی طرف رجوع لائے بقولہ فاطر السموات والارض۔ پھر اپنی مخلوق ہونے سے جناب باری تعالے کے افضال ورحمت پر کامل بھروسا کیا بقولہ انت ولیی فی الدنیا والآخرۃ۔ پس دنیاوی انعام ومعارف اُخروی سلطنت ودیدار عیان کے آرزو پوری کی اور کہا کہ توفنی مسلماً والحقنی بالصالحین۔ اقول پس وفات تمام مخلوقات سے گم ہوجانا اور گم ہوکر مسلم نکلنا اور وہ اسطرح کہ وجہت وجہی للذی فطر السموات الآیہ۔ پس خالی گم تو احمق ہوکر جہنم میں جانا ہے اسی واسطے کافر کو مردہ سے تشبیہ دی گئی کیونکہ عالم کے آیات آفاق والنفس سے بھی گم ہے تو معرفت حق تعالے سے جاہل اور وہی کافر ہے کیونکہ تمام عالم مشاہد وآیات وجود حضرت خلاق علیم ہے پس محض متوفی وگم شدہ ایک مردہ دیوانہ ہے اور مسلم متوفی عارف ہے لہذا وہ سب سے زیادہ عاقل ہوتا ہے اور نظر اسکی نور ظہور قدرت ہے اسی واسطے فراست مومن کو ناظر بنور حق فرمایا ہے اور شیخ رح نے کہا کہ وفات سے غیبوبت تمام حادثات ومخلوقات سے انوار الوہیت وجلال ابدیت میں چاہی کہ مجھ سے مجھ کو حق میں فنا کردے کہ میں تجھ میں نہ رہوں اور تو میرے لیے رہ جاوے پس بقا تجھی کو ہے اور انھیں صالحین میں داخل کردے جو ایسے ہیں مترجم کہتا ہے کہ عارف بحر العلوم نے شرح مثنوی میں شیخ ابن العربی ودیگر ائمہ سے نقل کیا کہ مخلوق کوئی ہو فانی ہوکر باقی ہونے سے یہ مطلب نہیں ہوتا کہ کوئی ممکن مرتبہ واجب کو پہونچے بلکہ مخلوق اپنے حال پر مخلوق ہے مگر بقا اسکو بذات باقی عزوجل ہے اقول یعنی مثال اسکی قطرہ ودریا کی جہالت پر مبنی ہے جس سے عوام دھوکا کھاتے ہیں اور نوبت انکے کفر تک بلکہ بدتر پہونچ جاتی ہے اور یہ بڑا سخت فتنہ پھیل گیا ہے اور حق عزوجل پاک ہے کہ

Marfat.com

کوئی مخلوق اُس سے ملجاوے جیسے قطرہ دریا مین بلکہ اصل اُس کی حدیث صحیح نوافل ہے جو بارہا گذر چکی اور عوام کو نہین چاہیے کہ اس مین قیاس
لگاوین بلکہ اتنا جان سکتے ہین کہ یاد حق مین خصوص تجلی ظہور مین خود فراموش ہوتے ہین پس جو کچھ حرکات ان کی ہوتی ہین سب قدرت الٰہیہ مین
سننا و بیٹھنا و پکڑنا و چلنا و دیکھنا جیسے بعض نے کہا کہ ؎ تو خود حجاب خودی حافظ از میان برخیز۔ اور دوسرے نے فرمایا ؎ احدا
تا گم نہ گردی راہ نیست۔ یہ معنے فنا کے ہین جہان تک ہمارے خیالات کفر مین نہ جا پڑین اور ان خیالات سے کیا فائدہ ہے اپنے آپ کو
آراستہ کرو تو جس منزلت پر رب کریم ہو پہنچاوے خود احسان ہے ورنہ ان خیالات سے کوئی فائدہ نہین ہے اور خطرہ و خوف اسقدر زیادہ
کہ کفر تک نوبت پہونچتی ہے تو عوام کو اس سے قطعی پرہیز واجب ہے واللہ تعالےٰ اعلم سہل رحمہ اللہ نے کہا کہ یہان تین باتین ہین سوال ضرورت
اظہار فقر۔ اکتساب فرض۔ اور کہا کہ مین نے لطیف و رحیم کو مسلم ہو کر بلا تدبیر و رجوع با سباب سپرد کیا۔ دینوری نے کہا کہ صالحین وہ
لوگ جو صلاحیت ولیاقت دیے گیے واسطے حضوری کے اور اس سے خلقی ذہنی رعونت و بشریت ساقط کی گئی ہے۔ ابو سعید القرشی رح
نے کہا کہ قولہ توفنی مسلما۔ ایسے شخص کا کلام ہوگا جو مشتاق ہو کر سوائے حق عزوجل کے کسی سے مانوس نہو۔ استاد رح نے کہا کہ پہلے تعریف
الٰہی کو دعا پر مقدم کیا اور اہل ایمان کا یہی شیوہ ہے اور قولہ انت ولیی فی الدنیا والآخرۃ مین بیان ہے کہ سر باطنی جملہ مخلوق سے منقطع
ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اس آیت کا تعلق ماسبق سے ایک لطافت کیساتھ ہے یعنی اول آیت مین اللہ تعالےٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام سے
چند امور کا شکرانہ یاد دلایا از انجملہ قید محنت سے رہائی اور سلطنت پر رسائی اور بھائیون و والدین کی یکجائی پس قید خانہ سے تو انقطاع
تعلق بسبب کراہت کے ظاہر ہوا اور باقی چیزون سے بسبب پسندیدگی کے قلب کا تعلق ظاہر ہوا حالانکہ کمال ایمان زہد ہے کہ دنیا
وما فیہا کی کسی چیز سے تعلق خاطر نہو پس اس آیت سے حضرت یوسف علیہ السلام کا باطنی حال ظاہر فرمایا کہ ان چیزون کو وہ پیغمبر
صدیق بطور انعام الٰہی کے دیکھتا اور شکر کرتا تھا مگر تعلق اسکو کسی چیز سے نہ تھا سوائے حق تعالےٰ عزوجل کے حتیٰ کہ اُس نے ان سب کو
چھوڑ دینے کے لیے دعا فرمائی اور جنت و جوار رب العالمین مین جانے کی صریح تمنا کی پس جو لوگ کمال ایمان سے متصف ہوتے ہین
وہ ہر فرد بشر کے حقوق نہایت رحمت و شفقت سے ادا کرتے ہین گویا ان کو ان چیزون سے کمال تعلق ہے مگر باطن ان کا مرتبطکسی چیز
سے نہین ہوتا اور خالص اللہ تعالےٰ کے لیے ہوتا ہے اور قلب کے کمال مین نفس و اعضاء انسانی ایسے دشمن ہو جاتے ہین کہ تن بدن انسان
کو قید خانہ تہمت اغیار و شہوات ہو جاتا ہے اور قریب ہے کہ وہ مار ڈالین بسبب شدت تکلیف صبر کے اور اصل مادہ سے جدا ہو جاتے
ہین واللہ اعلم کہ عقل و روح کی مساعدت مین تزلزل ہوتا ہے ولیکن بعد تکمیل کے جب قلب پر تخت سلطنت سے جلوس ہوتا ہے تو
یہ سب چیزین بصفت اتحاد و اطمینان اس کے متوافق و مساعد ہوتی ہین حتیٰ کہ ہر ایک عضو اپنے اپنے کار طاعت مین بلا مشقت مصروف
ہوتا ہے اور روح اُس شکنجہ سے رہا ہو کر فارغ ہوتی ہے گویا علٰحدہ ہے اور یہین سے کہا گیا کہ انکی ارواح انکی اجساد ہوتی ہین اور جسم ایک پردہ
سے زیادہ نہین ہوتا پس وہ وقت کسی چیز کے تعلق کا نہین ہوتا بلکہ اللہ تعالےٰ بندہ کا متولی امور ہوتا ہے جیسا کہ حدیث النوافل مین ہے جب چاہا انکی
روح کو منتقل فرمایا اور وہ ایک بے انتہا ملک قدس مین بے انتہا نعمتون و انعام سے سرفراز ہوتی ہے سبحان من لا انقضاء لملکہ ولا ادراک لصنعہ
وہو العلیم الحکیم۔ شیخ نے کہا کہ استاد رح نے فرمایا کہ آنحضرت علیہ السلام کو دنیا کے حال سے معلوم ہوا کہ ہر کمال کو زوال ہے اول جیسے آنحضرت
علیہ السلام کے ناقہ کے دوڑ مین پچھڑ جانے کے وقت آپ نے فرمایا تھا کہ ہر چیز مرفوع کو اللہ تعالےٰ پست فرماتا ہے) پس آنحضرت نے وفات
اس دار فانی سے طلب فرمائی اور کہا کہ خلوص کے نشانات مین سے بیان کیا جاتا ہے کہ عیش و عافیت کے وقت اشتیاق سے موت کی تمنا کرے

Marfat.com

جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے جب کنوئین مین ڈالے گئے تو موت نہ مانگی اور جب قید خانہ کی مصیبت مین پڑے رہے تو کبھی وفات نچاہی اور جب سلطنت پر قائم ہوئے اور ہر طرح انکے امور نہایت ٹھیک ہوگئے اور بھائیون نے انکو سجدہ کیا اور تخت پر ان باپ کے ساتھ خوش بیٹھے تو کہا کہ توفنی مسلما پس صریح ہے کہ مشتاق لقاے حضرت الٰہی جل شانہ تھے۔ یہانتک یہ نہایت نفیس قصہ جسکی تفسیر دنیا کی ابتداے پیدائش انسانی سے ودرمیانی کمالات ظاہری واعلی تکمیل باطنی وحصول سلطنت آخرت کی صلاحیت مع احتراز از وساوس نفس وچاہ ضلالت وقید خانۂ شہوات ودیگر موانع ہے تمام ہوا غور سے دیکھو یہ احسن القصص ہے یقین کرو کہ اسپر عمل کرنے سے تم سلطان دنیا وآخرت ہوجاؤگے اے اللہ پاک ہمارے تم کو سمجھ وتوفیق عطا فرما وے۔ آگے حق تعالے نے بیان فرمایا کہ وہ بندہ پاک جو محض امی ہے جب اس نے یہ احسن القصص جسکی حکمتون کی انتہا کوئی عقیل نہین جان سکتا ہے اسطرح صاف صاف واقعہ بیان فرمایا گویا آنکھون دیکھا ہے تو بیشک وہ رسول الٰہی وپیغمبر برحق ہے جس نے خالص وحی صادق سے بیان کیا اور وحی کو پڑھ دیا ولیکن جو لوگ اندھے ہوکر آیات الٰہی پر کچھ غور نہین کرتے اور بے ایمان مرتے ہین انکو نفع نہوگا اور اللہ تعالے ہدایت راہ مستقیم فرماتا ہے بقولہ۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَهُمْ

یہ سب غیب کی خبرون مین سے ہے جسکو وحی بھیجتے ہین ہم تیری جانب سے اور تو نہین تھا انکے نزدیک جب وے گانٹھتے تھے اپنا مشورہ کار کا درحالیکہ وے

يَمْكُرُوْنَ ۝ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ

مکر کر رہے تھے اور کبھی نہین ہونگے بہتیرے آدمی اگرچہ تو حرص کیا کرے ایمان لانے والے اور نہین مانگتا ہے تو انسے اسپر کچھ اجرت

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ ع ۱۱ ۵

یہ نہین ہے مگر نصیحت سب عالم والون کے لیے اور بہتیری نشانیان ہین آسمانون مین اور زمین مین جنپر وے گذرتے جاتے ہین مگر وے

عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ۝ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ۝ اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ

ان نشانیون سے منھ موڑے ہین اور نہین ایمان لاتے بہتیرے انمین کے اللہ پر مگر اسطرح کہ وے شرک کرتے رہتے ہین کیا اسے نڈر ہوگئے اس بات سے

تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝

کہ آجاوے انپر چھا جانے والا اللہ کے عذاب مین سے یا آجاوے انپر قیامت اچانک اس حال مین کہ انکو کچھ آہٹ نہ معلوم ہو

ذٰلِكَ یہ قصہ جو پیغمبرون کا واقعہ عمدہ طریقۂ زندگی دنیاوی ونفس کی تکمیل ونمونۂ عجائب علوم آلٰہیہ کا بیان ہے اور ہزارون برس پہلے کا حال جس کا لوگون مین تذکرہ بھی باقی نہین رہا صرف خاص خاص تواریخ مین مخصوص ایک قوم بنی اسرائیل کے پاس مخزون ہے۔ حتی کہ یہود نے یہ خیال کر کے کہ اگر محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم قصہ موسیٰؑ سے وفرعون یا صالحؑ وہودؑ عوام کی شہرت پر بیان کرتے ہون تو اس قصہ سے قطعی عاجز ہون گے کہ عرب نے کبھی سنا بھی نہین اور نہ ان مین علم اور نہ تواریخ کا کبھی نام جانا صرف شاعری وگنوارون کی حرکات وکشت وخون کے عادی تھے رات دن ان کا یہی کام تھا حتی کہ اپنے دادا حضرت اسمٰعیل وابراہیم اور ان کے چال چلن سے بھی واقف نہ تھے جیسے اکثر گانون کے شیخ۔ سید کہ اپنے آپ کو شیخ یا سید بڑے دعوے سے کہینگے مگر یہ بھی نہین جانتے کہ شیخ کسکو کہتے ہین اور اگر صدیقی یا فاروقی سن لیا تو اس کے معنے سے بالکل واقف نہین جب یہ حال عرب کا تھا تو یہودیون نے قطعی سمجھ لیا تھا کہ قریش کو کہلا بھیجین وہ محمد صلعم سے یہ قصہ دریافت کرین تو ضرور عاجز ہوجاوینگے مگر اللہ تعالے نے اُن کے کفر کی ناک

Marfat.com

خاک آلود کی اور اپنے پیغمبر صادق محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر وحی سے نازل فرمایا اور ایسی حکمت بالغہ کے ساتھ کہ یہودیون و دیگر کافرون کا شرمندہ ہونا یا راہ شیطان چھوڑ کر ایمان سے فیضیاب ہونا تو اس کا ایک ادنی فائدہ رہا اور نہایت اعلی علوم و اسرار جو صالحین اہل جنت کے لیے اس مین مندرج فرمائے وہ اہل ایمان کے نزدیک نہایت بڑا فضل آلہی ہے جسکا شکر ادا نہین ہوسکتا اسی واسطے حق تعالے نے فرمایا کہ ذلک یعنی احسن القصص بیان جو اوپر مذکور ہوا۔ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ غیب کے اخبار مین سے ہے نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ اس کو ہم وحی فرماتے ہین تیری طرف۔ اور بعض دیگر قصص مین فرمایا۔ ماکنت تعلمہا انت ولا قومک من قبل ہذا۔ تو نہین جانتا تھا اسکو وحی سے پہلے نہ تو اور نہ تیری قوم۔ اور یہ اب قطعی دلیل ہے کہ قوم مین سے کوئی بشر واقف نہ تھا کیونکہ برملا اُن سے کہا گیا تھا تو اگر کوئی واقف ہوتا تو جھٹلاتے حالانکہ تمام ملک عرب نے اس بات مین کچھ بھی نہین جھٹلایا اور تسلیم کیا کہ کوئی ہم مین سے نہ جانتا تھا پس اس زمانہ مین جو بعضے جاہل ملحد بہتان باندھتے ہین کہ ورقہ بن نوفل وغیرہ سے سن لیتے تھے محض ان ملحدون کی جھوٹ و بیوقوفی کی تقریر ہے کیونکہ قرآن مجید جب سے نازل ہوا اسوقت تک متواتر چلا آتا ہے اور لاکھون کروڑون عرب و یہود و نصاریٰ اسکے دشمن تھے تو اگر کوئی بات خلاف واقع اسوقت ہوتی تو کروڑون معترض برابر اسی طرح نقل کرتے حالانکہ یہان ایک بھی معترض نہین ہوا کہ یہ جھوٹ ہے فلان شخص جانتا تھا یا عرب کہتے کہ فلان سے تو نے سنا ہے حالانکہ کمال حیرت سے اپنے خیالات کے موافق کہتے کہ کوئی جن سکھلاتا ہے تو وہ لوگ یہ اعتراض نہ کرتے کہ فلان آدمی جانتا اور تم اس سے سیکھتے ہو جو اسوقت کے ملحد نے بالکل انصاف میٹ کے بالکل عقل و نقل کے خلاف بہتان باندھا اور اس کا بہتان ایسا ہے جیسے کوئی کہے کہ حضرت عیسیٰ تو کبھی پیدا نہین ہوا محض فرضی بات ہے اور تمام متواتر خبر کو جھٹلا دے تو سوائے اسکے کہ وہ بالکل شریر بے انصاف جاہل ہے اور کیا کہا جاوے پس سچ بات یہ ہے کہ جو خبر متواتر ہو اسکا ثبوت قطعی ہے اور کوئی انکار نہین کرسکتا اور اسی دلیل سے ہم کہتے ہین کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے مدینہ کے یہودی اپنے دشمنون پر آپ کے نام کی برکت سے فتح مانگا کرتے تھے کما قال تعالے وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاءہم ما عرفوا کفروا بہ الآیہ۔ تو توریت مین صریح آپ کے فضائل و کمالات و معارف و نشانات سب موجود تھے اور انھون نے تحریف کرکے اصل کو ضائع کردیا۔ کیونکہ اُن کے منہ پر فرمادیا گیا کہ جھوٹون پر اللہ تعالے کی لعنت ہے تم لوگ پہلے تو محمد کے نام و برکت سے کافرون پر فتح مانگتے تھے اور اب اس سے کفر کرتے ہو۔ پس اگر ایسا نہوتا تو وے لوگ اُلٹا جھٹلاتے اور بڑے زور شور سے نعرہ کرتے کہ ہم پر بہتان جھوٹ باندھا جاتا ہے تو یہ کتاب کیونکر وحی ہوگی۔ حالانکہ اُنھون نے اس بات سے کچھ بھی انکار نہ کیا اور یہ کہا کہ ہان مگر وہ دوسرا ہوگا تمھاری شناخت اس سے نہین ملتی پھر کہنے لگے کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی نہ ہوگا پھر اگر کوئی شخص ناانصافی سے مدعی ہو کہ ان مین سے کسی نے انکار کیا تو وہ بھی کروڑون کی زبانی متواتر ثابت کرے جیسے ہم متواتر ثابت کرتے ہین ورنہ اگر چند اوراق مین لکھ دیوے اور کہے کہ اُسے زمانہ کا انکار ہے تو وہ فریبی جھوٹا ہے یہ متواتر کہان ہوا اور کروڑون دشمن موجود تھے تو انکار چھپا ہوا نہین رہ سکتا اور متواتر کے یہی معنی ہین کہ سب کو اسکا علم ہو اور یہان تو انکار کرنے والا ایک بھی معلوم نہین ہوا۔ اسی طرح قصۂ یوسف علیہ السلام قوم عرب مین سے کسی کو معلوم نہ تھا اور کسی سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نہین سُنا اور یہ بالیقین متواتر ثابت ہے تو ظاہر ہوگیا جو اللہ تعالے نے فرمایا کہ ذلک من انباء الغیب۔ یہ قصہ اخبار غیب مین سے ہے۔ یعنی ایسے واقعہ کو تو نہایت صحیح و صاف بیان فرماتا ہے جو تجھ سے غائب تھا۔ نوحیہ الیک۔ ہم اسکو تجھے وحی کرتے ہین کیونکہ باعلان سب جانتے ہین کہ نہ تو پڑھا لکھا اور نہ تو نے کسی سے سُنا اور نہ تیری قوم مین کوئی واقف تو ضرور ہم تجھے وحی فرماتے ہین ستر ہم کہتا ہے کہ اگر کسی سے سنکر بیان کرتے اور یہ دعویٰ

کرتے کہ مین وحی الٰہی سے غیب کی خبر بیان کرتا ہون تو کسقدر فضیحت و شرمندگی کی بات ہوتی پھر ذرا تامل سے دیکھنے والا شیطانی وسوسہ
سے الگ ہو کر انصاف کریگا کہ اول مدعی نبوت تو وہ ہو جس سے سُنا علاوہ ازین بیان ایسے بلیغ معجز طریقہ سے کہ ہر ظاہری بات مین بکثرت
اسرار جو آدمی کی دنیاوی زندگی حالات سے آخرت تک کے خطرات نفس و وساوس جو کچھ اس راہ مستقیم مین پیش آتے ہین سب کا اشارہ و
اس کے علاج سند نع ہین یہ سوائے عالم الغیب کے کون جانتا ہے اور مین علماء اسلام سے کہتا ہون کہ راہ مستقیم پر ثابت قدم ہونے
سے نور معرفت کے اُچک لینے والی چیزین جو تم کو مختلف اوقات و حالات مین پیش آتی ہین تم نے خواب دیکھا کہ قرآن پاک مین یہ عیب
اور اس کا علاج کیسے معجزہ سے موجود ہے تو تم خوب جانتے ہو کہ کلام الٰہی جو معجز ہے اور نظم و معنے ہر طرح معجز ہے اس کا بڑا معجزہ تو
یہ علم غیب ہے جس سے وہی واقف ہو سکتا ہے جسکو اللہ تعالے نے اپنے فضل و ہدایت سے آنکھین عطا فرمائین اور کافرون کو عاجز کرنے
کے لیے بلاغت کلام نہایت کافی ہو کہ اگر ازل سے ابد تک کوئی عمر پاوے اور تمام درختون کے قلم بنا کر سمندرون کی دوات سے مشق کرے
تو قسم اس ذات پاک کی جسکے قبضۂ قدرت مین میری جان ہو کہ کبھی اس نظم کے مثل نہ لاوے اگرچہ سب آپس مین مددگار بنجاوین یہ تو انکا حال
ہو جو فصیح عرب ہون پھر نصرانی و یہودی جنکو زبان سمجھنے کی بھی لیاقت نہین دے بلاغت سے کیونکر اور کس مُنھ سے بحث کرتے ہین اور یہان تو نظم
معجزہ حسی اور معانی معجزہ معنوی ایک سے ایک اعلٰی ہے اسی واسطے حدیث صحیح مین ہے کہ مجھے اُمید ہو کہ قیامت کے روز حقیقی ایمان والے
میرے ساتھ مین بہت ہون گے بہ نسبت دوسرے انبیاء کے کیونکہ ہر پیغمبر کو ایسا معجزہ دیا گیا کہ اس کے مثل پر بشر ایمان لایا دیسے محسوس
بادراک حسی واللہ اعلم اور مین جو دیا گیا وہ وحی ہے کہ اللہ تعالے نے مجھے وحی فرمایا ہے۔ حق تعالے نے ان پر منکرون کو تنبیہ کرنے کے
لیے فرمایا۔ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ تو نہین تھا ان لوگون کے پاس اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ جب انھون نے اپنے مشورہ پر اتفاق کیا تھا یعنے
برادران یوسف علیہ السلام نے قتل وغیرہ اختلاف کے بعد اتفاق کیا کہ کنوین مین ڈالین۔ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ اور ان کی حالت یہ تھی کہ
مکر گانٹھتے تھے۔ باپ سے جنگل کے سیر کرانے کے بہانے لاوین اور جُبّ مین ڈالین جو ایسا کنوان ہے کہ اس مین کول مین جگہ بنی ہے کہ جو
گرنے ڈوب نہ جاوے بلکہ کول مین رہے اگرچہ کچھ چوٹ آوے تو یوسف جب خود اُتار دیا جاوے تو چوٹ بھی نہ آوے گی وہان
رہیگا کوئی مسافر نکال لے جائیگا جب تک نہ لے جاوے تب تک کھانا پہونچا دیا کرنا۔ مراد یہ کہ ان کے پاس مشورہ مین شریک
نہ تھا تو ضرور تو نے ہماری وحی سے بتلایا اور اس مین منکرون پر تعریض ہے کہ کیسے مضطرب الحواس ہین خوب جانتے ہین کہ ٹھیک خبر دینا
یا تو مشاہدہ سے ہو یا علم تواریخ وغیرہ سے خوب جانتے ہین کہ قوم مین نہ کوئی واقف نہ تاریخ اور خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم محض اُمی
تو پھر کیا یہ سمجھتے ہین کہ تو ان کے پاس موجود تھا جو وحی پر ایمان نہین لاتے ہین کیونکہ یہ تو صاف معلوم ہے کہ تو وہان نہ تھا اور اس سے زیادہ
اُن کو یہ صریح ثابت کہ نہ تو نے تاریخ دیکھی اور نہ کسی سے سیکھا پھر شیطان اُن کو بہکاتا ہے کہ جن سکھلاتا ہے۔ ان پر لازم ہے کہ احسن
القصص و اُس کی شان دیکھین اور مانین کہ نہین بلکہ فرشتہ اللہ تعالے کی طرف سے وحی لاتا ہے۔ آنحضرت صلعم نہایت شفقت سے
حرص کرتے کہ لوگ ایمان پر ہو جاوین اور صحیح مین ہے کہ ایک نے آگ روشن کی رات مین تو کیڑے پتنگون نے اُس مین گرنا شروع کیا
وہ ہر چند ہٹاتا اور دفع کرتا ہے گروے اسپر زور کر کے گرے پڑتے ہین اسی طرح میرا حال ہے کہ مین تمہاری کمرین پکڑ کے تمکو دوزخ
مین گرنے سے روکتا ہون گر تم سرکشی سے اسمین گرے پڑتے ہو۔ اور واضح ہو کہ عرب مین دستور تھا کہ جب قوم پر کوئی دشمن وغیرہ کے ناگاہ ہجوم کا
سخت خوف کسی کو معلوم ہو جاتا تو وہ ننگا ہو کر چلاتا پس قوم سب آگاہ ہو کر راتی رات بندوبست کر لیتے تھے پس حدیث صحیح مین ہے

مقابلہ کے لیے ایک آیت بھی نہ بن سکی تو اس زمانہ مین کسی کا دعوی کرنا کہ مین اسکے مثل بنا سکتا ہون اکمل دعوی باطل ہو ۱۲ سید جعفر علی نگینوی مہتمم

کہ جس قوم کو اس کے نذیر نے آگاہ کیا سب لوگ مختلف ہوئے بعض نے اس کو سچ مانا اور اپنے کو بچایا تو عافیت مین رہے اور بعض نے جھٹلایا تو ناگاہ ہجوم دشمن سے خواری و ہلاکت مین پڑے یون ہی مین تمہارے لیے نذیر عریان ہون (اشارہ کیا کہ مجھ ذرا بے تعلق ہون تم سے کچھ نہین چاہتا خالص شفقت سے تم کو نصیحت کرتا ہون) پس مین تمہین آگاہ کرتا ہون کہ تمہارے سامنے عذاب شدید ہے بچو بچو۔ یون ہی بہت احادیث مین کہ آپ نے نہایت کرم اور کمال شفقت سے قیامت تک والون کو خلوص نیت سے نصیحت فرمائی ہے اور آپ کے اخلاص کا عظیم ثواب آپ کے واسطے اللہ تعالےٰ کی طرف سے رضوان اکبر حاصل ہے اب رہے لوگ تو مبارکباد اسکو جس نے نصیحت بدل و جان قبول کی اور راہ پائی اور وہ ثواب و راحت ملک آخرت حاصل کی جسکے واسطے یوسف علیہ السلام نے سلطنت ہیچ بلکہ قیدخانہ دیکھکر اُس کی آرزو مین دعا مانگی اور بلا کی دربادی اُس کی جواپنے زمانہ کے پیغمبر آخر الزمان صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لایا اور مفت و خالص نصیحت و شفقت کو نہ سُنا پس وہ قطعی جہنمی ہے انہین کو انکے خالق عز وجل نے فرمایا۔ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ اے ما اکثر الناس بمومنین ولو حرصت علی ایمانہم۔ اور نہین ہونے والے بہتیرے آدمی مومن اگرچہ تو حرص کرے کہ کسی طرح ایمان والے ہوکر عذاب آلٰہی سے بچین اور رحمت مین داخل ہون۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام اس عذاب کو دیکھتے ہین اور قاعدہ ہی کہ جو شخص کسی مجرم کی سزا کو آنکھون سے دیکھے کہ اسپر بید مارے جاتے ہین اور وہ بےبس بندھا ہوا ہر بار کی چوٹ پر نالہ و فریاد کرتا ہی اور اُس کی آل و اولاد اس کیفیت کو دیکھتے اور روتے ہین اور اس کے ماں باپ نہایت تڑپ رہے ہین اور بید کا خاتمہ نہ ہوا تھا کہ اسکے لیے پھانسی پر چڑھانے کا حکم ہوا تو کیسا ہی دشمن ہو اسپر ترس کرکے چاہیگا کہ یہ بچ جاوے پھر اگر کوئی دوسرا بھی اسی مجرم کی حرکتین کرنے لگا تو جس نے پہلے کی سزا دیکھی ہے وہ کسقدر کوشش کرے گا کہ یہ نہ کرے اور ہر چند کہ سمجھانے مین چاہے یہ بدکار سختی سے پیش آوے اور حدیث صحیح مین ہے کہ اگلے انبیاء مین سے بعضے ایسے تھے کہ اُن کے سمجھانے پر اُن کی قوم ناہنجار اُن کو پتھر و ن دانتون سے زخمی کرتے کہ خون جاری ہوتا پس وہ خون پونچھتے جاتے اور کہتے جاتے کہ اے میرے پروردگار میری قوم کو بخشدے کیونکہ یہ لوگ جانتے نہین ہین یہ کمال شفقت ہے۔ یہان تک تو انکا امکان تھا پھر اگر اسی طرح انجان مرگئے تو پیغمبر کے قابو سے باہر ہوئے اور حق تعالےٰ فرماتا ہے کہ جنھون نے میرے ساتھ شرک کیا انکو نہین بخشونگا اور فرمایا ویجعل الرجس علی الذین لا یعقلون۔ یعنے عذاب سخت اللہ تعالےٰ اُن پر ڈالتا ہے جن مین سمجھ نہین ہے یعنے نورانی عقل سے معرفت نہین ہی اسی واسطے کمال شفقت سے پیغمبر چاہتے ہین کہ قبل موت کے ایمان لاوین ولیکن بہتیرے اسقدر کفر پر اڑے ہوئے عقل کے دشمن بنجاتے ہین کہ عناد سے کفر پر مصمم رہتے اور کتنے ہی معجزات دکھلائے جاوین وہ ہرگز نہین مانتے ہین۔ آیت کریمہ مین اشارہ ہے کہ دنیا مین کفر کرنے والے اکثر ہون گے اور اقل مومنین ہون گے وقد قال تعالےٰ وقلیل من عبادی الشکور۔ اور ہر پیغمبر کے ساتھ بہت کم ایمان والے رہے ہین اور حدیث صحیح مین ہے کہ قیامت مین بعض پیغمبر کے ساتھ دو ایک اور بعض کے ساتھ کوئی بھی نہ ہوگا۔ وَمَا تَسْئَلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اور نہین مانگتا تو ان لوگون سے اس نصیحت پر کچھ مال مزدوری۔ یعنے اگر تو ان لوگون سے قرآن و موعظت پر کچھ مال طلب کرتا تو انکو ایک وہم ہوتا کہ اپنی دنیاوی غرض کے لیے ایسا کرتے ہین تو نے دنیا بالکل چھوڑ دی اور جسقدر خزائن و اموال آتے ہین سب لوگون پر تقسیم کر دیتا ہے حدیث صحیح مین ہے کہ آنحضرت صلعم اپنے پاس ایک درم نہین رکھتے تھے اور کبھی دونون وقت تہائی پیٹ بھر کے نہین کھایا اور باوجود اموال غنیمت و عشر و خراج کے کبھی فرش سونے کا اونے ہم لوگون کے مثل نہین بنایا پس قطعی ظاہر ہو کہ یہ قرآن جسکے آداب و اخلاق نہایت نفیس اعلےٰ درجہ کے ہین

Marfat.com

خالص نصیحت محض لوگون کی تہذیب وشائستگی آخرت کے لیے تھا کما قال تعالے۔ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِکْرٌ نہین ہے یہ قرآن مگر نصیحت و وعظ لِلْعٰلَمِیْنَ تمام عالمین کے لیے۔ کسی شخص کی خصوصیت یا کسی قوم کی خصوصیت نہین ہے اس مین امریکہ وترک وفرنگ وروس ومصر وفارس وہند ویورپ والیشیا سب مثل عرب کے مین سب کا استحقاق برابر ہے بخلاف دیگر کتب سماوی کے انکا پیغمبر ایک قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا حتی کہ توریت وانجیل بھی فقط اولاد حضرت یعقوب ؑ کے لیے تھی ولیکن آنحضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت گورے کالے سب کی طرف یکسان ہے۔ لوگون کو چاہیے کہ دشمن بنکر نہین بلکہ انصاف کی نظر سے تمام قرآن مجید کو دیکھین اور اپنے آغاز وانجام اور پیدائش وموت ودنیا کی آرائش وفنا اور آخرت کی نعمت ولقا اور اللہ تعالے کی پاک صفات واسکی نشانیان وعلامات عقل کی آنکھون سے دیکھین غافل نہون اور پروردگار رب العزۃ ان لوگون کی غفلت سے انکو بیدار فرماتا ہے بقولہ وَکَاَیِّنْ مِّنْ اٰیَةٍ اور بہتیری نشانیان ہین۔ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آسمانون وزمین مین۔ یَمُرُّوْنَ عَلَیْهَا کہ یہ لوگ انپر سے گذرتے چلے جاتے ہین کچھ غور وفکر نہین کرتے وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ اور وے ان نشانیون سے منھ موڑے ہوئے ہین یعنی آسمانون مین کواکب وسیارات وافلاک مدورات وشمس وقمر مسخرات ہین اور زمین مین قطع متجاورات کوئی شیرین میوہ اگانے والی اور بعض کھیتی اگانے والی اور بعض ریتلی اور بعض شورسنجات ہین بعضے حدائق وجنات اور کہین جبال راسیات اور تمام زمین کو محیط بحار زاخرات ہین اور حیوانات ونباتات وجمادات عجائب مخلوقات احیاء واموات ہین پس یہ لوگ اگر ان کو دیکھتے ہین تو اپنے اکل ومشروبات ودیگر ہوسات فلزات وجواہرات کے نظر سے دیکھتے ہین اور حسن قدرت خالق مخلوقات سے محض غافل حالانکہ ہر ایک چیز واُس کی عجائبات اپنی واحد حی قیوم باقی دائم پاک پروردگار کی قدرت وصنعت کے نمونہ جات ہین اُس کی توحید کے آیات ہین پس اگر غور سے دیکھتے تو جانتے کہ خالق عزوجل وہی واحد قہار ہے اسی کے قبضہ قدرت مین سب مسخرات ہین کوئی چیز اُس کے مثل قادر نہین اور سب چیز فانی ہے کوئی اسکے شریک نہین وہ بیٹا وجورو سب سے پاک ہے اس کی مشیت کے سامنے کسی مخلوق کی کچھ مجال نہین۔ سبحان اللہ تعالے وہ کیسا پاک پروردگار ہے کہ جس سے انکار کی کسی کو مجال نہین اور جب وہ موت دے تو کسی سے کچھ نہین ہوسکتا۔ جب پوچھا جاوے کہ یہ آسمان وزمین کس نے پیدا کیا اور یہ مختلف رنگ روپ کس نے بنائے اور یہ نظام عالم اس ترتیب وانتظام سے کس نے رکھا تو کہتے ہین کہ اللہ تعالے نے جیسا چاہا پیدا کیا پھر کچھ غور نہین کرتے کہ یہان تک تو جیسا اُس نے چاہا وہی ہوا پھر آگے کسی اور کے چاہتے کے موافق کیون ہوگا وہی ہوگا جو وہ چاہے تو رزق وہی ملے گا جو وہ چاہے اور اولاد وہی ملیگی جو وہ پیدا کردے اور اُس کا ارادہ وحکم قدیم ہے تو ہر ایک کے واسطے ہر چیز مقدر ہے اُس کی ذات وصفات مین تغیر نہین اور اس کا علم محیط اس سے کہین کسی وقت ایک ذرہ پوشیدہ نہین کوئی ورکچھ کر نہین سکتا اور کسی کو مجال بولنے کی نہین اور وہی بولے گا جو وہ چاہے اور کسی کے بولنے سے کچھ تبدیل وتغیر نہوگا پھر کہان بہکے جاتے ہو کہ جوتون سے مانگتے ہو اور کہان بہکتے ہو جو حضرت عیسی علیہ السلام کو دوسرا خدا بناتے ہو اور کہان بہکتے ہو جو تمھارا یہ خیال ہے کہ پیر پیغمبر ہماری قسمت بدل دینگے یہ تو بالکل ایمان واعتقاد کے خلاف بات ہے تو تم تو ایمان لائے تھے کہ اللہ تعالے علیم وخبیر قدیم ہے جو اُس نے چاہا وہ قدیم سے مقدور ہے وہان تغیر وتبدل نہین ہے اور پیر پیغمبر وہی عرض کرسکتے ہین جو وہ چاہے اور اسی وقت منھ سے بول سکتے ہین جب وہ چاہے تو پھر ایمان کے خلاف کیون برتاؤ کرتے ہو۔ ایک طرف ایمان کا دعوے زبان پر اور ایک طرف خیالات واعمال مین شرک اسی واسطے حق عزوجل نے فرمایا۔ وَمَا یُؤْمِنُ اَکْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اور نہین ایمان لاتے بہتیرے انمین کے اللہ تعالے پر

Marfat.com

اِلَّا وَھُمۡ مُّشۡرِکُوۡنَ مگر آنکہ وے مشرک ہین۔ خوب جان لو کہ ایمان کے ساتھ شرک جمع نہین ہوسکتا تو شرک کرنے سے ایمان نہ رہا بلکہ تم مشرک ہوگئے جیسے ایک پیالہ پاک پانی اور ایک قطرہ نجس پانی ملکر سب نجس ہوگیا پاک نہین رہا۔ اب مین یہان عالمانہ خیالات کو ذکر کرتا ہون۔ واضح ہو کہ یہان سوال ہے کہ یومن باللہ تو تصدیق ایمانی ہے اور قولہ الا وہم مشرکون جملہ حالیہ ہے جو یومن سے لاحق ہے اور زمانہ حال و ذوالحال کا متحد ہوتا ہے تو حالت ایمان وہی شرک کی حالت ہوئی حالانکہ دونون کا مجتمع ہونا محال ہے۔ پس یہ اصل سوال ہے جسکو مفسرین نے مشکل خیال کیا اور مترجم کے نزدیک یہان کچھ بھی اشکال نہین ہے ولیکن آخر مین انشاء اللہ تعالے ذکر کرونگا۔ اول اقوال اہل تفاسیر کا خلاصہ ذکر کرتا ہون اور وہ چند قول ہین۔ اول قول ابن عباس رضی اللہ عنہ جو بخاری رحمہ اللہ نے صحیح مین تعلیقاً اور رزین رہ نے مسنداً روایت کیا کہ جب ان سے پوچھا جاتا ہو کہ کس نے تم کو پیدا کیا اور کس نے آسمانون و زمین کو پیدا کیا تو کہتے ہین کہ اللہ تعالے نے۔ پس یہ تو ان کا ایمان ہے۔ اور وے پرستش کرتے ہین غیر کی پس یہ ان کا شرک ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ جمہور مفسرین نے کہا کہ نزول اس آیت کا اسی معنے مین ہے اور معنے یہ ہین کہ خالق اللہ تعالے کے خالق ماننے کو ایمان قرار دیا حالانکہ اسی کے ساتھ یہ اعتقاد بھی تھا کہ بتون کی پرستش کرنی چاہیے کہ وے اللہ تعالے کے یہان ہماری سفارش کرین اور مقصود انکا پتھر نہ تھے بلکہ بزرگ آدمی جو اولیاء و انبیاء سابق مین گزرے یعنی ان صالح بندون کی سفارش سے اللہ تعالے عز و جل ہم کو ہماری مرادین عطا فرماویگا لقولہ تعالی ما نعبدہم الا لیقربونا الی اللہ زلفی یعنی مشرک کہتے تھے کہ ہم ان بندون کی پرستش فقط اسی غرض سے کرتے ہین کہ اللہ تعالے کے نزدیک ہمارا مرتبہ قریب کردین۔ مگر اس قول پر بظاہر یہ اعتراض ہوتا ہو کہ اللہ تعالے کا ایسا اقرار کرنا ایمان نہین ہو کیونکہ اسمین اللہ تعالے کی قدرت و عزت کا انکار ہو جبکہ نیک بندون کے قبضہ مین یہ اختیار ثابت کیا کہ وے چاہین تو ہمارا مرتبہ اللہ تعالے کے پاس بڑھادین تو موثر و مشیت و قدرت واسطے اللہ تعالے کے اورون کو بھی ثابت کیا اور انکو لائق عبادت جانا۔ پھر مین کہتا ہون کہ ابن عباس رضہ کے کلام سے خالی یہ معنی لینا کہ یہ مشرکین قریش کے حق مین ہے کچھ ضرور نہین ہے بلکہ جتنے لوگ اس زمانہ مین ایسے موجود تھے جو اللہ تعالے کو خالق مانتے تھے مگر کسی غیر کو بھی موثر جانتے تھے سب داخل ہین جیسے یہودی کہ عزیر کو بیٹا کہتے اور احبار و رہبان کو حاکم جانتے اور جیسے نصرانی کہ باوجود حضرت عیسے علیہ السلام کو بیٹا کہنے کے موثر سمجھتے ہین کہ وہ چاہے تو ہم کو بخشوائیگا بلکہ ہم سب ہزارون گناہ کرین اُس نے ہمارے گناہ اپنے اختیار سے اپنے اوپر اوڑھ لیے پس یہ قریش کے مشرکون سے بھی بہت زیادہ ہے کہ نیک بندون کو بجنس اللہ تعالے کا کہا اور اللہ تعالے کے بے مثل و بے مانند ہونے سے انکار کیا اور اس کی پاکی سے انکار کیا اور مثل قریش کے غیر کو موثر بھی سمجھے اسی واسطے کہا گیا ہے کہ دنیا مین سب دینون سے زیادہ نصرانی اعتقاد مین حماقت ہو کیونکہ جو خالق ہے وہ مخلوق سے پاک ہے حضرت عیسے علیہ السلام کے مثل ہزارون پیدا کرسکتا ہے تو بیٹا کرنے کی کیا ضرورت تھی اور بیٹا باپ کا مثل ہے تو خالق کو مثل مخلوق کے بنایا اور جورو اپنے خاوند کے ہمسر ہو تو یہ اس سے زیادہ بد اعتقاد ہوا اور جورو کے ذریعہ سے پیدا ہونا بیٹے کا محتاجی غیر کی ہے تو اللہ تعالے کو محتاج سمجھا اور طریقہ سے بیٹا ہونا ایک قسم کی نجاست کو ضرور شامل ہے تو یہ سب سے بدتر اعتقاد ہو اور سمجھتے جاؤ کہ اس مین کتنی باتین ہین کہ اللہ تعالے کے بندون کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہین اور وے زبان سے نہین نکال سکتے ہین پھر باوجود ایسی ظاہر باتون کے جب ان لوگون کا یہ یقین و اعتقاد ہو تو کسقدر کھلی ہوئی حماقت ہو نعوذ باللہ من ذلک۔ اور یہان سے تجھے صاف معلوم ہوگیا کہ اللہ تعالے کی صفات مین سے جس صفت کو کسی غیر مین ثابت کیا تو اللہ تعالے کے ساتھ شرک ہوگیا اور غیر کی عبادت ہوگئی جیسے ثواب کے اعمال و

Marfat.com

افعال مقرر کر دیا یعنے حکم فقط اللہ تعالےٰ کا ہے لقولہ تعالےٰ ان الحکم الا للہ پس جب عالم یا درویش کا قول اپنے اوپر حکم مان لیا تو اُس کی عبادت ہوئی جیسا کہ قولہ تعالےٰ اتخذوا احبارہم ورہبانہم اربابا من دون اللہ والمسیح ابن مریم۔ مین صریح مذکور ہو چکا ہے یہ تو حال اسوقت کے موجودہ لوگون کا تھا اور قیامت تک جو لوگ اس قسم کے ہون سب اس آیت مین شامل ہین مثلاً کوئی شخص کسی بزرگ زندہ یا میت قبر سے اعتقاد کرے کہ وہ چاہے تو اللہ تعالےٰ ہم کو بیٹا دیگا۔ اعتقاد اس کی مشیت کا اور تقدیر سے انکار ہے یعنے کسی شخص کو موثر و قادر سمجھنا کفر ہے بلکہ صحیح اعتقاد یہ ہے کہ جو اللہ تعالےٰ چاہیگا وہی ہوگا اور جب اللہ تعالےٰ چاہیگا تو ولی کو دعا کرنے کی قوت ملیگی ورنہ ولی کو دینا تو درکنار خالی دعا کرنے کی قوت نہین حاصل ہو سکتی کیونکہ خالق فضل اللہ تعالےٰ ہے یا جیسے کسی عالم سے فتوی پوچھتے ہین کہ چہ میفرمایند علماے دین یعنی جو تم فرماؤ ہم اسپر عمل کرین۔ بلکہ یون کہو کہ اللہ تعالےٰ و رسول نے شرع مین کیا حکم دیا ہے اس مسئلہ کا آپ بیان فرماوین اور اللہ تعالےٰ آپ کو ثواب جمیل عطا کرے۔ شیخ حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر مین اس آیت کے معنی مین حضرت ابن عباسؓ کا قول مذکور نقل کیا اور کہا کہ ایسا ہی قول مجاہد و عکرمہ و عطاء و شعبی و قتادہ و ضحاک و عبدالرحمن بن زید بن اسلم کا ہے۔ اور صحیحین مین روایت ہے کہ مشرکین جب طواف کرتے تو اپنی تلبیہ مین کہتے کہ لبیک لا شریک لک الا شریک ہو لک تملکہ وما ملک۔ یعنی بدل و جان ہم تیری عبادت مین حاضر ہین تیرا کوئی شریک نہین ہے سوائے ایسے شریک کے جو خود تیرا ہے تو اسکا مالک ہے و جو اسکی مملوک ہین تو انکا بھی مالک ہے اور صحیح مسلم مین ہے کہ جب یہ لوگ کہتے کہ لبیک لا شریک لک۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انسے کہتے قد قد یعنی بس بس اب نہ بڑھاؤ۔ مترجم کہتا ہے کہ لبیک لا شریک لک۔ تک ایمان ہے کہ اللہ تعالےٰ کی ذات و صفات مین کوئی شریک نہین ہے۔ اگر اسی قدر اعتقاد ہوتا تو یہ ایمان صریح ہے کہ اللہ تعالےٰ کی ذات مین شریک نہین اور صفات مین شریک نہین ہے لیکن اسی اعتقاد کے ساتھ ہی اُن کا اعتقاد کچھ پرانے نیک بندون کے ساتھ بھی تھا اور ان کو ذات مین تو شریک نہین مانتے تھے بخلاف بعضے نصرانیون کے جو باپ بیٹا روح القدس یا باپ بیٹا جورو کا مجموعہ مانتے ہین بلکہ صفات مین شریک مانتے تھے بلکہ یہ بھی کہتے تھے کہ تو اُس کا اور اس کی مملوک سب کا مالک ہے ولیکن یہ شرک ہے اور منافی ایمان تو جب شرک بھی ساتھ ہی اعتقاد مین تھا تو ایمان کیونکر ہے پس بعض نے جواب دیا کہ محض تصدیق مراد ہے اور وہ ایمان مراد نہین ہے جو مومنون کا ہوتا ہے کیونکہ یہ ایمان تو شرک کے ساتھ جمع نہین ہو سکتا اور خالی اللہ تعالےٰ کی تصدیق مع شرک جمع ہو جاتی ہے مترجم کہتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نام ہے پاک ذات خالق آلہ جامع جمیع صفات کمالیہ کا جسکی ذات و صفات مین شرک ممکن ہی نہین ہے تو تصدیق کرنا اللہ کی محض ایمان ہے اسکے ساتھ شرک جمع نہین ہو سکتا ایسی ہی خالق کی تصدیق کے ساتھ شرک نہین ہو سکتا کیونکہ خالق کا مصداق وہی اللہ تعالےٰ ہے دوسرا ہو نہین سکتا پس میرے نزدیک قولہ تعہ وما یؤمن اکثرہم باللہ کے معنے وما یدعی الا ایمان باللہ ہین یعنی دعوے کرتے ہین کہ ہم ایمان لائے اللہ تعالےٰ پر حالانکہ وے مشرک ہین پس کوئی اعتراض و کچھ اشکال نہین ہے اور اسی وجہ سے اہل کتاب یہود و نصارے سے صریح نفی کر دی لقولہ قاتلوا الذین لا یؤمنون باللہ الآیۃ حالانکہ وے اللہ تعہ پر ایمان کا دعوی کرتے ہین اور وجہ اسکی یہ ہے کہ جب مشرک قریش نے یہ اعتقاد کیا کہ اللہ وہ ہے جسکا فلان شریک ہے تو حقیقی اللہ تعہ خالق یکتا کا اقرار و یقین نہ کیا کیونکہ حقیقی خالق کا تو کوئی شریک نہین ہے اسی طرح جب نصرانی نے کہا کہ اللہ وہ ہے جسکا عیسےٰ بیٹا ہے تو اسکا اللہ اسکی گمان کا ہوا کیونکہ حقیقی اللہ تعہ کا بیٹا ممکن نہین وہ پاک ہے لہذا اللہ تعہ نے فرمایا وما یتبعون الا الظن وقال تعالےٰ وما یتبع اکثرہم الا ظنا بہین سے ثابت ہوا کہ نصرانی تو حضرت عیسےٰ علیہ السلام پیغمبر کا بھی معتقد نہین کیونکہ وہ ایسے عیسےٰ کا معتقد ہے جو بیٹا ہوا اور رسول اللہ عیسےٰ مسیح ابن مریم تو اللہ تعہ کا بندہ و رسول ہے صلوات

Marfat.com

اللہ علی نبینا وعلیہ وعلی جمیع المرسلین۔ اس بیان سے تجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ آیت تمام منافقون واہل کتاب وریاکارون وغیرہ سب پر بھی صادق ہے حتی کہ جو لوگ مسلمان ہونے کا دعوی کرتے ہین مگر ذات وصفات مین علانیہ شرک کرتے ہین انپر بھی صادق ہے چنانچہ شیخ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ حسن بصری رح نے اس آیت مین کہا کہ یہ منافق کا حکم ہے کہ لوگون کے دکھلانے کو عمل کرتا ہے حالانکہ یہ عمل شرک ہے لقولہ تعالے یراؤن الناس ولا یذکرون اللہ الآیہ۔ یہ قول دوم ہے اور قول سوم یہ کہ اہل کتاب کا بیان ہے اور مترجم کہتا ہے کہ مین نے وجہ اوپر بیان کر دی کہ وے ایمان کا دعوے کرتے ہین اور مشرک ہین اور اللہ تعالے نے انکے ایمان کی صریح نفی کر دی جیسا کہ آیت کریمہ اوپر مذکور ہوئی۔ اور بعض مفسرین نے ان کے مومن ومشرک ہونے کی یہ توجیہ کی کہ جو کتاب موسی و عیسی علیہما السلام پر نازل ہوئی اس کو مان کر ایمان لانے والے ہوئے اور جب اپنے عالمون اور درویشون کی تقلید کی تو مشرک ہوئے کہ مسیح بیٹا ہے اور عزیر بیٹا ہے۔ اقول انبیاء وکتاب پر کہان ایمان لائے جبکہ ان کی توحید نہ مانی بلکہ انپر ایمان لانے کا دعوے کیا اور مین مشرک۔ قول چہارم یہ کہ شرک خفی سے مشرک کا بیان ہے اور مین کہتا ہون کہ یہ بطریق تعمیم اس آیت مین شامل کیا جاوے اور مشرکین واہل کتاب ومنافقین اس مین صریح شامل ہین اور وجہ یہ ہے کہ شرک خفی اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کرنے والے کو خود معلوم نہین ہوتا تو اس مین عفو الٰہی کی امید ہے پس وہ دائمی کافر محض منکرون کے سیاق مین امید ہے کہ اللہ تعالے داخل نہ فرماوے اور اس شرک خفی کی تفصیل دراز ہے و انواع مختلف ہین اور بعض بہ نسبت بعض کے زیادہ خفی ہے ولیکن اسقدر سمجھنا ممکن ہے کہ صفات الٰہی جسقدر ہین ہر صفت مین یہ شرک ہوتا ہے اور مثال اسکی اسطرح ہے کہ مثلاً اللہ تعالے رازق ہے پس اگر کسی دوسرے کی نسبت یہ اعتقاد کیا کہ یہ رزق دیگا تو کھلا شرک ہے اور جیسے یہ زعم کیا کہ فلان پیر کو نذر دو تو بہت مال ملیگا اور رزق مین فراخی ہوگی تو بھی اس کے قریب ہے اور اگر کسی تاجر نے کچھ کام کیا اور اس کے یقین مین ہے کہ اس کام سے مجھے اسقدر رزق ملیگا یا کاشتکار نے کھیتی سے یا نوکر نے نوکری سے تو یہ شرک خفی ہے بخلاف اس کے بارش سے کھیتی اگنے کا یقین کیا اسطرح کہ اللہ تعالے کی طرف نظر ہی نہین ہے تو دو حال ہین کہ اگر نظر باطنی ایسی ہے جیسے اسباب پر نظر ہوا کرتی ہے یعنے اللہ تعالے نے بارش کو کھیتی اگنے کا سبب ظاہر کر دیا ہے پس یقین کر لیا ہے کہ اللہ تعالے اس عالم مین بارش سے کھیتی اگاتا ہے پس جب پانی پڑا تو اس نے زعم کیا کہ موافق عادت الٰہیہ کے اب کھیتی اگیگی تو شرک نہین مگر غفلت از یاد حق تعالے ہے اور اگر پانی کی طرف اگانے پر نظر ہے مگر اسطرح کہ اگر اس سے اسوقت پوچھا جاوے تو فوراً متنبہ ہو کر کہے کہ خالق اللہ تعالے ہے تو غفلت کے وقت شرک خفی تھا اب دور ہوا اور اگر یہ نہ ہو بلکہ مثل مشرکین عرب کے مطرنا بنوء کذا۔ اس ستارہ سے ہم پر بارش ہوئی یا انبت الربیع البقل۔ ربیع نے گھاس کھیتی اگائی تو یہ شرک جلی ہے۔ اب مین ان احادیث پر اکتفا کرتا ہون جو شیخ ابن کثیر رح نے تفسیر مین وارد فرمائی ہین۔ عروہ رح نے کہا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ایک بیمار کی عیادت کو گئے جب اس کے پاس گئے تو دیکھا کہ اس کے بازو پر ٹونکے کا تسمہ بندھا ہوا ہے پس اسکو توڑ پھینکا یا علحدہ کر دیا پھر یہ آیت پڑھی وما یؤمن اکثرہم باللہ الا وہم مشرکون۔ مترجم کہتا ہے کہ اس روایت سے معلوم ہوا کہ آیت کریمہ کے معنے مین یہ بھی داخل ہے حالانکہ یہ شخص مسلمان تھا جسکی عیادت کے لیے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے تھے مگر یہ تسمہ جو باندھا شرک تھا پس اگر شرک جانکر باندھا ہوتا تو کفر ہو جاتا ولیکن مرض کے لیے باندھا تھا اور واضح ہو کہ دوا کرنا یہ جانکر کہ اللہ تعالے شافی ہے شرک نہین ہے اور ٹونکا باوجود اس سمجھنے کے کہ اللہ تعالے شافی ہے شرک ہے اور فرق دونون مین یہ ہے کہ ہم لوگون کو عقل وحواس پر کام کرنے کی اجازت دی گئی ہے اور حواس سے معلوم ہے کہ بسبب بلغم بڑھنے سے گرم دوا جو بلغم پکانے مین مستعمل ہے دینا اللہ تعالے کے حکم پر کام

Marfat.com

کرنا ہوا بخلاف تمہ باز و پر باندھنے کے کہ کوئی دلیل اسپر قائم نہیں اور نہ طبابت سے سمجھ میں آتا ہے کہ کیون اس سے فائدہ ہو پس یہ شیطانی
فریب ہی حتی کہ اگر جو اس سے بطور علم طبابت کے کوئی چیز ایسی ہو جس میں اللہ تعالےٰ نے خاصہ رکھا ہو تو اس کا باندھنا اس نیت سے کہ اللہ تع
اپنے فضل سے اس میں اثر عطا فرما دے اور مجھے صحت دیدے شرک نہوگا جیسے عود صلیب و بعض جواہر کی خاصیت اللہ تعالےٰ نے رکھی ہے
یا جیسے نا نباکہ سیلان مواد و لعاب کا زہریلا پن جذب کرتا ہے باذن الٰہی عز و جل تو کچھ مضائقہ نہیں ہے بخلاف اس کے نادعلی کے کندہ
حروف پر کوئی دلیل قائم نہیں ہے اور جو لوگ تجربہ بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہان کوئی طبی علمی دلیل تو قائم نہیں ہو سکتی مگر ہمارا تجربہ
ہے تو اُس کا جواب حدیث عبداللہ بن مسعود رضہ میں آگے آتا ہے انشاء اللہ تعالےٰ پھر شیخ نے لکھا کہ حدیث میں ہے کہ جس نے اللہ تع
کے سواے دوسرے کی قسم کھائی اُس نے شرک کیا رواہ الترمذی وحسنہ۔ مین کہتا ہون کہ یہ حلف لغوی مین ہے جیسے کہتے ہین کہ تیری جان
کی قسم اور تیرے سر کی قسم وغیرہ اور یمین جو فقہا نے لکھی ہے جس کی مثال یہ ہے کہ ایک نے غلام سے کہا کہ اگر تو نے یہ کام کر دیا تو تو آزاد ہے
تو اس کو یمین کہنا اصطلاح ہے اور یہ درحقیقت شرط پر ایک حکم معلق کیا اور یہ جائز ہے حلف میں داخل نہیں ہے پھر شیخ نے لکھا کہ امام
احمد نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ان الرقی والتمائم[1] والتولۃ شرک۔ رواہ ابو داؤد وغیرہ ایضاً
یعنے رقیہ و لٹکانے کی چیزین و تولہ سب شرک ہین۔ اور امام احمد رح نے حضرت عبداللہ بن مسعود کی بی بی زینب سے روایت کی کہ
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایسی عادت تھی کہ جب باہر پیخانہ جاتے اور وہان سے آتے تو دروازہ پر پہونچکر
کھنکارتے یا تھوکتے تاکہ اتفاق سے ہم لوگون کی حرکت ایسی نہ دیکھین جو انکو ناگوار معلوم ہو پس ایک روز آپ آئے تو عادت کے موافق کھنکارے
اور گھر مین میرے پاس ایک بڑھیا عورت تھی جو میرے حمرہ کا جھاڑ پھونک گنڈا سے کر رہی تھی پس مین نے اس کو تخت کے نیچے چھپا دیا پس آپ
اندر آئے اور میرے پہلو مین بیٹھ گئے اور میرے گلے مین ایک گنڈا دیکھکر فرمایا کہ یہ ڈورا کیا ہی مین نے کہا کہ گنڈا ہے میرے حمرہ کا رقیہ کیا گیا ہی
پس پکڑکر توڑ دیا پھر فرمایا کہ عبداللہ کے اہل و عیال کو ایسے شرک کی ضرورت نہین ہے مین نے آنحضرت صلعم سے سُنا کہ آپ
فرماتے کہ رقیہ و تعویذ لٹکانے کے اور تولہ شرک مین پس مین بولی کہ آپ تو اسطرح کہتے مین اور مین نے تجربہ کیا کہ میری آنکھ پھڑکتی اور
چوندھیاتی تھی پس مین فلان یہودی کے پاس جاتی وہ رقیہ کر دیتا پس جب وہ رقیہ کر دیتا تو ٹھہر جاتی پس جواب دیا کہ ارے یہ
فقط شیطان کی حرکت تھی وہ تیری آنکھ مین اپنے ہاتھ سے چونکتا تھا جس سے اسکی یہ کیفیت ہوتی تھی پس جب یہودی کافر نے رقیہ کیا تو وہ
ہٹ جاتا تھا۔ اور تجھے تو یہی کافی تھا کہ تو یون کہتی جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اذہب الباس رب الناس اشف
وانت الشافی لاشفاء الاشفاءک شفاء لایغادر سقما۔ یعنے دور کر دے اس دُکھ کو اے رب آدمیون کے شفا دیدے اور تو ہی شافی ہے
شفا وہی ہی جو تو شفا دیوے ایسی شفا دیدے کہ کچھ سقم نہ چھوٹے۔ رواہ احمد مترجم کہتا ہی کہ اس سے معلوم ہوا کہ گنڈے تعویذ وغیرہ مین جو لوگ
اثر بیان کرتے ہین اور اپنا تجربہ ظاہر کرتے ہین وہ قہر الٰہی عز و جل مین گرفتار ہین اسطرح کہ انپر شیطان مسلط کر دیا گیا پس اس نے پہلا
اور یہ جھاڑ پھونک و گنڈے و رقیہ پر آمادہ ہوا اور اسکو عمل مین لایا اور شیطان نے چھوڑ دیا پس یہ شخص بسبب شرک کے ایمان سے مردود
ہوا اور دوسرے لوگون کے لیے فتنہ ہو گیا انمین سے جو جنتی مومن ہین انھون نے اسکو اور اسکے تجربہ کو پھٹکار دیا اور عقل پر ثابت قدم رہے
اور اللہ تعالیٰ عز و جل پر ایمان کے ساتھ اُسکے فضل و ہدایت سے ثابت رہے اور جن لوگون کے حق مین بدبختی لکھی تھی اُنھون نے اسکا کہنا مان کر اپنا
ایمان کھویا پس یہ آدمی بدبخت اورون کے حق مین شیطان سے زیادہ مضر ہو گیا۔ اور واضح ہو کہ اصلی توجہ شیطان کو ہر وقت ان لوگون پر ہے

[1] تمائم جمع تمیمہ ہے لڑکون کے گلون مین مثل منکون کے شیر کے ناخن وغیرہ لٹکاتے ہین اور اعتقاد رکھتے ہین کہ یہ تاثیر رکھتا ہے دفع کرنے مین نظر وغیرہ کے اور تولہ بکسر التاء و فتح الواو ایک قسم کا سحر ہے جو عورتین اپنا شوہر پر بوجہ اپنا محبوب ہونے کے کرتی ہین ۱۲ حرز و افسون ۱۲

جو ایمان رکھتے ہین اور رہے وہ لوگ جو کفر و نصرانیت و یہودیت وغیرہ سے اشد کفر و شرک مین مبتلا ہین انکو گنڈے تعویذ پر اعتقاد دلا کر شرک کرانے سے وہ بے پرواہ ہے مگر اللہ تعالے اپنے بندون کو شیطان سے محفوظ فرماتا ہے یعنے شیطان بھی قبضۂ قدرت الٰہیہ جل جلالہ مین مسخر ہے اُسکو خود کوئی طاقت نہین ہے پس ایمان والے بندے اپنے پروردگار سے عاجزی سے عرض کرتے ہین کہ اے رب ہمارے ہم تجھی سے تیرے قہر و غضب سے پناہ مانگتے ہین اگرچہ ہمارے اعمال بُرے ہین اور ہم خطاوار ہین مگر تو غفور رحیم ہے ہم کو بخشدے اور ہم سے درگزر فرمادے پس اللہ سبحانہ تعالے ارحم الراحمین انپر ہمیشہ رحم فرماتا ہے اور اُن کے پہاڑ سے گناہ بخشتا رہتا ہے پس جب قہر نہین تو قہر کا ظہور بذریعہ شیطان کے تسلط کے انپر نہین ہوسکتا فسبحان من تحیرت العقول فی شانہ لا آلہ الا ہو العزیز الحکیم۔ شیخ نے لکھا کہ امام احمد نے عیسے بن عبد الرحمٰن سے روایت کی کہ مین عبد اللہ بن کلیم کی خدمت مین عیادت کو حاضر ہوا آپ بیمار تھے تو آپ سے کہا گیا کہ آپ کوئی تعویذ لٹکائیے آپ نے فرمایا کہ مین تعویذ لٹکاؤن حالانکہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جو کوئی کچھ لٹکاوے اسی کے سپرد کیا جاویگا رواہ النسائی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ۔ اقول جب اس چیز کے سپرد کیا گیا تو شیطان نے تسلط پایا پس برباد ہوا اور واضح ہو کہ ایک جماعت علمار نے تعویذ مین تفصیل فرمائی ہے اسطرح کہ تعویذ دو قسم کے ہین ایک وہ کہ جنمین کوئی آیت قرآنی لکھی گئی یا حدیث کے دعا لکھی گئی اور دوم وہ کہ کوئی دوسری عبارت یا نام در دائیل دفیلاؤس وفالیطوس وغیرہ یا ہندسہ نقش ہین پس دوسری قسم حرام و شرک ہے اور اول قسم مین دیکھا جاوے کہ ایسا تو نہین ہے کہ آیات مین سے بعض لفظ ذکر ملا کسی مقام کا اور دوسرا کسی دوسری آیت کا یا بے سلسلہ آیات کو ملا دیا گیا جیسے اکثر جاہلون کے پاس دیکھنے مین آئے تو بھی حرام و شرک ہو گئے اور اگر آیات صحیح طریقہ سے ہین اس قسم کی تحریف و تغییر و تبدیل نہین ہے تو دیکھا جاوے کہ اگر اسکی نیت ہے کہ اس کلام شرک کی برکت بچہ کے ساتھ ہے جو پڑھ نہین سکتا ہے تو مضائقہ نہین ہے اور اگر شرک کا خیال ہے تو نہین جائز ہے اور شرک کا خیال یہان پر ہوتا ہے کہ لوگون نے دروغ حکایتین بنائی ہین کہ اس سے یہ ہوتا ہے اور وہ ہوتا ہے تو یہ علم غیب کی باتین سوائے اللہ تعالے و اسکے رسول پاک کے صلے اللہ علیہ وسلم دوسرون سے شرک ہے۔ قال الشیخ اور امام احمدؒ نے عقبہ بن عامرؓ سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے تمیمہ لٹکایا اس نے شرک کیا۔ تمیمہ دراصل پورے و تمام تندرستی وغیرہ کے خیالات عرب مشرکین کے تھے۔ دوسری روایت مین ہے کہ جس نے تمیمہ لٹکایا تو اللہ تعالیٰ اسکے لیے پورا نہ کرے اور جس نے ودعہ لٹکایا تو اللہ تعالے اسکے لیے ودع نہ کرے اقول جب بیہ دعا آنحضرت صلعم کی موجود ہے تو خلاف جواب جس نے تمیمہ لٹکایا قطعاً اُسکو فائدہ نہو گا مگر آنکہ وہ بے ایمان ہووے۔ ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مین شرک سے پاک بے پرواہون جسنے کوئی کام ایسا کیا جسمین میری نیت کے ساتھ دوسرے کو شریک کیا تو اسکو اسکے شرک کے ساتھ چھوڑتا ہون رواہ مسلم۔ یہین اصل کلام اغنی الشرکاء عن الشرک ہے یعنے جتنے لوگ میرے ساتھ شریک بنائے جاوین اُن سب سے مین پاک بے پرواہون پس اُس عمل کو مین ہمیشہ چھوڑ دونگا پس عامل اپنے شرک کا رکھا رہ جائیگا۔ اور امام احمد کی روایت مین ہے کہ قیامت کو منادی ندا کریگا جسنے کسی کام مین شرک کیا اور غیر کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ملایا تو وہ اسکا ثواب غیر سے مانگے۔ واضح ہو کہ ریا ایک سخت شرک ہے اللہ تعالیٰ اُس سے بچاوے کہ کوئی نیک کام کیا اور نیت یہ کہ دوسرے کو دکھلاوین تو یہ کام اسی دوسرے کے لیے کیا پس اُسی کی عبادت ہوئی حالانکہ یہ دوسرا کچھ نفع و ضرر بدون حکم الٰہی تعالیٰ کے نہین پہونچا سکتا۔ امام احمدؒ نے محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جن چیزون سے مین تپر خوف کرتا ہون اُن مین سب سے خوف کی چیز تمپر شرک اصغر ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ شرک اصغر کیا ہے فرمایا کہ ریاکاری یعنے دوسرے کو دکھلانے کے واسطے کوئی نیک کام کرنا پس قیامت کو حکم ہوگا کہ اے

Marfat.com

ریاکار وجاؤ جنکو دنیا مین دکھلاتے تھے دیکھو اُن کے پاس تم کو کچھ ثواب ملتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ لوگون مین شگون بھی بہت کثرت سے جاری ہین اے رب ہمارے ہم پناہ و مغفرت مانگتے ہین چنانچہ چھینک و آنکھ پھڑکنا اور عورت کا راہ کاٹنا اور چھپکلی اور سانڈ اُسکے بکثرت ہین اور جیسے گھر کی نحوست اور بدھ کو نئے مکان مین نہ آنا اور یون ہی سیکڑون کی تعداد مختلف شہرون و ملکون مین پہونچ گئی ہے اور یہ بلاشبہہ وہ چیزین ہین کہ ایمان کو مفت کھا جاتی ہین اور ہر گز اُن مین سے کسی چیز کی تاثیر نہین ہے اور جس نے سمجھا اُس نے شرک کیا چنانچہ شیخ نے لکھا کہ امام احمد نے عبداللہ بن عمرو سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی اپنے کام کو جاتا تھا اور کسی شگون کی وجہ سے واپس ہوا تو اُس نے شرک کیا۔ تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ایسے سخت گناہ کا کفارہ کیا ہی فرمایا کہ یون کہے کہ اللھم لاخیر الا خیرک ولا طیر الا طیرک ولا الٰہ غیرک۔ یعنے اے پروردگار بسر سے بھلائی کہین سے نہین سوائے تیرے بھلائی دینے کے اور شگون کچھ نہین سوائے تیری قدرت مقدرتاثیر کے اور الٰہ کوئی نہین سوائے تیرے۔ رواہ احمد اور امام نے ابو علی کاہلی سے روایت کی کہ ابو موسے اشعری رضی اللہ عنہ نے ہم کو خطبہ سُنایا اور اس مین کہا کہ اے لوگو تم شرک سے بچو کیونکہ شرک تو چیونٹی کی چال سے زیادہ باریک ہے اتنے مین عبداللہ بن حرب و قیس بن الضارب دونون کھڑے ہو کر گھبراہٹ و خوف سے عرض کرنے لگے کہ واللہ یا تو آپ ہمکو اس شرک سے بچنے کی راہ بتلادین اور نہین تو ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہون گے خواہ ہم کو حاضری کی اجازت دیجاوے یا نہ دیجاوے فرمایا کہ ان مین تم کو اس باریک شرک سے نکلنے کی راہ بتلاؤنگا ایک روز حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگون کو خطبہ سُنایا اُس مین فرمایا کہ اے لوگو تم شرک سے بچو کیونکہ شرک (بعض صورتین اس کی) چیونٹی کی چال سے زیادہ باریک و پوشیدہ ہے پس بعضے شخص نے جسکو اللہ تعالے نے چاہا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم کیونکر اُس سے بچین جب کہ وہ چیونٹی کی رفتار سے بھی زیادہ خفی ہے تو ارشاد فرمایا کہ یون مغفرت مانگا کرو۔ اللھم انا نعوذ بک من ان نشرک بک شیئا نعلمہ ونستغفرک لما لا نعلم یعنے اے پروردگار ہمارے ہم تجھ سے پناہ چاہتے ہین کہ جان بوجھکر ہم تیرے ساتھ کچھ شرکت کرین اور مغفرت چاہتے ہین ایسے شرک خفی سے کہ جو ہم سے صادر ہو جاوے کہ ہم اس کو جان نسیادین مترجم کہتا ہے کہ پوچھنے والے حضرت ابو بکر تھے جیسا کہ امام ابو یعلی موصلی نے اس حدیث کی روایت مین پتہ پایا ہے اور اس کو ابوالقاسم بغوی رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ مجھے کوئی ایسی چیز سکھلا دیجیے کہ صبح و شام اور سوتے وقت مین اس کو پڑھا کرون آپ نے فرمایا کہ یون دعا مانگا کر۔ اللھم فاطر السموات والارض عالم الغیب والشھادۃ رب کل شیء وملیکہ اشھد ان لا الٰہ الا انت اعوذ بک من شر نفسی ومن شر الشیطان وشرکہ۔ یعنے اے میرے رب اللہ پیدا کرنے والے آسمانون و زمین کے جاننے والے حاضر و غائب کے پروردگار ہر چیز کے اور مالک سب چیز کے مین یقینی گواہی زبان سے ادا کرتا ہون کہ معبود کوئی نہین سوائے تیرے مین تیری پناہ لیتا ہون اپنے نفس کی بدی اور شیطان کی بدی و شرک سے۔ رواہ احمد وابو داؤد والنسائی والترمذی وصححہ۔ اور امام احمد رحمہ اللہ تعالے نے دوسری روایت مین اسکو ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اسطرح کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس دعا کے پڑھنے کا حکم دیا ہے پھر یہ دعا ذکر کی کہ اسکے آخر مین اسقدر زیادہ ہی کہ (اور اس بات سے کہ مین اپنے نفس کو بدی مین داخل کرون یا بدی کسی دوسرے مسلمان کی طرف پہونچاؤن) مترجم کہتا ہے کہ اس زمانہ مین اکثر مسلمان ایمان کی قدر نہین کرتے جو ایک نعمت ان کو ایسی ملی جو تمام دنیا کی سلطنت سے کہین بڑھکر ہے پس اُن کو لازم ہے کہ اپنے عیال و مال و ایمان کی حفاظت کے لیے شرک و اُس کے جملہ اقسام سے سخت پرہیز کرین تا کہ

Marfat.com

آخرت کی بادشاہت ورضاے رب العزۃ عز شانہ سے سرفراز ہون۔ بیضاوی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہان تین قول ہین ایک یہ کہ آیت کریمہ مشرکین مکہ کے حق مین ہے دوم یہ کہ منافقین کے حق مین سوم یہ کہ یہود ونصارے کے حق مین ہے پس اول کی توجیہ یہ کہ قولہ ما یومن اکثرہم باللہ۔ اس طرح کہ اُس کے وجود اور خالق ہونے کا اقرار کیا۔ الاوہم مشرکون۔ غیرون کی عبادت کرکے۔ دوم کی توجیہ یہ کہ زبانی اقرار سے ایمان ظاہر کیا اور دل سے مشرک رہے۔ سوم کی توجیہ یہ کہ انبیا پر وکتاب آسمانی پر بظاہر ایمان لائے مگر احبار ورہبان کو ارباب بنایا اور اللہ تعالےٰ پاک کی طرف بیٹا جورو کی نسبت کی یا بھلائی کی نسبت اللہ تعالےٰ کو خالق سمجھا اور برائیون کا خالق شیطان کو قرار دیا۔ یا ظاہری اسباب کو اور تدبیر کو مؤثر سمجھا۔ یا اپنے آپ کو صنعت وحرفت وجملہ افعال پر قادر وخالق سمجھا۔ پس مشرک ہوئے اور مترجم کہتا ہے کہ حضرت حذیفہ رض کی حدیث اور دیگر احادیث صریحہ دلالت کرتی ہین کہ سبب نزول اگرچہ کسی خاص قوم کے واسطے ہو مگر حکم عام ہے حتے کہ مسلمان لوگ بھی اپنے اعتقادات وافعال کو دیکھتے رہین کیونکہ وے تو اہل توحید وایمان جب ہی ہونگے جب جلی وخفی شرک ظاہر وباطن نہ کرین ورنہ اسی حکم مین شامل ہونگے اور آیت مین اشارہ ہے کہ کمتر موحدین اور اکثر ایسے ہین کہ اللہ تعالےٰ پر ایمان کے ساتھ شرک کرتے ہین پھر اُن کو تہدید فرمائی بقولہ۔ اَفَاَمِنُوْٓا۔ کیا نڈر ہوگئے اس بات سے کہ۔ اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ آجاوے اُن پر ڈھانک لینے والا۔ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اللہ تعالےٰ کے عذاب سے پس جن لوگون کو شریک بناتے تھے خواہ نیک لوگون کی صورت بت ہون یا حضرت عیسے علیہ السلام یا عزیر ہون یا اُن کی تدبیر بچاؤ کی ہو یا گنڈے تعویذ ہون کوئی بھی اللہ تعالےٰ کے عذاب کو نہ روک سکے اور دنیا ہی مین خواری مین مبتلا ہو کر ابد تک عذاب مین پڑے رہین۔ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً یا آجاوے اُنپر ساعت یعنی قیامت یا موت اچانک کہ ہنوز انھون نے اپنی نجات کا کوئی طریقہ نہ برتا ہو اور کوئی نشانی اس کے آنے کی محسوس نہوئی ہو۔ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ حالانکہ اُن کو شعور نہونے پاوے اس کے آنے کا پس خوار ہوجاوین۔ یعنے ہر طرح قادر وقوی وغالب اللہ تعالےٰ ہے اُس سے ڈرین اور ایمان لاوین بدون شرک کے ف فی العرائس قولہ ذلک من انباء الغیب نوحیہ الیک۔ اس سے اہل ایمان وتوحید آگاہ ہو کر ایمان وجوش محبت سے منور ہوتے اور غم فراق چندروزہ ختم ہو کر عیش دائمی کے امیدوار ہوتے ہین اور ان کو طریقہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر محنت کے بعد سلطنت و نعمت ہے اور بلاے الٰہی پر صبر وشکر بہت عمدہ طریقہ رضوان الٰہی حاصل ہونے کا ہے۔ قولہ وکاین من آیۃ فی السموات والارض یمرون علیہا الآیہ۔ حق سبحانہ تعالےٰ نے آگاہ کیا کہ آسمانون وزمین کے ہر مخلوقات پر پاک پروردگار نے اپنی معرفت کے انوار سے لباس پہنایا ہے جس سے اہل بصیرت کو آئینہ سی تجلی ہوتی ہے مگر یہ مخصوص المخلصین بندون کے لیے ہے جنکو ایمان وتوحید سے بدون شائبۂ شرک کے نور بصیرت عطا ہوئی ہے اور ہم کو آگاہ کر دیا کہ جو لوگ جہالت وغفلت مین پڑے ہین وے ان آیات سے محجوب ہین فقط ظاہری صورت دیکھتے ہین اور حقائق سے محض اندھے وغافل ہین۔ چاران چیزون سے اعراض کرتے چلے جاتے ہین۔ اشارہ ہے کہ ہر شخص چاہے وہ تمام عمر ایک جگہ بیٹھا رہے وہ برابر آخرت کی طرف چلا جاتا ہے اور ہر شب وروز اسکے لیے منزل ہے جو اسکو آخرت سے قریب کرتی چلی جاتی ہے اگرچہ اسکو غفلت وانکار آخرت سے شعور نہین ہوتا۔ ابن عطاء نے کہا کہ آسمانون وزمین ومخلوقات کو آنکھون سے دیکھتے ہین اور دل کی بصیرت سے مطالعہ نہین کرتے پس انپر اسرار کچھ منکشف نہین ہوتے ہین۔ بعض نے کہا کہ جو طریقہ کرامت کا ہے اس سے انکار کرتے اور طریقہ بتلانے والے سے دشمنی اور نفس وشیطان کے بہکانے مین طبع اہل الظلمۃ مین گھستے چلے جاتے ہین اور انوار سے دور ہوکر آیات علوی وسفلی سے غافل ہین

Marfat.com

پھر اللہ تعالےٰ نے توحید مین کوشش وقدم کو حدوث سے پاک رکھنے مین طاقت بھر سعی کرنے اور شرک کے شائبہ سے بچنے کی تاکید فرمائی لقولہ وما یومن اکثرہم باللہ الا وہم مشرکون۔ اس مین عوام کے سوائے خواص کو تنبیہ ہے کہ اپنے مقامات مین غیر کے دخل سے شرک کرتے ہین اور یہ ان لوگون مین ہے جو اللہ تعالےٰ کی معرفت مین واسطہ وشواہد پر نظر کرتے ہین اور جو لطیف صنائع اہل معرفت پر ظاہر ہوتے ہین اُن کی لطافت دیکھتے ہین یہان تک کہ شرک کی انتہا یہ پہونچی کہ جس نے اللہ تعالےٰ کی محبت اس واسطے رکھی کہ اُس کے مشاہدہ سے قلب کو ذوق ہے وہ حقیقت توحید مین مشرک ہے کیونکہ حقیقت توحید کے واجب حق مین سے یہ ہے کہ اُس کی ربوبیت سے اس کی محبت ہو اور اس کے وجود پاک سے اس کی محبت ہو اور اُس کے فضل وانعام واحسان بے انتہا، اور ذوق وشوق قلبی وغیرہ سے نہو کیونکہ یہ محبت جس واسطہ سے ہے وہ غیر ہے پس شرک ہوا۔ قال المترجم اس مقام کی توضیح یہ ہے کہ حق تعالےٰ عز وجل نے اپنی عبادت وتوحید کے مراتب رکھے ہین ولیکن ادنےٰ درجہ توحید کا یہ بھی ہے کہ کسی نے جنت کی تمناے عبادت کی یا دوزخ کی عقاب سے عبادت کی پس ایک واسطہ پر نظر کر کے حضرت خالق عز وجل کی عبادت کی حالانکہ جسنے پیدا کیا اسکے احکام بجا لانا صرف اسکے حق واجب سے فرض ہے اور اصل اس مین حدیث صحیح ہے کہ تحت قولہ تعالےٰ ورضوان من اللہ اکبر۔ لذری وبعض دیگر مقامات پر بھی کہ اہل صلاح تین گروہ ہونگے بعض جنھون نے بخوف جہنم عبادت کی۔ پس بلا کر رب العزۃ فرما دیگا کہ تم نے جہنم کے خوف سے عبادت کی جاؤ ہم نے تمکو اس سے نجات دی اور ہمارے فضل سے جنت مین داخل ہوا اور برغبت جنت والون سے ارشاد ہوگا کہ ہم نے عطا کی ہمارے فضل سے داخل ہوا اور جہنم سے نجات دی اور تیسرا فریق جنھون نے خالص اللہ تعالےٰ کی پاک ذات کے لیے اُسکی عبادت کی پس حکم ہوگا کہ مین تمہارا ہوا ہون۔ اور حدیث فضائل الصوم مین ہے کہ انا اجزی بہ یعنی مین ہی اُسکا ثواب ہون اور آنحضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی مدح مین ارشاد فرمایا کہ مازاغ البصر وما طغی پس یہ اخلاص ہے اور مخلصین لہ الدین مین اسکا اشارہ ہے اور اکابر اولیاء اللہ تعالےٰ کے پسندیدہ اقوال معروف ہین کہ اگر اوتعالےٰ راضی ہو پھر ہم کو دوزخ مین ڈالدے تو ہم کو عین خوشی ہے اور اگر جنت ملے مگر اسکا رضوان نہو تو کچھ چیز نہین ہے پس اس اخلاص کی شان سے ہی کہ عبادت کرنے والا یعنے بندۂ مومن اپنے ہر وقت کے افعال واعمال کھانے وپینے وسونے وجاگنے سب مین دیکھے کہ وہ کس نیت سے کرتا ہے اگر لذت وتن آسانی وغیرہ ہو تو یہ شخص عوام مین سے ہے اور اگر کھانا بالغرض قوت عبادت وتعلیم تعلم وکسب معاش برائے اہل وعیال بہ نیت فریضہ الٰہی ہو یا جہاد کے لیے مزید قوت منظور ہو تو اُس مین دیکھنا چاہیے کہ اگر عبادت مین یہ نیت ہے کہ عذاب ہوگا یا جنت ملیگی تو مباح مگر اخلاص وولایت نہین ہے اور اگر خلوص حکم حق عز وجل کی پابندی مراد ہو ورضاے الٰہی جل شانہ مطلوب ہو تو اخلاص ہے پھر جنکو رضاے خالق ذوالجلال والاکرام مطلوب ہے انپر نفس کے خفیہ دقائق بہت ہین ازانجملہ غلبہ محبت مین کئی دن گذرے کہ کھانا وغیرہ کسی چیز کی خواہش نہین اور ذوق یاد الٰہی ہے پس یہ ذوق جو حاصل ہوا یہی قلب مین خفیہ فریب نفس کا ہے کہ اس ذوق کی لذت سے وہ یاد مین سرگرم ہے پس اخلاص نہ رہا اور اخلاص وہی ہے کہ بدون کسی چیز غیر کے محض ذات حضرت حق عز وجل کی بندگی ہو۔ جب یہ معلوم ہوا تو اب شیخ کے کلام کے معنے سمجھنا چاہیے کہ فرمایا جس شخص نے دیدار حق عز وجل مین اپنی ذات کی طرف یا عرش سے فرش تک کسی مخلوق کی طرف نظر رکھی تو وہ موحد محقق نہین ہے اور یہی تمام عارفین اولیاء الٰہی سبحانہ تعالےٰ کا مذہب ہے۔ اقول ان عارفین کا مذہب بہت صحیح ہے اور جو لوگ اس زمانہ مین اپنے آپ کو موحد اور مجدی وغیرہ القاب سے موسوم فرماتے ہین اور ان مدارک سے کوسون دور پڑے ہین وے قرآن پاک کی سمجھ سے غافل اور احادیث شریف سے جاہل ہین الا من شاء اللہ تعالےٰ منہم وہم الذین صدقوا

الزہد فی الدنیا والآخرۃ سوے اللہ تعالے عز وجل اللہم اہدنی وتب علی فانک انت التواب الرحیم۔ واسطی رح نے کہا کہ قولہ
الا وہم مشرکون یعنی ملاحظہ خواطر وحرکات میں مشرک ہیں۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ واسطی رح کی مراد یہ ظاہر ہوتی ہے کہ ارادت وقصد
واپنی حرکات وغیر کی حرکات اور دوستی و دشمنی کو ہر ایک کی جانب منسوب کرنے میں شرک کرتے ہیں شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے خوب
کہا ہے ع من از حق شناسم نہ از عمرو وزید۔ اور خوب کہا کہ ۔ اگر ز کوہ فرو غلطد آسیا سنگی ÷ نہ عارف است کہ از جاے خویش برخیزد
کیونکہ دشمنی زید کی تخلق الٰہی ہے اور دوستی عمرو کی رحمت آلہیہ ہے اور ہر ایک محل ظہور سے بد ونیک ہے اور حاشا کہ کوئی جاہل یہ
گمان کرے کہ یہ تو بالکل جبریہ کا عقیدہ ہے کیونکہ جبر میں اور اس میں فرق سیاہ وسپید وظلمت ونور کا ہے وہ کفر ہے یہ ایمان ہے اور مسلم الثبوت
میں جو بحث حسن وقبح میں قول اشعری کو کغوا لجبر قرار دیا وہ غلبہ بحث لفظی کا نتیجہ ہے اور صواب کی راہ نہ پائی۔ اور واضح ہو کہ بقاعی رح نے
واسطی رحمہ اللہ سے یہ قول اس طرح حکایت کیا کہ مراد شرک سے بیان وہ خطرات واحوال ہیں جو عارض ہوتے ہیں۔ اس کو مولوی
صدیق حسن قنوجی نے اپنی تفسیر میں یون ہی نقل کیا اور اعتراض کیا کہ ان خطرات کو دیکھا جاوے کہ اگر شرک میں تو شرک ہوگا ورنہ
نہیں۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ نقل غلط ہے اور صواب وہی ہے جو شیخ نے واسطی رح سے نقل کیا کہ ملاحظہ خطرات واحوال سے مشرک ہو جاتا ہے
اور عارض ہونے کا لفظ تحریف کلام ہے اور معنے اس کے برعکس ہو گئے فافہم اور مدارک میں علامہ نسفی رح نے کہا کہ قدریہ ایمان لاتے
ہیں اللہ تعالے ورسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر اسطرح کہ بندہ کے لیے افعال پیدا کرنے کی قدرت ثابت کرتے ہیں پس انپر صادق ہے کہ
ایمان لائے اس حال سے کہ جو بات اللہ تعالے کے واسطے مخصوص ہے وہ غیر کے لیے ثابت کرتے ہوئے پس مشرک ہوئے۔ اور مترجم کہتا ہے
کہ الحمد للہ کہ میں نے جو بات سابق میں لکھی ہے علامہ نسفی رح کی تقریر کا آل بھی وہی ہے یعنی جب اُنھوں نے مخلوق کے لیے قدرت فعل
ثابت کی تو اللہ تعالے کی صفت تسخیر وقہر میں نقص ڈالا پس ایسے خالق کے قائل ہوئے جسکے سواے مخلوق بھی خود مختار ہے اور چونکہ اللہ عز
جل جلالہ پر یہ صادق نہیں آتا لہذا انھوں نے دعوے کیا کہ ہم اللہ تعالے جامع صفات کمالیہ پر ایمان لائے حالانکہ مشرک ہیں۔ کیونکہ
دراصل انکا ایمان اپنے ظن کے اکہ پر ہے اور اللہ تعالے پر نہیں ہے اور انکا یہ کہنا کہ نہیں مظنون پر نہیں بلکہ ہم اللہ تعالے پر ایمان
لائے ہیں یہ محض دعوے ہے جو واقعی نہیں ہے پس دو قسمیں نکلیں ایک وہ کہ اللہ تعالے پر ایمان کا دعوے کرتے ہیں اور وے مومنون
ہیں اور دوم وہ کہ اللہ تعالے پر ایمان کا دعوے کرتے ہیں اور وے مشرکین ہیں فافہم واللہ تعالے اعلم بالصواب۔ پھر شیخ نے لکھا کہ
بعض نے کہا کہ قولہ الا وہم مشرکون۔ یعنے اپنے نفس کی طرف سے تقصیر جاننا اور اسپر ملامت روا رکھنا شرک ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اوپر مذکور
ہوا کہ نفس وجملہ مخلوقات مسخر بقدرت آلہیہ ہے تو نفس کی تقصیر یہی ہے کہ اس نے قصور کیا حالانکہ کرنا کسی فعل کا خواہ قصور ہو یا خدمت ہو نفس کی
قدرت میں نہیں ہے بلکہ خالق عز وجل جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے تو گویا اس نے اپنے نفس کو قدرت والا خیال کیا اور یہ شرک ہے۔ پھر میں کہتا ہوں کہ
تحقیق تو یہی ہے جو بعض مشائخ نے ارشاد فرمایا ولیکن بندہ روئے وعاجزی کی توفیق پاوے تو یہ سعادت ہے کیونکہ بحالت تقصیر وہ فی الجملہ
ظہور قہریات کا مظہر ہے فافہم واللہ تعالے اعلم۔ اور شیخ واسطی رح کے کلام میں اس کی تصریح ہے کہ نفس کی جانب یہ دیکھنا کہ اُس نے
تقصیر کی یعنی چاہتا تو تقصیر نہ کرتا یہ شرک ہے کیونکہ جس نے اپنے نفس سے کچھ خیال کیا اس نے ازلیت ومقدرات سے انکار کیا جو کہ حق تعالے
کی طرف سے محقق ہیں اور جس نے اپنے نفس کو اُس کے امور میں سے کسی امر میں ملامت کی اس نے شرک کیا قال المترجم والبرہان
علیہ قولہ علیہ السلام جف القلم بما ہو کائن او نحو ذلک وقولہ علیہ السلام وہم یعملون وقولہ علیہ السلام کل میسر لما خلق لہ پس اخیر صریح ہے

کہ غیر مقدر کے لیے اسکو تیسیر و توفیق نہو گی پس قدرت اسکو کہان سے ملی جو پیدا کرتا شیخ نے اسکے بعد بہت دقیق کلام شیخ حسین رحمہ اللہ
سے نقل کیا کہ قال منوط العلل ہے اور افعال مقرون بشرک اور حق عز وجل ان سب سے مبائن ہے بدلیل قولہ تعالے وما یومن اکثرہم باللہ الا وہم
مشرکون۔ مترجم کہتا ہے کہ دقائق اس کلام کے اس حد تک ہین کہ عوام کچھ زبان سے نکالنے والے کو کافر کہینگے اور کیونکر مجال ہو کہ حضرت قدیم
ذو العظمۃ والکبریا کی ثنا زبان ادا کرے اور اس کی شہادت و اقرار ایمان کا فعل ہو اور نہین خالق و موجود مگر وہی پاک جل شانہ اور تمام فنا در
عین بقا ہے اور محض عدم عین موجود ہو واللہ سبحانہ تعالیٰ ہو المومن المہیمن العلیم الحکیم۔ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا کہ حق تعالے کی شان پاک
و شرک سے بیزاری بیان کرے و مخلوق کو ارشاد بحق فرمایا بقولہ تعالے

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ

تو کہہ دے کہ یہی ہو میری راہ میں بلاتا ہون اللہ تعالے کی طرف سوجھ کے ساتھ دلیل سے مین بھی اور جو لوگ میرے پیرو ہین اور پاک ہے اللہ تعالے اور مین

اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ۭ

نہین ہون مشرکون مین سے اور نہین بھیجے ہمنے تجھ سے پہلے مگر کچھ مرد جنکی طرف ہم وحی بھیجتے تھے اہل قری یعنی بستی کے رہنے والون سے

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ

کیا وے نہین پھرے زمین مین تا کہ دیکھتے کہ کیونکر ہوا انجام کار ان لوگون کا جو ان سے پہلے گذرے ہین اور بیشک دار آخرت

خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝

بہتر ان لوگون کے لیے جنھون نے تقویٰ کیا سو کیا یہ لوگ عقل نہین رکھتے ہین

قُلْ کہدے اے افضل المخلصین و سید المومنین و امام المرسلین محمد صلے اللہ علیہ وسلم مشرکین مکہ کو کہ ھٰذِہٖ یہی طریقہ جو توحید و ایمان کا ہے
جس مین الوہیت و قدرت فقط اللہ تعالے کے واسطے ہے کسی غیر کی شرکت کسی حال مین ممکن نہین ہے یہی سَبِیْلِیْٓ میری راہ ہے بلانا توحید
کی طرف اور آخرت کے لیے موت سے پہلے سامان جمع کرنا بدون شرک کے میرا طریقہ اور یہی میری سنت ہے اس کی تفسیر فرمائی اسطرح کہ
اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ مین بلاتا ہون اللہ کی طرف یعنے اس طرح اس ذات پاک جامع صفات کمالیہ پر ایمان لاؤ کہ وہ اسی کی شان ہو اور
کچھ شرک و کفر کا اعتقاد مت کرو اور قول و فعل سے شرک مت کرو تا کہ اللہ تعالے پر ایمان صحیح ہو پس تم جھوٹ و باطل اپنے گمان مین
اللہ تعالے پر ایمان کا دعوے کرتے ہو حالانکہ مشرک ہو اور مین تمکو اللہ تعالے کی طرف بلاتا ہون عَلٰي بَصِيْرَةٍ بینائی پر اور یہ قلبی نورانی
بینائی ہے اور آنکھ کی بینائی کو بصارت کہتے ہین اور مراد یہ کہ اندھے پن سے نہین بلکہ روشن دلیل و نورانی حجت پر دعوت اللہ تعالے کی طرف
کرتا ہون۔ اَنَا مین خود وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ اور جو کوئی میرا پیرو ہوا ہو حاصل یہ کہ تم دروغ طور پر بغیر دلیل و قلبی بصیرت کے اللہ تعالے پر ایمان کا
دعوے کرتے ہو حالانکہ مشرک ہو اور مین تم کو بصیرت و حجت واضح سے اللہ تعالے کی طرف بلاتا ہون پس اصلی بصیرت پر مجھے کیا گیا پھر جو میرے
تابع ہوا وہ بھی بصیرت پر ہو گیا پس مین اور میرے تابع جو ہون سب تمکو اللہ تعالے کی طرف نورانی راہ پر بلاتے ہین۔ مؤلف فتح البیان
غفر اللہ لہ نے لکھا کہ اس آیت مین دلیل ہے کہ جو کوئی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا متبع ہوا اسپر واجب ہے کہ کافرون کو راہ مستقیم بتلاوے
مترجم کہتا ہے کہ اس مسئلہ کے نکالنے مین اس نے اجمال سے قریب خطا کے رکھا اور صواب وہ ہے جو سراج وغیرہ مین ہے کہ متبعین
مومنین مین سے جو بصیرت پر ہو اس پر ہدایت کرنا واجب ہے۔ چنانچہ لکھا کہ آیت مین دلیل ہے کہ اللہ تعالے کی طرف بلانا جبھی بہتر

دعا جائز ہے کہ جب یہ شرط اس مین موجود ہو کہ جس طرح بلاتا ہے اسپر یقین کے ساتھ اس کو بصیرت حاصل ہو ورنہ اُسکا عذر ہوگا اور حدیث
نقل کی کہ علما امانت دار ہین رسول کے اللہ تعالیٰ کے بندون پر کہ حفاظت مین رکھتے ہین جس سے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہین۔
مین کہتا ہون کہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ نصیحت کرنا و نیک باتون کی ہدایت اور بُری باتون سے ممانعت کرنا کسطرح ہے تو فتاوے عالمگیریہ
وغیرہ مین اس مین تفصیل مذکور ہے اور حق میرے نزدیک یہ ہے کہ ایمان والے باہم ایک دوسرے کو بدکام سے منع کرتے رہین اور نیک کام
بتلاتے رہین اگرچہ عالم نہون لیکن شرط ہے کہ اس نے عالم سے سُنا اور معلوم کر لیا ہو اور رہا عامی آدمی کسی کافر کو ایمان کی ہدایت کرے
تو میرے نزدیک نرمی سے بلاوے اور اگر وہ کوئی شبہہ و جھگڑا پیش کرے تو اُس کو عالم کے پاس لادے یا راہ بتلاوے اور خود اپنی معلومات
سے زیادہ بدون بصیرت کے دخل نہ دیوے ولیکن اگر نہ بلاوے تو اُس پر گناہ ہونے کی دلیل مجھے نہین ملی واللہ اعلم اور عالم پر البتہ
یہ ہدایت واجب ہے جبکہ امید نفع ہو اور اگر غالب گمان نہو یا فتنہ کا خوف ہو تو علما نے کہا کہ وہ معذور رکھا جائیگا سوال اس زمانہ
مین علما تو بالکل ساکت ہین مترجم کہتا ہے کہ یہ اس زعم پر ہے کہ دعوت اسلام تمام پھیل گئی تو وجوب نہ رہا۔ مگر میرا گمان ہے کہ بشرط
وسعت عام مجمع مین نصیحت کرنا چاہیے۔ افسوس کہ برخلاف اسکے یہ لوگ آپس مین ایک دوسرے کو بدعتی و وہابی اور مقلد و غیر مقلد کے
جھگڑے مین کافر و مشرک بنا کر جماعت سے جُدا کرتے ہین حالانکہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم تو منافقون کو خارج نہ فرماتے تھے اور مفتی پر واجب
ہے کہ جہانتک تاویل سے گنجائش ہو کسی کو کافر نہ کہے اور نصیحت کرنا تو واجب ہے۔ ابن الانباری نے کہا کہ کلام کی ترکیب اس
طرح بھی ہو سکتی ہے کہ قل ہذہ سبیلی ادعوا الی اللہ۔ کہدے یہ میری راہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہون و قولہ علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی۔
بصیرت پر ہون مین اور میرے پیرو مین کہتا ہون کہ بیضاوی رح نے بھی اسکو ذکر کیا ہے ولیکن اول وہ اول ہے اگرچہ دوم مین خبر مقدم کرنے
سے ایک اشارہ نکلتا ہے وہ یہ کہ بصیرت پر مین اور میرے متبعین ہی ہین تو اشارہ ہے کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان کے دعوے مین
خالی گمان پر ہو اور درحقیقت مشرک ہو اور اسی سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے کی ان اندھون کو ضرورت تھی کیونکہ وہ
شیطان کی طرف جاتے تھے اور جہالت سے سمجھتے تھے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہین جیسا کہ مکرر بیان ہو چکا ہے۔ پھر ہر شرک سے
اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کی۔ وَسُبْحٰنَ اللّٰہِ اور پاکی بیان کرتا ہون یا پاکی کی طرف نسبت کرتا ہون اللہ تعالیٰ کو۔ یعنے وہ ہر
گمان والے کے گمان و شرک و مثل و نظیر سب سے پاک ہے۔ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اور نہین ہون مین مشرکون مین سے۔
یعنے مین اُن مین نہین ہون جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا دعوے کرتے ہین مگر مشرک ہین شیخ امام حافظ ابن کثیر رح نے لکھا کہ
اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو جس کو جن و انس تمام کی طرف بھیجا حکم فرماتا ہے کہ اُن کو آگاہ کر دے کہ یہ میرا راستہ یعنے طریقہ و سنت ہے
یعنے دعوت بکلمۂ توحید لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ مین اللہ تعالیٰ کی طرف بصیرت پر بلاتا ہون دلیل و یقین کے ساتھ مین اور میرے
متبعین اور مین اس کی عظمت و پاکی ظاہر کرتا ہون اس بات سے کہ کوئی اُس کا شریک یا نظیر ہو یا فرزند و جورو ہو یا مشیر صلاح کار
ہو یا ماتحت کارپرداز ہو پاک ہے وہ تبارک و تعالیٰ ان سب سے وہ پاک ہے خیال و گمان سے تسبح لہ السموات السبع والارض ومن
فیہن وان من شئی الا یسبح بحمدہ الآیہ۔ اسی کی تسبیح کرتی ہے سب آسمان و زمین اور جو لوگ ان مین ہین اور کوئی چیز نہین مگر آنکہ وہ تسبیح کرتی ہے
اُسکے حمد سے ولیکن تم انکی تسبیح کو نہین سمجھتے ہو وہ بیشک حلیم غفور ہے پھر کفار عرب حقیقت انسانیہ سے غافل ہو کر کہتے ہین کہ اگر اللہ تعالیٰ رسول بھیجتا
تو ملائکہ بھیجدیتا اور یہ بھی شرک کی جہالت تھی ورنہ تاثیر الٰہی سبحانہ تعالیٰ مین ہر چیز یکسان ہو سکتی ہے آیا نہین دیکھتے کہ قرب قیامت مین ایک

Marfat.com

چوپایہ نکلیگا جو آدمیون سے باتین کریگا کہ لوگ پروردگار کی نشانیون پر یقین نہین لاتے ہین مگر حق تعالے عز وجل کی مشیت ہی کہ انسان کو
سرفراز کیا اور ان مین سے رسول بھیجے پس مشرکین کا رد فرمایا بقولہ سو وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اور نہین بھیجے ہم نے تجھسے پہلے
اِلَّا رِجَالًا مگر مرد لوگ۔ نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ ہم وحی فرماتے تھے اُن کی طرف۔ یہ قراءۃ نوحی بنون حفص رحمہ اللہ کی تمام قرآن
مین ہے اور دوسرون نے یوحی بیائے مضموم وحا مفتوح بصیغہ مجہول پڑھا ہی اہل بصرہ وغیرہ کی قراءۃ ہے یعنے ایسے مرد جن پر وحی
کیجاتی تھی۔ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى اور یہ لوگ قریون کے رہنے والے تھے یعنے شہرون قصبون مین ان کو بسایا تھا اور رسول
فرمایا جنگل کے بدو اور گنوار نہ تھے کیونکہ اہل شہر مین علم وحلم دیا ہے اور گنوارون مین جہل وسخت دلی کی عادت رکھی ہی دیکھو مولوی
روم نے لکھا ؎ دہ مرو دہ مرد را احمق کند ؛ عقل را بے نور و بے رونق کند۔ یعنے گاؤن مین مت جا کہ وہان مرد احمق ہو جاتا ہے
عقل اس کی بے نور و بے رونق ہو جاتی ہی۔ اور اگر کہا جاوے کہ [illegible] مین گزرا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام واُن کی اولاد ایک گاؤن
کھیڑے مین سے مصر کو آئے تھے اور خود یوسف علیہ السلام نے کہا کہ جآء بکم من البدو۔ تو یہ کیونکر تھا۔ جواب یہ ہے کہ اصل سکونت
ان کی کنعان مین تھی مگر بسبب قحط کے مویشیون کی ہلاکت وغیرہ کے خوف سے جنگل مین چلے گئے تھے۔ اور اگر کہا جاوے کہ حضرت ابو ذر
غفاری رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تنہا جنگل مین رہنے کی اجازت دی تھی تو جواب یہ ہی کہ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ جس کسی کو
خلاف سنت کام کرتے دیکھتے اسکو لاٹھی سے مارتے اور کمال یقین و نہایت اتباع سے ہر شخص کی نسبت انکے خیالات استقامت کے تھے ولیکن
حق تعالے نے لوگون کو ایک حال پر نہین رکھا ہی پس پیغمبر صادق مصدوق علیہ السلام نے بطور معجزہ کے انکے حق مین فرمادیا تھا کہ تو تنہا رہیگا
اور تنہا مریگا پس وہی واقع ہوا۔ اور یہ اجازت خاص تھی جیسا کہ صحاح احادیث مین مصرح ہی اور واضح ہو کہ قری جمع قریہ کی کبھی تو مدینہ کے مقابل
آتا ہے تو مدینہ شہر یا بڑا قصبہ ہوتا ہے اور قریہ گاؤن بلکہ کھیڑا اور کبھی قریہ مقابل بادیہ بولا جاتا ہے تو قریہ سے مراد شہر و قصبہ مانند قولہ علی رجل
من القریتین عظیم۔ یعنے مکہ و مدینہ۔ اور بادیہ سے مراد جنگلی آبادی جہان سب کھلا ہوا میدان ہے بادیہ مشتق بدو سے ہے حاصل آنکہ ہم نے
تجھ سے پہلے بھی رسول بھیجے جنکو ہم مثل تیرے وحی بھیجتے تھے وہ شہر کے مرد تھے ابن عباس رضہ نے کہا یعنے وہ آسمانی فرشتہ نہ تھے
جیسے تم کہتے ہو پس یہ آیت بمانند قولہ وما ارسلنا قبلک من المرسلین الا انہم لیاکلون الطعام ویمشون فی الاسواق اور قولہ وما جعلناہم جسدا لا
یاکلون الطعام وما کانوا خالدین۔ اور خود پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ ان لوگون کو آگاہ کردے کہ سابق انبیاء کے مثل مین ہون کچھ
انوکھا نہین ہون چنانچہ کہا قل ما کنت بدعا من الرسل۔ اور شیخ ابن کثیر رہ نے کہا کہ قری مین سے مراد مدائن یعنے شہر ہین اور معنے یہ کہ وہ
بادیہ کے لوگون مین سے نہ تھے جو جفا و غلظت قلوب مین مشہور ہین اور اہل شہر کی نسبت معروف ہے کہ الطف واحلم ہوتے ہین اور سواد شہر
و قصبات کے لوگ بہ نسبت بادیہ والون کے بہتر ہوتے ہین مترجم کہتا ہے کہ اس مین دلالت ہے کہ نوع انسانی مین اتفاق واجتماع سے
ان کے عقول کا تصفیہ ہوتا ہے لہذا اگر ایک شہر مین بہت لوگ ہون مگر بسبب قہر آلہی کے آپس مین متفق نہون تو برباد ہون گے۔ اور اہل بادیہ
بوجہ جانورون کی صحبت کے سخت دل و بیوقوف ہو جاتے ہین ولہذا قال تعالے الاعراب اشد کفرا ونفاقا الآیۃ قتادہ رہ نے کہا
کہ اہل القری مین سے اسواسطے مبعوث فرمائے کہ وے علم وحلم یعنے عقل و دانائی مین زیادہ ہوتے ہین مسئلہ آیت سے مستنبط ہوا کہ
اللہ تعالے نے جو انبیاء ورسول بھیجے ہین وے ایک تو مرد تھے اور دوم شہر کے لوگون مین سے تھے۔ اور معنے یہ ہین کہ ازل مین ان لوگون
کو نبوت کے لیے سرفراز کیا اور ان کو دنیا مین شہر مین پیدا کر کے بسایا پس یہ توفیق نعمت ہوئی چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام نے

Marfat.com

اس توفیق ونعمت کا بڑا شکر ادا کیا۔ شیخ ابن کثیر رحمہ نے ذکر کیا کہ اہل السنۃ والجماعۃ کا یہی مذہب ہے اور اسی کو شیخ علی بن اسمٰعیل یعنے
ابوالحسن الاشعری نے ان سے نقل کیا ہے کہ عورتوں میں کوئی نبی نہیں ہوئی ہاں ان میں صدیقہ عورتیں ہوئی ہیں جنھوں نے نبوت ونبی
والوہیت رب تبارک وتعالےٰ کی اچھی تصدیق کی اور دیکھا کہ اشرف النساء مریم بنت عمران کو فرمایا کہ المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت
من قبلہ الرسل وامہ صدیقۃ۔ دیکھو مقام تشریف وتعریف میں فقط صدیقہ فرمایا اور اگر وہ نبیہ ہوتیں تو ضرور اس محل میں اُن کا شرف
ظاہر کیا جاتا۔ اور جن لوگوں نے زعم کیا کہ بعض عورتیں نبیہ ہوئی ہیں جیسے سارہ حضرت خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام کی پاک بی بی
اور مادر موسیٰ وعیسیٰ علیہ السلام تو ان کا زعم اس وجہ سے ہے کہ ملائکہ نے حضرت سارہ کو اسحٰق کی بشارت دی اور مادر موسےٰ علیہ السلام کی
نسبت فرمایا واوحینا الیٰ ام موسیٰ۔ اور مریم مادر عیسےٰ علیہ السلام کو ملائکہ نے بشارت دی کما قال تعالےٰ اذ قالت الملائکۃ یا مریم ان اللہ
اصطفاک پس یہی وحی ہے کہ جس سے نبوت ہوتی ہے تو وہ نبیہ ہوئیں اور شیخ رحمہ نے جواب دیا کہ ہاں اسقدر تو ان عورتوں کو بلاشبہہ
حاصل تھا پس اگر ان لوگوں کی مراد فقط نبیہ ہونے سے یہ ہے کہ ان عورتوں سے ملائکہ نے بحکم الٰہی کچھ کلام کیا یا کوئی حکم پہونچایا تو ضرور اسقدر
شرف ان لوگوں کو حاصل تھا لیکن جمہور علماء کے نزدیک نبوت کے لیے یہ کافی نہیں ہے بلکہ وحی تشریع ہونی چاہیے اور وہ بآیات سابقہ
فقط مردوں میں منحصر رہا ہے۔ بعض نے ذکر کیا کہ انبیاء کا مردوں میں سے ہونا عرب کے نزدیک امر معروف تھا چنانچہ سجاح عورت نے جب
بعد وفات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نبوت کا دعوےٰ کیا اور ادھر مسیلمہ بن کذاب نے دعوےٰ کیا اور انجام کار سجاح مذکور کے مسیلمہ
سے زنا کا پیٹ رہا اور سب ہلاک ہوئے تو قیس بن عاصم نے سجاح مذکورہ کے حق میں یہ اشعار کہے ؎ اضحت نبیتکم انثی فطیف بہا ۔ واصبحت
انبیاء اللہ ذکرانا ۔ فلعنۃ اللہ والاقوام کلھم ۔ علی سجاح ومن بالّوم اغرانا۔ اور مترجم کہتا ہے کہ اس سے اسقدر ثبوت ہوا کہ بعد اسلام کے
عرب میں یہ امر زمانہ صحابہ میں معروف تھا تو اب اختلاف کرنا جہل ہے۔ اور مترجم کہتا ہے کہ فقط ملائکہ کے ملنے اور مطلق وحی الٰہی سے
نبوت نہیں حاصل ہوتی ہے تو نہیں دیکھتا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا واوحی ربک الی النحل ان اتخذی من الجبال الآیہ پس اگر مطلق وحی
کافی ہو تو شہد کی مکھیوں کا نبی ہونا لازم آوے اور تو جانتا ہے کہ حدیث حنظلہ رضی اللہ عنہ میں جبکہ انھوں نے مع حضرت ابوبکر
رضی اللہ عنہ کے حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ نافق حنظلۃ۔ اور بیان کیا کہ جب ہم آپ کی خدمت میں ہوتے ہیں اور آپ ہم کو
وعظ ونصیحت فرماتے ہیں تو ہمارا قلب ایک حال پر ہوتا ہے پھر جب بال بچوں سے ہم ملے تو غفلت آجاتی ہے پس آپ نے فرمایا کہ اگر
تم اسی حال پر رہو تو ملائکہ تم سے تمھارے بچھونوں پر مصافحہ کریں اور گلی کوچہ میں تم سے ملیں ولیکن اے حنظلہ اوقات ہیں الحدیث پس
ظاہر ہے کہ ملائکہ اگر ملتے اور مصافحہ کرتے تو بھی یہ لوگ انبیاء نہ ہو جاتے پس صواب وہی مذہب اہل السنۃ والجماعۃ ہے اور یہاں جو آیت
مذکور ہے اس میں بھی صریح دلالت ہے اور حسن بصری رحمہ نے کہا کہ نہیں مبعوث ہوا کوئی نبی بدو سے یعنے بادیہ کے رہنے والوں میں سے
اور نہ جن میں سے اور نہ عورتوں میں سے۔ اور حاصل معنے آیت کے یہ ہیں کہ جیسے ہم نے تجھے خاتم المرسلین بھیجا ویسے ہی تجھ سے پہلے ہم نے
اہل القریٰ میں مردوں کو نبی بھیجا ان کی طرف ہم وحی فرماتے تھے۔ پھر ان انبیاء کی امتوں کا حال ظاہر ہے کہ بعضے ایمان لائے اور
بہتوں نے کفر کیا اور شرک نہ چھوڑا آخر کار نبی ومومنوں کو نصرت ہوئی اور منکرین ہلاک ہوئے اور پچھلوں کے لیے عبرت ہو گئی افلم
یسیروا فی الارض پس کیا نہیں پھرے یہ لوگ جو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے منکر ہوتے ہیں زمین میں۔ یعنے جہاں
جہاں کافرین بسبب کفر کے ہلاک ہوئے ہیں۔ فَیَنظُرُوا تاکہ دیکھتے کہ۔ کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ۔ کیونکر ہوا

؎ تمھاری قوم کی پیغمبر ایک عورت بنی تو آخر اس سے وہ لگ گئی حالانکہ اللہ کی طرف سے پیغمبر مرد ہی ہوتے آئے ہیں پس لعنت ہو اللہ کی اور جملہ اقوام کی سجاح پر اور اس شخص پر جس نے ہم کو اس ملامت میں مبتلا کیا۔

انجام ان لوگون کا جوان سے پہلے گذرے ہین کہ ان مین سے منکرون وموذیون کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کیا اور دنیا ہی سے انپر عذاب شروع ہوا اور برابر سلسلہ ابدالآباد وبے انتہا زمانہ تک قائم رہے گا اور ان مین سے مومنون کو اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے نجات دی پس دنیا مین بھی اُن کا انجام اچھا ہوا اور آخرت مین بھی نعمت ومنزلت ہے لہذا فرمایا۔ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ ۔ اور بیشک آخرت کا گھر۔ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ اتَّقَوْا بہت بہتر ہے ان لوگون کے لیے جنھون نے تقوی کیا۔ یعنے دنیا وہی ثروت وعیش بلکہ بادشاہت تمام دنیا سے بھی اہل تقوی کے لیے آخرت کا گھر بہت بہتر ہے چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام نے باوجود سلطنت کے اور باوجود یقین اس امر کے کہ موت چندروز مین آویگی بقول بعض علماء آخرت کے لیے دعا مانگی اور یہ اسی وجہ سے تھا کہ اُنکو انکا آخرت کا گھر دکھلا دیا گیا تھا پس وہان جانے کے مشتاق ہوئے۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا یہ لوگ سمجھتے نہین ہین کہ اسقدر انبیاے سابقین مبعوث ہوئے اور منکرون کو عذاب شدید سے ہلاک کیا گیا تو انجام کفر وشرک کا بہت بدتر ہے اور مومنون کو دنیا مین بھی نیک نامی اور آخرت مین بڑے درجہ ملے اور جب دنیا خواہ مخواہ ایسا گھر ہے کہ اسکو چھوڑ دینا چاہیے تو ضرور نجات آخرت و رضاے حق عزوجل بہتر ہے۔ بعض قراءۃ مین تعقلون بصیغہ خطاب ہی تو بطور سخت ملامت کے منکرون کو مخاطب کرکے فرمایا کہ کیا تم لوگ عقل نہین رکھتے ہو۔ مسئلہ جس شخص کو میسر آوے کہ وہ روئے زمین مین سیر کرے تو مضائقہ نہین ہی اور تضییع اوقات یا اسراف نہ ہوگا مگر اس شرط سے کہ محض خالص نیت اُسکی یہ ہو کہ فنا ے دنیا کے آثار کیسے ظاہر ہین اور اگلون کا کیا انجام ہوا غرضکہ عبرت کی نیت ہو اور اس زمانہ مین لوگ فقط دنیا کی زینت دیکھنے کو لندن وپیرس وغیرہ جاتے ہین اور یہ مزید کفر وشرک ہی ف فی العرائس قولہ تعالےٰ قل ہذہ سبیلی ادعو الی اللہ الآیہ میری راہ معرفت الٰہی واسکی محبت اور اسکی راہ مین روح قربان کرنا اور نفس کو اُسکے حکم کا مطیع کرنا اور میری دعوت کا فائدہ اسی شخص کو پہونچتا ہی اور وہی میرا تابع ہوتا ہے جسکے حق مین ازل سے عنایت الٰہی نے قبول فرمایا ہے اور میرے تابع ہوکر جب چشم بصیرت سے بینا اور عرفان الٰہی عزوجل سے آگاہ ہوجاتے ہین تو کمال شفقت سے اپنے بھائیون کو اسی راہ پر بلاتے ہین اور مین اور میرے تابعین اس راہ پر بلاتے ہین بے بصیرت نہین ہین بلکہ نور بصیرت ویقین وکشف الٰہی وبیان قرآنی جس مین نفس وشیطان کا خطرہ ودھوکا نہین ہے اس راہ پر بلاتے ہین چنانچہ خود اُن کو کشف وبیان ومعرفت سے بصیرت بہدایت آلٰہیہ حاصل ہوگئی تو کچھ شبہہ وتردد نہین رہا۔ پھر حق عزوجل نے اپنی تسبیح اپنے پیغمبر پاک کی زبان سے بیان فرمائی اور حکم کیا کہ حق عزوجل کو ہر خیال وعقل سے منزہ تسبیح کرے بقولہ وسبحان اللہ۔ پاک ہے اللہ تعالےٰ۔ مخلوقات اپنے خیالات ودلائل سے اُسکی صفات کا ادراک کرنے مین عاجز ہین اسکی معرفت بہدایت آلٰہیہ ہے جسکا نتیجہ کشف ویقین سے بصیرت ہے۔ وما انا من المشرکین مین مشرکون مین سے نہین جو دعوے کرتے ہین کہ ہم استدلال سے یقین پیدا کرین کیونکہ فعل کا خالق اللہ تعالےٰ ہی اور کیونکر مخلوق کو دعوے ہوگا کہ جملہ صفات آلٰہیہ کو جہان خالق عزوجل سے بے ادبی نہو وہ استدلال عقلی سے ادراک کرے اور قدیم کی بارگاہ جلیل تک حادث اسکی مخلوق کو کیا تاب پھر عقل جیسی اسکی مخلوق ہی اسکے ادراک وافعال بھی اُسکے مخلوق ہین تو کیونکر اُسکو رسائی ہو بیواسطے بعثت انبیاء علیہم السلام فرض ہی پس جس نے قدر رسالت ونبوت نہ جانی وہ گمراہ واول درجہ کا بے عقل ہے شیخ نے کہا کہ من المشرکین۔ اشارت مین داخل ہے کہ غیر کی طرف ملتفت نہین ہون نہ شان محبت مین اور نہ شان ربوبیت مین نہ خطرات کی مداخلت مین او تعالےٰ ہر خطرہ وگمان سے پاک ہے۔ ابن عطار نے کہا کہ مین تم کو اسی کی طرف بلاتا ہون جس سے تم ہمیشہ فضل وانعام واحسان کے عادی ہوئے ہو اور جس سے تمھارا وجود ہے وہ اللہ تعالےٰ کبیر

Marfat.com

متعال حی قیوم لم یزل ولایزال ہے۔ شیخ ابوسعید القرشی رح نے فرمایا کہ جو کوئی شخص کہ مخلوق کو حق تعالے کی طرف دعوت کرے اسکو ضرورت ہے کہ قدرت آلہیہ سے اُس کو صولت و قبول ہو اور یہ چیزیں اس کی دعوت کرنے میں مندرج ہونگی چنانچہ آیت میں بصیرت کی تصریح ہے پس جو کوئی اللہ تعالے کی طرف بلاوے ان میں اور جو کوئی راہ آلہی کی طرف بلاوے اس میں دونوں میں فرق ہے۔ بعض نے کہاکہ جو شخص مخلوق کو اللہ تعالے کی طرف بلاوے وہ خلق کو اُس کی طرف اُسی کی قوت سے بلاتا ہے اس میں اس شخص کے نفس کا کچھ دخل نہین ہوتا اور جو کوئی کہ مخلوق کو اللہ تعالے کی راہ کی طرف بلاتا ہے انکو بذات خود اسطرف بلاتا ہے اسی واسطے اکثر لوگ اس کا کہنا مان لیتے ہین کیونکہ طبیعت میں مشاکلت قائم ہے اور بہت کم لوگ اسکا کہنا مانتے ہین جو اللہ تعالے کی طرف بلاتا ہے کیونکہ اس مین نفس و طبیعت سے مفارقت ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ نہایت لطیف تحقیق ہے جس سے ہدایت کے معنے حل ہوگئے چنانچہ اختلاف علماے ظواہر مشہور ہے کہ ہدایت کے معنے مطلوب تک پہونچا دینا یا یہ معنے ہین کہ راہ راست دکھلانا و بتلانا۔ اور آیات سے استدلال دونون طرف موجود ہین اور حق یہی ہے جو شیخ قرشی رح نے کہاکہ ہدایت اللہ تعالے کی طرف تو بقدرت آلہیہ ہے اور یہ اصول بحق ہے اور ہدایت بسبیل آلہی رہنمائی ہے اور معنے اول اکثر لوگون کے فہم سے عالی ہین فاللہ تعالے ہو الہادی الی سبیل الرشاد۔ واسطی رحمہ اللہ نے کہاکہ بصیرت عمل قلبی ہے اور لوگ اس سے غافل ہین اور لوگون کی بصیرت کی حقیقت یہ ہے کہ کسی شے کو مشاہدہ کرین وہو قولہ ادعوا الے اللہ علے بصیرۃ۔ کیونکہ صحت بصیرت بقوت آلہیہ ہے اور وہ نور سے اعلی ہے اور نور مومن کو بھی حاصل ہوتا ہے اور بصیرت ٹھیک نہین ہوتی جب تک کہ تلاطم امواج نفس و خطرات سے نجات ہوکر خود مالک نفس ہو جاوے اور جب تک نفس کی ملکیت میں ہے اور خطرات و شواہد کا کچھ اثر اسپر پڑتا ہے تب تک اس کی بصیرت واہیہ ہے۔ بعض نے کہاکہ دعوت حق از بصیرت ہوتی ہے اور نفاق پیدا ہونا ضعف و تاریکی ہے اور کہاکہ بصیرت لباس ارواح ہے اس سے جسم کو کچھ نصیب نہین ہے۔ واسطی رح نے کہاکہ بصیرت اتباع بعد کمال ہے ولیکن اس امر کا کہ داعی کو ہدایت سے کچھ بھی حصہ نہین ہے اور کہاکہ اتباع اس طرح کہ اپنے آپ کو مع سکون و حرکات و افعال و ارواح حضرت داعی صلے اللہ علیہ وسلم کو سپرد و سونپ دیا۔ قولہ وسبحان اللہ حق عز و جل منزہ ہے کہ کوئی شخص بدون اس کے راہ پاوے اس کی جانب۔ وما انا من المشرکین۔ دعوے نہین کرتا اپنے نفس کے لیے حق عز و جل کے ساتھ کسی چیز کا بلکہ سب اسی کا ہے جیکا سب ہے۔ ابن عطار رح نے کہا کہ طمع و شہوات سے تاریکی اندھا کر دیتی ہے لہذا البصیرت پر غلاف ہوتا ہے اور جب بصیرت ہوتی ہے تو معلوم و مشہود سب کو جلا دیتی ہے آیا تو نہین جانتا کہ بصیرت کسی شخص کی نہین ہوتی جب تک کہ وہ رقیت مین رہے اور جب تک کہ شواہد و اعراض کا اسمین کچھ اثر رہے تب تک اسکی بصیرت واہی ہے اور جبکہ بصیرت ٹھیک ہو جاتی ہے وہ شخص ہر آفت سے سالم رہتا ہے ابن عطار رح نے کہاکہ بصیرت اور سکینت مین فرق یہ ہے کہ بصیرت تو مکشوف ہوتی ہے اور سکینت مستور ہوتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ بصیرت یہ ہے کہ آفتاب معرفت تابان ہو پس اسمین عقل کے انوار مندرج ہو جاوین۔ اقول یعنے عقل کے انوار سے اول معرفت مین قدم تھا اور بعد کو معرفت کے آفتاب کے سامنے عقل کے انوار نظر سے غائب ہوگئے اور یہ بھی ایک لطف ہے کہ مرد عارف مقام حیرت مین عقل سے بالاتر ہے باوجودیکہ اہل عقل اس سے محجوب ہین اور یہ قول کہ حق تعالے نے جابجا عقل و عقلاء کی ضمنی تعریف فرمائی ہے تو مراد عقل سے نورانی جوہر ہے جو بذات خود معرفت خالق عز و جل کو ہے اور یہ ابتدائی تعلیم ہے اور انتہائی درجہ کی طرف صعود مین غبار دکھاتا ہے۔ شیخ رح نے کہاکہ میرے پاس اس مقام پر ایک دقیقہ ہے جو اکابر اولیاء کے کلام سے مشابہ ہے اور بہ نسبت اول کے دقیق ہے یعنے کہے اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کہ یہ طریقہ جو کہ تم مجھ سے دیکھتے ہو جو اس نے ازل سے میرے

Marfat.com

لیے پسند فرمایا ہے کہ اول شریعت ہے پھر طریقت ہے پھر حقیقت ہے پھر حقیقۃ الحقیقۃ ہے وہی بصیرت ہے اور یہ بصیرت اشراق خیال قدم واسطے چشم روح کے ہے جو مرتبہ اطمینان میں فی اللہ ولِلّٰہ وباللہ ہے جو قفس عدم سے انوار قدم میں آئی ولیکن اس کو انوار کبریا میں تا ابد سکون نہیں ہے پس موضع بصیرت ادراک نظر روح مذکور ہے اور موضع ادراک چشم روح ہے اور یہ بصیرت نور کشف صفات حق ہے جو ابدیت سے متزائد ہوجاتا ہے یہان تک کہ یہ مضمحل ہوکر سطوات حق عزوجل غالب آتے ہین حتی کہ یہ آنکھ اس نور مین مطموس ہوجاتی ہے پس وہان صرف نور حق باقی ہوتا ہے اور کیونکر ظہور قدم مین حدوث کو بقا ہوسکتا ہے حالانکہ ابتدائے ظہور مین حدوث پاش پاش ہوجاتا ہے یعنے اللہ تعالےٰ کے ساتھ میری یہ حالت ہے اور مین تمھین ایسی حالت کی طرف نہین بلاتا ہون کیونکہ یہ بصیرت تو مضمحل بحق از حق ہے بلکہ تم کو اللہ تعالےٰ کی طرف بلاتا ہون تم اُسکو نہین پہچانتے ہو اور نہ چشم بصیرت سے دیکھتے ہو کیونکہ وہ بصائر وبصیرت سے ادراک نہین ہوسکتا وہ پاک ہے وسبحان اللہ وما انا من المشرکین۔ وہ ہر کسی کے ادراک سے منزہ ہے اگرچہ نبی مرسل وفرشتہ مقرب ہو اور مین مشرک نہین ہون جو مشرکون کی طرح ظنون باندھون انتہی کلامہ۔ اور معلوم ہوا کہ قولہ افلم یسیروا فی الارض الآیہ مین مشرکین کو زمین مین سیر کرنے کا حکم دیا تاکہ سابقین کا انجام و عبرت حاصل کرین اب سابقین مین صرف منکر و مومن دو فریق ہین جن مین سے اہل تقویٰ کا حال بیان کردیا اور اہل کفر کی تصریح فرماتا ہے

حَتّٰٓی اِذَا اسْتَایْـَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّھُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَھُمْ نَصْرُنَا فَنُجِّیَ مَنْ نَّشَآءُ ۭ وَلَا

یہانتک کہ جب مایوس ہوگیے رسول لوگ اور گمان کیا کہ وے جھٹلائے گئے ہین تو آگئی انکے پاس ہماری مدد تو نجات دیا گیا جسکو ہم نے چاہا اور نہین

یُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ ۝

دور کیا جاتا ہمارا عذاب ایسی قوم پرسے جو گنہگار ہین۔

اللہ تعالےٰ اس آیت مین بیان فرماتا ہے کہ ہماری مدد اور نصرت انبیا اور رسولون پر نازل ہوتی ہے مگر اللہ تعالےٰ کی طرف سے انتظار مین جب تنگ حال پہونچ جاتا ہے اور زیادہ ضرورت سے محتاج ہوتے ہین مگر ثابت قدم رہے تو ہماری نصرت نازل ہوئی جیسے دوسری آیت مین فرمایا کہ وزلزلوا حتی یقول الرسول والذین آمنوا معہ متی نصر اللہ الا ان نصر اللہ قریب الآیہ۔ ویسے ہی یہان فرمایا حَتّٰٓی اِذَا اسْتَایْـَٔسَ الرُّسُلُ حرف حتی غائت کا ہے جو محذوف ہے اور کلام سابق اسپر دلالت کرتا ہے یعنے امم سابقہ مین سے فریق مومنین و متقین کا تو وہ حال کہ دنیا وآخرت ان کے لیے بہتر ہوئی۔ والذین لم یومنوا فلم یعجلوا بالعذاب علی الفور حتی اذا استایئس الرسل۔ اور جو لوگ ایمان نہ لائے اور شرک وکفر پر اڑے رہے تو فوراً عذاب مین گرفتار نہین کیے گئے بلکہ تاخیر دی گئی حتی کہ یعنے یہانتک کہ جب ناامید ہوگئے ہمارے رسول وَظَنُّوْٓا اَنَّھُمْ قَدْ كُذِبُوْا۔ اور انھون نے یہ گمان کیا کہ بیشک وے جھوٹے سمجھے گئے۔ یعنے مشرکین وکفار نہایت بےخوف و نڈر ہوکر مخالفت کرنے لگے اور پیغمبرون نے گمان کیا کہ یہ لوگ اب یہ جانتے ہین کہ ہم نے جو انکو خوف دلایا تھا کہ نافرمانی وبدافعالی کروگے جیسے تول مین ڈنڈی مارنا ومسافرون وپردیسیون کی راہ مارنا تو تم پر عذاب آوے گا تو ہم نے ان سے جھوٹ کہا تھا چند روز تک تو کچھ کھٹک رہی کہ شاید اس شخص نے سچ کہا ہو جو جادو وغیرہ سے اُس کو معلوم ہوا ہو اور اب دن گذر گئے تو بیخوف ہوکر شرک وکفر کرنے لگے اور ہم کو جھوٹا سمجھا۔ جَآءَھُمْ نَصْرُنَا تو آگئی ہماری مدد ان کے پاس یعنے یہ لوگ مع مومنین کے کافرون کی ایذا ورلعن طعن اور ہر طرح کی معیشت کی تکلیف وتنگی سے کافرون کے پنجہ سے چھڑائے گئے اسطرح کہ کافرون پر عذاب آیا اور عجیب قدرت الٰہیہ کے ساتھ کہ عقول

متحیر ہوئیں یعنے اس خطہ پر نازل ہوا جس میں مومن و کافر سب تھے۔ فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَآءُ پس نجات دیا گیا ہر وہ شخص جس کو ہم نے چاہا
یعنے فقط وہ لوگ جو صدق دل سے اللہ تعالےٰ پر ایمان لائے اور ان صفات کے ساتھ یقین کیا جو رسول نے وحی سے بتلائے تھے
اگرچہ غفلت میں اُن سے گناہ سرزد ہو گئے ہوں یا ہوتے ہوں مگر ایمان و یقین والا بہدایت وعنایت آلہی سبحانہ تعالےٰ متنبہ ہو کر
توبہ کرتا رہتا ہے۔ الحاصل نجات عذاب دنیا کا مدار ایمان پر ہے اور گناہوں سے تقوی ہونا شرط نہیں ہے اس کا حساب آخرت
پر ہے پس قولہ فنجی من نشاء بمنزلہ فنجی من آمن صدقاً ہے اور شاید کہ مبہم اپنی مشیت پر رکھنے میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالےٰ
عالم الغیب ہے کہ کون حقیقت میں اللہ تعالےٰ پر ایمان لایا اور کون ایسا ہے کہ ظاہر میں اقرار کرتا ہے اور باطن میں منافق ہے تو عذاب
کے وقت منافق بھی پکڑا گیا اور اگر دنیا میں عذاب نہ آتا تو منافق ظاہری اقرار کی برکت سے دنیا میں بچا رہتا گر مرتے ہی گرفتار ہو جاتا
اور قیامت میں سب سے نیچے طبقہ دوزخ میں ڈالا جائیگا اللھم انی اعوذ بک من ان انافق بک واعوذ بک من الموت علے النفاق
والکفر والشرک۔ اور دوسرا اشارہ یہ کہ اکثر لوگ ایمان کا دعوے کرتے ہیں اور اپنے نزدیک انکو یقینی دعوے ہوتا ہے کہ ہم اللہ تعالےٰ پر
ایمان رکھتے ہیں حالانکہ فی الحقیقت وے مشرک یا منافق ہوتے ہیں اور بیان اسکا مفصل اوپر گذر چکا۔ لہذا اپنے علم پر اسکو محول فرمایا کہ جسکو
ہم نے چاہا وہ نجات دیا گیا۔ اور ظاہری حالت کے موافق نہیں معلوم ہو سکتا چنانچہ حدیث صحیح میں ہے کہ قیامت کے روز میرے ساتھیوں میں سے
ایک گروہ کو بائیں جانب یعنی دوزخ کو لے چلینگے پس میں عرض کرونگا کہ اے رب میرے یہ تو میرے ادنے درجہ والے صحابیوں میں ہیں حکم ہوگا
کہ تو نہیں جانتا کہ انھوں نے تیرے پیچھے کیا کیا۔ یعنی باطن میں مرتد و منافق ہو گئے اور یوں ہی واقع ہوا ہے کہ حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ
عنہ کی خلافت میں اکثر عرب مرتد ہو گئے اور بعد سخت قتال وجدال کے مسلمان ہوئے پس جو لوگ قبل حقیقی ایمان کے مر گئے ہوں یا ظاہر
میں اسلام لائے تاکہ حضرت خلیفہ کے لشکر صحابہ رضی اللہ عنہم سے بچ جاویں پھر ہنوز تحقیقی ایمان نہ ہوا تھا کہ مر گئے تو یہ لوگ اس گروہ میں
ہونگے۔ بالجملہ ظاہر میں معلوم نہ ہوا اور صریح قولہ مردوا علی النفاق لاتعلمھم اللہ یعلمھم سے یہ بات بخوبی ثابت ہے کہ بعضے لوگ نفاق کے
ایسے مشاق تھے کہ آنحضرت صلعم انکو نہ جانتے تھے صرف اللہ تعالےٰ جانتا تھا اور واضح ہو کہ بعضے علماء نے زعم کیا کہ بعد آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کے نفاق نہیں رہا باستدلال ظاہر قول حضرت ام المومنین صدیقہ رضہ کے کہ بعد آنحضرت صلعم کے نفاق نہیں ہے بلکہ مومن
ہیں یا کافر ہیں۔ یہ زعم غلط ہے اور قول صدیقہ رضی اللہ عنہا کے معنے یہ ہیں کہ کسی کو منافق کہنا اُس کے باطن کا حال بیان کرنا ہے
اور یہ وحی سے آنحضرت صلعم فرماتے تھے پس اب کوئی نہیں بیان کر سکتا اور یہ مطلب نہیں ہے کہ اب کسی کے دل میں نفاق نہ ہوگا
کیونکہ یہ تو قیامت تک جاری ہے۔ غرض میری یہ ہے کہ اس زمانہ میں علماء ربانی فقیہ بہت ہی کم ہیں اور عوام نے اپنے زعم پر جس کو چاہا
عالم منتخب کر لیا اور خاندانی ورثہ قرار دیا پس ان کو نہ ایمان معلوم ہوا اور نہ صفات آلہیہ سے جس پر اعتقاد کرنا چاہیے واقف ہوئے اور
نہ وہ شرک سے بچے اور نہ ان کو کوئی فکر ہے ظاہر میں لا الہ الا اللہ کہنے کو ایمان سمجھ لیا ہے اور دل میں تصدیق و معرفت کچھ نہیں ہے تمام
اعمال و افعال شرک سے بھرے ہیں اے رب ہمارے ہم کو ایمان عطا فرما دے اور اس نعمت کی قدر ہمارے دلوں میں تمام دنیا و
جہان سب سے زیادہ کر دے اور ایمان پر ہم کو اپنی جان صدقہ کر دینا تاکہ تجھ سے شرک نہ ہو اگرچہ ہم مریں یا مارے جاویں ہم پر یقینی آسان
فرما دے اور اپنے فضل سے عافیت کے ساتھ ہمارا خاتمہ ایمان پر بخیر کر دے انت ارحم الراحمین وانت الھادی انت علے کل شئی قدیر۔
اب معلوم ہوا کہ حق تعالےٰ نے بطور ابہام فرمایا کہ عذاب آجانے پر نجات دیا گیا وہ جسکو ہم نے چاہا پس معلوم ہو گیا کہ جسکو نہ چاہا وہ نہ چھوٹا

Marfat.com

لہذا فرمایا۔ وَ لَا یُرَدُّ بَأْسُنَا۔ عذابنا۔ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ۔ اور دفع نہین کیا جاتا ہے ہمارا عذاب ایسی قوم سے جو مجرم ہین
مجرم سے مراد یہان ایمان کے علاوہ ہر چیز ہے خواہ کفر ہو یا نفاق یا شرک۔ اور کافر ومنافق بھی مشرک ہوتے ہین اسی واسطے مجرمین
کی تفسیر مین علماء نے کہا کہ مراد مشرکین ہین۔ پھر اگر کہا جاوے کہ مجرم تو ہر گنہگار کو کہتے ہین تو جواب یہ ہے کہ یہان عذاب آنا ایمان سے
انکار واصرار پر ہوا تو معلوم ہوا کہ جو ایمان دار نہین وہ مجرم مراد ہے اور وہ مشرک ہوتا ہے اور مین پہلے بیان کر چکا ہون کہ اعمال
فرائض نماز روزہ وغیرہ یا دیگر گناہ جو ایمان والے سے سرزد ہون مگر ہرگز وہ شرک وکفر کا کوئی فعل نہ کرے جیسے چیچک مین مائی ودیبی
وغیرہ یا کسی کے بھروسے پر رزق سمجھنا وغیرہ یا ٹوٹکا ونجوم ورمل وغیرہ یا قبرون وبزرگون سے حاجات مانگنا وغیرہ یا بزرگون مین سے کسی
کی نماز مقرر کرنا جیسے بغداد کی طرف منھ کر کے صلوٰۃ غوثیہ وغیرہ یا جو اقسام اوپر مذکور ہوئے ہین تو ان گناہون سے وہ ایمان سے خارج
نہ ہوگا اور یہ بات وہ خود دیکھے کہ فوراً متنبہ ہو کر توبہ واستغفار کرتا ہے یا نہین پس اگر وہ کبیرہ پر اصرار کرتا ہے یعنے متنبہ ہو کر نادم و
خائف وشرمندہ نہین ہوتا اور ہٹ کیے ہے تو علماء نے کہا کہ کبیرہ گناہ پر اصرار کرنا کفر وشرک ہے۔ اس زمانہ مین تو رشوت وخیانت
وسود اور شراب خواری پر اصرار اور دلی محبت ہر کفر کی باتون وآرائش سے اور بکثرت بد اعتقادی امور شرع سے اور اکثر بزرگان دین و
علماء سابقین ومجتہدین پر لعن وطعن واس پر اصرار ہے حتی کہ فقیرون گداگرون کو ناجائز حرام طریقہ پر کمانے کے اصرار ہے اور
نہایت شدت سے فاحشہ عورتون کے ساتھ ہر مجمع مین حتے کہ بزرگ بندون کے مزارات پر رقص وسرود کی شرکت مین اصرار اور
اُن کے ساتھ مسلمانون کا برتاؤ کرنے مین پوری موالات ومودت سے اصرار اور بے انتہا امور جن کا ذکر دشوار ہے سب پر علانیہ اصرار سے
یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دار الکفر ہے اللہم لا الہ الا انت تفعل ما تشاء وتحکم ما ترید ربی توفنی مومنا اذا توفیتنی وانت علی کل شئی قدیر اب مین تفسیر
کی طرف رجوع کرتا ہون جب کلام پاک کے معنے واُس کے فوائد سمجھ مین آگئے تو اختلاف قراءۃ ودیگر فوائد ذکر ہونا چاہیے۔ پس قولہ
حتے اذا استیئس الرسل۔ بیضاوی ؒ وغیرہ مین ہے کہ اس مین مشرکین وغیرہ کو تہدید ہے کہ شرک وکفر کے ساتھ بغیر عذاب
مین گرفتار ہونے کے بچے رہنے سے غرہ نہون اور غور وعبرت سے دیکھین کہ انسے اگلی قومون کو بھی مہلت دی گئی تھی یہان تک کہ
رسول لوگ ناامید ہوگئے کہ شاید ان کافرون پر دنیا مین ہم کو نصرت نہ دیجاوے کیونکہ باوجود شدت کفر وایذا رکے وے لوگ اسیطرح
نازونعمت وثروت مین تھے بلکہ اور زیادہ انپر مال ومتاع کا دروازہ کھولدیا گیا تھا۔ یا اس بات سے ناامید ہوگیے کہ یہ لوگ جو اسقدر
عیش وعشرت دنیاوی مین کمال رغبت سے منہمک ہین اور سخت اصرار کے ساتھ شرک وکفر پر قائم اور روز بروز مال ومتاع مین ترقی
ہے یہ کسی طرح ایمان نہ لاوینگے۔ قولہ وظنوا انہم قد کذبوا۔ سراج مین ہے کہ شیخ حمزہ وعاصم وکسائی کے قراءۃ مین بضم اول
وکسر ذال منقوطہ بدون تشدید ہے اور باقیون کی قراءۃ مین بتشدید ذال منقوطہ ہے اور مترجم کہتا ہے کہ ظنوا اس مقام پر یا تو بمعنے
ایقنوا ہے یعنے یقین کیا رسولون نے۔ کیونکہ ظن کا لفظ یقین کے مقام پر فصاحت عرب مین بہت مستعمل ہے اور اس کی مواقع وتوجیہات
کا محل کتب بلاغت ہے نہ تفسیر اگرچہ کشاف وغیرہ کے پاس صرف یہی مبلغ ہے اور یا بمعنے ظن ہے یعنے گمان غالب اور بیضاوی
کی تفسیر مین معنوی احتمالات مذکور ہین اُن کے ترجمہ مین ظن کے ہر موقع کے معنے ذکر کرتا ہون پس قولہ ظنوا انہم قد کذبوا ای کذبتہم انفسہم
حین حدثتہم بانہم ینصرون۔ اقول بنا بر قراءۃ تخفیف اول معنے یہ کہ رسولون نے گمان کیا کہ انکے نفس نے انسے جھوٹ کہا جب انسے بیان کیا کہ تم
نصرت ومدد دیے جاؤگے یعنی انکے نفس نے دل ہی دل مین جو ابھارا دی کہ تم کو آخر کار کافرون پر نصرت ہوگی تو یہ نفس نے جھوٹ

Marfat.com

خطرہ دیا کیونکہ نہایت تاخیر ہوئی اور کفار بہ نسبت سابق کے بھی زیادہ عیش میں ہیں۔ یہ توجیہ اسوقت ہے کہ اللہ تعالے نے وحی سے انکو یہ وعدہ نہ دیا ہو کہ آخر تم کو نصرت ہوگی۔ پھر لکھا کہ یا یہ معنے ہیں کہ انھوں نے یقین کیا کہ قوم نے ان سے جھوٹ وعدہ دیا تھا کہ ہم ایمان لے آوینگے۔ اقول یعنے ان کے اصرار سے یقین کر گئے کہ انھوں نے ہم سے جھوٹ کہا تھا اور صورت یہ کہ مثلاً قریش کی طرح اموال دنیاوی مانگے اور معجزات دیکھے مگر بعد کو اصرار کر گئے تو رسولوں کو وحی سے یقین ہو گیا یا ظن اپنے معنے پر ہو یعنے قرینہ سے غالب گمان کیا کہ یہ جھوٹ وعدہ کرتے تھے۔ اور لکھا کہ بعض کے قول میں دونوں کی ضمیر قوم کی طرف ہے یعنے قوم والوں نے یقین یا گمان غالب کر لیا و مطمئن ہو گئے کہ رسولوں نے جو ہم کو عذاب سے وعید کی تھی وہ جھوٹ بولے تھے کیونکہ اسقدر مدت سے اموال و دولت کی ترقی زیادہ ہوتی جاتی ہے کچھ عذاب نہیں آتا۔ بعض کے قول میں اول قوم کی طرف اور دوم رسولوں کی طرف یعنے قوم نے ظن کیا کہ رسولوں کو جھٹلایا گیا کہ تمکو نصرت ہوگی۔ اور لکھا کہ ابن عباس رض سے روایت کیا گیا کہ رسولوں نے یہ گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے جو انکو نصرت کا وعدہ دیا تھا وہ شاید خلاف کیا گیا۔ اور لکھا کہ اگر روایت صحیح ہو تو گمان کرنے سے مراد وہ خطرات ہیں جو حدیث نفس سے قلب پر طاری ہو جاتے ہیں بطریق وسوسے کے۔ اقول یعنی فعل اختیاری کے طور پر یہ بات گمان میں نہیں لائے بلکہ بطور خطرات نفس کے انکے گمان میں یہ خطرہ نفسانی آگیا۔ جسکو اسی وقت انھوں نے دفع کیا ہوگا کیونکہ مومن کی شناخت و شان جب یہ بیان ہوئی ہے تو پیغمبر کی شان اعلےٰ میں ضرور یہی ہوگا۔ ایک یہ تاویل بیان کی اور دوسری تاویل یہ لکھی کہ شاید قول ابن عباس رض سے یہ مراد ہو کہ کافروں پر نصرت میں تاخیر و مہلت اسقدر ہوئی کہ گویا وعدہ نصرت میں خلاف کیا گیا پس یہ بطریق تمثیل کے مبالغہ تاخیر کا ہے یعنے تاخیر ایسی زیادہ تھی کہ مبالغہ کے طور پر یہ کہا جاوے کہ انھوں نے وعدہ نصرت میں خلاف ہونے کا گمان کیا۔ اقول اس میں کلام آگے آویگا۔ اور یہ سب کوفیوں کی قراءۃ کذبوا بتخفیف پر تھا اور دوسری قراءۃ بالتشدید پر لکھا کہ رسولوں نے گمان یا یقین کیا کسی دلیل سے کہ قوم کافر نے ان کو جھوٹا سمجھا اس وعید میں جو ہم نے عذاب نازل ہونے کی اُن کو دی تھی۔ اور لکھا کہ شاذ قراءۃ میں کذبوا بفتحتین و تخفیف ذال بصیغہ معروف آیا تو معنے ظاہر ہیں کہ رسولوں نے گمان کیا کہ ہم نے جو کافروں کو عذاب کا وعدہ دیا تھا شاید ہم نے اُن سے جھوٹ کہا۔ اقول یہ معنے اور یہ قراءۃ جسکو ظاہر سمجھا جاوے محل اعتراض ہے اس لیے کہ وعدہ عذاب دنیاوی بطریق وحی ہونا لازم ہے پس وعدہ میں کذب کا گمان خلاف ہے الا آنکہ یہ کہا جاوے کہ نفس نے خطرہ دیا کہ شاید ہم سے کچھ سہو ہوا اگرچہ پیغمبر معصوم ہوتے ہیں۔ اور بعض دوسروں نے ذکر کیا کہ یہ قراءۃ مجاہد و حمید رحمہما اللہ تعالے کی طرف منسوب ہے۔ اور قراءۃ کذبوا بتشدید پر سراج وغیرہ میں کہا کہ رسولوں نے یقین کیا کہ انکو انکی قوم نے جھٹلایا وہ اسطرح کا جھٹلانا کہ بعد کو ایمان کی امید باقی نہ رہی اقول ظنوا کو یقین کے معنے میں لینے کے بعد اسکی کچھ حاجت نہیں ہے کیونکہ رسولوں کا یقین کرنا اپنی رائے یا قرینہ سے شرک ہوگا بلکہ دلیل سے اور وہ وحی الٰہی ہے تو جب وحی سے انکو معلوم ہوا کہ یہ قوم تمکو جھٹلاویگی کبھی نہ مانیگی تو اب خود ہی قید مذکور ثابت ہوگئی فافہم۔ اور تفسیر حافظ ابن کثیر رح وغیرہ میں ہے کہ عروہ بن الزبیر نے اپنی خالہ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسطرح روایت کی کہ میں نے قولہ تعالیٰ عز وجل وظنوا انہم قد کذبوا کو پوچھا کہ کذبوا بتشدید ذال منقوطہ ہے یا کذبوا بتخفیف ذال منقوطہ ہے تو فرمایا کہ کذبوا یعنی بتشدید ہے میں نے کہا کہ اللہ رسولوں کو تو یقین تھا کہ قوم نے انکی تکذیب کی تو یہاں ظن کیا ہوا اس فرمایا کہ ہاں قسم ہے کہ انھوں نے یقین کیا تھا کہ قوم نے انکو جھٹلایا ہے پھر میں نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کذبوا بتخفیف ہے۔ فرمایا کہ معاذ اللہ رسولوں کی یہ شان نہ تھی کہ اپنے رب کے ساتھ ایسا گمان کرتے تو میں نے پوچھا کہ پھر اس آیت کے معنے کیا ہیں۔ تو فرمایا کہ یہ رسولوں کی

Marfat.com

پیروی کرنے والون کی طرف سے ہے جو رسولون پر ایمان لائے اور تصدیق کی گر کافرون کی طرف سے انکو اذیت پہونچی اور انکو نصرت کا وعدہ دیا گیا مگر زمانہ بہت دراز گذرا کہ برابر انپر اذیت رہی اور نصرت الٰہی کے آنے مین تاخیر ہوئی حتیٰ اذا استایئس الرسل یہانتک کہ جب مرسلین ناامید ہوگئے اُن لوگون کی طرف سے جنھون نے ان کی قوم مین سے کفر اختیار کیا تھا یعنی یہ ایمان لا دین گے۔ وظنوا انہم قد کذبوا۔ اور گمان کیا رسولون نے کہ جو لوگ انپر ایمان لائے تھے انھون نے ہم کو نصرت الٰہی حاصل ہونے مین جھٹلایا یعنے اتباع کے دل مین یہ خیال ہے کہ ہمارے پیشوا پیغمبر نے ہم سے جھوٹ وعدہ کر دیا تھا کہ تم کو اللہ تعالے کی نصرت پہونچیگی اور تعین انجام کار بلند رہوگے، جاءہم نصرنا تو اسوقت مین اُنکے پاس اللہ تعالیٰ کی مدد پہونچگئی رواہ البخاری مترجم کہتا ہو کہ یہ تاویل سب سے بہتر ہو مگر تخفیف قراءۃ کی صورت مین حضرت صدیقہ انکار فرماتی ہین اور میرے زعم مین تخفیف کی صورت مین بھی یہ تاویل درست ہوسکتی ہے اگرچہ کسی قدر تکلف ہو وہ اس طرح کہ کذبوا بتخفیف از جانب حق تعالے گر یہ مراد نہ تھی کہ نصرت الٰہی پہونچنے کے وعدہ مین خلاف ہوا بلکہ باین طور کہ تاخیر نصرت سے اتباع نے ان کی تکذیب کی تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مکذوب ہوئے فافہم اور ابن عباس رضہ نے روایت ہے کہ انھون نے کذبوا تخفیف پڑھا اور کہا کہ رسولون کے دل مین بشریت کا خیال آگیا کہ وعدہ خلاف کیا گیا اور وے لوگ آخر بشر تھے اور دوسری آیت سے استدلال کیا یعنے قولہ تعالے حتے یقول الرسول والذین آمنوا معہ متی نصر اللہ الآیہ۔ یعنے کہنے لگتا رسول اور جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے کہ کب آوے گی نصرت الٰہی مترجم کہتا ہے کہ اس آیت کے مثل وہان بھی تاخیر کے مبالغہ کو بطور تمثیل کے مکذوب وخلاف وعدہ کیا گیا۔ اور عروہ رضہ نے ام المومنین سے اس کو ذکر کیا تو آپ نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ واللہ جو کچھ اللہ تعالے نے کسی اپنے رسول سے وعدہ فرمایا وہ یقین کر گیا کہ یہ میری موت سے پہلے ضرور ہوگا ولیکن رسولون پر برابر بلا ہوکل ہوتی ہی یہان تک کہ انھون نے گمان کیا کہ اُن کے ساتھ جو مومنین ہین انھون نے بھی اُن کو جھٹلایا ہے۔ اقول مواقع امتحان وابتلا مین سے بیشک عظیم موقع ہے اور نزول نصرت کا وقت عجیب خوب ہے کہ آخر وقت تک کفار کو مہلت دی گئی اور جب کفار اعدا کی رعایت سے اولیاء اللہ مومنین کے حق مین وہ ضرر لاحق ہو جس سے ان کی ولایت وایمان سلب ہو جاوے تو اعدا و اولیا مین سے اولیا کی رعایت مقدم فرمائی اور اعدا کو ہلاک کر دیا سبحان اللہ ولا الٰہ الا اللہ۔ اور حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کذبوا تخفیف پڑھا کما رواہ ابن مردویہ من طریق عکرمۃ عن عائشۃ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم۔ اور ابن مردویہ نے ابن عباس رضہ سے روایت کی کہ انھون نے کذبوا تخفیف پڑھا اور معنے یہ بیان کیے کہ اللہ تعالے کے رسول اپنی قوم کے کافرون سے مایوس ہوگئے کہ وے ایمان نہ لاوینگے اور اُن کی قوم کے کفار نے انکی نسبت یقین کر لیا کہ رسولون نے جو ہم سے عذاب کے خوفناک دعوے کیے تھے وے جھوٹ تھے تو فوراً عذاب الٰہی کافرون پر واسطے مدد رسولون کے نازل ہوا۔ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی قراءۃ تخفیف اور یہی معنی مروی ہین اور یہ بھی ابن مسعود رضہ سے روایت ہو کہ مین نے آنحضرت صلعم سے سورہ یوسف مین کذبوا تخفیف حفظ کیا ہو۔ اقول تخفیف قراءۃ کی صورت مین یہی معنے سب سے بہتر ہین۔ اور واضح ہو کہ جب کوئی قوم شدت سے کفر پر اصرار اور انبیاء واہل توحید کو اذیت دیتی ہو تو اللہ تعالیٰ کی حکمت مین سے دیکھا گیا کہ انپر رزق ومال واولاد کی فراخی زیادہ ہوجاتی ہو اور یہ سابق مین مقدمات مین منصوص ہو کہ انکو کفر واصرار پر وسعت زیادہ دیدی گئی اور جب دنیا کے پیچھے انھون نے خالق عزوجل سے کفر کیا اور نیک بندون کو اذیت دی وہ انکو خوب مل گئی پھر وے اس حد تک پہونچے کہ رسولون کو وعدہ عذاب مین بھی جھوٹا بتلانے لگے تب عذاب آگیا پس رحمت الٰہیہ عزوجل کو کیا قیاس کر سکتا ہو کہ کافرون نے اس سے کفر کیا اور

Marfat.com

دنیاے فانی کو شیطان کا بندہ ہوکر چاہا اور رسولون نے رضاے حق تعالے کو طلب کیا تو کافرون کے ہاتھ سے اذیت اُٹھائی اور برخلاف
کافرون کے مال ومتاع مین تنگی پائی کیونکہ فراخی دنیا اسی قوم کو دیدی گئی جن کے واسطے دنیا ہے پھر جب کافرون نے اس عذاب
کو جو بصورت مال ومتاع دنیا ہے عذاب نہ جانا اور دوسرے سخت عذاب کے واسطے دلیری وجرأت کی جیسے کفار مکہ نے دلیری کی
تھی کہ وہ عذاب ہم پر لاؤ کہان ہے تو رحمت الٰہی نے اولیاء کو نصرت دی اور یہ مستلزم ہے کہ کفار اعداء ہلاک کیے جاوین پس بدبخت
اپنے ہاتھون ہلاک ہوئے اور عذاب انپر دائمی ہوگیا۔ اور حدیث سے ثابت ہی کہ جن کافرون پر دنیا مین یہ عذاب آیا وے بہ نسبت اور
کافرون کے ز[illegible]ضب مین ہین اور فرمایا کہ وہ امت مرحومہ ہے جسکا پیغمبر اس کے سامنے اُٹھ گیا اور وہ اچھے نہین جو پیغمبر کے سامنے
ہلاک کردیے گئے۔ اور حاصل اس آیت کا علاوہ معارف وعلوم کے یہ سخت تہدید کفار عرب کو ہے کہ اگر تمپر جلد عذاب نہ آیا تو نڈر ہوکر
نہ چلو کیونکہ تم سے سابق اُمتون مین ایسی مایوسی کے وقت تک تاخیر کی گئی ہے پھر آخر کو ہلاک کیے گیے چنانچہ زمین مین پھر واور عبرت کی
نظر سے دیکھو تو تم کو دنیا کی بیقدری وفنا ہونا بھی متحقق ہو۔ قولہ فنجی من نشاء۔ سراج مین لایا کہ ابن عامر وعاصم کی قراءۃ مین نجی بضم اول
وجیم مشدد مکسور ویاے مفتوحہ ہی اقول یہی حفص کی قراءت اس دیار مین معروف ہی اور لکھا کہ باقیون کی قراءۃ ننجی بصیغہ جمع متکلم یعنے نون
اول مضموم اور نون دوم مفتوح وجیم مشدد مکسور ویاے ساکن اور معنے پس ہم نجات دیتے ہین۔ اور لفظ باس کے چند معنے آتے ہین ازانجملہ
لڑائی وخوف وفقر وعذاب ومرض وغیرہ۔ اور یہان مراد عذاب ہی اللھم انی اعوذبک من الباس ف فی العرائس قولہ تعالے حتی اذا استایس
الرسل۔ اسمین اشارہ سے دلالت ہی کہ اہل عنایت ازلیہ انبیاء ومرسلین واولیاء ومحبین کے ساتھ مشیت قدیمہ وسنت مستقیمہ یون جاری ہے
کہ قیدخانہ امتحان مین کشف غیب کے اس حد تک منتظر ہون کہ کلیجہ مُنھ کو آجاوے اور کشف جلال وعزت کبریا واستغناء کا ظہور یہانتک
طاری ہو کہ اسکی عزت وکبریائی کے سامنے اپنے آپ کو ہیچ ونابود سمجھین اور خوف سے کشف استغناء کے سامنے انپر مایوسی طاری ہوجاوے
اگرچہ ظہور رحمت وجمال قدم کے آگے انکے اوقات انبساط بھی ایسے ہین کہ عوام اگر مرتکب ہون تو ہلاک ہوجاوین پس یہان بیان ظہور استغناء و
کبریا کا ہی جسکے سامنے تمام مخلوقات دوجہان کا عدم ووجود برابر ہی چاہے تو صد ہزار بار ایسے پیدا وفنا کردے اور اسکی مملکت کبریائی مین کچھ
ذرہ بھی کم نہو پس اس کشف وبصیرت سے اُنکے قلوب فنا واسرار مضمحل ہوکر عقول فنا ہوگئین اور اجسام پر حیرت طاری ہوئی جسکو یاس سے
تعبیر کیا گیا ہی وقولہ ظنوا انہم قد کذبوا بتشدید ذال منقوطہ۔ ظہور کمال عظمت کبریائی واستغناء سے مضمحل ہوگئی تاکہ تاریکی التباس وغبار وسوسہ
کہ دہان وعدہ وغیرہ کا حجاب کمال قدرت ومشیت کے آگے طاری نہو اور وسواس کا کچھ بھی اثر باقی نہ رہے۔ قال المترجم یہ معارف واقعیہ
ہین اور فرقہ معتزلہ وغیرہ عجب جاہل ہین جو فی الواقع دین توحید کے بدنام کرنے والے ہین اور مشرک باطنی ہین حتی کہ زعم کیا کہ حق تعالے
عزوجل پر بھی کچھ احکام فرض ہین جیسے بندون کے لیے اصلح وغیرہ اور یہ جہالت عجب شنیع ہی اور یہ قوم عجب جاہل مشرک ہی اللھم غفرانک ان
نقول فیک مالایلیق بجلال عزتک وکمال قدرتک انت تفعل ماتشاء وتحکم ماترید لک الخلق والامر تبارک اللہ رب العالمین۔ شیخ نے لکھا
کہ انبیاء ورسل کو غیرون پر خوف تھا نہ اپنی ذات پر کہ وے ہلاک نہوجاوین کیونکہ خود تو اصرار سے مشاہدہ قدم بنعت سرمدیت مین تھے اور یہ
معنے ہین کہ انتظار واضطراب شوق بوضوح انوار کے اور یہ معنی نہین کہ انکو شک ہوا کہ ولایت ونبوت ورسالت مین بسبقت عنایت التباس کے
ساتھ ہی کیونکہ یہ ہو نہین سکتا ہی اقول معانی حقیقیہ بلاریب صحیح ہوتے ہین مگر عوام جنکی نظر اجسام سے تجاوز نہین کرتی ہی انمین اہل تعلیم وعلماے
ربانیہ کو بہت مشکل ودقت ہوتی ہی کہ کسطرح انکو سمجھا دیا جاوے اور اگر کاش وے لوگ استقامت سے عبودیت پر قائم رہتے اور کسی جانب

اپنی ناقص عقول کو نہ دوڑاتے بعد اس یقین کے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رسول صدوق امین خاتم المرسلین مین جو فرمایا وہ سب صحیح ہو تو عنقریب تفضل الٰہی انکے حال کو رحمت مین غرق فرماتا جس سے تمام معاقد و مشکلات اسوقت فقہ و علم کے ساتھ انکو منکشف ہوتے جنکے انکشاف کے لیے ابھی ہنوز وقت اپنے نفس غالب ہوا و ہوس کے میل کچیل مین آلودہ حالت مین عقل مضمحل سے چاہتے ہین اور نہین سمجھ سکتے ہین شیخ نے لکھا کہ ایک قراءۃ مین کذبوا تخفیف ہو یعنی کبریا و عزت کے سامنے تمام خلق کا وجود و عدم مع اپنے برابر سمجھے حتیٰ کہ کفر و اسلام مین اسکی مشیت اصلی و ذاتی کی پسندیدگی اور کی رضامندی قدیمہ پر رہے اور خود غرق ازلیت و دوام کبریا و عظمت ہوکر غائب ہوگئے پس نظر فنا سے مراتب نزول مین اپنے آپ کو نہ دیکھا اور یہ غیبت امتحان ابتلاء خواص عباد ہو تاکہ آداب مخلوق و خالق اس دار محنت مین متوانی ہون یہین سے کہا جاتا ہو کہ اہل ارادت پر احوال سے کچھ کشف نہین ہوتا مگر اسوقت کہ یہ لوگ مایوس ہو جاوین۔ اور صریح دلیل بطریق اشارہ، سیر قولہ ہو الذی ینزل الغیث من بعد ما قنطوا وینشر رحمتہ الآیہ ہو پس جیسے نزول باران رحمت طالبان غذاے جسم کی زمین خاکی پر بعد مایوسی ہوتا ہو ایسے ہی نزول باران رحمت خاصہ طالبان غذاے روح کی زمین قلبی پر بعد یاس ہوتا ہو اور یہ رحمت تمام اعضا مین پھیلتی ہو پھر حق تعالے نے قرآن پاک کے قصص کا عبرت ہونا اور بلا معارضہ اُن کا سچ ہونا اور آخر مین مومنین کے لیے رحمت ہونا بیان فرمایا بقولہ

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۗ مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ

بیشک ہو ان لوگون کے حالات بیان کرنے مین عبرت ان لوگون کے واسطے جو عقل رکھتے ہین وہ نہین ہے ایسی بات جو افترا بنائی گئی ہو

وَلَٰكِن تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً

ولیکن وہ سچا بتاتا ہو اس کتاب کا جو اس سے پہلے موجود ہے اور تفصیل ہو ہر ایک بات کی اور سیدھی راہ کی ہدایت ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت

لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝ ع ۱۲/۶

ایسی قوم کے واسطے جو ایمان لاتے مانتے ہین

لَقَدْ كَانَ لام تاکید قسمی ہو جو منکرون پر تشدید کی گئی یعنی ضرور بلاشبہہ موجود ہو فِي قَصَصِهِمْ ان لوگون کے قصہ مین۔ مراد قصے افسانہ و حکایات نہین ہین بلکہ واقعات کا بیان جسطرح پر کہ سلسلہ وار واقع ہوا اور عرب بولتے ہین کہ قصصت اثرہ۔ مین اسکے قدم بقدم چلا پھر بیان واقعات ترتیب وار کو قصہ کہا گیا اور جھوٹے قصہ جو اس زمانہ مین شائع ہین اگر صریح اظہار کر دیا گیا کہ یہ خیالی بندش ہو تو دیکھا جاوے کہ اگر شائستہ الفاظ مین اور شائستہ طریقہ سے جن مین حرام و مکروہ و مضلات و فحش وغیرہ کا میل نہو اور غرض اسکی نصیحت و پند ہو تو جائز ہو اور اگر یہ غرض نہو بلکہ دل بہلاؤ ہو تو اُن قومون کے واسطے ہو جو آخرت سے غافل صرف نفس و تن پروری کرتے مین اور اہل ایمان و آخرت کے حق مین غفلت و بیکار تضییع اوقات وغیرہ کے حکم مین ہے اور اگر فحش کا میل ہو تو قطعاً حرام ہین۔ اور قرآن پاک مین جہان قصہ مذکور ہے اس سے سچے واقعات مراد ہین اور غرض اُس سے نصیحت کاملہ ہو چنانچہ فرمایا کہ بیشک ان لوگون کے قصون مین۔ عِبْرَةٌ عبرت ہو یعنی کسی دوسرے کے واقعات و افعال و حرکات اور اُن کا انجام دیکھکر اپنی ذات کے لیے نیک چال چلن کا نتیجہ نکالنا تاکہ خود بد انجام سے محفوظ رہین اور نیک انجام والون کے مانند اپنا انجام بہتر ہو مگر یہ عبرت ہر ایک جاہل بیوقوف کے لیے نہین کیونکہ وہ موت آنا یقینی دیکھ کر بھی کچھ خیال نہین کرتا اور سچے دوست ناصح کی بات جو اس کی خواہش کے خلاف ہو نہین سنتا بلکہ اسکا دشمن بنجاتا ہے اور جو دوسرا تاہو اسکو بھی بُرا جانکر دشمنی مین شریک کرتا ہو اور یہ نہین دیکھتا کہ میری خواہش خود میری جان کی دشمن ہو کیونکر دیکھے کہ وہ بیچارہ نفس امارہ و شیطان کے قبضہ

Marfat.com

وسواس مین مجبور ہورہا ہے اسکو یہ ترہمت نہین کہ اپنے نفس کو دباکر شیطان کے واہی خیالات دماغ سے دور کرے اور دیکھے کہ کچھ نصیحت مین کہانتک خوبیان بھری ہین اسی واسطے بچون کو مجبور کرکے ان کی نفسانی خواہشس سے روکتے ہین اور عقلی بات جو بیکا یک انکے خیال مین نہین آتی ہے اُس کو آہستہ نرم طریقہ سے اُن کو سمجھاتے ہین حالانکہ وے دنیا کو آنکھون دیکھ رہے ہین تو آخرت کے ملک کے سامنے ہم لوگ بچہ سے زیادہ بیوقوف ہین کہ بدبخت بچہ وہ ہے جسکو ہرچند کرر سہ کر سمجھایا جاوے اور سچ سچ سنایا جاوے کہ فلان خاندان کے لڑکے نے ایسے افعال ناکارہ اختیار کیے تھے اور ایسے شہوات ہوا وہوس مین پڑگیا تھا آخر مست کیا اور بڑی بڑی تکلیفون سے زندگی بسر کرنے لگا تو اس راہ کو چھوڑ دے اور دیکھ کہ فلان مفلس محتاج ذلیل نے اپنے معلم کی خدمت گزاری کی اور سب نصیحت سُنی اور یقین کرکے اسپر عمل کیا وہی عیش وآرام واقبال سے بسر کرنے لگا اور زندگی بہت عیش سے گزاری لیکن بدبخت لڑکے نے نہ سُنا اور نیک بخت ہر چیز سے عبرت ونصیحت حاصل کرتا ہے اسی طرح جس آدمی نے اگلون کے واقعات نہ سُنے اور نہ اُنپر یقین کیا اگرچہ مکرر سہ کر سنائے گئے اسکو کچھ عبرت نہوئی وہ جاہل واحمق ہے اسکو ان قصون سے کچھ فائدہ نہوا تو تحقیقی عبرت جو ان حالات مین ہے وہ بدبخت لوگون کے لیے نہین ہے بلکہ ان قصون مین عبرت ہے لِّأُولِي الْأَلْبَابِ واسطے صاحبان عقول کے یعنی نیک بخت جو شفیق ناصح ومعلم پاکیزہ عالم کی بات مانکر اسپر عمل کرکے اپنے آپ کو آراستہ وپیراستہ کرتے ہین اور نفس کی خراب خواہشون کو روک کے عقل کو رونق دیتے ہین تو عقل والے ودانشمند وفقیہ وعالم کہلاتے ہین پس اگلون کے صریح واقعات مین نصیحت وعبرت ان لوگون کے لیے ہے جو نفس امارہ کو دباکر عقل والے ہین۔ واضح ہو کہ مفسرین نے قولہ تعالیٰ قصصہم کی ضمیر مین دو قول لکھے ہین ایک یہ کہ ضمیر حضرت یوسف علیہ السلام وانکے بھائیون وغیرہ کی طرف ہے اور دوم یہ کہ ضمیر سابقین انبیاء علیہم السلام وانکی قوم کی طرف ہے اور مرجع دونون ہوسکتے ہین اور اول کا مرجع اگرچہ دور ہے بہ نسبت دوم کے لیکن یہ سورہ احسن القصص انھین کے حالات مین ہونے سے مرجع کے لیے قرینہ معنوی ہے جو لفظی دوری کو کم کرتا ہے ولیکن حاصل دونون صورت مین یکسان ہے یعنی حق تعالیٰ عزوجل قادر قیوم مختار ہے جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے پس اس کی توحید ان صفات کے ساتھ کرنا سعادت ہے جو واقعی صفات ہین اور اپنی رائے وگمان سے برخلاف وحی نبوت کے کوئی عقیدہ کرلینا شرک وکفر ہے اور جب توحید آلہی پر قائم ہوا تو رسالت کا ضرور معتقد ہوا اور دنیا مین حکم شرع پر چلے گا اور اللہ تعالیٰ عزوجل کی محبت مین کسی فعل بد کا مرتکب نہ ہوگا اور اگر غفلت ہوئی توبہ کرلی اور تقوے سے مرد صالح ہوجائے گا اور بصیرت حاصل ہونے پر آخرت کا خواستگار ہوگا کیونکہ دنیا واس کی خواہشین محض بے ثبات ہین اور نفس وشیطان کی راہ چھوڑیگا اگرچہ انتہا یہ ہو کہ شیطان ایک خوبصورت مالدار عورت کو خود زبردستی مرتکب حرام ہونے پر مائل کرے اور سمجھ لینا چاہیے کہ جو شخص تقوے اختیار کرے اور خطرات شیطان کو راہ نہ دے تو شیطان دوسرے آدمیون مین خرخرہ ڈالکر ان آدمیون کو متقی کے پیچھے لگا تا ہے ولیکن جب اللہ تعالیٰ عزوجل کی توحید پر قائم ہے تو جانیگا کہ شیطان کو خود کچھ قدرت نہین ہے اور کسی مخلوق کو ارادہ ومشیت آلہیہ جو ازل سے جاری ہوئی ہے اسکے حق مین بدل دینے کا اختیار نہین ہے پس انجام کو یہ شخص مقام امتحان ومحبت سے ایک بڑا ذخیرہ ثواب لیکر تحت قبولیت آلہیہ پر متمکن ہوتا ہے کسی شخص کو قدرت نہین کہ اُس کو اس مرتبہ سے گرادے اگرچہ جہان ایک طرف ہوجاوے اور حق تعالیٰ عزوجل کی طاعت مین تمام جہان ہیچ ہے اور مرد عارف کریم وسخی ہوتا ہے ہر بات پر عفو ورحمت کی نظر برحمت حق تعالیٰ عزوجل رکھتا ہے اور واضح ہوگیا کہ دنیا کی دولت بلکہ سلطنت بمقابلہ آخرت کے کچھ چیز نہین ہے تو کسی وجہ سے اپنے رب تبارک وتعالیٰ سے کفر وشرک ہرگز نہ کرے اور جس نے شرک کرکے دیکھا کہ مجھے خوب عیش ملتا ہے تو مین اللہ تعالیٰ عزوجل کے نزدیک مقبول ونیک چال چلن ہون اُس نے سخت غلطی اُٹھائی کیونکہ انبیاء علیہم السلام ومومنین

دنیا مین تنگ رزق و مصائب مین مبتلا رہے اور اُن کے دشمن اور مخالف لوگ بہت زیادہ عیش و راحت دنیاوی و مال و اولاد سے مغرور ہوئے پس کفر و شرک و فسق و فجور کی حالت مین جب کسی کو مال و دولت و اولاد و عیال کی کثرت مین دیکھو تو یقین کر لو کہ اسپر اللہ تعالیٰ عز و جل کا غضب بہت زیادہ ہے اور جب کسی متقی پرہیزگار موحد مومن کو تنگی و تکلیف و مصیبت و امراض مین مبتلا دیکھو تو یقین کرو اور متقی کو بشارت دو کہ حق سبحانہ تعالےٰ عز و جل کی رحمت اسپر بہت زیادہ ہے اور دونون کا انجام چار روز کی زندگی کے بعد فوراً ظاہر ہو جائیگا اور جو متقی کہ مال و دولت رکھتا ہے ہرگز اس کا دل کسی سے متعلق نہین بلکہ ہر دم وہ موت کا منتظر و طالب آخرت ہی۔ بالجملہ ایمان و توحید و اہل ایمان کا امتحان و نیک انجام سب اس سے معلوم ہوتا ہے اور کفر و نفاق و شرک اور کافرون و منافقون و مشرکون کا دنیا کے ملنے سے مغرور ہونا اور انکا بد انجام سب ان قصص سے معلوم ہوتا ہی مگر اسکو جو دنیا کے لوگون اور انکے واقعات کو نظر عبرت سے دیکھے اور نظر عبرت سے وہی دیکھیگا جسکی عقل ہوا و ہوس کی نجاسات سے پاک ہو اسی واسطے فرمایا کہ لقد کان فی قصصہم عبرۃ لاولی الالباب بیشک ان اگلون کے واقعی حالات مین اہل عقل کے لیے عبرت ہی۔ اور یہ یاد رکھنا چاہیے کہ کھانے پینے و کپڑے و مال و متاع و اسباب و آرائش یہ سب شہوات ہین جو جانورون کے حصہ مین دی گئی ہین پس اگر کسی شخص کو ان چیزون شہوات کے حاصل کرنے کی ترکیب و تدبیر مین بہت ہوشیاری ہو تو یہ حواس کی تیزی ہی عقل نہین ہی جیسے بیا جانور حواس کی تیزی سے نہایت عمدہ گھونسلا بناتا ہی جسکے مثل بغیر ہاتھ پاؤن کے بنانے مین آدمی عاجز ہوگا اور عقل کا نمونہ یہ ہی کہ آدمی کو معرفت خالق عز و جل و اپنے نفس کی شناخت و عجائب صنعت الٰہیہ کا علم دفعۃً حاصل ہو۔ جاننا چاہیے کہ اگلے انبیاء کے ساتھ جو واقعہ انکی قوم کا ہوا کہ جنھون نے انسے کفر کیا اگرچہ بظاہر چندروز انکو دولت و ثروت زیادہ بڑھا دی گئی ولیکن آخر کو عذاب سخت مین دنیا سے فنا اور ہمیشہ کے لیے عذاب مین مبتلا ہو گئے اور جنھون نے انکی تصدیق کی اور اللہ تعالیٰ عز و جل پر توحید کے ساتھ بدون شرک کے ایمان لائے وے اگرچہ چندروز تک مبتلائے محنت ہوئے بلکہ کافرون ہی کے ہاتھ سے انکو طرح طرح کی اذیت پہونچی اور عجیب تدبیرون سے کافرون نے چاہا کہ انکے رزق وغیرہ کے سلسلہ قطع کر کے انکو کفر پر مجبور کرین ولیکن کچھ نہوا اور آخر کار بعد چندروزہ تکلیف کے انھون نے دائمی عیش پایا والحمد للہ رب العالمین۔ یہ واقعات عبرت کے ایسے ہین کہ لامحالہ اُنسے یہ نتیجہ ظاہر ہی کہ کفر و شرک کرنا نہایت بدتر اور اُسکا انجام بڑا ہی اور ایمان نہایت بہتر و نیک انجام ہے مگر دیکھنا چاہیے کہ یہان اہل شقاوت کے لیے ایک فتنہ مضمر ہی اسطرح کہ شیطان نے انکو وسواس ڈالا کہ یہ واقعات حقیقت مین واقع نہین ہوئے صرف فرضی باتین ہین تو اللہ تعالیٰ عز و جل نے ارشاد فرمایا۔ مَا كَانَ حَدِيثًا يُّفْتَرٰى نہین ہی قرآن ایک بنائی ہوئی بات۔ کیونکہ متواتر یہ بات ثابت ہی کہ حضرت یعقوب علیہ السلام پیغمبر گذرے اور ان کی اولاد حضرت یوسف علیہ السلام و باقی گیارہ بیٹے تھے اور یوسف علیہ السلام مصر مین حکومت پر سرفراز ہوئے اور انکو نبوت حاصل ہوئی اور تفصیل کے ساتھ توریت کتاب آسمانی مین انکا قصہ آیا تو یہ اُلٹا زعم ہوا کہ یہ نئی بات بنائی ہوئی ہی۔ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ لیکن یہ قرآن تصدیق ہے اس کتاب کی جو اُس کے پہلے نازل ہوئی یعنی توریت مین یہ قصہ آیا تو قرآن مجید نے اس کتاب آسمانی کو سچا بتلایا۔ پس قصہ سے یہ ثابت ہوا کہ قرآن مجید وحی الٰہی ہے کیونکہ ایک اُمی بے لکھے پڑھے عربی پاک پیغمبر نے جسکی قوم مین کوئی عالم یا ذی علم نہ تھا ایک ہزارون برس پہلے کا واقعہ صاف صاف جیسا واقع ہوا تھا بیان کر دیا تو لامحالہ اللہ تعالیٰ عز و جل کی طرف سے وحی کے ساتھ بیان کیا اور اس سے کتاب توریت کی بھی سچائی ثابت ہو گئی پس اب غور کرنا چاہیے کہ جن لوگون نے شیطان کا وسوسہ قرآن کی نسبت قبول کیا انکی نادانی اس

Marfat.com

حدتک ہی کہ اُلٹی بات مانی حالانکہ پہلی عبرت یہ ہونی چاہیے تھی کہ قرآن نہایت سچا کلام الٰہی ہے کہ اس کے معنوی مکارم واخلاق و معارف توحید کے علاوہ جو سابقہ کتب سماوی عبرانی وسُریانی مین ہے ایسا ہی بے پڑھے عربی فصیح نے بیان کر دیا پس یہ قرآن بنائی بات نہین ہے بلکہ جسطرح نبوت کا طریقہ ہے کہ ہر نبی اپنے سے اگلے پیغمبر کی تصدیق کرتا ہے اسی طرح یہ قرآن تصدیق توریت وانجیل ہے۔ اگر کہا جاوے کہ الذی مین یہ یہ تو صیغہ واحد ہے اور تم توریت وانجیل دونون لیتے ہو الذین تثنیہ چاہیے تھا اس کا جواب یہ ہی کہ الذی کے معنے مین دو چار جسقدر ہون سب داخل ہین جیسے اُردو مین کہو کہ جو کوئی کتاب اس سے پہلے اُتری اس کی تصدیق کرتا ہی تو ظاہر ہے کہ اگر ایک اُتری ہو اُس کی اور دو ہون اُس کی ور زیادہ ہون سب کی تصدیق کو حاوی ہوگا۔ اور مین کہتا ہون کہ انجیل شامل کرنے کی ضرورت اسوجہ سے یہان نہین ہی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر توریت فرض تھی صرف توریت مین سے بعض احکام مثل جہاد کے منسوخ ہوئے وہ انجیل مین بیان کیے گئے اور یہ قصہ توریت ہی مین رہا پس تصدیق توریت کی ہوئی۔ واضح ہو کہ اس زمانہ مین توریت کا وانجیل کا کچھ پتہ نہین ہی اور اصلی توریت وانجیل دونون گم ہین اور جو لوگ یہودی ونصرانی ہونے کے مدعی ہین وے کچھ کتابین دکھلاتے ہین اور دعوے کرتے ہین کہ یہ انھین توریت وانجیل کے ترجمہ ہین اور باہم ان ترجمون مین لاکھون بلکہ کروڑ تک اختلاف کی نوبت پہونچی ہی ولیکن حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین یہودی اپنے پاس اُس مخفی قصہ کو عرب کے درمیان ایک دفینہ خزانہ سمجھتے تھے اسی وجہ سے قریش کو کہلا بھیجا تھا کہ محمد صلعم سے یہ قصہ پوچھو اور زعم یہ تھا کہ سوائے ہمارے خزانہ مخفی کے کسی کو اُس کی تفصیل سے کچھ بھی اطلاع نہین ہے تو لا محالہ اگر پیغمبر نہوئے تو عاجز ہونگے اور یہان آپ خاتم المرسلین تھے صلے اللہ علیہ وسلم پس وحی الٰہی سے آپ نے مفصل وحی بیان کی پس اس قصہ مین ایک مقام عبرت کا قرآن مجید کی سچائی ہوئی کہ یہ خالص وحی ہی بات بنائی نہین ہی بلکہ توریت کی تصدیق ہی کہ وہ بھی آسمانی کتاب ہی۔ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ اور یہ قرآن ہر چیز کی تفصیل ہی مفسرین نے کہا کہ ہر چیز سے یہ مراد ہی کہ دین مین ہر چیز جسکی ضرورت ہی اس مین بیان ہی کیونکہ دین کی باتون مین سے کوئی بات ہو ضرور اس کا استناد خواہ بواسطہ یا بلا واسطہ قرآن پاک سے ہی اور بعض نے کہا قصہ حضرت یوسف علیہ السلام وانکے بھائیون کے واقعات مین سے ہر واقعہ کی تفصیل ہے۔ واحدی رح نے کہا کہ بہر صورت ظاہر لفظ عام سے مراد خاص ہے جیسے قولہ تعالے واوتیت من کل شیء یعنی سبا کی شہزادی کا حال جب ہُدہُد نے سلیمان علیہ السلام سے بیان کیا تو کہا کہ وہ دی گئی ہے ہر چیز مین سے۔ یعنی اُسکے پاس ہر چیز موجود ہے۔ اور مراد یہ ہے کہ جیسے ایک ذی دولت وثروت کے پاس ہونا چاہیے ہر چیز اُس کے پاس ہے اور یہ غرض نہین کہ تمام مخلوقات آسمانی وزمینی مین جو کچھ چیزین ہین سب اس کو دی گئی ہین اسی طرح قرآن پاک ہے کہ بندگان حق عزوجل کے واسطے خواہ وے عربی ہون یا تمام روے زمین سے کہین کے ہون اُن کو حیات دنیاوی بسر کرکے رضاے حق عزوجل کے ساتھ دوام بقا وملک آخرت تک پہونچنے مین جن چیزون کی ضرورت ہونی چاہیے ہر چیز اس قرآن پاک مین موجود ہے۔ اور اہل الحق نے کہا کہ قرآن مجید کے واسطے ظہور وبطون ہین پس جن لوگون کی نظر ظہور اول پر ہی انکو کچھ علوم نظر آتے ہین پھر جو بندے کہ زیادہ بصیرت رکھتے ہین انکو ظہور اول کا بطن یعنی دیگر علوم نظر آتے ہین پھر اُنسے بڑھ کر بطن البطن جانتے ہین علی ہذا القیاس مین کہتا ہون کہ یہ بات اکثرون کی سمجھ سے باہر ہی اسی واسطے حضرت شارع صلے اللہ علیہ وسلم نے صریح نہین بیان فرمائی تاکہ بے سمجھ لوگ انکار کرکے کافر نہو جاوین البتہ اشارہ سے بعض احادیث مین ثبوت ہوتا ہے ولیکن عوام کو ایسے مدارک مین انکار کی وجہ نہین اگرچہ بے شبہہ وے اس قدر بصیرت نہونے سے سمجھ نہین سکتے ولیکن یہ تو جانتے ہین کہ عقلی بصیرت مین لوگون کے مراتب مین فرق ہی چنانچہ ایک دقیق فلسفی کتاب جسکے الفاظ وحروف بالکل

Marfat.com

یہی ہوتے ہین جو گلستان و بوستان و دیگر کتب مین ہین ولیکن گنوار آدمی یا ابتدائی طالب علم ان لفظون سے گلستان سمجھ لیتا ہے مگر حکمت فلسفی کا مسئلہ نہین سمجھ سکتا فافہم۔ واضح ہو کہ مترجم کے نزدیک اس کلام مین صریح یا اشارت سے یہ بھی داخل ہے کہ جو کچھ اختلاف یہود و نصرانیون نے ڈالا تھا اور اپنی کتابون کی تحریف کرکے روایات مین صحیح و اپنی طرف سے بنائی ہوئی اور کسی خیال سے صحیح کو بگاڑ کر دوسرے طور پر بنائی ہوئی سب کا مجموعہ ملاکر تاریخ بنائی اور ہر ایک نے مختلف بنائین حتے کہ صحیح واقعات سے جو عبرت و نتائج حاصل کیے جاتے ان کے حاصل ہونے کی کوئی راہ نہ رہی اُن کا قرآن مجید مین تفصیل سے فیصلہ کر دیا اور جو کچھ حق تھا وہی ظاہر کر دیا پس قولہ ما کان حدیثا یفترى مین یہ تعریض یہودیون وغیرہ پر ہے کہ جسطرح ان لوگون نے تحریف کرکے افسانہ گڑھ لیا وہ قرآن مجید مین نہین ہے اسمین کوئی بات مخلوط نہین اور نہ افترا ہے۔ ولکن تصدیق الذی بین یدیہ۔ ولیکن یا بلکہ تصدیق توریت و کتب سماوی ہو یعنی انکی تحریفات کو ظاہر کر دیا اور جو کچھ سچ تھا اس کی سچائی ظاہر کر دی۔ وتفصیل کل شئ۔ اور ہر بات جسمین اختلاف ڈالا تھا اسکا فیصلہ مفصل کر دیا۔ واضح ہو کہ قرآن مجید کی صفت مین حق تعالے عز وجل نے فرمایا۔ ومهيمنا علے الکتاب یعنی توریت و انجیل پر شاہد ہے چنانچہ جو کچھ اہل کتاب نے تحریف کی اور غرض نفسانی سے بدل ڈالا جب قرآن پاک اللہ تعالے نے نازل فرمایا تو تحریف بیکار گئی اور کھل گیا کہ سچ اسطرح ہے جیسا کہ قرآن مجید مین مذکور ہے اور روایت صحیح مین ہے کہ اہل کتاب کی روایات کا حکم اسطرح دیا گیا کہ جو کچھ وے لوگ قرآن مجید مین متوافق بیان کرین وہ صحیح ہے اور جہان قرآن مجید سے مخالف بیان کرین وہ غلط ہے مثلاً جورو والا مرد اگر زنا کرے تو یہودی توریت سے نقل کرتے کہ اسکو کاغذ کی سیاہ ٹوپی پہناکر جوتیون کا ہار گلے ڈالکر گدھے پر سوار کرکے شہر مین پھرا کر پھر چھوڑ دو حالانکہ یہ تحریف تھی اور وہی حکم تھا جو قرآن پاک مین ہے مع سختی مزید کے اور تیسری قسم یہ کہ قرآن مجید مین وہ بات صریح تم کو معلوم نہوتی ہو اور یہودیون نے توریت سے یا نصرانیون نے انجیل سے نقل بیان کی تو فرمایا کہ تم نہ اسکو سچ مانو اور نہ جھٹلاؤ وکلہ اللہ تعالیٰ اعلم شاید ہو۔ اور بات یہ تھی کہ اصل کتاب مین تو تحریف کر دی تھی اور یہ تحریف انھین لوگون نے فقط نہین کی بلکہ حالت یہ کہ بنو اسرائیل بارہ فرزند کی اولاد بارہ فرقے علٰحدہ علٰحدہ ہر بیٹے کی اولاد تھے اور حضرت موسی علیہ السلام کے ساتھ ہر فرقہ اپنی نقیب کے ساتھ تھا پس بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ایک مدت دراز گذری حتی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا زمانہ بھی گزر گیا پھر تحریف کرنے کے اسباب پیدا ہوئے اور لوگون مین نور ایمان کے بجائے تاریکی فسق و فجور کی بوجہ زناکاری و سود خوری و باہمی نفاق و بوجہ قتل کرنے انبیاء علیہم السلام کے قائم ہوگئی اور ہر فرقہ نے اپنے پاس کے نسخہ توریت مین جہان ضرورت ہوئی تحریف کی۔ خصوص جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ ہوا اور انھون نے انجیل سماوی سے جو احکام بحکم الٰہی منسوخ ہوئے تھے بیان کیے تو انپر یہودیون نے نرغہ کیا اور ہرگز نہ مانا یہان تک کہ سوائے بنو اسرائیل کے بعض اقوام مسلمان ہوئے اور آخر ترقی شروع ہوئی مگر آپ کے اصحاب مین سے ایک نے یہود کو مخبری کی اور آپ کو اللہ تعالے نے آسمان پر اُٹھا لیا اور جس نے مخبری کی تھی اسی کے چہرہ پر اللہ تعالے عز وجل نے ایک ایسا پردہ کر دیا کہ لوگون کی نظر مین اُس کی صورت حضرت عیسے علیہ السلام کی نظر آتی تھی پس یہود نے سر بازار بادشاہ کے حکم سے پھانسی دیدی اور سمجھے کہ ہم نے حضرت عیسے علیہ السلام کو سولی دیدی ہے اور یہی شخص تھا جو سولی پر چڑھائے جانے کے وقت چلایا تھا کہ ایلی ایلی لما سبقتانی (اے میرے اللہ اے میرے اللہ تو نے مجھے کیون چھوڑ دیا۔ اور عیسے علیہ السلام کے آسمان پر جانے کے قبل آپ نے سب کو مضبوط رہنے کی تاکید کی اور سو جانے کا حکم دیا پس مومنون پر غنودگی طاری ہوگئی اور کافرون کی آنکھ نہین لگی پھر اصحاب عیسے علیہ السلام مین تین فریق ہوگئے ایک نے کہا کہ وہ خدا تھا ہم مین سے بعض نے اسکو آسمان پر چڑھ جاتے دیکھا تھا دوسرے نے کہا کہ نہین

Marfat.com

یہ تو نہین ہر گروہ خدا کا بیٹا تھا و لیکن ان دونون فریق مین دلی دشمنی نہ تھی کیونکہ سمجھے ہوئے تھے کہ ہم دونون آپ کی شان مین حقارت نہین کرتے ہین
اور تیسرا فریق کہتا کہ اللہ تعالے سے توبہ کرو اور توحید پر قائم رہو وہ اللہ تعالیٰ کا رسول پاک تھا جو آدمیون کی طرح اللہ تعالیٰ عز وجل کی قدرت سے
بی بی مریم علیہا السلام کے پیٹ سے بدون باپ کے پیدا ہوا تھا جیسے آدم علیہ السلام بدون ماں باپ کے اللہ تعالے عز وجل کی قدرت سے پیدا
ہوئے تھے اس فریق سے دونون گروہ کفار نے دلی دشمنی پیدا کرلی اور بدنام کیا کہ یہ فریق ان بزرگ کی شان مین حقارت گستاخی کرتا ہے آخر کار
دونون نے متفق ہو کر اس فریق سے قتال کیا بعض نے لکھا کہ یہ فریق بالکل قتل ہو گیا اور بعض نے کہا کہ نہین بلکہ انمین سے بہتیرے مارے گئے اور
باقی لوگ جنگلون و پہاڑون مین بھاگ گئے اور آخر کو یہودیون پر غضب الٰہی آیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ یہودی مغلوب ہو گئے اور نصرانی بادشاہ ہو گیا
اور عرصہ تک یہود نے گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی برابری کا دعویٰ کیا اور حضرت عیسے علیہ السلام نے تو بوحی الٰہی بعض احکام کا منسوخ ہونا
ظاہر کیا تھا اور یہودیون نے وحی شیطانی سے کتاب مین تحریف کی اور انتہا اُسکے زمانہ نبوت خاتم المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم تک بہت کچھ ہو چکی
اور رہے نصرانی تو جب انمین بادشاہ نصرانی ہوا اور اُس نے وہ اعتقاد کیا جو سوائے فریق موحد کے باقی دونون فریق کا اعتقاد تھا تو صحیح روایات
سے ثابت ہے کہ کئی ہزار نصرانیون موحد مسلمانون اور کئی سو عالمون کو قتل و قید و مار پیٹ سے اُس نے سخت مجبور کیا اور آخر کو ایک اتفاق نامہ
لکھا گیا کہ وہ اعتقاد موجودہ دونون فریق مرتدین کا ہے اور اس محضر پر سب کی دستخط ہوئے باوجود اسکے جو لوگ کہ دل سے اسلام و توحید پر تھے وے
جنگلون و پہاڑون مین رہے مگر آخر کو خاتمہ ہو گیا اور انجیل مین اور نیز توریت مین بکثرت تحریف ہوئی اور جن امور سے یہ بات ظاہر ہوتی کہ حضرت
عیسے علیہ السلام بندۂ خدا اور رسول تھے انکو ایسے طور سے تبدیل کیا گیا کہ یہ بات باقی نہ رہے اور رسالت کبری وغیرہ کتابین تصنیف ہوئین پس
یہ حال توریت و انجیل کی تحریفات کا شیخ امام ابن کثیر رح و علامہ مفسر سیوطی و معالم وغیرہ کے متفرق افادات سے ملتقط کیا گیا ہے اور
مترجم کہتا ہے کہ یہود و نصارے کی خود تاریخون سے ثابت ہے کہ اسکے واسطے جلسہ و مجمع ہوئے ہین بعضے لوگ زعم کرتے ہین کہ جس کتاب کے
بکثرت نسخہ پھیلے تھے اس مین ایسا ہونا دشوار ہے۔ مین کہتا ہون کہ بادشاہ قسطنطین خود اسکا متکفل ہوا تھا اور کس اہتمام سے فرک کے
اتفاق پر محضر لکھوایا تو نسخون مین کیون یہ اہتمام نہوا ہو گا کیونکہ اسوقت تک ملک شام و یونان و بعض حصہ ملک مصر سے تجاوز نہوا تھا
علاوہ اسکے اصل کتاب کا وجود نہین ہے اور جسکا عبرانی مین ہونے کا زعم ہے وہ خود پایۂ اعتبار سے ساقط ہے اور ترجمہ قریب قریب سب مختلف ہین
اور خود نصرانیون کا قول ہے کہ کاتب سے پڑھنے مین غلطی ہوئی اور فرقہ انمین بہتر ہوئے اور کسی کے پاس اصل کا وجود نہین تو قول یہی صحیح ہے کہ
ان لوگون نے اپنی رائے سے خوب خوب جی بھر کے تحریف کی۔ اور توریت مین منجملہ اسباب تحریف کے یہ کہ برادران حضرت یوسف علیہ السلام
مین سے جس کسی کی نسبت زیادہ الزام ہوا اسکی اولاد نے تحریف کی بخیال حمیت کے جسکا منشا رجہالت ہو گا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ اب مین تفسیر کی
طرف رجوع کرتا ہون کہ حق سبحانہ تعالے نے قرآن پاک کی نسبت مشرکون کو وہم کرنے سے روکا بلکہ ارشاد فرمایا کہ قرآن مجید کی سچائی خود وحی الٰہی
سبحانہ تعالے سے ظاہر ہے اسمین افترا باندھی ہوئی بات نہین بلکہ توریت و انجیل کی تصدیق ہے کہ سابق مین اللہ تعالے نے انکو نازل فرمایا تھا
اور انپر عمل کرنا فرض تھا اور انسے عبرت تھی اور یہ تصدیق بھی قرآن پاک سے ہوئی کہ یون ہی توریت مین تھا اگرچہ پیچھے لوگون نے تحریف
کی ہو اور قرآن پاک ہر تحریف کردہ و باقی مین تفصیل کرتا ہے۔ پھر قرآن پاک سے عبرت حاصل کرنا انھین لوگون کے لیے ہے جو عقل رکھتے ہین
اور عقل جبھی کہ ہوا و ہوس نفس سے پاک ہو کر فرمان حق تعالے عز وجل کا مطیع ہو جاوے اور اپنے نفس کی سرکشی کو روکے اور یہ جبھی ہو گا
کہ ایمان لاوے اللہ تعالے پر بجمیع صفات جسطرح کہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا ہے لہذا فرمایا۔ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ

يُؤْمِنُوْنَ اور یہ قرآن پاک ہدایت و رحمت ہے واسطے ایسی قوم کے جو ایمان لاتے ہیں۔ شیخ امام حافظ ابن کثیرؒ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا کہ اللہ تعالے آگاہ فرماتا ہے کہ مرسلین و انکی قوم کے واقعات میں کہ کسطرح ہم نے مومنوں کو نجات دی اور کافروں کو ہلاک کیا ہے اہل عقل کے لیے عبرت و نصیحت ہے اور یہ قرآن پاک سوائے اللہ تعالے عزوجل کے دوسرے کی طرف سے جھوٹ و بناوٹ نہیں ہے بلکہ تصدیق ہے اُن کتابوں آسمانی کی جو اس سے پہلے نازل ہوئی ہیں پس جسقدر ان میں موافق تنزیل کے باقی رہا ہے اسکی تصدیق فرماتا ہے اور جسقدر انہیں تحریف و تبدیل کیا گیا ہے اور کسی غرض سے اہل کتاب نے انہیں تغیر کیا ہے اُسکی نفی فرماتا ہے اور جو منسوخ ہوا اُسکو ظاہر کرتا ہے اور ہر چیز کی تفصیل ہے یعنی حلال و حرام و مکروہ و فرائض و واجبات و مستحبات و دیگر افعال روزمرہ اور امور جلیلہ جو آیندہ واقع ہوں اور صفات الٰہیہ جن کے ساتھ شرک روا نہیں ہے اور تنزیہ تبارک و تعالے مخلوقات کی مماثلت و مشابہت سے مفصل بیان ہے اسی واسطے ہدے و رحمۃ ہے مومنوں کے لیے کیونکہ کفار تو شیطان کے کہنے پر چلتے ہیں اور دیدہ و دانستہ نہیں مانتے ہیں اور مومنین عبرت حاصل کر کے گمراہی و عذاب سے بچتے اور پناہ مانگتے ہیں اللہ تعالے کی رحمت کے اُمیدوار دنیا و آخرت میں ہیں ہم اللہ تعالے سے دعا کرتے ہیں کہ ہمکو بھی مومنین میں شامل کر دے اور اپنے فضل سے کفر و شرک سے بچا دے آمین یا ارحم الراحمین ف فی العرائس قولہ لقد کان فی قصصھم عبرۃ لاولے الالباب یعنی عارفین و محبین و متقین صادقین صابرین جو صاحبان احوال و اہل عقول ہیں انکے لیے ان قصص میں نصیحت و عبرت ہے کیونکہ اس میں نیکوں کے مقامات کا اور جو حالت انکے لائق ہوتی ہے فراق و وصال و بلاء و امتحان و محبت کاملہ وغیرہ سب کا بیان ہے پس اہل سعادت اگلوں کی اقتدا کرتے ہیں تاکہ فضل و رحمت الٰہیہ سے اُنکے درجات و کرامات پر فائز ہوں حضرت امام جعفر صادقؓ نے کہا کہ اولوا الالباب وہ ہیں جنکے اسرار اللہ تعالے عزوجل کے ساتھ ہیں۔ ابن عطاءؒ نے کہا کہ اہل عقل کے واسطے عبرت ہے کہ نفس اُسکی خواہشیں مقام امن و اعتبار نہیں ہے شیخ اُستادؒ نے کہا کہ بادشاہوں کے واسطے عبرت سلطنت حضرت یوسف علیہ السلام میں ہے کہ اسی طرح عدل و انصاف پھیلاویں اور لوگوں کے ساتھ احسان کریں۔ جیسے یوسف علیہ السلام نے کیا اور مثل اُن کے عفو و کرم کریں اور اہل تقوے مثل اُن کے تقوے کریں اور نفس کی خواہش پر نہ چلیں چنانچہ شدت بلاء و موقع اشتہار میں سخت صبر کیا نفس کو مضمحل کیا تو اللہ تعالے نے انکو دنیا و آخرت میں کس درجہ عالی پر پہونچایا اور عزیز کی جورو نے جب خواہش نفس کی پیروی کی تو کسطرح مضرت و فقر و فضیحت اُٹھائی۔ اور ملوک عبرت حاصل کریں کہ کیونکہ سرداری فقط حرمت اور اپنے رب تبارک و تعالے کی طاعت کرتے ہیں اور مانند اسکے ظاہری عبرت بہت ہیں اور قولہ و تفصیل کل شئی الآیہ سے جملہ مقامات عرفان و کرامات تقوے و مقامات نفس و شیطان و حالات عقل و صفائی قلب و مشاہدۃ الرحمن کا بیان ہے واللہ سبحانہ تعالے اعلم تفسیر سورہ یوسف ختم ہوئی اور سورہ رعد شروع ہے واللہ تعالے الموفق۔

سُوْرَۃُ الرَّعْدِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثٌ وَّاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً

سورۃ الرعد مکیہ ہے اور وہ تینتالیس آیات ہیں

اور بیضاوی میں پینتالیس آیات کا ایک ہی قول مذکور ہے اور سراج میں لکھا کہ اس کے کلمات آٹھ سو پچپن ہیں اور حروف کی تعداد تین ہزار پانچ سو تیتالیس ہے اور علماء میں سے بعض نے کہا کہ ہم کو معلوم ہوا کہ یہ سورہ مکیہ ہے اور بعض کو دلائل سے پتہ لگا

کہ یہ مدنیہ ہے پس اول قول سعید بن جبیر و حسن بصری و عکرمہ و عطاء و جابر تابعی و عبد الرحمن بن زید سے مروی ہے اور دوسرا قول ابن الزبیر رضی اللہ عنہ و کلبی و مقاتل سے مروی ہے۔ شیخ مفسر سیوطی رحمہ نے لکھا کہ یا تو سورہ مکیہ ہے باستثناء قولہ تعالے ولا یزال الذین کفروا آلآیہ و قولہ تعالے و یقول الذین کفروا لست مرسلا آلآیۃ اور یا سورہ مدنیہ ہے باستثناء قولہ تعالے ولو ان قرآنا سیرت بہ الجبال الخ دو آیت تک۔ اور بعض نے مدنیہ سے قولہ تعالے ھو الذی یریکم البرق تا قولہ تعالے لہ دعوۃ الحق بھی مستثنیٰ بیان کیا اور معنے استثناء کے یہ ہیں کہ مدنیہ ہو تو یہ آیات مکہ میں نازل ہوئی تھیں یا مکیہ ہے تو مستثنیات مدینہ میں آکر نازل ہوئیں کیونکہ قرآن مجید حسب حال و ضرورت کے نجم نجم کرکے نازل ہوا ہے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کے بیان سے ہر سورہ میں حسب ترتیب لوح محفوظ سے رکھا گیا و جابر بن زید سے نقل کیا جاتا ہے کہ آدمی کی موت حاضر ہونے کے وقت اس کے پاس سورہ رعد پڑھنا بہتر سمجھتے تھے کہ میت پر سختی ہلکی ہوتی اور موت آسان معلوم ہوتی و دنیا سے وفات اس کو گران نہیں ہوتی۔ اقول ظاہراً انھوں نے کسی صحابی سے سُنا ہو یا نصائح سورہ ہذا میں یہ خوبی سمجھتے ہوں واللہ تعالے اعلم۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓرٰ ۚ تِلۡكَ اٰيٰتُ الۡكِتٰبِ ؕ وَالَّذِيۡۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ الۡحَـقُّ وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ ۝

یہ آیات ہیں کتاب کی اور جو اُتارا گیا تجھ پر تیرے رب کی طرف سے وہ حق ہے و لیکن بہتیرے لوگ ایمان نہیں لاتے ہیں

اس سورہ مبارک میں اللہ تعالے عزوجل نے اپنی توحید اُلوہیت و عجائب قدرت کی آیات عظیمہ کو ذکر فرمایا لقولہ تعالے الٓمّٓرٰ اللہ تعالے خوب جانتا ہے کہ اس کلام سے اس کی کیا مراد ہے۔ یہی شیخ سیوطی رحمہ نے جزم کیا ہے اور یہی صحیح اور اس پر سب کا اتفاق ہی کہ اس کی مراد سوائے اللہ تعالے کے کوئی نہیں جانتا و لیکن مراد سے علاوہ بھی معنے ہوتے ہیں تو بعض علما نے ایسے معانی بیان کیے ہیں چنانچہ معالم وغیرہ میں ابن عباس رضہ سے لایا کہ اس کے معنے میں سے ہے کہ انا اللہ اعلم و اری ہیں اللہ ہوں جانتا و دیکھتا۔ شاید خصوص اس موقع پر یہ معنے لیے کہ قرآن پاک جو نازل فرمایا اس کا نازل ہونا اور پیغمبر کا لوگوں کو پہونچانا اور لوگوں میں بعض کا ماننا و اکثروں کا کفر کرنا میں جانتا و دیکھتا ہوں اور مفصل کلام اس میں اول سورہ بقرہ میں گزر چکا اور شیخ ابن کثیر رحمہ نے لکھا کہ جو سورت ان حروف مقطعہ سے شروع ہوئی اس میں قرآن مجید کا انتصار ہے اور تحقیق بیان کہ اس کا نزول اللہ تعالے عزوجل کی طرف سے حق ہے لہذا فرمایا۔ تِلۡكَ اٰيٰتُ الۡكِتٰبِ۔ مفسر شیخ سیوطی رحمہ نے کہا کہ یہ آیات کتاب کی آئتیں ہیں اور مراد یہ کہ سورہ میں جو آیات ہیں یہ قرآن مجید کی آیات قدریہ ہیں اور یہی قول جمہور مفسرین کا ہے۔ وَالَّذِيۡۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ اور جو اُتارا گیا تیری طرف کو تیرے رب کی جانب سے وہ الۡحَـقُّ حق و سچ ہے لاریب فیہ من رب العالمین اس میں اللہ تعالے کی طرف سے ہونے میں کچھ شک و شبہہ نہیں ہے پس اول تو بیان کیا کہ یہ سورہ آیات قرآن مجید ہے اور اس میں بیان فرمایا کہ جو نازل کیا گیا وہ حق ہے اور

ابن جریر رح نے زعم کیا کہ واو زائدہ ہے یا عطف صفت بر صفت ہے اور شیخ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ مجاہد و قتادہ نے کہا کہ آیات الکتاب میں کتاب سے مراد توریت و انجیل ہے چونکہ کتاب دراصل مصدر ہے تو دونوں کو شامل ہو سکتا ہے۔ اس بنا پر کہا کہ قولہ والذی انزل عطف ہے الکتاب پر اور لکھا کہ یہی صحیح اور موافق تفسیر مجاہد و قتادہ ہے اور توضیح اس کی یہ ہے کہ تلک مبتداء اول ہے اور آیات مضاف اور الکتاب معطوف علیہ اور جملہ والذی انزل الیک من ربک مبتداء اور الحق خبر۔ یہ مبتداء و خبر ملکر عطف ہیں معطوف علیہ مع معطوف ملکر مضاف الیہ اور مضاف مع اسکی خبر مبتدائے اول ہوا اور مراد جملہ والذی انزل الیک الخ سے بعض قرآن مجید ہے اور معنے یہ ہوئے کہ یہ قرآن پاک یا یہ آیات جو تلاوت کیجاتی ہیں آیات ہیں کتاب اور اس چیز کی جو تیری طرف نازل کیا گیا جو حق ہے اور حاصل یہ ہوا کہ یہ سورہ مجموعہ آیات توریت و انجیل وحی ہوئے وغیرہ علیہم السلام و قرآن وحی محمد صلے اللہ علیہ و علیہم اجمعین ہے۔ اور سابق میں حضرت حسن بصری وغیرہ سے مذکور ہوا کہ قرآن مجید جامع علوم اولین و آخرین ہے اور کتب الٰہیہ سابقہ سب اس میں مندرج ہیں پس یہ تاویل بھی عمدہ ہے جو شیخ ابن کثیر رح نے ذکر فرمائی ہے۔ اور جو شیخ ابن جریر رح نے اختیار کیا اسکے موافق یہ معنے ہوئے کہ یہ آیات جو تلاوت ہوتی ہیں آیات ہیں قرآن پاک کی جو کہ اُتارا گیا تیری طرف تیرے رب کی جانب سے جو کہ حق ہے اور اظہر وہ ہے جو شیخ سیوطی رح نے ذکر کیا اور معالم میں اس کو ابن عباس رض کا قول۔ ذکر کیا ہے اور ظاہر اختیار امام بغوی رح کے نزدیک وہ ہے جو شیخ ابن کثیر رح نے اختیار کیا ہے اور لکھا کہ مقاتل رح نے کہا ہے کہ مشرکین مکہ کہا کرتے تھے کہ محمد صلعم اس کو اپنی طرف سے کہتے ہیں پس اللہ تعالےٰ نے اُن کو اس کلام سے رد کیا کہ جو قصص انبیاء ذکر ہوئے وہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے تنزیل حق ہے وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یُؤْمِنُوْنَ ولیکن اکثر لوگ یعنے مشرکین مکہ ایمان نہیں لاتے ہیں یعنی نہیں مانتے کہ یہ اللہ تعالےٰ عز و جل کی طرف سے ہے اسوجہ سے کہ ذرا بھی توجہ و غور نہیں کرتے ہیں ف فی العرائس قولہ تعالےٰ عز و جل المرٓ۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے فعل خاص سے اپنے فعل عام پر تجلی فرمائی پس دونوں افعال کے درمیان سے حروف پیدا فرمائے اور اُن کو صادق اسرار صفات و ذات قرار دیا اور انسے غیب کی اور غیب الغیب کی خبر بطریق اسرار بیان فرمائی پس الف میں اپنی ذات کے واسطے سر الوہیت رکھا اور اپنی انانیت توحید کا بھید کر دیا اور لام میں اپنی ذات کے لیے سر ازلیت اور سر لطف ظہور پاک بوصف ازلیت ان لوگوں کے واسطے رکھا جو اہل عشق میں سے اہل التباس ہیں۔ اور میم میں سر محبت بہوائے ازلیت رکھا۔ اور را میں انوار ربوبیت رکھ کر اُس کو بندوں کے لیے آئینہ کر دیا پس اس سے لطائف صفات کا معائنہ اور روح ملکوت کا مشاہدہ کرتے ہیں پس جب طلب الوہیت سے ارواح متحیر ہوئیں تو انوار ربوبیت میں عجز و الحاح کیا پس آئینہ حرف را سے اُس کی رحمت کا فیہ دیکھ کر سکون پایا اور ہر چیز سے سوائے اللہ تعالےٰ کے جدا ہو گئیں پس الف صندوق الوہیت ہے جو انھیں بندوں کے لیے کھُلتا ہے جو توحید کے ساتھ قائم ہیں۔ لام صندوق نور ازلیت ہے انھیں بندوں کے لیے کھُلتا ہے جو عشق و محبت میں ہر مخلوق حتےٰ کہ اپنی جان سے بھی علٰحدہ ہو کر والہ ہو رہے ہیں اور وہی اواہ و حلیم ہیں میم صندوق محبت ازلیہ ہے جو انھیں لوگوں کے لیے کھُلتا ہے جو اہل ایمان و محبت ہیں۔ را صندوق نور ربوبیت ہے اور انھیں ایمان والے بندوں پر کھُلتا ہے جن کی نیت و مراد حق تعالےٰ سے صرف ذات باری تعالےٰ ہے۔ شبلی رحمہ اللہ نے کہا کہ حروف میں سے کوئی حرف ہو یہی اس کی حالت ہے کہ ہر زبان و لغت میں اللہ تعالےٰ عز و جل کی تسبیح کرتا ہے اور ہر زبان میں حروف ہیں اور ہر حرف کے لیے زبان ہے اور یہ اللہ تعالےٰ عز و جل کا ایک بھید اُس کی مخلوق میں ہے اس سے مفہوم زوائد اوراد کار کی زیادتی ہے۔

حارث محاسبی رہ نے کہا کہ جب اللہ تعالےٰ عز وجل نے حروف کو پیدا کیا تو انکو اپنی طاعت کی طرف بلایا پس انھون نے قبولیت کا جواب عرض کیا اور اسی کے موافق خطاب مین حلاوت ہو اور حروف سب بصورت الف تھے ولیکن اللہ تعالےٰ عز وجل نے الف کو اسی صورت پر باقی رکھا اور واضح ہو کہ سنت الٰہیہ ہو کہ ہر سورت کے اول مین بطور اسرار اُنسے کلام فرمایا اور اہل صلاح کو انکی استعداد کے موافق آگہی عطا فرمائی۔ مترجم کہتا ہو کہ امین سے شیخ شبلی وحارث محاسبی کے اقوال محل تامل ہین اور میرے نزدیک اسطرح بیان بھی شریعت مین کسیقدر فتنہ ہو لہذا ایسے اقوال کا ترک بہتر ہو واللہ اعلم۔ کفار مکہ نے جو بناوٹ قصص کا الزام لگایا اسکا جواب دینے کے بعد حق عز وجل نے اپنی توحید کی آیات کئی وجہ پر بیان فرمائی۔ وجہ اول قولہ تعالےٰ پر غور کرنے کو ارشاد فرمایا۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ

اللہ وہ ہو جسنے اونچا اٹھایا آسمانوں کو بغیر ستونوں کے جنکو تم دیکھو پھر برابر ہوا عرش پر اور قابو مین کر دیا سورج

وَالْقَمَرَ ۭ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَاۗءِ رَبِّكُمْ

اور چاند کو ہر ایک چلتا ہے اپنی مقرر مدت تک وہی سنوارتا ہو کام کو مفصل دیتا ہو نشانیان تاکہ تم اپنے رب کے ملنے پر

تُوْقِنُوْنَ ۝

یقین کرو۔

اول دلیل توحید کی مشرکون کو بتلائی کہ۔ اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا اللہ وہ ہے جس نے بلند کیا آسمانون کو بغیر ستونون کے جن کو تم دیکھو۔ حاشیہ جمل مین ہے کہ عامۂ قراء کی قرات عَمَد بفتحتین اسم جمع ہے اور بعض نے اس کو جمع قرار دیا بس لج مین کہا کہ عمد جمع عمود ہے یا جمع عماد ہے اور جمل نے کہا کہ ابو حیواۃ اور یحیی بن وثاب نے اس کو عُمُد بضمتین پڑھا۔ معنے عمود کے ستون اور عماد ٹیک۔ اور ابن کثیر رح نے لکھا کہ آسمان سات ہین اول آسمان دنیا تمام زمین کی خاک و پانی سمیت مجموعہ کو ہر طرف سے محیط ہے اور ہر سمت سے اس کا فاصلہ برابر ہے۔ اقول یعنے زمین گول ہے اور لکھا ہے کہ زمین مع ہوا کے اس کے اندر اسطرح ہندا ہی کہ جیسے انڈے کا چھلکا محیط ہوتا ہے اور ہر جانب سے آسمان تک پانچسو برس کی راہ ہے اور خود اس آسمان کا اونچان اندر ہی اندر پانچسو برس کی راہ ہے پھر اس پر دوسرا آسمان ان سب کو محیط ہے وہ اول آسمان سے پانچسو برس کی راہ پر ہے اور اُس کے خود اونچان کی حالت پانچسو برس کی راہ ہے اسی طرح تیسرا و چوتھا وغیرہ ہین اور کرسی کی بڑائی اسقدر ہے کہ ساتون آسمان مع انکی چیزون اور جو اُن کے درمیان متصل ہے اسی طرح ملاکر کرسی کے اندر ایسے ہین جیسے ایک وسیع میدان مین ایک چھلا پڑا ہو اور کرسی مع سب کے عرش کے سامنے ایسے ہین جیسے وسیع میدان مین ایک چھلا ہو جیسا کہ حدیث مین ہے اور ایک روایت ہو کہ عرش کی عظمت و بڑائی سوائے اللہ تعالےٰ عز وجل کے کوئی اندازہ نہین کر سکتا اور بعض سلف سے روایت ہے کہ عرش سے زمین تک پچاس ہزار برس کی راہ ہو اور اسکا قطر پچاس ہزار برس کی راہ ہو اور وہ سُرخ یاقوت کا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ صحاح احادیث مین عظمت آسمانون و جنت و عرش وغیرہ کی ایسے صریح الفاظ سے نہین ہے کیونکہ اوہام بشری تجاوز نہین کرتے اور اگر متجاوز ہوئے تو غلط خیالات باندھتے ہین اور مقصود انکے بیان سے اسوقت یہ ہے کہ محسوس مخلوقات کی بڑائی دیکھکر جو لوگ محسوس کو ماننے کے پابند ہین وہ اللہ تعالےٰ عز وجل پر ایمان لاوین تو مترجم کہتا ہو کہ زمین مین سے ایک چہارم خشکی و باقی پانی ہو اور خشکی مین سے سب سے بڑی سلطنت روس کی جو قریب ساتوان حصہ ہو تو زمین کا اٹھائیسوان حصہ ہوئی اور آدمی زمین پر بھنگے سے بھی کم ہو اب

Marfat.com

مخلوق کا یہ حال ہے کہ روس کی سلطنت اُنکی آنکھون مین بڑی اور اُس کا دبدبہ بڑا ہے حالانکہ وہ زمین کا اٹھائیسوان حصہ ہے اور تمام
زمین سے آفتاب بہت بڑا ہے کہ زمین اُس کا سوان (۱۰۰) حصہ بھی نہین تو روس اُس کے تین ہزار حصون مین سے کم ہے پھر دیکھو کہ آسمان کے
کشادہ میدان مین جسقدر جگہ آفتاب سے خالی ہے اس مین آفتاب کے برابر کتنے ہزار گنہ آفتاب سما سکتے ہین تو تمام آسمان کی وسعت کے
سامنے روس بلکہ تمام زمین کا کوئی شمار نہین رہا اور فن حساب جاننے والے کو کسر نکالنے مین بھی سخت حیرانی ہے کیونکہ جب زمین ایک
رائی کے دانہ برابر بھی نہین ہے تو اُسکے اٹھائیسوین حصہ کا کیا شمار ہے تو اب دیکھو کہ جس خالق عزوجل نے ہمارے سامنے آسمان پیدا کر دیا ہے
اُسکی بڑائی اتنی کہ ہم وہان نظر ہی نہین آتے بلکہ تمام زمین ہی نظر نہین آتی ہے تو اُس خالق عزوجل کی عظمت ہم پر اسقدر فرض ہے کہ اس کی
عظمت کے سامنے تمام زمین کے بادشاہون و فوجون اور تمام زمین کے درندون و آدمیون سمیت سب کی قدر ہماری آنکھ مین اتنی بھی نہونی
چاہیے جو نسبت زمین کو تمام آسمان کی بڑائی سے ہے پس دیکھو کہ اللہ تعالےٰ وہ عظمت و قدرت والا ہے جسنے ایک آسمان نہین بلکہ سات آسمان پیدا
کیے اور انکو زمین سے اسقدر اونچا کیا کہ تمھاری نظرین کام نہین کرتی ہین مگر تم پانی کے اندر آسمانون کا عکس صاف دیکھتے ہو جیسے سورج و چاند کا عکس دیکھتے
ہو اور یہ جھوٹ مت کہو کہ آسمان کچھ چیز ہی نہین صرف تاریکی نگاہ کی ہے حالانکہ تاریکی کا عکس نظر نہین آتا ہے تو بالکل غلط ہے کہ یہ تاریکی ہے بلکہ
ضرور کوئی جسم ہے جسکا انعکاس مانند سورج چاند ستارون وغیرہ کے نظر آتا ہے باوجود اسکے اس زمانہ مین بعضے لوگون کا انکار کیا دیدہ و دانستہ انکا
ہے کیا آنکھین عقل کی کھو مین تو یہ آنکھین بھی جاتی رہین اور کچھ عجب نہین کہ یہ لوگ بہت سی باتون سے یون ہی انکار کرتے ہین اللہ تعالےٰ عزوجل
مسلمانون کو اُن کے شر و فریب سے اسوقت مین کہ فتنہ پھیل رہا ہے بچاوے۔ امام رازی رح نے کہا کہ اس مین بہت بڑی دلیل ان لوگون کے لیے
بھی موجود ہے جو حواس کے پابند ہین اسطرح کہ اتنے بڑے اجسام بیچ مین معلق ہین بغیر کسی ستون کے اور خود زمین اُنکے بیچ مین بلا ستون معلق ہے
حالانکہ انسان ایک ذرہ کو یون معلق نہین رکھ سکتا ہے تو ضرور خالق اُنکا ایسا قادر ہے مختار ہے اور قاہر ہے کہ جسطرح اُس نے جس چیز کو چاہا
وہ اسی طرح قائم ہے اگر کہا جاوے کہ قولہ بغیر عمد ترونہا۔ مین دلالت پائی جاتی ہے کہ ایسے عمود نہین ہین جنکو ہم دیکھین بلکہ ایسے عمود ہونگے
جنکو ہم نہین دیکھتے جیسا کہ یہود و نصارے وغیرہ اہل کتاب سے روایت کی گئی کہ زمرد کا ایک پہاڑ بنام کوہ قاف ہے اسپر آسمان کا ستون
ہے۔ امام رازی رح وغیرہ نے اسپر اعتراض کیا اور چونکہ اہل کتاب سے بعض علماے اسلام نے بھی اُسکو نقل کر دیا چنانچہ معالم مین مجاہد
و عکرمہ وغیرہ کا یہ قول ذکر کیا اور ابن کثیر رح نے کہا کہ ابن عباس و مجاہد و قتادہ و حسن وغیرہم سے روایت کی گئی کہ آسمانون کے
ایسے عمود ہین جنکو تم نہین دیکھتے ہو لہذا امام البغوی وغیرہ نے اسکے معانی سے سکوت کیا اور اس قول کو اصح کہا جو اوپر مذکور ہوا ابن کثیر رح نے
کہا کہ ایاس بن معاویہ نے کہا کہ زمین پر آسمان مثل قبہ کے یعنے بغیر عمود ہے اور یہی تفسیر حضرت قتادہ رح سے مروی ہے اور یہی لائق سیاق
ہے اور خود دوسری آیت مین فرمایا۔ ویمسک السماء ان تقع علی الارض الا باذنہ۔ پس ظاہر ہے کہ بلا عمود ہے اور قولہ ترونہا صرف تاکید نفی ہے
یعنے آسمان بلا عمود ہین تم خود دیکھتے ہو کہ عمود نہین۔ اور یہ معنے نہین کہ اُس کی عمود تمھارے دیکھنے کے نہین ہین اور ایسے ہین جن کو تم نہین
دیکھتے ہو۔ مین کہتا ہون کہ قتادہ رح سے دونون روایتین موجود ہین پس ایک تو اُنھون نے اہل کتاب کے قول کو بیان کیا اور دوسرا صحیح
قول بیان فرمایا۔ اور اگر ترونہا کو صفت قیود رکھا جاوے تو زجاج رحمہ اللہ کا قول صحیح ہے کہ بیشک ایسے عمود ہین جنکو ہم نہین دیکھتے اور
وہ عمود قدرت الٰہیہ کے ہین پس صواب یہی ہے کہ آسمان محض قدرت و تسخیر الٰہی عزوجل سے مثل قبہ کے قائم ہین جیسے سورج و چاند مین مسئلہ
آسمان جو نظر آتا ہے اُسپر اعتماد کر کے حکم کرین یا نہین تو جواب یہ ہے کہ صحیح نظر آتا ہے اور اس سے انکار کرنا قریب کفر ہے۔ ترونہا۔ تو معلوم ہوا

کہ ہم لوگ اُسکو دیکھتے ہیں اور محسوس سے انکار کرنا جہالت ہے۔ اور جس نے اس زمانہ میں تاویل کی کہ سماء سے بلندی مراد ہے اس کا قول باطل
و کفر ہے اس لیے کہ بلندی کے لیے عمود کچھ نہیں اور وہ مرفوع نہیں کی جاتی ہے کیونکہ جسم نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ عزوجل نے فرمایا
کہ اللہ الذی رفع السموات بغیر عمد ترونہا۔ یعنے اللہ تعالیٰ وہ قادر قاہر قوی و مختار ہے جس نے اونچا اُٹھایا سموات کو بغیر عمودون کے
کہ اُن کو تم دیکھتے یعنے مثل قبہ کے بلند چڑھے ہوئے ہیں مگر عمود نہیں نہ تم دیکھتے ہو۔ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ پھر بیان فرمایا کہ وہ
اللہ برابر ہوا عرش پر۔ علماء نے کہا کہ ثم کا لفظ کبھی تو چیزون کی ترتیب کے لیے ہوتا ہے اور کبھی بیان کی ترتیب کے لیے ہوتا ہے تو یہان
اول معنے نہیں ہیں یعنے یہ غرض نہیں ہے کہ پہلے آسمانون کو اونچا کیا پھر عرش پر مستوی ہوا اس لیے کہ حق تعالیٰ عزوجل جس طرح
اور جس شان سے ہر مخلوق سے خواہ عرش ہو یا کوئی ہو پاک و جدا اُن موجود تھا ویسا ہی آسمانون و زمین و عرش وغیرہ پیدا کرنے کے
بعد ہے اور ہمیشہ یکسان ہے کوئی مخلوق اُس کے مشابہ نہیں ہے اور وہ قبل ہر شئے کے اور بعد ہر شئی کے یکسان ہے لیس کمثلہ شئی۔ اس کے
مثل و مشابہ کوئی چیز نہیں ہے تو بالیقین ہم جانتے ہیں استواء علی العرش کے یہ معنے نہیں کہ وہ تخت پر برابر ہو بیٹھا کیونکہ یہ تو جسم کا جسم پر قائم
ہونا ہوا اور اللہ تعالیٰ پاک ہے اُسکے واسطے کوئی طرف نہیں اور نہ کوئی وضع و ہیات ہے اسلیے کہ طرف اور وضع و ہیات تو عوارض جوہر و
جسم کے ہیں پس فرقہ مجسمہ جس نے اُسکو جسم گمان کیا وہ بالکل گمراہ و ناپاک اعتقاد ہے اور یہ عقیدہ اگلے اہل کتاب یہود و نصاریٰ کا بھی تھا
اور تعجب ہے کہ نصرانی اب بھی اُسکے لیے جورو و بیٹا کہتے ہیں نعوذ باللہ تعالیٰ اللہ علواً کبیرا اور یہ قول ایسا ہے جیسے کوئی کہے کہ اللہ تعالیٰ جوہر ہے
یا عرض ہے کیونکہ تمام جو کچھ وہ دیکھتا و جانتا ہے وہ انھین دو قسمون سے باہر نہیں ہے تو اُسنے اپنا قیاس و وہم دوڑا کر اللہ تعالیٰ عزوجل کی نسبت بھی
یہی گمان کیا حالانکہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات سے پاک ہے اور کوئی مخلوق اُسکو قیاس میں نہیں لا سکتی۔ معتزلہ وغیرہ نے کہا کہ استوی کے معنے
استیلا کے بھی آتے ہیں جیسے قول شاعر سے لقد استوی بشر علی العراق ٭ من غیر سیف او دم مہراق ٭ یعنے مستوی ہو گیا بشر ملک عراق پر
بغیر تلوار کے یا خونریزی کے۔ اس میں مستوی کے معنے مستولی ہو جانے و غالب آجانے کے ہیں پس یہان مراد غلبہ الٰہی بحفاظت و تدبیر مخلوق
ہے چنانچہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل عرش سے تدبیر فرماتا ہے و قال تعالیٰ یدبر الامر من السماء الی الارض۔ یا استوی بمعنے متوجہ
ہونا یعنے پھر عرش پر متوجہ ہو کر عرش کو مستوی کیا۔ اور اہل السنۃ والجماعۃ نے کہا کہ عرش کا استواء صحیح ہے ولیکن اللہ تعالیٰ عزوجل کی
عظمت و جلال کی ایک صفت ہے اور جس نے یہان اپنے خیال و قیاس میں کوئی صورت باندھی اُسنے کفر کیا بلکہ جیسی اُسکی ذات پاک ہے
ہر قیاس و گمان سے ویسی ہی اُس کی صفت بھی خیال و گمان سے باہر ہے جیسے وہ ہر چیز کو دیکھتا ہے اور ظاہر ہے کہ قیاس یہان بیکار ہے
کیونکہ مخلوق تو اندھیرے میں اور آڑ سے اور جسم کے اندر اور تہ کی چیز کو نہیں دیکھتا اور اللہ تعالیٰ معدوم و موجود و ماضی و مستقبل سب دیکھتا ہے
اسی طرح یہ صفت استواء ہے اور کہا کہ اسکی کیفیت مخلوق کے ادراک سے باہر ہے وہ اپنی شان کے لائق اس صفت پر ہے۔ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ
وَالْقَمَرَ اور مسخر کر دیا سورج و چاند کو كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى دونون میں سے ہر ایک چلتا ہے مقدار مقرر پر یعنی حکم الٰہی کی تحت
میں یہ چیزین اپنا قابو نہیں رکھتی ہیں بلکہ جس طرح اُس نے چاہا اور حکم فرمایا کہ ہر ایک کے واسطے جو وقت مقرر کر دیا ہے اسی پر چلے جاتے
ہیں اور باقی ستارے بھی اسی طرح مسخر ہیں کما قال تعالیٰ والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ الا لہ الخلق والامر تبارک اللہ رب العالمین۔
مسئلہ نجومیون سے آیندہ واقعہ پوچھنا۔ جواب یہ کہ پوچھنا حرام اور اعتقاد کرنا کفر ہے اور عرب کہا کرتے کہ مطرنا بنوء کذا۔ یعنے
فلان ستارے سے ہم پر پانی برسا تو حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ عزوجل کے حکم سے سمجھا وہ مومن ہے اور جس نے ستارے سے سمجھا

وہ کافر ہے۔ اور واضح ہو کہ جب اُن میں سے ہر ایک ستارہ ہو یا سیارہ ہو اللہ تعالےٰ کی قدرت میں مسخر ہے تو اُسی نے پیدا کیا اور مخلوق میں اسی کا
حکم جاری ہے پس رب وہی ہے اور عادت الٰہی جاری ہو کر روز سورج نکلے اور شام کو غروب ہو ولیکن بندگان الٰہی عزوجل ہر روز
حکم الٰہی دیکھتے ہیں کیونکہ جو حکم اُس کا ہوگا وہی ہوگا اور ذوالقرنین کے قصہ میں جو آیا کہ۔ وجدہا تغرب فی عین حمئۃ۔ ذوالقرنین نے مغرب
میں سورج کو پایا کہ وہ کیچڑ کے چشمہ میں ڈوبتا ہے اُس کے معنے بعضے جاہل نہ سمجھے تو اعتراض کیا کہ سورج کیچڑ میں ڈوبتا صحیح نہیں ہے اور
جواب یہ ہے کہ سورج آسمان پر اور حدیث میں ہے کہ زمین کے ہر طرف سے آسمان کا فاصلہ پانچسو برس کی راہ ہے تو مراد یہ کہ ذوالقرنین
زمین کے مغربی کنارے پہونچا وہاں دلدل تھی اور ظاہر ہے کہ سمندر کا کنارہ شروع ہوا تھا اور حدیث صحیح میں ہے کہ سورج ہر
روز عرش کے نیچے جاکر غروبی سجدہ کرتا ہے حکم پاتا ہے کہ اُسی رفتار پر طلوع ہو اور یہی حال اُس کا شرقی کنارہ کے سجدہ میں ہوگا۔ اسی طرح
ہر ستارہ اپنے رب کے حکم کا مطیع ہے تو بندہ کو ہر وقت و ہر حال میں اللہ تعالےٰ کی رحمت کا منتظر ہونا چاہیے اور بندہ کا وعدہ کہ کل کے روز
انشاءاللہ تعالےٰ یہ کرونگا۔ بلحاظ عادت الٰہیہ کے ہے اسی واسطے انشاءاللہ تعالےٰ کہنا ضرور ہوا اور حدیث میں ہے کہ جمعہ کے روز سوائے
جن وانسان کے تمام مخلوق ہیبت میں ہوتے ہیں کہ قیامت آج قائم نہو یعنے بعد طلوع آفتاب کے اطمینان شروع ہوتا ہے واضح ہو کہ بعض
علماء نے قولہ لاجل مسمی کے معنے انتہاء مدت مقدرہ یہ معنے لیے کہ قیام قیامت تک اور ظاہر یہ ہے کہ مطلق مدت مقررہ مراد ہے یعنے
ہر مختلف اوقات سے اُن کے منازل و درجات مراد ہیں جسکے کمی بیشی روزانہ ہوتی ہے پس تدبیر الٰہی تعالےٰ سے ہر ایک حکم الٰہی کا تابع و
مسخر ہے۔ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ وہی اللہ تعالےٰ عزوجل ہر کہ تدبیر فرماتا ہے امر کی جو اسکا امر ہوا اُسی پر حکمت کا نظام ہوا اور بعض نے کہا کہ امر عالم کی
تدبیر فرماتا ہے جسطرح چاہتا ہے اور جب وہی تمام مخلوقات عرش سے انتہا تک بذات پاک وحدہ لاشریک تدبیر میں لاتا ہے تو رب و نیک
بندے اور فرشتے و جملہ مخلوق خود کچھ مختار نہیں ہیں بلکہ مسخر ہیں کیونکہ اگر اُسنے چاہا کہ زید عمرو کے ساتھ سلوک کرے تو عمرو اُس کے ساتھ
عداوت نہیں کرسکتا پس شرک کرنا چھوڑکر توحید اختیار کرو لہذا فرمایا يُفَصِّلُ الْآيٰتِ وہ صاف بیان فرماتا ہے نشانیوں کو۔ یعنے
اپنی توحید کی نشانیاں تم کو صاف صاف دکھلاتا ہے و بیان کرتا ہے اور تم خود جانتے ہو کہ عنقریب موت سے فنا ہو کر اسی کی طرف
رجوع کروگے کیونکہ جس نے اُن چیزوں کو مع تمھارے ایجاد کردیا اور اُس کی قدرت و عظمت میں سب مسخر ہیں تو وہ جب چاہے تمکو فنا کرکے
دوبارہ جلا وے پس غور کرکے سمجھو لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ شاید کہ ان آیات کو دیکھکر تم اپنے رب کی ملاقات پر یقین
لاؤ۔ یہ شک نہ کرو کہ جب ہم مٹی ہوگئے تو پھر کیا زندہ ہونگے کیونکہ تمام ذرات عرش سے زمین تک سب اُس کے حکم پر چلتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ
عزوجل نے بندوں سے انکی سمجھ پر کلام کیا حالانکہ حرف لعل امید کے لیے ہے پس اللہ تعالےٰ عزوجل جو چاہے وہ ہو وہاں اُمید
نہیں ہوسکتی ولیکن بندوں کی نسبت اُن کو اُمید دلائی کہ تمھاری طرف سے تم کو اُمید ہونی چاہیے کہ ان آیات کو دیکھکر ایمان سے مشرف
ہو۔ ف فی العرائس قولہ اللہ الذی رفع السموات الخ۔ عوام کو خطاب کیا کہ ہم نے آسمانوں کو بغیر علت کے بلند کیا اور عمود نہیں ہوا اور
خاص بندوں کو خطاب کیا کہ بغیر عمد ترونہا یعنے آنکھوں سے دیکھنے کے عمود نہیں ہیں بلکہ تم کو بصیرت سے عمود نظر آتے ہیں اور وہ عمود
اُس کی قدرت قدیمہ باقیہ کے ہیں جس کی عظمت سے تمام مخلوق قائم ہے اور صفت کا دیدار وقت تجلی کے ممکن ہے جیسے آخرت میں دیدار
ذات صحیح ہے۔ قولہ ثم استوی علے العرش سموات ارواح بغیر ظہور عمود کے جو خلق کو نظر آویں مستقیم مسلسل از ازل بقاء قدم پیدا کیا پھر اسکے
انوار تجلی کا ظہور عرش قلوب پر ہوا۔ قولہ وسخر الشمس والقمر معرفت و علم کو قلبی عرش سے روح تک جاری فرمایا جنمیں بسط و انقباض جاری ہے

اسطرح کہ عالم عقل مین بانوار شاہدات ان کا جریان ہے اور اس سے عالم ارواح کی تدبیر وانتظام ہے وقولہ یدبر الامر یفصل الآیات امر تکمیل بشریت بصفات ملکوتیہ اور تفصیل معارف بانوار الیقین لعلکم بلقاء ربکم توقنون۔ تاکہ شاہدات آیات وتجلیات صفات بعیرت ملکوتیہ سے حاصل ہوکر موقنین کے مرتبہ کو رسائی ہو کما فعل بابراہیم علیہ السلام کذلک نری ابراہیم ملکوت السموات الی قولہ لیکون من الموقنین ابن عطاء رحنے کہا کہ تدبیر امور موافق تقدیر ازلی ہے اور تفصیل آیات جریان قضا ہے تاکہ تمکو اپنی مجبوری مین یقین ہو کہ اللہ تعالے عز وجل وہی ان امور کو اور مختلف احوال کو تیسر جاری فرماتا ہے اور ضرور تم اسی کی طرف رجوع کروگے۔ قال المترجم اللہ تعالے عز وجل نے اس مخلوقات آسمان وزمین مین عجائب آیات ولطائف معارف اور سب سے بڑھکر ذات انسان مین رکھے ہین ولیکن کفار تو ان آیتون سے سرسری گزر جاتے ہین اور کچھ فکر نہین کرتے اور مومنین اسلئے یقین وتکمیل نفس حاصل کرتے ہین چنانچہ قولہ اقلم ینظروا الی ملکوت السموات والارض وما خلق اللہ من شئی الآیہ اور قولہ کذلک نری ابراہیم الآیہ اور قولہ وکاین من آیۃ فی السموات والارض الآیہ وقولہ سنریہم آیاتنا فی الآفاق الآیۃ مین فکر کرنے سے یہ مسئلہ واضح ہوتا ہے اور مومنین عین غور نظر سے دیکھتے ہین پس بصیرت ویقین حاصل ہونے پر نفس کی تکمیل بدوام لقاء ہوتی ہے لہذا اللہ تعالے نے کافرون کو بھی سماوی عظام مخلوق کو دکھلایا اور اپنے حکم کا مسخر ہونا بتلایا تاکہ انہین خوف وفکر سے شرک وکفر سے باز آوین اور آیات الٰہیہ سے لقاء اللہ تبارک وتعالے کا یقین کرین پھر مخلوق ارضی سے انکو دلیل بتلائی بقولہ

وَهُوَ الَّذِي مَدَّ الْأَرْضَ وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْهَارًا ۖ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ جَعَلَ فِيهَا زَوْجَيْنِ

اور وہی اللہ تعالے ہے جسنے کھینچکر پھیلا دیا زمین کو اور پیدا کردیے اُسمین جمے پہاڑ اور نہرین اور ہر ایک پھلون سے پیدا کردیا اسمین جوڑے

اثْنَيْنِ ۖ يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۝

دو دو ڈھانکتا ہے دن پر رات بیشک اس مذکور مین نشانیان ہین ایسی قوم کے لیے جو فکر کرتے ہین

وَهُوَ الَّذِي اور وہی اللہ تعالے عز وجل ہے جس نے مَدَّ الْأَرْضَ پھیلایا زمین کو۔ المد کشیدن یعنے مد کے معنے کھینچنا۔ اہل تفسیر نے کہا یعنے طول وعرض مین اُس کو پھیلادیا پس تمام انسان وحیوان اسپر مستقر ہین۔ ابن عطیہ رحنے کہا کہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زمین پھیلی ہوئی ہے مثل پاٹ کے اور گول نہین ہے اور یہی ظاہر شریعت سے پایا جاتا ہے سراج مین ہے کہ اللہ تعالے نے کہین فرمایا کہ مد الارض اور کہین فرمایا کہ دحاہا اُس کو پھیلا دیا اور کہین بسط سے تعبیر فرمایا اور یہ بھی اسی معنے مین ہے پس انہین دلالت ہے کہ زمین مثل فرش کے پھیلی ہوئی ہے۔ رازی رحنے کبیر مین کہا کہ اہل ہیأت کے دلائل سے ثابت ہے کہ زمین مثل کُرہ کے گول ہے اور اللہ تعالے عز وجل کے کلام پاک سے ہیأت والون کا قول مخالفت نہین کرتا اس لیے کہ جب کرہ بہت بڑا ہوا تو اسکے ہر ٹکڑے کو سطح سے مشابہت ہوگی مترجم کہتا ہے کہ اِن میر صحیح ہے کہ ایسے عظیم کرہ کا ہر ٹکڑا اُسکے دیکھنے والے کو پاٹ کی طرح سطح معلوم ہوگا اور شیخ الممم رحنے کہا کہ مد ایسے پھیلانے کو کہتے ہین کہ اس کی انتہا نظر مین نہ آوے اور منجملہ دلائل اہل ہیأت کے خط استوائے زمین اور کرہ معدل النہار کے محاذات اور معلق رہنے کے لیے فلک کا ہر طرف سے انجذاب ہے تو گول ہو کر کشش برابر ہوگی پس قائم معلق ہوگی اور اسوقت کے بعضے لوگ اُس کی کشش آفتاب سے تصور کرتے ہین مگر یہ بالکل بیہودگی ہے کہ اس سے ہر طرف سے کشش نہین ہوسکتی جس سے وہ معلق ہو یا گول ہوجاوے یا گھومے اور جسکو ذرا بھی علم ہیأت سے وقوف ہے وہ قطعی یقین کریگا کہ ان لوگون کا قول بعض بے عقلی وحماقت ہے اور افسوس کہ مترجم کو یہان اسقدر طوالت کی گنجائش نہین ہے پھر مین کہتا ہون کہ قدماء اہل ہیأت کی دلیل سے زمین کا گول ہونا تو ثابت ہوتا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ہر جانب سے یکسان کشش ہونے سے

زمین کیجا ساکن ہے لیکن کرہ زمین کی ذاتی حالت یکسان نہین ہے کیونکہ کہین خشکی زیادہ ہے اور کہین پانی زیادہ ہے لہذا قادر قیوم عزوجل کی حکمت بالغہ سے اسپر پہاڑ قائم ہوئے تا کہ کشش کی جہات وقوت وضعف کی راہ سے ہر طرف یکسان ہو اور اس مین مٹی کے بھاری ہونے و پانی کے ہلکے ہونے کو دخل نہین ہے بلکہ جذب کی قوت وضعف محاذات کی راہ سے ہے اور یہ مقامات صرف علم الٰہی مین ہین اسی واسطے پہاڑون کے سلسلہ مین کوئی قیاسی انتظام نہین ہے بلکہ اللہ تعالےٰ عزوجل نے اپنے علم پاک سے پیدا فرمائی پس علمائے ہیأت کے قول پر زمین گول ہے اور ظاہری اسباب و دلائل کی راہ سے وہ آسمان کے وسط مین معلق ساکن ہے اسوجہ سے کہ آسمان گول ہر طرف سے اُس کو نیچے اور ہر طرف سے کشش کیے ہوئے ہے اور آسمان اُس کے گرد متحرک ہے یا نہین و لیکن آفتاب وغیرہ متحرک ہین اور عقلی دلائل پر اگر اعتماد ہو تو ان عقلاء کے دلائل ایک عاقل متین جو طبعیات و ریاضیات سے ماہر ہو اقرب سمجھ سکتا ہے ورنہ اس زمانہ مین جو لوگ زمین کو گول اور آسمان کو ندارد اور آفتاب کے گرد زمین کو متحرک کہتے ہین محض جاہلانہ حماقت کے دلائل لاتے ہین کہ جن کو سوائے انھین کے مثل کھوسٹ دماغ والے بیوقوف کے یا گنوار بچہ کے جسکو علوم عقلیہ منطقیات قدیمہ و ریاضیات وطبعیات سے مہارت نہو کوئی شخص تسلیم نہین کر سکتا بلکہ عاقل توان اقوال و دلائل کو نہایت حقارت سے دیکھتا ہے اور اسکو معجزہ حضرت خاتم المرسلین محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جو حدیث صحیح مین آیا ہے یاد آتا ہے کہ قرب قیامت مین تمام روے زمین پر نصرانی سب لوگون سے زیادہ ہونگے اور وہی سب آدمیون پر غالب ہونگے۔ اور فرمایا ہے کہ اس زمانہ مین عقل سے دور بہرے گونگے روے زمین کے بادشاہ وحاکم ہونگے۔ مترجم کہتا ہے کہ اس سے یہ مطلب نہین کہ وے کانون سے بہرے اور منہ سے گونگے ہونگے بلکہ مرادیہ کہ روح وعقل انکی بالکل تاریکی مین ہوگی اور چونکہ انکی کثرت وبادشاہت بیان فرمائی تو مرادیہ ہے نورانی عقل کے انکا غلبہ تیزی حواس والی چیزون مین ہوگا جس سے وہ لوگون پر غالب ہو کر بادشاہ وحاکم ہوجاوینگے چنانچہ حواس کے متعلق جسقدر امور ہین سب مین اسوقت معائنہ ومشاہدہ کرو اور دیکھو کہ یہ پیغمبر صادق کا معجزہ تمہاری آنکھون کے سامنے موجود ہے پھر بھی تم کو شک ہے اللہم ثبت اقدامنا علے الایمان والاسلام وتوفنا مؤمنین۔ سراج وغیرہ مین لکھا کہ جو کچھ اللہ تعالےٰ عزوجل نے فرمایا وہی سچ اور صحیح ہے ایماندار کے نزدیک ہیأت والا ہو یا کوئی ہو سب مخلوق سے زیادہ سچ خالق عزوجل کا کلام ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ سچ ہے اور ہم ایمان لائے کہ جو واقعی حالت ہے اور جو کچھ اللہ تعالےٰ عزوجل نے فرمایا وہی صحیح ہے اور جہانتک کہ ظاہر مین ہمکو ہیأت والون کا قول یا کسی کا ہو مخالف نہ معلوم ہوگا اور ہماری سمجھ مین آویگا اسپر ہم توجہ کرینگے و لیکن اسیقدر کہ جیسے عقلیات کا حال ہوتا ہے کہ باہم عقلاء ایک ہی بات مین تخالف ہوتے ہین پس عقلی نتیجہ درحقیقت ظنی ہوتا ہے اور اقوال الٰہی بے کھٹکے اور محض صدق خالص ہے اللہم اجعلنی من عباد المؤمنین وتوفنی اذا توفیتنی علی الایمان بکل ما جاء به النبی محمد صلے اللہ علیہ وسلم۔ اور جان لو کہ عقلی دلائل کا مدعی ہو یا ظنی اختراعات پر نازان ہو کسی کی مجال نہین کہ اس مقام پر انکار کر سکے کہ وہو الذی مد الارض۔ وہی اللہ پاک خالق ہے جس نے پھیلایا زمین کو۔ یعنی زمین کا پیدا کرنیوالا جس صورت پر یہ زمین موجود ہے وہی اللہ وحدہ لاشریک ہے اور فرمایا الذی جعل لکم الارض فراشا جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا کر دیا اور قرآن پاک مین اصلی مقصود یہی ہے کہ تم ذرا غور کرو کہ تمہارا رب وہ ہے جسنے یہ زمین تمہارے لیے پیدا کر دی تم اس زمین سے کسقدر نفع اسکے فضل سے اٹھاتے ہو اور کسطرح اسنے تمپر اپنا فضل تمہارے وجود سے پہلے کر دیا۔ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ اور پیدا کر دیے زمین مین رواسی۔ راسیہ کی جمع یعنے ثابت وجما ہوا اور مراد پہاڑ ہین یعنی زمین مین پہاڑ جما دیے۔ وَاَنْهٰرًا اور نہرین پیدا کر دین جو اکثر پہاڑ سے جاری ہین اور نہر زبان عرب مین دریا ہے خواہ بڑا ہو یا چھوٹا ہو پس زمین واسکے ساتھ ان چیزون سے کسقدر عظمت قدرت الٰہیہ ظاہر ہے اور تم پر کسقدر بڑے

Marfat.com

احسانات ہیں۔ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ اور ہر قسم کے پھلوں سے جَعَلَ فِيْهَا پیدا کر دیے زمین میں زَوْجَيْنِ جوڑا اثْنَيْنِ۔ دو دو۔ جیسے شیریں و ترش اور سیاہ انگور و سپید انگور اور چھوٹا و بڑا پس تم ان ثمرات کو فضل الٰہی سے حاصل کر کے بھوک کی جگہ سیر ہوتے ہو اور بیداری کی تکان سے سوتے ہو۔ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ ڈھانک لیا رات نے دن کو پس تمام روشنی پھیلی تھی تاریکی پھیل گئی اور بیدار آدمی خواب میں چلا گیا گویا زندہ تھا مر گیا۔ مرد بیدار یاد الٰہی و شکر نعمت سے نورانی حالت لیے ہوئے خواب غفلت میں گیا۔

ہر ایک ثمر زمین کے پھل ہیں اور قلب کا ثمر یاد حق و توحید ہے تاریکی کفر ہے اور روشنی ایمان ہے اور ہر ایک کے مناسب ثمرات ہیں کفر سے شرک و تاریکی عذاب کے اعمال و غضب الٰہی کے حرکات پیدا ہوتے ہیں اور ایمان سے توحید و نور و ثواب کے اعمال و رحمت الٰہی کے حرکات پیدا ہوتے ہیں اور عنقریب اس کے نظائر آتے ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ۔ بالجملہ اس صنعت عجیب سے ہر چیز کی پیدائش کہ صورت میں یکساں مگر ایک مثلاً میٹھا اور دوسرا کھٹا اور دن کے اوقات میں دن ہونا اور رات کی اوقات میں رات ہونا کسی قادر قیوم کی قدرت اور اس کی تسخیر سے ہیں جس نے اپنی تدبیر و حکم سے الگو ان کے اسباب کے ساتھ پیدا کر دیا۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ بیشک اس میں نشانیاں ہیں اللہ تعالیٰ عز و جل کی توحید کی کہ کسی عقلمند و حاکم و فقیر و مالدار و بیوقوف کو کچھ بھی مخالفت کی طاقت نہیں ہے وہی اللہ تعالیٰ سب کچھ کرتا ہے مگر یہ نشانیاں ایسی قوم کے لیے ہیں جو ان چیزوں میں فکر کرتے ہیں کیونکہ جس نے ان میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ دیکھی وہ رب تبارک تعالیٰ کی توحید پر قائم ہوا۔ واضح ہو کہ آیت میں اشارات لطیفہ ہیں چنانچہ انسان جو خاک سے مخلوق ہے جیسی نرم و شیریں و سیاہ و ریتلی و پہاڑی کا ہوگا ویسے اس کے اخلاق و عادات نرم و نافع و بے سود و موذی و سخت وغیرہ ہونگے چنانچہ حدیث صحیح کے مضمون سے یہ ثابت ہے کہ اولاد آدم تمام روے زمین کی ایک مشت خاک سے پیدا ہوئے اسی وجہ سے ان کی صورتوں و رنگ و عادات میں تفاوت ہے۔ بہت انسانی خالق عز و جل کے حکم بجا لانے میں جسم خاکی کو پہاڑ کی طرح دبائے رہے کہ وہ بجا آوری میں متزلزل نہوا اور اس سے نیکی جاری ہو جس سے لوگ فائدہ اٹھاویں اور بہت اس کی اگر زمین کی نعمتوں ہی پر منحصر رہی کیونکہ آرائش و سامان و اسباب و لذت طعام و فواکہ وغیرہ تمام چیزیں اسی زمین کی اصل برکات ہیں پس اگر انھیں پر اس کی ہمت مقصور رہی تو شہوات میں کامل ہوا اور اصلی فطرت نورانی پر تاریکی چھا جائے گی اور سونا غافل ہونا اگر بحکم الٰہی ہے تو موت سے جو اعمال منقطع ہوئے اس کے عوض حکم بجا لانے کا پلہ برابر ہوا اور اگر شہوات و تن آسانی ہے تو موت و غفلت ہے اور آدمی اگرچہ اصلی فطرت میں نورانی ہے لیکن پیدائش کے بعد جب خواہشوں کا زمانہ آتا ہے اگر خواہشیں غالب ہوئیں تو تاریکی چھا جاویگی پھر اگر اسکو ازلی نور ملا ہے تو ایمان توحید سے پھر منور ہو کر اصلی کمال کو پہونچیگا ورنہ تاریکی میں یہودی و نصرانی و ہندو وغیرہ ہو کر میت ہو جاوے گا اور آیات الٰہی میں اہل فکر کو جو علوم نظر آتے ہیں ان کے بیان سے زبان قلم عاجز ہے اور خود ان کی انتہا نہیں ہے واللہ سبحانہ اعلم ف و فی العرائس قولہ وہو الذی مد الارض۔ قلوب اولیاء کو نور محبت سے بچھایا اور معرفت اس میں رکھی کہ متزلزل نہیں ہوتا اور علوم حقائق انسے جاری ہوئے و قولہ و من کل الثمرات جعل فیہا زوجین اثنین۔ انواع مقامات و حالات میں قبض و بسط سے انواع ہیں و قولہ ان فی ذلک الآیہ۔ آیات الٰہی اولیاء ہیں جن سے نور توحید کا ظہور ہے جریری رح نے کہا کہ جنید رح کے جوار میں ایک شخص رہتا تھا جب آپ نے انتقال کیا تو دفن سے واپس ہو کر اس نے مجھ سے کہا کہ نجم ثاقب یہاں سے اٹھ گیا اب میں تمہارے ساتھ اس کھنڈل میں نہ جاؤں گا۔ بعض نے کہا کہ فکر سے مراد یہ ہے کہ کسی دم آدمی تمام شہوات و خواہشوں حتی کہ اپنے تن سے بھی علیحدہ ہو کر حق عز و جل کی صنعت و قدرت کو دیکھے اور اسمیں

اپنے کسی امر کی منفعت یا مضرت کو سامنے نہ آنے دے۔ شیخ ابو عثمان ہارونی رہ نے فرمایا کہ فکر یہ ہے کہ تدبیر کے وسوسہ سے قلب کو راحت دے۔ مترجم کہتا ہو کہ سراج وغیرہ مین لایا کہ کسی نے حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا کہ کیونکر اللہ تعالے ایک دفعہ مین سب خلق کا حساب فرما دیگا۔ جواب دیا کہ جیسے اب انکو ایک دم سے رزق دیتا ہے ایک دم مین اُن کی دُعاؤن کو سُنتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ زمین کے گرد سمندر پانی کے بھرے ہوئے ہین اور وہ آسمان کے بیچ مین معلق لٹک رہی ہو مگر کوئی قطرہ ٹپک کر آسمان پر نہین جاتا اور نہ نیچے کا قطرہ اوپر اور نہ اوپر کا نیچے آتا ہے اور نہ میٹھا سمندر کھاری مین ملتا ہو اور نہ مٹی اس پانی مین گلجاتی ہو اور نہ کنارہ اسکا گھل ہو جاتا ہو اور سمندر کا پانی بہت شور ہے مگر مچھلی زندہ رہتی ہے اور اگر انھین بخارات سے مینھ کا پانی برستا ہے تو شور نہین ہوتا۔ اب ان عظیم قدرت آلہیہ کو دیکھو تو پھر تم کیون اللہ تعالے واس کے رسول کے اخبار سے انکار کرتے ہو اور جب تم سے کہا گیا ہو کہ ڈرو اُس دن سے کہ ہر شخص آفتاب مین بقدر اپنے جسم کے پسینے مین ڈوبا ہوگا کوئی گھٹنے تک اور کوئی کمر تک اور کوئی گلے تک تو تم انکار و بد اعتقادی کے طور پر کہتے ہو کہ یہ تو نیچر کے خلاف ہے افسوس کہ تم نے اللہ تعالیٰ عز وجل سے اسقدر کفر اختیار کیا کہ اسکی مخلوقات کی آیات سے بھی غافل ہو اللھم اھدنا واضح ہو کہ اللہ تعالے جل شانہ نے فکر و غور کرنے کے واسطے قرآن پاک مین بہت جگہ تاکید فرمائی ہو ولیکن یہ فکر انھین چیزون مین ہے جن کی صورت قلب مین آوے لہذا حدیث مین ہو کہ اللہ تعالے عز وجل کی نعمتون و مخلوقات مین فکر کرو اور اللہ تعالے جل شانہ کی ذات مین فکر مت کرو۔ اور توضیح یہ ہو کہ اللہ تعالے کی ذات پاک ہو کسی مخلوق کی مجال ادراک نہین اور بعض اولیاء نے خوب کہا کہ جو کچھ تو اللہ تعالے مین خیال کرے وہ تیرے وہم کی صورت ہو اور اللہ تعالے اس سے پاک اور صفات آلہی مثل اس کے پاک ذات کے وہم و خیال سے بالاتر ہین ہان اسقدر فکر ہو سکتی ہو کہ مثلاً اللہ تعالے عز وجل بصیر ہو اُس سے کوئی ذرہ کسی وقت کسی مقام پر پوشیدہ نہین ہو تو بندہ آلہی کہیگا کہ سبحان اللہ کیا پاک پروردگار ہے کہ اسکا دیکھنا قیاس بشری سے باہر ہو کہ سمندر کی تہ مین سیپ کے اندر جو موتی ہو اور اس موتی مین ایک خفیف کجی یا تیل ہے وہ اُس کو دیکھتا ہے اور میرے ہاتھ کی انگلی مین ہڈی کے اندر جو روغن ہو اُسکو دیکھتا ہے اور میرے دل مین جو خیال ہو اُسکو دیکھتا ہو اور ہر چیز کی ماہیت سے دانا ہے کیونکہ اسی نے پیدا کیا ہو پس اسقدر فکر صفات مین مضائقہ نہین ولیکن اس سے زیادہ فکر مین گمراہی ہے کیونکہ وہ پاک ہے ادراک وہم و خیال سے اور جو قیاس کرے وہ تیرے قیاس کی بنائی صورت ہو اور اللہ تعالے عز وجل پاک ہے۔ رہا افعال آلہی عز وجل یعنے مخلوقات مین اسکی صنعت عجیب و قدرت غریب کیونکر ہے پس یہ فکر محمود ہے اور ان مین آیات وحدانیت ہین جس سے اللہ تعالے عز وجل کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ پھر اللہ تعالے جل شانہ نے زمین کے قطعات اور کھیتی و میوہ جات مین دلائل قدرت بیان فرمائے

وَفِي الْأَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ أَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ

اور زمین مین ٹکڑے ہین پاس پاس لگے ہوئے اور باغ ہین انگورون کے اور کھیتیان اور خرما کے درخت ہین ایک ہی جڑ سے نکلے اور الگ الگ اُگے

يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ قف وَّنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْأُكُلِ ط إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ

سینچے جاتے ہین ایک ہی پانی سے اور ہم فضیلت دیتے ہین بعض کو بعض پر کھانے کے مزہ مین بیشک اس خلقت مین بہت نشانیان ہین ایسی قوم کے لیے

يَّعْقِلُوْنَ ۝

جو سمجھ رکھتے ہین

لہ یعنی اس لفظ سے مراد [illegible] ضرورت ہے ۱۲

اس کلام مین ایک ہی جنس زمین مین قدرت سے عجائب فرق رکھا کہ دیکھنے والے کو شک نہین ہوسکتا کہ خالق عزوجل علیم و خبیر ہے اور اُسکی قدرت و حکمت اُس کے اختیار پر ہے اور بڑی چیزون سے چھوٹی چیزون تک سب کی تدبیر وہی فرماتا ہے اور سب مین مفصل نشانیان وہی رکھتا ہے تو مشرکین عرب وغیرہ کا زعم باطل ہوا کہ بڑے بادشاہ پر قیاس کر کے سمجھتے کہ ہمارا انتظام چھوٹے آلہہ کے اختیار مین ہی جو ہمارے حال سے اللہ تعالے عزوجل کو آگاہ فرمادین اور ہمارے لیے اس سے دعا کرین اور ہمارا دنیاوی درجہ بڑھادین اور آخرت کے قائل نہ تھے پس پہلے اللہ تعالے نے آسمان و عرش نہایت اعظم مخلوقات کی پیدائش سے اُنکی آنکھین کھولین اور فرمادیا کہ عرش سے فرش تک وہی تدبیر عالم فرماتا ہے اسی کا امر ہے اسی کی خلقت مین جاری ہی اور ہر ادنے مخلوق مین اسکی نشانیان توحید کی ہر روز تمھارے لیے موجود ہین اور تدبیر اُسکی تسخیر قدرت ہی کہ ہر چیز اسکی قدرت کے قبضہ مین اُسی طرح مطیع و ذلیل ہی جیسے وہ چاہے پھر کسی کی پرستش مت کرو سوائے اللہ تعالے عزوجل کے قال تعالے لاتسجدوا للشمس ولا للقمر واسجدوا للہ الذی خلقہن لآیۃ یعنے سجدہ مت کرو سورج کا اور نہ چاند کا اور سجدہ کرو اللہ تعالے کا جسنے انکو پیدا کیا۔ اور فرمایا والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ۔ یعنے سورج اور چاند اور ستارے سب ذلیل مطیع ہین اُسکے حکم کے۔ غرضکہ کوئی مخلوق ہو ہر دم اُسکے قبضۂ قدرت مین مسخر ہی جو وہ چاہتا ہی وہی ہوتا ہی پھر زمین و پہاڑ و دریا و سمندر زمین عجائب قدرت ظاہر فرمائین جنکے دیکھنے سے صاف ظاہر ہی کہ سوائے اُسکے کوئی خالق و مالک و مدبر نہین ہی اور کروڑوں بے انتہا چیونٹیان لاکھون جنگلون مین گھر کیے ہین اور سب اُسکے سامنے حاضر ہین۔ پھر جو بڑی زمین مین سے انکو زمین کے ٹکڑون و چھوٹی چھوٹی چیزون مین قدرت کے دلائل دیے تاکہ اپنی ذات مین قدرت آلہہ سب سے کامل دیکھین پس فرمایا وفی الارض قطع جمع قطعۃ۔ متجٰورٰت اور زمین مین ٹکڑے ہین ایک دوسرے کے مجاور یعنے باہم جار و پڑوس مین پاس ہی پاس ہین۔ دیکھو کہ انمین تو کوئی زمین شیرین و پاکیزہ ہی پھر شیرین مین سے بعض مین سے میوہ اُگتا ہی اور بعض مین گیہون و بعض مین موٹا اناج اور بعض مقام کا آم دوسری جگہ سے عمدہ ہوتا ہے اور بعض انگور مثلا کابل کا ہی کہ کہین اور ویسا نہین ہوتا۔ اور جو میوہ کابل مین ہوتا ہی وہ یہان نہین پیدا ہوتا و لیکن کافر لوگ اسطرح نہین دیکھتے بلکہ کہتے ہین کہ وہان ایسی ایسی باتین زمین مین پائے جاتے ہین موجود ہین اور یہان نہین ہین حالانکہ یہ خود قدرت ہی کہ یکسان زمین مین وہان یہ اور یہان وہ اور پھر کس نے یہ کر دیا کہ ایسی جگہ میوہ ہوا اور ویسی جگہ نہو۔ بالجملہ ان متجاورات قطعات مین جو ایک دوسرے سے ملے چلے گئے ہین ایک پاکیزہ شیرین ہی بہت میوہ و اناج اُگتا ہی جس سے لوگ نفع اٹھاتے ہین اور ملا ہوا دوسرا اُونیا کھاری ہی کہ نہ گھاس اُگے نہ کچھ۔ ابن کثیر رح نے کہا کہ یہی تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور مجاہد و سعید بن جبیر و ضحاک و بہت لوگون سے روایت کی گئی ہی اور اس مین ان ٹکڑون کے رنگ و کیفیت بھی داخل ہین کہ متجاورات ہونے کے باوجود ایک سُرخ ہی ایک سپید ہے ایک مُلتانی مٹی زرد ہے دوسری سیاہ ہی اور ایک پتھریلی ہی ایک نرم ریتلی ہی ایک سخت چکنی ہی ایک ہلکی ایک بھاری ہی باوجودیکہ سب ملے ہوئے ٹکڑے ہین ایک کا آدھا عمدہ اور آدھا خراب ہی یہ صریح دلیل ہی کہ پیدا کرنے والا قادر مختار ہی جسطرح اُس نے چاہا پیدا کیا ہی اور اس سے یہ مطلب نہین کہ اسمین کوئی حکمت نہین ہی بلکہ بے انتہا حکمت و قدرت موجود ہی لیکن حکمت اُسکی صفت ہی جیسے علم و تقدیر اور صفت پاک تک رسائی مخلوق کے خیالات سے بالاتر ہی لہذا انہین مین منافع و خوبیان خیال کرو اور اصلی حکمت کو حضرت خلاق علیم کے سپرد کرو۔ واضح ہو کہ اس دار دنیا کہنہ و خراب کو اسطرح پیدا فرمایا کہ باوجود اختیار قدرت و عظمت کے تم اسکی اصلاح و چوکور و برابر و خوبصورت بنانے پر بہت ستاؤ بلکہ رزق کی منفعت حاصل کرنے کی غرض سے اُسکو چوکور کر دیا مستطیل اور آرائش کی

غرض سے مت کرو کہ یہ دار محنت وفنا ہو اور تمھارے لیے جو دار باقی و دائمی ہو اُس کی آرائش و خوبصورتی رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے مثل اور انبیاء موسی وعیسے صلوات اللہ علیہم اجمعین کے بہت خوب بیان کر دی ہے پس یہ سرسری فکر ہے اور تم نے قدرت آلہیہ عز سلطانہ کو دیکھا کہ قطعات متجاورات میں یہ صنعت حکمت موجود ہے اور اللہ تعالے جل شانہ نے فقط قطعات متجاورات فرمادیا اور کچھ تفصیل نہیں فرمائی اس لیے کہ اس سے ہر شخص واقف ہے مگر بحکم قولہ وکاین من آیۃ الآیۃ یعنے بے انتہا آیات آسمانوں و زمین میں موجود ہیں جن پر گزرتے چلے جاتے ہیں اور مُنھ موڑے ہیں تو تنبیہ کر دی کہ یہاں غور سے قدرت الٰہی عزوجل کو دیکھو اور منھ موڑنا ان لوگوں کا عمداً نہیں تھا لیکن چونکہ اس درجے غافل بن گئے تو غفلت کی نحوست سے یہ گناہ کیا۔ کہ انھیں قطعات متجاورات میں ہر روز پھرتے اور سوار ہوتے ہیں مگر نہیں دیکھتے کہ کیا قدرت کاملہ ظاہر ہے اور ان قطعات کے ہر ذرہ میں نمونہ قدرت ظاہر ہے لیکن عوام کی عقل کے موافق انکے متجاور پھر اسقدر متفاوت ہونے پر تامل و قدرت دیکھنے کا اشارہ فرمایا پھر ان قطعات میں جو کچھ منفعت دینے کے قابل ہیں انکی پیداوار کا اشارہ فرمایا۔ وَجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ اور انگور کے باغ ہیں۔ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ اور کھیتیاں و باغ خرما ہیں۔ زرع بوجہ مصدر ہونے کے مفرد بمعنے جمع کافی ہے برفع پڑھنا قراءت حفص و یعقوب و ابو عمرو اور ابن کثیر رحمہم اللہ ہے اور باقیوں نے بالجر اسکو اعناب پر عطف سے پڑھا تو معنے یہ کہ اور باغ ہیں جن میں اقسام کے درخت انگور و اناج و خرما کے ہیں۔ بیضاوی رح کی تفسیر میں ہے کہ دلیل توحید قادر مطلق الاختیار ہے کہ بعض قطع قابل زراعت و بعض قابل درخت اور بعض کسی میوہ کے قابل اور بعض کسی دوسرے میوہ کے قابل اور ایک میں دوسرے کی منفعت نہیں تو ظاہر ہے کہ قادر غالب نے ہر ایک کو قبضۂ قدرت میں اُس کی منفعت و اثر کے لیے مسخر کر دیا ہے کیونکہ یوں تو تمام قطعات کی طبیعت زمین ہے اور باران وغیرہ اسباب سماویہ ہر ایک کو یکسان پہونچتے ہیں اور باران زمین کے سب قطعات کے ساتھ یکسان نظر رکھتا ہے اور سب آپس میں گندھے و ملے ہوئے ہیں و لیکن کسی میں انگور ہیں اور کسی میں کھیتی ہے اور کسی میں باغ خرما۔ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ ایک ہی جڑ سے کئی درخت متحد نکلے ہیں وہ صنوان ہیں اور مختلف جڑوں سے علحدہ علحدہ غیر صنوان ہیں۔ منہ قولہ علیہ السلام عم الرجل صنو ابیہ۔ یعنے عباس رضی اللہ عنہ اپنے چچا کی نسبت فرمایا کہ اے لوگو آدمی کا چچا اس کے باپ کا صنو ہوتا ہے یعنے دونوں ایک ہی جڑ سے پیدا ہیں۔ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ سینچے گیے ایک ہی پانی سے وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ اور ہم فضیلت دیتے ہیں بعض کو بعض پر کھانے میں۔ بیضاوی رح نے کہا کہ پھل میں باعتبار شکل و مقدار و خوشبو و مزہ کے بعض سے بعض بہتر ہوتا ہے پس دلیل ہے کہ پیدا کرنے والا ہر پھل تک کو اپنے علم و قدرت سے خاص صنعت پر پیدا فرماتا ہے اور چونکہ اکثر پھلوں میں مثلاً آم یا نارنگی کے اعداد میں امتیاز شخصی کی ضرورت نہیں تو صورت میں یکسان ہوتے ہیں بخلاف آدمیوں کے جن میں ہر فرد کے دوسرے سے شخصی امتیاز کی ضرورت ہے تو ہر شخص کا تشخص دوسرے سے بالکل مشابہ نہیں ہوتا حتی کہ اس میں امتیاز ہوتا ہے گو کیسے ہی مشابہ ہوں پس جب ایک ہی جڑ سے پیدا ہوئے اور ایک ہی پانی سے سینچے گئے یا دو جڑ سے ہوں مگر زمین واحد ہے و پانی ایک ہے تو اسباب و اصول متحد ہونے کے باوجود یہ امتیاز ایک قادر مختار کی صنعت عجیب و قدرت غریب ہے و آضح ہو کہ ابن عامر و عاصم و یعقوب نے یسقی کو بیائے تحتیہ پڑھا اے یسقی کل واحد مما ذکر یعنے سینچا گیا ہر ایک جو مذکور ہوا۔ اور نفضل بنون کو حمزہ و کسائی نے یفضل بیائے تحتیہ پڑھا یعنے اللہ تعالے عزوجل فضیلت دیتا ہے تاکہ قولہ یدبر الامر سابقہ کے موافق ہو یعنے جیسے وہاں تھا کہ اللہ تعالے امر سے تدبیر فرماتا ہے اور ہر ایک کو اپنی مشیت و حکمت کے واسطے پیدا کرتا اور رکھتا ہے ویسی ہی یہاں تفصیل آیات کی صورت میں ضمیر غائب کی کیونکہ یہ ایک تفصیلی نشانی ہے تو جوڑ ملا دیا کہ وہی

Marfat.com

اللہ تعالے ہے کہ باوجود جزئین وزمین ایک ہونے اور پانی ایک ہونے کے بعض پھلون کو بعض پر فضیلت دیتا ہے لیکن جس شخص کے قلب پر
جانورون کی خصلت چھائی ہو کہ سوائے کھانے پینے ومحسوسات کے اُس کی ہمت معرفت الٰہی وملکوت سماوی سے اعراض کرے اُس کو یہ
علوم ونشانیان نظر نہ آوینگی۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ بیشک۔ اس سب مین جو مذکور ہوا ہے نشانیان تو حید۔
قدرت الٰہی کی ہین لیکن اس قوم کے لیے جو عقل رکھتی ہین۔ یعنے عقل سے فکر کا کام لیتی ہے۔ جاننا چاہیے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے
روایت ہے کہ اللہ تعالے عزوجل نے تین قسم کی مخلوقات پیدا فرمائی ایک فرشتہ اور اُن کو صرف عقل دی اور خواہش کچھ نہین
دی۔ دوم حیوانات جن کو صرف خواہش دی اور عقل نہین دی اور سوم آدمی جسکو عقل وشہوت دونون جمع فرمائین اور عقل و
شہوت دونون مین جھگڑا ہے پس اگر آدمی نے عقل کی اطاعت کی اور نفس وشہوت کو مغلوب کیا تو وہ فرشتہ سے افضل ہے کیونکہ
فرشتہ نے اگر طاعت الٰہی ونورانیت ونیک اعمال کیے تو کوئی روک نہ تھا اور آدمی نے باوجود اپنی جان کی خود دشمنی کرنے کے طاعات
ونیک اعمال کیے اور اگر اُس نے نفس وشہوت کی اطاعت کی تو وہ جانور سے بدتر ہے کیونکہ جانور نے اگر نفس وشہوت کی پیروی کی تو
اس مین عقل نہ تھی پھر بھی صحیح ہے کہ وہ اللہ تعالے عزوجل کی تسبیح کرتے ہین باستثنا بعض جہنمی جانورون کے اور آدمی نے باوجود عقل
کے شہوات کی پیروی کی پس جانورون سے بدتر ہوا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ عقل اللہ تعالے عزوجل نے ہر آدمی مین رکھی ہے لیکن عقل والے
وہی ہین جو اپنی عقل کے تابع ہین اور اس سے اللہ تعالیٰ کی عجائب قدرت مین معرفت کا کام لیتے اور ثابت قدم رہتے ہین۔ اور یہین سے معلوم ہوا
کہ جانورون پر عذاب نہوگا اور موذی جانور جہنم کے لیے مخلوق ہین مگر نہ عذاب پانے کے لیے بلکہ عذاب دینے کے لیے لہذا جو شخص دنیا مین جنتی ہونیکی
صلاحیت پر ہوا اُسکو شیر وسانپ وبچھو کوئی آزار نہین دیتا بلکہ مطیع رہتے ہین اور کفار اسی سبب سے جانورون سے بدتر ہین چنانچہ حق تعالے
عزوجل نے فرمایا اولٰئک کالانعام بل ہم اضل۔ اور فطرتی عقل ہونے کی دلیل یہ ہے کہ لہم قلوب لایفقہون بہا۔ یعنے دل وعقل ہے مگر اس سے سمجھتے
نہین ہین اے رب ہمارے ہم کو اپنے فضل وہدایت سے ایمان پر رکھو اور ایمان پر وفات دیجیو تو پاک پروردگار سب چیز پر قادر ہے۔ ف
واضح ہو کہ شیخ اکبر محی الدین بن عربی رحمہ نے اپنی تفسیر مین امثال حدیث وآیات سے تشبیہ قلب کی زمین سے ثابت کر کے اشارات ان آیات
مین قلب سے قرار دی والحدیث قولہ علیہ السلام ان مثل ما بعثنی اللہ بہ من الہدے والعلم کمثل غیث اصاب ارضاً فکانت منہا طیبۃ قبلت الماء
فانبتت الکلاء والعشب الکثیر وکانت منہا اجادب امسکت الماء فنفع اللہ بہا الناس فشربوا منہا وسقوا وزرعوا واصاب طائفۃ منہا اخرے
انما ہی قیعان لا تمسک ماء ولا تنبت کلاء فذلک مثل من فقہ فی دین اللہ ونفعہ ما بعثنی اللہ بہ فعلم وعلم ومثل من لم یرفع راسا ولم یقبل ہدی اللہ
الذی ارسلت بہ رواہ الشیخان وفی الحدیث ایضاً الا انی اوتیت الکتاب ومثلہ معہ یعنی حدیث مین ایک بات تو یہ ثابت ہے کہ لوگو آگاہ
رہو کہ مجھے قرآن مجید دیا گیا اور اُس کے ساتھ اُس کے مثل عطا ہوا یعنے وحی خفی سے جو احادیث آپ نے فرمائی ہین کیونکہ آپکا کلام ہوائے نفس
سے اس وجہ سے بالکل خالی تھا کہ صفت ملکیہ آپ پر پوری تھی بلکہ کسی بشر کو یہ کمال نہین دیا گیا اسی واسطے علماء اہل السنۃ نے جزم کیا
کہ آپ ملائکہ سے افضل قطعی ہین اور عرش وکرسی وغیرہ سے بالیقین افضل ہین الغرض حدیث صحیح مین ہے کہ ابو موسے اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا
کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے عزوجل نے جو مجھے علم وہدایت دیکر مبعوث فرمایا تو مثال اس کی لوگون کے ساتھ ایسی ہے
کہ جیسے ایک زمین پر باران کا پانی بہت کثرت سے نفع دینے والا برسا پس اس زمین مین سے بعض ٹکڑا تو نہایت پاکیزہ زمین عمدہ تھا اُسنے پانی
خوب سینچ لیا اور سیر لب ہو گئی پس اُس نے بہت گھاس واناج ومیوہ اگایا اور بعض ٹکڑا اجدب تھا کہ اُس نے اپنے اندر پانی بہت سا

Marfat.com

روک لیا پس اُس سے بھی لوگوں نے نفع پایا کہ پیا اور سینچا اور زراعت کی اور ایک دوسرے ٹکڑے کو یہ باران رحمت پہونچا مگر وہ ایک چٹیل تھا کہ نہ پانی روک سکتا اور نہ نباتات اُگا سکتا پس یہ مثال ہے کہ جس نے دین آلہی میں فقہ حاصل کی اور جسکو اللہ تعالے عز وجل نے میرے ساتھ بھیجا ہے اس سے نفع پایا پس خود سیکھا اور دوسروں کو سکھلایا اور اُس کی جس نے اپنا سر نہ اُٹھایا اور جو ہدایت میرے ساتھ بھیجی گئی ہے اسکو قبول نہ کیا۔ رواہ البخاری ومسلم میں کہتا ہوں کہ آپ نے دو قسمیں فرمائی ہیں ایک کفار ومنافقین ومشرکین کہ جنھوں نے کفر کیا اور ایمان نہ لائے اور کچھ سمجھ نہ پائی بلکہ جانور سے بھی بدتر ہے اور دوم وہ جو ایمان لائے پھر ان میں دو قسمیں ہیں ایک تو عالم عامل جس نے سیکھا اور سکھلایا اور خود عمل کیا وہ قطعہ طیبہ ہے اور دوم جس نے اپنے اندر فقہ ومسائل جمع کیے اور لوگوں نے اُس کے علم سے نفع اٹھایا۔ پس خلاصہ اس قدر ہے کہ زمین انسانی میں بعض قطعات علوم آلہیہ سے سیراب ہو کر انگور وغیرہ اگاتے ہیں اور بعض دوسری طور کے ہیں حالانکہ اللہ تعالے عز وجل کے ابر رحمت سے اُنکو ایک طرح کا پانی پہونچتا ہے اور بعض کے اعمال دوسرے سے صورت میں مشابہ ہیں ولیکن اخلاص وحُسن اعتقاد کے ساتھ اعمال کے ثواب میں بہت بڑا فرق ہے اور ایک ہی ماں باپ کی اولاد میں اسی طرح تفاوت ہے پس یہ قدرت خالق عز وجل ہے۔ اب میں لکھتا ہوں کہ شیخ رح نے عرائس میں کہا کہ قولہ وفی الارض قطع متجاورات قلب محب متجاور قلب مشتاق وہ متجاور قلب عشاق اور وہ متجاور قلب والہ اور وہ ہائم اور وہ عارف اور وہ موحدین سے متجاور ہیں۔ پھر عارفین کے قطعہ میں خود قطعات متجاورات ہیں پس قطعات نفوس امارہ متجاور بعض بعض ہیں اول یعنے شہوات متفاوت ہیں کھانے کی شہوت عمدہ شربت ومسکرات کی شہوت وعمدہ کپڑے کی شہوات حتیٰ کہ خواہش کثرت نماز وروزہ کی کیونکہ اخلاص اسمیں محض خالق عز وجل کے حکم وحق کی فرمانبرداری کی نیت ہے۔ اور کہا کہ قطعات عقول متجاور بعض بعض ہیں وقطعات ارواح متجاورات ہیں اور قطعات اسرار ایک دوسرے سے متجاور ہیں اقول یہ قطعات باعتبار صفات آلہیہ کے متعدد ومتجاور ہیں اسی وجہ سے اولیاء میں ہر ایک کے مقام سے دوسرا بے خبر ہے ماسوائے ایک شیخ کے مریدین کے واللہ اعلم پھر لکھا کہ قطعات نفوس امارہ تو بالکل گویا قطعہ ہیں آقول محض شہوات کا تخم انمیں اُگتا ہے اور جملہ کفار ومنافقین ومشرکین میں یہی قطعہ شور ہے۔ اور لکھا کہ قطعات عقول شیرین نباتات علم ہیں اور قطعات ارواح طیبہ معرفت ہیں اور قطعات اسرار لطیفہ ملطف انوار ہیں یہ سب باہم متقارب ومتجاور ہیں۔ پھر لکھا کہ قطعات نفوس کی شہوت کے تخم سے اپنے حق میں کانٹے اگاتے ہیں اور قطعات عقول میں علوم فقہ وحدیث وتفسیر کے پھل ہیں اور قطعات ارواح میں شگوفہ ہائے معرفت پھولتے ہیں اور قطعات اسرار میں لوائح کواشف اُگتے ہیں قولہ وجنات من اعناب۔ اس شکر سے ارواح کو عشق حاصل ہوتا ہے اور اس میں زروع معرفت سے اناج عقول کو ملتا ہے پس تربیت سے اہل ارادات انواع معاملات میں کامل ہوتے ہیں اور انمیں درختان خرما سے یقین کے میوہ جات سے اسرار کی حیات ہے۔ قولہ صنوان وغیر صنوان۔ ایمان مع یقین وعرفان جو دلیلوں سے گڑھ کر نہ بنایا ہوا ور جو ابتدا میں آیات کے مشاہدہ سے تھا اب آیات تجلیات ہیں اور یہ سب باران رحمت حق سے پانی پاتے ہیں قولہ تسقیٰ بماء واحد۔ او تعالے تمام مخلوقات سے پاک منزہ ہے اسکی ذات تغیرات سے پاک ہے نہ وہ ایک عدد ہے اور نہ وہاں کثرت ہے وہ پاک نرالا بے شریک ہے اُس کی الوہیت سے ہر ایک پر تجلی ہو کر تربیت ہے اور صفات سے افعال پر ظہور ہے پس جب انوار صفات کے عالم فعل پر پہونچے تو ہر صفت سے نوع نعل کا وجود ہوتا ہے پس احوال پیدا ہوتے ہیں اگرچہ اصل پاک منزہ ہے کہ وہاں کوئی علت وتغیر نہیں ہے قولہ ونفضل بعضہا علی بعض فی الاکل۔ ثمر معرفت از محبت بالاتر ہے اور محبت از ارادت۔ اور ثمر مراقبہ سے مشاہدہ اعلیٰ ہے اور یہ اشارات اللہ تعالے کی طرف سے ایسے ہیں کہ انکو سوائے عالم بندوں کے جنکے عقول

Marfat.com

میل کثیل شہوات سے پاک ہون اور کوئی نہین سمجھتا ہے۔ قولہ ان فی ذٰلک لآیات لقوم یعقلون۔ عقل مخلوق کے قلوب مین تجلی ہی کہ بندون کو عبودیت کی طرف لاتی ہے تاکہ اس باغ سے روح کے لیے قطعات مجاورات سے ثمرات معرفت و محبت و مشاہدہ و قرب حاصل کرین اور جو شخص دیکھے کہ وہ اللہ تعالیٰ عز و جل کی عبودیت مین خلوص چاہتا ہے تو دلیا رکے ساتھ اصل مین متحد ہی اور جس کی خواہش ایک فانی چیز دنیا و اُس کی شہوات ہون وہ عقل سے دور اور نفس و حواس کا مطیع ہی اور جابر رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ لوگ مختلف درختون سے ہین اور مین اور تو ایک درخت سے مین پھر پڑھا قولہ وفی الارض قطع متجاورات الآیہ حسن بصری نے کہا کہ یہ مثل ہے آدمیون کے دلون کی واسطے چنانچہ زمین اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت مین بھی اس کی طینت ایک ہے پس اُس کو بچھایا و پھیلایا پس بقدرت آلہیہ اُس کے قطعات متجاورات ہو گئے پس اسپر بارش کا پانی آسمان سے نازل ہوا پس ایک قطعہ ہی کہ اپنے گل و شگوفہ و نباتات اُگاتا ہے اور دوسرا قطعہ ہے کہ اپنی شوری و نمکینی و خبث و نالائق چیزین نکالتا ہی حالانکہ دونون پر باران رحمت یکسان برستا ہے اور اگر پانی شور ہوتا تو کہتے کہ یہ پانی کی طرف سے ہی یون ہی اولاد آدم ایک اصل سے پیدا کی گئی اُنپر آسمان سے قرآن و ذکر نازل ہوا پس بعضے قلوب روشن و منور ہو کر خشوع و خضوع مین حاضر ہوئے اور اُنسے خلق کو بہت بڑا نفع پہونچا اور بعضے قلوب سخت و نالائق ہوئے کہ سوائے اُنکے پڑوس سے اذیت کے کچھ حاصل نہین ہوا غفلت مین اہل حق پر جفا کرنا اُنسے پیدا ہوا۔ جنید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ عز و جل نے مخلوق کو پیدا کیا اور اپنے آثار قطعات متجاورات سے بطور مذکورہ بالا ظاہر کیے جس سے صاف ظاہر ہی کہ وہ خالق عز و جل کیسا قادر ہے اور کیسا قاہر کہ جسطرح اُس نے چاہا ہر ایک سے وہی ظہور ہوتا ہی۔ واسطی رح نے کہا کہ ارادت مین رنگ برنگ تغیر نہین بلکہ مرادات مین ایسا ہی جیسے پانی ایک ہی اور درخت و پھل مین تفاوت ہی اقول یہان سے سمجھ مین آیا کہ رحمت آلہیہ عام مخلوقات کے لیے ہدایت کی یکسان ہی و لیکن کسی مین ثمرات نیک و سعادت ہین اور کسی مین اس سے اور زیادہ آثار شقاوت ہین۔ اور اللہ تعالیٰ عز و جل نے فرمایا ولا یزید الظالمین الا خسارا۔ کافرون کے حق مین خسارت بڑھاتا ہی کیونکہ تو بیاز مین مین گل بوٹے کے درخت نکالنے سے اسمین کو ڑا زیادہ بڑھ جاویگا واسطی رح نے کہا کہ جس نے کسی امر مقدور مین کہا کہ یہ کیونکر ہوگا تو اُس کے دل مین قدرت آلہیہ تنگ ہی اور تمام مخلوقات کو وہ قطعی ان اسباب سے مخلوق سمجھتا ہی حتی کہ جہان سبب اُسکے اوہام سے بڑھا ہوا ہوتا ہی وہان کیفیت پوچھتا ہی اور علت اپنی سمجھ مین سما جانے والی ڈھونڈھتا ہی حالانکہ اس کمبخت ضعیف کو یہ وسعت کہان سے حاصل ہی کہ صفات آلہیہ مین سے کسی صفت کو محیط ہو جاوے اور ربوبیت آلہیہ ثابت کرنے کے لیے علل و اسباب ڈھونڈھتا ہی اور ہرگز کسی وہم مین نہ گزرے کہ کوئی بات جہان مین بغیر ارادہ آلہیہ واقع ہوتی ہی وہی چاہتا ہی موت و حیات و اندھیری اور روشنی اور اسکے ارادہ مین تغیر نہین ہی یون ہی جو ارادہ اُسکا ایمان و کفر سے تعلق ہی وہ متغیر نہین ہی اور نبی صلعم سے روایت کیجاتی ہی کہ عاقل وہ ہی جسنے اللہ تعالیٰ سے اُسکا حکم و امر سمجھ لیا پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے صنائع قدرت و وحدانیت بیان کرکے آگاہ فرمایا جسکو سعادت نہین اُس کو نفع نہین بقولہ تعالیٰ

وَإِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَإِذَا كُنَّا تُرَابًا ءَإِنَّا لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ ۗ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ

اور اگر | تو تعجب کرے تو عجیب ان کافرون کا یہ قول ہی کہ کیا جب ہم خاک ہو گئے | تو کیا ہم | نئی پیدائش مین ہونگے | یہی وہ لوگ ہین | جنھون نے

كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ الْأَغْلَالُ فِي أَعْنَاقِهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ

کفر کیا | اپنے رب کے ساتھ | اور یہی وہ لوگ ہین | کہ طوق ہونگے | ان کی گردنون مین | اور یہی وہ لوگ ہین | دوزخ والے | وے

Marfat.com

فِيهَا خٰلِدُوْنَ ۝

اس مین رہ پڑے

وَاِنْ تَعْجَبْ اور اگر تو تعجب کرتا ہے یعنے باوجود ایسے ظاہری دلائل قدرت کے توحید کی تعلیم کرنے مین کافر لوگ جو تیری تکذیب کرنے لگے حالانکہ تو ان مین نہایت سچا و امانت دار مشہور تھا پس تو تعجب کرتا ہے کہ کیونکر ایسی صورت مین کہ صریح دلائل موجود مین مجھکو جھٹلاتے ہین۔ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ تو اس سے زیادہ لائق تیرے تعجب کے انکا یہ قول ہے ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا کیا جب ہم ہوگئے خاک یعنے جب ہم دنیا مین زندگی بسر کر چکے خواہ اسطرح کہ اپنی خواہشین اچھی طرح پوری کرتے رہے اور جسکو ہم عزت و ثروت و خوشی کے ساتھ جینا سمجھتے ہین اسطرح زندگی کے دن گزارے یا جسطرح تم کہتے ہو کہ اکثر نفس کی خواہشون سے پرہیزگاری و تقوے اختیار کرو اسطرح نفس امارہ کو مار کر زندگی پوری کی اور مر کر خاک ہوگئے تو کیا ایسا ہوجانے کے بعد۔ ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ پھر کیا ہم نئی پیدائش مین ہونگے یعنے دوبارہ تمھارے قول کے موافق ہم زندہ ہونگے کیونکہ مر کر خاک ہوجانے کے بعد کیا کوئی زندہ ہوسکتا ہے۔ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم و مومنون کو تعجب دلایا کہ یہ جاہل اس قدر نہین جانتے کہ جس نے ان مخلوقات عظام و صغار اور اُن کو بغیر کسی سابق نمونہ کے پیدا کر دیا اور اُس کی قدرت و صنعت اوہام سے بڑھکر بزرگ ہے تو اس پر دوبارہ مثل سابق کے پیدا کر دینا کیون دشوار ہوگا بلکہ یہ تو نہایت صریح ہے کہ دوبارہ پیدا کر دینا بہت آسان ہے پھر کسقدر تعجب کے قابل انکی گفتگو ہے۔ سراج مین ہے کہ یہان دو مقام پر دو ہمزہ جمع کر دیے ہین اور قرارت مثل ءَاَنْذَرْتَهُمْ کے مع جانب تکرار مین وجوہ و ترکیب کے معتد ہین اور لکھا کہ ایسا گیارہ مقام پر نو سورتون مین ہے اور چونکہ مکرر ہے تو بائیس ہوگئے اور یہ ایک اس سورہ مین اور دو اسرا ہین اور ایک مومنون مین اور ایک نمل مین اور ایک عنکبوت و ایک سورہ سجدہ اور دو صافات و ایک واقعہ اور گیارھوان۔ والنازعات مین ہے الحاصل تیرا انکار تو عجب ہی کیونکہ تو کھلی دلائل سے انکی بھلائی کی بات انکو سمجھاتا ہے اور تجھکو صادق امین جانکر اب انکار و تکذیب کرتے ہین مگر اس سے زیادہ تجھکو تعجب اس امر پر ہونا چاہیے کہ ابتدائی پیدائش کے دلائل قاہرہ دیکھکر دوبارہ قدرت پیدائش سے منکر ہوتے ہین اور اپنے خالق عز وجل کے لقا رسے ناامید ہین۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یہی لوگ ہین جنھون نے کفر کیا اپنے رب سے مسئلہ جو کوئی اللہ تعالے عز وجل کی قدرت و بعد موت کے پیدائش وغیرہ سے انکار کرے وہ کافر ہے اور انکی سزا بیان فرمائی بقولہ۔ وَاُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ یہی لوگ ہین جن کی گردنون مین طوق ہونگے۔ یعنے قیامت مین عذاب جہنم مین آگ کی زنجیرون سے گردنون مین طوق آگ کے اور پانون مین بیڑیان آگ کی ہونگی۔ یا یہ معنی ہین کہ ان لوگون کی گردنون مین طوق ہین یعنے گمراہی و بدبختی کے طوق انکی گردنون مین ہین یہ لوگ اُنسے رہا نہین ہوسکتے ہین۔ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ یہی لوگ آگ والے ہین یعنی دوزخی ہین۔ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ وے اسی مین رہ پڑے کبھی دوزخ سے جدا نہون گے اور ضمیر ہم فاصل لانے سے انحصار و تاکید ہے کہ خلود و ہمیشگی انھین کے لیے ہے۔ مسئلہ۔ حدیث مین صحیح ہوا کہ بعضے گنہگار مومنین بھی دوزخ مین جاوینگے نعوذ باللہ منہ ولیکن بعد مشیت آلہی کے عذاب اٹھا کر جہنم سے رہا کیے جاوینگے اور نہر حیات مین غوطہ دیکر مثل موتی کے داخل جنت کیے جاوینگے اور درمیان مین شفاعت انبیا و مومنین و ملائکہ سے بہت گنہگار نکالے جاوین گے۔ مسئلہ۔ اس زمانہ مین جس شخص نے زعم کیا کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی امت مین سے کوئی دوزخ مین نہ جائیگا اس نے مانند یہود و نصارے کے کفر کی ہوس پھیلائی۔ ف فی العرائس قولہ تعالے وان تعجب

Marfat.com

فعجب الآیہ۔ چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بحر توحید مین مستغرق اور عیان توحید دیکھتے تھے تو جو شخص آپ کی رسالت سے انکار کرتا اور کلام آلہی مین جو تعلیم توحید ہے انکار کرتا حالانکہ آپ سے خود آیات قدرت و توحید آلہی ظاہر تھے تو آپ تعجب کرتے اور اس سے کیون تعجب نہو کہ عقل و نظر والا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مین شواہد ملکوت و جبروت مشاہدہ نہ کرے حتی کہ جمادات و حیوانات تک نے آپ کی صدق رسالت کی گواہی دی چنانچہ صحاح احادیث مین نہایت کثرت سے موجود ہے نمونہ اس کا یہ ہے کہ سنگریزون نے ابوجہل لعنہ یا اُس کے بھائی کی مٹھی مین گواہی دی کہ محمد اللہ تعالے کے رسول ہین لا آلہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور درخت زمین پھاڑتا ہوا قریب حاضر ہوا اور گواہی دیکر اپنے مقام پر چلا گیا اور پہاڑ و پتھر و سنگریزے اور درخت جدھر جاتے سلام کرتے اور شہادت دیتے اور ایک جوان انصاری کے اونٹ نے آپ سے اپنے مالک کی سختی کی شکایت کی اور اونٹ نے سجدہ کیا اور مانند اسکے نہایت کثرت ہی پھر عقل والے کیونکر کفر کرتے تھے اس سے آپ کو تعجب ہوا کہ سبحان اللہ تیری کیا قدرت ہے کسطرح تو نے مخلوق کو قبضہ تسخیر مین مسخر فرمایا ہے پس اللہ تعالے عز وجل نے آپ کو زیادہ تعجب کی طرف ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالے کی آیات موت و حیات دیکھ کر پھر ابتدائی آفرنیش کے قائل و انہار مین منکر ہین حالانکہ وہ تو بہت ہی آسان ہے اور خود اپنی ذات مین ہر لحہ ہزار بار آیات آلہی مشاہدہ کرتا مگر چشم بصیرت سے نہین دیکھتا ہے ہر ساعت مین کتنی مرتبہ مرتا و زندہ ہوتا ہی جو چھی سانس موت ہی اور اندر آتی ہی حیات ہے مگر نہ موت سے حیات دیکھتا ہی نہ حیات سے موت ولیکن حق عز وجل سے عجب نہین کہ کیونکہ جسکو چاہتا ہے ہدایت فرماتا ہی اور جسکو چاہتا ہی مردود کرتا ہے۔ جنید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ عجب یہ کہ تو تعجب نہ کرے وقال اللہ تعالے ان تعجب فعجب قولہم۔ پھر ان کافرون کے انکار پر جو سخت ناہنجار تھے حق تعالے عز وجل نے فوراً بلا مہلت عذاب نہ فرمایا لیکن اُنھون نے خود مانگا اسپر کمال حلم سے درگذر فرمائی حالانکہ ان لوگون کی سخت حماقت اسی سے ظاہر ہی کہ وہ بھلائی چھوڑ کر بُرائی مانگتے تھے اور عذاب سے ہلاک ہونے والے خود عاد و ثمود نمونہ تھے قال تعالے۔

وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ

اور جلدی مانگتے ہین تجھ سے   بُرائی کو   پہلے   بھلائی سے   اور بیشک ہو چکے ہین ان لوگون سے پہلے   انکی مثل عذاب کے واقعات

وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ

اور بیشک تیرا رب   البتہ مغفرت والا ہی   لوگون کے لیے   انکے ظلم پر   اور بیشک تیرا رب   البتہ

لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝

سخت عذاب کرنے والا ہے

واضح ہو کہ مشرکین باوجود کمال شفقت سے رہنمائی کرنے اور مکرر سہ کرر وحدانیت کے آیات و معجزات دکھلانے کے بُت پرستی پر جمے ہوئے تھے اور رسول اللہ صلعم سے دشمنی کرتے اور سمجھتے کہ اس مین بتون کی مدد کر کے انکو راضی کرتے ہین اور تمسخر سے کہتے کہ ائتنا بعذاب الیم۔ اور اپنے اعتقاد پر آخرت و عذاب سب باطل سمجھ کر دعا کر کے کہتے کہ اللھم ان کان ہذا ہو الحق فامطر علینا حجارۃ من السماء او ائتنا بعذاب الیم الآیہ۔ اور قولہ قالوا ربنا عجل لنا قطنا قبل یوم الحساب۔ اور قولہ تسقط علینا کسفا من السماء الآیہ۔ غرضکہ عذاب مانگتے اس شرط پر کہ دین توحید حق ہو پس اللہ تعالے عز وجل نے آیات توحید اُنکو بتلائین جن سے توحید صاف ظاہر ہے

پھر ان کے انکار قیامت وحساب پر تعجب دلایا اور اب انکو ارشاد فرمایا کہ مہلت کو غنیمت سمجھین نہ کہ عذاب مانگتے ہین فقال وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالسَّيِّئَةِ اور کافر لوگ جلدی عذاب آنا تجھ سے طلب کرتے ہین۔ قَبْلَ الْحَسَنَةِ بھلائی سے پہلے یعنے جب تک عذاب نازل نہین ہوا ہے یا موت کی مہلت سے عذاب سے بچے ہوئے ہین تو عذاب کی حالت سے بھلی حالت مین ہین تو اس مدت کے ختم ہونے سے پہلے ہی تجھ سے اپنے لیے بُری حالت یعنی عذاب مانگتے ہین۔ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ جمع مثلہ بفتح مثلثہ وضم آن مانند صدقہ وصدقہ بفتح دال وضم آن بمعنے عذاب کیونکہ گناہ کا عوض برابر کا ہے پس مثل گناہ کے ہے اسی واسطے قصاص کو مثال کہتے ہین ۔
بیضاوی رح نے کہا کہ مثلات بضم اول جمع مُثلہ بھی شاذ قرارت ہے ابن الانباری رح نے کہا کہ مثلات وہ عقوبات جنکا اثر سزا یافتہ مین پیچھے عیب کے طور پر باقی رہے۔ اور بعض نے کہا کہ مثلات وہ عقوبات کہ سزا یافتہ کی ایک مثال قائم کردین تاکہ پچھلے ایسی حرکت سے باز رہین۔ قتادہ رح نے کہا کہ مثلات عقوبات یعنے اگلی اُمتون مین جو عذاب الٰہی تم سے پہلے گذرا اور ایسا ہی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ المعنے اور حال یہ کہ ان لوگون سے پہلے عقوبات گذر چکے ہین۔ حاصل یہ کہ زمانۂ عافیت کو غنیمت نہین سمجھتے اس کی مدت گذرنے سے پہلے تجھ سے عذاب کی جلدی کرتے ہین اور اپنے نزدیک جہل سے سمجھے بیٹھے ہین کہ یہ واقع نہ ہوگا پس دلیری کرتے ہین حالانکہ ان سے پہلے اگلی اُمتون پر عقوبات ہو چکی ہین جو انکی عبرت حاصل کرنے کو کافی تھین تنبیہ۔ اگلون نے عقوبت نہین مانگی اور نازل ہو گئی اور کفار مکہ نے طلب کی اور حلم سے درگذر فرمایا تو اس امت پر رحمت مزید ہے اور ان کافرون مین سے بہتون کے حق مین ایمان مقدر تھا اور بہتون کی پشت مین مومنون کا نطفہ تھا پس اُن کی دلیری سے ڈرایا کہ اگلون سے عبرت حاصل کرین۔ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ اور بیشک تیرا رب ان لوگون کو انکے گناہون یا شرک پر مغفرت کرنے والا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مشرکون سے تجاوز کرنے والا ہے جب کہ ایمان لاوین۔ یہ تاویل اسوجہ سے کہ مشرکین کے لیے مغفرت نہین ہے جیسا کہ قطعی آیات سے ثابت ہے تو یہان مراد یہ ہے کہ بشرط توبہ انکی مغفرت کرنے والا ہے اور اصح یہ ہے کہ مغفرت سے مراد یہان مہلت وتاخیر عذاب ہے کیونکہ مغفرت درگذر کرنا اور یہ اسطرح بھی ہو سکتا ہے کہ تاخیر دیدی۔ مقاتل رح نے کہا کہ اللہ تعالےٰ عز وجل تجاوز فرمانے والا ہے مشرکون سے اُن کے شرک پر اسطرح کہ فی الفور انکو ماخوذ نہین فرماتا جیسے قولہ تعالےٰ ولو یؤاخذ اللہ الناس بما کسبوا ما ترک علی ظہرہا من دابۃ الآیۃ یعنے اگر اللہ تعالےٰ عز وجل گرفتار عذاب کرے لوگون کو بوجہ اُنکے گناہون کے تو نہ چھوڑے ہوئے زمین پر کوئی چلتا۔ یعنی بالفعل ایک مدت تک اُنکو مہلت دیتا ہے پھر اگر شرک پر مرے تو عذاب کریگا چنانچہ فرمایا۔ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ اور بیشک تیرا رب سخت عذاب کرنے والا ہے۔ امید وخوف دونون کو ملا دیا جیسے کہ رب تبارک وتعالےٰ کی شان قرآن پاک مین ہے۔ مسئلہ توبہ سے پہلے بھی اللہ تعالےٰ عفو فرماتا ہے پس ہم گنہگارون کو نہایت خوشی کی بشارت ہے بدلیل اس آیت کریمہ کے کہ ظلم پر مغفرت فرمائی کیونکہ ظلم وگناہ کی حالت مین آدمی تائب نہین ہوتا ہے ذکرہ البیضاوی وغیرہ۔ مترجم کہتا ہے کہ اگر یہ مراد ہے کہ دنیا مین مغفرت فرماتا ہے تو مہلت اسکا انجام ہوا اور آخرت مین محاسبہ رہا اور اگر آخرت مین مراد ہے یعنے کوئی شخص بغیر توبہ مر گیا تو اللہ تعالےٰ عز وجل چاہے عفو فرما دے تو ظلم شرک کو شامل ہے پس کیا یہ اعتقاد ہے کہ شرک بغیر توبہ مر جاوے تو عفو ہو سکتا ہے۔ جواب یہ ہے کہ ہان آخرت کی مغفرت مراد ہے اور اس آیت سے یہی نکلتا ہے کہ ہر ظلم خواہ شرک ہو یا کوئی اور گناہ ہو قبل توبہ کے بخشے جانے کی اُمید ہے لیکن دوسری آیات سے ثابت ہے کہ شرک پر موت سے شرک نہ بخشا جائیگا پس سوائے شرک کے باقی گناہون کی نسبت اُمیدواری ہے کہ بغیر توبہ مر جانے والا اللہ تعالےٰ عز وجل کی

رحمت سے عفو کیا جاوے جبکہ وہ دل سے یقین وحدانیت الٰہی تعالےٰ کا رکھتا ہو شرک نہو۔ مسئلہ۔ اہل السنۃ والجماعۃ کا اجماع ہے کہ اللہ تعالےٰ عز وجل اپنے مخلوق مملوک بندون مین جسطرح چاہے تصرف کرے۔ احادیث وآیات سے یہ بات علماء نے نکالی ہے کہ دنیا مین جو لوگ اپنے آپ کو آسانی وسختی وہر حال مین اللہ تعالےٰ کا بندہ بنائے رہے قیامت مین جب ہر قوم مشرک اُس کے ساتھ کیجائے گی جسکو شریک بناتے تھے تو مشرکین مع پیشوا کے جہنم کو بھیجے جاوینگے اور جنکے اعتقاد مین یہان یقین تھا کہ لا الٰہ الا اللہ یعنے قادر رازق شافی جملہ صفات کمالیہ مین سے کوئی صفت کسی مین نہین سوائے اللہ تعالےٰ عز وجل کے اور وے کسی تنگی یا آسانی مین کسی مخلوق سے التجا نہ کرتے تھے اگرچہ اُن سے گناہ سرزد ہو جاتے ہون مگر جو باتین کہ اللہ تعالےٰ ہی کی قدرت مین ہین انکو کسی مخلوق مین گمان نہ کرتے تھے تو موت سے یہ اعتقاد نہایت صاف روشن ہوگا پس قیامت مین یہ لوگ فقط اپنے خالق عز وجل کے بندے رہینگے اور وہ قادر مطلق عزیز قادر کریم ورحیم ہے انکو بخشیگا والحمد للہ رب العالمین۔ ف فی العرائس ویستعجلونک بالسیئۃ قبل الحسنۃ تفسیر اُسکے اوپر مذکور ہوئی اور اشارات سے ثابت ہے کہ اہل جہالت اپنے زعم باطل مین خلاف حق پر اصرار کرکے جلدی کرتے ہین اور اُن مین زیادہ بدتر وہ ہین جو نیکی کے پیرایہ مین جلدی کرتے ہین مثلاً عالم جو دار فانیہ مین اپنے علم سے جاہ ومنزلت طلب کرتا ہے تو وہ نیکی سے پہلے بُرائی کو جلدی سے لینا چاہتا ہے یا درویش جو بغیر وصول بدرجۂ اتقیا رکے اپنی منزلت لوگون مین چاہتا ہے تو نتیجہ اس فریب کا یہ ہوتا ہے کہ بجائے ارشاد وہدایت کے وہ خود گمراہ ہو کر خواہش نفس ومحبت جاہ ومال مین مبتلا ہو جاتا ہے اور معلوم ہو چکا کہ سابق مین ریاکارون کا درجہ خواری وذلت کو پہونچ چکا ہے اور قولہ لذو مغفرۃ للناس الآخ ظلم وہ گناہ ہین کہ خلاف عقائد واعتقاد کے بر سبیل غفلت اُنسے سرزد ہوئے اور آفات نفوس آمارہ مین مبتلا ہوگئے۔ شیخ ابو عثمان رح نے کہا کہ مغفرت کا اُمیدوار وہ رہے جس نے گناہ کا ارتکاب تو کیا مگر ڈرتے ڈرتے خوف زدہ ہو کر اور ایسا نہو کہ بے پروائی سے نڈر ہو کر گناہون مین ڈوبا چلا جاتا ہے اقول یہ وہی مسئلہ ہے جو اہل السنۃ رحمہم اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ جو کوئی کبیرہ گناہ پر اصرار کرے وہ کافر ہے اور اصرار کے یہی معنے صحیح ہین جو شیخ ابو عثمان نے ذکر کیے کیونکہ جس نے توبہ کرلی وہ مصر نہین ہے جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے اور خوف زدہ ڈرتے ڈرتے اندر ہی اندر گناہ سے اکراہ اور اللہ تعالےٰ عز وجل کے عذاب سے ہراس ہے پس اصرار نہونا چاہیے اگرچہ اس نے ہنوز توبہ نہین کی اور علیٰ ہذا جس نے اول ہی مرتبہ محض بیباک اُس گناہ کا ارتکاب کیا اُس نے اصرار کیا کیونکہ اُس کو اس مین کچھ پروا نہین ہے اور ظاہر ہے کہ یقین وایمان قائم ہونے کی حالت مین بلا دغدغہ گناہ نہو گا۔ واضح ہو کہ اہل السنۃ رحمہم اللہ تعالےٰ کے نزدیک صحیح ہے کہ آدمی کسی گناہ پر دلیری نہ کرے خواہ وہ صغیرہ ہو یا کبیرہ ہو کیونکہ صغائر بھی اصرار سے کبیرہ ہو جاتے ہین اور بیضاوی رح وغیرہ نے لکھا کہ قولہ لشدید العقاب۔ یعنے کافرون پر یا جسپر چاہے پس خوف کرنا چاہیے کہ شاید صغیرہ کسی حالت مین ایسا واقع ہو کہ اس پر سخت عذاب فرمایا جاوے شیخ امام حافظ رح نے ذکر کیا کہ ابن ابی حاتم نے باسناد خود سعید بن المسیب رح سے روایت کی کہ جب یہ آیت اُتری وان ربک لذو مغفرۃ للناس الآیہ۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالےٰ عز وجل کا عفو وتجاوز نہ ہوتا تو کسی کو زندگی گوارا نہوتی اور اگر اسکا خوف عذاب نہوتا تو ہر ایک بھروسا کرکے مٹھ رہتا۔ مترجم کہتا ہے کہ جو اسناد ذکر کی اسمین علی ابن زید راوی مین اور علی بن زید بن جدعان پر اعتماد صحیح ہے۔ اور لکھا کہ ابن عساکر رحمہ اللہ نے احسان الرمادی حسن بن عثمان کے حال مین لکھا کہ انھون نے بیان کیا کہ مین نے پروردگار عز وجل کو خواب مین دیکھا اسطرح کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حضوری مین اپنی امت کے کسی آدمی کے حق مین مغفرت چاہتے ہین تو حضرت ذوالجلال سے ارشاد ہوا کہ کیا تجھے یہ کافی نہین ہوا کہ جو مین نے سورہ رعد مین تجھپر نازل فرمایا

که وان ربک لذو مغفرة للناس علےٰ ظلمهم۔ اتنے مین میری آنکھ کھل گئی ۔ مترجم کہتا ہے کہ اس حکایت سے گنہگارون کے واسطے مغفرت کی توقیت ہے اور اللہ تعالےٰ عزوجل غفور رحیم ہے ولیکن خبردار کہ کوئی شخص ایسی روایات وخواب وحکایات صالحین سے شرعی مسئلہ نہ نکالے اور نہ کسی اعتقاد مین تغیر کرے اس لیے کہ خواب کی حقیقی تعبیر کا کسکو دعوےٰ ہوسکتا ہے چنانچہ سورۂ یوسف مین گزر چکا کہ جب مصر مین والدین وبھائیون نے سجدہ کیا تو اُسوقت تاویل کھلی کہ ھذا تاویل رؤیاے الآیہ۔ اور اہل السنة والجماعة رحمهم اللہ تعالےٰ کا اتفاق ہے اور اصول وفروع حنفیہ مین مصرح ہے کہ خواب سے کوئی شرعی حکم نہین ثابت ہوتا تو اعتقادی بات کا کیا ذکر ہے اور خود اولیاء اللہ تعالےٰ صالحین اسی اصل واعتقاد پر ہین فافہم

پھر حق عزوجل نے کافرون کے شبہہ مثا کر عظمت وجلال کبریائی کے ساتھ کلام فرمایا

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ ۗ إِنَّمَا أَنتَ مُنذِرٌ ۖ وَلِكُلِّ ع ۱ ۷

اور کہتے ہین وہ لوگ جنھون نے کفر کیا کہ کیون نہین اُتاری گئی اُسپر کوئی نشانی اسکے رب کیطرف سے توفقط ڈر سنانے والا ہے اور ہر

قَوْمٍ هَادٍ

قوم کے لیے ہادی ہے

اسقدر توحید کے دلائل وآیات اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائین اور نہایت کثرت سے معجزات باہرات عطا کیے کہ اُن کے معانی ومبانی کے بیان مین ایک ضخیم کتاب ہوگی مگر جن مشرکون پر شرک کی تاریکی ڈھانپ دی گئی تھی اُن کو کوئی قلیل وکثیر کفایت نہین کرتی تھی حتےٰ کہ جسطرح ایمان والے ہر روز یقین وکمال پر چڑھتے جاتے اسی طرح مشرکین ہر روز جہنم مین دھنستے جاتے اور کفر وعناد سے دنیا وآخرت برباد کرتے اور کہتے کہ لولا یاتینا بآیة الآیہ۔ اور کبھی کہتے کہ کوہ صفا ہمارے لیے سونے کا کردو اور مکہ کو کشادہ کردو اور پہاڑ یہان سے ہٹادین اور اس مین سبزہ زار ونہرین ہوجاوین۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکے وعدہ پر نظر کرکے چاہا کہ دعا فرماوین اور یہ اللہ تعالےٰ کے یہان کچھ چیز نہ تھا دعا کرتے ہی ہوجاتا ولیکن جبرئیل علیہ السلام نے نازل ہوکر بعد سلام کے کہا کہ ہدایت وایمان مقدر ہے نہ اسباب پر منحصر اور اگلی قومون نے اُسی طرح ہٹ کرکے معجزات مانگے اور جب تقدیر غالب ہوئی اور ایمان نہ لائے تو پھر عذاب مین تاخیر نہوئی اور یہی سُنّت الٰہیہ جاری ہے پس آپ باز رہے اور جناب باری تعالےٰ مین دعا کی کہ یہ ہلاک نہ کیے جاوین مین اُن کو نصیحت کرونگا اور خود اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید مین فرمایا وما منعنا ان نرسل بالآیات الا ان کذب بها الاولون وآتینا ثمود الناقة مبصرة فظلموا بها الآیہ۔ یعنے ہم کو آیات بھیجنے مین کوئی روک نہین مگر ان مشرکون سے اگلے وقت والے مشرکین نے ان آیات سے انکار کیا یعنے پہلے تو درخواست کی پھر شیطانی وسوسہ سے جادو وغیرہ اوہام لگا کر نہ مانے اور تقدیر غالب آئی اور اللہ تعالےٰ عزوجل نے مثال فرمائی کہ ثمود کی ہٹ سے ہم نے ناقہ دیا جسکو آنکھون دیکھتے وکھلی نشانی تھی مگر نظر بندی وغیرہ کے الزام سے نہ ماننے بلکہ ظلم کرکے اُس کو قتل کیا یعنے آخر عذاب سے ہلاک ہوکر نابد برباد رہینگے پس یہ پورا رحم ہے کہ اُن کے شفیق پیغمبر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ان کو عذاب دنیاوی سے نجات دی اور حدیث مین ہے کہ مین نے دعا مانگی کہ میری اُمت کو دنیا مین عذاب سے ہلاک نہ فرمادے تو قبول فرمائی۔ بالجملہ یہ ظاہر ہے کہ آیات ودلائل توحید جو قرآن مجید مین مذکور ہین عقلی روحانی واضح یقینی ہین اور یہ وحی خالص اعلیٰ ہے محسوسات آیات مثل عصاے موسےٰ واحیاء عیسےٰ علیهم السلام سے کیونکہ وہ مدرک بحواس اور انمین جادو وغیرہ کا احتمال پیدا کرتے تھے اور یہ مدرک یعنی بصیرت وعقل ہین جنمین اشتباہ فعلی کو دخل نہین اور جادو وغیرہ

تلبیس شیطانی کی یہان مجال نہین تو جب ان آیات پر ایمان نہ لائے تو محسوس آیات پر کیا ایمان لاتے لہذا فرمایا۔ وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا اور کہتے ہین وہ لوگ جو کافر ہوئے۔ اشارہ ہے کہ اس ناسمجھی وبے عقلی کا منشا کفر واس کی تاریکی جہالت ہے کہ بغیر عقل وبصیرت کے آیات توحید سے غافل ہو کر محسوسات پر اڑتے اور کہتے ہین کہ۔ لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ کیون نہین اُتاری گئی اُس پر یعنے محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر کوئی آیت اُس کے پروردگار کی طرف سے۔ یہ تعجب ہے کہ اسقدر آیات واضحہ ونشانات توحید باری تعالےٰ انپر نازل کیے گیے مگر ہنوز اُن کے نزدیک کوئی آیت نہ تھی یہ کفر کی جہالت ہی نہین بلکہ اس سے بھی بڑھ کر رہنا دمنشاء سے عناد اور عداوت کیونکہ معجزہ شق القمر وغیرہ بکثرت معجزات دیکھ چکے اور کہے گئے کہ یہ تو جادو ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ إِنَّمَا أَنتَ مُنذِرٌ تو فقط منذر ہے یعنے شرک کرنے والون کو اُن کے خالق عز وجل کے غضب سے عذاب شدید کا ڈر سُنانے والا ہے۔ اور یہ اس طرح کہ جو رسالت وپیغام آلہی عز وجل تجھ کو سپرد ہی اُسکو اللہ تعالےٰ کی مخلوق کو پہونچا دے اور آیت لانا اور اُن کو خواہ مخواہ ایمان پر کر دینا تیری قدرت مین نہین ہے کیونکہ افعال کا بھی خالق اللہ تعالےٰ عز وجل ہے تو ایمان اُن کے اندر جب ہی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالےٰ پیدا کر دے پس یہ اللہ تعالےٰ عز وجل کے اختیار مین ہے تو اُن کو پیغام پہونچا دے وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ اور ہر قوم کے واسطے ہادی ہے۔ ابن عباس رضہ نے کہا کہ ہر قوم کے لیے راہ راست کی طرف بلانے والا ہے۔ اور مجاہد رحہ نے کہا کہ ہر قوم کے واسطے نبی ہے۔ عوفی نے ابن عباس سے روایت کی کہ قولہ انما انت منذر۔ اے محمد تو منذر ہے۔ ولکل قوم ہاد۔ اور مین ہر قوم کا ہادی ہون ابن کثیر رحہ نے کہا کہ ایسا ہی سعید بن جبیر وضحاک ومجاہد وغیرہم سے مروی ہے مترجم کہتا ہے کہ قول اول اولیٰ ہے اور موافق لقولہ تعالےٰ وان من امۃ الا خلا فیہا نذیر یعنی ہر امت مین ایک رہنمائی کرنے والا گذرا ہے۔ مالک رحہ نے کہا کہ ہر قوم کے لیے ہادی ہے یعنے جو انکو اللہ تعالےٰ کی طرف بلاتا ہے وقال ابن ابی حاتم حدثنا علی بن الحسین حدثنا عثمان بن ابی شیبہ۔ حدثنا المطلب بن زیاد عن السدی عن عبد خیر عن علی رضی اللہ عنہ فی قولہ ولکل قوم ہاد قال الہادی رجل من بنی ہاشم۔ یعنے عبد خیر نے علی کرم اللہ وجہہ سے اس کلام کی تفسیر روایت کی کہ ہادی ایک مرد بنی ہاشم مین سے ہے جنید رحہ نے کہا کہ وہ آپ خود حضرت علی بن ابیطالب کرم اللہ وجہہ ہین اور ابن ابی حاتم نے کہا کہ ابن عباس سے جو تفسیرین ایکی مروی ہین انہین سے ایک روایت یہ بھی ہے مترجم کہتا ہے کہ حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے زمانہ خلافت مین ہر طرف سے بغاوت امام حق کے جو خلیفہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہے رد کی اور انکو ہدایت فرمائی ولیکن اکثر لوگ اس ہدایت پر نہین چلے اور مترجم کہتا ہے کہ یہ جو اشارہ کیا گیا اس بنا پر ہے کہ اول ہادی خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تھے پس قولہ انما انت منذر ولکل قوم ہاد۔ دونون جملہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی فضیلت مین ہین اسطرح کہ انما انت منذر وہاد لکل قوم۔ یعنے تو اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم ڈر سُنانے والا اور راہ بتانے والا ہے واسطے ہر قوم کے۔ اور تقدیم ظرف کی بقطع آیت کے لحاظ سے ہے اور مترجم کہتا ہے کہ یہ تفسیر بھی اچھی ہے اور شیخ حافظ رحہ نے ذکر کیا کہ عکرمہ والو الضحیٰ نے قولہ ولکل قوم ہاد مین کہا کہ ہادی وہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہین اقول یہ قول اسی بنا پر ہے جو مذکور ہوا واللہ تعالےٰ اعلم۔ بیضاوی مین ہے کہ قولہ لولا انزل علیہ آیۃ من ربہ۔ ان آیات کو کچھ شمار مین نہ لائے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر خالص وحی سے نازل فرمائی گئین اور ایسی آیات مانگی جیسے موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام کو دی گئی تھین۔ انما انت منذر۔ یعنے تو ڈر سُنانے کو بھیجا گیا ہے جیسے اور پیغمبر تجھ سے پہلے بھیجے گئے تھے اور تجھ پر تو اسی قدر ہے کہ جنس معجزات سے کوئی معجزہ دکھلا دے جس سے نبوت صحیح ہوتی ہے اور یہ واجب نہین ہے کہ جو کچھ وے ہٹ کرین وہ انکو دکھلا دے اسی طرح مین

کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم رغبت کرتے تھے کہ جو چیز یہ لوگ مانگتے ہین وہ دیجاوے۔ قولہ ولکل قوم ہاد یعنے ہر قوم کے لیے ایک نبی مخصوص ایسے معجزات کے ساتھ مبعوث ہوا جو انپر غالب تھے انکو راہ حق کی ہدایت کرتا تھا۔ حاشیہ بیضاوی مین ہر کہ جیسے حضرت عیسے علیہ السلام کے زمانہ مین طبابت غالب تھی تو اُن کو مردہ زندہ کرنے اور اندھون کو اچھا کرنے کا معجزہ دیا گیا اور موسے علیہ السلام کے وقت مین جادو کا زور تھا تو عصا کے سانپ ہو جانے کا معجزہ دیا گیا۔ امام رازی رہ نے کہا کہ جس وجہ پر قاضی بیضاوی رہ نے کلام کی تقریر کی ہر وجہ صحیح ہر اور اسپر کلام ترکیب وانتظام پر رہتا ہر۔ سراج مین بھی اسی پر اکتفا کیا ہر جیسے شیخ سیوطی رہ نے اسی کو ذکر کیا ہر اور مدار اس تاویل کا یہ ہر کہ آیات ومعجزات جو کچھ وقائع ہون سب بتقدیر آلہیہ ہین پس کوئی پیغمبر اپنے ارادہ سے کوئی معجزہ نہین لا سکتا ہر کما قال عز وجل ماکان لرسول ان یاتی بآیۃ الا باذن اللہ ولکل اجل کتاب۔ یعنے اختیار نہین ہر کسی رسول کو کہ لے آوے معجزہ مگر باجازت اللہ تعالے عز وجل کے اور ہر چیز مقدر ہر۔ اور جو عکرمہ رہ نے ہادی کی تفسیر کی کہ مراد محمد صلعم ہین تو امام فرار رہ نے معالم مین کہا کہ معنے یہ ہین کہ تو اے محمد صلعم منذر ہر اور ہادی ہر ہر قوم کے لیے اور اسین ایک توضیح یہ بھی ثابت ہوتی ہر کہ فقط منذر یعنے ڈر سنانے والا آپ نہ تھے بلکہ بشارت سُنانے والے اور ہر وجہ سے ہادی تھے اور ہر قوم کی طرف آپ کی بعثت تھی۔ ف آیت کریمہ سے ثابت ہر کہ کوئی امر جو اللہ تعالی عز وجل کی مشیت مین نہو کسی رسول کو اُسکی قدرت نہین ہر حتے کہ افضل الرسل وخاتم المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کی قدرت مین نہ تھا تو ایمان والے آدمی کو روا نہین ہے کہ رزق یا اولاد یا مانند اس کے کسی بت یا پیر یا قبر وغیرہ سے درخواست کرے یا اعتقاد کرے وہ چاہے تو ضرور ہو جاوے کیونکہ یہ کسی بزرگ کی نسبت اچھا اعتقاد نہین بلکہ اللہ تعالے عز وجل کی توحید سے انکار ہر اور جب اللہ تعالے سے مشرک ہو کر کافر ہو گیا تو بزرگ جو اولیاء اللہ تعہ مین سے ہر وہ کافر کو جو اعداء اللہ مین سے ہر کیونکر اپنا دوست سمجھیگا۔ ف فی العرائس قولہ تعالے انما انت منذر الآیہ مین لوگ ارادت سے طالب حق ہین اُن کو خوف وڈر سُنایا گیا کہ کسی معصیت وشرک سے دور وحجاب مین نہ پڑجاوین اور اہل محبت کو انذار عتاب ہر اور عارفین کو خود بینی کے سوء ادب سے جلال وعظمت کا خوف ہے کہ مشاہدات مین آداب شریعت کی پابندی رکھین اور حق تع عز وجل نے ہر فریق کے لیے جو درجہ ازل مین رکھا ہے اُس کو ملکیہ جذب سے باتباع سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اُس کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ اور شیخ رہ نے لکھا کہ یعنی تو فقط منذر ہر کہ ہماری قوت سے اُن کو انذار وارشاد کرتا ہے اور اُن کے گناہون کا شفیع ہر اور تو ہمارے ساتھ اُن کی ہدایت کرنے مین شریک نہین ہے بلکہ ہدایت فقط ہمارے اختیار مین ہے۔ اور اشارہ سے ثابت ہے کہ ہر قوم ایا نذار کے لیے انکا ایک پیشوا ہوتا ہے جو اُن کو راہ حق کی ہدایت ورہنمائی کرتا ہے اور درحقیقت یہ بھی فعل آلہی ہر اور فعل مراتب صفت ہے اور صفت قائم بذات ہر گویا مقام عین الجمع مین ہادی ہر طرح وہی اللہ تعالے عز وجل ہر دیکھو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ یعنی جنگ بدر مین جب کافرون نے غرغرہ کیا اور پہلے سے عذاب مانگا کرتے تھے اور مومنین کی تعداد بہت کم تھی پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دشمن کافرون کو اللہ تعالے عز وجل نے عذاب کا نمونہ چکھا دینا مقدر فرمایا تھا تو غرغرہ کفار کے وقت آپ نے ایک مٹھی خاک انپر پھینکی جس سے ان کی سب کی آنکھون وحلق وغیرہ مین ریگ بھر گئی اور نہایت خوف سے اُن کے سینہ سے دم نکلا جاتا تھا آخر بےبس قتل وقید ہوئے اس کی نسبت اللہ تعالے نے فرمایا کہ تو نے مشت خاک نہین پھینکی بلکہ اللہ تعالے نے پھینکی پس شیخ رہ کا مطلب یہ ہر کہ چونکہ پھینکنے کا فعل اللہ تعالے نے پیدا کیا اور پیدا کرنا اس کی صفت ہر اور صفت ذات ہی ہر جیسا کہ تمام صوفیہ کا مذہب ہر تو عین الجمع کے مرتبہ مین صحیح ہوا کہ اللہ تعالے نے پھینکی اسی طرح ہادی ومنذر درحقیقت اللہ تعالے عز وجل ہے۔ پھر اللہ تعالے نے احسن وجہ سے

کافرون بلکہ مومنون کو تعلیم فرمایا کہ آیات معجزات وہدایت وایمان ہر چیز مقدر بعلم وحکمت الٰہیہ ہے اس کو اللہ تعالیٰ عزوجل جانتا ہے
تو معجزات وایمان مقدر ہے قال تعالیٰ

اَللّٰہُ یَعۡلَمُ مَا تَحۡمِلُ کُلُّ اُنۡثٰی وَ مَا تَغِیۡضُ الۡاَرۡحَامُ وَ مَا تَزۡدَادُ ؕ وَ کُلُّ شَیۡءٍ عِنۡدَہٗ

اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو بار اٹھاتی ہے ہر مادہ اور ناقص ہونا بچہ دان کا اور بڑھنا اسکا اور ہر چیز اسکے نزدیک

بِمِقۡدَارٍ ۝ عٰلِمُ الۡغَیۡبِ وَ الشَّہَادَۃِ الۡکَبِیۡرُ الۡمُتَعَالِ ۝ سَوَآءٌ مِّنۡکُمۡ مَّنۡ اَسَرَّ الۡقَوۡلَ وَ

مقدر ہے جانتا ہے غیب کو اور ظاہر کو وہ بزرگ برتر ہے برابر ہو تم میں سے وہ جنے پوشیدہ بات کہی اور

مَنۡ جَہَرَ بِہٖ وَ مَنۡ ہُوَ مُسۡتَخۡفٍۭ بِالَّیۡلِ وَ سَارِبٌۢ بِالنَّہَارِ ۝ لَہٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنۡۢ بَیۡنِ یَدَیۡہِ

جنے کھلی بات کی اور وہ جو پوشیدگی ڈھونڈھتا ہو رات ہے اور وہ جو ظاہر چلتا ہے دن سے اسکے معقبات ہیں سامنے سے

وَ مِنۡ خَلۡفِہٖ یَحۡفَظُوۡنَہٗ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوۡمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوۡا مَا بِاَنۡفُسِہِمۡ ؕ

اور پیچھے سے جو اسکو بچائے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے خوب جانو کہ اللہ تعالیٰ نہیں بدلتا جو کچھ ایک قوم کے ساتھ ہے یہانتک کہ وہی بدلتے ہیں جو انکی جانوں میں ہے

وَ اِذَاۤ اَرَادَ اللّٰہُ بِقَوۡمٍ سُوۡٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَہٗ ۚ وَ مَا لَہُمۡ مِّنۡ دُوۡنِہٖ مِنۡ وَّالٍ ۝

اور جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کسی قوم کے ساتھ برائی تو اسکا پھیرنے والا اُن سے کوئی نہیں اور انکا سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی والی نہیں ہے

اللہ تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ ہر چیز اُس کے نزدیک مقدر ہے خواہ معجزات ہوں جو پیغمبروں کو دیے جاتے ہیں خواہ مخلوقات ہوں اور انمیں سے ہر ایک کی نسبت کفر یا ایمان جو کچھ مقدر ہے ان کے پیٹ ہی میں ہوتا ہے اور علم اُس کا ہر چیز کو محیط ہے اور ہر مخلوق کے اعمال سے وہ علیم وخبیر ہے اور ہر ایک کا فعل اُس کے قبضۂ قدرت میں مسخر اُس کے نامۂ اعمال میں مقدر ہوا اور تمام عالم کا انتظام اسی کی حسن صنعت وحکمت سے جاری واسی کی مشیت پر قائم ہے فقال تعالیٰ۔ اَللّٰہُ یَعۡلَمُ مَا تَحۡمِلُ کُلُّ اُنۡثٰی اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو حمل اٹھاتی ہے ہر مادہ۔ جانور ہو یا آدمی ہو سیوطی رح نے کہا کہ یعنے حمل نرینہ ہے یا مادہ ہے۔ ابن کثیر رح نے بڑھایا کہ خوبصورت ہے یا بدصورت ہے جنتی ہے یا دوزخی ہے دراز عمر ہے یا کم عمر ہے اور آیات کثیرہ اسی معنے میں ذکر فرمائیں جنین پیٹ کے اندر کے حالات پورا بچہ ہونے تک کے ظاہر ہیں اور صحیحین میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے آدمی کی خلق اُس کی ماں کے پیٹ میں چالیس روز میں جمع ہوتی ہے پھر وہ تھکا ہوتا ہے اتنی مدت میں یعنی چالیس روز میں۔ پھر اسیقدر مدت میں لوتھڑا ہوتا ہے پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ مبعوث فرماتا ہے اُسکو چار باتوں کا حکم دیا جاتا ہے کہ لکھے اُسکا رزق اُس کی عمر واسکے اعمال اور وہ جنتی ہے یا دوزخی اور دوسری حدیث میں ہے کہ فرشتہ پوچھتا ہے کہ اے رب میرے نر ہے یا مادہ ہے اور باقی باتیں پس اللہ تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے اور فرشتہ لکھتا ہے۔ اقول یہاں فوائد ہیں اول آنکہ نفخ روح بعد اس مدت کے ہوتی ہے پس بچہ کا اسقاط بعد اس مدت کے بمنزلہ قتل انسان کے ہے اور فتاوے میں لکھا کہ قبل اس مدت کے اسقاط کا حیلہ کرنا شوہر کی اجازت سے عورت کو روا ہے یا بلا اجازت بھی دو قول ہیں۔ حیلہ اسقاط میں لکھا کہ اس قرب قیامت کے زمانہ میں بخیال اسکے کہ اولاد رشید نہیں ہوتی ہے جائز ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ خلاف فقہ ہے اعتماد نہ کیا جاوے اور حدیث میں عزل کی اجازت چاہنے میں فرمایا کہ جو جان کہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کرنی چاہی وہ ضرور پیدا کریگا۔ علی ہذا بخیال مذکور اسقاط کا حیلہ ایذا وقتل ہے اور ایام اسقاط میں گویا بے وجہ نماز سے محروم رہنا اختیار کیا

Marfat.com

دوم ہر شخص کی عمر قبل نفخ روح کے مقدر ہوتی ہے پس بیماری وغیرہ جس طور سے موت واقع ہو اس مین یہ خیال کرنا کہ ایسا ہوتا تو نہ مرتا
شیطانی وسوسہ ہے۔ ولیکن جو کوئی دوا علاج نہ کرے اُس نے دیدہ و دانستہ اللہ تعالےٰ کی نافرمانی کی جیسے کوئی کھانا نہ دیوے
مگر دوا مین شرط ہے کہ نظر خالق عز وجل کے فضل پر رہے کہ اگر وہ چاہیگا تو شفا ہوگی۔ سوم رزق قبل نفخ روح کے مقدر
ہوتا ہے ولیکن حیلہ وحرفہ کام مین لانا طاعت ہے اور معاش بروجہ حلال حاصل کرنے سے بیٹھ رہنا نافرمانی ہی جبکہ مسلمانون کے
دینے پر اپنی گذر رکھے کیونکہ انپر بار ڈالا گیا مگر حیلہ وحرفہ مین اللہ تعالےٰ عز وجل پر نظر رکھے۔ مسئلہ جو فقیر کہ کمائی کرسکتا ہے اس کو
سوال حرام ہی الا جبکہ فاقہ ہو اور اس زمانہ مین جو لوگ گداگری کے عادی ہین اور معروف ہین انکو دینے مین بعض علماء نے گناہ
لکھا ہی کیونکہ یہ معصیت پر اعانت ہی مگر جبکہ وہ کمائی سے عاجز نظر آوے اور یہی صحیح ہی۔ چہارم عمل ہر ایک کے مقدر مین کیونکہ اللہ تعالےٰ آئندہ کا
حال سب جانتا ہی تو جیسا اُس نے جانا وہی ہوگا خلاف نہین ہوسکتا مگر تعلیم وتعلم سے بیٹھ رہنا یا نصیحت نہ کرنا گناہ ہی جیسے بدن کو غذا نہ دینا
کیونکہ علم غذائے روح ہی اور اسی کو تقدیر کہتے ہین۔ پنجم حدیث مین اعمال کے باوجود جنتی و دوزخی علیحدہ پوچھا تو دلیل ہی کہ آدمی کے انجام پر
جنتی و دوزخی موقوف ہی اور قبل اسکے کسی کو کچھ نہ کہنا چاہیے پھر موت کے بعد نیکی سے یاد کرو ولیکن حکم لگانا جیسا کہ عوام کا دستور ہی گناہ ہے۔
اب یہان سے معلوم ہوگیا کہ جس شخص کے مقدر مین کفر وجہنم ہی اُسکے اعمال شرک مین اُسکو چاہے کیسے ہی معجزات و دلائل وآیات دکھلاؤ وہ
کبھی ایمان نہ لاویگا چنانچہ کفار نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے معجزات طلب کیے مگر اللہ تعالےٰ عز وجل نے جو مقدر فرمایا تھا اسی قدر
عطا کیے اور جو لوگ کہ شرک وکفر پر مرنے والے تھے جیسے ابوجہل وابولہب وغیرہ وے کبھی ایمان نہ لائے اور جنکے حق مین ایمان مقدر تھا وے
حواس کے دیکھنے کے معجزات نہین مانگتے تھے جیسے موسےٰ وعیسےٰ علیہما السلام کو دیے گئے تھے بلکہ قرآن مجید کے عجیب دلائل جو نورانی بصیرت
کے دیکھنے سے صاف نظر آتے ہین اُنپر نہایت جوش ایمان سے گرویدہ ہوتے تھے پس معلوم ہوگیا کہ کلام سابق سے اسکا ارتباط نہایت
دقیق وصاف ہی کہ معجزات دیکھکر ایمان لانے کا علم اللہ تعالےٰ عز وجل کو ہی اور اگر اللہ تعالےٰ انھین خیر جانتا تو دیتا اور وہ تو مادہ کے حمل کی
تقدیر جانتا ہے۔ وَمَا تَغِيضُ الْأَرْحَامُ اور جانتا ہی ناقص ہونا بچہ دان کا۔ یعنے مدت حمل مین جو انتہا درجہ کی ہو اس سے
جسقدر کمی ادنےٰ درجہ تک ہوتی ہے وہ ہر فرد کے ہر واقعہ کو جانتا ہی کہ اس مادہ مخلوق کے حمل مین اسقدر مدت کمی کے ساتھ ہوگی۔ وَمَا
تَزْدَادُ الارحام۔ اور جانتا ہی بڑھنا ارحام کا یعنے مدت حمل جسقدر زیادتی کی جانب ہوتی ہی اُسکو بھی جانتا ہی بیضاوی رح نے کہا کہ
تغیض اور تزداد ہر ایک لازمی ومتعدی ہوتا ہی پس لازمی رکھو تو مصدریہ ہونا متعین ہوگا اول جیسا کہ ترجمہ بیان ہوا اور متعدی کی
صورت مین ماتغیض الارحام وماتزداد اے ماتغیضہ وماتزداده یعنے جسکو ارحام ناقص کرتے اور جسکو بڑھاتے مین اور لکھا کہ ارحام کیطرف
اُسکی نسبت مجازی ہی خواہ فعل لازمی ہو یا متعدی ہو کیونکہ اصل فعل اللہ تعالےٰ عز وجل کی قدرت کا ہی۔ اور لکھا کہ معنے یہ ہین کہ جثہ ولد
اور مدت حمل وتعداد جنین کی کمی بیشی کو جانتا ہے اور ہمارے نزدیک زیادہ سے زیادہ مدت حمل کی چار برس ہین اور امام مالک رح
کے نزدیک پانچ برس ہین اور ابو حنیفہ رح کے نزدیک دو برس ہین رضی اللہ عنہم اور روایت ہی کہ ضحاک رح دو برس پر پیدا ہوئے
اور ہرم بن حیان چار برس پر ہوئے اور انتہاء تعداد کی کوئی حد نہین ہے مگر بعض نے کہا کہ استقراء سے معلوم ہوا کہ انتہاء چار سے
زیادہ نہین ہوتے ہین اور یہی مذہب ابوحنیفہ رح کا ہی اور امام شافعی رح نے کہا کہ مجھ سے یمن مین ایک پیرمرد نے حکایت کی کہ اُسکی جورو کی بار حمل
مین پانچ بچہ جنی اور لکھا کہ بعض کے نزدیک اس سے مراد خون حیض کی زیادتی وکمی ہی۔ مترجم کہتا ہے کہ اس بیان کا فائدہ یہ ہے کہ

Marfat.com

اگر ایک شخص مرا اور اُس نے ایک لڑکا اور ایک لڑکی چھوڑی اور اپنی جورو حاملہ چھوڑی تو تقسیم ترکہ مین حمل کا کیا حصہ رکھا جاوے اور کئے فرزند کا حصہ رکھا جاوے اور معروف ہمارے کتب فقہ مین یہ ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ میراث رکھا جاوے پس شاید یہ بنابر غالب احوال کے ہے اور مسئلہ کا تعلق انقضائے عدت وغیرہ بہت سے مسائل سے ہے۔ مسئلہ یہ چیزین فقط اللہ تعالےٰ جانتا ہے لہذا یہ یقین کرنا کہ فلان شخص جان لیتا ہے کفر ہے اور میرے نزدیک بطور قیاس و اٹکل کے کہنے والا کہہ سکتا ہے اور سننے والا سُن سکتا ہے۔ اگر کہا جاوے کہ آیت مین کوئی خصوصیت اس کے علم کی جناب باری تعالےٰ سے ظاہر نہین ہوتی تو جواب یہ ہے کہ اول تو کلام مین دلالت سے یہ بات ثابت ہے کیونکہ اگر کوئی مخلوق بھی جانتا ہو تو ذکر کا فائدہ نہین رہیگا اور دوم بخاری رحمہ اللہ عنہ نے اپنی صحیح مین عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غیب کی کنجیان پانچ مین کوئی اُنکو نہین جانتا سوائے اللہ تعالےٰ عز وجل کے اُن کی تفصیل یہ ہے کہ کوئی نہین جانتا کہ کل کے روز کیا کرے مگر اللہ تعالےٰ جانتا ہے اور کوئی نہین جانتا جو ارحام گھٹاتے (اور بڑھاتے ہین)، مگر اللہ تعالےٰ عز وجل جانتا ہے۔ اور کوئی نہین جانتا کہ کب پانی برسے گا مگر اللہ تعالےٰ جانتا ہے اور کوئی نہین جانتا کہ کس زمین پر مریگا اور کوئی نہین جانتا کہ قیامت کب قائم ہوگی مگر اللہ تعالےٰ جانتا ہے۔ اور تیسرے یہ کہ دوسرے مقام پر آیت مین تصریح ہے یعنے قولہ ہو الذی ینزل الغیث الآیہ۔ اور واضح ہو کہ ایک قیافہ شناس نے ہذہ الاقدام بعضہا من بعض کہا تھا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُس سے خوش ہوئے چنانچہ صحیح مین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے موجود ہے اور اسی طرح قیافہ سے پیٹ کا بچہ نر یا مادہ دریافت ہوتا ہے اور جس شخص کو کسی زمین پر ہیضہ یا مہلک عارضہ ہوا یا کالے سانپ نے کاٹا یا زخم شدید پہونچا جس سے مرگیا تو قیافہ سے اسکا وہین مرنا دریافت ہو جاتا ہے اور اسی طرح موسم برسات یا آثار ابر وغیرہ سے پانی برسنے کا حال دریافت ہوتا ہے اور قیامت کے آثار جو خود صحاح احادیث مین آئے ہین اُن سے قرب دریافت ہوتا ہے پس ثابت ہوا کہ مراد ان امور مین بعلم قطعی و تحقیقی جاننا نہ اٹکل سے کیونکہ جن لوگون کو ان مین سے کوئی بات ادراک ہوتی ہے وہ صاف ظاہر ہے کہ اٹکل ہے اور یقین نہین ہے لہذا جس شخص نے دائی سے پیٹ دکھلا کر اُسکے قول پر یقین کر لیا تو کافر ہے اور اگر صرف قیاقہ و اٹکل تک رکھا اور قطعی علم اُسکا اللہ تعالےٰ عز وجل کے سپرد کیا کہ اٹکل سے ایسا ظاہر ہوتا ہے دیکھیے علم الٰہی مین کیا ہے تو مضائقہ نہین ہے۔ شیخ امام حافظ رح نے لکھا کہ عوفی نے ابن عباس رضہ سے روایت کی کہ تغیض الارحام یعنے جو حمل ساقط ہو جاوے اور ما تزداد یعنے جو کچھ حمل مین ہوئی تھی اُسکو بڑھا کر رحم نے پورا بچہ اپنے وقت پر دیا۔ اور یہ بات اسطرح ہے کہ بعضی عورتین دس ماہ مین جنتی ہین اور بعضی نو ماہ مین اور بعضیون کا حمل بڑھتا ہے اور بعضیون کا گھٹتا ہے پس یہی کمی و زیادتی ہے جسکو اللہ تعالےٰ عز وجل نے اپنے علم مین مخصوص رکھا ہے اور ضحاک رح نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ یعنے جو نو ماہ سے کم ہو اور جو زیادہ ہو۔ اور ضحاک رح نے کہا کہ مجھے میری مان نے دو برس تک حمل مین رکھا اور جب جنا تو میرے اگلے دو دانت نکل آئے تھے اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بواسطہ جمیلہ بنت سعد رض کے ابن جریج نے روایت کی کہ ام المومنین نے فرمایا کہ حمل دو برس سے۔ اتنا بھی زیادہ نہین ہوتا جتنا مغزل کا سایہ متحرک ہو۔ مجاہد رح نے کہ ما تغیض الارحام و ما تزداد یعنے ایام حمل مین جو خون نکل جاتا ہے اور جو نو مہینے سے مدت بڑھ جاتی ہے۔ یہی قول عطیہ عوفی و حسن بصری و ضحاک و قتادہ کا ہے۔ اور بھی مجاہد رح نے کہا کہ جب عورت نے نو مہینہ سے کم خون دیکھا تو یہ نقصان ہے اور جسقدر اسکے دن ہونگے وہ نو مہینہ سے بڑھ جاوینگے عکرمہ و سعید بن جبیر و ابن زید کا بھی یہی قول ہے اور بھی مجاہد رح نے کہا کہ ما تغیض الارحام اسقدر خون بہا دینا کہ بچہ مین محسوس ہو اور زیادت یہ کہ خون ایام

حمل مین نہ جاوے تو بچہ پورا و بڑا ہوگا۔ اور مکحول رحمہ نے کہا کہ بچہ اپنی ماں کے پیٹ مین نہ مغموم ہوتا ہے اور نہ غمگین بلکہ اس کا رزق اُس کو اپنی ماں کے پیٹ مین خود بخود اُس کے حیض کے خون سے آتا ہے اسی وجہ سے ان ایام مین وہ حائضہ نہین ہوتی ہے پھر جب وضع حمل کے وقت زمین پر گرا تو چیخ کر روتا ہے اور یہ رونا اپنی جگہ بدل جانے سے نفرت ہے پھر جب اُس کی نال کاٹی گئی تو اللہ تعالیٰ اُسکا رزق دوسری جگہ سے بدل دیتا ہے اور وہ ماں کی چھاتیان ہین پھر بھی نہ رزق ڈھونڈھتا ہے اور نہ غمگین ہوتا ہے پھر ٹھہرا رہتا ہے یہانتک کہ طفل اس قابل ہوا کہ کچھ چیز لے کر مُنھ مین ڈال لیتا ہے پھر جب بالغ ہوا تو کہا کہ یہ موت یا قتل ہے کہان سے مجھے رزق ملیگا اُس کے بعد مکحول فرماتے تھے کہ اے تیری خرابی جب تو ماں کے پیٹ مین تھا تجھے رزق دیا جب پیدا ہوا طفل تھا تب تجھے رزق دیا جب تو بڑا ہوا تو اب تجھے عقل آئی ہے تو تو نے کہا کہ یہ موت یا قتل ہے کہان سے مجھے رزق ملیگا پھر مکحول نے یہ آیت پڑھی اللہ یعلم ماتحمل کل انثی الآیہ مسئلہ بحسب دلائل اقوے قول امام ابوحنیفہ رحمہ کا ہے کہ انتہائے مدت دو برس حمل کے ہین لہذا بعد موت شوہر کے دو برس کے اندر جو لڑکے بچہ ہوا اور زنا وغیرہ ظاہر نہو تو نسب میت سے صحیح ہوگا اور حاملہ مطلقہ کی مدت دو برس تک ہو سکتی ہے مگر کچھ کم کردیا جاوے پس عورت کا قول قبول ہوگا۔ اور تفصیل مسائل کی فتاویٰ ہندیہ سے تلاش کرو۔ بالجملہ جو کچھ کمی بیشی ارحام مین ہوتی ہے سب اللہ تعالیٰ عز وجل جانتا ہے اور قبل وجود کے آدمی کے اعمال و کفر و ایمان و سعید و شقی سب جانتا ہے تو اس سے یہ بھی ثابت ہے کہ کفار مکہ وغیرہ کا دعوے کہ یہ معجزات دکھلا دیے جاوین تو ہم کو شبہہ نہوگا اور ہم اپنے دل مین ایمان پیدا کرلینگے محض غلط ہے بلکہ ہر ایک کا انجام وہی ہوگا جو اللہ تعالیٰ عز وجل نے قبل وجود کے اس کی ماں کے پیٹ مین مقدر کیا ہے۔ وَكُلُّ شَيۡءٍ عِندَهُۥ بِمِقۡدَارٍ اور ہر ایک اُس کے نزدیک بمقدار معین ہے۔ اس مین کمی و بیشی نہوگی حتی کہ جس حمل کی نسبت نقصان مقدر ہے وہی ہوگا کسی دوا علاج وغیرہ سے بیشی نہین ہو سکتی ہے اور بیشی مقدر ہے تو کمی نہوگی ولیکن یہ کسی کو معلوم نہین کہ اس نے کیا مقدر فرمایا ہے لہذا اس کا شکر یہ ادا کرکے آدمی ان اسباب کی پابندی کرے اور علاج معالجہ کرے اور کھانے پینے مین احتیاط کرے اور زہر کھانے و بدپرہیزی وغیرہ سے پرہیز کرے ورنہ سرکش و گنہگار ہوگا ولیکن اس مین توکل اللہ تعالیٰ پر رکھے کہ نتیجہ کا پیدا کرنے والا وہی ہے بلکہ اسباب کا مہیا کردینے والا وہی ہے اور اسباب مین اثر دینے والا وہی ہے اور ہر چیز اُس کے نزدیک مقدر ہے پس نتیجہ وہی پیدا ہوگا جو مقدر ہے اور یہی معنے ہین قولہ تعالیٰ انا کل شئ خلقناہ بقدر پس ہر چیز حق سبحانہ تعالیٰ عز وجل کے نزدیک اسی تقدیر سابق کے مقدار پر جاری ہے کوئی جدید نتیجہ غیر معلوم کا انتظار نہین ہے بلکہ غیر معلوم صرف ہمارے علم کی راہ سے ہے اور علم الٰہی مین معلوم و مقدر ہے اور یہی مذہب سلف صالحین کا ہے اور اس مین بندون کے اعمال و احوال و خطرات نیک و بد سب داخل ہین کہ خالق اُن کا اللہ تعالیٰ عز وجل ہے اور اُس کے علم مین ہر ایک کا فعل سابق سے معلوم ہے پس جو معلوم ہے وہی مقدر ہے کہ اس سے کچھ بھی تجاوز و خلاف نہوگا اور عجب اُن جاہلون سے ہے جو اللہ تعالیٰ کی شان و قدرت و کمال سے غافل ہین اور زیادہ عجب یہود و نصاریٰ سے ہے جو اللہ تعالیٰ عز وجل کے ماننے کا دعویٰ کرتے ہین مگر اُس کو کچھ نہین پہچانتے ہین کیونکہ ہم لوگ کسی چیز کو دیکھ کر جان لیتے ہین تو اللہ تعالیٰ عز وجل اُن چیزون کو نہین جانتا جن کو اُس نے پیدا کیا ہے اور جب وہ جانتا ہے تو جسطرح اُس نے جانا ہے وہی یہان ظاہر ہوگا اس مین کچھ کمی و بیشی نہ ہوگی۔ عَٰلِمُ ٱلۡغَيۡبِ وَٱلشَّهَٰدَةِ وہ اللہ تعالیٰ عز وجل خوب جانتا ہے غائب و حاضر کو یعنے اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز غائب نہین ہے لایعزب عن ربک من مثقال ذرۃ الآیہ تیرے رب سے ذرہ برابر کوئی چیز اوٹ نہین ہے بلکہ جو چیز تمام جہان کی مخلوقات سے اوٹ ہے اسکو اللہ تعالیٰ عز وجل جانتا ہے جیسے مشاہد و حاضر کو ہم جانتے ہین و الحق کہ اللہ تعالیٰ

ہر چیز کی ماہیت وذرہ ذرہ دیکھتا وجانتا ہے اور مخلوق کو صرف صورت وہ بھی کچھ حصہ اوپر سے نظر آتا ہے اور کچھ نہیں پس عالم درحقیقت اللہ تعالے ہے اور جو اُس نے جانا ہے وہی مقدر ہے وہی واقع ہوگا اس مین ایک بال برابر خلاف نہین ہوسکتا ہے اور اسی کو تقدیر کہتے ہین اور جو کوئی تقدیر سے انکار کرے وہ کافر ہے اور افسوس کہ اس زمانہ مین جاہل مسلمانون نے تقدیر وتوکل کے یہ معنے بتلائے کہ ہاتھ پانٔون مت ہلاؤ اور کوشش وتدبیر مت کرو کاہل وسُست ونالائق گنہگار بن کے دنیا کے اور مخلوق کے ہاتھون کے منتظر رہو جو تم کو ملجاوے وہ مقدر ہے اور تم متوکل ہو حالانکہ یہ بالکل جہالت ونہایت مذموم حالت ہے۔ اور حدیث صحیح مین کوشش کرکے کمانے اور مجبور محتاجون کو صدقہ دینے کی فضیلت بیان فرمائی اور خود یہ جھوٹے لوگ اپنے کھانے پینے وضروری حاجات رفع کرنے مین سوچ سمجھکر تدبیر سے چاہتے ہین بلکہ توکل یہ ہے کہ کامون کو عقل وحواس کے احتیاط وتدبیر سے کرے مگر نتیجہ کا منتظر اللہ تعالے عزوجل پر رہے کہ جو اُس کے علم مین ہوگا وہی نتیجہ ظاہر ہوگا اور جو اسباب دیا ہین اُن کے اختیار مین نتیجہ نہین ہے پس بسا اوقات تو نتیجہ وہی نکلتا ہے جو ظاہر اسباب سے سمجھا جاتا تھا اور بسا اوقات تقدیر الٰہی غالب ہوتی ہے اور نتیجہ خلاف مراد نکلتا ہے اور بسا اوقات باوجود کوشش کے اللہ تعالے سامان آدمی کو نہین دیتا ورنہ ہر شخص بادشاہ بنجاوے تو یہ تقدیر ہے اور جو اس سے منکر ہو کافر ہے اور حدیث صحیح مین ان تؤمن بالقدر خیرہ وشرہ۔ اور تو ایمان لاوے کہ خیر وشر سب مقدر ہے۔ اور صحیح مین ہے کہ ایک نے پوچھا کہ یارسول اللہ ہم ایسے امر پر عامل ہین کہ ہوچکی وگذری یا جدید ہوتی ہے فرمایا کہ ہوچکی وگذری۔ یعنی امر مقدر مین ہے جو جسکے حق مین مقدر ہوچکا وہی اس کا کام ہے اور حدیث مین قصہ ہے کہ عبداللہ بن عمر سے یحیی بن یعمر اور حمید بن عبدالرحمن حمیری نے معبد الجہنی کا حال بیان کیا کہ وہ لوگ زعم کرتے ہین کہ تقدیر کچھ نہین ہے بلکہ بندہ کے افعال پر جدید نتیجہ نکلا کرتا ہے تو فرمایا کہ جب تو ان لوگون سے ملنا تو کہدینا کہ مین اُنسے بری ہون مجھے انسے کچھ لگاؤ نہین ہے اور وے مجھ سے بری ہین اور قسم اسی ذات پاک کی جسکے نام کی عبداللہ بن عمر قسم کھاتا ہے کہ اگر انہین سے کسی کے پاس کوہ احد برابر سونا ہو اسکو خیرات کرے تو اللہ تعالے عزوجل اُس سے قبول نہ فرماویگا جب تک کہ تقدیر کا ایمان نہ لاوے رواہ انتخاب الصحاح اور وجہ یہ ہے کہ مقدور وتقدیر کا انکار کرنا اللہ تعالے کے علم سے اور بصیر ہونے سے اور خالق والوہیت سے انکار ہے اور اللہ تعالے عزوجل کو بغیر ان صفتون کے سمجھنا پس یہ کفر اور سخت کفر ہے اور جو شخص اللہ تعالے کی ذات وصفات کو اپنی عقل سے بتلاوے تو اس نے دعوی کیا کہ مین اُسکو محیط ہون اور یہ کفر ہے پاک ہے اللہ تعالے عزوجل قیاس وگمان ووہم سے وہ عالم الغیب والشہادۃ ہے جو ہوا اور جو ہوگا سب جانتا اور دیکھتا ہے اَلْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ بزرگ متعالی ہے اور صحیح مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک بیٹی نے آپ کے پاس آدمی بھیجا کہ اس کا فرزند حالت نزع مین ہے تو آپ تشریف لاوین پس آپ نے کہلا بھیجا کہ اللہ تعالے ہی کا ہے جو اس نے لیا اور اسی کا ہے جو اُس نے دیا اور ہر چیز اُسکے پاس بمقدار مسمی ہے تو پیاری بیٹی سے کہدو کہ وہ صبر کرے اور ثواب عظیم کی اُمید رکھے۔ بیضاوی رحہ نے لکھا کہ کبیر عظیم الشان جسکے علم وقدرت سے کوئی چیز دور نہین ہے اور متعال یعنی متعالی جو ہر چیز پر اپنے قابو سے قدرت وغلبہ رکھتا ہو اور بعض نے کہا کہ کبیر وہ ہے جو ایسی اعلے شان پر ہے کہ مخلوق کا اُسکی تعریف کرنا اُسکے لائق نہین ہوپہنچتا اور متعالی وہ کہ انکی تعریفون سے وہ برتر ہے اقول یہ صحیح ہے کہ مخلوق اپنے خالق عزوجل کی صفات اپنی عقل سے نہین جان سکتی کیونکہ اسکو ادراک ہی نہین ہوسکتی تو تعریف کیونکر کرین اور وہ ذات قدیم ہے اور یہ سب خود حادث تو انکی تعریف بھی انکے بعد حادث ہے پس وہ قدیم کے لائق کہان سے ہو۔ پھر اللہ تعالے نے اپنے عالی متعالی علم کی عظمت بندون پر ظاہر فرمائی لقولہ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ

یعنی اُس کا علم ایسا ہو کہ برابر ہے تم میں سے جو خفیہ بات کرے اور جو آواز سے یہ بات کہے۔ یعنی تم میں سے جس نے خفیہ بات کہی اور جسنے اسطرح کہ دوسرے نے سُنا، دونوں اللہ تعالےٰ کے نزدیک برابر ہیں اُس کے سمیع ہوتے میں آواز و اسرار کو کچھ دخل نہیں ہو وہ دل کی بات جانتا ہے اور حضرت اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پاک ہو وہ اللہ تعالےٰ عزوجل جس کا سمیع ہونا ہر قول سے متعلق ہے پس قسم ہے اللہ تعالےٰ کی کہ وہ عورت جو اپنے شوہر کے معاملہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مجادلہ کرنے آئی تھی (یعنی جس کا قصہ پارہ قد سمع اللہ قول التی تجادلک الآیہ میں ہے) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اپنے شوہر کی شکایت کرتی تھی اور میں کوٹھری کے ایک گوشہ میں بیٹھی تھی مگر مجھ پر اس کی بعض باتیں مخفی رہیں اور اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا قد سمع اللہ قول التی تجادلک الآیہ بالجملہ جو خفیہ بات کہے اور جو ظاہر کرے دونوں برابر ہیں۔ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِاللَّيْلِ اور برابر ہو وہ جو اخفا چاہتا ہے کسی خفیہ جگہ میں رات میں۔ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ اور جو ظاہر ہے دن میں۔ پس ایک تو رات کا تاریک وقت اور دوم اُس نے خفیہ ہونے کی خواہش کی مگر اللہ تعالےٰ عزوجل بصیر ہے اُس کو ویسا ہی دیکھتا ہے جیسا کہ دن میں ظاہر ہونے والے کو دیکھتا ہے یعنے جو کہ دن کی روشنی کے باوجود اپنے ظاہر ہونے کا کہ سب دیکھیں قصد کرتا ہے دونوں برابر ہیں۔ بیضاوی رحمہ نے کہا کہ سارب عطف ہے مَن پر اور ہو سکتا ہے کہ مستخف پر عطف ہو مگر اس صورت میں کہ مَن کے تحت میں مستخفی و سارب دونوں داخل ہونگے اور جا بجا معلوم ہو چکا کہ یہ موصول معنی میں واحد و جمع سب کے لیے صالح ہے پس معنے یہ ہونگے کہ برابر ہے تم میں جو مستخف و سارب یعنی برابر ہیں تم میں سے وہ دونوں ایک رات میں مستخفی اور دوم دن کا سارب۔ اور کلام میں دو فائدے ہیں اول آنکہ اللہ تعالےٰ عزوجل سمیع ہو کہ مخفی و مجاہر دونوں کا قول سنتا ہو اور اللہ تعالےٰ بصیر ہو کہ مخفی و ظاہر دونوں کو دیکھتا ہو اور اسکا دیکھنا دن کی روشنی میں یا نہ دیکھنا رات کی تاریکی میں نہیں بلکہ رات دن اُسکے حضور میں یکساں ہیں اور جو کوئی اس میں غور کرے اور اللہ تعالےٰ عزوجل کی عظمت کو جانے وہ انوار ایمان سے سیراب ہو۔ دوم آنکہ مخلوق کے لیے جو اسباب کسی چیز کے لیے قرار پائے ہیں انکا قیاس و دخل اللہ تعالےٰ کی شان میں نہیں چنانچہ دیکھنے کے لیے روشنی شرط ہے اور آنکھیں شرط ہیں اور رُخ و جہت شرط ہے مگر اللہ تعالےٰ کے دیکھنے کے لیے کوئی اسباب نہیں ہے بلکہ مخلوق میں جو سبب نہ دیکھنے کا تھا وہ اللہ تعالےٰ کی شان میں ہیچ ہے چنانچہ تاریک رات میں اُس کا دیکھنا مثل دن کے ہے اور جب یہ معلوم ہوا تو جو فرقہ آخرت میں دیدار الٰہی عزوجل سے انکار کرتے ہیں اور اپنے اوہام و شرائط و قیاسات لگاتے ہیں محض جہالت ہے اور حق تعالےٰ نے فرمایا ماتکون فی شان وما تتلو منہ من قرآن ولا تعملون من عمل الا کنا علیکم شہودا اذ تفیضون فیہ وما یعزب عن ربک من مثقال ذرۃ الآیہ اور اس کی تفسیر مع دیگر آیات صفات کے سابق میں گذریں پس جیسے اُسکے دیکھنے کے لیے ہم کو ہمارا کسی جگہ ہونا کافی ہے اسی طرح ہمارے اُس کو دیکھنے کے لیے جبکہ اپنے فضل و کرم سے ہم کو قوت عطا فرما دے صرف ہمارا کسی جگہ پر ہونا کافی ہو گا اُس کے واسطے جیسے اب یہ ضرورت نہیں ویسے تب تو انکار دیدار کا جو وہم تھا ساقط ہوا والحمد للہ رب العالمین۔ پھر آدمیوں پر ان کے احوال کے محافظ ذکر فرمائے بقولہ۔ لَهُ مُعَقِّبَاتٌ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ اس کے لیے معقبات ہیں سامنے و پیچھے۔ بیضاوی رحمہ نے لکھا کہ یعنے ہر ایک خفیہ بات کرنے والے یا ظاہر گفتگو کرنے والے اور مستخفی و سارب کے لیے۔ اور ظاہرا یہ صفت عام انسان کے لیے ہے کیونکہ کوئی اس سے خالی نہیں ہو لہذا امام حافظ رحمہ نے کہا کہ مراد یہ ہو کہ ہر بندہ کے لیے معقبات یعنی ملائکہ ہیں کہ متعاقب یکی درعقب دیگرے اسپر محافظ ہوتے ہیں۔ اور بعض نے ذکر کیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ ضمیر فقط آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے۔

مین کہتا ہون کہ امام فراء رح نے معالم مین جو اُس کا سبب نزول لکھا ہے اور عنقریب انشاء اللہ تعالےٰ آویگا اس سے قول ابن عباس کی
تقویت ہوتی ہے اور کہا گیا کہ سبب نزول اگرچہ خاص ہو لیکن حکم عام ہے۔ بیضاوی رح نے کہا کہ معقبات یعنی ملائکہ ہین کہ عقب ایک
دوسرے کے آدمی کی حفاظت کرتے ہین یا اُس کے اعمال کے عقب مین نیکی یا بدی لکھتے ہین یا عقبات جماعات ہین۔ امام حافظ رحمہ اللہ
نے کہا کہ ملائکہ ایک بعد دوسرے کے محافظ ہوتے ہین رات کے الگ ہین اور دن کے علیحدہ ہین جو اس کو عالم کے وقائع کروہات
وحوادث سے بچاتے ہین۔ مین یہ کہتا ہون کہ مراد یہ کہ اگر ملائکہ محافظ نہ ہون تو آدمی پر ہروقت ایسے ایسے وقائع وحوادث پیش آوین جو کبھی
کبھی امر مقدر نازل ہونے کے وقت پیش آتے ہین شیخ حافظ رح نے کہا کہ جیسے دوسری قسم کے ملائکہ اعمال کے نگہبان ہین وہ بھی دن کے
اور ہین اور رات کے اور ہین اور دو فرشتہ داہنے بائین اُس کے اعمال لکھتے ہین داہنا تو نیکیان لکھتا ہے اور بایان بدیان لکھتا ہے اور
دوسرے دو فرشتہ اُس کو آگے پیچھے سے حفاظت کرتے ہین پس آدمی چار فرشتون کے بیچ مین ہے جو رات و دن کے متعاقب ایک
دوسرے کے علیحدہ علیحدہ ہوتے ہین اور حدیث صحیح مین ہے کہ ہمیشہ یکے بعد دیگرے تم مین ملائکہ آتے ہین ایک گروہ رات کو اور ایک
گروہ دن کو اور دونون گروہ نماز صبح ونماز عصر کے وقت جمع ہوتے ہین پس جو رات مین تم مین رہے تھے وہ رب تبارک وتعالےٰ
کی طرف صعود کرتے ہین پس وہ بندون کو دریافت فرماتا ہے حالانکہ وہ خوب جانتا ہے کہ تم نے میرے بندون کو کس حال پر چھوڑا
پس کہتے ہین کہ جس وقت ہم اُن کے پاس پہونچے وے نماز پڑھتے تھے اور جس وقت ہم نے اُن کو چھوڑا اس وقت وے نماز پڑھتے تھے
الحدیث۔ اور لکھا کہ دوسری حدیث مین ہے کہ تمہارے ساتھ ایسے ملائکہ ہین کہ تم سے جدا نہین ہوتے مگر اُس وقت کہ تم بیت الخلا جاؤ اور جب
جماع کرو تو تم اپنی حرکات مین اُن سے شرم کیا کرو اور اُنکی تکریم کرو۔ مترجم کہتا ہے کہ ملائکہ جو نماز صبح ونماز عصر مین جمع ہوتے ہین
شاید کہ یہی محافظین ہون جو ہر فرد کے ساتھ تقسیم ہو جاتے ہین اور شاید کہ دوسرے ہون اور بعض روایات مین ستر ہزار تعداد ہے اور
یہ کہ ہمیشہ نئے اُترتے ہین جو ایک مرتبہ آئے ہین وے پھر نہین آتے ہین سبحان اللہ تعالےٰ اُس کی مخلوق کی انتہا کوئی نہین جانتا کما قال
تعالےٰ وما یعلم جنود ربک الا ہو۔ پھر مین کہتا ہون کہ ستر ہزار تعداد کے لحاظ سے محافظین یہ نہین معلوم ہوتے ہین مگر انکہ حفظ کثیر کا
بعض سے ہو یا کیفیت اُس کی علم الٰہی مین ہو۔ اور معالم مین ہے کہ معقب ایک گروہ ملائکہ ہین تو اس کی جمع معقبات بطریق تانیث
اس وجہ سے ہوئی کہ معقب کی جمع معقبہ ملائکہ پھر اس جمع کی جمع معقبات جیسے ابن کی جمع الجمع ابناءات اور رجل کی جمع الجمع
رجالات لاتے ہین اور سراج مین کہا کہ اخفش کا قول ہے کہ بسبب کثرت کے تانیث کے طور پر جمع لاتے ہین جیسے نسابہ وعلامہ وغیرہ
اور سراج مین کہا کہ دلیل مذکر ہونے کی قولہ تعالےٰ یحفظونہ من امر اللہ حفاظت مین رکھتے ہین یہ معقبات آدمی کو اللہ
تعالےٰ کے امر سے۔ یعنی جس طرح امر الٰہی ہوتا ہے یہ معقبات اسی طرح آدمی کی حفاظت رکھتے ہین۔ سوال ہوا کہ اس معنے مین تو بامر اللہ
ہونا چاہیے تو جواب دیا گیا کہ من بمعنے با ہے اور دوسرا جواب یہ کہ تقدیر کلام یہ کہ ذلک الحفظ من امر اللہ اے مما امر اللہ بہ۔ یعنے اس کی
حفاظت کرتے ہین اور یہ حفاظت کرنا اللہ تعالےٰ کے حکم سے ہے یعنے منجملہ حکم الٰہی کے ہے اور تیسرا جواب یہ کہ تقدیم وتاخیر ہے یعنے لہ معقبات
من امر اللہ من بین یدیہ ومن خلفہ یحفظونہ۔ یعنے آدمی کے واسطے اللہ تعالےٰ عزوجل کے حکم سے معقبات ہین جو اُس کی نگہبانی رکھتے ہین مترجم
کہتا ہے کہ اس مین تقدیم وتاخیر قرار دینے کی ضرورت نہین ہے بلکہ یہ معنے اسی نظم سے ظاہر ہین کیونکہ کلام گویا یون ہے کہ لہ معقبات من اللہ چنانچہ
ابن عباس رض نے کہا کہ المعقبات من اللہ ہی الملائکۃ یعنی اللہ تعالےٰ عزوجل کی طرف سے جو معقبات آیت مین بیان ہین وہ ملائکہ ہین یہ علی بن

Marfat.com

ابی طلحہ نے ابن عباس رضہ سے روایت کی اور شیخ حافظ رح نے ذکر کیا کہ عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ وہ ملائکہ ہین جو اُسکو آگے سے اور پیچھے سے حفاظت کرتے ہین پھر جب کوئی امر مقدر آلہی آتا ہے تو اُس کو چھوڑ دیتے ہین۔ اور مجاہد رح نے کہا کہ ہر آدمی کے لیے ضرور ایک فرشتہ محافظ ہے جو نیند مین اور بیداری مین جن وانس وسانپ بچھو کیڑے مکوڑون سے اُس کی حفاظت کرتا ہے پس جو چیز اُس کی طرف اُن مین سے قصد کرتی ہے فرشتہ اُس کو پھیر دیتا ہے باستثناء اس چیز کے جو اللہ تعالے کی اجازت سے آوے یعنی مقدر تو وہ اس آدمی تک پہونچ جاتی ہے۔ سعید بن جبیر نے ابن عباس سے روایت کی کہ یہ دنیا کے بادشاہ کا حال ہے کہ آگے پیچھے سے محافظ اُس کی نگہبانی کرتے ہین اور عوفی نے بھی ابن عباس سے اسی کے قریب روایت کیا ہے۔ اور قریب اُسکے قول عکرمہ ہے۔ اور ضحاک نے کہا کہ وہ بادشاہ ہے جو امر آلہی سے محروس ہے اور وے اہل شرک ہین شیخ حافظ نے ان روایات کے بعد لکھا کہ شاید ابن عباس وعکرمہ وضحاک کی مراد اس سے یہ ہو کہ ملائکہ معقبات بندے کو جسطرح حفاظت کرتے ہین اس کی صورت ایسی ہے جیسے بادشاہون وامراء کے گرد محافظ ہوتے ہین اور لکھا کہ ابو جعفر بن جریر رح نے اس مقام پر بیشک ایک غریب حدیث روایت کی کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے آگاہ فرمائیے کہ ہر بندہ کے ساتھ کتنے فرشتے ہوتے ہین فرمایا کہ ایک فرشتہ تیرے داہنے پر ہے تیری نیکیان لکھنے کو اور وہ سردار ہے اسپر جو تیرے بائین پر تیری برائیون کے لیے ہے پس جب تو نے کوئی نیکی کی تو وہ دس گونہ لکھتا ہے اور جب تو نے برائی کی تو بایان پوچھتا ہے داہنے سے کہ مین اُسکو لکھون وہ کہتا ہے نہین شاید وہ توبہ کرلے یا استغفار کرے پھر جب وہ تین مرتبہ اجازت مانگتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ لکھ لے اللہ تعالے عز وجل ہم کو اس سے راحت دیوے کیونکہ یہ برا ہمنشین ہے کس قدر کم اللہ تعالے کا دھیان رکھتا ہے اور کتنا کم اس سے شرماتا ہے اللہ تعالے فرماتا ہے ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید۔ اور دو فرشتہ تیرے آگے پیچھے ہین۔ اللہ تعالے فرماتا ہے لہ معقبات من بین یدیہ ومن خلفہ الآیہ۔ اور ایک فرشتہ تیری پیشانی پر قابض ہے پس جب تو نے اللہ تعالے کے لیے تواضع کی تو وہ تجھے اونچا کرتا ہے اور اگر تو نے اللہ تعالے پر سرکشی کی تو تیری تحقیر کرتا ہے اور دو فرشتہ تیرے ہونٹھون پر ہین کہ وہ فقط تیرے درود بھیجنے کے محافظ ہین جو تو محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر بھیجے اور ایک فرشتہ تیرے دہن پر قائم ہے جو تیرا محافظ ہے کہ تیرے مُنھ مین سانپ نہ گھُس جاوے اور دو فرشتے تیری دونون آنکھون پر ہین پس ہر آدمی پر یہ دس فرشتے ہین دن بھر والے پھر رات بھر والے اُترتے ہین کیونکہ رات والے دن والون سے علاوہ ہین پس ہر آدمی پر بیس فرشتے ہوئے اور ابلیس دن مین آدمی پر وسوسہ ڈالتا ہے اور اس کی اولاد رات مین مترجم کہتا ہے کہ آج مین بھی اُسکو نقل کیا ہے وقال الحافظ غریب جدًا۔ اور لکھا کہ امام احمد رح نے عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تم مین کوئی شخص خالی نہین مگر کہ اُسکے ساتھ ایک ہمنشین جن یعنے شیطان سے ہے اور ایک ہمنشین ملائکہ سے ہے تو صحابہ رضہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کے ساتھ بھی ہین فرمایا کہ ہان میرے ساتھ بھی ہین ولیکن اللہ تعالے نے مجھے اعانت فرمائی تو مجھے مشورہ نہین دیتا مگر بھلائی کا۔ تفرد بہ مسلم فی صحیحہ مترجم کہتا ہے کہ دوسری حدیث سے ثابت ہے کہ آدمی مین دو لمہ ہین ایک لمۃ الملک وایک لمۃ الشیطان اور دوسری حدیث مین تفصیل کے ساتھ شیطانی ہمزاد کا برائی پر وسوسہ دینا اور مشورہ دینا مذکور ہے اور فرشتہ کا بھلائی پر مشورہ دینا مروی ہے حتے کہ جب آدمی ہمزاد شیطانی کا کہنا مان لیتا ہے تو فرشتہ کو افسوس ہوتا ہے۔ اور مترجم کہتا ہے کہ یہ بھی حدیث سے ثابت ہے کہ ایمان والا جب مرجاتا ہے تو اُس کے جسم کے ساتھ اُس کا ہمزاد بھی مقید مدفون ہوتا ہے اور کفار کا ہمزاد شیطان چھوٹا پھرتا ہے اور واضح ہو کہ اکثر جن لوگون کو بھوت پریت دیکھنے کا اتفاق ہوا

اور اس نے اپنا وہ نام و نشان بتلایا جو کسی مشرک مردہ کا تھا تو یہ ظاہر او ہی ہے۔ اد شیطان ہے جسکو کچھ قدرت نہیں الا ماشاء اللہ اور وہی کبھی دوسری صورتوں میں ظاہر ہوتا ہے حالانکہ وہ آدمی مشرک جسکا یہ نام لیتا ہے وہ عذاب میں گرفتار ہے۔ اور دجال کے ساتھ اکثر اس قسم کے شیاطین ہونگے اور واضح ہو کہ جو لوگ صادق الایمان ہیں بوجہ قوت ملکیہ کے انکے روبرو ہونا اس کا کام نہیں الا ماشاء اللہ اور شیخ عبد الغفور لاری رح نے لکھا کہ بعض اولیاء اللہ نے کہا کہ اہل ایمان کے نور سے جن پارہ پارہ ہو جاتے ہیں شیخ حافظ رح نے لکھا کہ قولہ تعالے یحفظونہ من امر اللہ بعض نے کہا کہ یہ مراد ہے کہ یہ ملائکہ اس آدمی کو محفوظ رکھتے ہیں امر الٰہی سے چنانچہ اسی کو علی بن ابی طلحہ وغیرہ نے ابن عباس رض سے روایت کیا اور یہی مذہب مجاہد و سعید بن جبیر و ابراہیم نخعی وغیرہم کا ہے اور قتادہ نے یہ بھی کہا کہ بعض قراءۃ میں یحفظونہ بامر اللہ ہے۔ اور کعب احبار رح نے کہا کہ اگر یہ نہوتا کہ اللہ تعالے عز و جل نے تمپر ملائکہ موکل کیے جو تمہارے کھانے پینے اور پردہ کی چیزوں میں مکروہات کو دور کرتے رہتے ہیں تو تم اچک لیے جاتے۔ ابو امامہ رض نے کہا کہ کوئی آدمی نہیں مگر آنکہ اُس کے ساتھ فرشتہ ہے جو اس سے ہر مکروہ دفع کرتا رہتا ہے یہانتک کہ جو مکروہ اُس کے حق میں مقدر ہے اُس کے سپرد کر دیتا ہے۔ ابو مجلز رح نے کہا کہ قبیلہ بنی مراد سے ایک شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس آیا آپ نماز پڑھتے تھے اُس نے کہا کہ آپ حراست کیجیے یعنے لوگ اپنے محافظ مقرر کیجیے کیونکہ کچھ لوگ بنی مراد کے آپ کو قتل کرنا چاہتے ہیں تو فرمایا کہ ہر شخص کے ساتھ دو فرشتے اس کے محافظ ہیں اس کو ایسی بات سے محفوظ رکھتے ہیں جو اُس کے حق میں مقدر نہیں ہے پھر جب امر مقدر آجاتا ہے تو اُس کو مقدر کے ساتھ چھوڑتے ہیں اور موت کا وقت ایک مضبوط قلعہ ہے۔ بعض نے کہا کہ یحفظونہ من امر اللہ یعنے یحفظونہ بامر اللہ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ صحابہ رض نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ رو دیکھتے ہیں کہ ہم رقیہ کریں کیا اس سے کچھ مقدر ٹل جائے گا فرمایا کہ یہ بھی اللہ تعالے عز و جل کے نزدیک مقدر ہوتا ہے پھر حق تعالے نے آگاہ فرمایا کہ جس عمدہ نظام پر احسان الٰہی آدمیوں کے ساتھ ہے وہ جب ہی بدلتا ہے کہ آدمی خود اپنے نیات و نیک چال چلن کو بدلتے ہیں اور ابن ابی حاتم نے بسند جید شیخ ابراہیم رحمہ اللہ تابعی سے روایت کی کہ اللہ تعالے نے انبیاء بنی اسرائیل میں سے ایک نبی کو وحی فرمائی کہ اپنی قوم سے کہدے کہ کوئی گاؤں والے یا گھر والے جو اللہ تعالے کی طاعت پر ہوں پھر بدل کر شرک و معصیت پر ہو جاویں تو یہی ہوگا کہ اللہ تعالے عز و جل اُن سے وہ حالت جسکو محبوب رکھتے تھے بدلکر وہ حالت کر دے جسکو ناگوار رکھتے ہیں پھر ابراہیم نخعی رح نے کہا کہ اُس کی تصدیق کتاب الٰہی قرآن مجید میں موجود ہے یعنی قولہ تعالے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ بیشک اللہ تعالے عز و جل تبدیل نہیں فرماتا اس حال کو جو ایک قوم کے ساتھ ہے یعنی پسندیدہ حالت کو نہیں بدلتا حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ یہانتک کہ وہی بدلتے ہیں وہ بات جو اُن کے نفوس میں ہے۔ یعنے حالت ایمان و طاعت کو اور اللہ تعالے کا جو حکم ہوا اُس کے ماننے کی نیت کو جب بدلتے ہیں تو اللہ تعالے اُن کی حالت کو بھی بُرائی کی طرف بدل ڈالتا ہے اور بشارت ہو کہ برعکس اس کے جو کوئی آدمی یا قوم کسی معصیت و شرک میں ہو پھر توبہ و استغفار سے طاعت کی طرف رجوع کرے تو اللہ تعالے عز و جل اُس کی بُری حالت کو اچھی حالت کی طرف بدل دیتا ہے چنانچہ ابن کثیر رح نے کہا کہ عثمان بن ابی شیبہ نے اپنی کتاب صفۃ العرش میں اپنے اُستاد سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی الحدیث اور اس میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے رب تبارک و تعالے سے حدیث قدسی بیان فرمائی کہ رب عز و جل نے فرمایا کہ قسم مجھے میری عزت و جلال کی اور اپنی عرش پر فوقیت کی کہ نہیں کوئی قریہ و نہ گھرانا جو میری ایسی نافرمانی پر ہوں جسکو میں مکروہ رکھتا ہوں پھر اس حالت سے بدلکر ایسی صفت اختیار کریں میری فرمانبرداری کی جسکو میں محبوب رکھتا ہوں مگر

Marfat.com

آنکہ ضرور مین انکو اپنے عذاب کی مکروہ حالت سے بدلکر اپنی رحمت کی محبوب حالت پر کردونگا۔ قال الحافظ غریب وفیہ من لا اعرفہ جاصل آنکہ جس قوم پر بعد نعمت کے نکبت وفلاکت آتی ہے وہ جب ہی ہوتی ہو کہ وے اپنے طریقہ ونیت کو متغیر کرکے عذاب الٰہی کی راہ پر لیجاتے ہین یا یہ مراد ہے کہ تغیر نعمت آلبہ جب ہوتی ہے کہ وے اپنی فطرت کی صلاحیت زائل کردیتے ہین اور بعض نے کہا کہ مراد یہ نہین ہو کہ کسی آدمی پر عذاب نہین آتا جب تک کہ وہ کوئی گناہ نہ کرے بلکہ کبھی غیرون کے گناہ سے گرفتار مصیبت ہوجاتا ہے چنانچہ حدیث مین ہے کہ پوچھنے والے نے پوچھا کہ یارسول اللہ کیا ہم ہلاک کیے جائینگے حالانکہ ہم مین صالحین موجود ہون تو فرمایا کہ ہان جب خبث زیادہ ہوجائے۔ مترجم کہتا ہے کہ خبث سے بعض نے کہا کہ زنا مراد ہے اور بعض نے کہا کہ فسق وفجور سے فاجرون کی زیادتی مراد ہے خواہ زنا سے ہو یا چوری وشراب خواری ورشوت وغیرہ سے ہو۔ پھر مترجم کہتا ہے کہ یہ آیت منجملہ مشکل آیات کے ہے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ نعمت ونقمت لوگ پہچان نہین سکتے اور اچھی حالت وبری حالت کا امتیاز مرد بصیر کا کام ہے اول مین کہتا ہون کہ بغیر گناہ کے دوسرون کے گناہون سے ہلاک ہونا جو اس قائل نے عذاب خیال کیا خلاف تحقیق ہے اور صحیح یہ ہے کہ قوم مین جب فسق پھیلا اور طاعت چھوٹی تو صالحین دو طرح کے بعض منع کرکے مجبور ہوئے اور بعض خاموش رہے تو عذاب وہلاکت ان صالحین کے لیے سو شہید کا ثواب ہے جو روکتے و منع کرتے تھے اور باقیون کے واسطے عذاب ہے پھر قیامت مین نیتون پر مبعوث ہونگے اور زیادہ تفصیل اسکی قولہ واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ کی تفسیر مین گذری پھر مہاجرین رضی اللہ عنہم سخت فلاکت مین تھے اور انصار رضی اللہ عنہم جہاد مین اولاد واقارب کے قتل سے بیخانہ وویران ہوگئے تھے مگر یہ سب ایسے افضل حالت پر تھے کہ اس سے بہتر ممکن نہین ہے اور شک نہین کہ کے جب طاعت الٰہی سے سرکشی کی اور خراب حالت پر ہوئے تو یہ نعمت الٰہی کی ناشکری سے ہوئی۔ اور جو قوم کہ اموال واولاد سے بھرے ہوئے اتراتے ہین اور اللہ تعالیٰ عزوجل واسکے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو جھٹلاتے ہین یہ سب اُن کے لیے وبال وعذاب ہے اور اسلام مین جب سے فتنہ پھیلا اور آخر اس زمانہ مین لوگ نام کے مسلمان رہ گئے صرف زبان سے کلمہ توحید پڑھتے ہین اور دل مین اثر نہین اور کثرت سے فسق وفجور وشرکت ومعاصی پھیلے تو ظاہر ایہ قوم جنت کی مالک ہونے کی صلاحیت نہین رکھتے ہین اور باوجود اسکے دنیا مین ذلت وفلاکت ہین گرفتار ہین پس یہ انکی حالت انکے لیے عذاب ہے پھر تحقیق یہ ہے کہ آیت کریمہ مین تغیر باطنی سے تغیر ظاہری منوط فرمایا ہے اور یہ عام ہے حتی کہ کافر قوم جو بادشاہ کردیے گیے اور اس کی نیت یہ تھی کہ لوگون کو آرام وآسایش دیجاوے پھر اُس کی نیت بدلی اور چاہا کہ لوگون کے اموال سیٹے اور کسی طریقہ سے اُنکو مجبور کرے تو اس قوم کی حالت بدل جاویگی اور ظلم سے سلطنت باقی نہ رہیگی اور اُسکی حکمت کہ کافر قومون کو کس وجہ سے حکومت و بادشاہت دی گئی یہ عقل بشری سے باہر ہے اور یہ قصہ دراز ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندون کے احوال کا دانا ہے پس خلاصہ بیان ان آیات کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل کی طرف سے مخلوق بندون پر خواہ کافر ہون یا مسلمان ہون ملائکہ محافظ عافیت ہوتے ہین اور جس حال پر جو شخص دنیا مین ہے عافیت سے رہتا ہے یہانتک کہ وہ اپنی باطنی نیات وخیالات کو بدلین تب اللہ تعالیٰ عزوجل انکی حالت کو بدل دیتا ہے حتی کہ جو لوگ کفر وشرارت پر تھے اگر صلاحیت پر ہوجاوین تو اُن کی ایسی حالت کردی جائیگی کہ جس کا نتیجہ خواہ بالفعل یا بعد چند روز کے آخرت مین نہایت نیک دعزت کا ظاہر ہو پس اہل بصیرت انکی دنیاوی مسکنت کو باوجود طاعت کے انکی سعادت ونیک حالت دیکھینگے حتی کہ جو قوم باوجود کفر ومعصیت کے تونگری ودولت وتندرستی واموال واولاد سے بھری ہو باوجود معصیت کے انکی یہ حالت اہل بصیرت کی نظرون مین عذاب واستدراج ہے پھر اگر اُنھون نے اپنی نیت بدلکر کفر وشرک وظلم وتعدی وبدعت کی طرف پھیری

Marfat.com

تو اُن کی حالت مذکورہ بھی بدل دیجاوے گی۔ اور ظاہر واقعہ وسبب نزول کے وقت کی حالت بعض قوم مشرکین کی تنبیہ تھی کہ شرک کے باوجود انکو ایک حالت عافیت کی دی گئی تھی مگر انھون نے کفر وانکار وایذاے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ومقاتلہ مومنین واُن کی اذیت سے اپنی باطنی حالت بدلی پس اللہ تعالے عزوجل نے بھی ان کی حالت عافیت کو بدلا۔ امام فراء رح نے معالم مین ذکر کیا کہ قولہ تعالے لہ معقبات الآیہ مین لہ کی ضمیر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہی۔ جویبر نے ضحاک عن ابن عباس رض روایت کی کہ معنی یہ ہین کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے اللہ تعالے عزوجل کی طرف سے محافظ ونگہبان ہین جو اُس کے گردیش اسکو امر اللہ سے محفوظ رکھتے ہین اقول یعنے عذاب الٰہی سے پس امر اللہ یہان عذاب اللہ ہے جیسے قولہ حتی یاتی امر ربک۔ وقولہ اتاہا امرنا لیلا او نہارا۔ اور مراد عذاب سے وہ امور جو حوادث وبلیات مکروہات ہین چنانچہ خود معالم مین تفسیر فرمائی کہ اسکو امر اللہ سے محفوظ رکھتے ہین یعنے شیاطین وطوارق اللیل والنہار کی شر وایذا سے محفوظ رکھتے ہین۔ اور لکھا کہ عبد الرحمن بن زید نے کہا کہ یہ آیت عامر بن الطفیل واربد بن ربیعہ کے حق مین نازل ہوئی اور ان دونون کا قصہ کلبی نے ابو صالح سے اس نے ابن عباس رض سے اسطرح روایت کیا کہ عامر بن الطفیل واربد بن ربیعہ دونون بنی عامر سے تھے دونون آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا قصد کرکے چلے اور سامنے آئے اور آنحضرت صلعم اُس وقت چند صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مسجد مین بیٹھے تھے پس وہ دونون مسجد مین داخل ہوئے اور عامر اگرچہ ایک آنکھ سے کانا تھا مگر بہت خوبصورت تھا لوگون نے گردن اُٹھا اُٹھا کر عامر کی خوبصورتی کو دیکھنا شروع کیا اور ایک نے کہا کہ یارسول اللہ یہ عامر بن الطفیل آپ کی طرف آتا ہی آپ نے فرمایا کہ آنے دے اگر اللہ تعالے کے ساتھ اُس کی نیک نیت ہی تو اسکو ہدایت فرمادیگا پس وہ آکر آنحضرت صلعم کے پاس کھڑا ہوکر کہنے لگا کہ یا محمد اگر مین مسلمان ہوجاؤن تو میرے واسطے کیا ہی فرمایا کہ تیرے لیے وہ ہی جو تمام مسلمانون کے لیے ہی اور تجھپر وہ جو سب مسلمانون پر ہی۔ بولا کہ بعد اپنے میرے لیے خلافت مقرر کردوگے۔ فرمایا کہ یہ بات میرے اختیار مین نہین ہی بلکہ یہ فقط اللہ تعالے عزوجل کے قبضۂ قدرت مین ہی وہ جسمین چاہیگا رکھیگا۔ بولا کہ اچھا مجھکو وبر پر حاکم کردو اور تم مدر پر حاکم رہو فرمایا کہ نہین تب بولا کہ پھر میرے لیے کیا کروگے فرمایا کہ تیرے لیے گھوڑون کا دستہ کردونگا جسپر سوار ہوکر تو جہاد کرے۔ بولا کہ یہ کیا اب میرے لیے حاصل نہین ہی میرے ساتھ اُٹھ کھڑے ہو مین تم سے کچھ باتین کرونگا پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اُسکے ساتھ کھڑے ہوگئے اور عامر نے اربد کو پہلے نصیحت کردی تھی کہ جب مین محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو باتون مین لگاؤن تو فوراً اُن کی پشت کی طرف آجانا اور تلوار سے کام تمام کر [illegible] عامر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو باتون مین طول دیا اور جھگڑالو باتین کرنے لگا پس اربد آپ کے پیچھے پہونچا اور [illegible] سے تلوار کھینچی مگر ایک بالشت نکل کر رہ گئی اور آگے اللہ تعالے نے روک دی کہ ہرگز اس سے نہین کھنچی اور عامر اسکو برابر [illegible] کیے جاتا پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مڑکر دیکھ لیا کہ جو حرکت اربد نے اپنی تلوار سے کی تھی پس فرمایا کہ اللہم اکفنیہما اے رب میرے تو مجھے ان دونون سے کافی ہو جس طرح تو چاہے پس اللہ تعالے عزوجل نے اربد پر بجلی بھیجی حالانکہ دن گرم بغیر بادل کے صاف پڑا تھا پس اربد تو صاعقہ سے جل کر مرگیا اور عامر اُلٹے پاؤن بھاگا اور کہتا گیا کہ اے محمد تو نے اپنے رب سے دعا مانگی جس سے اربد مرگیا واللہ [illegible] تجھپر چڑھا لاؤنگا خیل خیل نوجوان شہسوار جو وادی مین بھر جاوینگے پس آنحضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالے تجھکو اس سے باز رکھیگا اور تیرے مقابلہ کو قیلہ کے دونون بیٹے ہونگے یعنے انصار کے دونون گروہ اوس وخزرج پھر عامر بھاگ کر ایک سلولیہ عورت کے یہان اُترا پھر صبح کو اُٹھا تو اپنے ہتھیار باندھے اور اسکا رنگ چہرہ متغیر ہوگیا تھا اور جنگل مین گھوڑا دوڑاتا جاتا اور شعر پڑھتا اور کہتا کہ اے ملک الموت ظاہر ہوکر سامنے ہو اور کہتا کہ قسم ہے لات کی کہ اگر

Marfat.com

محمد و اُسکا ملک الموت دونون میرے سامنے آدین تو اپنے اس نیزہ سے انکو مار ڈالون پس اللہ تعالےٰ نے اُسپر اپنا ایک فرشتہ بھیجا جس نے اُس کو ٹھوکر ماری کہ گھوڑے سے گر کر خاک مین لوٹ گیا اور اسی وقت اُس کے گھٹنے مین ایک بڑا بھاری غدہ نکل آیا پس اسی حالت سے وہ سلولیہ کے گھر مین واپس آیا اور کہتا کہ ہاے یہ غدہ تو اونٹ کے غدہ کی طرح ہے اور سلولیہ کے گھر مین میری موت ہے پھر گھبرا کر اپنا گھوڑا مانگا اور اُس پر سوار ہو کر ہانکا مگر راہ مین اُسی کے میٹھ پر مر گیا اور اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول صلعم کی بد دعا ان دونون مردودون کے حق مین پوری کر دی اور اسی واقعہ مین اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا ہے قولہ تعالےٰ سواء منکم من اسر القول ومن جہر بہ ومن ہو مستخف باللیل وسارب بالنہار لہ معقبات من بین یدیہ الآیہ یعنے آنحضرت صلعم کے سامنے و پیچھے ملائکہ ہین جو ان کی حراست کرتے ہین اور انھین دونون عامر و اربد مذکور کے حق مین نازل فرمایا کہ ان اللہ لا یغیر بالقوم حتے یغیروا ما بانفسہم۔ ایسا ہی امام نے معالم مین ذکر فرمایا ہے وعلے ہذا معنے یہ ہین کہ بنو عامر مع اپنے سردار عامر بن الطفیل کے عافیت مین تھے کہ یکایک انھون نے سلطنت عرب کی ہوس کی اور چاہا کہ اللہ تعالےٰ عز وجل کے رسول کو بلا حفاظت قتل کرین اور خود سب پر سردار ہو جاوین پس اللہ تعالےٰ نے ان کی عافیت کی حالت کو متغیر نہین کیا یہانتک کہ خود ہی انھون نے اپنی باطنی حالت کو بدلا۔ اور علماء کا اتفاق ہو کہ سبب نزول اسکا جو کچھ ہو لیکن حکم عام ہو چنانچہ امام نے معالم مین کہا کہ قولہ ان اللہ لا یغیر بالقوم یعنی کسی قوم کی عافیت و نعمت کو متغیر نہین فرماتا حتی یغیروا ما بانفسہم یہانتک کہ وہی بدلین وہ جو انکے نفوس مین ہو یعنی بہتر حالت کو بدل کر معصیت و ظلم و فساد کی نیت و افعال اختیار کرین۔ پھر انکو اپنی قدرت و تسخیر و کبریائی ظاہر فرمائی بقولہ۔ وَإِذَا أَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوءًا اور جب اللہ تعالےٰ چاہے کسی قوم کے ساتھ برائی یعنی نعمت زائل ہو کر دنیا و آخرت کی خواری مین بوجہ بدنیتی و ناکارہ افعال اور نافرمانی پروردگار و شرک و کفر و ایذاے مومنین کے مبتلا ہون تو۔ فَلَا مَرَدَّ لَهُ تو اُس کے ارادہ کے لیے رد نہین یعنی جو وہ چاہتا ہو اُس کے پھیر دینے کی قدرت کسی کو نہین ہے وَمَا لَهُم مِّن دُونِهِ مِن وَالٍ اور سواے اللہ تعالےٰ کے اُنکا کوئی والی نہین ہو جس کے پاس پناہ پکڑین اور بعض نے کہا کہ والی جاے پناہ۔ ف بعض جاہل یہان اعتراض کرتے ہین اور سمجھتے نہین پس واضح ہو کہ یہ بیان تقدیر کا ہو اور اس سے معتزلہ وغیرہ گمراہ فرقون کا قول ہم کو قطعی باطل ثابت ہو گیا جو کہتے ہین کہ ہمارا کام تدبیر پر ہو اور ہم کہتے ہین کہ نہین تقدیر ہو اور تدبیر تو حواس و عقل کے موافق کام کرنے کا نام ہو اور ظاہر ہو کہ جو لوگ ذلت و خواری مین پڑ جاتے ہین اُنکے حواس و عقل موجود ہوتے ہین پھر اگر کہو کہ وے انکو کام مین نہین لاتے ہین تو یہ موقع تقدیر کا ہو اور کوئی شخص دنیا مین ایسا نہین ہو جو تدبیر نہ کرتا ہو حتی کہ راہ چلنے مین آنکھون سے دیکھکر چلنا اور برف کے دنون مین کھلے میدان مین نہ سونا اور بدن کو ڈھانکنا وغیرہ سب تدبیر کرتے ہین مگر بعضے لوگ نادانی سے اُسکو توکل کے خلاف نہین سمجھتے ہین اور کپڑا حاصل کرنے کی تدبیر خلاف توکل سمجھتے ہین اللہم اہدنا حالانکہ سب مین اللہ تعالےٰ پر توکل چاہیے کہ کپڑا پہننے سے سردی کی بیماری جب ہی نہو گی کہ اللہ تعالےٰ اپنا فضل فرماوے اور یہ جب ہی ہو گا کہ اُسکے علم قدیم مین یہ ہو کہ تیری حفاظت ہو گی پس اسی طرح جس قوم کے حق مین جو کچھ علم قدیم مین آیا ہو وہ ارادہ ازلی قدیم ہو پس جو ارادہ علم الٰہی مین واقع ہوا وہی ہر قوم سے صادر ہو گا کیونکہ خالق اللہ تعالےٰ ہو اور تدبیر کا فعل نہ کر سکتا ہو نہ اسکا نتیجہ نکلیگا پس یہی معنے اس آیت سے صاف ظاہر ہین اور ثابت ہو گیا کہ بندون کے فعل بھی اللہ تعالےٰ کے پیدا کیے ہین ف فی العرائس قولہ تعالےٰ وکل شئ عندہ بمقدار۔ اپنے علم قدیم کا احاطہ بیان کیا کہ ہر چیز کو محیط ہو اور عدم سے وجود مین آنے سے پہلے اللہ تعالےٰ کے علم مین اُس کی مقدار

وصورت وتعداد ورنگ وروپ وایمان وکفر ونفع وضرر اور جسقدر نفع جس جس کو جو وقت پر ہوگا سب مقدر ومعلوم ہے پس جب موجود
ہوئی تو حالت ویسی ہی رہی جیسے معدوم ہونے میں تھی کیونکہ عدم ووجود تو ہماری نسبت کرکے ہے اور اللہ تعالے کی حضور مین سب
حاضر ہے اور معدوم سے موجود مین ایک ذرہ برابر کسی بات مین کمی وزیادتی نہوگی کیونکہ ربوبیت کے علم مین کچھ ذرہ برابر نقص نہین
ہے۔ لہذا جو بندے یہان نیک وصالح ہوتے ہین وہ قبل وجود کے علم الٰہی مین نیک تھے اور جسقدر نیکی ودرجہ واعمال ان کے لیے
مقدر تھے اُسی قدر ہے اس مین کمی بیشی نہ ہوگی۔ اور سنکر کا خیال کسطرف ہے وہ دیکھے کہ ہر شخص عمل کرنے والا اور تدبیر مین سوچنے والا
کہان سے آیا ہے اسی پاک خالق عز وجل نے اُس کو پیدا کیا ہے اسی سے ابتدا اور اسی کی طرف انتہا ہے اس سے اُس کی ماہیت و
حقیقت ایک ذرہ پوشیدہ نہین ہے اور تدبیر والے ہر فعل کسی قوت سے سمجھتے ہین اور یہ قوت علم الٰہی مین ذرہ ذرہ معلوم تو انکے افعال بھی
معلوم ہین حسین رہ نے کہا کہ ہر ربط محدود اور اپنے وقت پر موقوف ہے نہ مقدار مین تجاوز اور نہ وقت مین تقدیم وتاخیر ہے بعض نے کہا کہ
ہر چیز کا وقت ووزن مقدار حق تعالے نے رکھا ہے تو جس نے اپنی سانس کی قدر نہ کی اور ضائع چھوڑ دیا وہ غافل ہے اور اسکی غفلت کی
مقدار یہ ہے کہ ہر سانس پر غافل ہے ہر دم غفلت مین ہے اور جینے اس حالت مین اپنی قدر کی وہ غفلت شدید کی قدر کرنے سے
نہایت درجہ کا غافل ہے۔ قولہ عالم الغیب والشہادۃ الکبیر المتعال۔ یہ دلیل سابق ہے کیونکہ جب وہ غیب یعنی معدوم اور شہادت یعنے
موجود دونون کا عالم ہے تو عدم مین چیز کی جو مقدار وصفت ہوگی موجود ہوکر بھی وہی ہوگی کیونکہ غیب ہماری نظرون کے اعتبار سے
ہے اور عرش سے لیکر تمام مخلوق کوئی غیب نہین ہے کیونکہ کسی نہ کسی فرد بشر نے اُسکو دیکھا ہے یا ملائکہ نے دیکھا تو غیب وہ ہے جو معدوم ہو
اور جب وہ معدوم کا عالم ہوا تو اُس کے علم سے خلاف موجود نہ ہوگا۔ بندون کو خبردار ہونا چاہیے کہ وے اپنے نفس کے باطن سے آگاہ نہین
ہین کیونکہ وہ آدمی کی ذات سے خود غیب ہے مگر اللہ تعالے عز وجل اُسکو جانتا ہے تو عارف کو اپنے عرفان پر شرمندگی ہے کہ معلوم نہین کہ وہ
کیا جانتا ہے اور درجہ ولایت وکرامت والے محبت وطاعت مین متحیر وشرمندہ ہین کہ دعوے زبان سے نہ نکلے۔ اللہ تعالے اپنے فضل
کے ساتھ باطن بندون کا جانتا ہے حتی کہ جو بندے خائف وترسان ہین اور جو بندے اُس کی محبت مین آنسو بہاتے وآہ ونالہ کرتے
ہین ان کے باطن مع اسرار اُس کی حضور مین حاضر ہین لا الٰہ الا اللہ وہ پاک ہے کبیر ہے کوئی بصر اُسکو ادراک نہین کرسکتی اور وہ متعال
ہے ہر وہم وخیال سے اُس کے کبریا وعظمت وجلال کے سامنے ہر چیز فنا ہے وہی لم یزل ولا یزال ہے۔ ابن عطا رحمۃ اللہ علیہ نے کہا
کہ عالم درحقیقت وہ شخص ہے کہ حاضر وغائب اُس کے نزدیک ازراہ علم کے یکسان ہو نہ اسطرح کہ استدلال سے کسی چیز پر تعلق خاطر ہو اور
درحقیقت عالم تو فقط اللہ تعالے عز وجل ہے اور بندون مین سے جسکو اپنے علم سے قوت دی وہ جس حدتک کہ عنایت ہوئی ہے عین الیقین سے
دیکھتا ہے جعفر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ کبیر متعال عارفون کے دلون مین کبریائی اُسکی اسقدر سمائی کہ ہر چیز انکی آنکھ مین فانی نظر آئی اور وہ
متعالی ہے کہ کسی کو اس کی طرف تقرب ہو سوائے اُسکے فضل وکرم کے قولہ سواء منکم من اسر القول ومن جہر بہ الآیہ۔ خطرات وظاہر حالات اُسکے
نزدیک یکسان ہین۔ واضح ہو کہ جو عارف غلبہ تمکین سے حقائق معرفت ولطائف اسرار مخفی رکھے اور زبان سے کچھ نہ نکالے تو وہ اللہ تعالے
عز وجل پر ویسا ہی ظاہر ہے جیسے وہ عارف جو ہیجان بیہوشی سے حالت سکر مین کچھ کلام کرے تو وہ اللہ تعالے پر ظاہر ہے۔ اور جو بندے
صفات ومعاملات آلٰہیہ مین مخفی کلام کرتے ہین اللہ تعالے اُن کے اسرار سے واقف ہے اور نظر اغیار سے پوشیدہ باتین ہین اور بندون
کے حالات ومراتب ہین کہ ایسے درجہ کے موافق اُنکے کلمات وحرکات متحمل ہوتے ہین اور انعام واکرام بڑھایا جاتا ہے قال المترجم

Marfat.com

یہ اشارہ ہے کہ مثلاً حضرت موسے علیہ السلام نے کہا کہ ان ہی الا فتنتک۔ یہ تیرا ہی فتنہ ہے تو انبساط و جلال عزت مین فنا ہوکر واقع ہوا پس غلبہ توحید کبریائی مین بنظر عجز و تفویض قدرت بجناب باری تعالے یہ کلام ایک پیغمبر اولو العزم سے متحمل ہوا اور اولیاء اللہ مین بہت اس مقام پر تھے اور صرف حضرت یوسف علیہ السلام نے اذکرنی عند ربک کہا تھا جس پر مواخذہ ہوا پس حق تعالے عزوجل اپنے اولیاء کا حافظ ہے قولہ لہ معقبات من بین یدیہ الآیہ۔ حفظ اسرار و اقبال اولیاء آلہی ہے کہ غلبہ ملائکہ سے ملکی قوت کو عروج ہوتا ہے۔ نصرآبادی نے کہا کہ قولہ سواء منکم من اسر القول۔ اسرار و دلیعت مین اسرار و غلبہ توحید مین اظہار دونون برابر مین کہ حقیقت مین دونون محل امانت مین مین۔ اور اشارت ہے کہ معقبات ازلی و ابدی سے زمانہ عبودیت مین جو امتحان کا وقت ہے بندے کی حفاظت کیجاتی ہے تاکہ وہی ٹھیک ہوتا ہی جو علم آلہی واختیار مین واقع ہوا ہے اور یہ سب اسباب ایک اس کی قدرت ولطف کا جو بندے پر ہو ظہور ہے اور قولہ یحفظونہ من امر اللہ سبقت رحمت لغضب سے امر آلہی ان کے حفظ کے واسطے جاری ہوتا ہی۔ اور بعض نے کہا کہ جو کوئی ظاہری اسباب سے محفوظ ہے وہ درحقیقت خالق اسباب سے رعایت مین ہے بقولہ یحفظونہ من امر اللہ۔ اقول یہان ایک لطیف اشارت ہی کہ ہر فعل جو واقع ہوتا ہے خلق کے ساتھ امر آلہی ہے یعنی یحفظونہ کا حفظ من امر اللہ تعالے ہے پس یہ حفظ صادر از ملائکہ نہین بلکہ از امر آلہی ہی یون ہی جملہ افعال مخلوقات کے امر آلہی مین اور یہان سے تجھے معلوم ہوا کہ قولہ تعالے یدبر الامر من السماء الی الارض۔ کے امر کے معنی یہ ہین کہ جملہ افعال مخلوقات انکے افعال نہین بلکہ امر آلہی سے ہین اور شیخ نے کہا کہ ظاہری علم والے سبب پر نظر کرکے حفظ نظام جزاو سزاو قتل و قصاص وطاعت و معصیت قائم کرتے ہین اور وہ من امر اللہ ہی اور عارفین سبب عزوجل پر نظر کرکے بندون کو محل ظہور معصیات یعنی صفت قہریات قرار دیتے اور محل ظہور طاعات یعنی صفت رحمت قرار دیتے ہین اور یہ من امر اللہ ہے۔ قولہ ان اللہ لا یغیر ما بقوم الآیہ۔ اللہ سبحانہ تعالے کی مشیت سابقہ ہے اور امر امتحان ہے پس مشیت قائم بارادہ ہے اس مین تغیر نہین ہوتا ہے اور اسکو تعلق اسباب سے نہین ہے اور امر امتحان متعلق باسباب عبودیت ہے اور بندہ کو قوت بقدرت سابقہ از مشیت سابقہ ہوتی ہے اور بامور تصرف ہوتا ہے پھر جب اس مین سر مقدر کو تحرک ہوتا ہی تو اس کا حال متغیر ہوجاتا ہی پس جو قوت اس کو قدرت سے حاصل تھی اس مین بھی تغیر ہوجاتا ہی پس اس کی حالت بدل جاتی ہے۔ اور بندہ کیونکر دو قدرت اور دو مشیت کے درمیان کسی چیز پر قادر ہوسکتا ہے۔ قال المترجم شیخ نے اس کلام مین لطیفہ تحقیق کا اشارہ فرمایا ہی اور اصل سوال یہ ہی کہ ابتدائے حالت مین جس قوم کے افعال مثمر نعمت و برکات تھے وہ بقوت آلہیہ تھے اور تغیر بھی بقوت آلہیہ ہی تو توارد قوتین کا کیونکر ہوا جس سے یہ ظاہر ہوتا ہی کہ افعال باختیار قوم تھے حالانکہ باختیار آلہیہ ہوتے مین جیسا کہ بیان توحید سے قطعی معلوم ہی اور دوسرا سوال اس سے ظاہر ہی کہ جب تغیر ہوا تو جو قدرت عطا ہوئی تھی اُسکے تغیر سے ممکن ہی ورنہ فاعل مختار کے ساتھ افعال خلاف محال ہین کیونکہ جس حال مین طاعات کے افعال تھے بقوت و ارادت آلہیہ تھے اور جب تغیر ہوا تو خلاف اسکے قوت و ارادہ ہوا یعنے قوت و ارادہ مین بھی تغیر لازم آیا حالانکہ قطعی معلوم ہے کہ اللہ تعالے کا ارادہ قدیم ہی اسمین تغیر نہین ہی پس شیخ رح نے جواب دیا کہ ارادت قدیمہ و مشیت متعلق باسباب نہین ہی اور امر امتحان متعلق باسباب عبودیت ہی پس تغیر امر امتحان مین ہی نہ ارادہ قدیمہ مین اور اس سے جو اُسکو قوت حاصل تھی تغیر ہوجاتی ہے اور خلاصہ اس کا یہ ہی کہ ارادہ و صفت آلہیہ تمام مخلوق سے مبائن ہی اور قیاس و وہم حلول کا جیسے بندہ اپنے جسم کی قوتون پر سمجھے محض غلط وہم ہی پس جو قوت اُسکو بقدرت آلہیہ حاصل تھی خواہ طاعات کی ہو یا معاصی کی ہو وہ قدرت آلہیہ

سے تھی اور قدرت اس مین حلول نہ تھی تعالے اللہ عن ذلک علوا کبیرا بلکہ مباین تھی کیونکہ اللہ تعالے مخلوق سے پاک ومنزہ ہے بس قدرت کی قوت اسکو دونون حالتون مین یکسان ہے اور ارادہ مین تغیر نہین ہوا بلکہ ارادہ قدیمہ ہے جو قدیم سے اسی طرح متعلق تھا جسطرح امر امتحان قدیم تھا ولہذا قولہ اذا اراد اللہ بقوم سوء فلا مرد لہ۔ ارشاد ہوا کیونکہ ارادہ متعلق باسباب نہین ہے جو اس مین تغیر کا وہم ہو بلکہ قدیم ہے اور تصورات وتغیرات امر امتحان قدیم سے متعلق تھے جنکے ساتھ ارادت قدیمہ یون ہی قدیم ہے تو اسباب کو اس تغیر سے مانع ہونے کی کوئی طاقت نہین کیونکہ یہ قدیم ہے اور کلام کی ظاہری صورت مخلوق کے فہم کے اندازہ پر ہے حتے کہ جنکو عرفان مقدر ہے وہ تحقیق معانی سے فیضیاب ہوتے مین اور یہ ارادہ رحمت متعلق ازل ہے جیسے غافل لوگون کی ناسمجھی غضب ازلی ہے اور شیخ نے اسکے بعد لکھا کہ اور حق سبحانہ تعالے نے ظہور افعال سے اسباب ظاہری تک نازل کردیا اسی وجہ سے کہ فہم مخلوق دریافت کرے اور نظام عبودیت بطریق حکمت رہے۔ اور پھر اشارہ لکھا کہ مرید نے اگر اپنی حالت سے زائد بطریق دعوے اپنے آپ کو تغیر دیا تو جو نعمت تحقیقی اسکو عطا ہوئی تھی اس مین تغیر ہوجاتا ہے اور قرب ومنزلت بکہ واقعی رسائی مین اسپر سختی وتشدد ہوتا ہے اور وہ امتحان وفراق مین پڑ رہتا ہے جعفر الصادق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اہل الصدق کی کیفیت یہ ہے کہ اللہ تعالے عزوجل انکے اسرار کو توفیق تغیر نہین دیتا ہے تو انپر نعمت کو بھی متغیر نہین کرتا ہے اور اگر انمین تغیر اسرار کے سامان فرماتا تو امتحانات کی بلا مین گرفتار ہوکر ذلیل وخوار ہوتے اور نجات کے خواستگار. نصر آبادی رح نے کہا کہ ہر قوم کے لیے تغیر وتبدل ہے ولیکن عوام سے اکثر تغیرات وتبدلات مین مناقشہ نہین ہوتا ہے جیسا کہ اہل قرب ومنزلت سے مناقشہ ہوتا ہے۔ اقول یعنی اکثر اوقات عوام کے تغیر عفو فرمائے جاتے مین قبل اسکے کہ وہ توبہ کرین اور جہالت وظلم انسانی اصلی انکی سفارش کرتا ہے پس عفو قبل توبہ ہوتا ہے آیا تو نہین دیکھتا کہ حضرت یوسف علیہ السلام سے ذرا سی بات مین لطف آمیز عتاب ہوا حالانکہ ہم لوگ عوام الناس اس سے بہت زیادہ تغیرات کرتے مین اور عفو کیے جاتے مین ہرگز نہ بطریق منزلت بلکہ بطریق جہالت وظلم فافہم. بعض مشائخ نے کہا کہ زبان کو اسکی یاد حق سے تغیر دیا تو قلوب لطائف اسرار سے متغیر کیے گئے اور اپنے نفوس کو معانی عبودیت سے متغیر کیا تو انکے قلوب دلائل ربوبیت سے متغیر کیے گئے. واسطی رحمہ اللہ نے کہا کہ مشرکین کو تہذیب دی کہ جو بلا انپر نازل ہے اسوجہ سے کہ انہون نے اللہ تعالے عزوجل کی نعمت کو متغیر کیا اور اپنے نفوس کی پابندی کی اور یہ انپر اللہ تعالے کا غضب ہے تو تغیر اور زیادہ ہوگیا جیسے فرمایا کہ فی قلوبہم مرض فزادہم اللہ مرضا. مترجم کہتا ہے کہ مراد یہ ہے کہ انہون نے جو اللہ تعالے عزوجل کی نعمت کی ناشکری کی یہ غضب الٰہی تھا اور ہنوز انپر حسن نیت کا نتیجہ موجود تھا مگر تغیر سے وہ زائل ہوا تو نتیجہ اب انکا جو کارخ غضب ہے اسپر تغیر بڑھایا گیا تو مرض پر مرض بڑھ گیا بعض مشائخ نے کہا کہ اللہ تعالے عزوجل کسی قوم کو اپنی نعمت سے محروم نہین فرماتا مگر جبکہ وے بجائے شکر نعمت کے وہ افعال کرتے مین جو کفران نعمت وغفلت ہین بشیخ نے کہا کہ مجھے ایک دوسرا اشارہ ظاہر ہوا ہے اور وہ یہ ہے کہ قوم جب امتحان کی گئی اور اسی امتحان مین پڑی رہی اور حق تعالے عزوجل سے تضرع وزاری سے الحاح والتجا نہ کی اور اپنی عاجزی ومحتاجی پر نہین گڑگڑائے اور جو مقام قصور کا تھا اُس کو متغیر نہ کیا بلکہ امتحان کی رعونت مین رہے تو اللہ تعالے نے انکو چھوڑا اور جس حال خراب مین پڑے تھے اُسی مین چھوڑ دیا اور اگر الحاح وعاجزی کرتے تو امتحان کی سختی سے نکالکر نجات مین لائے جاتے اور بجائے بلا کے انکو نعمت ملتی. مترجم کہتا ہے کہ ظاہر مین جو تفسیر فطرت کی مذکور ہوئی اسکی بنا پر یہ اشارہ ہے اور اسکی توضیح یہ ہے کہ بعض مفسرین نے کہا کہ قولہ حتی یغیروا ما بانفسہم سے مراد تغیر فطرت ہے اور معنی یہ ہین کہ ہر شخص فطرت اسلام وتوحید پر پیدا ہوتا ہے پھر اسکے

والدین اسکو یہودی و نصرانی وغیرہ کردیتے ہین یعنی توحید سے شرک مین لاتے ہین تو اللہ تعالےٰ عز وجل نعمت توحید کی جو فطرت سے حاصل تھی تغیر فرما کر ان کو شرک مین رکھتا ہے پس اللہ تعالےٰ نے اُن کی نعمت متغیر نہ کی یہانتک کہ اُنھون نے خود اپنی نفس کی فطرت بدل ڈالی پس شیخ نے اس کے فائدہ مین کہا کہ ابتداے فطرت سے نعمت پر تھے جب بالغ ہوئے تو امتحان تکلیف عبودیت مین لائے گئے تو اسی امتحان مین پڑے رہے اس طرح کہ فطرت بدل ڈالی تو وہ نجات و خلاص سے بدل کر راہ ضلالت پر تبدیل کیے گئے حالانکہ مشرکین مکہ وغیرہ کو یہ لازم تھا کہ اگر نور نبوت حضرت خاتم المرسلین انکو نظر نہ آتا تھا اور التباس پیدا ہوگیا تھا تو اللہ تعالےٰ عز وجل سے عاجزی والحاح کرتے اور اپنی محتاجی و بیکسی ظاہر کرتے اور درخواست کرتے کہ اے رب ہمارے یہ التباس دور کردے اور ہمکو راہ راست دکھلادے ولیکن بجاے اس کے انھون نے رعونت بلاے امتحان سے کبھی یہ عاجزی نہ کی اور انقطاع کر لیا کہ بت پرستی و شہوات کی پابندی یہی حق راہ ہو اور یہ اچھی نیت کا جو نعمت تھی برے اعتقاد شرک کی طرف جو عذاب و نقمت ہے تغیر ہوا اور چونکہ معاملہ خاص خاتم المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عداوت کا تھا لہذا دنیاوی حالت مین بھی خوار و ذلیل ہوئے اگر خود رسول سے یہ معاملہ نہ ہوتا اور مکہ معظمہ سے مانع نہ ہوتے اور ایذا کے درپے نہ ہوتے تو ممکن تھا کہ اسی عذاب و بدبختی پر جو کفر کی تھی اکتفا ہوتا جیسے قیامت تک ظالم بادشاہون اور مشرکون و کافرون کے ساتھ شاید برتاؤ ہوگا واللہ سبحانہ تعالےٰ اعلم اور اگر توحید و نبوت کی اتباع و شہوات سے اجتناب کو راہ حق سمجھتے جیسے اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ہوا ہے تو عذاب سے رحمت کی طرف تغیر ہوتا اور ورطہ امتحان کے خطرناک جہنم کے پل سے نجات پاتے اور نعمت مغفرت سے مالامال ہوتے فافہم واللہ سبحانہ تعالےٰ اعلم۔ شیخ نے لکھا کہ قولہ تعالےٰ واذا اراد اللہ بقوم الآیہ مین تنبیہ ہے کہ تمام سالکین مین سے کوئی محل امتحان سے علیحدہ نہین کیا جاتا پس ان کے ساتھ صفت قہر لازم رہتی ہے جیسے اُن کے ساتھ صفت لطف و رحمت بھی لازم رہتی ہے جب تک عبودیت مین رہتے ہین یعنی موت سے پہلے ظہور صفت قہر سے خوفناک ہین اور ہر حال مین لطف مین متنعم و امیدوار ہین اور یہ ایک تربیت اُن کی بحکمت بالغہ ہے اور نعمت قہر و امتحان اُن سے کبھی جدا نہ ہوگا اگرچہ ولایت کی زبان سے عاجزی والحاح کرین ولیکن عاجزی والحاح قبول ہوتا ہے اس طرح کہ مقدر سختیان و بلیات انپر آسان کردی جاتی ہین اور ہر ایک مین ان کو بجاے قہر و غضب کے نعمت و رحمت عظیم حاصل ہوتی ہے پس وہی پاک عز وجل انپر جاری کرتا ہے اور وہی انپر آسان کر دیتا ہے اور یہی معنے ہین قولہ فلا مرد لہ الآیہ کے۔ اور سواے حق تعالےٰ عز وجل کے کوئی والی نہین پس فرق مشرکین و مومنین مین یہ ہے کہ مشرکین موارد قضا سے گریز کرکے بتون و اغیار کے ساتھ ملتجی ہوتے ہین پس قضا اُن پر سے نہین ٹلتی اور پوری ہوتی ہے جسکو سختی سے اٹھاتے ہین اور بوجہ گریز کے مستحق عذاب ہوتے ہین اور غیرون کی طرف ملتجی ہونے سے غضب علی غضب بڑھ جاتا ہے اور مومنین اس مین بغیر گریز کے قدم جماے رہتے ہین اور یحفظونہ من امر اللہ کا ظہور ہوتا ہے اور اللہ تعالےٰ عز وجل ہی کی طرف ملتجی ہوتے ہین تو رحمت پر رحمت بڑھتی جاتی ہے اور حدیث صحیح مین ہے کہ اعوذ بمعافاتک من عقوبتک۔ یعنے اللہ تعالےٰ کے مقدرات قہری نازل ہونے کی صورت مین اسی والی کی طرف التجا لائے تو اللہ تعالےٰ عز وجل نے اس قہر کو ان کے حق مین لطف و آسان کردیا اور اپنی طرف ملتجی ہونے سے رحمت مزید کردی۔ قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اللہ تعالےٰ عز وجل جب کسی قوم کا ہلاک چاہتا ہے یعنی ظاہری جسم سے ہلاک ہونا یا باطنی ایمان سے ہلاکت جو نہایت سخت اور حقیقی ہلاکت ہے جب ایسی ہلاکت چاہتا ہے تو انکی آنکھون مین یہی راہ اچھی نظر آتی ہے ہرچند انکو سمجھایا جاوے کچھ نہین سمجھتے ہین صم بکم ہوجاتے ہین اور مقامات ہلاکت ہی کو

اچھا دیکھتے ہین حتی کہ اپنے پیرون ان جگہون کو چلے جاتے ہین اور اپنی تدبیر و کوششون سے یہان تک پہونچتے ہین آخر کو ہلاک ہوجاتے ہین اور اللہ تعالےٰ عزوجل ہی ہر ایک مخلوق کا متولی ہے اقول اس بیان کے واسطے عبرت کا واقعہ جنگ بدر ہے چنانچہ بنظر عبرت اُس کو غور کرو کہ ابوجہل وغیرہ کس طرح سے خواری وہلاکت مین گھسے چلے جاتے تھے اور آخر رفتہ رفتہ میدان بدر مین طاقی ہوئے اور باوجودیکہ بعضے لوگون نے بخوبی فہمائش کی کہ نہ مانے اور اُس کے اچھے ہونے پر بہت سے دلائل پیش کیے اور پیرون چلکر بدبیر کرکے موارد ہلاکت مین داخل ہوئے ثم قال اللہ تعالیٰ

هُوَ الَّذِي يُرِيكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَطَمَعًا وَيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ۝ وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ

وہی اللہ ہے جو دکھلاتا ہے تم کو برق خوف و طمع کے لیے اور پیدا کر دیتا ہے سحاب بوجھ والے اور تسبیح پڑھے رعد

بِحَمْدِهِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيفَتِهِ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيبُ بِهَا مَنْ يَشَاءُ وَهُمْ

اُس کی تعریف کی اور ملائکہ اسکے خوف سے اور بھیجتا ہے صاعقون کو پس صدمہ پہونچاتا ہے اسکا جسکو چاہے لوگ اللہ کے

يُجَادِلُونَ فِي اللّٰهِ وَهُوَ شَدِيدُ الْمِحَالِ ۝ لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ

جھگڑا کرتے ہین اللہ تعالےٰ مین حالانکہ وہ سخت قوت والا ہے اسی کی دعا سچی ہے اور جو لوگ پکارا کرتے ہین اسکے سوا دوسرون کو

لَا يَسْتَجِيبُونَ لَهُمْ بِشَيْءٍ إِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ إِلَى الْمَاءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهِ وَمَا دُعَاءُ

وے کچھ جواب نہین دے سکتے انکو کسی بات کا لیکن ایسے جیسے ہتھیلی پھیلانے والا ہو پانی کی طرف کہ وہ پہونچ جاوے اسکے منھ مین حالانکہ وہ کبھی اسکے منھ مین پہونچنے والا نہین

الْكٰفِرِينَ إِلَّا فِي ضَلٰلٍ ۝

اور نہین ہے پکار کافرون کی مگر بھٹک مین

بیضاوی رح نے لکھا کہ اوپر کی آیات سے ثابت ہوگیا کہ جو کچھ اللہ تعالےٰ عزوجل چاہے اُسکے خلاف محال ہے وہی ہوتا ہے جو وہ چاہے۔ اب اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ هُوَ الَّذِي يُرِيكُمُ الْبَرْقَ وہی اللہ ہے جو تم کو برق دکھلاتا ہے خَوْفًا وَطَمَعًا خوف وطمع کے واسطے۔ یعنی برق کے صدمہ سے خوف کرتے ہو اور مینھ کی طمع کرتے ہو۔ بعض نے کہا کہ مینھ سے خوف کرتا ہے جسکو مضر ہو اور طمع کرتا ہے جسکو نفع ہو۔ معالم مین لکھا کہ بعض نے کہا کہ خوف بجلی سے اور طمع مینھ سے۔ بعض نے کہا کہ خوف مسافر کو کہ اس سے مشقت واذیت لاحق ہونے کا خیال کرتا ہے اور طمع مقیم کو جو اس سے برکت ومنفعت دیکھتا ہے۔ اقول مسافر ومقیم کی خصوصیت کی ضرورت نہین بلکہ شکستہ مکان وجھونپڑے والا مقیم وبیمار وغیرہ اسی قسم سے ہین پس عام قول جو بیضاوی رح نے لکھا وہ بہتر ہے۔ اور معالم مین بعض کا قول کہا کہ بعضے شہرون مین مینھ سے قحط اور خشکی سے زراعت ہوتی ہے وفیہ نظر۔ قال الامام الحافظ برق وہ نور جو سحاب کے درمیان سے بلند ہوتا ہے اور ابن جریر نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ ابوالجلد کو خط لکھا کہ برق سے کیا مراد ہے انھون نے جواب لکھا کہ پانی۔ مترجم کہتا ہے کہ معنے یہ کہ اس مقام پر برق سے مینھ مراد ہے پس برق کے ذکر سے ایسا ابر غلیظ مراد لیا جس سے مینھ برستا ہے چنانچہ مشہور ہے کہ بجلی چمکتی پانی برستا ہے۔ قتادہ وزجاج سے خوف مسافر اور طمع مقیم روایت ہوا۔ اور واضح ہو کہ کرخی نے لکھا کہ صاعقہ ایک آگ ہے جو سحاب سے متولد ہوتی ہے فعلی ہذا برق وصاعقہ مین فرق ہوگا کہ برق ایک نور ہے اور صاعقہ آگ ہے وقولہ خوفا وطمعا کی جو تفسیر بیضاوی وغیرہ مین ہے کہ برق دیکھنے سے اذیت کا خوف

Marfat.com

ہوتا ہے اور طمع باران رحمت کی ہوتی ہے فعلے ہٰذا برق وہی صاعقہ ہے۔ اور اسکی تفسیر میں قتادہ رح کا قول کہ اذیت و مشقت سے ڈرتا ہے آخر اس کے معنے یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ برق کا نور دیکھکر پانی برسنے کی علامت ظاہر ہوتی ہے اور مراد برق سے پانی ہے جیسا کہ ابن عباس کی روایت سے معلوم ہوا تو مسافر برق کی اذیت سے نہیں بلکہ پانی برسنے اور راستہ کی کیچڑ وغیرہ کی اذیت و مشقت سے ڈرتا ہے وعلیٰ ہٰذا برق وصاعقہ میں فرق ہوگا۔ وَيُنْشِئُ السَّحَابَ جو چیز ہوا میں پھیلی ہوئی ہو سحاب ہے اور مراد بادل ہے جو ہوا میں پھیلتا ہے۔ معالم میں کہا کہ سحاب جمع سحابۃ ہے اور بیضاوی رح نے کہا کہ جمع کے معنے میں اسم جمع ہے اسی واسطے اسکے وصف میں کہا۔ الثِّقَالَ جمع ثقیلہ۔ یعنے اور پیدا کرتا ہے اللہ تعالےٰ عزوجل بادلوں کو جو بھاری ہوتے ہیں۔ قال الحافظ رح یعنے بادلوں کو نئی پیدائش سے ہمیشہ پیدا کرتا ہے جو ہوا پر پھیلے ہوئے اور پانی کی کثرت سے بوجھل ہو کر زمین سے قریب ہوتے ہیں مجاہد رح نے کہا کہ سحاب ثقال وہ ہیں جن میں پانی ہو۔ اقول اکثر واقفان طبعیات نے اٹکل کی دلیلوں سے زعم کیا کہ اجسام کے بخارات اُٹھکر سردی سے منجمد ہو کر بادل ہو جاتے ہیں جن سے مینہ برستا ہے اور یہ اٹکل میرے خیال میں بیہودہ ہے کیونکہ ہر شخص جانتا ہے کہ ایام بارش کا مینہ جسقدر نافع ہوتا ہے ہرگز دوسرا مینہ ویسا نہیں ہے اور سخت گرمی میں کبھی ان بخارات سے یہ کیفیت نہیں ہوتی بخلاف ایام بارش کے کہ ان دنوں اس کثرت سے بخارات ہر روز پیدا و منجمد ہوتے ہیں اور غیر دنوں میں یہ سلسلہ متواتر نہیں ہوتا اگرچہ پانی بہت برس جاوے پس ممکن نہیں ہے کہ یہ اٹکل اس قدرت آلہیہ کے احاطہ پر قادر ہو اور مرد عاقل ان بیہودہ دلائل کو سوائے مضحکہ کی نگاہ کے نہ دیکھیگا اور اس سے میری یہ مراد نہیں ہے کہ عالم اسباب میں حق تعالےٰ عزوجل نے اشیاء کے تکون کو منوط باسباب نہیں فرمایا ہے بلکہ میرا کلام اس میں ہے کہ مینہ و اُس کے برسنے و اُسکے ایام کی خصوصیت و اسکی منفعت صرف ایسی اٹکل پر نہیں ہے بلکہ اس میں خاص آثار و انوار قدرت آلہیہ ہیں۔ وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ اور تسبیح پڑھتا ہے رعد بحمد الٰہی یعنے کہتا ہے کہ سبحان اللہ وبحمدہ۔ اور اکثر مفسرین کے نزدیک رعد ایک فرشتہ کا نام ہے جو سحاب پر موکل ہے اور امام احمد رح نے بنی غفار کے ایک شیخ سے روایت کی جس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ اللہ تعالےٰ سحاب کو پیدا فرماتا ہے پس وہ اچھی گفتگو کرتا ہے اور اچھی ہنسی ہنستا ہے۔ امام حافظ رح نے کہا کہ مراد واللہ اعلم یہ ہے کہ رعد اس کی گفتگو ہے اور برق اُس کی ہنسی ہے۔ اور سعد بن ابراہیم سے یہ قول مروی ہے اور مترجم کہتا ہے کہ یہ آیت ایک اسرار الٰہی عزوجل کا اظہار ہے۔ کیونکہ رعد کی تسبیح ظاہر ہے کہ سب لوگ نہیں سمجھتے ہیں بلکہ بعض لوگ اور یہ نظیر اس کی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام پرندوں کی بولی سمجھتے تھے اور باقی لوگ نہیں سمجھتے تھے اور ہر چیز اللہ تعالےٰ کی تسبیح کرتی ہے کما قال تعالےٰ وان من شئ الا یسبح بحمدہ۔ اور کوئی چیز نہیں مگر کہ اللہ تعالےٰ عزوجل کی حمد سے تسبیح کرتی ہے اور یہ تحقیق ہے کہ اور خود اللہ تعالےٰ نے فرمایا ولکن لا تفقهون تسبیحهم۔ ولیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے ہو۔ پھر شیخ ابن کثیر رح نے ابن ابی حاتم رح کی روایت باسناد محمد بن مسلم رح سے ذکر کی کہ ہم کو خبر پہونچی کہ برق ایک فرشتہ ہے جسکے چار چہرہ میں ایک انسان کا اور ایک بیل کا اور ایک نسر کا ایک شیر کا پس جب وہ مارتا ہے تو برق پیدا ہوتی ہے۔ حسن بصری رح نے کہا کہ رعد فرشتہ نہیں ہے بلکہ ایک مخلوق ہے اللہ تعالےٰ عزوجل کی مخلوقات میں سے جو سحاب پر موکل ہے امام احمد رح نے عبد اللہ بن عمر رض سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب سنتے رعد و صواعق کو تو دعا کرتے اللھم لا تقتلنا بغضبک ولا تھلکنا بعذابک وعافنا قبل ذٰلک۔ اے رب ہمارے ہمکو اپنے غضب سے قتل نہ کیجیو اور اپنے عذاب سے ہلاک

Marfat.com

نہ بھیجو اور قبل اس کے ہم کو عافیت دیجیو۔ رواہ الترمذی والبخاری والنسائی والحاکم ابن جریر نے ابوہریرہ سے مرفوع روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب رعد کو سنتے تو کہتے کہ سبحان اللہ من یسبح الرعد بحمدہ۔ اور مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ایسا ہی کہا کرتے تھے اور ابن عباس وطاؤس واسود بن یزید سے مروی ہے کہ وے بھی ایسا ہی کہتے تھے اور عبداللہ بن الزبیر جب رعد سنتے تو کلام ترک کر دیتے اور کہتے سبحان من یسبح الرعد بحمدہ والملائکۃ من خیفتہ۔ اور کہتے کہ اہل زمین کے واسطے یہ سخت وعید عذاب ہے رواہ مالک فی الموطا والبخاری فی الادب۔ امام احمد رح نے ابوہریرہ رض سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا رب عز وجل فرماتا ہے کہ اگر میرے بندے میری اطاعت کرتے تو میں ان کو مینہ رات میں دیتا اور سورج انپر دن میں طلوع کرتا اور انکو رعد کی آواز نہ سُناتا۔ طبرانی نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب رعد سنو تو اللہ تعا عز وجل کی یاد کرو کہ وہ یاد کرنے والے پر نہیں پہونچتا ہے۔ معالم میں ہے کہ ابن عباس نے کہا کہ چند یہودی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ ہم کو رعد سے آگاہ کرو تو آپ نے فرمایا کہ فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہے جو سحاب پر موکل ہے اس کے پاس آگ کے مخاریق ہیں جس سے سحاب کو ہانکتا ہے۔ خطیب نے کہا کہ مخراق کی تفسیر دوسری حدیث میں آئی ہے کہ وہ نور کا کوڑا ہے جس سے سحاب کو ہانکتا ہے۔ اگر کہا جاوے کہ جب رعد فرشتہ ہے تو پھر کیا معنے ہیں قولہ تعالے۔ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ اور تسبیح کرتے ہیں ملائکہ اس کے خوف سے۔ تو جواب یہ ہے کہ یہ عطف رعد پر عطف عام کا خاص پر ہے اور یہ جائز ہے پھر صحیح یہ ہے کہ خیفتہ کی ضمیر اللہ تعالے کی طرف ہے اور اس میں دو قول ہیں کہ ملائکہ سے کون فرشتے مراد ہیں۔ بعض نے کہا کہ رعد کے ساتھ دیگر ملائکہ ہیں بطور اعوان واتباع کے جو بحکم الٰہی عز وجل اُس کے مطیع ومحکوم ہیں اور بعض نے کہا کہ عام ملائکہ مراد ہیں اور بات یہ ہے کہ جب رعد نے تسبیح پڑھی اور اُس کی آواز گونجی تو بخوف الٰہی ملائکہ اس کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں پس اسوقت مینھ نازل ہوتا ہے۔ اقول یہی صواب ہے کیونکہ عبداللہ بن الزبیر کے قول سے ثابت ہے کہ رعد کی آواز پر کہتے کہ اہل زمین کے لیے یہ وعید شدید ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مرفوع روایت میں آپ کا خوفناک ہو کر غضب وعذاب سے پناہ مانگنا مروی ہے پس ملائکہ آواز رعد سے غضب الٰہی کے خوف سے ڈرتے ہیں اور تسبیح کرتے ہیں۔ واضح ہو کہ بعض مفسرین نے کہا کہ رعد اس فرشتہ کا بھی نام ہے جیسا کہ یہاں ثابت ہوتا ہے اور رعد اُس کی آواز کا بھی نام ہے جیسا قولہ فیہ رعد وبرق شروع سورہ بقرہ میں ہے اور بعض نے کہا کہ رعد نفس آواز کے معنے یہاں بھی ہو سکتے ہیں یعنے رعد متلبس بحمد الٰہی ہوتی ہے یعنی یہ آواز مہمل گونج وگرج نہیں ہے بلکہ یہ آواز تسبیح ہے جو موکل ابر سے جس کا نام رعد ہے پیدا ہوتی ہے۔ بعض نے کہا کہ رعد اُس کوڑے کی آواز ہے جس سے سحاب چلاتا ہے۔ والحق کہ ہر چیز کے واسطے ایک حقیقت ہے اگرچہ ہم اُس کو غیر قائم سمجھیں جیسے کہ نماز وقراءۃ قرآن وروزہ وغیرہ جو اس عالم میں ہمپر اور ہیأت سے ظاہر ہیں ولیکن اُن کی صورت اصلی اللہ تعالے کے حضور میں موجود ہے پس اگر رعد نفس آواز ہو تو تسبیح باعتبار اصل حقیقت کے ہے اور اگر فرشتہ ہو تو بلا تکلف ظاہر ہے اور مترجم کہتا ہے کہ اس زمانہ میں کثرت سے لوگ اس قسم کے موجود ہیں کہ انکا اقرار وسچ ماننا فقط انھیں چیزوں پر منحصر ہے جو حواس سے محسوس ہوں حتی کہ ملائکہ وشیاطین بلکہ جن سب سے انکار کرتے ہیں اور شاید اپنی بینائی وغیرہ قوتوں کو محسوس سمجھکر اقرار کرتے ہوں مگر روح سے منکر ہو گئے اور بہت انھیں کے اللہ تعالے سے منکر ہیں اور جو نام کا اقرار کرتے ہیں وہ اپنے قیاس میں کوئی تصویر اپنی رائے سے قرار دیکر اسکے قائل ہیں پس فی الحقیقۃ وہ اللہ تعالے عز وجل سے منکر ہیں اور نام کا ماننا کافی نہیں

Marfat.com

جب تک کہ اسطرح اقرار ویقین نہ کرین جسطرح کہ حق تعالے عزّ وجل پاک ذات وصفات سے موجود ہے اور وہ ہر مخلوق کے قیاس وراے سے اعلی ہے تو ضرور ہوا کہ اُس کی صفات پاک کا اسطرح اقرار کرین جسطرح اُس نے وحی سے بندون کو آگاہ فرمایا ہے اور منجملہ صفات کے یہ کہ خالق ہے جو چاہے جسطرح چاہے پیدا کرے اور ہر چیز ذرہ سے عرش تک وہی پیدا کرتا ہے اور کسی مخلوق کو کوئی چیز پیدا کرنے کا اختیار نہین ہے حتی کہ جو کام وجو فعل موجود ہوتا ہے اسی کا ایجاد ہے اور بندہ صرف اس فعل کا مصدر ہے اور وہ فعل نیک ہو یا بد ہو اس بندہ کے ساتھ ہے اور جب اُس نے بندہ کو پیدا کرنا چاہا اس سے پہلے قدیم سے وہ اُس کی حقیقت وماہیت واسکے افعال جو عمر بھر کریگا جو وقت کریگا سب جانتا تھا اور جو کچھ اس نے پیدا کیا ہے اور جسقدر مخلوقات ہے اُس کا شمار کسی کو نہین معلوم اور بہت مخلوق اُس نے اپنی قدرت سے ایسی پیدا فرمائی ہے جو ہم کو نظر نہین آتی جیسے ہوا اور بہت وہ جو محسوس نہین ہوتی جیسے روح وملائکہ وشیاطین۔ اور بہت باتین عالم مین ایسی ہین جنکو آدمی نہین سمجھتا جیسے نباتات کی خاصیت اور جانورون کی بولیان اور جیسے اللہ تعالے عزّ وجل کی تسبیح۔ اور وہ قادر ہے اُسکی قدرت ہر چیز کو محیط ہے اور کوئی چیز اُسکی قدرت کے سامنے محال نہین ہے جیسے کھاری ومیٹھا سمندر رلا ہوا گر دونون خلط نہین ہوتے ہین اور زمین کی خشکی پانی کے اندر گلتی نہین اور پانی مٹی کا مجموعہ رہتا ہے پانی سیلان نہین کرتا الغرض جب سب صفات پر ایمان لایا اور کسی چیز کو اُسکی کسی صفت مین شریک نہ جانا تب مومن مسلمان ہوا اور جب تک اپنے آپ کو قدرت والا اور ہر فعل پیدا کرنے والا اور اسباب کو تاثیر کرنے والا اور قدرت آلہی کو ناقص سمجھنے والا اور حضرت عیسے علیہ السلام کو اُس کا بیٹا سمجھنے والا اور مانند اس کے راے و قیاس کرنے والا ہے تب تک اپنی خیالی تصویر کو خدا ماننے والا ہوگا اور اللہ تعالے عزّ وجل پر ایمان لانے والا نہوگا اور آخرت کا منکر کافر ہے اور خوب جان لو کہ جیسے دنیا مین مختلف ملکون وخشکی وتری کے رہنے والے الگ الگ ہین اور پانی کے کیڑے خشکی کے رہنے والے نہین اور خشکی والے پانی کے نہین اور آگ کے کیڑے کے سواے دوسرا وہان نہین رہ سکتا اسیطرح بعد موت کے جہنم و جنت دو گھر ہین جنت کے رہنے والے علحدہ ہین اور جہنم کے رہنے والے علحدہ ہین اور دنیا مین ان کی صورتین یکسان اور سیرتین جدا جدا ہین مگر وہی قسم مین منحصر ہین تو جیسے دنیا ظاہر ہے ویسے ہی صورت ظاہر ہے اور جیسے آخرت پوشیدہ ہے ویسی ہی اُس کی لیاقت باطن مین پوشیدہ ہے پس اہل جنت کو اور ایمان والون کو کچھ مضر نہین ہے اگر جہنم والے اللہ تعالے عزّ وجل کی قدرت واُس کے علم واُس کی مخلوقات عجیب وغریب سے انکار کرین اور اگر نہ انکار کرین تو تعجب ہے اس لیے کہ باطن یکسان نہ ہو جاوے حالانکہ جدا ہونا ضرور ہے پس مین کہتا ہون کہ اہل ایمان پر واجب ہے کہ جو کچھ اللہ تعالے نے فرمایا اور جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث مین آیا اس پر یقین رکھین بھلا اٹکل والون کی راے سچی یا اللہ تعالے عزّ وجل واُس کے رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم کا کلام سچا ہے۔ بالیقین قرآن وحدیث سچ ہے اور اُن سے خلاف سب اٹکل وراے ہے اور دنیا مین بیشمار اٹکل کرنے والے ہر زمانہ مین گذرے اور سب مین باہم اختلاف رہا تو صاف ظاہر ہے کہ اگر اٹکل سچ ہوا کرتی تو سب کی ایک ہی راے ہوتی پھر اٹکل تو حواس ہی تک ہے اور علم آلہی ومخلوقات کا احاطہ حواس سے کیونکر ممکن ہے بلکہ جس نے یہان اٹکل دوڑائی حماقت ظاہر ہوگئی تو ایسے احمق پر کیونکر اعتبار ہوگا اور جب اٹکل والا اپنی روح کی ماہیت نہین جان سکتا تو اور مخلوقات جاننے کا دعوے کیونکر مسلم ہو اور مخلوقات تو درکنار وہ تو خالق عزّ وجل مین اٹکل لگاتا ہے یہ سب سے زیادہ بدتر ہے پس ہم

ایمان لائے کہ جو اللہ تعالے عز وجل نے فرمایا کہ ھو الذی یریکم البرق۔ وہی اللہ تعالے ہے کہ تم کو دکھلاتا ہے برق۔ جو تسبیح رعد سے نورانی پیدا ہوتی ہے۔ خوفا وطمعا۔ خوف کے لیے اور طمع کے لیے یا خوف دلانے وطمع دلانے کو کہ عظمت الٰہی میں گناہ کی سزا سے خوف ہے یا مینھ کی اذیت ومشقت سے مسافر کو خوف ہے اور ہر ایک کو مینھ کی منفعت سے اُمید وطمع ہے یا ہر ایک کو دو راہ سے خوف وطمع ملی ہوئی ہے کہ برق ورعد سے عذاب نہ ہو اور کثرت بارش سے طوفان نہ ہو اور برسنے سے رزق وفراخی کی اُمید ہے۔ وینشئ السحاب الثقال۔ اور وہی نئے نئے پیدا کرتا ہے بادل مینھ سے بوجھل۔ اگر اللہ تعالے نے بخارات کے اجتماع سے پیدا فرمایا ہو یا بغیر کسی اسباب ظاہری کے ایجاد کر دیا ہو تو بہر حال اُس کا اس حالت پر کر دینا اللہ تعالے عز وجل کی ایجاد ہے جس سے ایام بارش میں عجیب طرح کی قوت وخوشی سر سے زمین کو ہوتی ہے اور سخت گرمی کے بعد ہی ابروں کا پیدا ہونا شروع ہوتا ہے اور پھر تمام موسم بھر بہت زور شور سے بادل آتے اور برستے رہتے ہیں پھر موسم کے بعد بالکل مطلع صاف ہوتا ہے تو بخارات کے اجتماع سے سردی پاکر پانی ہوجانے کی اٹکل ہی اٹکل ہے علاوہ اس کے بارش سے ایک مہینہ پہلے کبھی خوب پانی برس جاتا ہے مگر زمین کو وہ نمو نہیں ہوتا جو برسات کے مینھ سے اگرچہ ایک دفعہ برس کر کھل جاوے روئیدگی نباتات کی دھوم سے شروع ہوجاتی ہے اور پھر باقی سال بھر بخارات اتنے جمع نہیں ہوتے جتنے کہ بارش کے ایک روزہ ہجوم سے نظر آتے ہیں بلکہ صواب یہ ہے کہ اللہ تعالے عز وجل مینھ کے بادلوں کو جو کہ برسات میں ہوتے ہیں اپنی قدرت سے پیدا فرماتا ہے۔ ان بادلوں کے ساتھ اُس کی قدرت کے سماوی انتظام ہیں جیسے زمین کے کھیتوں کے ساتھ جوتنے بونے والوں کا انتظام ہے۔ یہ مخلوق آدمی ہیں اور وہ فرشتے ہیں۔ بادلوں سے گرج کی آواز سنائی دیتی ہے اور برق چمکتی ہے۔ ویسبح الرعد بحمدہ۔ رعد اس کی حمد کے ساتھ تسبیح پڑھتا ہے۔ اگر ایسقدر ہوتا کہ رعد اسکی تسبیح کرتا ہے تو بعضے لوگ کہتے ہیں کہ اس کا یہ مطلب ہے کہ رعد جو محسوس ہوتی ہے یعنی گرج کی آواز ان بادلوں میں سے اس سے اللہ تعالےٰ کی قدرت ظاہر ہے تو یہی تسبیح ہوئی۔ کیونکہ تسبیح سے خوبی ظاہر ہوتی ہے اور اس سے خوبی ظاہر ہوئی تو اس طرح بادل وگرج کا موجود ہونا اللہ تعالے عز وجل کی تسبیح ہوئی جیسے اور مخلوقات کا وجود ظاہر کرتا ہے کہ ان کا خالق ہے اور تسبیح ظاہر ہوتی ہے ولیکن جب یوں فرمایا کہ رعد اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح پڑھتا ہے تو اب صاف معلوم ہوگیا کہ مجازی معنے مراد نہیں بلکہ حقیقی تسبیح حمد کے ساتھ ہے پس ہم جان گئے کہ یہ آواز گرج کی جو ہماری سمجھ میں خالی آواز معلوم ہوتی ہے یہ درحقیقت سبحان اللہ وبحمدہ کے معنے رکھتی ہے اور تسبیح پڑھنے والا رعد ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم کو آگاہ کر دیا کہ رعد ایک فرشتہ ہے جو بادلوں پر موکل ہے اور شاید فرشتہ کی لفظ سے یہ مراد ہو کہ ایک سماوی مخلوق ہے یا آسمان وزمین کے بیچ میں رہنے والی مخلوق ہو جیسا کہ حسن بصری رہ نے سمجھا ہے کیونکہ بعضے صالحین نے اس کی شکل ایسی بیان کی جو ملائکہ کی نہیں معلوم ہوتی ہے بہر حال انشاء اللہ تعالے ایمان پر خاتمہ بخیر ہونے سے مومنین کو یہ امور ظاہر ہو جاوینگے۔ اسوقت تو ہم اس کی تسبیح کے ساتھ تسبیح پڑھیں اور برق اس آواز کی چمک ہے یا وہ بجلی ہے اور بجلی اس رعد کا کوڑا ہے جس سے سحاب کو چلاتا ہے اور حدیث میں آتشی مخراق بیان فرمایا اور مخراق بٹے ہوئے کپڑے کے جھوڑے کو کہتے ہیں چونکہ کبھی ہم لوگوں نے ایسے مخلوق کو نہیں دیکھا تو اصلی صورت کا خیال میں آنا ممکن نہیں اور بیان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم صحیح ہے اسکو ہم اپنے قیاس کی قوت تک مطلب سمجھ لیں ولیکن یہ یاد رہے کہ اسکی کیفیت یہی ہے جیسے ہم لوگ کوڑا مارتے ہیں یا کیونکر تو یہ ہمارے خیالات سے باہر ہے اتنا سمجھنا کافی ہے کہ سحاب کو وہ اس سے ہانکتا یعنی چلاتا ہے اور یہ ایک شان خالق عز وجل ہے اور یہ تمام زمین وآسمان بے انتہا مخلوقات الٰہی سے

بھرا ہوا ہے جن مین آدمی بھی ایک ذرہ برابر مخلوق ہے جو ٹیون و مکھیون کے جھنڈ خود بے انتہا ہین اور یہ تمام مخلوقات اپنی اپنی زبانون و آواز سے اللہ تعالے عزوجل کی تسبیح پڑھتے ہین اور تمام سلطنت آلٰہی منور ہے پس رعد موکل سحاب اللہ تعالے کی حمد کے ساتھ تسبیح پڑھتا ہے وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ۔ اور ملائکہ از خوف آلٰہی تعالے تسبیح پڑھتے ہین۔ رعد کی آواز اہل زمین کے لیے قہر کی تہدید ہے اور عظمت وجلال آلٰہی تعالے کے سامنے ہر بندہ خوفناک ہے تو ملائکہ خوف سے تسبیح رعد کے ساتھ تسبیح کرتے ہین اور بادلون مین صواعق ہین یا رعد کے ساتھ ہین۔ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ اور اللہ تعالے بھیجتا ہے صواعق کو جمع صاعقہ ایک آگ ہے جو بادلون کے درمیان سے پیدا ہو کر کبھی زمین پر گرتی ہے تو اللہ تعالے فرماتا ہے کہ اس کو اللہ تعالے عزوجل بھیجتا ہے۔ فَيُصِيْبُ بِهَا پس مصیبت مین مبتلا فرماتا ہے ان صواعق کے ساتھ مَنْ يَّشَآءُ جسکو مبتلا کرنا چاہتا ہے پس اُس کو ہلاک کر دیتا ہے۔ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ اور حال یہ ہے کہ مخلوقات زمین کے آدمی جھگڑا کرتے ہین اللہ تعالے عزوجل کے بارہ مین۔ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ حالانکہ او تعالے سخت قوت والا ہے یعنے آدمی اپنی بے بنیاد ہستی کے ساتھ اللہ تعالے عزوجل کی قدرت و وجود مین جھگڑا کرتے ہین؛ اور جس طرح اللہ تعالے کا رسول محمد صلے اللہ علیہ سلم اُن کو اللہ تعالے عزوجل کی بندگی کے لیے ہدایت فرماتا ہے اُس کے ساتھ اوندھی رائے و اُلٹی باتون سے جھگڑتے و انکار کرتے ہین حالانکہ اللہ تعالے عزوجل سب چیزون پر قادر اور مخلوقات سب اسی کی پیدا کی ہوئی ہے وہ بہت بڑا طاقت و قدرت والا ہے جو وہ چاہے وہی ہوگا تو ملائکہ وعیسے کوئی مخلوق کچھ نہین کرسکتی اور جب وہ چاہے لوگون کو دوبارہ پیدا کرے گا اور اُن کو جزا و سزا دے گا۔ اور بیضاوی رح وغیرہ نے لکھا کہ شدید المحال شدید المحالۃ لاعدائہ یعنے سخت حیلہ مین ڈالنے والا ہے منکرون کو۔ کیونکہ اگر وہ اُن کو قہر و جلال سے مقہور اس طرح کر دے کہ سب جھگڑا بھول جاوین تو اُس کو قدرت ہے ولیکن اُن کے لیے ایک وقت مقرر کر دیا اور فی الحال اُن کو ایسے طور پر اپنی قدرت مین مسخر رکھا کہ وے اپنے خیالات مین غرق ہین حالانکہ جو کرتے اور جو خیالات باندھتے ہین اُن سے خود ہلاکت مین پڑتے ہین مگر حق تعالے عزوجل کی قدرت کاملہ کا ایک نمونہ ہے کہ اُن کو کچھ خبر نہین ہوتی ہے لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ اسی کے لیے ہے دعوت حق یعنے الدعاء الحق کیونکہ وہی سزاوار ہے کہ اس سے دعا اور اس کی عبادت کی جاوے۔ یا سچا بلایا جانا اسی کے لیے ہے یعنے اسی کی بندگی کے لیے لوگون کو ہدایت کی جاوے یا دعا کا قبول کرنا اسی کی طرف سے سچ ہے یعنے جو لوگ غیرون سے دعا کر کے سمجھتے ہین کہ یہ کام ہو گیا فلان بت یا درخت یا میت یا آگ یا سورج و چاند وغیرہ سے تو یہ وہم باطل ہے اور حق تعالے عزوجل نے اُس کو مقدر کر دیا تھا اور ضرور وقت مقرر پر یہ مراد ملتی مگر حیلۂ آلٰہیہ کافرون کے حق مین شدید ہے حتی کہ کافر اُس کو اپنے خیالی شرک سے فوز مراد سمجھا حالانکہ جس سے دعا کی تھی اُس کی طاقت مین کچھ بھی نہ تھا اور جس نے حق تعالے عزوجل سے دعا مانگی وہ حق ہے وہ سنتا و جانتا اور قدرت والا ہے اپنے بندے کی دعا قبول فرماتا ہے۔ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ اور جو لوگ پکارتے ہین اللہ تعالے کے سوائے دوسرے کو یعنے اللہ تعالے کے غیر سے دعا مانگتے ہین۔ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ تو یہ لوگ ان پکارنے والون کے لیے کچھ بھی جواب نہین دے سکتے یعنے کسی بات کی بھی قبولیت نہین کرسکتے ہین کیونکہ اُن کو بذات خود کچھ قدرت نہین ہے۔ اِلَّا۔ مگر ایسی اجابت کر سکتے ہین كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ جیسے کوئی پیاسا پھیلائے اپنے دونون ہاتھ پانی کی طرف۔ لِيَبْلُغَ فَاهُ تاکہ پہونچ جاوے وہ پانی اُس کے مُنہ کو۔ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ حالانکہ

وہ پانی کبھی اُس کے مُنھ کو نہیں پہونچنے والا ہے تو ایسے ہی جو لوگ غیروں کو پکارتے اور اُن سے دعائیں مانگتے ہیں ایک بے
قدرت مخلوق سے ایسی چیز مانگتے ہیں جو نہ اُس کے پاس اور نہ دے سکتا ہے۔ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ
ضَلٰلٍ اور نہیں ہے پکار و دعاء کافروں کی مگر بھٹک میں۔ یعنے ضائع و باطل و بربادی میں پڑی رہتی ہے یا اُن کی دعا
بھٹکتی پھرتی ہے کہیں اُس کا ٹھکانا نہیں ہے یا ایسی دعاء گمراہی میں داخل ہے اور اول قول بہتر ہے۔ واضح ہو کہ ان آیات کی
تفسیر میں امام حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ قولہ تعالیٰ ویرسل الصواعق فیصیب بہا من یشاء یعنے صواعق کو انتقام
کے لیے بھیجتا ہے جس سے چاہتا ہے اُس کی حرکت کا انتقام لیتا ہے۔ اسی واسطے آخر زمانہ قرب قیامت میں اُس کی کثرت ہوگی
چنانچہ امام احمد نے اسناد سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت
کے نزدیک ہونے پر صواعق کی کثرت ہوگی یہاں تک کہ آدمی ایک قوم و محلہ والوں پاس آوے گا اور پوچھیگا کہ تم سے کون
آج صبح صاعقہ میں مبتلا ہوا پس کہینگے کہ فلاں شخص اور فلاں اور فلاں۔ اور آیات کے سبب نزول میں حافظ ابو یعلی
موصلی نے اس طرح روایت کی کہ حدثنا اسحٰق حدثنا علی بن ابی یسار الشیبانی حدثنا ثابت عن انس رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم الحدیث یعنے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد کو عرب کے ایک فرعون کے پاس ایک مرتبہ
بھیجا اور کہا کہ میری طرف سے اُس کو میرے پاس بلا لا۔ اُس نے جا کر اُس شخص سے کہا کہ تجھکو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بلایا
ہے اُس نے جواب دیا کہ رسول اللہ کون ہے اور اللہ تعالےٰ کیا ہے کیا وہ سونے کا ہے یا چاندی کا ہے یا تانبے کا ہے وہ شخص
واپس ہو کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور قصہ بیان کیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نے آپ سے پہلے
عرض کیا تھا کہ وہ اس سے بھی زیادہ بے پرواہ ہے اس نے مجھ سے یوں یوں گفتگو کی پس آپ نے فرمایا کہ دوبارہ اُس کے
پاس جا کر کہہ پس وہ گیا اور ویسا ہی جواب پایا تو واپس ہو کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا اور کہا کہ میں نے
عرض کیا تھا کہ وہ اس سے زیادہ بے پرواہ ہے پس فرمایا کہ تیسری بار اُس کے پاس جا کر دعوت کر پس وہ تیسری بار آیا
پس اُس نے تیسری بار اسی کلام کا اعادہ کیا پس اس درمیان میں کہ یہ دونوں اس گفتگو میں تھے ناگاہ حق تعالےٰ نے اس
مرد سرکش کے سر کے اوپر سیدھ پر ایک ٹکڑا ابر کا بھیجا اور رعد کی آواز آئی اور اس سے صاعقہ گری اور اُس کے سر کا
پیالہ اُڑا لیگئی پس اللہ تعالےٰ عز و جل نے نازل فرمایا ویرسل الصواعق الآیہ۔ اس حدیث کو ابن جریر نے بھی علی بن ابی یسار
سے روایت کیا اور حافظ امام ابوبکر البزار نے عبدہ بن عبد اللہ بن یزید بن ہارون عن دیلم بن غزوان عن ثابت عن انس بنحوہ
روایت کیا ہے اور کہا کہ حدثنا الحسن بن محمد حدثنا عفان حدثنا ابان بن یزید حدثنا عمران الجونی عن ابی عبد الرحمٰن بن صحار العبدی
انہ بلغہ ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم الحدیث بنحوہ یعنے مرسل بھی روایت ہے اور شیخ حافظ رح نے لکھا کہ مجاہد رحمہ اللہ تعالےٰ نے
کہا کہ ایک یہودی نے آکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اے محمد مجھے اپنے رب سے آگاہ کرو وہ کس چیز کا ہے تانبے کا یا موتی کا
یا یاقوت کا پس ایک صاعقہ آئی اور اسکو قتل کر دیا اور اللہ تعالےٰ عز و جل نے نازل فرمایا ویرسل الصواعق الآیہ۔ اور قتادہ رح نے
کہا کہ ہم سے بیان کیا گیا ہے کہ ایک شخص نے تو ہین کے الفاظ میں قرآن مجید سے انکار کیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی
پس اللہ تعالےٰ عز و جل نے صاعقہ بھیجی جس نے اُسکو ہلاک کر دیا اور اللہ تعالےٰ عز و جل نے نازل فرمایا ویرسل الصواعق الآیہ۔ اور شیخ

Marfat.com

ابن کثیر رحمہ نے لکھا کہ مفسرین نے اس کے سبب نزول مین قصہ عامر بن الطفیل اور اربد بن ربیعہ بھی ذکر کیا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اسانید ان کے صحیح ہین اور ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے یہ وقائع ہوتے رہے ہین اُن مین سے اخیر واقعہ کے بعد آیت کریمہ کا نزول ہوا ہے اور من یشاء سے دلالت پائی گئی کہ سب اس مین داخل ہین اور شیخ حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونون عامر و اربد کا قصہ اس طرح لکھا کہ دونون نے مدینہ مین حاضر ہو کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے چاہا کہ ہمارے واسطے نصف شرکت قبول کرو تاکہ اس جہالت کی بات کے جواب مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکار کا جواب دیدیا اس کے سوائے کوئی جواب ہی نہ تھا پس عامر بن الطفیل ملعون نے کہا کہ واللہ مین تیز رو گھوڑون اور شہسوار جوانون سے ہجوم کرونگا پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روکیگا تجھ کو اللہ تعالے عز وجل اس سے اور مجھ سے باز رکھینگے تجھ کو دونون فرزند قیلہ کے یعنے اوس وخزرج۔ پھر ان دونون نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فریب سے قتل کا قصد کیا پس ایک نے تو آپ کو باتون مین لگایا اور دوسرے نے پیٹھ کی طرف کھڑے ہو کر تلوار کھینچنا شروع کی مگر اللہ تعالے عز وجل نے اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو محفوظ رکھا اور یہ دونون مدینہ سے نکلکر عرب کے گروہون مین پھرے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی لڑائی کے لیے لوگون کو جمع کرتے تھے پس اللہ تعالے عز وجل نے اربد پر بجلی گرائی کہ جلکر ہلاک ہو گیا اور رہا عامر بن الطفیل تو اس پر طاعون اترا اور اُس کے بڑا غدہ نکل آیا تو کہتا کہ اے آل عامر یہ غدہ مثل غدہ بکر کے ہے اور موت بیت سلولیہ مین ہے حتے کہ مر گیا اور اللہ تعالے عز وجل نے اس واقعہ مین نازل فرمایا ویرسل الصواعق فیصیب بہا من یشاء الآیہ اور ابو القاسم الطبرانی نے کہا کہ حدثنا سعدۃ بن سعید العطار حدثنا ابراہیم بن المنذر الحزامی حدثنی عبد العزیز بن عمران حدثنی عبد الرحمن بن زید و عبد اللہ بن زید عن ابیہما زید بن اسلم عن عطاء بن یسار عن ابن عباس ان اربد بن قیس بن خز بن جلید لے آخر القصہ مترجم کہتا ہے کہ جیسی روایت محی السنہ صاحب معالم نے ذکر فرمائی ویسی ہی آخر تک مذکور ہے صرف خفیف تفاوت بعض مقام پر ہے چنانچہ جب عامر کے سوالات کا جواب ملا تو وہ اربد کے ساتھ کہتا ہوا چلا کہ واللہ سوارون کے لشکر کو تجھ پر چڑھا لاؤنگا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے عز وجل تجھ کو اس سے باز رکھیگا اور ہر دو پسران قیلہ یعنے اوس وخزرج پس دونون اربد و عامر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس سے نکل گئے تو عامر بولا کہ اے اربد مین تو محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو تجھ سے موڑ کر اپنی طرف باتون مین مشغول کرونگا تو محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو تلوار سے قتل کر دے اور جب تو مار ڈالے گا تو آخر یہ لوگ دیت پر راضی ہو جاوینگے اور باہمی جنگ و جدال کو مکروہ رکھینگے۔ اربد نے کہا کہ مین ایسا کرونگا پس دونون واپس ہو کر آئے اور عامر ملعون نے کہا کہ اے محمد میرے ساتھ اُٹھو مین تم سے کچھ باتین کرونگا پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُسکے ساتھ علیحدہ ہو گئے اور اُس نے آپ سے جھگڑالو باتین کرنی شروع کین اور اربد نے فوراً اپنی تلوار پر ہاتھ مار کر کھینچنا چاہا مگر قبضہ پر اُس کا ہاتھ خشک ہو گیا اور وہ تلوار نہ کھینچ سکا اور عامر کو ظاہر ہوا کہ اربد بہت دیر کر رہا ہے اور عامر مضطرب ہوا کہ ناگاہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مڑکر دیکھا تو اربد کا فعل آپ کو ظاہر ہو گیا پس آپ دونون سے ہٹ گئے اور یہ دونون وہان سے چلدیے حتے کہ جب کنکریلی زمین جسکو حرہ راقم کہتے ہین پہونچے تھے کہ حضرت سعد بن معاذ اور اُسید بن حضیر دونون سردار اوس وخزرج کے ان دونون کی طرف پہونچے اور آواز دی کہ او دشمنان خدا آنکھین پھاڑ کے دیکھو اللہ تعالے عز وجل تم دونون پر لعنت کرے پس عامر نے سعد سے کہا کہ یہ کون ہے انھون نے

آیہ ۱۳

Marfat.com

فرمایا کہ یہ سردار اُسید بن حضیر ہے تیری عقب کاٹنے والا پس یہ دونون وہان سے چلدیے یہان تک کہ جب رقم تک پہونچے تو اللہ تعالےٰ عز وجل نے اربد پر صاعقہ بھیجی جس نے اُس کو قتل کر دیا اور عامر بھاگا یہان تک کہ جریم تک پہونچا ہوگا کہ اللہ تعالےٰ عز وجل نے اس پر طاعون نازل فرمایا کہ غدہ پڑکر قرحہ ہوگیا اور رات ہوگئی وہان بنی سلول مین سے ایک عورت کے مکان مین اترا اور اپنے قرحہ کو مس کرتا اپنے حلق مین اور کہتا کہ غدۃ کغدۃ الجمل وموت فی بیت سلولیہ۔ چاہتا تھا کہ سلولیہ کے گھر مین نہ مرے پھر گھوڑے پر سوار ہوکر روانہ ہوا اور اسی کی پیٹھ پر مرا۔ پس اللہ تعالےٰ عز وجل نے نازل فرمایا اللہ یعلم ما تحمل کل انثی الی الآیات پس قولہ تعالےٰ لہ معقبات من بین یدیہ ومن خلفہ یحفظونہ من امر اللہ۔ یعنے محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر ملائکہ حافظین ہین اور قولہ تعالےٰ ویرسل الصواعق الآیہ مین اربد ملعون کے قتل کو بیان فرمایا اور قولہ وہم یجادلون فی اللہ الآیہ کے معنے یہ ہین کہ اللہ تعالےٰ کی عظمت وکبریائی مین بداعتقادی وجھگڑا کرتے تھے حالانکہ وہ شدید المحال ہے۔ قال المترجم ہکذا ذکرہ الحافظ بطولہ اور مین کہتا ہون کہ معالم کی روایت مین ہے کہ عامر مذکور لعنہ اللہ اپنا نیزہ گھماتا جاتا اور لات وعزیٰ سے دعا کرتا اور کہتا کہ محمد واُس کا دوست ملک الموت میرے سامنے پڑین تو دونون کو اس نیزہ سے بمدد لات وعزیٰ ہلاک کرڈالون۔ اور مذکور ہے کہ آنحضرت صلعم نے دعا فرمائی تھی کہ اے میرے رب تو مجھے کفایت فرماوے ان دونون سے جسطرح تو چاہے پس قولہ تعالےٰ لہ دعوۃ الحق الآیہ مین یہ بھی ظاہر ہوا کہ اللہ تعالےٰ عز وجل سمیع وبصیر ومجیب ہے اور کافرون کا دعا کرنا بھٹک ہے کہ جن سے مانگتے ہین انکو کچھ قدرت نہین ہے۔ اب مین کہتا ہون کہ اسباب نزول جید روایات سے یہان متعدد ہین پس یہ آیات بھی ایسی ہین کہ متعدد وقائع کے بعد نازل ہوئی ہین۔ اور انہین معجزات وآیات عظمت وجلال الٰہی سبحانہ تعالےٰ وصدق رسالت حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم ظاہر ہین اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ابو یعلی الموصلی کو معالم مین بھی ذکر فرمایا اور اسقدر زیادہ ہے کہ جب وہ سرکش کافر صاعقہ سے ہلاک ہوا تو اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وہان سے آنحضرت صلعم کی طرف تیز چلے کہ آپ کو آگاہ کرین کہ ناگاہ بعض صحابہ رض کو اپنی طرف آتے دیکھا اُنھون نے بعد سلام کے کہا کہ کیا وہ کافر صاعقہ سے ہلاک ہوا انھون نے کہا کہ تم نے کہان سے جانا کہنے لگے کہ اللہ تعالےٰ عز وجل نے آیات نازل فرمائی ہین پس سب نے تسبیح پڑھی۔ اور قولہ تعالےٰ شدید المحال۔ ابن الاعرابی نے کہا کہ محال بمعنے مکر ہے اور اللہ تعالےٰ عز وجل کی طرف سے مکر یہ کہ حق تدبیر فرماوے۔ نحاس رح کے قول مین اسی کی توضیح ہے کہ اللہ تعالےٰ عز وجل کی طرف سے مکر یہ ہے کہ جو شخص سختی وعذاب کا مستحق ہے اُس کو ایسی راہ سے عذاب پہونچاوے کہ اُس کو شعور نہ ہو۔ ابو عبیدہ رح نے کہا کہ محال بمعنے عقوبت ومکر۔ زجاج رح نے کہا کہ بمعنے قوت وشدت۔ قاموس مین ہے کہ محال مکر وکید وکسی امر کا حیلہ وتدبیر سے قصد کرنا اور قدرت وغلبہ وعذاب وعقوبت وعداوت وقوت وشدت۔ اور ابن عباس رض نے کہا کہ شدید المحال اے شدید الاخذ یعنے اسکی پکڑ سخت ہے اور یہ گویا اصلی مراد کا بیان ہے۔ قولہ تعالےٰ لہ دعوۃ الحق۔ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا یعنے توحید۔ رواہ ابن جریر۔ ابن عباس اور قتادہ ومحمد بن المنکدر نے کہا یعنے لا الٰہ الا اللہ مین کہتا ہون کہ یہ توحید کی تفسیر ہے اور مراد یہ کہ اللہ تعالےٰ توحید کی طرف بلاتا ہے اور شاید معنے ہون کہ جو دعا توحید سے کیجاوے وہ اللہ تعالےٰ عز وجل کی درگاہ کے لائق ہے اور حاصل یہ کہ جو شخص دین توحید پر ہو اُس کی دعا بھٹکتی نہین بلکہ اللہ تعالےٰ عز وجل کی قبولیت سے

سرفراز ہوتی ہے چنانچہ آگے کافرون کی دعا بتون وغیرہ سے بیکار وبھٹکی قرار دی۔ اور قولہ تعالےٰ الا کباسط کفیہ الی الماء۔
حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کہ جیسے کوئی کنوین کے کنارے ہاتھ سے پانی لیوے تو وہ اُسکے ہاتھ ہی کو نہ پہونچے گا تو مُنھ مین
کیسے آوے گا۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مثل بیان فرمائی کہ پیاسا ہو قریب زبان سے پانی بُلاوے اور ہاتھ اُس کے
آگے پھیلاوے کہ اُس کے مُنھ مین آجاوے وہ کبھی نہ آوے گا ایسے ہی سوائے اللہ تعالےٰ عزوجل کے غیرون کو پکارنے والے
محروم اور جن کو پکارین جواب نہین دیسکتے۔ ف عرائس کے اشارات کی تلخیص یہ ہے کہ قولہ تعالےٰ ہو الذی یریکم البرق۔
بیان مقامات مریدین کہ برق وخوف وطمع کا ذکر فرمایا ورنہ عارفین اُمید وبیم سے آگے نکرت سے مایوس اور معرفت سے
باہون ہین اور بجاے خوف کے بحر الجلال مین غرق ہین اور بجاے امید کے مقام انبساط مین اور بجاے برق کے آفتاب
مشاہدہ مین ہین۔ محبت ایمانی کی منزلون مین سراب حیرت کی پیاس کے وقت برق تجلی اور سحاب عظمت سے جمال عزت
مین سیراب فرماتا ہے پس عارف ومومن اپنی نعمت زائل ہونے سے خائف وباقی رہنے کا طامع ہوتا ہے۔ قولہ ویسبح الرعد
بحمدہ۔ اہل الصدق کے دلون پر انوار تنزیہ القدم پڑتے ہین اور غلبۂ توحید وہیجان سے بزبان تسبیح مثل رعد کے تقدیس کرتے ہین
اور ملائکہ ارواح فانیہ ظہور انوار جلال واشراق بقا سے بخوف فنا وطمع بقا تسبیح کرتے ہین کیونکہ متحمل بندہ واحد ہے اور
عرفاء دیگر اس مرتبہ عظمت مین خوف بعد سے ہراسان اور صواعق کبریا کا ورود اہل تجرید وتفرید کو مکدر تعلقات سے فنا کر کے
ظاہر ومظہر محل تسبیح مین بقاء دیتا ہی۔ ابو علی الثقفی رح وغیرہ نے کہا کہ برق محبت سے طمع وخوف ہی اور ورود ایک لمحہ اور خوف
اعتراض کدورات وطمع اخلاص معاملات۔ کما قال ابوبکر بن طاہر وخوف انقطاع وطمع قرب کما قال ابو یعقوب شیخ استاد رح نے کہا
کہ جیسے ظاہر معاملات مین برق دکھلا کر خوف قحط وتردد مسافر اور طمع ارزانی وآسائش مقیم ہی ایسے ہی اسرار باطن مین ظہور لائح
پھر لامع پھر طالع پھر برق ہی یہ انوار محاضرہ ہین پھر انوار مکاشفہ مین خوف قطع وعدم بقا اور طمع دوام وحصول رضاء پس
محاضرہ سے مکاشفہ مین پہونچا پھر مشاہدہ پھر وجود پھر خمود مین کامل ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ برق برہان پھر قمر عیان پھر آفتاب عرفان
جو نہ غروب ہو نہ محجوب کما قیل۔ ؎ ہی الشمس الا ان للشمس غیبۃ ؛ وہذا الذی الفیت لیس بغیب۔ کہا گیا کہ طمع وصال سے
زائد خوف فراق ہے۔ اُستاد رح نے کہا کہ سحاب ثقال سے تاریکی چھا جاتی ہے جس سے برداشت کی تو قطرات مطر سے گلشن
ہرا بھولا پھلا ورنہ بے تضرع وگریہ خشکی مین کیا نظر آئیگا پس استدعاے فضل ورحمت سے برداشت انقطاع تعلق پر طلب عذاے
قلب مکرر درد کے بعد تلویح تحقیق پس خندہ سے شادمانی روح وحصول قرب۔ کہا گیا کہ اہل الدت کو صواعق قہریات سے
فترات ہین جن سے ملائکہ خائف ہوتے ہین۔ قولہ لہ دعوۃ الحق۔ دعوت حق ندائے الست بربکم جسکا جواب ارواح طیبہ نے بزبان شوق دیا
پھر دعوت حق بزبان انبیاء وصدیقین بجانب مومنین طاہرین جنھون نے خوشی سے فدا ہونا قبول کیا۔ یہ دعوت سچی ہے ہلاک سے
محفوظ اور ماسواے اسکے دعوت نفس وجہالت وریا وسمعت ہو دی ہہلاکت وضلالت ہی۔ اور قال تعالےٰ وما دعاء الکافرین
الا فی ضلال۔ دعاے ریاکاران باتباع نفس ہوے طریق اخلاص وصدق سے خارج ہزارون راستون پر بھٹکتی ہی۔ ابن عطاء رح
نے کہا کہ ہر خواہش جب بدعوت حق ہو صحیح ہے ماننے والا حق کو پہونچا اور جس نے دعوت نفس قبول کی اُس نے ہلاکت مین جھونکا
بعض نے کہا کہ حق کا داعی از حق سچی ہی۔ جعفر رح نے کہا کہ داعی نفس خود بجانب کفر وضلالت ہی کہ امانت سے خارج ہو اور ایک داعی

لہ آفتاب بعد غروب از نظر آفتاب [illegible]

بحق اور دوم داعی بجانب حق دسوم داعی براہ حق یہ سب دعوۃ الحق ہیں کہ اپنے نفس سے دعوت نہیں کرتے اور جو کوئی اپنے نفس سے مخلوق کو دعوت کرتا ہے ضلال ہے۔ اُستاد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ دعوۃ الحق برہان آیات بینات کشم اسرار ہے جو اندھا بہرا نہو اور دیکھا سُنا عالم ہوا اور مقابلہ میں دعوت شیطان ہے وہ بزینت چشم ظاہر وانکار چشم باطن ہے مگر جو زینت ظاہر پر فریفتہ ہوا اُس نے گمراہی قبول کی اور ساتھ ہی وہ داعی نفس ہیں کہ خواہشوں کی مہار دیکر آدمی کو کھینچتے ہیں جو اسطرف جھکا مارا پڑا ایک قسم دعوت بلاواسطۂ ملک ہے اقول یہی احادیث قدسی ہیں۔ کہا کہ وہاں فرشتہ وعقل کی دلیل واشارات کو دخل نہیں بلکہ سماعت از حق بحق اور اجابت بحق برائے حق تعالےٰ عزوجل ہے۔ وقولہ وما دعاء الکافرین۔ میں کہا کہ ہواجس نفس وخواہش لذات وشہوات اسی میں داخل ہیں اقول ہر خواہش کے قبول کرنے میں نتیجہ برباد ہے اور شیخ رح نے کہا کہ مجھے اوائل عمر میں نقص سے وداعی کی تفصیل اس طرح معلوم ہوئی کہ ہر دعوت بظہور لطف یا قہر ہے اس کی سات قسمیں ہیں اوّل دعوت حق بلاواسطہ دوم دعوت لمۃ الملک سوم دعوت روح۔ چہارم دعوت عقل پنجم دعوت قلب ششم دعوت نفس ہفتم دعوت شیطان۔ اور اس عمر میں مجھے تین اقسام اور ظاہر ہوئے ہیں ہشتم دعوت سر باطن نہم دعوت سر السر۔ اور دہم دعوت طبیعت سر جسم کہتا ہے داعی سے معنے یہ سمجھو کہ کسی بھلائی یا بُرائی کی طرف آمادہ ہونے کی مقتضے۔ اور منجلہ دس اقسام کے سات وہ چیزیں داعی ہیں جو بھلائی کی طرف بُلاتی ہیں اور تین وہ ہیں جو بُرائی کی طرف داعی ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ بھلائی کی طرف بلانے والی دس ہیں اور بُرائی کی طرف داعی ایک ہے پھر دس بلانے کی ایک بات سُنی تو دس گونہ لکھی جاوے اور ایک کی ایک کو ایک لکھا جاوے پس انسان کی غفلت کا ٹھکانا نہیں ہر اس کے باوجود ایک کی دس گونہ زائد ہونگی اور دس کی دس گونہ کم اللھم غفرانک۔ اور لمۃ الملک کی دعوت یہ ہے کہ انسان میں لمۃ الملک اور لمۃ الشیطان کی ترکیب ہے اور ہر ایک اپنے اثر کو مقتضے ہے۔ پھر شیخ نے کہا کہ ظہور قہریات سے جو دو داعی ہیں اُن میں سے اول شیطان ہے اور اسکی دعوت کی پہچان یہ ہے کہ قلب میں ہجوم افکار شرارت ہو اور نفس کو ہیجان ہو وطبیعت جوش میں ہو اور بدن توانا ہو اور اُس کی توانائی میں توجہ بسند دل ہو اور سینہ میں اضطراب ہو اور قلب پر ابر چھایا ہو اور روح کی آنکھوں پر غبار ہو اور نفس میں خفت ہو اور طبیعت کو ہر دم اپنی خواہشات پوری کرنے پر میلان ہو۔ اور اکثر یہ وسواس اُس شخص کو جو اُن کی پیروی کرے کفر یا کبیرہ گناہ میں ڈالتے ہیں وہ زندیق ہو جاتا ہے اور اللہ تعالےٰ عزوجل کی پاک ذات کو ناپاک حواس سے یا تو تشبیہ دینے لگتا ہے جیسے فرقہ مجسمہ ومشبہہ ہے یا اُسکو معطل قرار دیتا ہے جیسے یونانی حکماء تھے یا دیگر اقسام بیشمار سے اُس کی پاک الوہیت میں شرک وکفر کرتا ہے۔ دوم داعی قہر میں سے نفس امّارہ ہے کہ جو شخص اپنے نفس امّارہ کی اطاعت کرتا ہے اُسکو طرح طرح کی شہوات وحظوظ وفحش کی جانب بُلاتا ہے اور حیلہ اخلاق ذمیمہ کی جانب داعی ہوتا ہے اور کبھی نفس وشیطان مل کر آدمی کو علم کی زبان سے ریاکاری کی طرف بُلاتے ہیں اور بہت کم ایسے لوگ ہیں جو اس مکر وخدع کو پہچانتے ہیں اور جس نے مان لیا تو وہ باطل وکسل وفسادت میں گرفتار ہو جاتا ہے اور حسن ارادہ وصحت نیت سے محروم ہو جاتا ہے سوم داعی طبیعت ہے اور یہ عجیب بھید ہے اور یہ جنبش فطرت ہے جو شہوات خفیہ قبول کرنے کی استعداد سے خمیر کی گئی ہے اور وہ غیب قلب میں ہوتی ہے اور یہ اس طرح ہوتا ہے کہ قہر کا بھید اُس کو اُبھارتا ہے کہ جس لذت کے لیے اُس کی پیدائش ہے اس کی جانب توجہ کرے اور صفات بشریہ کی تقویت کرے اور یہ ایسی خفی خواہش ہے جو فطرت طبیعت میں مضمر ہے اور اسی کی نسبت صالحین سے

Marfat.com

پناہ مانگنے کی دعائین آئی ہین اور جس نے مان لیا وہ روح ذکر وانوار فکر سے محبوب ہوجاتا ہے۔ رہین سات خواہشین جو داعی الی الخیر ہین اول داعی قلب جو آدمی کو حکم کرتا ہے کہ اعمال کے تزکیہ کو چھوڑے اور صفائی ذکر مین مشغول ہو کیونکہ اس سے اُس کو اطمینان ولذت یقین حاصل ہوتی ہے کما قال تعالےٰ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ پس جس نے اُس کی دعوت قبول کی اس طرح کہ مراقبہ مین اور خطرات پاک کرنے مین مشغول ہوا تو اُس کو صفائی عبادت حاصل ہوتی ہے اور ملکوت وجبروت کی خوشبو پاتا ہے۔ دوم داعی عقل اور وہ آدمی کو تزکیہ نفس ومجاہدہ وریاضت واقسام طاعات وخلوت کی طرف بلاتی ہے جس نے مان لیا وہ مراقبات ومحاضرات تک پہونچتا ہے۔ سوم داعی روح کہ آدمی کو تفکر غیب وطلب اسرار ودیدار ملکوت واستماع آواز جبروت کی طرف بُلاتی ہے جس سے ہلال مشاہدہ طلوع ہوتا ہے اور بندہ شراب شوق سے مخمور ہو کر ہر چیز سے منقطع ہوجاتا ہے اور یہ لذائذ وہ ہین کہ لذت نفس وشیطان اُس کے سامنے زہر ہلاہل نظر آتے ہین پس اُس وقت نفس وشیطان کا قابو نہین رہتا ہے الا ماشاء اللہ تعالےٰ پس جس نے اُس کی دعوت مانی تو اوصاف بشریہ سے پاک اور اوصاف روحانیہ سے آراستہ ہو کر نور تجلی کو آئینۂ یقین سے دیکھتا ہے۔ چہارم داعی ملک اور وہ الہام الٰہی بامر اللہ سبحانہ تعالےٰ عزوجل ہے جو اُس کو ایسا علم الہام فرماتا ہے کہ خطرات لطف وقہر کے درمیان امتیاز وفرق کر کے راہ مستقیم پر قائم ہوتا ہے اور انجام کار اتباع کتاب وسنت پر عود کرتا ہے اور دریاے حکمت سے جواہر علوم آلہیہ استخراج کرتا ہے۔ پنجم دعوت سر باطن جسکی خواہش ہو کہ ہمت کو تمام دنیا وآخرت سے اُٹھا کر رضوان حق عزوجل پر قائم کرے اور ماننے والا کشف مشاہدہ اور عجائب اسرار معرفت سے سرفراز ہوتا ہے۔ ششم دعوت سر السر اور وہ آواز نور ہے کہ غیب الغیب سے اُس کو لا الٰہ الا اللہ سکھلاتی ہے یعنے قدیم کو ہر طرح حدوث سے علحدہ کرے اور خود وجود سے علحدہ ہو اور عبودیت کے امتحانات سے خارج ہو کر صفات ربوبیت سے متصف ہو پس جس نے مان لیا وہ انوار تجلی ذات وصفات سے منور ہوتا ہے۔ ہفتم داعی حق بلا واسطہ اور اُس کے تین مرتبہ ہین اول دعوت حق تعالےٰ عزوجل با فعال خاصہ اور یہ مشاہدۂ انوار صفات در فعل ہے اور یہ مقام مشاہدہ التباس ہے جس نے دعوت قبول کی وہ دریاے عشق مین امواج لطف کے ساتھ مستغرق ہوتا ہے کیونکہ اُسکو لطف کے ساتھ دعوت فرمائی اور اس مین باقی نہین رکھتا بلکہ التباس سے صرف مشاہدہ کی طرف لیجاتا ہے اور دوم دعوت صفات اور اس سے ذات پاک سے ظہور صفات کا طلوع نظر آتا ہے اور ہر صفت سے اُس کو ایک ذوق ہے تاکہ بوارد ذات کو متحمل ہو اور جس نے مانا وہ نور اسماء ونعوت کے منازل سے انوار ذات تک رسائی پاتا ہے پس عارف بصفت قدم ہوتا ہے۔ مرتبہ سوم دعوت ذات اور یہ کلام مقرون بکشف حقیقت از عین ذات ہے کہ کنہ قدم وازلیت ذات مین فانی کرتا ہے اور انسان پر آفتاب قدیم وازل وابد کا طلوع ہوتا ہے اور اُس کے انکشاف مین عین اور عین العین اور عجب العجیب اور غیب الغیب کے انوار مین پس صفات وذات مین فنا ہو کر متصف بصفات وذات ہوتا ہے اور یہی مقام ہے کہ جو قرب نوافل معروف ہے اور یہ نعمت معرفت خود عطا فرمائی پس بندہ کو اُس کے نفس کی شناخت دیتا ہے پس حق کو بحق اور نفس کو بحق پہچانتا ہے حالانکہ پہلے اپنے نفس کو فی الحق بھول گیا تھا اور یہی معنے ہین قولہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ۔ مترجم کہتا ہے کہ اس کلام سے صاف ظاہر ہے کہ بندہ ہر حال مین بندہ ہے عرفان کمال ہے نہ آنکہ مخلوق بدل کر خالق ہوگیا نعوذ باللہ منہ۔ ولیکن بندہ

Marfat.com

آدمی درحقیقت یہی بندہ عارف ہے۔ پھر حق تعالے عز وجل نے اپنی کبریائی وعظمت مین ہر مخلوق کو مسخر و ذلیل وچار و ناچار مطیع بیان فرمایا۔

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ

اور اللہ ہی کے لیے سجدہ کرتا ہی ہر وہ جو آسمانون مین ہے اور زمین مین ہو خوشی تابعداری سے اور مجبوری کراہیت سے اور ان سب کے سایہ

بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۝

اول روز اور آخر دن مین

سجدہ

واضح ہو کہ سجود لغت انسانی ہو زمین پر پیشانی رکھنا ولیکن سوائے انسان کے دوسری چیزون مین سجود لنکے لائق طور پر ہے اور صحیح ثابت ہی کہ آفتاب سجدہ کرتا ہی جیسے تسبیح ہر چیز کی اُس کے طور پر ہی اور مراد سجود سے انقیاد بھی ہو سکتا ہے جیسے اُردو محاورہ مین بولتے ہین کہ تم تو اُسی کے پاؤن پر سر ٹیکتے ہو یعنے بالکل اُسی کے مطیع وتابع فرمان ہو پس اگر سر ٹیک کر سجدہ مراد ہو تو معنے قولہ تعالے وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا اور اللہ تعالے ہی کے لیے سر ٹیک کر سجدہ کرتا ہی ہر وہ جو آسمانون وزمین مین ہی۔ بعض نے کہا کہ ملائکہ کا سجدہ کرنا معلوم ہی اور زمین والون مین سے فقط مسلمین مراد ہین پس طوعاً وہ مومنین سجدہ کرتے ہین جو ظاہر و باطن ایمان رکھتے ہین اور کرہاً جو ظاہر مین اسلام و باطن مین کفر یعنے منافق ہین۔ اور بعض نے کہا کہ مومنین مراد ہین لیکن بعضے بطوع ورغبت سجدہ کرتے ہین اُنپر گران نہین اور بعضے بسبب مشقت کے گرانی سے سجدہ کرتے ہین اور مشقت کو بسبب ایمان کے گوارا کرتے ہین۔ مترجم کہتا ہی کہ تکلف کے باوجود ملائکہ کی نسبت سجدہ کے یہ معنے کیونکر معلوم ہوئے جو آدمی مین سر ٹیک کر سجدہ کے ہین اسلیے کہ جسم مثل آدمی کے نہین ہین اور اگر سجدہ کے معنے وہ ہون جو ہر ایک چیز کے لائق سجدہ ہی تو انسان کی خصوصیت نہین ہے بلکہ لفظ مَنْ اہل عقل کی تغلیب ہے اور معنے یہ ہین کہ جو چیز آسمانون وزمین مین ہے اللہ تعالے ہی کے لیے سجدہ کرتی ہے بعض بطوع ورغبت اور بعض باکراہ۔ ولیکن اس تاویل پر یہ تامل ہی کہ کفار اکثر چیزون وبتون کے لیے سجدہ کرتے ہین پس یہ انحصار کہ اللہ تعالے ہی کے لیے سجدہ کرتے ہین کس معنے مین ہی۔ اور بعض نے کہا کہ یہ بیان عظمت وقہر آلہی کا ہی کما قال تعالے وهو الواحد القهار یعنے ہر چیز جسکو دیکھا جاوے کہ وہ اللہ تعالے عز وجل سے منکر ہی وہ اضلال آلہی کی مطیع ہی اور جو چیز جہنم کے لیے مخلوق ہے اور ویسے ہی افعال کرتی ہی جو اُسکے لیے مقدر فرمائی ہین تو وہ خلق وتقدیر آلہی کی مطیع ہے پس سجدہ یعنے انقیاد واطاعت ہے اور اُس کی تعبیر سجدہ سے فرمائی اس بیان کے لیے کہ سجدہ کمال انقیاد ونہایت عاجزی کا اقرار ہے پس گویا فرمایا کہ اللہ تعالے ہی کے لیے بالکل مطیع ومنقاد ہے جو چیز آسمانون وزمین مین ہے۔ اگر کہا جاوے کہ یہ تو قہراً انقیاد ہے اس مین طوع وکرہ کو دخل کیونکر ہے تو جواب یہ ہی کہ مرض وسختی وبلاء وغیرہ امور آلہی جو جاری ہین اس مین مومنین اطاعت کے ساتھ منقاد ہین اور سب اللہ تعالے عز وجل کی طرف سے جانتے ہین ؎ دگر تلخ بینند دم در کشند ولیکن مشرک نہین بنتے ہین اور کفار ومنافقین واہل شرک کا یہ حال ہی کہ ان چیزون کو کرہاً مانتے ہین حالانکہ کرہ کا کچھ اثر نہین ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ آیت اُن علماء کے لیے اصل ہے جو وحدت شہودی کے قائل ہین فافہم۔ وَظِلٰلُهُمْ اور سایہ ان لوگون کے۔ بِالْغُدُوِّ چڑھتے دن کے اوقات مین وَالْاٰصَالِ اور ڈھلتے دن کے اوقات مین۔ اصل لغت مین غدو طلوع فجر سے طلوع شمس تک وغدوہ وغداۃ اول نہار وقبل الی نصف النہار اور آصال جمع اصیل عصر سے مغرب تک اور لفظ

Marfat.com

جمع سے ڈھلتے دن کے اوقات مراد ہونا ظاہر ہوتا ہے پس غدو سے چڑھتے دن کے اوقات مراد ہین اور کہا گیا کہ غدو اور آصال کے ذکر سے دن کے دونون اطراف جنمین سایہ کا پڑنا زیادہ ظاہر ہے اوران کے ظلال سے مراد فقط وہ ہین جنکا سایہ ہوتا ہے نہ فرشتہ و جن اور انکے سایہ کا سجدہ اُن کے سجدہ کے ساتھ ہے لذا قیل ولیکن مترجم کہتا ہے کہ ان اوقات مین ہر ایک سجدہ نہین کرتا ہو اور زجاج نے کہا کہ تفسیر مین آیا ہے کہ کافر غیر اللہ کو سجدہ کرتا ہے اور اُسکا سایہ اللہ تعالے عز وجل کو سجدہ کرتا ہے۔ ابن الانباری رح نے کہا کہ اسمین کچھ تردد نہین ہوسکتا کہ اللہ تعالے عز وجل نے سایہ مین ایسی سمجھ پیدا کی ہو کہ وہ اللہ تعالے عز وجل کے لیے سجدہ کرتا ہے جیسے پہاڑون مین کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ تسبیح پڑھتے تھے۔ مین کہتا ہون کہ پس آیت کی تفسیر ہو دوسری آیت قولہ اولم یروا الے ما خلق اللہ من شئی یتفیؤ ظلالہم عن الیمین والشمائل سجدا للہ وہم داخرون۔ اور عنقریب اس کی تفسیر انشاء اللہ تعالے آویگی۔ بعض نے کہا کہ سایہ کا سجدہ زمین پر کم وبیش پڑنا اور ایک جانب سے دوسری جانب پھرجانا جیسا جیسا آفتاب چڑھتا اُترتا ہے۔ اور علماے ربانیہ وعارفین حکماء ان آیات پر سربسجدہ ہوتے ہین اور اُنکے قلوب پانی پانی ہوجاتے ہین اور عظمت وجلال الٰہی مین پگھلتے ہین اور سب سچ وصدق دیکھتے ہین ولیکن عوام کے افہام وعقول سے بیان باہر ہے اور حدیث مین ظہر کی سنتون کے بیان مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت اولم یروا الے ما خلق اللہ تعالے الآیہ پڑھی مسئلہ۔ نماز مین قیام افضل ہو یا سجود افضل ہے دو قول ہین بعضے اول وبعضے دوم کے قائل ہین وارجح یہ کہ سجود افضل ہو۔ مسئلہ۔ اس آیت پر سجدہ علماء حنفیہ کے قول پر واجب ہو ف فی العرائس قولہ تعالے وللہ یسجد من فی السموات الآیہ۔ اہل ملکوت بمشاہدۂ عظمت بطریق جلال اور آدمی وجن بعد مشاہدۂ ربوبیت سجدہ کرتے ہین بعضے بعد کشف انوار محبت وشوق وبعضے درمیان مجاہدہ وریاضت کے نفس کو مجبور کرکے ویون ہی اہل محبت وعشق بطوع ورغبت اور اہل عرفان بکرہ کیونکہ عبودیت مخلوق کہان لائق ربوبیت قدیم ہو اور واضح ہو کہ انسان بصورت عالم صغیر ہو اور بالمعنے عالم کبیر ہو پس از جانب اعلی سموات واز اسفل ارض ہو اور سموات بن روح وعقل وقلب ونفس مع جنود مجندہ ہین پس سجدۂ روح بکشف جمال وسجدۂ قلب بکشف جمال وجلال وسجدۂ عقل بکشف افعال بطوع ورغبت ہو اور سجدۂ نفس بکشف انوار جبروت وقہر کرہا ہو اور ظلال ارواح وعقل وقلب یعنی اسرار مکنونہ جنکو اللہ تعالے عز وجل نے آئینہ حقائق عرفان بنایا ہو وقت کشف وظہور کے طوعا سجدہ کرتے ہین اور ظلال نفوس یعنے اضمحلال وقت کشف قہریات کرہا بطریق انقیاد سجدہ کرتے ہین۔ جنید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ عارف بطوع ومُعرض بکرہ سجدہ کرتا ہو اور کہا کہ جب اسپر مصائب آئے تو ذلیل ہوا اور جب راحت وآرام پہونچا سرکش ہوا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ کلام صحیح ہو ولیکن تفسیر آیت سے اُسکو کم تعلق ہو وقال المترجم ولا یخفی علی المتامل صدق ما قیل من ان الظاہر فی المظاہر حق ولیس فی الوجود الا الحی القیوم ودونہ ظلال لا وجود لہا ولا فرق بین الانسان وظلہ الا من حیث المظہریۃ فالقاہر القادر علی المخلوق وما خلق منہ ہو الخالق عز وجل فحیث سجد سجد لہ ولیس ہذا علی ما یردونہ من الجبر فی شئی فافہم واللہ تعالے اعلم بالصواب اور شیخ محقق محی الدین بن العربی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر مین لکھا کہ قولہ وللہ یسجد۔ ینقاد۔ اور اللہ تعالے عز وجل ہی کی منقاد ہو۔ من فی السموات والارض۔ جو آسمانون وزمین مین ہو یعنے حقائق روحانیات مانند اعیان جواہر وملکوت اشیا کے طوعا وکرہا۔ یعنے چاہین یا نہ چاہین اور معنے یہ کہ خواہ مخواہ انپر یہ انقیاد لازم ہو ولیکن بعضے اس انقیاد مین خوش ہین اور بعضے ناخوش ہین۔ وظلالہم۔ یعنے اُن کی صورتین واجسام وبدن جوان روحانیات وملکوتیات کی نسبت تصویر وظلال ہین اسی واسطے اس سجدہ مین پیغمبر خدا صلے اللہ

علیہ وسلم نے پڑھا۔ سجد لک وجھی وسوادی وخیالی۔ سجدہ کیا تیرا میرے چہرہ نے یعنے حقیقت ذات نے اور میرے سواد نے یعنے شخص نے اور میرے خیال یعنے نفس نے اور حاصل اُس کا وجود وعین وشخص ہے۔ بالغدو والآصال یعنے دائما۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ تفسیر بتحقیق اور لائق قبول ہے اور الحمد للہ کہ جو کچھ دبی زبان سے مترجم نے اول لکھا ہے شیخ کی اس تفسیر سے بہت موافق پایا اور اللہ تعالیٰ کے انعام کا شکر ہے جس نے تنبیہ فرمائی۔

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ

کہہ کون ہے رب آسمانوں کا اور زمین کا کہہ دے کہ اللہ ہے کہہ کہ پھر کیا تم نے بنا لیا اُس کے سوائے دوسروں کو اپنا متولی :

لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ اَمْ هَلْ

جو اختیار نہیں رکھتے ہیں اپنی جانوں کے نفع لینے کا اور نہ ضرر دور کرنے کا کہہ دے کہ بھلا کہیں برابر ہوا ہے اندھا اور دیکھنے والا کیا بھلا

تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ۚ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ

یکساں ہوتی ہیں اندھیریاں اور نور کیا انھوں نے بنائے ہیں اللہ کے ساجھی جنھوں نے پیدا کی ہو اللہ تعالیٰ کی سی مخلوق سو مشتبہ ہو گئی خلق

عَلَيْهِمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝

انپر کہہ دے کہ اللہ ہی پیدا کرنے والا ہے ہر چیز کا وہ اکیلا نرالا ہے قہر والا ہے

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ کہ یعنے پوچھ اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم مشرکوں سے کہ کون رب ہے یعنے خالق ومتولی قائم رکھنے والا ہے آسمانوں کا۔ وَالْاَرْضِ اور زمین کا یہ سوال تقریر ہے یعنے انسے اقرار لے کیونکہ مشرکین اس بات کے قائل تھے اسی واسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خود جواب دینے کا حکم دیا بقولہ۔ قُلِ اللّٰهُ کہدے کہ اللہ تعالیٰ رب ہے۔ کیونکہ اگر مشرکین جواب نہ دیتے تو اس کے سوائے اور جواب نہیں ہے اور میں کہتا ہوں کہ بیشک مشرکین بھی اللہ نام لیتے کما فی قولہ لیقولن اللہ۔ ولیکن معنے کی راہ سے بڑا فرق ہے کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ کہا تو سچ کہا کیونکہ جملہ صفات توحید کے ساتھ اللہ تعالیٰ عزوجل کا پاک نام لیا بخلاف مشرکین کے کہ وے توحید نہیں سمجھے تھے پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مثل اُن کے نام لیا ولیکن اللہ تعالیٰ عزوجل رب ہے یعنے بندوں کا اور اُن کے افعال کا خالق اور ہر چیز کا مربی ومتولی وہی ہے کسی چیز میں کسی نفع وضرر کا دوسرے کو اختیار نہیں ہے پس درواقع وہی ولی مخلوق ہے جس نے مانا وہ مومن ہے اور جس نے نہ مانا اُس کو سمجھایا بقولہ۔ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ کہدے کہ پھر کیا بنا لیے تم نے۔ مِّنْ دُوْنِهٖۤ غیرہ: اللہ تعالیٰ عزوجل کے سوائے دوسروں کو یعنے مخلوقات کو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوائے جو ہے مخلوق ہے تو معنے یہ کہ اللہ تعالیٰ خالق کو چھوڑ کر مخلوق کو۔ اَوْلِيَآءَ اپنے متولی حالانکہ اللہ تعالیٰ تم کو رزق واولاد اور سب چیز دیتا ہے اور تم سمجھتے ہو کہ تمہارے بنائے ہوئے اولیاء نے دیا حالانکہ وے مخلوق اور قبضۂ قدرت آلہیہ میں مسخر ہیں۔ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اختیار نہیں رکھتے اپنی جانوں کیلئے کسی نفع کا کہ بغیر اللہ تعالیٰ عزوجل کے دیے حاصل کر لیں اور نہ ضرر کا کہ بغیر اللہ تعالیٰ کے حکم کے دور کر سکیں۔ جب وے اپنی ذات کے لیے مختار نہیں ہیں تو غیروں کے لیے کب نفع پہونچانے یا ضرر دور کرنے کے مختار ہونگے۔ واضح ہو کہ حکمت یہاں یہ ہے کہ اگر کوئی بندہ ولی ہو تو وہ اپنے افعال کا خالق خود نہیں ہو سکتا بلکہ اللہ تعالیٰ

Marfat.com

اُس کا اور اُس کے افعال کا خالق ہے بلکہ حدیث النوافل جو اکابر صوفیہ مشائخ مین معروف ہے کہ نوافل سے قرب یہانتک
ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ عزوجل ہی کی قوت سے بولتا و سُنتا و دیکھتا ہے پس کسی شخص کے لیے وہ جب ہی بولیگا کہ جب اللہ تعالےٰ
چاہے پس جاہل جو انکو خود مختار و مؤثر سمجھتے ہین یہ بالکل غباوت و بے عقلی ہے پس جب اللہ تعالےٰ عزوجل چاہے تو نفع و ضرر
پہونچیگا لہذا ہر طرح اللہ تعالےٰ کے فضل پر مدار ہے اور اُس کے سوائے کوئی مخلوق ہو وہ اپنے نفس کے لیے حصول نفع و دفع
ضرر کے مختار نہین تو غیر کے لیے کب ہو سکتے ہین بلکہ سب کے سب قبضۂ قدرت الٰہیہ مین مسخر ہین اور قہار کے یہی معنے ہین کہ
سب کچھ اُسی کے قبضہ مین مقہور ہے کوئی اُس کی مشیت و ارادہ کے خلاف جنبش نہین کر سکتا ہے پس جو شخص اس طرح ایمان
لایا اُس نے اللہ تعالےٰ عزوجل کو مانا ورنہ جو کوئی غیرون کو خود مختار بلکہ اپنے آپ کو خود مختار سمجھا اور جانا کہ ہم سب طرح کے
افعال آپ پیدا کر سکتے ہین اُس نے اللہ تعالےٰ کے علم و تقدیر و قدرت سے انکار کیا اور وہ بہت سے معبودون و بہت سے
خالقون کا قائل ہوا اور یہ غلط ہے بلکہ اللہ تعالےٰ عزوجل خالق واحد قہار ہے پس مشرکون کو سمجھایا کہ غیرون مین تو نفع
و ضرر کی کچھ قدرت نہین پھر قادر خالق کو چھوڑ کر اُن کو اولیا کیون بناتے ہو یہ تو دیدہ و دانستہ دل کی تاریکی و اندھاپن ہی
لہذا فرمایا۔ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ تو کہدے کہ کیا برابر ہوا اندھا یعنے کافر مشرک و منافق ساتھ دیکھنے
والے کے یعنے موحد تو آنکھون والا ہوتا ہے اور کافر مشرک منافق اندھا ہے یہ دونون کہین برابر ہو سکتے ہین ابن عباس
رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اعمی سے مراد مشرک اور بصیر سے مراد مومن ہے۔ اور بات یہ ہے کہ تمام مخلوقات اپنے خالق عزوجل کی
الوہیت و صفات کاملہ پر دلیل ہین اور اُسکی قدرت و کمال کے آیات ہین اگر صرف انھین کو دیکھے تو اللہ تعالےٰ عزوجل کی وحدانیت
صاف نظر آوے پس تمام آدمی ان آیات کو دیکھتے ہین ولیکن کافرون کو کچھ آیات نظر نہین آتی ہین کما قال تعالےٰ وکاین من آیۃ
فی السموات والارض الآیہ اور مومن کو نظر آتی ہین تو کافر اندھا و مومن بینا ہوا۔ انکے علاوہ خاص طور پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم کو بھیجا وہ کافرون کو نظر نہ آیا کما قال تعالےٰ تراہم ینظرون الیک وہم لا یبصرون۔ اور مومن ایمان لایا۔ علاوہ ازین قرآن
نازل فرمایا اور معجزات ظاہر فرمائے یہ انواع دلائل و بینات بیشمار کافرون کی نظر مین نہ آئے پس وے اندھے ہین اور مومنون
کو ایمان کے ساتھ ہی وہ نور عطا ہوا کہ ظاہری آنکھون کی بینائی اُسکے مقابل مین کچھ نہین ہے۔ اور حدیث مین ہے کہ اتقوا
فراستہ المومن فانہ ینظر بنور اللہ۔ مومن کی بینائی سے پرہیز رکھو اور ڈرو کہ وہ اللہ تعالےٰ عزوجل کے نور سے دیکھتا ہے اس
زمانہ کے علماء اپنے کو اندازہ کرین کہ فراست رکھتے ہین تو مومن ہین۔ اس سے معلوم ہوا کہ مومن کو نور الٰہی حاصل ہے اور اُسکے
خلاف کافر کو تاریکی ہے اور حدیث صحیح مین ہے کہ اللہ تعالےٰ عزوجل نے مخلوق کو تاریکی مین پیدا کیا پھر ان پر نور چھڑکا
تو جسکو اُس کے نور سے نصیب ہوا وہ راہ راست دیکھیگا اور جسکو نہین ملا وہ گمراہ ہوا۔ اور حدیث صحیح مین آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کی دعا جس مین تمام اعضاے شریف کی نسبت نور کی دعا مانگی ہے اے رب میرے کردے میرے دل مین
نور اور سینہ مین حتے کہ ہڈیان و خون و گوشت و پوست اور دائین بائین سامنے پیچھے زیر و بالا سب نور مانگا حتی کہ آخر مین
التجا کی کہ مجھے نور کردے پس یہ درجہ تو بہت بڑا ہے اور ادنےٰ مرتبہ یہ ہے کہ مومن دل کے نور بصیرت سے خالی نہین ہوتا پس توحید
الٰہی عزوجل پر مستقیم ہوتا ہے وہی بینا و بصیر ہے اور کافر اُسکے برخلاف ہے لہذا دوسری مثال مین فرمایا۔ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ

Marfat.com

الانواع الکثیرۃ ۔ وَالنُّوْرُ النوع الواحد ۔ کیا کبھی برابر ہوتی ہیں اندھیریاں اور نور ۔ یعنے اندھیریاں چاہے کسی قسم کی ہوں کبھی نور سے برابر نہیں ہو سکتی ہیں ۔ نور کو مفرد فرمایا کیونکہ راہ حق مستقیم اور ایک ہے چنانچہ خط مستقیم وہ ہوتا ہے جو دو نقطوں کے درمیان سب سے چھوٹا ہو پس لامحالہ وہ ایک ہی ہوگا چاہے اسپر چلنے والے اپنے لباس و ہیات و ساز و سامان و چال ڈھال میں متفاوت ہوں ولیکن سب اسی ایک راہ کے مسافر ہیں ۔ اور ظلمات کو جمع فرمایا کیونکہ ٹیڑھے خطوط تو بے انتہا نکل سکتے ہیں جیسے گمراہی و کفر کے اقسام دنیا میں بہت کثرت سے ہیں اور لوگ سب جانتے ہیں اور قیامت تک نہیں معلوم کسقدر نکلتے آویں چنانچہ نیچر طریقہ اسوقت میں پیدا ہوا جو یہود و نصاریٰ سے بھی زیادہ گمراہ اور اسلام میں سخت فتنہ و بلائے عظیم ہے ہم اللہ تعالےٰ عز وجل سے اس فتنہ سے پناہ مانگتے ہیں ۔ پس ایمان کی تمثیل نور سے اور کفر و شرک و نفاق و نیچر وغیرہ کی تمثیل تاریکیوں سے بیان فرمائی اور تجھے تحقیق معلوم ہو چکا کہ یہ مثال نہیں بلکہ واقعی ہے ۔ حرف اَمْ منقطعہ بتقدیر بل یا بقول جمہور ہمزہ اور حرف ہل بمعنے قد اور کہا گیا کہ استفہام بطور ملامت و سرزنش ہے پھر اندھیریوں کے اندھوں کو ارشاد کیا کہ ذرا غور سے دیکھیں ۔ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ کیا بنا لیے ان اندھوں نے اللہ تعالےٰ عز وجل کے ساتھ ساجھی ایسے کہ ۔ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ جنہوں نے پیدا کی ہو خلق مثل اللہ تعالےٰ کی خلق کے سو مشتبہ ہو گئی انپر خلقت ۔ یعنے ان اندھوں کو ملامت کی کہ کیا تمکو کچھ ایسے لوگ ملے ہیں جنہوں نے اللہ تعالےٰ کی طرح آسمان و زمین و جن و انسان پیدا کیے ہوں کہ تم پر مشتبہ ہو گیا کہ مخلوق اللہ تعالےٰ عز وجل کی یا مخلوق اُن لوگوں کی ہے پس تم نے انکو اللہ تعالےٰ کا شریک و ساجھی بنا لیا ۔

حاصل یہ کہ جب ایسا نہیں ہے بلکہ خالق فقط اللہ عز وجل ہے تو ہر چیز اس کی مخلوق ہے اور جو افعال و اشیاء کہ آدمیوں کے بنائے ہوئے سمجھتے ہو وہ مخلوق کی مخلوق سمجھتے ہو اور مخلوق کبھی خالق نہیں ہو سکتی تو سب خالق کی مخلوق ہے اور جب آدمی تمام مخلوق سے اشرف ہے تو باقی چیزیں آفتاب و ستارے و آگ و بت و درخت و جانور وغیرہ آدمی سے کم مرتبہ ہیں پس اگر آدمی ان چیزوں کو اپنے برابر کرتا تو گویا اس نے اپنے تاج کو جو اللہ تعالےٰ نے دیا تھا ان چیزوں کی ٹوپی سے بدل لیا ۔ مگر یہاں تو حیف ہے کہ آدمی نے ان چیزوں کے آگے سجدہ کیا اور اُن کا بندہ بن گیا ۔ اور آدمی کے مثل جو آدمی ہے وہ آدمیت میں برابر ہے اگرچہ اللہ تعالےٰ عز وجل کے یہاں قبولیت میں دونوں کے درمیان کروڑوں برس کی راہ کا فرق ہو لیکن آدمی کوئی ہو خالق کبھی نہیں ہو سکتا تو جس نے کسی آدمی کو مختار سمجھا کہ وہ چاہے ہم کو جنت دیدے چاہے دوزخ اور چاہے ہمارے گناہ اپنے اوپر لادلے اور چاہے اللہ تعالےٰ عز وجل کے یہاں ہمارے معتقد کی پیروی کرکے ہم پر کچھ الزام نہ آنے دے اور چاہے مہربان ہو کر بیٹا و اولاد دیدے اور چاہے مہربان ہو کر اللہ تعالےٰ سے غرضکہ اس کی رضامندی و خوشی پر ہے اسکے اختیار میں ہے تو اس بے وقوف آدمی نے جو دوسرے آدمی کی نسبت یہ گمان کیا تو اللہ تعالےٰ کی پاک صفت اختیار کی دوسرے اپنے مانند مخلوق میں ثابت کی حالانکہ ایمان لانا واجب ہے کہ اللہ تعالےٰ ہر مخلوق کا خالق ہے اور ہر مخلوق کے افعال کا خالق بھی وہی ہے خالق اسکے سوائے کوئی دوسرا نہیں ہے تو کسی کو اختیار ہی نہیں کہ وہ دوسروں کے گناہ اپنے اوپر لاد کر کفارہ ہو جاوے یا یہ کرے یا وہ کرے کیونکہ یہ تو جب ہوگا کہ اللہ تعالےٰ عز وجل چاہے لہذا جب حق تعالےٰ عز وجل چاہتا ہے تو آدمی پر دوسرا آدمی شفقت کرتا ہے ورنہ ممکن نہیں ہے لہذا خوب ہوش و حواس عقلی سے جان رکھو کہ خالق و مختار کوئی نہیں سوائے اللہ تعالےٰ کے واحد لہذا فرمایا ۔ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ

Marfat.com

خَلِقُ كُلِّ شَيْءٍ تو کہدے اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کہ اللہ تعالے عزوجل ہر چیز کا خالق ہے۔ اب بہت سے بدحواس یہ گمان کرتے ہین کہ اشیاء مین سے اکثر ہم پیدا کرتے ہین اور یہ کفر و باطل ہے ولیکن اللہ تعالے نے عالم اسباب مین جسطرح زمین مین دانہ چھڑکا گیا اور پانی برسا اور زمین سے درخت اُگا پس اللہ تعالے عزوجل نے اس شان سے پیدا کیا ایسے ہی انسان سے بہت سی چیزین پیدا فرماتا ہے اور حضرت موسٰے علیہ السلام کا عصا درحقیقت منقلب ہوکر اژدہا ہوجاتا تھا حالانکہ اُسکو حضرت موسٰے علیہ السلام نے نہین پیدا کیا یعنی جو اسباب اللہ تعالے عزوجل نے پیدا فرمائے ہین اُن کا سبب ہونا اسی کی قدرت سے ہے اور یہ ظاہر ہے کہ نعوذ باللہ اب وہ مجبور نہین ہوا تو وہ چیز ہر دم اُس کے قبضہ قدرت مین ہے لہذا آگ کو جلانے کا سبب پیدا فرمایا لیکن جب وہ چاہے نہ جلاوے چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نہ جلانا چاہا تو آگ گلزار ہوگئی لہذا ضرور ہوا کہ آدمی بتوفیق الٰہی ان اسباب کو کام مین لاوے اور یہ اس کا یقین رہے کہ اگر اللہ تعالے عزوجل نے چاہا تو ان اسباب کا یہ نتیجہ ہوگا ورنہ نہین اور آدمیون سے نیک و بد مین فرق یہ ہے کہ نیک آدمی نیک نیت سے نیک اسباب کسی نیک نتیجہ کے لیے نیکی پر کام مین لاتا ہے اور بد آدمی بدنیت سے بُرے اسباب شہوت و خواہش نفس کے لیے بدانجام مین کام مین لاتا ہے اور اللہ تعالے عزوجل ہر چیز کا خالق ہے پس دونون نیک و بد مین سے ہر ایک نے اپنا اپنا فعل کمایا اور ہر ایک کی کوشش پر اللہ تعالے عزوجل نے پیدا فرمایا اور ہر چیز اُسی کے قبضۂ قدرت مین محکوم و مطیع ہے بلکہ آدمی کی نظر و زبان وغیرہ اسقدر اس کی مطیع و محکوم نہین جسقدر ہر چیز اللہ تعالے کی قدرت مین مسخر و مقہور ہے لہذا فرمایا۔ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ یعنی وہی خالق عزوجل اکیلا ایسا ہے کہ اُسکے قبضہ قدرت کی تسخیر مین سب ہین کوئی مخلوق اُس کے اختیار سے باہر کچھ اختیار نہین رکھتی ہے وفی تفسیر الامام الحافظ رحمہ اللہ تعالے عزوجل نے کافرون سے اقرار کیا جیسا کہ وے مقر تھے کہ آسمانون و زمین کا خالق اللہ تعالے عزوجل ہے پھر انکار کیا کہ تم دوسرون کی عبادت کیون کرتے ہو جو اپنے واسطے نفع و ضرر کی قدرت نہین رکھتے تو تم کیا اُمید کرتے ہو پھر جو اللہ تعالے کی عبادت کرے اُس کے ساتھ ان مشرکون کی برابری نہین ہوسکتی اور یہ مشرکین کہتے کہ لبیک لا شریک لک الا شریکا ہو لک تملکہ وما ملک۔ اور کہتے جیسا کہ اللہ تعالے عزوجل نے خبر فرمائی کہ ما نعبدہم الا لیقربونا الی اللہ زلفٰی۔ پس اُنکو ملامت کی کہ کوئی خالق نہین جسکی مخلوق تم پر مشتبہ ہوگئی کہ یہ اللہ تعالے عزوجل نے پیدا کی یا دوسرے نے تو شریک کیا اور وہ مالک کیونکر ہوا اور الوہیت کیونکر اُس کو ثابت ہوئی جس سے تم اُسکی عبادت کرنے لگے اور یہ زعم کیا کہ عبادت کرین تاکہ اس سے تقرب اور منافع حاصل و مضرتین دفع کردے حالانکہ وہ خالق نہین اور خود اپنی ذات سے مضرت دور نہین کرسکتا اور نفع لے نہین سکتا اور یہ قدرت و اختیار صرف اللہ تعالے عزوجل کی شان ہے اور وہی واحد قہار ہے تو اختیار غیر بالکل باطل پس اپنے مثل بے اختیار مخلوق کی عبادت کرنا محض رائے و گمان ہے اور یہی ضلالت ہے پس جن لوگون پر کلمۂ عذاب مقدر ہے وے آیات الٰہی سے انتفاع نہین پاتے بلکہ اپنی رائے و گمان کو دل مین جگہ دیتے ہین اور گمان پر جو اعمال کرتے ہین وہ مثل گمان باطل کے باطل و واہی ہین جو آخرت کے لیے باقی نہین رہ سکتے چنانچہ آیندہ بطور تمثیل کے ارشاد فرمایا کہ آب رحمت سے بقدر وسعت انتفاع پھر حق باقی و باطل و جفا رہے۔

أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَالَتْ أَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا

اللہ واحد قہار نے اُتارا آسمان سے پانی پس بہے وادی بقدر اپنی وسعت کے پس اٹھایا سیل نے جھین چڑھا ہوا

وَمِمَّا يُوقِدُونَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَاءَ حِلْيَةٍ أَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهُ ۚ كَذَٰلِكَ

اور اس چیز مین سے بھی جسپر تم تاؤ دیتے ہو آگ مین بخواہش زیور بنانے یا کوئی متاع بنانے کے جھین ویسا ہی ہوتا ہو یون ہی مثل بیان

يَضْرِبُ اللَّهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ۚ فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً ۖ وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ

کرتا ہو اللہ تعالےٰ حق اور باطل کی پھر وہ جھین تو جاتا رہتا اُٹھا پھینکا ہوا اور رہا وہ جو نفع دیتا ہو لوگون کو

فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ ۚ كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ ۝

سو ٹھہرتا ہو زمین مین یون ہی بیان فرماتا ہو اللہ تعالےٰ مثلین

حق و باطل کی دو مثلین یکسان مگر ایک پانی کی اور ایک آگ کی بیان فرمائی پس اول قولہ أَنْزَلَ اُتارا واحد قہار نے جو ہر ایک چیز کا خالق اور خود مختار ہے۔ مِنَ السَّمَاءِ سما سے۔ بعض نے کہا یعنے سحاب سے اور بعض نے کہا کہ درحقیقت آسمان سے جو بصورت سحاب اُترتا ہے اُتارا۔ مَاءً پانی یعنے مینھ برسایا اور اس کلام کے اسلوب مین دقائق اشارات ہین از انجملہ یہ کہ رحمت الٰہیہ یکسان آسمان سے نازل ہوئی بدون دخل کسی شرک کے۔ فَسَالَتْ أَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا پس بہ نکلے وادی یعنے وادیون کا پانی بقدر انکی وسعت کے اور وادی جو میدان دو پہاڑون کے درمیان یا زمین نشیب جسین پانی کا سیلان ہو اور وہ کوئی صغیر ہوتا ہی کوئی کبیر ہوتا ہی اور اسکے قطعات بھی باہم ملے ہوئے مگر زمین شور و شیرین وغیرہ اقسام زمین کی راہ سے متفاوت ہوتے ہین اور یہان چھوٹائی و بڑائی کی قدر مراد ہے یعنے جس سرزمین پر پانی برسایا گیا وہان کی وادی جسقدر تھین سب پر یکسان پانی برسا ہر ایک مین بقدر اسکی وسعت کے سمایا اور ان وادیون سے سیل جاری ہوئی فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا پس سیل نے برداشت کیا جھین اوپر چڑھا ہوا یعنے سیل مین دو چیزین ایک پانی خالص۔ دوسرا ناکارہ جھین مگر وہ جھین اوپر چڑھا ہوا بہتا ہی اور خالص پانی بیچارہ اسکی تحت مین دبا ہوا ہی۔ یہ مثال تو پانی کی تھی جسین صافی نافع جوہر نیچے دبا ہوا اور ناکارہ میل کچیل اوپر چڑھا ہوا تھا اور دوسری مثل آتش بیان فرمائی بقولہ وَمِمَّا يُوقِدُونَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ایقاد آگ روشن کرنا پکانے و پگھلانے کے لیے یا اور کسی غرض سے۔ اور یوقدون بیا تحتیہ قراءۃ حمزہ و کسائی و حفص رحمہم اللہ تعالےٰ ہی اور باقیون نے اُسکو بتا فوقیہ پڑھا اور خطاب سننے والون کی طرف بدون خصوصیت کسی مخاطب کے ہے۔ اور قولہ۔ ابْتِغَاءَ حِلْيَةٍ أَوْ مَتَاعٍ مفعول لہ ایقاد کا ہے اور یہان تک خبر ہی اور قولہ زَبَدٌ مِّثْلُهُ مبتدا ہی۔ اور معنے یہ ہین کہ پیدا ہوتا ہے اُس چیز سے جسکو تم زیور یا متاع کی غرض سے آگ مین پگھلاتے ہو ایسا ہی جھین یعنے اونچا چڑھا ہوا اور جو چیز جوہر ہے مثلاً زیور کی صورت مین سونا چاندی اور متاع کی صورت مین تانبا لوہا پتیل رانگ وغیرہ تو اصلی دھات نیچے اور میل کچیل اوپر ہوتا ہے پس یہان جھین سے وہی میل کچیل مراد ہے جو تاؤ دینے سے اوپر آجاتا ہے كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ یون ہی مثل بیان فرماتا ہے اللہ تعالےٰ حق و باطل کو۔ یعنے اللہ تعالےٰ عز و جل نے حکمت بالغہ الٰہیہ سے ہر چیز و ہر امر مین خواہ ظاہری محسوسات مین ہو یا باطنی سیرت روح و نفس مین جو حق کی اور باطل کی

یہ مثال فرمائی اور اس کلام سے تنبیہ کر دی کہ عالم الغیب کی تمثیل کو بہت غور و فکر سے دیکھو اور جیسے کوئی مخلوق آدمی مثالیں لگاتا ہے اسی قدر پر اکتفا مت کرو پس اصلی پانی صاف تو حق کی مثال ہے اور کھین چڑھا ہوا باطل ہے۔ جیسے آتشی مثل میں اصلی دھات صاف تو حق کی مثال ہے اور میل کچیل باطل ہے۔ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً یعنی زبد کا انجام یہ ہوتا ہے کہ وہ ناپید ہو جاتا ہے بیکار پھینک دیا گیا۔ یعنے پانی کی سیل اُس کو کنارے پھینک دیتی ہے اور بھٹی وغیرہ سے نکال پھینکا جاتا ہے وہ کسی کام کا نہیں ہے حالانکہ تھوڑی دیر ہوئی کہ وہ صاف پانی اور اصلی دھات پر چڑھا ہوا تھا۔ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ۔ اور رہا وہ جوہر جو لوگوں کو نفع دیتا ہے فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ تو وہ زمین میں ٹھہرتا ہے اس سے کھیتیاں اُگتی ہیں اور لوگ پانی سے سیراب ہوتے اور جانور و کیڑے زندہ ہوتے ہیں اور لوہا و تانبا و چاندی و سونا وغیرہ لوگوں کو نافع ہوتے میں ظاہر ہیں۔ پس ایسا ہی انجام حق اور باطل کا ہے کہ ظاہر میں کسی زمانہ میں اگر باطل اونچا اور غالب معلوم ہو تو آخر وہ تھوڑے زمانہ میں برباد ہو جاتا ہے اور حق قائم و نافع ہوتا ہے زجاج رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مومن و اس کے اعتقاد صحیح و نفع ایمان کی مثل جیسے پانی جس سے زمین کے نباتات تر و تازہ پھل پھول میوہ و ہر چیز کی حیات ہے اور جیسے یہ جوہر چاندی و سونا وغیرہ کہ باقی رہتے اور طرح طرح کے نفع پہونچاتے ہیں اور کافر و اُس کے اعتقاد باطل و بربادی کفر کی مثل جیسے وہ پھین جو سیلاب پر اترآیا ہوا اور جیسے میل کچیل جو گھریا میں چاندی سونے پر چڑھا ہو کہ ظاہر میں اصلی جوہر سے اونچا نظر آتا ہے مگر بہت جلد برباد ہوتا اور پھینک دیا جاتا ہے۔ ابن الانباری رحمہ نے اس آیت پاک کو قرآن کے نازل ہونے اور اس سے انتفاع و انکار کی مثال پر محمول کیا۔ وقال الامام الحافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے تفسیرہ بما حاصلہ آنکہ حق تعالے عز و جل نے اس آیت میں حق کے ثابت و باقی و نافع ہونے کی دو مثالیں اور باطل کی فانی و ناکارہ اور بظاہر غالب و مرتفع ہونے کی دو مثالیں بیان فرمائیں۔ وقولہ فسالت اودیۃ بقدرہا۔ یعنے ہر وادی نے اپنی وسعت کے موافق کبیر نے زیادہ اور صغیر نے تھوڑا لیا اور یہ اشارہ قلوب کی طرف ہے کہ بعضے وسیع ہوتے ہیں جن میں بہت علوم کی گنجائش ہوتی ہے اور بعضے تنگ و صغیر ہوتے ہیں۔ بالجملہ وادی کے سیول پر زبد چڑھا ہوا ہوتا ہے۔ یہ ایک مثل ہے اور قولہ ومما یوقدون علیہ فی النار ابتغاء حلیۃ الخ دوسری مثل ہے کہ جو دھاتیں آگ میں گلائی جاتی ہیں جیسے چاندی سونا۔ بغرض تیار کرنے زیورات کے یا جیسے لوہا تانبا و رانگا بغرض تیار کرنے متاع کے تو ان میں سے خالص پر زبد یعنے میل چڑھا ہوا اُبلا ہوتا ہے۔ قولہ فاما الزبد فیذہب جفاء۔ یہ انجام ہے کہ زبد سے انتفاع نہیں ہوتا بلکہ متفرق ہو کر برباد ہوتا اور پھینک دیا جاتا ہے اور باقی فقط پانی یا صاف دھات رہتی ہیں کما قال تعالے واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض۔ كَذٰلِكَ جیسے یہ مثل نہایت لطیف و دقیق کر واضح بیان فرمائی یوں ہے۔ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ بیان فرماتا ہے اللہ تعالے عز و جل مثلوں کو۔ یہ تاکید ہے کیونکہ اسی آیت میں فرمایا کذلک یضرب اللہ الحق والباطل۔ پھر یہاں تک کر متنبہ کیا کہ اہل عقل اس کے صدق کو آیات سماوی و ارضی میں بلکہ اپنے نفوس میں غور کریں اور اللہ تعالے عز و جل نے جو نظام امتحان اس دنیاے ناپائدار میں مقرر فرمایا ہے اور جو انجام ملک دائمی کے اختیار آیات و احادیث میں بیان فرمایا ہے اسپر مطابق کریں اور سمجھ لیں کہ حضرت خلاق علیم عز و جل و اُس کے حبیب حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کس طرح صاف صاف صریح آگاہ کر دیا ہے تاکہ اُن کی عقلیں اپنے

انجام اپنی آغاز سے فکر کریں اور مثل زبد کے باطل کا بظاہر فروغ دیکھکر نفس کی ہوسات میں غرہ نہوں وقد قال تعالے تلک الامثال نضربها للناس لعلهم یتفکرون ۔ یعنے یہ مثلیں ہیں جنکو ہم بیان کرتے ہیں لوگوں کے لیے شاید وے اپنے انجام کی فکر کریں اور فرمایا وتلک الامثال نضربها للناس وما یعقلها الا العالمون ۔ یعنے یہ امثال ہم بیان کرتے ہیں لوگوں کے واسطے اور اُن کو نہیں سمجھتا کوئی سواے عالموں کے اقول مُبارک اُن کو جو یہ مثلیں سمجھیں کہ وہی عالم ہیں ۔ اسی وجہ سے بعض سلف نے فرمایا کہ جب میں قرآن پاک میں کوئی مثل نہیں سمجھتا تو اپنے اوپر رو دیتا تھا ! ور حافظ امام رح نے ذکر کیا کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ قولہ فسالت اودیۃ بقدرہا مثل ہے قلوب کے برداشت وگنجائش کی کہ بقدر یقین وشک کے لیتے ہیں پس شک سے کوئی عبادت کارآمد نہیں ہے اور یقین کے ساتھ اللہ تعالے اہل یقین کو نفع دیتا ہے پس منافق کا عمل مثل زبد کے زائل ہوتا ہے اور یقین کو اللہ تعالے قبول فرماکر باقی رکھتا ہے ۔ اقول اہل باطل مشرک وکافر ومنافق جو اعمال اپنے زعم میں کرتے ہیں اگر مشیت الٰہی میں ہے تو دنیا میں اُن کو اس کا نفع ناپائدار دنیاوی متاع سے ملجاتا ہے اور آخرت میں بحکم قولہ فجعلناہ ہباء منثورا محض ضائع وبیکار پھینک دیے جاتے ہیں متقین کے نیک اعمال دنیا میں انکو بقدر مشیت الٰہی نفع دیا جاتا ہے اور اس سے سے بھی بہت بڑا ذخیرہ عاقبت کے لیے پیدا ہوتا جاتا ہے حتی کہ تسلسل دراز ہوجاتا ہے اور اصل عمل سے آخرت میں باقی رہتا ہے بحکم قولہ والباقیات الصالحات خیر عند ربک ثوابا الآیہ ۔ اور عوفی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ابن عباس رض سے اسکی تفسیر میں مانند مذکورہ بالا روایت کی اور یوں ہی مجاہد وحسن بصری وقتادہ وعطاء وبہت سے سلف وخلف نے اس کی ایسی تفسیر مروی ہے ۔ قال المترجم اور اس آیت میں علاوہ اعمال صالحہ کے نفس یقین وشک وغیرہ کی مثال ہے کیونکہ یقین بوقت نزع روح کے نہایت پاکیزہ واضح باقی ہوجاتا ہے ۔ اور باطل اسوقت آدمی کو ظاہر ہوجاتا ہے کہ یہ محض باطل تھا کیونکہ حق کھل جاتا ہے مگر افسوس کہ وہ بیچارہ بدبخت اس وقت مجبور ہے اور یوں ہی ہر ایک چیز باطل جو دنیاوی زینت میں نظروں میں بمقابلہ سنسان مسجد کے جہاں بوریے ہیں آنکھوں میں زیادہ رونق کے ساتھ سہانی اور اونچی معلوم ہوتی ہے ولیکن باطن میں مسجد منور واعلے ہے اور سجے ہوئے مکانات برباد ناکارہ جنکا ظہور چند روز بعد وقت موت کے ظاہر ہوجاتا ہے اور مترجم کہتا ہے کہ یہاں ایک لطیف دقیقہ انسان کی زندگی کا بیان ہے کہ اس دنیا میں اللہ تعالے عزوجل نے اُن کو دو فرقہ کردیا ایک وہ جو توحید وایمان پر ہیں اور دوم سب ملت کفر ہے اور امتحان اسطرح کیا کہ بسا اوقات اہل ایمان پر تنگی وتکلیف وعوارض قہریات جو دراصل رحمت ہیں نازل ہوتے ہیں بخلاف ملتہاے کفر کے کہ وے اکثر احوال میں تندرست وفارغ البال ہوتے ہیں پس امتحان کی آسائش میں چرخ دیے جانے کے وقت حق و باطل جدا ہوجاتا ہے کبھی بظاہر باطل کو بلندی وعروج ہوتا ہے لیکن وہ در واقع برباد وخوار ہے اور شیخ امام رح نے اشارہ کیا کہ حق تعالی عزوجل نے اہل باطل ونفاق کے لیے شروع سورہ بقرہ میں دو مثلیں بیان فرمائیں ایک آبی اور دوسری آتشی پس آتشی قولہ تعالے مثلہم کمثل الذی استوقد نارا فلما اضاءت ماحولہ ذہب اللہ بنورہم الآیہ اور مثل آبی قولہ او کصیب من السماء فیہ ظلمات ورعد وبرق الآیہ ۔ اور یوں ہی سورہ نور میں کافروں کی دو مثلیں فرمائیں کما قال والذین کفروا اعمالہم کسراب بقیعۃ الآیہ اور سراب کا وجود شدت گرمی وحرارت میں ہوتا ہے اسیواسطے حدیث میں ہے کہ قیامت کے روز یہود سے کہا جائیگا کہ پھر تم کیا چاہتے ہو کہینگے کہ اے رب ہم بہت پیاسے ہیں تو کہا جائیگا کہ وہاں جاتے نہیں جہاں تم پانی کا گمان کرتے ہو پس سراب دیکھکر جا پہونچینگے ناگاہ دوزخ میں داخل

ہونگے کہ وہ سراب کی طرح موجین مارتی ہوگی پس یہ مثل تو آتشی ہے اور دوسری الے قولہ تعالے کظلمات فی بحرلجی یغشاہ موج الآیہ اور یون ہی وحی خفی حدیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم مین ہے ابو موسے اشعری رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہدایت وعلم جس کے ساتھ اللہ تعالے عزوجل نے مجھے بھیجا اُس کی مثال جیسے کثیر باران رحمت ایک زمین کو پہونچا پس اس مین ایک ٹکڑا تھا جس نے پانی جذب کیا اور بہت گھاس بکثرت اناج اُگایا (جس سے جاندارون وآدمیون نے بہت نفع اُٹھایا) اور اس مین ایک ٹکڑا خالی جوف تھا اُس نے اپنے اندر پانی بھر لیا پس اس سے بھی اللہ تعالے عزوجل نے لوگون کو نفع دیا کہ خود پیا اور جانورون کو پلایا اور سینچا (کھیتی کو پانی دیا) اور اس مین ایک ٹکڑا چٹیل میدان ٹیکرا تھا کہ نہ پانی روکا (ورنہ نباتات اُگائی) پس یہ مثال ہے اُس شخص کی جس نے دین الٰہی مین فقہ حاصل کی اور جس چیز کے ساتھ مین بھیجا گیا ہون اس سے نفع پایا پس علم حاصل کیا اور سکھلایا اور مثال ہے اُس شخص کی جسنے سر نہ اُٹھایا اور میرا ہدیہ قبول نہ کیا۔ رواہ فی الصحیحین۔ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری مثل اور تم لوگون کی مثل ایسی ہے جیسے ایک شخص نے آگ لگائی جب اُس کا گرد ونواح روشن ہوا تو کیڑون پتنگون نے آگ مین گرنا شروع کیا اور اُس نے روکنا شروع کیا اور وے اس پر چڑھے آتے اور مُنہ کرکے گرتے جاتے تھے پس ایسی ہی میری تمہاری مثال ہے کہ مین تمہاری کمرون کو پکڑے آگ سے مانع ہون اور کہتا ہون کہ اس سے بچو اور تم مجھپر غلبہ کرکے اسی مین گرے پڑتے ہو۔ رواہ احمد والبخاری ومسلم۔ ف فی العرائس قولہ تعالے وللہ یسجد من فی السموات الآیہ بعض نے کہا کہ سجود دو قسم ہے ایک اپنے وجود سے اور دوم قلب سے پس سجود نفس وہ انقیاد الٰہی ہے کہ ہر نفس کو جو واسطے پیدا کیا ہے وہ اسی راہ پر چلتا ہے اور زیادہ عزیز الوجود وہ شخص ہے جو دونون وصف سے ساجد ہو پھر حق تعالے عزوجل نے بندون کو معرض امتحان مین حق وباطل کے وصف سے ممیز فرمایا بقولہ تعالے قل ہل یستوے الاعمی والبصیر الآیہ اور اس مین اشارہ مراتب حق کے درمیان بھی ظاہر ہو چنانچہ اقرار حق مین جن لوگون کی چشم بصیرت دیدار قدم ومشاہدہ انوار ازل سے محروم ہے وہ کیونکر برابر ہوگا ایسے شخص سے جو جمال حق بچشم حق بصفت سرمدیت بدون غاشیۂ طبیعت ومعارضۂ خلقت بشاہدہ کرتا ہے اور نفس کے دو وتاریک کا منظر کہ یہ کیونکر برابر ہو روح کے انوار لطیفہ سے جو مجلس انس مین مشرق قدس سے تابان ہو حالانکہ دونون میدان عبودیت مین ہین اور یون ہے جو نور روحانی عین مشاہدۃ الیقین مین ہے اس کے ساتھ گفتگوے زبانی واستدلالی کا مدعی کیونکر مساوی ہوگا واحق کہ روشن چہرے عارفین کے مقابلہ مین قہریات مین ڈوبے مدعین کو کچھ برابری نہین ہو اور حسن صنعت صانع عجیب ہو کہ نور وظلمت مین اسقدر التباس موجود ہو شیخ ابو عثمان رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس کو توفیق عطا ہوئی اور خدمت سے سرفراز ہوا اسکے ساتھ محروم ومطرود برابر نہین شیخ ابو حفص رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ درحقیقت اندھا وہ ہے جو مخلوقات سے خالق کو پہچاننے کا مدعی ہو اور بینا وہ ہو کہ خالق عزوجل سے مخلوق کو پہچانے شیخ استاد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ منجملہ تاریکیون کے تدابیر پر دل رکھنا اور منجملہ توفیق کے شہود تقدیر کی روشنی مین جانا۔ اقول یعنے تدبیر کو عین تقدیر خیال کرنا چنانچہ حدیث مین یہ اشارہ موجود ہے کہ بعض نے تدبیر کا ذکر کیا تو فرمایا کہ یہ بھی تقدیر ہے۔ قولہ تعالے انزل من السماء ماء فسالت اودیۃ الآیہ اس کے اشارات سے یہ ہے کہ باران رحمت سے تفہیم ہے نزول تجلیات صفات واسماء وافعال برمین قلوب اولیاء واصفیاء پس جیسے رادی اپنی وسعت کے موافق باران رحمت اٹھاتے ہین اُنکے قلوب بھی باران رحمت تجلیات بقدر اپنی استعداد کے اُٹھا کر محبت و

[illegible]

معرفت و توحید و کمال مین متفاوت مقامات پر ہوتے ہین اور جیسے سیول وادی مین زبد ہوتا ہے ان مین علی قدر مراتب صفات
بشریت غلبہ کرتے ہین اور دیدار غیب سے روکتے ہین ولیکن جنکو یہ رحمت درحقیقت نصیب ہوئی ہے انپر متواتر باران رحمت
و متوارد نسیم صبا سے یہ اوصاف طبیعت مثل جھین کے یا ظاہری شدائد و صعوبات یا محبت کی آگ مین جلکر یا خشک ہوکر اڑجاتے
ہین اور ان کی ہمت عالیہ جاری ہوکر قلوب کو جواہرات حکمت و مشاہدات سے لبریز کر دیتی ہے پس ریا و سمعت و شرک
و شک و نفاق حتے کہ خطرات مذمومہ سے پاک ہوکر بحر مشاہدہ مین صافی ظاہر ہوجاتے ہین اور یہ سب اس رحمت الٰہیہ کی
برکت ہے جو بلا واسطہ و بلا سبب کے ان کے حق مین نازل از ازل ہے اور جیسے باران رحمت آسمان سے بدون سبب کے
جو بندون کی طرف سے ہووے نازل ہوتا ہے بلکہ محض فیض قدیم ازلی ہے یون ہی فیوض باطنہ بلا علت و سبب مین
کیونکہ نزول رحمت توفیق و ایقان کے بعد بندے سے عبادات و طاعات سرزد ہوتے ہین پس یہ محض فیض قدیم ازلی ہے
جس کی حکمت وہی پاک کا پروردگار عالم الغیب ہے پس اس باران سے آب رحمت ان قلوب مین بقدر وسعت
جاری ہوتا ہے چنانچہ بعض مین بحر الذات سے اور بعض مین صفات اور بعض مین اسماء و صفات و نعوت و افعال سے
پس جو بحر الذات سے ہے وہ موحدین و عارفین و منفردین و متجردین کے قلوب مین جاری ہے اور وہان سے اوصاف
بشریت سب زائل کر دیتا ہے حتی کہ وہ خود فراموش ہوجاتے ہین بقاء صرف ذات وحدہ لا الٰہ الا اللہ ہے اور جو بحر الصفات
سے ہے وہ قلوب عاشقین و محبین و مشتاقین مین جاری ہوتا ہے اور وہان سے اوصاف نفوس و میل کا یل طبیعت کا دور کر دیتا ہے
اسی وجہ سے بے اختیار جذب مین وجد کرتے ہین اور جو بحر نعوت سے ہے وہ قلوب مومنین و مکاشفین مین جاری ہے جس سے غبار
خطرات و ہواجس زائل ہوتا ہے اور رقائق و حقائق پیدا ہوتے ہین اور جو بحر اسماء سے ہے وہ قلوب مخلصین و متعبدین پر جاری ہے
جس سے وسواس شیطان اور میل بدنیاے فانی زائل ہوتا ہے اور حکمت و فطنت پیدا ہوتی ہے اور جو بحر افعال سے ہے وہ مریدین
کے دلون پر جاری ہے جس سے شہوات زائل اور حسن معاملات و مراقبات پیدا ہوتے ہین سبحان اللہ تعالے شانہ کہ اقسام
رحمت سے اقسام قلوب مخصوص ہین اسطرح کہ ہر قسم رحمت کے واسطے ایک خاص قسم کا قلب متعین فرمایا ہے۔ واسطی رحمۃ اللہ
علیہ سے منقول ہے کہ اللہ تعالے عز و جل نے ایک صاف موتی پیدا کرکے بعین الجلال ملاحظہ فرمایا وہ حیا سے پانی ہوکر روان ہوا
جس قلب کو اس سے نصیبہ ملا اسی کی صفا ہے اور ہر قلب اس سے بقدر وسعت مستفیض ہے اقول یہ قول متوقف رہیگا یہانتک
کہ وحی الٰہی عز و جل سے اس کا نشان ثابت ہو کیونکہ یہ حال غیب ہے فافہم۔ ابن عطار رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اسکے اشارہ مین
بندے کی حالت کا بیان ہے کہ وادی مین جب سیل روان ہوتی ہے تو کسی قسم کی نجاست ہو اسکو بہا لیجاتی ہے اسیطرح جب
وہ نور بندہ مین سیلان کرتا ہے جو حق تعالے عز و جل نے اس بندے کی قسمت مین مقدر فرمایا ہے تو نجاسات باطنہ مانند غفلت و
تاریکی وغیرہ کے سب دور ہوجاتی ہین اور خالص نور رہجاتا ہے جو باقی و اسکے حق مین نافع ہے پس قلب منور ہوجاتا ہے اور
شہوات ناکارہ و خیالات فاسدہ و اعتقادات باطلہ زائل ہوکر اعتقادات حقہ و حقائق ثابتہ روح کے ساتھ باقی رہجاتے ہین
قال المترجم اگر وہم ہو کہ یہ اشارہ نہین بلکہ تفسیر ہے تو جواب دیا جاوے کہ نہین کیونکہ عام تفسیر تو کافرون کے اعتقادات
و اعمال کے بطلان اور مومنون کے اعتقادات و اعمال کا قیام ہے اور شیخ نے مومنون مین پھر اس طرح تفصیل بطریق اشارت

نکالی کیونکہ کفر وشرک کی نجاسات انتہاء درجہ کی ہین کہ ان کے جلانے کے لیے آتش جہنم لائق ہے اور مومنون کے درمیان جن کے اعتقاد مین توحید آلہی آگئی ہو مگر غفلت وغیرہ سے نجاسات فسق ہون وہ بھی صاف نہین ہین حتی کہ بعضے ان مین سے کسی مدت تک آگ سے پاک کیے جاوینگے۔ اور اصل اس مین قولہ علیہ السلام فرش علیھم من نورہ الحدیث یعنے مخلوق کو خالق عز وجل نے تاریکی مین پیدا کیا پھر ان پر اپنے نور سے چھڑکا پس جسکو اس نور سے حصہ ملا وہ راہ راست پر آیا اور جو محروم رہا وہ گمراہ ہوا پس اہل ایمان کم وبیش اس نور سے حصہ پائے ہوئے مین فلیتامل فیہ۔ بعض نے کہا کہ اللہ تعالے عز وجل نے انواع رحمت نازل فرمائین اور ہر قلب نے اپنا حصہ پایا پس جو قلب منور بنور توفیق تھا اس مین چراغ توحید روشن ہوا اور جو مؤید بنور توحید تھا اس مین چراغ معرفت روشن ہوا اور جو منور بمعرفت تھا اس مین چراغ علم وحکمت روشن ہوا اور جو منور بمحبت تھا شائق ہوا اور جو منور بشوق تھا مقرب ہوا اسیطرح قلوب بقبضۂ قدرت آلہیہ مین کہ انوار مشاہدہ کے لیے ایک حالت سے دوسری حالت پر بدلتے رہتے ہین۔ قولہ تعالے عز وجل ومما یوقدون علیہ فی النار الآیہ۔ اعمال ظاہری وباطنی وان سے حصول معارف غیب کو زمین کے سونا وچاندی وغیرہ فلزات اور گداختہ کرکے زیور ومتاع بنانے کے نتیجہ سے تشبیہ دی گئی پس جسطرح آگ مین گلانے سے میل دور اور اصل صاف باقی رہتی ہے جو کار آمد ہے اسیطرح اعمال ظاہر وباطن کہ آتش صبر ومحبت مین اخلاص کے ساتھ گداختہ ہو کر خواہش وشہوات فانیہ کا میل زائل ہوتا ہے اور شرک وریاکاری جو نفس واغیار سے متعلق ہے زائل ہو کر جو خالص اللہ تعالے عز وجل کے لیے ہے نافع رہ جاتا ہے حتی کہ اگر کسی مومن کے تمام اعمال ظاہری محض ریاکاری ہون تو اسکے پاس کچھ بھی نہ رہیگا اور اگر باطنی حتے کہ ایمان بھی سوائے اللہ تعالے عز وجل کے کسی دوسری چیز کی وجہ سے ہو تو ایمان بھی نہ ہوگا یعنے یہ محض نفاق ہے آیا نہین دیکھتے کہ منافقون کے اقوال واعمال صورت مین مومنون کے مانند تھے مگر ان کی نسبت جہنم کی درک اسفل مین ٹھکانا بیان فرمایا ہے کیونکہ ظاہری یا باطنی کوئی عمل ان کا اللہ تعالے عز وجل کے لیے نہین رہا اور مسلمانون کو فریب دینا اور حظوظ دنیاوی کو اس کے ذریعہ سے حاصل کرنا جو غور نظر مین بکثرت بدحرکات کو شامل ہین ان کے پاس رہے بخلاف کافرون کے کہ انھون نے کوئی فریب نہین دیا ہے۔ پھر کہا کہ ایسا ہی حال خطرات کا ہے چنانچہ جو الہام از جانب حق عز وجل ہو وہ قلب مین باقی رہتا ہے اور وسواس نفس وشیطان کو زوال ہے خصوص جبکہ بندہ نے اپنے رب تبارک وتعالے عز وجل سے ہر باطل خطرہ سے پناہ مانگی ہو پس یہ بے اصل خطرات واہیات بسبب غلبۂ معرفت ومحبت کے فوراً زائل ہو جاتے ہین۔ ابن عطار رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جو احوال صادقہ ہوتے ہین ان کی برکت قلب مین ثابت ہوتی ہے اور جو اس کے سوائے ہو وہ زائل اور اس کی کچھ بھی بھلائی دل مین نہین رہتی ہے۔ بعض نے کہا کہ قلوب بمنزلہ ظروف ہین اور ہر ظرف محدود ہوتا ہے بخلاف قلوب کے کہ انکی وسعت سے اللہ تعالے عز وجل آگاہ ہے پس مثل وادیہائے زمین کے جو حقیر چیز ہے ان قلوب کے وادی ہین پس بعض قلب مین سیل توبہ واستغفار جاری ہے اور بعض مین سیل ترحم وبعض مین سیل خوف اور کسی مین سیل امید اور کسی مین سیل معرفت اور کسی مین سیل انس روان ہے پھر ہر ایک ان سیول جاریہ مین سے قلب کے اندر اللہ تعالے عز وجل سے قرب پیدا کرتی ہے پس یہ قلوب وہ ہین جن مین سیول قربت جاری ہین اور علاوہ انکے دوسری قسم کے قلوب ان کے خلاف ہین جنمین سیول لعنت جاری ہین

اور توفیق سے محروم اور شقاق ونفاق کے غار مین گرتے ہین یہان تک کہ مقام اشقیا جہنم پر خاتمہ ہے۔ قال المترجم بعض نے اس کے اشارہ مین کہا کہ دنیا مین جو امور مرغوب ونعمات آلہیہ ہین اُن مین اصفیا کو محل اتقیا کرنا پڑتا ہے اور عموماً خلق کو نفع پہونچانا خواہ مومن ہو یا کافر ہو اور حیات فانیہ مین محبت وحلم وآہ وگریہ یا دحق عزوجل سے روح کے لیے زینت ہے اور بغیر اسکے جوہر مصفا نہوگا اور مومن کو ہمیشہ کدورات پہونچینگے یہانتک کہ پاک صاف جہان سے عالم جاودانی مین عیش کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور کہا جاتا ہے کہ جب دل مین انوار چمکتے ہین تو تاریکی زائل کر دیتے ہین پس یقین سے شک دور ہو جاتا ہے اور علم سے جہالت اور معرفت سے انجان ہونا دور ہوتا ہے اور نور مشاہدہ سے آثار بشریت زائل اور انوار جمع سے آثار تفرقہ زائل ہوتے ہین اور حقائق کے ظہور سے فانی خواہشین دور ہوتی ہین اور جب آفتاب معرفت طلوع کرتا ہے تو دل سے تاریکی کہ کسی چیز کی کچھ تاثیر ہو بالکل زائل ہو جاتی ہے۔ بالجملہ ان قلوب نے نفع پایا اور جو منکر ہوئے انکا انجام بیان فرمایا

لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى ؕ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا

انکے لیے جنھون نے قبول کیا اپنے رب کا، واسطے بہت بھلائی کی بخشش ہو اور جن لوگون نے نہ مانا اپنے رب کے لیے اگر انکی ملک مین ہوتی سب وہ چیز جو

فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ ۙ

زمین مین ہے پوری پوری اور اتنی ہی اسکے ساتھ ہوتی تو اسکو عذاب سے اپنی جان بچانے کا فدیہ دیتے یہی لوگ ہین جنکے لیے بُرا حساب

وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۟

اور ٹھکانا انکا جہنم ہے اور بُرا پالنا ہے یہ جہنم

لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ شروع ع۱۱ ۸

آیت سابق مین اہل حق وسعادت کی اور اہل باطل وشقاوت کی دو مثالین بیان ہوئین بدین معنے کہ اہل سعادت نے ہدایت کا حصہ لیا اور انکے اعمال ظاہر وباطن اُن کے لیے نافع وباقی رہے اور اہل شقاوت نے ہدایت سے کچھ حصہ نہ پایا اور انکے اعمال باطل وبیکار گئے کیونکہ غرض اُن کی دنیاے فانیہ کے کچھ حظوظ وشہوات تھے جو مرتے ہی زائل ہوگئے اب ان دونون کا انجام آخرت کا بیان فرمایا کہ ہر ایک فریق نے اپنے لیے کیا کمایا ہے فقال عزوجل۔ لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ استجابت بمعنے اجابت یعنے حکم وفرمان کو جو بزبان حضرت رسول رب العالمین محمد صلی اللہ علیہ وسلم آیا اُسکو مانا وقبول کیا اور باب استفعال سے تعبیر فرمانے مین شوق کا اشارہ ہے کیونکہ جیسے استغفار یعنے طلب مغفرت مین بندے کی طرف سے رغبت ہو ویسے ہی ایمان وہدایت قبول کرنا برغبت چاہیے گویا یہ بندے پہلے سے منتظر تھے کہ پکار ہو اور دوڑین پھر خبر کو مبتدا پر مقدم کیا تاکہ شوق سے دل کی لگا رکھو کہ جن لوگون نے رغبت سے قبول کیا اپنے رب کی ہدایت کو اور یہ قبول کرنا خالص رب عزوجل کے واسطے ہو بدون کسی اور خواہش کے تو اُن کے لیے کیا نعمت ہے وہ نعمت۔ الحُسْنٰى ہے جمہور مفسرین وابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جنت ہے اور اہل معانی نے کہا کہ الحسنیٰ نہایت خوب منفعت عظمی جسکے ساتھ عزت کا لگاؤ ہوا ور کبھی اسکے زائل ہونے کا گمان بھی نہ ہو اور اکرام وعزت کے ساتھ ملے۔ بالجملہ اس نعمت کو الحسنیٰ سے تعبیر فرمایا پس سننے والے متنبہ ہوگئے کہ ہمارا خالق عزوجل دینے والا جو ہم کو پیدا کرنے والا ہے وہ اُس کو حسنیٰ فرماتا ہے تو اُس کی شان اسقدر بڑی والیسی خوب وعالی ہے کہ ہمارے خیال وقیاس وگمان ووہم سے باہر ہے سراج مین کہا کہ اس مقام پر حسنیٰ کے ساتھ زیادہ نہین فرمایا اسوجہ سے کہ دوسری آیت مین فرما دیا ہے اول یعنے قولہ تعالیٰ

للذین احسنوا الحسنیٰ وزیادۃ۔ اور شیخ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے وہان ذکر کیا کہ زیادہ کی تفسیر دیدار باری تعالےٰ جل شانہ ہے جیسا کہ حضرت ابوبکر الصدیق وحذیفۃ بن الیمان وعبد اللہ بن عباس وجماعہ صحابہ رضی اللہ عنہم جن کی تعداد شمر سے زیادہ ہے اور سعید بن المسیب وعبد الرحمن بن ابی لیلےٰ وعبد الرحمن بن سابط ومجاہد وعکرمہ وضحاک وعامر بن سعد وعطاء و قتادہ وحسن بصری وسدی ومحمد بن اسحاق وجم غفیر سلف وخلف سے مروی ہے اور بہت احادیث کثیرہ صحیحہ مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہین اور مترجم نے وہان تحقیق وتوضیح کے ساتھ کلام ذکر کر دیا ہے اور جس کسی فرقہ نے اپنے اوہام وقیاسات کی وجہ سے دیدار باری تعالےٰ کو محال سمجھا اور انکار کیا اُس نے دنیا ہی مین اپنے اوپر کافر ہونے کی گواہی قرآن پاک سے لے لی کیونکہ حق تعالےٰ عزوجل نے فرمایا۔ کلا انہم عن ربہم یومئذ لمحجوبون۔ یعنی کفار اُس روز اپنے پروردگار سے پردہ مین رکھے جاوینگے یعنی اُن کو نعمت عظمیٰ دیدار نہ ملے گی اور ان آیات کے معنے بدلنا گویا انکار کرنا ہوا۔ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ اور جنھون نے نہ مانا اپنے رب کے فرمان کو یعنے اللہ تعالےٰ عزوجل نے اپنا رسول بھیجا اور قرآن پاک ہدایت اُسکے ساتھ کیا اگر اُنھون نے رسول کو نہ مانا اور قرآن پاک سے انکار کیا اور اپنی رائے مین آخرت کو صحیح نہ جانا اور دنیاوی دولت وپریشان زندگی کے سوائے کسی بیفکر وپاکیزہ زندگی کو نہ مانا اور جملہ علوم حقیقیہ واخلاق حسنہ سے مُنھ موڑا یا ظاہر مین کسی دنیا کی دولت کے لیے مانا اور خالص اللہ تعالےٰ عزوجل اپنے رب کے لیے نہ مانا تو اُنکے انجام کار کی باتین حالتین فرمائین ایک تو یہ کہ۔ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا اگر آخرت کے عذاب دیکھنے کے وقت ان کی ملکیت مین ہوتا وہ سب جو زمین مین ہے پورا پورا حالانکہ دنیا مین کبھی اُنکو حاصل نہ ہوا تھا بلکہ نہایت ہی حقیر ملا تھا جس پر کفر کرنے لگے تھے اور آخرت کے عذاب کے سامنے اگر تمام جو کچھ دنیا مین ہے سب اُن کو ملتا۔ وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ اور اُس کے ساتھ اتنا ہی ملجاتا۔ لَافْتَدَوْا بِهٖ تو اس دو چند کو دیکر اپنی جان چھڑاتے حالانکہ اُن کو وہان کچھ بھی نہ ملیگا اور اگر دونا ملجاتا جب بھی کچھ قبول نہ ہوتا پس یہ بیان ہے کہ جب تک حیات دنیاوی ہے تب تک حقیر خواہش نفس نہین چھوڑتے اور حقیر متاع دنیا سے منھ نہین موڑتے حالانکہ یہ سب ان کی ملک سے چھینی نہین جاتی بلکہ انصاف کے ساتھ اس مین تصرف کرنے کو کہا جاتا ہے اور آخرت مین حقیر کیا بلکہ سب کا مال بلکہ اُس سے بھی دو چند فدیہ دینے پر رضامند ہونگے ولیکن حق تعالےٰ عزوجل نے بندگی وعبودیت کی حد اس حیات دنیا تک رکھی ہے پھر کچھ قبول نہ ہوگا۔ اور دوسری حالت یہ ہے کہ۔ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ۔ اے الحساب السوء۔ انھین لوگون کے حق مین بُرا حساب ہے۔ بعض نے کہا کہ بُرا حساب یہ کہ سب گناہون پر مواخذہ ہو کچھ بخشا نہ جاوے۔ زجاج رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اُن کے کفر نے سب اُن کے اعمال ردی ونا کارہ وباطل کر دیے۔ یعنے اب بدلا سوائے بُرائی کے نیک کچھ نہین رہا۔ بعض نے کہا کہ سوء الحساب مناقشہ ہے یعنے محاسبہ پورا لیا جاوے قال الحافظ رحمۃ اللہ علیہ یعنے ہر صغیرہ وکبیرہ پر ان سے حساب لیا جاوے اور حدیث صحیح مین ہے کہ جس کسی سے حساب مین مناقشہ ہوگا وہ ہلاک ہو جائے گا۔ اور تیسری حالت وہ درحقیقت اُنکا انجام ہے یعنے۔ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ اور ٹھکانا ان لوگون کا جہنم ہے۔ علماء نے کہا کہ جیسے خلقت مین نجاست کے کیڑے کا ٹھکانا پاکیزگی مین نہین ویسے ہی یہ لوگ اپنے لائق جگہ پر جاوینگے۔ وَبِئْسَ الْمِهَادُ اور جہنم بہت بُرا پالنا ہے۔ عجب شان الٰہی ہے کہ جن کا یہ ٹھکانا ہے اُنکو خوف وعلم نہین اور جن کا نہین ہے وہ جانتے وخائف ہین یعنے انبیاء ومومنین کا یہ ٹھکانا نہین مگر وہ دوزخ کو جانتے اور اس سے

پناہ مانگتے ہیں برخلاف کافروں کے جن کا یہی ٹھکانا ہے۔

اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ

بھلا کیا جو شخص یہ جانتا ہو کہ جو اُتارا گیا تجھپر تیرے رب سے وہ حق ہو وہ شخص مثل اُس شخص کے ہو جو اندھا ہو یہ تو وہی سمجھتے ہیں

اُولُوا الْاَلْبَابِ ۙ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ۙ وَالَّذِيْنَ

جو عقل والے ہیں ایسے لوگ ہیں کہ پورا کرتے ہیں اللہ تعالےٰ کا عہد اور توڑتے نہیں مضبوط اقرار کو اور ایسے لوگ ہیں

يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ؕ

کہ جوڑتے ہیں وہ جسکا اللہ تعالےٰ نے حکم دیا کہ جوڑا جاوے اور ڈرتے ہیں اپنے رب سے اور خوف کرتے ہیں بُرے بُرے حساب سے

وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا

اور ایسے لوگ ہیں جنھوں نے صبر کیا آرزو میں اپنے رب کے دیدار کے اور قائم رکھی نماز اور خرچ کیا اسمیں سے جو ہم نے

رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ

انکو رزق دیا تھا چھپاکر اور کھلے اور دور کرتے رہے نیک کام سے بُرائی کو یہی لوگ ہیں جنکے لیے

عُقْبَى الدَّارِ ۙ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ

آخرت کا گھر ہے باغ ہیں رہنے کے جن میں داخل ہونگے وہ خود اور جو کوئی صالح ہوا اُنکے باپ دادوں میں سے اور انکی بیویاں

وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۚ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ

اور بال بچے اور اُن کے پاس آوینگے فرشتے ہر دروازہ سے سلام علیکم ہے

بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ؕ

تم پر سلامتی ہو عوض اُسکا جو تمنے صبر کیا پس بہت عمدہ ہے آخرت کا گھر کیسا اچھا ہے

اوپر کی آیات میں بُرا انجام کفر کا بیان فرمایا ولیکن کافر بسبب جہل کے نہیں جانتا اور آیات و دلائل سے عبرت نہیں ہوتی کیونکہ وہ چشم بصیرت سے اندھا ہے ولیکن بینا کو یقین منور کرتا ہے لہذا فرمایا۔ اَفَمَنْ يَّعْلَمُ کیا جو شخص جانتا ہو یہ بات کہ۔ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ جو اُتارا گیا تجھ پر تیرے رب کی طرف سے حق ہے اس میں کچھ شک و شبہ نہیں ہے پس وہ سب نصیحتوں پر ایمان لاکر نیک اعمال کرتا ہے۔ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى مانند اس شخص کے ہے جو بصیرت سے اندھا ہے یعنی ہرگز نہیں۔ روایت ہے کہ نزول اُس کا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ابن عبد المطلب اور ملعون ابوجہل کے حق میں ہوا یعنی حمزہ رض اہل علم و یقین و معرفت سے ہیں اُن کے ساتھ ابوجہل جاہل منکر کی کچھ برابری نہیں۔ اور خازن رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ آیت کے معنے عام ہیں اگرچہ سبب خاص ہو۔ حاصل یہ کہ جو کوئی حق کو دیکھتا و اس کی اتباع کرتا ہے وہ برابر نہیں ہے اُس شخص کے جس کو حق نظر نہیں آتا اور بدراہ چلتا ہے۔ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ انھیں کو نصیحت نفع دیتی ہے جو اصحاب عقول ہیں کیونکہ جاہل بے عقل ناسمجھی سے راہ نہیں پاتا بلکہ گمراہی کو راہ سمجھتا ہے اور اہل عقل معنی کو سمجھتے اور ہر صورت سے معانی کو اور ہر پوست سے مغز کو حاصل کرتے ہیں پھر اہل عقل کی شناخت و اُن کا مرتبہ بیان فرمایا۔ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ ایسے

Marfat.com

لوگ ہین کہ جو پورا کرتے ہین اللہ تعالے عز وجل کا عہد۔ یعنی جو اللہ تعالے کی ربوبیت کا اقرار اپنے اوپر کیا اور اللہ تعالے عز وجل نے رسول بھیجے اور کتابین نازل فرمائین اوران مین عہد طاعات بجا لانے و نافرمانی سے باز رہنے کے لیے ہین سب عہد الٰہی تعالے پورا کرتے ہین۔ وَلَا یَنْقُضُوْنَ الْمِیْثَاقَ اور توڑتے نہین عہد کو خواہ خالص اللہ تعالے عز وجل کے ساتھ ہو یا بندون کے ساتھ ہو خواہ نذر ہو یا قسم ہو۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالے عز وجل کے عہد و میثاق کی پابندی کو قرآن پاک مین کچھ اوپر بیس جگہ ذکر فرمایا ہے۔ وَالَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ مَا اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ اور وہ لوگ ہین جو ملاتے ہین وہ چیز جسکے ملانے کا اللہ تعالے عز وجل نے حکم دیا ہے۔ اکثر مفسرین نے کہا کہ مراد صلۃ الرحم ہے یعنے پیٹ سے پیدائش کا ناتا جس حد تک ہو اُس کو قطع کرنا حرام اور اس کو ملانا ثواب ہے اور بعض احادیث مین قطع رحم کبیرہ گناہ ہے وفی الحدیث صلوا الارحام وافشوا السلام الحدیث یعنی لوگون کو مدینہ مین جو نصیحت شروع فرمائی ازانجملہ فرمایا کہ ناتون کو ملاؤ اور آپس مین جان پہچان ہو یا انجان ہو سب کو سلام کہو یعنے تم پر اللہ تعالے عز وجل کی سلامتی و رحمت رہے۔ اور حدیث مکارم اخلاق مین ہے کہ صل من قطعک الحدیث یعنے تیرا ناتے والا اگر ناتا کاٹنا چاہے تو اُس سے مل۔ حضرت عائشہ صدیقہ ام المومنین رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آگاہ فرمایا کہ رحم لٹکا ہوا ہے عرش الرحمٰن سے دعا مانگتا ہے کہ جو مجھے ملاوے اللہ تعالے عز وجل اُسکو ملاوے اور جو مجھے قطع کرے اللہ تعالے عز وجل اُس کو کاٹ دے۔ واضح ہو کہ الرحمٰن باری تعالے کے اعظم اسماء صفات سے ہے اور الرحم اس سے مشتق ہے اور عبد الرحمٰن بن عوف نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث قدسی مین روایت کی کہ حق تعالے عز وجل فرماتا ہے کہ جس نے رحم کو ملایا مین اُسکو ملادونگا اور جس نے کاٹا مین اسکو کاٹ دونگا۔ اقول ایسے احادیث مین فضیلت زبان عربی کی ظاہر ہے اور عرب نسل جہان جہان ہے اُن کی صحت نسب کی دلیل یہ ہے کہ باہم کنبہ و ناتے والے میل جول سے ہون اور اگر پھوٹ ہوئی تو نقص کی دلیل ہے۔ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے مرفوع روایت کی جسکو اچھا معلوم ہو کہ اللہ تعالے عز وجل اُسکے رزق مین فراخی دیوے اور اسکے اثر مین تاخیر فرماوے تو اسکو چاہیے کہ ناتا ملاوے۔ علماء نے کہا کہ اثر مین تاخیر سے مراد اُس کی عمر مین زیادتی ہے یعنے اگر صلہ رحم کرے تو اسکی عمر اسقدر دراز ہو۔ سراج مین لکھا کہ یہی مشہور ہے کہ فی الحقیقہ عمر مین زیادتی ہو جاتی ہے اور بعض نے کہا کہ متبرک طریقہ سے عمر گویا زیادتی ہے اور مترجم کہتا ہے کہ شاید یہ مراد ہے کہ اُسکے آثار خیر دیر تک قائم رہینگے گویا وہ زندہ ہے اور شاید اُسکے نسل دیر تک قائم رہنی مراد ہو۔ عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے مرفوع روایت ہے کہ مکافی واصل نہین بلکہ واصل وہ ہے کہ اُس سے ناتا کاٹا جاوے اور وہ ملاوے اور روایت ہے کہ قیامت مین رحم عرض کریگا کہ اے میرے رب مین قطع کیا گیا اور امانت کہیگی کہ اے رب مین چھوڑ دی گئی اور نعمت کہیگی کہ اے میرے رب میری ناشکری کیگئی۔ فضیل بن عیاض کے پاس ایک جماعت حاضر ہوئی آپ نے پوچھا کہ تم کہان کے ہو بولے کہ خراسان کے فرمایا کہ اے لوگو اپنے رب سے تقوے اختیار کرو چاہے جہان کے ہو اور آگاہ رہو کہ اگر کوئی بڑا نیکو کار پورا نجاوے مگر اُسکے گھر مین ایک مرغی تھی اُسکے ساتھ بُری طرح پیش آتا تھا یعنی اچھی طرح پرداخت نہ کرتا تو وہ محسنین مین سے نہین ہو سکتا۔ مسئلہ۔ کافر ناتے دارون سے صلہ رحم مین ثواب ہے اگرچہ وے لوگ اسلام سے لڑتے ہون مگر نقد روپیہ و ہتھیار ایسے ناتے دارون کو نہ دیوے جو اسلام سے قتال کرتے ہون۔ دقیقہ جنگ بدر مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قریش کو پیش قدمی

Marfat.com

کرنے دی تو اسوجہ سے نہ تھا کہ جہاد مین تاخیر کی بلکہ ان لوگون سے قرابت رحم تھی اول انھون نے آپ سے کفر کیا پھر نکالا پھر قتل پر
آمادہ ہوئے پھر واضح ہو کہ یہ سب اس صورت مین ہے کہ ما امر اللہ بہ ان یوصل۔ سے مراد خاص صلۃ الرحم ہو اور شیخ حافظ امام
رحمۃ اللہ علیہ نے عام اختیار کیا یعنی اہل قرابت سے میل رکھے اور انپر احسان کرے اور فقیرون و محتاجون سے بحسب وسعت
سلوک کرے اور امر معروف سب کے ساتھ پھیلاوے۔ اور یہی ارجح ہے کہ ہر چیز جسکے میل کا اللہ تعالے نے حکم کیا سب مراد مین
اور رحم کا ملانا اقوی ہے اور ازانجملہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قرابت ملانا اور تمام مومنون سے برادرانہ میل رکھنا اور حسب
مقدرت انپر احسان کرنا اور اُن کی مددگاری کرنا اور اُن سے بُرائی دور رکھنا اور انپر شفقت کرنا اور سلام کا افشا کرنا یعنے ہر
مسلمان اجنبی ہو یا جان پہچان ہو اسپر دعا دینے کے طور پر سلام کرنا اور مریضون کی عیادت کرنا اور دوستون و نوکرون و پڑوسیون
اور سفر کے ساتھیون سے مراعات رکھنا اور مانند اسکے جسطرح شرع نے حکم دیا ہے انمین واجب و سنت و مستحب سب داخل مین
ولیکن امر وصل جو آیت مین ہے اگر حقوق واجبہ پر محمول ہو تو واجب بطریق وجوب موکد ہونگے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے
مرفوع روایت ہے کہ نیکی کرنا احسان سے اور رحم ملانا دونون سے قیامت مین حساب مین تخفیف ہوتی ہے رواہ الخطیب و
ابن عساکر۔ بالجملہ اہل عقول وہ ہین کہ عہد الٰہی ایمان و طاعات کا عہد بندگان پورا کرتے ہین اور منجملہ عہد کے صلہ رحم ہے کہ اسکو
جوڑتے ہین توڑتے نہین۔ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ اور باوجود اسکے اپنے رب سے ڈرتے ہین اور یہ خوف اول تو یہ کہ عہد شکنی وغیرہ کا
گناہ سرزد نہ ہو اور جب اسوقت تک پورا ہوا تو دم موت تک لغزش کا خوف اور جیون جیون عہد پورا ہوتا جاتا ہے یہ خوف کہ جسکو پورا
سمجھا اسمین کہان تک نقصان ہے جو اعلیٰ سے نہ سمجھے ہون پھر اس پورے ہونے کا شکریہ ادا ہونے کا خوف کیونکہ اللہ تعالے عزوجل نے
توفیق دی اور اس کو اعمال حسنہ کا کمانے والا بنا دیا پس حمد و ثنا اُسی کے لیے ہے پھر حق تعالے عزوجل کے استغنا کا خوف کہ
تمام مخلوقات اُس کی پاک شان کے آگے ذرہ سے حقیر ہین اور قلوب اُس کے قبضۂ قدرت مین ہین اور مالک خالق وہی ہے پس
آخر اس فناگاہ سے فانی کرنے زندگی جاوید عطا کرنے تک اپنی مرضیات پر ثابت رکھے اور جو نقص ہوئے ہین ان کو عفو فرما دے۔ وَ
يَخَافُونَ سُوءَ الْحِسَابِ اور ڈرتے ہین حساب کی بُرائی سے یعنے اُن کے نامہ اعمال مین ایسی بے ادبی نہ ہو جس سے ان اعمال
ناکارہ کی وجہ سے مواخذہ سخت ہو تو ضرور ہلاکت اس کا انجام ہو جیسے مثلاً اپنی طاعات پر عُجب کی نظر دوڑائی کیونکہ یہ سب تو
اللہ تعالے عزوجل کی توفیق و رحمت سے ہوا تھا جس کا شکریہ ادا کرنے کے واسطے قدرت و طاقت نہین پائی تو بجائے اسکے اپنی
شان کا خیال ایک کفران نعمت ہے پس محاسبہ سخت ہوا بخلاف اس کے جس بندے نے عقل پائی اور اللہ تعالے عزوجل کی نعمت کا
شکریہ ادا کرنے سے عاجز یقین کر کے مغفرت چاہی کہ اے رب میرے اپنے فضل سے بخشدے اور مین حساب سے خوف کرتا ہون۔ کیونکہ
حساب مین سراسر میرا قصور ہی قصور نکلیگا کیونکہ سب تو تیرا فضل ہی فضل تھا پس مین حساب کے مناقشہ سے پناہ مانگتا
ہون اور امیدوار ہون کہ اپنے دائمی فضل سے بخشدے۔ ان سب باتون مین نفس امارہ سرکشی کرتا اور ان باتون کو گران سمجھتا ہے
کہ سب کچھ کیا پھر تو سمجھتا ہے کہ نہین نہین سراسر قصوروار ہون اور اب بھی فضل کا اُمیدوار ہون تو نفس دلگیر ہوتا ہے یہانتک
کہ عقل نورانی اپنا جلوہ دکھلائے اور بندہ اپنے مولے عزوجل کی صفات پاک کی معرفت بفضل الٰہی تعالے پاوے تو نفس مطیع ہوجاتا
ہے اور ہر محنت پر صبر کر کے رضوان الٰہی کا اُمیدوار ہوتا ہے کما قال عزوجل۔ وَالَّذِينَ صَبَرُوا۔ اور جن لوگون نے

Marfat.com

صبر کیا یعنے مشقت و پابندی شرائع عبودیت برداشت کرانے مین بوجہ مخالفت نفس کے تحمل کیا۔ ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ بامید
دیدار اپنے رب جل شانہ کے یعنی نفس پر گرانی موافق احکام عبودیت اے شرع کے اٹھانے مین خالص غرض انکی رضوان
پروردگار رہے۔ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ اور ٹھیک وقت و ٹھیک آداب سے نماز ادا کی۔ یعنے اعتقادات صحیحہ حقہ کو ساتھ
ساتھ طاعات ٹھیک ادا کی اور نماز مین بندہ اپنے رب سے مناجات کرتا ہے اور اُس کی عظمت و جلال کے سامنے خوف
اور اُس کی رحمت کے سامنے امید مع رعایت آداب سنت کے ٹھیک رکھتا ہے اور کسی چیز کی محبت اُس کے سوائے نہین رکھتا
وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ اور خرچ کرتے ہین اُس چیز سے جو ہم نے انکو نصیب کیا۔ سِرًّا خفیہ پوشیدہ وَّعَلَانِيَةً
اور علانیہ ظاہر مین۔ مسئلہ۔ زکوٰۃ کے بارہ مین فقہار نے کہا کہ علانیہ دیوے تاکہ متہم نہ ہو اور جو کوئی نہ دیتا ہو اُس کو
نصیحت و رغبت حاصل ہو۔ مسئلہ۔ صدقات سوائے زکوٰۃ کے کہا گیا کہ اس زمانہ مین اولےٰ یہ ہے کہ علانیہ دیوے
تاکہ دوسرون کو رغبت ہو بشرطیکہ ریاکاری سے بے خوف ہو۔ اور صواب یہ ہے کہ خفیہ دیوے کیونکہ حدیث مین اسکی بہت
فضیلت وارد ہے کہ صدقہ اس طرح دے کہ بائین ہاتھ کو خبر نہو جو داہنے نے دیا۔ اور واضح ہو کہ بعض حدیث سے ثابت ہے کہ آدمی کا
عمل نیک ہو یا بد ہو ظاہر ہو جاتا ہے اور قول تعالے عز وجل قل اعملوا فسیری اللہ عملکم ورسولہ آلآیہ مین تفسیر گذری پس صواب
وہی ہے کہ صدقہ خفیہ کی نص پر اسی طرح عمل کرے۔ لہذا بعض نے کہا کہ خفیہ سے صدقات نفل مراد ہین اور علانیہ سے زکوٰۃ فریضہ
مراد ہے۔ وَّیَدْرَءُوْنَ۔ یدفعون۔ بِالْحَسَنَةِ اور دفع کرتے ہین حسنہ کے ساتھ۔ السَّيِّئَةَ بدی کو۔ مثلاً کسی نے اُن پر
جہل سے سختی کی تو اُسکو علم و حلم کے نیکی کے ساتھ دفع کرتے ہین اور اذیت پر صبر کرتے ہین چنانچہ حدیث ہے کہ جس نے تیرے ساتھ
بدی کی تو اس سے نیکی کر۔ اور حدیث مین ہے کہ جو مسلمان کہ لوگون سے میل جول رکھتا اور انکی ایذا پر صبر کرتا ہے وہ بہتر ہے بہ نسبت
اسکے جو لوگون سے نہین ملتا اور نہ انکی ایذا پر صبر کرتا ہے جس شخص نے خالق عز وجل کے معنے سمجھے یعنے حضرت باری تعالےٰ کی صفت
خالق ہونے کو سمجھا و یقین کر لیا وہ ایمان پر ہو گیا۔ ابن عباس رضہ نے فرمایا کہ لوگون کی طرف سے اُس کے حق مین بدگوئی کا جواب
اُس کی طرف سے نیک کلام سے ہو۔ حسن بصری رحہ سے روایت ہے کہ اُس کی شان یہ ہو کہ لوگون نے اُسکو محروم کیا اور
اُسنے دیا اور لوگون نے اُس پر ظلم کیا اور اُسنے عفو کیا اور لوگون نے اس سے رحم و مودت قطع کی اُس نے ملایا۔ حکایت ہے کہ شقیق بلخی رحمہ اللہ
تعالےٰ گئے عبداللہ بن المبارک کے پاس اور اپنے آپ کو ظاہر نہین کیا۔ انھون نے پوچھا کہ کہان کے رہنے والے ہو جواب دیا کہ بلخ کا ہون
چونکہ آپ شقیق بلخی سے واقف تھے تو پوچھا کہ تم شقیق بلخی کو پہچانتے ہو کہا کہ ہان آپ نے پوچھا کہ اُسکے لوگون کا کیا طریقہ ہے جواب دیا
کہ اگر اللہ تعالےٰ عز وجل نے انکو نہ دیا تو صبر کیا اور جب دیا تو شکر ادا کیا تو ابن المبارک رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہمارے کتون کا
بھی یہی طریقہ ہے۔ پوچھا کہ یا حضرت پھر کیونکر طریقہ ہونا چاہیے فرمایا کہ کامل وہ لوگ ہین کہ جب اللہ تعالےٰ عز وجل نے انکو نہ دیا
تو شکر ادا کیا اور جب عطا کیا تو خیرات کر دیا۔ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ۔ ایسے ہی لوگون کے لیے ہے عقبیٰ کا
گھر یعنے وہان عیش سے زندگی بسر کرنا انھین کا حق ہے جنھون نے دنیا کا گھر چھوڑا اور اس مین نفس کے حظوظ سے مُنھ موڑا و فی
الحدیث اللھم لا عیش الا عیش الآخرۃ فاغفر الانصار والمہاجرۃ۔ اے رب میرے عیش نہین مگر وہی آخرت کا عیش پس
تو بخشدے ان بندون کو جنھون نے تیری رضا کے لیے ایمان لاکر تیرے رسول و اُس کے ساتھ والون کو ٹھکانا دیا اور مدد کی

اور بجز اسے ان بندون کو جو گھر بار چھوڑ کر تیرے رسول کے ساتھ ہو لیے۔ ایک جماعۃ علماء نے بہت وضاحت سے عقل کی بات
عاقلون کو سمجھائی کہ دنیا میں ہر عیش مکدر ہے کم سے کم ہر شخص کے سامنے یہ درپیش ہے کہ آخر فنا ہے اور عیش وہی جس مین
روز بروز ترقی کی خوشی اور کسی طرح زوال وغیرہ کا خیال و ملال نہو پس اولو الالباب یعنے عاقلون نے اس دار محنت و فنا
یعنے دنیا کو اس قابل نہیں پایا تو دار آخرت کو اپنے رب کریم سے چاہا پس اُس نے اپنے فضل سے اُن کو عقبی الدار عطا کیا
بخلاف کافرون کے کہ وہ بھی ضرور عقبی میں داخل ہونگے لیکن انھون نے دنیا کا گھر اختیار کر لیا تھا تو اُن کو عقبی مین جہنم ہے پس
معلوم ہوا کہ عقبی الدار سے یہان مراد بہشت کا گھر ہے جس کا بیان فرمایا لقولہ تعالے جنّٰتُ عَدْنٍ باغ مین اقامت کے
اس قدر آدمی سمجھ سکتا ہے کہ اس بہشت کے جہان [illegible] ایسے مکانات ہین جنپر بہشت صادق آتا ہے اور ان کا قیاس اس دنیا کے
کھنڈل پر [illegible] ہو سکتا [illegible] کیا کہ وہان باغ وغیرہ نہین بلکہ روحانی خوشی ہے اُس نے کفر کیا بلکہ وہ باغ مین جنکی خوبی
وعمدگی قیاس [illegible] دنیا کی چیزون سے تجاوز نہین کر سکتے ہین لیکن عقل جانتی ہے کہ قدرت الٰہی
تعالےٰ نہایت [illegible] ہے پس جیسے اسکو دار آخرت پر یقین ہے ویسے ہی اُس کی نعمتون پر یقین ہے کہ بلاشبہہ
صحیح ہے جو حق تعالےٰ عزوجل نے فرمایا کہ وہان انکی اقامت کے لیے جنات [illegible] يَدْخُلُونَهَا جن مین داخل ہونگے یہ لوگ
عاقل نیکوکار جنکے اعمال و افعال کا اوپر بیان فرمایا ہے اور دنیا چھوڑنے والے کے یہی اعمال ہین اور یہ نہین کہ ایک گوشہ مین بیٹھ جاوے
اور نہ کھاوے نہ کماوے بلکہ جو اعمال ان عقلاء کے بیان فرمائے ہین کہ کا حاصل ٹھیک شرع و سنت پر چلنا ہی پس یہی دنیا کو چھوڑ کر
آخرت اختیار کرنا قرار دیا ہے جنکے ساتھ فضل الٰہی سے جنت مین داخل ہونگے اور اُن کے طفیل مین اللہ تعالےٰ انکے عزیز و اقارب
پر بھی فضل کریگا چنانچہ [illegible] فرمایا کہ [illegible] داخل ہونگے۔ [illegible] اور اُن کے ساتھ ہر وہ شخص جو صالح ہوا۔ مین
اٰبَآئِهِمْ اُن کے باپ دادون مین سے جنکی پشت سے پیدا ہوئے ہین اور مراد اس سے ماں و باپ و دادی و نانا وغیرہ
سب اونچے درجے کے ہین یعنی وہ لوگ بہت خوش نصیب ہین جنکی اولاد و پوتے پرپوتون مین سے کوئی شخص عالم عاقل متقی پرہیزگار
پیدا ہووے جس کے طفیل مین اللہ تعالےٰ عزوجل اُن کو بھی سب کو جنت مین داخل کرے وَاَزْوَاجِهِمْ اور اُن کے ساتھ
داخل ہونگی اُن کے ازواج۔ یعنے جورو پس وہ عورتین خوش النصیب ہین جن کو [illegible] دیا جاوے۔ [illegible]
اور اُن کی ذریات یعنے جو اُن کی پشت سے پیدا ہوے [illegible] وہ [illegible] نہ ہو [illegible]
خوش نصیب ہین جنکے باپ دادون [illegible]
حضرت مولانا سید عبد الرحمن [illegible] سبیل [illegible]
۱۲۹۰ ہجری [illegible]
نیچے درجے کی اور [illegible]
دار جنت مین [illegible] پانے اور
نعمت جنت عطا کیے جانے [illegible] آدمی کا درجہ
بڑھ جاتا ہے اور آخرت مین [illegible]

بلکہ جو صلاحیت رکھتا ہو بدلیل قولہ من صلح من آبائہم۔ اور اس سے صاف معلوم ہو گیا کہ خالی نسب و ناتا کافی نہیں بلکہ اُس کے ساتھ صلاحیت بھی ہونی چاہیے اور صلاحیت سے مراد اصطلاحی معنے نہیں ہیں کیونکہ جو کوئی خود صالح ہو وہ بفضل الٰہی سُبحانہ تعالےٰ جنت میں داخل ہوگا اگرچہ بلند درجہ کسی اپنے آباء و اجداد یا اولاد کے طفیل میں پاوے بلکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اسکی تفسیر میں کہا کہ من صلح یعنی جس نے تصدیق کی اس سب کی جسکی اولوا الالباب نے تصدیق کی ہے مترجم کہتا ہے کہ شاید مراد یہ ہے کہ ایمان و یقین ٹھیک ہو اگرچہ اعمال ویسے نہوں۔ اور اس کا حاصل یہ ہے کہ اہل کرامت کے ناتے و رشتہ والوں میں سے جو کوئی ظاہر و باطن میں مشرک نہو اور اُس کے مجموعی اعمال ایسے ہوں کہ اللہ تعالےٰ عفو فرماوے اور وہ لائق جنت کے قرار دیا جاوے تو وہ ساتھ کر دیا جائیگا لہذا جو لوگ کہ اپنے بزرگوں کی بزرگی کا فخر کرتے ہیں اور خود منافقوں و مشرکوں میں شامل ہیں وہ محض احمق ہیں اور اُن کا قلب جب اس درجہ حماقت میں پڑا ہے جسکو ہر ادنیٰ عقل والا مذموم کہتا ہے تو وہ اولوا الالباب کے ساتھ کیے جانے کے لائق ہونے کا دعویٰ کیوں کرتا ہے اور جو لوگ منافق و مشرک نہیں مگر اپنے اعمال میں مخلوط ہیں اور بوجہ یقین آخرت کے ہر حال میں ہراسان اور اللہ تعالےٰ سے استغفار کرتے رہتے ہیں امید ہے کہ اللہ تعالےٰ عزوجل انکو بخشدے اور وے اولوا الالباب کے ساتھ کیے جانے کے لائق ہوں۔ اے رب ہمارے اے ارحم الراحمین ہم کو اپنے فضل سے اس لائق کر دے انت مولانا نعم المولےٰ و نعم المجیب۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالےٰ نے ذکر کیا کہ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے انکا قول مروی ہے کہ جنت میں ایک قصر کو عدن کہتے ہیں جسکے گرد بروج و باغات ہیں اس میں فقط نبی یا صدیق یا شہید داخل ہوگا۔ اور ضحاک رح نے کہا کہ عدن مدینہ جنت جسمیں فقط انبیاء و صدیقین و شہداء و بادشاہ و حاکم عادل جاوینگے اور باقی جنتی لوگ اُس کے گرد ہونگے۔ رواہما ابن جریر رح اور لکھا کہ من صلح یعنی جو جنت میں داخل کیے جانے کے لائق ہو۔ اور معالم وغیرہ میں کعب احبار کا قول قریب اسکے مذکور ہے قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جنات عدن وسط جنت ہے جسپر عرش الٰہی ہے یعنے جیسے زمین کی چھت آسمان ہے اور اسی طرح جنت عدن کی چھت عرش ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ سب سے اعلیٰ طبقہ ہے ولیکن صحیح بخاری میں حدیث روایت ہے کہ جب تم لوگ اللہ تعالےٰ عزوجل سے مانگو تو فردوس مانگا کرو کہ وہ جنات کے وسط میں اعلیٰ ہے اور اسپر عرش الرحمن ہے اور اسی سے جنت کی نہریں جاری ہیں اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنات عدن۔ درمیان جنت ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ فردوس تو سب سے اعلیٰ ہے اور اسکے زیریں طبقات جنات عدن ہیں پس جملہ روایات درحقیقت متفق ہیں۔ اب سمجھ لینا چاہیے کہ اولوا الالباب کے واسطے خاص کرامات وسط جنت ہیں اور خاص کرامت یہ ہوگی کہ انکے طفیل میں جو انکے قرابت و رشتہ والے جنتی ہونگے وہ انکے ساتھ جنات عدن میں رکھے جاوینگے اگرچہ خود انکے اعمال اس لائق نہ ہوں۔ اور واضح ہو کہ جس مومن کا کوئی ناتے والا ایسا نہ ہو تو وہ جس بزرگ سے محبت رکھتا ہو اُسکے ساتھ ہوگا اگرچہ اُسکے اعمال ایسے نہ ہوں ولیکن یہ شرط یہاں بھی ہے کہ وہ باطن و ظاہر میں مشرک و منافق نہو بلکہ اسکا یقین سب باتوں پر پورا ہو اور جنتی ہونے کے لائق ہونے سے بفضل الٰہی جنت میں داخل کیا جاوے۔ اور واضح ہو کہ اشارات آیات سے ظاہر ہے کہ ایمان و یقین کے آثار میں سے ہے کہ مومن کو آخرت مرغوب و مختار ہو اور دنیا کو فقط طاعات و عبادات و علم وغیرہ حاصل کرنے کے لیے مرغوب رکھتا ہو اللّٰھم ربنا اجعلنی من المومنین وانت ارحم الراحمین۔ مسئلہ بیبیاں بھی اپنے نیک خاوندوں کے ساتھ بلند درجہ پاوینگی اگرچہ جنتی ہوں۔ مسئلہ اگر ایک عورت نے کئی خاوندوں سے پیچھے بعد دیگرے نکاح کیا۔ تو جواب دیا گیا کہ صریح اسکا حکم مذکور نہیں ہے ولیکن استنباط کیا گیا کہ

Marfat.com

جسکے نکاح میں مری یا جس سے آخری نکاح تھا اُسکے ساتھ ہوگی اور اگر خود عورت اُس سے بڑھ کر ہو تو کہا گیا کہ مرد جنتی اُسکے طفیل میں ہوگا ورنہ اللہ تعالےٰ علیم ہے اور مسئلہ کا حکم حضرت ام المومنین سودہ بنت زمعہ کے قصہ سے مستنبط ہوتا ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو طلاق دینی چاہی تو انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مجھے رہنے دیجیے کہ میں بھی آپ کی بیبیوں میں حشر کیجاؤں۔ اور واضح ہو کہ اس قصہ کے واقعہ سے فقط حضرت ام المومنین سودہ رضہ کو ثواب عظیم مل گیا اور نہ طلاق کا وقوع ہوتا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بیبیاں تمام مومنین کی مائیں اور دنیا و آخرت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بیبیاں ہیں۔ اور اس سے یہ بھی نکلا کہ آخرت کے لیے آخری نکاح و حالت کا اعتبار ہے کیونکہ حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پہلے خاوند حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ اکابر مہاجرین میں سے ہیں باوجود انشاء اللہ تعالےٰ اُن کے جنتی ہونے کے حکم زوجیت کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے۔ جاننا چاہیے کہ بعض روایات میں آیا کہ جنت عدن میں ابواب کثیرہ ہیں اور دلالت کرتا ہے اس پر قولہ تعالےٰ۔ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ۔ اور ملائکہ اُنکے پاس ہر دروازہ سے داخل ہوں گے۔ یہ کہتے ہوئے۔ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ سلامتی ہو تم پر یا تم نے آفات نفس و شیطان و جملہ قہریات سے سلامتی پائی اور دنیا پر بھروسا نہیں کیا اور یہ بڑا فضل ہے اور اب تو دائمی سلامتی ہے۔ بِمَا صَبَرْتُمْ بسبب تمہارے صبر کرنے کے دنیا میں ایسے طریقہ پر جو نفس کو بہت شاق تھا اور اللہ تعالےٰ عز وجل کو محبوب تھا یا بدلے میں اپنے صبر کے۔ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ پس کیا اچھا ہے عقبی کا گھر۔ یعنے دار دنیا سے دار عقبی کو دیکھو نعم المولےٰ و نعم الدار۔ مولےٰ عز وجل راضی کہ کبھی خشمناک و ناراض نہ ہوگا اور دیار ایسا کہ کبھی دنیا میں خیال میں نہ آتا تھا صرف عقل سے یقین کیا گیا تھا۔ یا اللہ تعالےٰ عز وجل نے دنیا کے عقب میں جو تم کو گھر دیا وہ کیا اچھا ہے۔ ف اول ملائکہ کا داخل ہونا دلیل ہے کہ جو حالت جسمانی تاریکی اور پردہ میں اسوقت ہے وہ وہاں نہ ہوگی بلکہ پاکیزگی ہوگی جس سے ملائکہ کو خوب دیکھینگے۔ دوم ملائکہ اُن کے پاس مبارکبادی اور اُنس و خوشی کے لیے آویں گے اور شیخ مفسر سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ابتدا میں داخل ہونے کے وقت ملائکہ ہر طرف سے مبارکباد کو آویں گے اور جمل رح نے حاشیہ میں کہا کہ یہ قید میں نے کسی اور مفسر کے کلام میں معین نہ پائی بلکہ اُن کا کلام دلالت کرتا ہے کہ اول بار کی قید نہ ہو۔ مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک ارجح یہی ہے جو شیخ سیوطی رح نے کہا جیسا کہ دوسری آیات سے خود ظاہر ہوتا ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ سوائے اول بار کے ملائکہ نہ آویں گے پس صاف کلام یہ ہے کہ اس آیت میں جو ملائکہ کا آنا اسطرح مذکور ہے اُس سے مراد یہ ہے کہ جب یہ لوگ اپنے جنتی اہل و عیال سمیت جنت میں داخل ہونگے تو ملائکہ ہر طرف سے انکی مبارکباد کو آوینگے کیونکہ مبارکباد اول ہی مرتبہ معقول ہے پھر اکثر اوقات آیا کرینگے اور یہ آنا اللہ تعالےٰ کیطرف سے نعمتوں کو لانا ہوگا جیسا کہ بعض مفسرین نے کہا کہ دن میں تین مرتبہ آوینگے اور ارجح وہ ہے جو بعض محققین کے کلام سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالےٰ کی نعمتوں کا شمار نہیں ہے تو ملائکہ کے آنے و نعمتیں لانے کا بھی شمار معدود نہیں ہے اور ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ قال الامام احمد حدثنا ابو عبد الرحمن حدثنی سعید بن ابی ایوب حدثنا معروف بن سوید الحرانی عن ابی عشانۃ المعافری عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص عن رسول اللہ صلعم انہ قال ہل تدرون اول من یدخل الجنۃ الحدیث یعنی تم جانتے ہو کہ جنت میں پہلے کون داخل ہوگا اللہ تعالےٰ عز وجل کی مخلوق میں سے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ اللہ تعالےٰ و اسکا رسول بہتر جانتا ہے فرمایا کہ اول فقراء مہاجرین داخل ہونگے جنسے ثغور مسدود کیے جاتے اور جنکے ذریعے سے مکروہات سے بچاؤ کیا جاتا اور ان میں کا آدمی مرجاتا اور اسکی حاجت اُسکے دل ہی میں رہجاتی اُسکو

پورا نہ کر سکتا تھا۔ اللہ تعالے عز وجل اپنے ملائکہ میں سے جنکو چاہے گا فرماویگا کہ انکے پاس حاضر ہو کر تحیہ وسلام دو ملائکہ عرض کرینگے کہ اے رب ہم تیرے مخلوق وہ ہیں کہ آسمان میں بسائے گئے اور مخلوقات سے چھانٹے گئے تو ہمیں کو حکم ہوتا ہے کہ جا کر ان لوگوں کو سلام کریں (یعنے ہم یہاں ممتاز مخلوق تھے اور یہ لوگ اب وارد ہوئے تو یہ آکر ہم کو سلام کرتے پس اس میں کیا حکمت ہے کہ یہاں اصلی ساکن قدیم کو یہ حکم ہوتا ہے) پس اللہ تعالے فرماوے گا کہ یہ میرے ایسے بندے تھے کہ میری عبادت کرتے اور میری ذات و صفات میں ظاہر و باطن کسی کو شریک نہ لاتے اور ان سے ثغور مسدود کیے جاتے اور مکارہ سے بچاؤ لیا جاتا اور ان میں کا آدمی مرجاتا اور اُس کی حاجت دل ہی میں رہ جاتی اُس کو پورا نہ کرنے پاتا پس ملائکہ خوشی خوشی ہر دروازہ سے اُن کے پاس داخل ہو کر مبارکباد دینگے سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبى الدار۔ اس حدیث کو ابو القاسم طبرانی نے دوسری وجہ اسناد سے روایت کیا۔ اور اس میں یوں ہے کہ تین گروہ میں سے اول فقراء مہاجرین جنت میں داخل ہونگے بغیر حساب و عذاب کے۔ اور اس میں ہے کہ ملائکہ عرض کرینگے کہ ہم شب و روز تیری تسبیح و تقدیس کرتے ہیں اور اُن کو ہم پر فضل دیا گیا۔ اقول وقد رواه الحاكم وصححه والبزار وابن جرير وابن ابي حاتم وابن حبان وابو الشيخ وابن مردويه وابو نعيم في الحلية والبيهقي في شعب الايمان اور اس میں دلیل ہے کہ یہ گروہ ملائکہ کا ایک خاص گروہ ہوگا جو ان بندوں کے حال سے واقف نہ ہوگا۔ شیخ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے عبد اللہ بن المبارک کی روایت اُن کی اسناد سے حضرت ابو امامہ سے نقل کی جس کا حاصل یہ ہے کہ مومن ایسی عزت و احترام سے ہوگا کہ ہر دروازہ صدر سے خاص بارگاہ تک خادموں کا سلسلہ ہوگا اور فرشتہ حاضر ہو کر اجازت چاہے گا تو صدر دروازہ کا خادم اپنے پاس والے سے وہ اپنے پاس والے سے یہاں تک کہ اللہ تعالے عز وجل نے جس بندہ متقی کو اکرم فرمایا اور بادشاہ کیا ہے اس سے اجازت چاہے گا کہ ایک فرشتہ حاضر ہونا چاہتا ہے پس اجازت دے گا تو وہ خوش و خرم داخل ہوگا اور سلام الٰہی پہونچا ویگا پھر ادب سے واپس ہوگا رواہ ابن جرير وقد رواه ابن ابي حاتم من حديث اسمٰعيل بن عياش مكان ابن المبارك رحمۃ اللہ علیہ۔ اور حدیث صحاح میں ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہر سال کے شروع میں شہداء کی قبور کی زیارت فرماتے اور اُنسے کہتے سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبى الدار۔ اور یہی طریقہ ابو بکر الصدیق و عمر فاروق و حضرت عثمان رضی اللہ عنہم اجمعین کا تھا اور میں کہتا ہوں کہ یہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا رہتا مگر آپ نے کوفہ میں اقامت اختیار فرمائی تھی۔ واضح ہو کہ صرف افعال شرعیہ میں خفیف مشقت ہے مگر حکمت الٰہیہ سے وہ نفس پر نہایت شاق ہوتی ہے حالانکہ اپنی خواہشوں سے اس سے کہیں زیادہ آدمی مشقت اٹھاتا ہے اور ظاہر ہے کہ کوئی کھانا اور کوئی کپڑا کافروں سے نہیں روکا جاتا جسکو ایمان والا نہیں کھا سکتا و نہیں پہن سکتا سوائے دو ایک نجس و زنانہ لباس کے اور جو کافر اپنے نفس کے حکم و اسکے مجبور کرنے والی خواہش سے دنیا میں سے لیتا ہے مومن اسکو اللہ تعالے عز وجل کے حکم و ضرورت سے لیتا ہے مگر حسن صنعت الٰہیہ دیکھو کہ دونوں میں یہ تفاوت ظاہر ہے کہ ایک نے دنیا کو دنیا کی طرح لیا اور دوسرے نے اسکو ضرورت پر بغیر پابندی خواہش کے لیا اور یہ فقط اپنے اپنے اعتقاد کی وجہ سے ہے کیونکہ کافر و منافق و نیچر تو دنیا ہی کے قائل ہیں اور مومن آخرت کا قطعی یقین رکھتا ہے پس وہ دنیا کو آخرت کے بدلے نہیں لے سکتا ہے واللہ تعالے هو الهادي الى سبيل الرشاد۔ قرطبی رح نے اپنی تفسیر میں امام زین العابدین رضی اللہ عنہ و عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ قیامت کے روز منادی پکاریگا کہ اہل الصبر کھڑے ہوں پس کچھ لوگ کھڑے ہونگے اُن سے حکم ہوگا کہ جنت کو چلے جاؤ راہ میں انکو ملائکہ ملینگے کہ کہاں جاتے ہو کہیں گے کہ جنت میں کہیں گے کہ حساب سے

Marfat.com

پہلے۔ کہینگے کہ ہان بفضل اللہ سبحانہ۔ پوچھینگے کہ تم کون گروہ ہو۔ کہینگے کہ اہل الصبر۔ پوچھینگے کہ صبر کیا تھا۔ کہینگے کہ ہمنے اللہ تعالےٰ
کی طاعات پر اپنے نفس کو صابر رکھا اور معاصی کی خواہشون سے نفس کو روکا وصبر کیا اور دنیا کی محنت وبلاؤن پر نفس کو صابر رکھا
پس ملائکہ اُنسے کہینگے سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار۔ فائدہ سوم یہ کہ جو قدرتین اللہ تعالےٰ عزوجل کی ایسی محسوس ومعلوم
ہین جنکی کُنہ سمجھنے مین بالکل حیرت ہے اور خوب ظاہر ہے کہ وہ پاک پروردگار خالق کبیر متعال ہے اس کی قدرتون کے سامنے
جو کچھ مخلوقات ہم کو نظر آتی ہے سب بہت حقیر وخفیف ہے کیونکہ ہم کئی مرتبہ بیان کر چکے کہ اسوقت مین بھی اٹکل والے اقرار کرتے
ہین کہ زمین کا تمام کرہ بمقابلہ آفتاب کے گویا ایک رائی کا دانہ بمقابلہ ایک مٹکے کے ہے اور ظاہر ہے کہ آفتاب کے مثل
کروڑون بلکہ بے انتہا اس میدان وسیع مین سما سکتے ہین پس جسکی مملکت ومخلوقات مین خالی میدان کی یہ وسعت ہے تو کیون
تمھاری سمجھ مین نہین آتا کہ کرۂ زمین ایک رائی کے مثل ہزارون عالم آفتاب سے بڑے بلکہ آسمان کے مثل کروڑون ہون جہان
مخلوقات اور سامان عیش بے انتہا قدرت کے نمونہ ہون لہذا جو شخص ذرہ برابر بھی عقل رکھتا ہو وہ جنت واس کی نعمتون سے
کبھی منکر نہوگا اور جس خالق عزوجل نے انکو اول مرتبہ پیدا کر دیا وہ بے شبہہ وبے تردد انکو ہر بار دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے ۔ واللہ
یہدی من یشاء الی صراط مستقیم ۔ ف فی العرائس قولہ افمن یعلم انما انزل الیک الآیہ۔ اسکے اشارات سے علم ہوا کہ حق تعالےٰ عزوجل کے
بندون مین سے ایسے اولیا ہین کہ ارواح وعقول وقلوب واسرار سے کلام حق عزوجل بلا واسطہ سُنتے ہین اور وے رسول یا نبی نہین
ہین بلکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع سنت مین حق عزوجل انکو خاص قدرت کے کان عطا فرماتا ہے تو وے اس پاک
کلام کے مقام نزول کو سید المرسلین وامام الانبیار والمتقین محمد صلوات اللہ علیہ وعلیہم اجمعین ہین خوب جانتے وپہچانتے ہین اور
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صدق رسالت پر یقین شہودی وعیانی رکھتے ہین اور یہ لوگ بسبب طبیعت وایمان فطری کے
مقلد نہین ہین کیونکہ ایمان مین تقلید کام عوام کا ہے جو بالکل اندھے ہوتے ہین اور یہ علم ومعرفت اولو الالباب کو نصیب ہے ساوی
رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جس نے رسالت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق ومعرفت کو رسول بھیجنے والے سے پہچانا وہ
عارف کامل کیونکر ویسا جاہل ہو سکتا ہے جس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بھیجنے والے رب تبارک تعالےٰ کو پہچانا اور
جس نے کلام الٰہی کی تصدیق از جانب متکلم حق تعالےٰ عزوجل پائی وہ ویسا کم درجہ کا نہین ہو سکتا جس نے رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم کو ماننے کر کلام پر یقین کیا اور جس نے ازل مین اشیار کا جاری ہونا پہچانا وہ ایسا اندھا کیونکر ہو سکتا ہے جس نے ان چیزون کو
دنیاوی ظہور کے وقت دیکھا اُستاد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جسکو اللہ تعالےٰ نے چشم بصیرت سے بنا کیا وہ کیونکر ویسا ہوگا جس کو
اندھا رکھا گیا ہے اور جسکو اللہ تعالےٰ نے وصال سے مقبول کیا اسکی برابری مردود سے کیونکر ہوگی اور کیونکر برابر ہو جو ثواب وکرامت
کے لیے پیدا کیا گیا ایسے شخص سے جو عذاب وذلت کے لیے پیدا کیا گیا۔ پھر حق تعالےٰ عزوجل نے علمار ربانی کا وصف بیان فرمایا قولہ
الذین یوفون بعہد اللہ الآیہ۔ اس مین منصوص ہے کہ عہد ازلی کے پابند ہوتے ہین۔ اور واضح ہو کہ صدیقین سے عہد الٰہی وہ ہے جو انکی ارواح
سے مشاہدۂ ازلی مین کمال تفرید کا لیا چنانچہ اپنے جمال پر انکو عاشق کر دیا پس اُنھون نے پاک قدیم جل شانہ کے سوا کسی حادث پر
التفات نہ کیا اور عاشق کی روح عشق ہے وہ اسکو کیونکر توڑ سکتا ہے پس وفاے عہد اُن کا یہی ہے کہ عبودیت مین فنا ہو گئے
بعض نے کہا کہ وفاے عہد یہ ہے کہ اُسی کی بندگی مین جو حکم دیے ہین اُنکو کرتے ہین کچھ تجاوز نہین کرتے اور استغفار کرتے ہین اور

Marfat.com

جن باتوں سے منع کیا ہے اُن کے پاس نہیں پھٹکتے۔ ابن عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ازل میں اُس کی ربوبیت کا اقرار کیا تھا تو کسی دوسرے سے خوف و اُمید کچھ نہیں رکھتے اور اس کے سوائے غیر سے دل نہیں لگاتے۔ چونکہ اُس کی حکمت عجیبہ نے اس عالم میں سخت پیچدار امتحان سے باہم تعلقات عجیب پیدا کر دیے ہیں جس نے یہاں اس نظام عالم کے طریقہ پر عمل کیا و لیکن ہر عمل خالص اُسی کے واسطے کیا مثلاً شیخ و اُستاد کی فرمانبرداری نہ اپنی خوشی خاطر کے لیے اور نہ شیخ کی ذات کے لیے بلکہ خالص اللہ تعالےٰ عزوجل کی رضا کے لیے کیونکہ شیخ و اُستاد کی خدمت کرنے میں اللہ تعالےٰ راضی ہوگا کیونکہ اُس نے خود تعلقات پیدا فرمائے اور اُن کی پابندی کا حکم دیا پس اسی کے لیے باُمید رضوان یہ خدمت کی تو درحقیقت تعلقات ویسے ہی قائم رکھے جیسے اس عالم کے نظام میں ہیں مگر اللہ تعالےٰ عزوجل کو وحدہ لاشریک کے ساتھ حمد کرتا رہا اور اُس کو منفرد جانا اسیواسطے حدیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ جس نے کسی کو دیا تو اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے اور نہ دیا تو اسی کے واسطے اور دوستی یا دشمنی کی تو اُسی کے واسطے اُس نے ایمان پورا کر لیا۔ کما فی السنن پس معنی اُس کے کہ نہ کسی سے خوف اور نہ کسی سے امید رکھتے ہیں یہی ہیں جو مذکور ہوئے اور یہی مفہوم ہے قولہ تعالےٰ والذین یصلون ما امر اللہ بہ ان یوصل الآیۃ اور اصل امیں نیت قلب ہے نہ وجود فعل حتےٰ کہ جو کوئی محتاج فقیر کہ اقارب کے ساتھ صلہ ارحام کی نیت رکھتا ہو وہ ثواب پاویگا اور خشیۃ و خوف اصل میں اسرار قلب سے ہے پس ہر ایک چیز جسکے بارہ میں بجا آوری و وصل کا حکم ہے بجا لاتے ہیں اور اول ان میں تعلق قلب بحق عزوجل ہے پھر خوف و خشیۃ بھی ساتھ ہی ساتھ رکھتے ہیں جبکہ جلال و عظمت الٰہیہ کے مشاہدہ میں با ادب داخل ہوتے ہیں کہ ایسا نہو اُن کے قلوب کو غیر کیجانب ملتفت فرما دے۔ ابن عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ شکر نعمت پر مداومت کرنے میں خوف کے ساتھ کہ معرفت منقطع نہو جاوے بعض نے کہا کہ یہ لوگ باہم للہ فی اللہ محبت رکھتے ہیں۔ واسطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ خشیۃ تو فقط رب تبارک و تعالےٰ سے ہے بقولہ تعالےٰ یخشون ربہم اور خوف اُس سے اور دوسری چیز سے ہے بقولہ ویخافون سوء الحساب۔ مترجم کہتا ہے کہ اللہ تعالےٰ عزوجل نے انکار فرمایا غیر سے خشیۃ پر بقولہ تعالےٰ اتخشونہم فاللہ احق ان تخشوہ الآیہ۔ اور غیر کے خوف سے بھی منع کیا بقولہ فلا تخافوہم وخافون ان کنتم مومنین پس درحقیقت خوف فقط اللہ تعالےٰ عزوجل ہی سے ہے کیونکہ سوء الحساب قہر الٰہی ہے۔ بعض نے کہا کہ خشیۃ قلب کی نگہداشت ہے کہ کسی حال میں سوائے حق تعالےٰ عزوجل کے غیر پر نظر نہ رکھے جسکا یہ نتیجہ ہو کہ اللہ تعالےٰ عزوجل کا خشم و عتاب اسپر طاری ہو۔ ابن عطاء رح نے کہا کہ خشیۃ قلب کا چراغ ہے اور خوف نفس کا ادب ہے اقول نفیس قول ہے۔ پس خشیۃ قلب کے احوال محمودہ میں سے ہے اور نفس کو اُسکے مناسبات سے خوف دلایا جاتا ہے۔ شیخ ابن عطاء رح سے دریافت کیا گیا کہ خشیۃ و خوف میں کیا فرق ہے فرمایا کہ خشیۃ تو تقربات کے درجات سے گر جانے میں ہوتا ہے اور خوف ہوتا ہے عذاب و قہر میں گرنے سے۔ مترجم کہتا ہے کہ نفیس کلام ہے بعض نے کہا کہ خشیۃ زیادہ رقیق ہے اور خوف زیادہ سخت ہوتا ہے۔ اقول اس صورت میں ضرور سوء الحساب سے خوف کرنا قلب پر فقط غیر کا نہ ہو بلکہ فقط حق تعالےٰ کی صفت قہر کا ہو۔ اُستاد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ وفائے عہد ان کا دائمی عرفان بشرائط احسان و تقویٰ از ارتکاب معاصی ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ عرفان پر استدامت ان کا فعل نہیں ہو سکتا و لیکن جیسے وفائے عہد بہدایت ہے ویسے ہی یہ بھی ہے۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ مجھے ایک معنے ظاہر ہوئے ہیں کہ خشیۃ و خوف میں یہ فرق ہے کہ خشیۃ کا محل علم و معرفت بحق تعالےٰ عزوجل ہے بصفت اجلال تعالےٰ جل شانہ اور ثمرہ اس کا حیاء و خوف مع محبت مقرون بعبودیت ہے جس سے

محبت کے آداب پورے کرنے میں ساعی رہتا ہے اور فراق سے خوف کرتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ عزوجل نے ان بندوں کا وصف دیگر بیان فرمایا کہ اُس کے لقاء کی اُمید پر اس کی بلا پر صبر کرتے ہیں بقولہ والذین صبروا ابتغاء وجہ ربہم۔ اللہ تعالیٰ عزوجل ہی کے واسطے اسی کی قوت سے اُس کے سوائے تمام مخلوقات سے مُنھ موڑا اور صبر اختیار کیا تاکہ حجاب دور فرمایا جاوے اور دیدار پاک حاصل ہو جو قیاس و مشابہت مخلوقات سے پاک اور چون وچرا سے پاک ہے تعالیٰ اللہ علوا کبیرا۔ اور اشارت ہو کہ معرفت آلہی تعالیٰ میں اُن کے اسرار پر تجلیات پاکیزہ کے ورود کو پوشیدہ رکھتے ہیں حالانکہ جوش عشق سے بدن گھل جاوے مگر انوار ازلیت کو دل میں جگہ دیتے ہیں اس طرح سے کہ کل الکل میں فنا ہو جاویں اور تمام مخلوقات و جملہ نعمتیں اُس نعمت کے مقابلہ میں بالیقین گویا عذاب ہیں شیخ ابو عثمان رح نے کہا کہ منہیات و معاصی سے نفس کو قطعاً روکا اور یہ روکنا بخوف جہنم نہیں بلکہ بسبب منع فرمانے اللہ تعالیٰ عزوجل کے اور عظمت آلہی تعالیٰ کا احترام رکھا۔ بعض نے کہا کہ اس میں اشارت ہے کہ مرید کو لازم ہے کہ اپنے ارادہ پر صبر رکھے اور جو عہد و پیمان اس کا پیرو شیخ لیوے اور جو مشقت اُس سے اُس پر طاری ہو اُس کو صبر و مضبوطی سے اُٹھاوے اور رفاہیت کی جستجو میں نہ پڑے اور اس سب میں اس کی نیت ادراک حقیقت تصحیح ارادت ہووے۔ مترجم کہتا ہے کہ مضبوطی و صبر کا ارادہ وعزم اپنے نفس کی طرف سے نہو بلکہ یہ مضبوطی بقوت حضرت خالق قوی عزوجل ہو کیونکہ یہ دعوے ہو جائیگا تو امتحانات کی مشقت سخت ہو جائیگی کیا نہیں دیکھتے کہ حضرت یوسف علیہ السلام پر قیدخانہ سخت ہو گیا حالانکہ پانچ برس گذرے تھے پھر سات برس آسان ہوئے جو بقوت آلہی جل شانہ ہوئے پس لازم ہو کہ اپنے مصمم عزم پر اللہ تعالیٰ سے ہدایت و سلامتی و عافیت کی درخواست رکھے کیونکہ بہت خفیف مشقت نفس پر معرض امتحان میں بہت سخت و شدید معلوم ہوتی ہو حتی کہ عہد شکنی کی نوبت پہونچتی ہے اور بعد اسکے وہی حالت اسکو بہت خفیف نظر آتی ہو اور نادم و پشیمان ہوتا ہو حتی کہ پھر اگر نہ سمجھا اور اپنے اوپر بھروسا کیا تو شرک کا مرتکب ہوا اور آخر وہی نتیجہ نکلا۔ پھر شیخ رح نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اُنکا تیسرا وصف بیان کیا بقولہ تعالیٰ واقاموا الصلوٰۃ وانفقوا الآیہ۔ انھوں نے پاکیزگی کے ساتھ اللہ تعالیٰ عزوجل کا مشاہدہ کیا پس اپنے وجود کو ظاہر و باطن قربان کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ عزوجل نے چوتھا وصف بیان کیا بقولہ تعالیٰ ویدرءون بالحسنۃ السیئۃ اسمین اشارت ہو کہ خواہش نفس و شہوات شیطانی کے سیآت کو حسنات طاعات و مشاہدات و لذید محبت و تجلیات سے دور کرتے ہیں۔ مترجم کہتا ہے کہ ان تجلیات معارف سے کوئی چیز تمام مخلوقات میں لذیذ نہیں ہو کہاں ذات باری عزاسمہ قدیم و پاک اور کہاں مخلوقات و ممکنات واللہ تعالیٰ اعلم۔ اُستاد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اہل تقویٰ میں جو عمدہ اخلاق شرعی کے ساتھ لوگوں سے معاملہ کرتے ہیں اور خود انصاف و عدل کا برتاؤ کرتے ہیں اور اگر کسی نے اُنپر ظلم و جفا کیا تو اس سے اپنے واسطے انصاف نہیں چاہتے ہیں اور اگر کسی قوم نے اُنپر ظلم کیا تو اُن کا اعتذار قبول کرتے ہیں اور معذور رکھتے ہیں اور جب بیمار ہوتے ہیں غیروں کی عیادت کو جاتے ہیں کما قیل ؎ اذا مرضنا اتیناکم نعودکم ٭ وتذنبون فناتیکم ونعتذر۔ پھر اللہ تعالیٰ عزوجل نے اپنا احسان و امتنان انپر ظاہر فرمایا بقولہ اولئک لہم عقبی الدار جنات عدن یدخلونہا الآیہ۔ جنات مقامات عیش دائمی ہیں اور مراتب متفاوت ہیں عوام کی جنتیں تو باغہائے عالم ملکوت ہیں اور خواص کی جنتیں دیدار باری تعالیٰ عزوجل ہیں کہ شان بکثرت بیشمار ہیں پھر جب عالم ملکوت کی جنت میں تخت پر بیٹھے تو اُنکے بھائی ماں باپ اُن کی بہار کہاں دی کو آدینگے کما قال تعالیٰ والملائکۃ یدخلون

علیہم من کل باب جن ابواب سے دنیا مین اُنکو ملائکہ سے معرفت و محبت تھی یعنے طہارت و خشوع و خضوع و انواع طاعات کے ابواب مین سے ہر باب کے ملائکہ خاص ہین پس جنت مخفوف بمکارہ ہے جو اُسوقت مکروہ کی صورت ظاہری سے اصلی صورت خوش منظر بے نظیر پر ہونگے ان ابواب سے ہر ایک باب کے ملائکہ مبارکبادی دینگے کہ وہ وعدہ جو تم کو اس قسم کی طاعت دیا گیا تھا دیکھو وہی سچ ہے۔ سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار۔ یعنی سلامت دوام وصال و برکت انوار جمال تمہارے لیے ابد تک بلا انقطاع ہے نہ کچھ فکر نہ تشویش نہ اس فکر کا مادہ ہے یہ بدلا اُس کا ہے جو تم نے طول حیات مین شوق جمال مین بلاؤ مشقتون کو برداشت کیا ہے۔ پھر حق تعالے عز و جل نے اولیاء اہل جنت کے اوصاف و انکی کرامت کے بعد اعدا رد و زخیون کی بدکاریان بیان فرمائین بقولہ تعالے

وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ

اور وہ لوگ ہین جو توڑ ڈالتے ہین اللہ تعالے کا عہد بعد اُسکی مضبوطی کے اور کاٹ دیتے ہین وہ جسکے ملانے کا اللہ تعالے نے حکم

يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۙ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْۗءُ الدَّارِ ۝ اَللّٰهُ

دیا ہے اور فساد پھیلاتے زمین مین ایسے ہی لوگون کے لیے ہے لعنت پھٹکار اور انھین کے لیے ہے عذاب کا گھر اللہ ہی

يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ ۭ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا

کشائش سے دیتا ہے رزق جسکے لیے چاہے اور وہی تنگی کرتا ہے اور یہ لوگ تو خوش ہو رہے زندگانی دنیا پر اور نہین زندگانی دنیا کی

فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ۝ ع ۳ ۹

آخرت کے سامنے مگر متاع ناکارہ

تمام مخلوق جو مومن نہو کافر ہے اگرچہ ملتون مین مختلف ہون بعضے نصرانی و بعضے یہودی اور بعضے بت پرست و بعضے آتش پرست اور بعضے ظاہر مین مسلمانون کی صورت مگر دل مین یقین نہین یا ڈبڈھا ہے تو یہ سب در واقع ایک ملت کفر پر ہین پس سابق آیات مین تو مسلمانون کے اوضاع و اطوار و اعتقادات و اُن کے بلند درجات بیان فرمائے اور اب اُنکے مقابل کافرون کا حال بیان کیا بقولہ۔ وَالَّذِيْنَ اور جو لوگ کہ۔ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ توڑتے ہین اللہ تعالے عز و جل کا عہد۔ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ پیچھے اُس کی مضبوطی کے۔ یعنی اقرار وحدانیت الٰہی و اُسی کی عبادت کا قول کر کے مضبوط کیا پھر اب توڑتے ہین وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ اور کاٹتے ہین وہ جس کے جوڑنے کا اللہ تعالے عز و جل نے حکم کیا یعنی قرابت رحم و مودت ایمانی وغیرہ حقوق کو ثابت نہین رکھتے۔ یعنی مومنون سے مخالف اُن کا برتاؤ ہے۔ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اور فساد پھیلاتے ہین زمین مین۔ پہلا سب سے بڑا فساد تو اللہ تعالے عز و جل سے شرک و کفر ہے کیونکہ جو عدل و انصاف سے خلاف ہے وہ فساد ہے اور اس سے زیادہ کون ظلم ہوگا کہ خالق عز و جل سے مُنھ موڑ کر مخلوقات کو اپنا خالق بتاتے ہین اور بعضے جو اللہ تعالے عز و جل کا نام لیتے ہین تو اپنی رائے و قیاس سے جو درحقیقت اللہ تعالے جل شانہ کی شان پاک کے لائق نہین مثلاً اُس کا بیٹا و جورو بتلاتے ہین تعالے اللہ عن ذلک علواً کبیراً۔ بلکہ واجب اُنپر یہ تھا کہ جو صفات اللہ تعالے عز و جل کے کامل و پاک ہین انھین پر ایمان لاتے مگر جب وحی الٰہی سے انکار کیا تو شیطان کے وساوس

Marfat.com

نقبول کیا۔ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ انہیں کے لیے ہے لعنت و پھٹکار یعنے اللہ تعالے عز و جل کی رحمت سے دوری وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ اور انہیں کے لیے ہے بُرا ٹھکانا یعنے جہنم کہ جس کے مقابلہ مین یہ دنیا اُن کے حق مین بہشت ہے حالانکہ دنیا چند ساعت ہے اور بعد اس کے جو ٹھکانا ہے وہ دائمی ہے پس انپر صد ہزار افسوس ہے کہ کیسے بہکے ہوئے بُرے ٹھکانے کو جاتے ہیں اور اکثر اُنھون نے دنیاوی دولت پر فریب کھایا ہے حالانکہ دنیا خود حقیر اور محل امتحان ہے قال اللہ تعالے اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ اللہ تعالے عز و جل وسعت کے ساتھ دیتا ہے رزق جس کو چاہتا ہے۔ وَيَقْدِرُ اور تنگ کر دیتا ہے یعنے جس کو چاہتا ہے تنگی سے رزق دیتا ہے۔ یعنے وسعت و تنگی رزق مین اللہ تعالے کی حکمت بالغہ ہے اسپر قیاس دوڑانا کم اچھے مین آتا خیال ہے کی قال تعالے ایحسبون انما نمدلہم من ال و بنین نسارع لہم فی الخیرات بل لا یشعرون۔ یعنے کیا وے قیاس دوڑاتے ہین کہ یہ جو ہم اُن کو مال و اولاد کشادہ دیتے ہین تو ان کے حق مین ہم بھلائیان جلد جلد پہونچاتے ہین یعنے یہ قیاس باطل ہے بلکہ ان کو شعور نہین ہوتا پس درحقیقت کفر و معصیت کیساتھ دنیاوی دولت و ثروت ایک استدراج ہے کہ درجہ بدرجہ زیادہ کفر و معصیات مین مبتلا ہوتے جاتے ہین اور زیادہ تر بُرے ٹھکانے کی طرف چلے جاتے ہین۔ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا اور اترائے زندگانی دنیا پر۔ حالانکہ حماقت اس انتہا کو پہونچی کہ دنیا چند روزہ پر اترانا کچھ بھی عقل کے لائق نہین ہے اور حیات دنیا کے بعد دائمی حیات بے انتہا ہے تو ان چند روز کا اُس کے مقابلہ مین کچھ شمار نہین اور اس دنیا و مافیہا کا آخرت کے مقابلہ مین کچھ وجود نہین بلکہ جیسے گھورا جس مین مردار نجاسات سڑتی ہون۔ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ اور نہین ہے حیات دنیا بمقابلہ آخرت کی مگر متاع۔ یعنے متاع قلیل یا زادراہ۔ مستور د رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خبردار فرمایا کہ دنیا بمقابلہ آخرت کے کچھ نہین مگر جیسے تم مین سے کوئی اپنی انگلی ایک سمندر مین ڈبو کر اُٹھاوے تو دیکھے کہ وہ کیا لائی ہے۔ رواہ الامام احمد والامام مسلم۔ اور دوسری حدیث مین ہے کہ راہ مین ایک بزغالہ سکڑے کانون والا مردار پڑا تھا اس طرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم گذرے تو فرمایا کہ مین اللہ تعالے عز و جل کی قسم کھاتا ہون کہ اللہ تعالے جل شانہ کے نزدیک دنیا اس بزغالہ مردار سے بھی زیادہ خوار ہے جبکہ اس بزغالہ والون نے اُس کو پھینکدیا۔ مسئلہ۔ پورا ایمان یہ ہے کہ آدمی کے نزدیک دنیا و اُس کے تمام چیزین مردار کے برابر حقیر ہون۔ مسئلہ۔ کفر ظاہر ہے اور شرک مخفی ہوتا ہے اور قولہ وما یؤمن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون۔ کی تفسیر مین کچھ تفصیل گذری۔ اور نفاق بھی بایک شے کہ آدمی دعوے کرتا ہے کہ وہ مسلمان ہے حالانکہ یقین مین سے اُس کے پاس نام ہی نام ہوتا ہے اور شیخ ابو العالیہ رحمہ اللہ جلیل القدر تابعی فرماتے ہین کہ جب منافق نڈر ہوتا ہے تو چھ باتین ظاہر کرتا ہے باتین کرے تو جھوٹ بولے اور جھگڑے تو فجور کرے اور وعدہ کرے تو خلاف کرے اور امانت رکھوائی جاوے تو خیانت کرے اور عہد الٰہی کو بعد مضبوطی کے توڑے اور جسکے ملانے کا اللہ تعالے نے حکم کیا اسکو قطع کرے اور زمین مین بد افعالیون سے فساد پھیلاوے۔ اور جب منافق کو کچھ ڈر ہوتا ہے تو وہ تین باتین ظاہر کرتا ہے جو اول مذکور ہوئین۔ مترجم کہتا ہے کہ اس زمانہ مین جو شخص سچے یقین و اعتقاد کے ساتھ سنت پر عمل کرے اُس کو سو شہید کا ثواب ہے جیسا کہ حدیث صحیح مین آیا ہے۔ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خرمائی چھال کے بوریے پر لیٹے جب اُٹھے تو آپ کے پہلو مین نشان پڑگئے تھے تو ہم لوگون نے عرض کیا

کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہم آپ کے لیے کوئی نہالی تیار کرتے فرمایا کہ میرا اور دنیا کا کیا علاقہ ہے مین تو دنیا مین فقط ایک مسافر کے مانند ہون جو دھوپ مین کسی درخت کے سایہ مین ٹھہرا پھر اُس کو چھوڑ کر روانہ ہوگیا۔ رواہ الترمذی و قال صحیح۔ اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے اُنسے فرمایا کہ اگر تجھے مجھ سے ملنے کی خوشی ہے تو تجھ کو دنیا سے اسی قدر کافی ہونا چاہیے جو ایک مسافر کا توشہ ہوتا ہے اور خبردار کہ تو الداروں کی مجلس مین مت بیٹھے اور کسی کپڑے کو پُرانا کرکے نہ اُتار رہا یہان تک کہ اس مین پیوند پارہ کر لے۔ رواہ الترمذی۔ عروۃ بن الزبیر یعنے آپ کی بہن کے بیٹے نے بیان کیا کہ ایک روز حضرت عائشہ صدیقہ کے پاس معاویہ رضی اللہ عنہ نے اَسّی ہزار درم بھیجے تو شام تک آپ نے سب خیرات کر دیے ایک درم اپنے پاس نہ رکھا پس آپ کی باندی نے کہا کہ ہمارے لیے آپ نے ایک درم کا گوشت نہ خرید دیا تو فرمایا کہ اگر تو مجھے یاد دلاتی تو مین خرید دیتی۔ حدیث ابوہریرہ مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللھم اجعل رزق آل محمد کفافا یعنے اے رب میرے کردے آل محمد کا رزق کفاف۔ یعنے اسقدر کہ ضروری حاجت سے کچھ فاضل نہووے۔ رواہ الشیخان وغیرہما۔ اور ایک حدیث مین ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے فرمایا کہ اسوقت تمہارا کیا حال ہوگا جب چندروز کے بعد تم مین کا آدمی صبح کو ایک سواری پر جاویگا اور دوسرے وقت دوسری سواری پر اور ایک دسترخوان پر ایک پیالہ لایا جائے گا اور دوسرا اُٹھایا جائے گا اور اپنے گھرون مین پردے لٹکاوگے جیسے خانہ کعبہ کی پوشش کی جاتی ہے تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ہم اسوقت کی نسبت اُسوقت اچھے ہونگے کہ فراغت سے عبادت مین مشغول ہونگے فرمایا کہ نہین بلکہ تم اب اس سے بہت اچھے ہو۔ رواہ الترمذی۔ اور امام بخاری کی صحیح مین کتاب الزہد دیکھو اور ایک حدیث کافی ہے کہ کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل یعنے دنیا مین ایسا رہ جیسے تو پردیسی ہے یا راہ گیر ہے۔ ف فی العرائس قولہ تعالے والذین ینقضون عھد اللہ۔ ان لوگون کا عہد اللہ تعالے عزوجل کے ساتھ بطوع نہ تھا بلکہ باکراہ تھا پس دنیا مین بھی کراہت سے اُس کو سجدہ کرتے ہین اور اسکے سوائے کچھ اور نہین کر سکتے ہین پس یہ عہد بشرط توفیق نہ تھا کیونکہ اگر عہد اول مین انکو توفیق کی مساعدت ہوتی تو عہد توڑنے پر قدرت نہ پاتے کیونکہ جسکو توفیق دی گئی وہ نگہداشت الٰہیہ کے ساتھ محفوظ ہوتا ہے۔ شیخ ابوالقاسم حکیم نے کہا کہ عہد توڑنا ایسی چیز کے ساتھ سکون و دل لگاؤ ہے جس سے کچھ بھی سکون نہ ہو اور فرحت ایسی چیز کے ساتھ جس سے کچھ فرح نہو۔ چنانچہ ان لوگون کا حال بیان فرمایا کہ عہد توڑا اور وہ اس طرح ہوا کہ دنیا کی محبت مین فرحت سمجھے بقولہ تعالے وفرحوا بالحیوۃ الدنیا الآیہ واضح ہو کہ جو کوئی مشاہدۂ آیات الٰہی عزوجل سے بےنصیب ہو اسی کو دنیا کے ساتھ فرحت ہوگی کیونکہ شہود کی فرحت کے سامنے کسی چیز کی فرحت کچھ نہین ہے اور جس کو اپنے رب سبحانہ تعالے کے ساتھ فرحت نصیب ہوئی وہ تعجب ہے کہ کسی مخلوق کے ساتھ کیونکر فرحت پاوے گا اگرچہ جنت کیون نہ ہو پس جب جنت کے مانند نعمت پر اس کو فرحت نہوئی تو بھلا دنیا مردار کیا چیز ہے کہ جس سے اُس کو فرحت ہو۔۔ واسطی رح نے کہا کہ دنیا ایک ڈھیلا مٹی ہے اور تجھ کو اس مین سے فقط ایک غبار کا ذرہ ہے اور جو کوئی اس ذرہ پر فرحت پاوے وہ خود اس ذرہ سے بھی حقیر ہے اور جسکو تمام دنیا ملجاوے اُسکو مچھر کا ایک پر یا اس سے بھی کم ملا اور جب اُس نے اُس کو فرحت دی تو اس کی قدر تم خود دیکھ لو۔ مترجم کہتا ہے کہ حدیث صحیح مین ہے کہ اگر دنیا کی قدر اللہ تعالے عزوجل کے نزدیک ایک مچھر کے پر کے برابر ہوتی تو کافر کو اس مین سے ایک گھونٹ پانی نہ ملتا۔ واسطی رحمہ اللہ تعالے

Marfat.com

نے کہا کہ دنیا کو چھوڑو کہ وہ تم کو اپنے عذاب کے سمندر میں غرق کر دے بلکہ تم اس کی گردن پکڑ کے اللہ تعالیٰ عزوجل کی عظمت و وحدانیت کے سمندر میں غرق کر دو کہ تم کو اس میں سے کچھ نظر نہ آوے۔ شیخ ابو عثمان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ایسی دنیا ہے جس سے نقضِ عہد پر آمادہ ہوئے پس دنیا کی حقیر حالت اُن کو بتلا دی تاکہ ان کی آنکھوں میں خوار نظر آوے اور اس کا چھوڑنا اُن کو ناگوار نہ ہو۔ پھر حق تعالیٰ عزوجل نے کافروں کے آیات و معجزات طلب کرنے اور یادِ حق تعالیٰ و قرآن سے مطمئن ہونے وغیرہ کو فرمایا۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ ۗ قُلْ إِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ أَنَابَ ۝ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُم بِذِكْرِ اللَّهِ ۗ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ۝ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ طُوبَىٰ لَهُمْ وَحُسْنُ مَآبٍ ۝

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا [illegible] وغیرہ اور جو اُن کے مانند قیامت تک ہوں گے۔ لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ کیوں نہیں [illegible] اس پر کوئی نشانی اُس کے رب کی طرف سے۔ ہر ایک اپنی خواہش کی چیز [illegible] کہ مکہ [illegible] اور بجائے پہاڑوں [illegible] ریتیلے ملک کے شاداب سرسبز ہو جاوے اور [illegible] بعض [illegible] حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح مُردے زندہ کرنے کا یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح عصا سے اژدہا [illegible] اور بعضے کہتے کہ فرشتہ اُتارا جاتا اور بعضے کہتے کہ رسول کے لیے عمدہ دارالسلطنت [illegible] سب [illegible] تبارک و تعالیٰ سے منکر اور اُس کی صفات سے [illegible] کرتے ہیں [illegible] ہزاروں دلائل کے محسوسات سے تجاوز [illegible] اور تمام [illegible] ہر چیز [illegible] کیسا سرور ہے۔ گویوں کا [illegible] ہوا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] باتوں کے طالب ہوئے جو آخرت کے [illegible] ہیں اور اللہ تعالیٰ عزوجل کی قدرت میں [illegible] جو [illegible] حق تعالیٰ عزوجل کے علم کی انتہا نہیں بندہ [illegible] مخلوق کے بیان [illegible] اور [illegible] مخلوق جیسے پیدا کیے [illegible] جیسے کسی ویسے ہی ہیں اس کے قبضہ قدرت [illegible] کہ جب کفار کہتے [illegible] انکار [illegible] ہو جاویں [illegible] وحی نازل [illegible] تو اُن کو عذاب [illegible]

ہلاک کردونگا اور اگر تو چاہے تو انپر توبہ و رحمت کا دروازہ کھول دوں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا کہ اے رب
تو انپر توبہ و رحمت کا دروازہ کھولدے۔ علماء نے کہا کہ یہ لوگ دعوے کرتے تھے کہ یہ معجزات دیکھکر ہم ضرور ایمان لاوینگے
ولیکن درحقیقت اس کا نتیجہ یہ کہ اُس وقت ہم جہنمی ہوجاوینگے حالانکہ اللہ تعالے عز وجل خوب جانتا ہے کہ اس نے کس
مخلوق کو کس واسطے پیدا کیا پس جسکا جو انجام علم آلہی میں ہے اُس سے وہی ہوگا اور اُس کے خلاف خواہ دعوے کرے یا
نہ کرے کچھ نہیں کرسکتا اور اللہ تعالے عز وجل نے فرمایا ولو اننا انزلنا الیہم الملائکۃ۔ اور اگر اُتار دیتے انپر ملائکہ۔ وکلمہم الموتے۔
اور مُردے اُنسے باتیں کرتے۔ وحشرنا علیہم کل شئی۔ اور حشر کردیتے اُنپر ہر چیز۔ قبلا۔ روبرو۔ ما کانوا لیومنوا الا ان یشاء اللہ ولکن
اکثرہم یجہلون۔ تو اُن کی قدرت نہ تھی کہ ایمان لاتے مگر آنکہ اللہ تعالے عز وجل چاہتا ولیکن اکثر ان میں کے جہالت کرتے ہیں۔ اور
اللہ تعالے نے فرمایا۔ ان الذین حقت علیہم کلمۃ ربک لا یومنون ولو جاءتہم کل آیۃ۔ یعنے جن پر تیرے پروردگار کا کلمہ ثابت ہوگیا
وے ایمان نہیں لاوینگے اگرچہ اُن کے پاس کل نشانیاں و معجزات آجاویں۔ اور چونکہ حکمت آلہیہ میں برابر جاری ہوا ہے
کہ جب کسی قوم نے بڑی ہٹ سے معجزہ مانگا اور پایا پھر انکار و کفر کیا تو وہ عذاب سے تباہ کیے گئے لہذا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
نے توبہ و رحمت قبول کی اور البتہ قریش و اکثر عرب کی اولاد مسلمان جنتی ہونے والے تھے اور آیات توحید جسقدر قرآن مجید
میں مذکور ہیں وہ انواع ہیں کہ اس سے لاکھوں آیات خود اپنے انفس میں ظاہر ہوتے ہیں اور بکثرت وے دیکھ چکے پس اگر
آیات پر ایمان ہونا تو ایک کافی تھی وقال تعالے وما تغنی الآیات والنذر عن قوم لا یومنون۔ یعنے جس قوم کے حق میں ایمان
نہیں ہے اُس کو آیات و منذرات کچھ بھی کفایت نہیں کرتی ہیں اور جو جنتی ہیں اُن کو ایک آیت بہت زیادہ کافی ہے تو آیات
مانگنے پر ہٹ مت کرو بلکہ اللہ تعالے عز وجل سے ہدایت مانگو اور اس کی طرف رجوع کرو چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو
حکم دیا۔ قل کہدے اے محمد کہ اِنَّ اللّٰہَ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ اللہ تعالے راہ نہیں دیتا جسکو چاہے یعنے اللہ تعالے اپنی
مخلوق کا خالق و اُن کی ماہیت و آغاز و انجام کا علیم ہے اُس نے جس کو ہدایت کے لیے نہیں پیدا کیا وہ گمراہ ہوگا اور
قبضہ قدرت آلہی کا ذلیل ہے جو وہ چاہے وہی ہوگا۔ وَیَہْدِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ اَنَابَ۔ اور راہ دیتا ہے اُس کو جو اُس کی
طرف رجوع لاوے پس ہدایت دینا اور گمراہی دینا اللہ تعالے عز وجل کی قدرت میں ہے جو اُس سے سرکش ہوا گمراہ ہے
اور جو رجوع لایا وہ راہ پر ہے جیسے حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کہ بدون معجزہ وغیرہ کے سچے ایمان سے سرفراز
ہوگئے اور مرتبہ صدیق کو پہونچے جو نبی کے بعد ہے۔ پھر شہید پھر ولی۔ ؎ با تضرع باش تا شادان شوے ٭ گریہ کن تا
بے دہان خندان شوے۔ آدمی سخت غافل ہے اس کے اندر نفس دوست شیطان و شہوات اور پیچھے موت چلی آتی ہے
راہ دشوار اور شب و روز چلا جاتا ہے یہ نہیں جانتا کہ جا کر جہنم میں گرے گا یا جنت نصیب ہوگی۔ عاجزی کے ساتھ نماز
میں دعا مانگے کہ اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم پس یہ عاجزی البتہ ہدایت کی راہ ہے جو اللہ تعالے عز وجل کی
طرف رجوع لایا راہ پائی اُس کو معجزہ وغیرہ کی ضرورت نہیں ہے چنانچہ اُن کا حال بیان فرمایا بقولہ۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔
رجوع لانے والے راہ پانے والے وہ بندے ہیں جو ایمان لائے۔ وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُہُمْ بِذِکْرِ اللّٰہِ اور ٹھہرتے ہیں
اُن کے دل اللہ تعالے عز وجل کی یاد کے ساتھ یعنے خوش و پاکیزہ ہوکر اللہ تعالے جل شانہ کی طرف رجوع لاتے ہیں۔ الا

Marfat.com

بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ خبردار ہو کہ اللہ تعالے ہی کی یاد سے دل مطمئن ہوتے ہین۔ خوب جانتے ہین کہ وہی پاک پروردگار ہمارا خالق و مالک اور سب قدرت والا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا یعنے جب قرآن پاک سنتے ہین تو اُن کے قلوب گڑگڑاتے اور مطمئن ہوجاتے ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ ذکر سے قرآن مراد لیا اور اللہ تعالے عزوجل نے قرآن مجید مین جابجا ذکر سے قرآن کو یاد فرمایا ہے کقولہ تعالے ہذا ذکر مبارک انزلناہ۔ اور قولہ انا نحن نزلنا الذکر الآیۃ خفاجی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ تطمئن بحرف مضارع دلالت کرتا ہے کہ بعد ایمان کے وقتاً فوقتاً طمانینت بڑھتی جاتی ہے۔ اور کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مضارع مین کبھی حال یا استقبال کسی زمانہ معین کا لحاظ نہین کیا جاتا جیسے اس آیت مین ہے پس اسوقت مضارع بمعنے استمرار ہوتا ہے یعنے ہمیشہ کے معنے دیتا ہے جمل رحمۃ اللہ علیہ نے حاشیہ جلالین مین کہا کہ یہ قاعدہ یاد رکھنا چاہیے کہ بہت سے مقامات پر تجھکو نافع ہوگا۔ اور زجاج رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اللہ تعالے عزوجل کے ذکر سے یہ مراد ہے کہ جب اللہ تعالے جل شانہ وحدہ لاشریک ذکر کیا جاتا ہے حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان سے تو ان کے دل مطمئن ہوتے اور ایمان لاتے ہین بخلاف کافرون کے بقولہ تعالے واذا ذکر اللہ وحدہ اشمازت قلوب الذین لایؤمنون بالآخرۃ۔ یعنے کافرون کا یہ حال ہے کہ جب ذکر کیا جاوے اللہ تعالے وحدہ لاشریک لہ تو بھڑکتے ہین نفرت کرتے ہین دل اُن لوگون کے جو آخرت پر ایمان نہین لاتے ہین بعض نے کہا کہ طاعات الٰہی سے بعض نے کہا وعدہ الٰہی سے بعض نے کہا اُس کی رحمت کے ذکر سے۔ بعض نے کہا اسکے دلائل توحید سے۔ بعض نے کہا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم و اُن کے اصحاب سے مومنون کے دل مطمئن ہوتے ہین۔ ظاہر یہی کہ قرآن کی تلاوت اور تسبیح یعنے سبحان اللہ وبحمدہ اور تکبیر و تہلیل یعنے اللہ اکبر ولا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ۔ اور مانند اس کے یاد حق تعالے سے قلوب مطمئن ہوتے ہین۔ مسئلہ۔ ذکر و تلاوت زبان سے خواہ آہستہ ہو یا آواز سے ہو ثواب ہے ولیکن اس کے معنے جان لینا چاہیے اور قرآن مجید کے معنے پڑھنا چاہیے اور مترجم کے نزدیک اسقدر تو ہر شخص پر واجب ہے کہ جس سے نماز ادا ہو جاوے اور باقی تمام قرآن پاک کی تلاوت مین بھی ثواب عظیم ہے اگرچہ اُس کے معنے نہ جانتا ہو۔ یاد حق جو دل سے ہو وہ بھی مترجم کے نزدیک موافق قول اولیا اللہ کے ذکر اور بہتر ہے اور جو ذکر زبان سے ہو اگر دل حاضر نہ ہو تو وہ کچھ نہین ہے۔ مسئلہ۔ جو اذکار حدیث شریف مین آئے ہین وہ ہر حال مین اعلےٰ و افضل ہین اور اُن کے بعد ذکر اللہ تعالے عزوجل کی توحید و تسبیح کا ہو اچھا ہے جب کہ اس مین کوئی بات خلاف شرع نہو واضح ہو کہ جب بندے نے اللہ تعالے عزوجل کی توحید پر یقین کیا اور زبان سے دل کی حاضری و ہوشیاری کے ساتھ معنے سمجھ کر ذکر کیا تو قلب بے شبہہ مطمئن ہوتا ہے جیسا کہ حق تعالے جل شانہ نے فرمایا ہے اور بعضے لوگ زبان اور انگلیون سے ذکر کرتے ہین اور کچھ معنے کا خیال نہین اور دل مین غفلت بلکہ دل اور فکرون مین لگا ہوا ہے تو یہ کچھ بھی نہین بلکہ ایک بے ادبی و گناہ ہے۔ حدیث صحیح مین ہے کہ افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ یعنے سب سے افضل ذکر کلمہ لا الٰہ الا اللہ ہے۔ معنے اسکے یہ ہین کہ کوئی معبود نہین سوائے اللہ تعالے کے۔ اور مومن جب ایمان لایا تو اس نے اللہ تعالے عزوجل کی معرفت حاصل کر لی کہ وہ لازوال لاشریک لہ بےمثل وہ بے مانند ہے کسی چیز سے اس کی شباہت نہین اور کسی قیاس و وہم کو وہان مجال نہین وہی خالق ہر چیز و ہر آدمی و آدمیون کے کامون کا بھی وہی رازق ہر ایک مخلوق کا خواہ چھوٹی ہو یا بڑی ہو اور جسطرح چاہتا ہے مخلوق کو رزق دیتا ہے چنانچہ اُسی کی قدرت سے

Marfat.com

چیونٹی رینگتی اور دانہ لاتی اور کھاتی ہے اسی طرح ہر ایک کو وہی رزق دیتا ہے کسی وقت کسی حال مین کوئی چیز و کوئی مخلوق ہو
اُس سے پوشیدہ نہین اور اس کے قبضۂ قدرت سے باہر نہین اور جو اُس نے مقدر کیا وہی جاری کیا وہی علیم و خبیر و حکیم ہے
الغرض سب صفات توحید کے ساتھ جسطرح قرآن پاک و احادیث صحیحہ مین آئے ہین اپنے دل مین یقین کے نقش سے جما وے اور
جب لا الٰہ الا اللہ کہے تو اُسی یقین کو زبان سے بار بار دُہراوے اور دل برابر عظمت و پاکی و صفات پاک الٰہی عزوجل سے بھر جاوے
پس یہ ذکر ہے اور جو کوئی خالی زبان سے یہ حروف نکالے اور نہ معنے سمجھے اور نہ دل مین ان صفات پاک کا اثر ہو تو وہ شخص بیہودہ ہے
اور اگر صفات سے آگاہ نہو یا یقین نہ ہو تو وہ ابھی تک ایمان ہی نہین لایا ہے۔ مسئلہ۔ ایمان کی شناخت یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ
عزوجل کی یاد سے قلب مطمئن ہو۔ امام غزالی وغیرہ علماء نے لکھا ہے کہ قلب کی غذا یاد الٰہی ہے ورنہ دل تاریک و مردہ ہوجاتا
ہے۔ اگر کہا جاوے کہ مخلوقات مین عجائب صنعت الٰہی عزوجل دیکھکر بھی قلب مطمئن ہوتا ہے ایسے ہی معجزات رسول دیکھنے سے تو جواب
یہ ہے کہ مخلوقات پر نظر اگر مخلوقات پر جمی تو خراب اور اگر خالق عزوجل کی صنعت پر جمی اور یہ ایک عاقل عالم کا کام ہے تو یہ
درحقیقت اللہ تعالےٰ کی یاد ہے کیونکہ خالق کی یاد ہے پس جو کوئی اللہ تعالےٰ عزوجل سے منکر ہے تو وہ خالق سے بھی منکر ہے اس لیے
کہ جب مثلاً نصرانی نے بیٹا بتلایا تو خالق عزوجل سے منکر ہوا کیونکہ خالق عزوجل تو وہ پاک ہے بیٹا وغیرہ سے عیسےٰ و اسکی ماں وغیرہ
سب اُسکے بندے مخلوق ہین ایسے ہی کفار مکہ سے جب پوچھا جاتا کہ آسمان و زمین کس نے پیدا کیا تو کہتے اللہ تعالےٰ عزوجل نے
ولیکن درحقیقت وہ اللہ تعالےٰ عزوجل پر ایمان نہین لائے تھے کیونکہ جہالت سے وہ جانتے کہ بتون کے ذریعہ سے وہان سفارش
پہونچیگی جیسے بادشاہ کے وزیرون کا واسطہ ہوتا ہے پس یہ مخلوق کی تشبیہ مثل بادشاہ کے سمجھتے تھے اور یہ کفر ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ عزوجل
خالق قیوم ہے علیم بصیر ہے اُسکے قبضۂ قدرت سے کسی دم کسی لحظہ کوئی چیز باہر نہین ہوسکتی اور کوئی چیز ذرہ برابر اُس کی مشیت و
تقدیر کے خلاف کچھ نفع یا ضرر نہین دیسکتی ہے غرضکہ جو مومن ہے اور اُس نے اللہ تعالےٰ کی صفات پر یقین کیا وہ خوب جانتا ہے کہ توحید
کے سوا ذرہ برابر تجاوز ہو تو اللہ تعالےٰ سے منکر ہو جائیگا۔ اب سمجھ لینا چاہیے کہ قرآن ہو یا تسبیح ہو یا اور طرح اللہ تعالےٰ عزوجل
کی یاد ہو سب ذکر الٰہی ہے جس سے قلب مطمئن ہوتے ہین حتے کہ معجزات جنکو مشرکین مکہ مانگتے تھے انکو اگر اسطرح دیکھتے کہ سبحان اللہ
وہ کیسا خالق قادر قوی ہے کہ جو چاہے کرے ہر ایک چیز اُس کے قبضۂ قدرت مین ہے تو یہ ایمان تھا اور وہ معجزہ ہو یا کوئی اور معجزہ
ہو سب نافع ہین اور اگر یون نہ دیکھتے تو خالی مخلوق پر نظر ہوتی جس مین اول کفر تو یہی تھا پھر کفر کے ساتھ جو ہوتا سب شیطانی ہوتا اسی
وجہ سے صحیح معجزات کو سحر وغیرہ کہتے تھے اور قرآن پاک کو جادو بتلاتے تھے حالانکہ قرآن مجید سے قلوب مطمئن ہوتے ہین اور حدیث
صحیح مین ہے ایک مرتبہ ایک صحابی رات کو قرآن مجید پڑھتے تھے ایک سپید چیز مانند ابر کے اُنپر سایہ کیے ہوئے نزدیک ہوتی
اور ان کا گھوڑا بھڑکتا اور جب انھون نے تلاوت موقوف کردی تو وہ غائب ہوگئی صبح کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے
حال عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ سکینت تھی جو قرآن مجید کی تلاوت پر نازل ہوئی تھی۔ اور قولہ تعالےٰ انزل اللہ سکینتہ علےٰ
رسولہ الآیہ کی تفسیر مین سکینت کی تفسیر گذری اور یہ طمانینت قلب کو شامل ہے اور سراج وغیرہ مین اس مقام پر لکھا کہ
سورہ انفال مین فرمایا کہ انما المومنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبہم الآیہ۔ پس امین تو ذکر الٰہی سے قلوب کا وجل ظاہر ہوتا ہے
اور یہان ذکر الٰہی تعالےٰ سے طمانینت فرمائی پس معنے یہ ہین کہ وجل یعنے خوف زدہ تو اس وقت ہوتے ہین کہ عذاب و عقاب

قہر الٰہی یاد کریں اور مطمئن اُس وقت ہوتے ہیں کہ اس کی رحمت یاد کریں۔ مترجم کہتا ہے کہ کوئی سوال وارد ہی نہیں ہوتا اور وجل وطمانیت میں کچھ منافات نہیں ہے اور تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عز وجل کی یاد سے دلوں پر طمانیت طاری ہوتی ہے اور اسی کو اپنا خالق وقادر ورب جاننے پر راضی ومطمئن ہوتے ہیں اور معجزات ورسول وجنت وآخرت سب اُسکی قدرت کی مخلوقات جانتے ہیں پھر اس اطمینان کو برابر ایمان کے ساتھ ساتھ بقا ہے کبھی زوال نہیں مگر جب غفلت یا نفاق یا شرک خفی طاری ہو پھر اللہ تعالیٰ عز وجل پر ایمان خود اُس کی رحمت کی اُمید واری اور اُس کے استغنا وکبریا وعظمت وجلال وقہر کا خوف ہے پس جو اطمینان تھا اُس کو اس خوف سے کچھ منافات نہیں جیسے رحمت کی امید کو قہر کے خوف سے کچھ زوال نہیں تم نہیں دیکھتے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کو یاد کیا اور وہ اللہ تعالیٰ کی کبریائی وعظمت وجلال سے غافل ہے تو اُس نے اللہ تعالیٰ کو یاد ہی نہیں کیا کیونکہ یہ تو اللہ تعالیٰ عز وجل کے صفات ہیں پس غور سے سمجھ لینا چاہیے اور تعجب ہے کہ بزرگ مفسرین کو اسمیں تردد ہی کیوں ہوا واللہ تعالیٰ ہو الہادی الی سبیل الرشاد۔ اور آیت کریمہ کے بعض اشارات کا بیان حدیث میں اس طرح آیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب یہ آیت اُتری تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اصحاب رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ تم جانتے ہو اس آیت کے معنے انھوں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ ورسول اُسکا دانا تر ہے فرمایا کہ جس نے محبوب رکھا اللہ تعالیٰ و اُسکے رسول کو اور رسول کے اصحاب کو رواہ الشیخ۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ وہ شخص کہ محبوب رکھے اللہ تعالیٰ کو اور اسکے رسول و اُسکے اہل بیت کو صدق کے ساتھ بدون بناوٹ کے اور دوست رکھے مومن کو حاضر وغائب خبردار ہو کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کی یاد سے باہم الفت کرتے ہیں۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا جو لوگ ایمان لائے۔ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور کیے کام نیک۔ طُوْبٰی لَھُمْ طوبے ہے اُن کے لیے۔ وَحُسْنُ مَاٰبٍ۔ اور واپس جانے کا اچھا ٹھکانا ہو ازہری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ طوبا ہم عرب نہیں بولتے یہ بنائی ہوئی بولی ہے اور فصیح زبان طوبیٰ لہم ہے۔ زجاج و ابو عبیدہ واہل اللغۃ نے کہا کہ طوبے بروزن فعلی تانیث اطیب ماخوذ از طیب ہے پس صفت جنت ہے اور یہ اسوقت بولتے ہیں کہ کسی کے لیے نہایت درجہ کے شادمانی وخوشی وعیش ہو پس جس عیش ونعمت کو اللہ تعالیٰ عز وجل نے طوبے فرمایا اُس کی مقدار بشر کے خیال سے باہر ہے اسی واسطے حدیث صحیح قدسی میں آیا کہ یقول اللہ تعالیٰ اعددت لعبادی الصالحین مالاعین رأت ولا اذن سمعت ولاخطر علےٰ قلب بشر۔ یعنے حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے مہیا فرمایا ہے اپنے صالحین بندوں کے لیے وہ کہ نہیں دیکھا اُس کو کسی آنکھ نے اور نہ کوئی کان ہے جس نے سُنا ہو اور نہ کوئی قلب ہے جسکے خیال میں آوے۔ مترجم کہتا ہے کہ قدرت الٰہیہ مومن کے اعتقاد میں نہایت پاک واعلےٰ ہے کہ ہرگز وہم میں نہیں آسکتی خصوص جب کہ تمام کرہ زمین وآسمان ایک ذرہ کے برابر نہیں اور ایک پتی کا پیدا کرنا تمام جہان کی وسعت سے باہر ہے اور دنیا ایک خرابہ کھنڈل ہے جسکو وہ مخلوق آراستہ کرتی ہے جسکو دنیا کی ہوس ہے پس کوئی خوبصورتی ونعمت آدمی کے قیاس میں نہیں آتی ہے اور خوب سمجھو کہ جنت وباغ کا کوئی نمونہ دنیا میں نہیں ہے جس پر تم قیاس کرو بلکہ عقلیں وہاں حیران ہیں حتیٰ کہ بہت سے بیوقوف اُس کی قدر صرف اپنے قیاس سے سمجھتے ہیں بلکہ مراد اسقدر بیان سے جو قرآن پاک واحادیث میں وارد ہے یہ ہے کہ اس جہان آراستہ وعیش وراحت پر یقین کرو اور یہ مت سمجھو کہ دنیاوی عیش میوہ ودیگر اشیا اُس جہان میں نہیں مل سکتے بلکہ یہ یقین کرو کہ یہاں اگر خاک دکھا دیا انس وغیرہ کے

اختلاط سے اس مٹی سے پیدا ہوتے ہیں تو وہاں بھی میوہ نہایت پاکیزہ اختلاط و پیدائش سے زندہ موجود ہیں جیسے مثلاً کوئی شخص کاغذ کا پھول گلاب کا کترے اور اُس کے مقابلہ میں باغ میں جاوے تو اصلی پھول زندہ خوشبو دار نہایت نفیس پاوے اسی پر قیاس کر و کہ یہ جہان گویا نقلی ہے اور وہ اصلی ہے اور جب حضرت خلاق علیم جل شانہ نے اپنی مخلوقات کی خبر دی تو ہم کو عقل سے یقین کامل اعتقاد رکھنا فرض ہے اور عقل کسی حال میں اُس کو مشکل نہیں سمجھی پس جو بیوقوف اس سے منکر و محال جانتے ہیں ان کی حماقت پر ہزار نفرین کہ عقل ملکوتی سے بے بہرہ ہیں اور حواس بہیمی سے ادراک نہیں کر سکتے پس انکار کرتے ہیں ولیکن جن بندون کا وصف حق تعالےٰ عزوجل نے ان آیات میں بیان فرمایا وہ ہر حال میں قدرت حق عزوجل کو ایسا عظیم لا انتہا جانتے ہیں کہ جنت کو جس حد تک سمجھ سکو اس سے لاکھون درجہ بلکہ بیحد بہتر اسکے قبضۂ قدرت میں ادنیٰ مخلوق ہے فتبارک اللہ احسن الخالقین پھر واضح ہو کہ آیت کریمہ میں طوبیٰ کی تفسیر میں اقوال ہیں اور شیخ مفسر سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ طوبےٰ مصدر از طیب ہے یعنے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور لکھا کہ یا طوبےٰ ایک درخت ہے جنت میں کہ اگر سو برس تک سوار اسکے سایہ میں جاوے تو اُسکو طے نہ کر پاوے۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ نے التزام کیا تھا کہ جو قول سب سے زیادہ راجح ہوگا وہی ذکر کرونگا پس یہان ان دونون قول کو مساوی درجہ پا کر دونون کو ذکر کیا اور شاید کہ ان دونون کے ذکر میں جس کو مقدم کیا اُس کو ارجح سمجھا ہو اور میرے نزدیک بھی یہی بات ہے اور سیاق اسی کو مقتضے ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ طوبےٰ لہم فرح لہم وقرۃ اعین یعنے اُن کے واسطے فرحت اور آنکھون کی ٹھنڈک ہے یعنے ایسی نعمت کہ اُنکے قیاس سے باہر ہے اور بعض نے قول دوم کو ارجح خیال کیا بدلیل حدیث عتبہ بن عبد رضی اللہ عنہ کہ ایک اعرابی نے آکر آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جنت میں فاکہ ہے فرمایا کہ ہان اسمین ایک درخت ہے اُسکو طوبےٰ کہتے ہیں الی آخر الحدیث الذی رواہ احمد وابن جریر وابن ابی حاتم والطبرانی والبیہقی وابن مردویہ۔ اور حدیث ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہ ایک شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ طوبےٰ لمن رآک وآمن بک۔ یعنے طوبےٰ اس شخص کے لیے جس نے آپ کو دیکھا اور آپ پر ایمان لایا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طوبےٰ لمن آمن بی ورآنی ثم طوبےٰ ثم طوبےٰ ثم طوبےٰ لمن آمن بی ولم یرنی یعنی فرمایا کہ ہان طوبےٰ اُس کو جو مجھپر ایمان لایا اور مجھے دیکھا پھر تین مرتبہ یعنی سہ چند طوبےٰ اسکے لیے جو مجھپر ایمان لایا مگر مجھے نہ دیکھا پس ایک نے عرض کیا کہ طوبےٰ کیا یا رسول اللہ فرمایا کہ جنت میں ایک درخت صد سالہ راہ ہے اُسکے اکمام سے جنتیون کے لباس نکلتے ہیں رواہ احمد وابن حبان وابو یعلےٰ وابن جریر وابن ابی حاتم والخلیب فی التاریخ۔ اگر کوئی کہے کہ اول شخص نے تو طوبےٰ لمن رآک کہا تھا پھر دوسرے پوچھنے والے نے کیون دریافت کیا تو جواب یہ ہے کہ آپ نے عیش وراحت کے اسباب میں نادیدہ ایمان لانے والون کا سہ گونہ ثواب فرمایا حالانکہ صحابہ رضی اللہ عنہم افضل الامۃ منصوص ہیں تو اُس نے استفسار کر لیا کہ یہ باعتبار قبولیت و درجات قرب کے ہے یا باعتبار ثواب وراحت کے ہے اور واضح ہو کہ دار آخرت مردہ نہیں ہے بلکہ جاندار ہے کما فی قولہ وان الدار الآخرۃ لہی الحیوان۔ لہذا درخت طوبےٰ اور اس سے لباس نکلنا اس شکل پر جو دنیا میں ہے قیاس نہ کرنا چاہیے۔ اور طوبےٰ کے بارہ میں سلف صالحین سے اقوال وآثار بہت ہیں اور اصل صحیحین وغیرہ میں حدیث انس رضی اللہ عنہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں ایک درخت ہے کہ سوار اُس کے سایہ میں سو برس تک چلا جاوے طے نہ ہو اور تمہارا جی چاہے پڑھو قولہ تعالےٰ وظل ممدود۔ اور بعض روایات میں ہے کہ وہی شجرۃ الخلد ہے اور بعض سلف نے کہا کہ یہ درخت جنت عدن میں ہے اور تمام جنتیون پر سایہ کیے

ہوئی ہے۔ پھر مترجم کہتا ہے کہ ان احادیث مین یہ دلیل نہین ہے کہ آیت مین طوبےٰ لہم۔ کی یہ تفسیر ہے بلکہ احادیث مین فقط طوبےٰ درخت کا بیان ہے بلکہ صحیحین کی روایت مین آپ نے قولہ ظل ممدود آیت کی یہ تفسیر قرار دی نہ قولہ طوبےٰ لہم۔ کی اور معالم وغیرہ مین معاویہ بن قرہ سے باپ کے ذریعہ سے مرفوع روایت ہے کہ طوبےٰ درخت کو اللہ تعالےٰ عزوجل نے خصوصیت کے ساتھ دست قدرت سے اگایا اور اُس مین روح پھونکی پس اس سے نہایت خوبصورت لباس و زیور پیدا ہوتے ہین اور اُس کی شاخین دیوار جنت کے باہر سے نظر آتی ہین۔ اور ایک روایت مین ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ اللہ تعالےٰ اُس سے فرماویگا کہ میرا بندہ جو کچھ چاہے وہ تیرے پھلون سے پیدا ہوتے کہ گھوڑا مع زین آرایش جس طرح کا جس خوبصورتی کے ساتھ چاہے گا اُس سے کھلکر نکل آویگا۔ مترجم کہتا ہے کہ دار آخرت کے جسقدر حالات مین بہت ہی مختصر وارد ہوئے ہین حتیٰ کہ دوزخ تک کو زندہ و جاندار بیان فرمایا گیا ہے اور اسی واسطے امام غزالی وغیرہ نے لکھا کہ وہ عالم ایک ظہور وجود روحانی ہے اور جسمانیت وہان تابع ہے۔ جیسے یہان جسمانیت ظاہر و جان مخفی ہے اور وہ عالم ایسی خوبصورتی سے آراستہ ہے کہ جس کے مقابلہ مین عالم دنیا خرابہ کھنڈل اونچا نیچا پریشان ہے ولیکن نمونہ کے لیے حق تعالےٰ نے بہت سے درخت و گل بوٹے ایسے پیدا کر دیے ہین کہ جس خوبصورتی و تراش و خراش و عمدگی سے وہ پیدا ہوتے ہین آدمی کو حیرت و عجیب قدرت الٰہی نظر آتی ہے پس قیاس کرو کہ اس ویران کھنڈل مین تو یہ ظہور ہے پھر وہان آراستہ و پیراستہ خوبصورت جہان مین کس خوبصورتی سے ظہور ہوگا اور خبردار ہو کہ اس زمانہ مین بہت کثرت سے ایسے ملحدین ہین جو عقل سے بے نصیب مگر حواس و اٹکل کے پابند ہو کر جو کچھ حقیقت بیان جنت وغیرہ کا وارد ہے اسکو حواس کے قیاسات پر محمول کرتے ہین اور اسوقت انکو نظر آویگا جب ملائکہ عذاب انکی روح کھینچینگے اور آتش دوزخ بحکم نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ الآیہ۔ اُن کے سیاہ دلون کو جھانک کر گرفتار کرے گی اور اسوقت تو مہلت و امتحان کی حالت مین گویا جنت مین ہین ولیکن اہل ایمان کہ وہی اہل عقل ہین ایمان لاتے ہین اور ان کی عقل اس ہدایت و رحمت الٰہیہ پر اسکی حمد و شکر ادا کرتی ہے اور کیون نہو کہ مسافر کو اپنے مبارک وطن کے ذکر سے فرحت ہوتی ہے اور شیخ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقام کو توضیح سے بیان کیا اور مضائقہ نہین کہ جہان تک مذکور ہوا اسکو اختصار سے اور باقی کو واضح ذکر کردون چنانچہ شیخ نے لکھا کہ قولہ الذین آمنوا وعملوا الصالحات طوبےٰ لہم وحسن مآب۔ علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس فرح لہم وقرۃ اعین عکرمہ رح ای نعما لہم۔ ابراہیم نخعی ای خیر لہم۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ کلمہ عربیہ ہے کہ طوبےٰ لہم ای حسنیٰ لہم۔ یہ سب اقوال ایک ہین انمین کچھ تفاوت نہین ہے۔ ابن عباس رض نے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے جنت کو پیدا کر کے مومنون کے واسطے کر دیا۔ شہر بن حوشب نے کہا کہ طوبےٰ درخت جنت جس کی ہر قصر جنت مین شاخ ہے اور جنت کے باہر سے نظر آتی ہے۔ رواہ ابن جریر۔ اور ایسا ہی ابوہریرہ و ابن عباس و مغیث بن سلیمان و ابو اسحٰق سبیعی اور بہتیرے سلف سے مروی ہے بعض نے کہا کہ الرحمٰن تبارک و تعالےٰ نے اسکو ایک دانہ موتی سے پیدا کیا اور حکم دیا کہ پھیل جاوے پس پھیلا جہانتک اللہ تعالےٰ عزوجل نے چاہا اور اس کی جڑ سے جنت کی نہرین شہد و شراب و پانی و دودھ کی جاری ہین۔ پھر شیخ نے امام احمد کی حدیث ابی سعید خدری اور بخاری و مسلم کی حدیث سہل بن سعد اور بخاری کی حدیث انس اور مثل اُس کے امام احمد کی حدیث ابی ہریرہ جو اوپر مذکور ہوئی ہین باسانید ذکر فرمائی ہین اور لکھا کہ محمد بن اسحاق نے اپنے اسناد سے حضرت اسماء بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سدرۃ المنتہیٰ کا

Marfat.com

ذکر کیا اور فرمایا کہ اُسکی شاخ کے سایہ مین سو برس چلے یا کہا تھا کہ اُس کی شاخ کے سایہ مین ستّو سوار چلین اور فرش اُس کا سونے کا ہے اور پھل اُس کے قلال ہین۔ رواہ الترمذی۔ اور ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقام پر وہب بن منبہ رح سے ایک اثر عجیب وغریب روایت کیا چنانچہ ابن منبہ نے کہا کہ جنت مین ایک درخت ہے اُس کو طوبے کہتے ہین سوار اُس کے سایہ مین ستّو برس تیز روان ہوا ور اُس کو طے نہ کر سکے۔ اُس کے شگوفہ ریاض ہین اور پتے برود ہین اور شاخین عنبر اور بطحا اُس کا یاقوت کا اور خاک اُس کی کافور اور وحل اُس کا مشک اُس کی جڑ سے انہار خمر و عسل و شیر جاری ہین وہ مجلس اہل جنت ہے۔ وہان کے واقعات مین سے ہے کہ ایک بار ملائکہ اُن کے پاس پروردگار تبارک وتعالے کی جانب سے آوینگے اور سونے کی خوبصورت زنجیرون سے آراستہ نجیب بختی لاوینگے جنکے چہرے مثل چراغ کے خوبصورت اور ان کی دبر مثل مرعزی ریشم کے نرم اور انپر رحال ہون گے جنکے الواح یاقوت کے اور وقوف سونے کے اور آرائش جامہ سندس واستبرق کی پس سلام کر کے کہینگے کہ رب الرحمن عزوجل نے ہمکو تمھارے پاس بھیجا کہ تم اس کے لقا و سلام سے مشرف ہو پس انپر سوار ہونگے تو پرندون سے زیادہ تیز روان اور بستر سے زیادہ نرم بلا کلفت کے پس آدمی اپنے برابر کے آدمی سے باتین کریگا اور ایک کا پہلو دوسرے سے نہ ملیگا اور نہ سواری کا کان دوسری سواری سے اور راہ مین درختان خوشنما اُن کے سامنے سے یا شاخ اُن کے رُخ سے ایک طرف ہو جائیگی تاکہ انہین کسی کے نہ لگے اور جدا نہون پس وہ ایک مقام پر پہونچینگے جو امت دیدار کے لیے مشرف کیا گیا ہو پس حق تعالے عزوجل اُنکے واسطے پردہ انکی آنکھون سے مرتفع فرماویگا اور یہ لوگ دیدار کے وقت سجدہ کرنا چاہینگے اور اس سے بحرامت معاف رکھے جاوینگے پس کہینگے کہ اللھم انت السلام والیک السلام وحق لک الجلال والاکرام پس اللہ تعالے عزوجل فرماویگا انا السلام ومنی السلام اور تمپر میری رحمت ومحبت ثابت و مستحکم ہو چکی مرحبا میرے بندو جنھون نے غائبانہ میری طاعت کی اور میرا حکم مانا۔ پھر عرض کرینگے کہ اے رب ہمارے ہم نے تیری عبادت جیسی چاہیے نہ کی اور جو تیری قدر ہے ہم نہ کر سکے ہم کو اجازت فرما کہ ہم تیرے واسطے سجدہ کرین۔ حق عزوجل فرماویگا کہ یہ گھر محنت وعبادت ورنج وغم کا نہین ہو بلکہ یہ گھر بادشاہت ونعمت کا ہو اور مین نے تم سے محنت وعبادت برطرف کر دی تو مانگو مجھ سے جو کچھ اور چاہو تم مین سے ہر ایک کو اُسکی مراد عطا ہوگی پس ہر ایک اپنی اپنی مراد مانگیگا پھر انہین سے سب سے کم وحقیر مراد مانگنے والا یہ کہیگا کہ اے رب میرے دنیا والون نے اپنی دنیا مین جھگڑے اور افتخار پھیلائے تھے اور اُن کو تنگی دی گئی پس اے رب جب سے تو نے اسکو پیدا کیا اور جب تک ختم کیا جو کچھ تو نے پیدا کیا ہر ایک چیز کے مثل مجھے دیدے اللہ تعالے عزوجل فرماویگا کہ تیری مراد بہت حقیر نکلی اور تو نے اپنے درجہ سے کم مانگا اچھا تیرے لیے یہ تیری مراد ہے اور دس گونہ زیادہ ہو کیونکہ میری بخشش مین نہ تنگدستی اور نہ بخل وکمی ہے پھر فرمادے گا کہ میرے بندون پر وہ نعمتین پیش کرو جو اُن کے خیال مین نہ آئی ہین پس پیش ہونے سے انکو اپنے نفس کی خواہشین حقیر نظر آنے لگینگی اور منجملہ ان نعمتون کے ایک دانہ یاقوت کا تخت آراستہ ونعمہاے بے قیاس اور حورعین نوجوان لڑکیان جنکو یہ اعتقاد ہوگا کہ ہمارے بادشاہ کو ہم پر ایسی فضیلت ہے جیسے آفتاب کو کنکرون پتھرون پر ہوتی ہی یا اس سے بھی زیادہ حالانکہ بندہ مومن جنتی کو ان حورالعین کی فضیلت نظر آوے گی پس یہ حور اپنے خاوند کو نہایت سچے پیار سے لینگی اور کہینگی کہ واللہ ہم نجانتے تھے کہ اللہ تعالے تیرے مثل پیدا کرے گا پھر ملائکہ بحکم باری تعالے ہر ایک کو اسکی جنت کے گھر مین لیجاوینگے مترجم کہتا ہے کہ حدیث صحیح مین آیا کہ تم سے ہر شخص جنت کے اپنے گھر کو اس سے زیادہ جانتا ہو جیسا کہ دنیا مین نماز سے واپس ہو کر اپنا گھر پہچانتا ہے اور شیخ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اُس کے بعد لکھا کہ اس

اس اثر کو ابن ابی حاتم نے بھی اپنی اسناد کے ساتھ وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا اور اس مین اس قدر زائد ہے کہ اُس کے بعد وہب نے کہا کہ پھر ملائکہ اُن کو پروردگار کی نعمتین دکھلا دینگے کہ دیکھو تم کو تمھارے پروردگار نے کیا کیا نعمتین عطا فرمائی ہین پس بندہ مومن رفیق اعلیٰ مین قبہائے گوہر و زبرجد وغیرہ مین داخل ہوگا جنمین سونے کے کواڑ اور یاقوت کے تخت جن پر سندس واستبرق کا فرش اور اُن مین نور کے ممبر ہون گے ان قبون کے دروازون وصحن سے نور جوش مارتا ہوگا جسکے سامنے سورج کی روشنی ایسی ہے جیسے دن مین تارہ کی چمک ہوتی ہے اور اعلےٰ علیین مین وہ دیکھیگا کہ یاقوت کے بلند بلند مکانات ہین جن کا نور تمام محیط ہورہا ہے اور اگر اسوقت اللہ تعالےٰ نے ان چیزون کو بندۂ مومن کے لیے مسخر نہ فرمایا ہوتا تو آنکھون کی بینائی جاتی رہتی یعنی دنیا کی آنکھ ان چیزون کے دیکھنے کے لائق نہین ہے حتی کہ اسوقت دنیا دی زندگی مین آدمی کی بینائی جاتی رہے بلکہ مر جاوے اور وہان حق تعالےٰ عزوجل کے دوبارہ پیدا کرنے مین ایک ظہور قدرت کاملہ ہوگا کہ ہر طرح کے نورانیات کو متحمل ہوگا بدلیل قولہ تعالےٰ فانشأناہن انشاء فجعلناہن ابکاراً۔ جو بوڑھی عورتون کے وہان نوجوان ہونے کے بیارہ مین منصوص ہے فافہم۔ پھر وہب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ان قصرہائے رفیع وبلند مین سے جو قصر یاقوت سُرخ کا ہوگا اس مین سندس سبز کا فرش ہوگا اور جو یاقوت زرد کا ہوگا اسمین ارغوانی فرش ہوگا سترہ زمرد سبز وطلائے سُرخ وسیم سپید اور اُسکے قوائم وارکان جواہر کے ہون گے اور ان مکانون کے شرف پر موتی کے قبہ اور مرجان کے غرفہ ہونگے پس عطائے آلیہ سے اس مرتبہ مشرف وممتاز ہو کر واپس ہونگے تو انکی سواری کے لیے گھوڑے پیش کیے جاوینگے اُن کی صفت بیان وقیاس سے برتر ہے یاقوت سپید کا گھوڑا جسمین اللہ تعالےٰ عزوجل کی قدرت سے روح ہوگی اور غلمان اُنکے خادم ہونگے اور اُن گھوڑون کی لگام دعنان سپید چاندی کی جواہرات سے جڑاؤ ہوگی اور زین تختہائے موضونہ مفروش بسندس واستبرق ہونگے پس انپر سوار ہو کر وسط ریاض جنت مین روان ہو کر مکانون پر جاوینگے پس جب اپنی منازل تک پہونچینگے تو دیکھینگے کہ نور کے منبرون پر ملائکہ ان کی ملاقات کے انتظار مین کھڑے ہین تاکہ سلام کرین اور اُن کو مبارکباد دیوین پس جب اپنے مکانون مین داخل ہونگے تو وہ سب آرزوئین ومرادین موجود پاوین گے اور ہر ایک قصر کے دروازہ پر چار جنت یعنے باغ ہونگے اے جنتان ذواتا افنان۔ دو باغ با افنان۔ ومدہامتان۔ وفیہا عینان نضاختان وفیہما من کل فاکہۃ زوجان۔ وحور مقصورات فی الخیام پس جب اپنے اپنے منازل مین جنکو وہ خوب پہچانتے تھے قرار پکڑینگے تو پروردگار عزوجل فرماویگا کہ تم نے وہ سب پا یا جسکا مین نے تم کو وعدہ دیا تھا عرض کرینگے کہ ہان اے رب ہمارے تیری ذات پاک ہے۔ فرماوے گا کہ تم اپنے رب کے ثواب پر راضی ہو عرض کرین گے کہ اے رب ہمارے ہم راضی ہین تیری رضا چاہتے ہین فرماویگا کہ میری رضا تمھارے لیے دائمی ہے تم اس مبارک ملک مین رکھے گئے اور تم کو میرا دیدار نصیب کیا گیا اور میرے ملائکہ نے تم سے مصافحہ کیا مبارک مبارک تمھارے لیے یہ نعمت غیر منقطع ہے نہ اسمین کبھی اُکتاؤ گے اور نہ کبھی کمی ہوگی۔ پس یہ کرم پاکر کہینگے الحمد للہ الذی اذہب عنا الحزن واد خلنا دار المقامۃ من فضلہ لا یمسنا فیہا نصب ولا یمسنا فیہا لغوب ان ربنا لغفور شکور۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ سیاق غریب واثر عجیب ہے اور اس کے بعض مضامین کی صحت قوی کی شاہد مرد صحیحین یعنے صحیح بخاری وصحیح مسلم مین موجود ہین چنانچہ صحیحین مین ہے کہ جو شخص سب سے آخر جنت مین داخل ہوگا اس سے اللہ تعالےٰ عزوجل فرماویگا کہ اپنی آرزو بیان کر پس وہ آرزوئین بیان کرے گا یہانتک

Marfat.com

کہ جب اپنی حد بھر مانگ چکیگا تو اللہ تعالے عزوجل فرماوے گا کہ یہ مانگ اور وہ مانگ یعنی خود اُس کو تعلیم فرماویگا پھر فرماویگا کہ یہ تیرے لیے یہ سب اور اس سے دس گونہ زیادہ ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ مین نے اثر مذکور مین کسی مقام پر اس کو بڑھا دیا ہی بوجہ اس کے کہ فضل الٰہی سے صحیحین کی یہ روایت محفوظ تھی فلیعلم واللہ اعلم اور صحیح مسلم مین ہے کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے حدیث قدسی روایت کی کہ اللہ تعالے عزوجل فرماتا ہے کہ اے میرے بندو اگر تم سب ابتدا سے انتہا تک جسقدر پیدا ہوئے ہو خواہ آدمی ہو یا جن ہو سب کے سب ایک میدان مین کھڑے ہو اور اپنی اپنی مراد (جو کچھ ہو) مجھ سے دعا کرکے مانگو اور مین تم مین سے ہر شخص کو اُس کی مراد دیدون تو اس سے میرے ملک و بادشاہت مین کچھ کمی نہوگی مگر جیسے کوئی شخص سمندر مین سوئی ڈبو لے اور اُٹھاوے دیکھے کہ اس مین سمندر سے کیا کمی ہوئی الحدیث بطولہ۔ اور خالد بن معدان رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ جنت مین ایک درخت ہے جسکو طوبےٰ کہتے ہین اور اس کی نفاست سے پستان ہین جنسے اہل جنت کے بچہ دودھ پیتے ہین اور عورت کا گرا ہوا پیٹ جنت کی نہرون مین سے ایک نہر مین قیامت تک آرام سے کروٹین بدلتا ہے اور قیامت کے روز چالیس برس کا اُٹھایا جائیگا۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ مترجم کہتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرزند ابراہیم کے حق مین فرمایا کہ جنت مین اُس کی دودھ پلائی ہے کما فی البخاری۔ اور مترجم کہتا ہے کہ طوبےٰ خواہ درخت ہو یا جنت ہو دار آخرت زندہ جاندار ہے پس اُس کی کیفیت کا سمجھنا اہل حواس کی سمجھ سے باہر ہے ولیکن اللہ تعالے عزوجل کی قدرت ہر شخص پر ظاہر ہے تو جو باتین و نعمتین بیان ہوئی ہین وہ سب اللہ تعالے عزوجل کی ادنے قدرت ہین اور اعلے قدرت کی نعمتین بسبب ہم لوگون کی کم ظرفی کے بیان نہین ہوئین بلکہ بیان فرمایا کہ وہ ایسے نعمتین ہین کہ نہ کسی آنکھ نے انکو دیکھا اور نہ کسی کان نے اُن کو سُنا اور نہ کسی بشر کے دل پر انکا خطرہ آیا ہے اسی واسطے حق تعالے عزوجل نے فرمایا طوبےٰ لہم وحسن مآب۔ پس جسکو اللہ تعالے طوبےٰ و حسنیٰ فرماوے وہ کس درجہ بلند قدر ہوگی۔ مسئلہ۔ عہد توڑنا۔ نماز مین بے قدری سے کسل کرنا۔ جھگڑے نالش مین فجور کرنا۔ امانت مین خیانت کرنا۔ جھوٹ باتین کرنا۔ یہ سب جمع ہون تو افعال مین منافق ہوگا اگرچہ روزہ نماز پڑھے۔ مسئلہ۔ ہدایت دینا و گمراہی دینا اللہ تعالے کی قدرت ہے پیدا کرنے سے پہلے جو کچھ اللہ تعالے عزوجل کے علم مین بندہ کی نسبت تھا وہی واقع ہوگا۔ مسئلہ۔ جو قلب گمراہ ہو اُس کو آیات و معجزات سے نفع نہین ہوتا اگرچہ ہزار بار دیکھے۔ مسئلہ۔ ذکر الٰہی سے قلوب مطمئن ہوجاتے ہین پس جسکا قلب مطمئن نہ ہو وہ اپنے نفس مین غور کرے اور عالم و فقیہ سے دریافت کرے۔ مسئلہ۔ دنیا مین عزت و آبرو و مالداری و اولاد سے آدمی کی خوبی پر کچھ بھی دلیل نہین ہے بلکہ اکثر ایسے لوگ اللہ تعالے کے نزدیک بدتر حقیر و خوار ہوتے ہین اور بہت سے محتاج و فقیر جنکو لوگ حقیر جانتے ہین اور مصائب مین گرفتار ہوتے ہین وے اللہ تعالے عزوجل کے نزدیک معظم و مکرم و آبرو والے ہوتے ہین پس اصلی پہچان تقوے و علم ہے فافہم۔ ف فی العرائس قولہ تعالے ان اللہ یضل من یشاء الآیہ۔ گمراہون کے بھٹکنے کے جو سبب سمجھے جاتے ہین اُنکو کاٹ دیا اور اصل اُس کی اللہ تعالے عزوجل کی قدرت ہے اور ہدایت انھین مین منحصر رکھی جو اسکی طرف رجوع لاتے ہین پس بعض نے علامات بیان کیے کہ جو اپنے نفس پر اعتماد کرتا ہے راہ سے بھٹکتا ہے اور جو تمام امور مین اپنے رب کی طرف رجوع لاتا ہے اور اپنی طاقت و قوت سے پناہ اپنے رب کی طرف لاتا ہے وہ راہ پاتا ہے۔ جعفر رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ کیا کہ جو کوئی اپنی قوت سے اسکی معرفت چاہے گمراہ ہوگا اور جو اسی سے اسکو چاہے وہ حقائق کو پہونچ جاتا ہے۔ واضح ہو کہ

کافرون نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھ پایا تو آیات طلب کین حالانکہ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑھکر کون آیت ہوسکتی ہے اور جنھون نے آپ کو دیکھ پایا وہ رسالت پر یقین لائے وقد قال الذین آمنوا وتطمئن قلوبہم بذکر اللہ الآیہ ۔ اس مین بیان ہے کہ جنکو ہدایت ہوئی اُن کا یاد کرنا ایمان کے ساتھ ہے اول غیب پر ایمان لائے اور یقین کیا پھر یاد سے اُنکے قلوب مطمئن ہوئے ۔ اللہ تعالے عزوجل پر ایمان سے بسبب غیب کے اُن کو اطمینان نہ تھا بلکہ ذکر آلہی سے اطمینان ہوا اور اگر مشاہدہ کشف ہوتا تو ذکر کی حاجت واسطے اطمینان کے نہ ہوتی ۔ اور مومنون کا ذکر نا دو معنے پر ہے ایک ذکر ظاہر اور دوم ذکر باطن ۔ ذکر ظاہر کی دو قسمین ہین ایک ذکر زبان کے ساتھ اور ایک ذکر کان سے یعنے کسی دوسرے سے سنکر پس زبان وگوش سے جو ذکر ہو اس سے طمانینت براہ ترتیب وتوحید ہوتی ہے اور ذکر باطن کی بھی دو قسمین ہین ایک یہ کہ دل مین عظمت وجلال آلہی سما وے اور یہ اس طرح ہوتا ہے کہ اللہ تعالے عزوجل کی نعمتون وانعامات کو دیکھے اور اس کی مخلوقات ونشانیون مین فکر کرے اور یہ قلب کا فعل ہے اور دوم یہ کہ ذکر فعلی نہو بلکہ اللہ تعالے کا ذکر اُس کے پاک بندون کے قلب مین آوے اور یہ اسطرح ہوتا ہے کہ واردات غیب وتجلیات خاصہ بطریق کشف پیدا ہون اور یہ ذکر خالص آلہی بدون سبب وعلت کے ہوتا ہے اور طمانینت قلب خالص یہی ہے اور اس کے سوائے جو ذکر ہین وہ معلول ہین اور یہ اسطرح بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالے عزوجل اپنے نیک بندون کو یاد فرماتا ہے پس وے اپنے رب کو یاد کرتے ہین کما فی الحدیث وان ذکرنی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسی وان ذکرنی فی ملاء ذکرتہ فی ملاء خیر من ملاءہ پھر واضح ہو کہ ذکر جب محل ایمان مین ہوتا ہے تو اس سے رغبت ورہبت اور وجل وخوف وقلق ورجاء وحسن الظن باللہ پیدا ہوتا ہے اور جب ذکر ایمان محل یقین مین ہوتا ہے یعنے جنھون نے مشاہدہ ولقاے آلہی کا یقین کیا ہے پس وہ نور ایقان کے ساتھ اللہ تعالے کے ذکر کرنے والے ہین اور ایقان کا نور ایمان سے زیادہ روشن ہے جیسے صبح کاذب وصبح صادق کا فرق ہے پس اہل الیقین ذکر کی طمانینت مین بقدر انوار وتجلیات ہین پس جسقدر انکشاف وتجلیات مزید ہین اور وضوح زیادہ ہے اسی قدر ذکر مذکور زائد ہے پس انکے ذکر سے صدق واخلاص وتسلیم ورضا وتوکل وخالص عبودیت پیدا ہوتی ہے اور جب معنے آمنوا باللہ کے مشاہدہ آلہیہ ہون تو بیان طمانینت بکشف وجود ہے جیسے طلوع آفتاب بعد صبح صادق کے ہوتا ہے پس اول تو ایمان سے علم الیقین ہے اور دوم ایقان سے عین الیقین ہے اور سوم مشاہدہ آلہی سے حق الیقین ہے اور واضح ہو کہ مقام مشاہدہ مین بسبب استیلاء انوار عظمت آلہی کے ذکر زائل ہوجاتا ہے اور یہ مقام طمانینت کا نہین ہے بلکہ مقام فناے قلوب کا ہے بلکہ عظمت مین قلب وروح وعقل وعلم وفکر وذکر سب فنا ہوجاتے ہین اور اس سے محبت وشوق وعشق ومعرفت وتوحید وتجرید وتفرید وانس وفنا وبقا پیدا ہوتے ہین اور معنے قولہ تطمئن القلوب یعنے اللہ تعالے کی یاد سے ارواح مطمئن ہوتی ہین اور ذکر کا محل چار چیزین ہین ایک قلب اور یہ آیات کے دیکھنے سے ہوتا ہے اول اہل کفر ونفاق وعوام جو آیات کو نہین دیکھتے غافل ہین اور دوم عقل اور وہ مخلوقات ومصنوعات مین افعال آلہیہ کے دیکھنے سے ہوتا ہے ۔ اور سوم ارواح اور وہ دیدار انوار صفات سے ذاکر ہین اور چہارم اسرار جنکا ذکر بدیدار سبحات الذات ہے اور یہان ذکر مقصور ہے کیونکہ ذکر غیر متناہی ہے پس جب عارف نے صرف ذات پاک کا مشاہدہ پایا یہ دیدار فقط اُسکے وجود کی مقدار پر ہے اور حاشا اللہ کہ وہ محیط بہویت وازلیت ہوجاوے کیونکہ پاک ہے وہ سبحان اللہ سبحان اللہ وقد قال تعالی لا تدرکہ الابصار اگرچہ یہ ادراک ابصار نہین ہے مگر بصیرت اسرار کو بھی مجال نہین پس جسقدر عنایت نے اسکو نصیب کیا وہ بقدر اسکے وجود کے ہے اور محیط ہونا اسکی مجال نہین ہے پس جو غیر مکشوف ہے وہی اسکا مذکور ہے

[illegible] ۱۲

اور یہ اسی کا ذکر ہے اور اگر اسکے مشاہدہ میں ہو تو یہ مشاہدہ مذکور میں ذکر ہے اور یہ ذکر عجیب ہے مین نے معرفت مین کوئی طریقہ اس سے زیادہ
باریک نہین پہچانا اور نہ مین کسی کو دیکھتا ہون جس نے اس مقام کا اشارہ کیا ہو سوائے چند اکابر اولیاء اللہ کے جو مقدم گذرے ہین اور
بھی اللہ تعالے فرماتا ہے کہ۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب یعنی جب اسکو دیکھا اور کشف ذات وصفات مین زیادتی چاہی اور جان گئے کہ ہم نے
اُسکو اسکی قدر کے لائق نہین پہچانا اور اگر اسکو اُسکی قدر کے لائق پہچانتے تو اسمین فنا ہو جاتے تو جہانتک نہین پہچانا اسمین قلوب مطمئن ہوتے
ہین اس امید پر کہ انکو وہان وصال نصیب ہو اور یہ زیادتی معرفت کی بے شبہہ متصور ہے اگرچہ احاطہ متصور نہین ہے۔ قال المترجم یعنے جیسا سابق
مین ذکر فرمایا کہ وہان انتہار وحصر نہین ہے تو بہر حال مین زیادت مقصود ہے اور احاطہ ہر حال مین محال ہے فافہم اور یہی قولہ الا بذکر اللہ تطمئن
القلوب کے یہ معنے ہین کہ ازل مین حق تعالے نے انکو اپنی ولایت ومعرفت کے لیے پسند فرمایا پس یہ طمانینت اُسکے لیے ابدالآباد تک باقی ہے
بعض مشائخ نے فرمایا کہ قلوب چار قسم پر ہوتے ہین آول عوام کے قلوب ہین کہ اللہ تعالے کی نعمتین وعافیت وسلامتی دیکھکر حمد وثنا وتسبیح سے
مطمئن ہو جاتے ہین۔ دوم قلوب خواص کہ حسن اخلاق ہو توکل وشکر وصبر دیکھکر یاد الٰہی سے مطمئن ہوتے ہین۔ سوم قلوب علماء کہ اللہ تعالے کی
صفات واسماء ونعوت کی یاد سے مطمئن ہوتے ہین پس نظر اُن بندون کی ان صفات واسماء پر اس راہ سے ہے کہ زمانہ مین ان صفات کے سبب سے
اُنسے کیا ظہور ہوتا ہے۔ چہارم قلوب وحدین اور وے مثل غریق کے ہین کہ انکو کسی حال مین سکون نہین ہوتا ہے اور کیونکر اُسکے ذکر سے مطمئن ہون
جس سے جاہل ہین اور کیونکر اُسکے ذکر سے مطمئن ہون جسنے انکو خوف دلایا ہے ہامون نہین کر دیا ہے مترجم کہتا ہے کہ شاید مراد شیخ کی یہ ہے کہ جو طمانینت
اوپر کی تینون اقسام کو حاصل تھی اس سے بہرا ہا گونہ زائد طمانینت انکو اس قسم کی حاصل ہے ولیکن اضطراب دوسری طرح ہے یعنے جیسے
استسقا کے مرض والا پانی پیتا چلا جاتا ہے اور کبھی سیراب نہین ہوتا اسی طرح انکا حال ہے ولیکن اصل یقین مین انکو کسی طرح کا شبہہ نہین ہے
فافہم واللہ تعالے اعلم۔ شیخ حسین رح نے کہا کہ جو ازل مین یاد الٰہی مین آیا اور متحیر ہوا وہ ابتک اُسکے ساتھ مطمئن ہے۔ ہجویری رح نے کہا کہ اولیاء
کے قلوب مواضع مطالع ہین جنکو کبھی حرکت واضطراب وگھبراہٹ کسی واقعہ وسانحہ سے نہین ہوتی ہے بلکہ مطمئن رہتے ہین بخوف اسکے کہ ناگاہ طلوع
ہو اور اُسکو بے ادبی کے داغ سے مسموم پاوے بعض نے کہا کہ کمال مشغولی سے شہود فقط اُسی کا پاتے ہین تو کبھی انکو اضطراب وجنبش نہین ہوتی ہے
واسطی رح نے کہا کہ اسکی چار قسمین ہین۔ آول قلوب عامہ کہ جب اسکو یاد کر کے دعا مانگی تو مطمئن ہوئے پس انکو یاد الٰہی سے فقط یہی نصیب
ہے کہ دعائین قبول ہون۔ دوم قلوب ہین جنھون نے اسکی طاعت کی اور کامل تصدیق کی اور اس سے راضی ہوئے پس ایسے قلوب مقام زیادات
مین بندھے ہوئے ہین پس انکا ملاحظہ کچھ تو شواہد مین ٹھیک ہین اور کچھ اپنی طاعات پر نظر کر کے فاسد ہین۔ سوم وہ قلوب ہین جو ایسے مرتبہ کے
عارفون کے ہین جنھون نے اسماء وصفات کو پہچانا اور خطاب الٰہی تعالے کو سمجھا پس انکو اطمینان اللہ تعالے کی انکو یاد کرنے سے ہے نہ انکی اسکو یاد کرنے سے اور
انکو اطمینان اسکی اُنسے راضی ہونے پر ہے نہ انکی اُس سے راضی ہونے پر مترجم کہتا ہے کہ خطاب عام ہے اور مرجع وہی لوگ ہین جنکو فہم خطاب نصیب
ہوئی پس وہی خطاب سے مراد ٹھہرے پس گویا انھین کو یاد فرمایا تھا اور یہ نشان رضامندی ہے پس جب بندہ کو ایمان صحیح ویقین واثق
نصیب ہوا اُسکو کمال درجہ شکر کا مقام ہے کہ دونون جہان اس نعمت کے مقابلہ مین ہیچ ہین والحمد للہ علی ذالک۔ چہارم قلوب خاص الخاص
جنکو کشف ذات وعلم صفات عطا فرمایا پس انکے لیے ذات کو صفات مین ہیچ کر دیا اور آگاہی بحق الیقین دیدی کہ مخلوقات جس درجہ تک اپنی
اپنی ہستی کی مقدار پر اسکی معرفت رکھتے ہین سب انکے خطرات ہین اور وہ تعالے شانہ ذو الجلال والاکرام ایسی معرفت سے پاک برتر ہے پس وہ جانتے
ہین کہ انکے اسرار کو قدرت نہین کہ اس سے سکون پاوین اور جس شخص کا یہ حال ہو کہ جو انکا حال ہے وہ کس سے سکون پاوے اور کہان مطمئن رہجاوے

Marfat.com

جہان اور جب کوئی زیادت نے طلوع کیا اُسنے اسکو حجاب دیکھا کہ استطاعت کوئی ونعمت نہین پاتا کیونکہ حجاب ہے تو ہی پس اگر تو اس مقام
مین آنا چاہے تو اپنے نفس کو راہ مستقیم پر روک دے اللہ تعہ تجھکو جزائے عظیم عطا فرماوے۔ مترجم کہتا ہو کہ یہ نہایت نفیس اشارہ ہی جس سے بہت سے
مقامات مین علم حاصل کرنے والے کو فیض ہونچتا ہو انجملہ ایک مشکل مقام ولایت احمدی کا ہو اور توضیح یہ ہو کہ جملہ اقسام ولایت مین سے ولایت
احمدیہ سب سے افضل ہو اور یہ قسم اول صحابہ رضہ کو حاصل تھی حالانکہ کرامات وغیرہ کی انکو کچھ تلاش نہ تھی اور کشف کے طالب نہ تھے بلکہ انکی
راہ فقط صراط مستقیم پر سنت طریقہ سے چلتا تھا حالانکہ اُنسے کرورون درجہ نیچے ولی کو کشف وکرامت حاصل ہوتی ہو تو وجہ اسکی یہی ہو جو اس اشارہ سے
ظاہر ہو کہ اصل کرامت تقوی وطاعت ہو اور کشف زیادت یقین یا حصول الیقین کیواسطے ہو اور یہ خود مشعر ہو کہ درجۂ یقین مین قصور ہو اور وہان فیض
نبوت سے یقین بدرجہ کمال تھا اور تقوی بدرجۂ اعتدال تھا واللہ تعہ اعلم۔ شیخ اُستاد رہ نے کہا کہ ایک قوم ہین جنکے دل ذکر آلٰہی سے مطمئن ہوگئے پس
ذکر سے اُن کی تسلی ہو اور ذکر سے صفائی ہو اور ایک قوم ہین کہ اللہ تعہ نے انکو اپنے لطف سے یاد فرمایا پس طمانیت انکے دلون مین جما دی
اور اُسمین اُنکی خصوصیت ہو کہا جاتا ہو کہ اللہ تعہ نے جب بندے کو یاد کیا تو اُسنے زندگی پائی پس اللہ تعہ کی یاد سے خوش ہوکر مانوس ومطمئن ہو لیے۔
بعض نے کہا کہ اہل معرفت کے دل کسی چیز سے تسکین نہین پاتے سوائے اللہ تعہ کے کیونکہ یہ قلوب ہی اُسکے محل نظر ہین۔ بعض نے کہا کہ قلوب نے سوائے
اُسکے کوئی رب نہ پایا تو اسی سے مطمئن ومانوس ہولیے۔ شیخ رودباری رہ نے کہا کہ اللہ تعہ سے مطمئن ہوئے جسنے انکو منور ومسرور کر دیا۔ پھر واضح ہو
کہ جن بندون کا حق تعہ نے ایمان وطمانینت ذکر کا وصف فرمایا انمین صرف اسی وصف پر قصر نہین رکھا بلکہ اُنکے ایمان کے ساتھ عمل صالح بھی
مقرون فرمایا بقولہ الذین آمنوا وعملوا الصالحات طوبی لھم الآیۃ۔ ان بندون نے چشم اسرار سے انوار ازل وابد دیکھے اور نور سے توحید یقین کرکے
جو ہنوز وصول نہین ہوا اُسکے وصال پر حق الیقین کیا پس جو کچھ انمین ہو اُسکو ادا کرکے اسکو اختیار کیا یعنی فنا ہوکر اعمال صالحہ دیے جسکی جزا جمیل حق تعہ
نے بقولہ طوبی لھم وحسن مآب بیان فرمائی۔ اصل ذات مرجع ومآب صفات ہو۔ پس قول آلٰہی عین صدق ہو وطوبی لمن حالہ مع اللہ ہذا ۵
طوبی لاعین قوم انت عینہم ۔ فمن فی نعمۃ من وجہک الحسن جریری رہ نے کہا اسکو طوبی جسکا دل عمر بھر مین ایک لحظہ اللہ تعہ کے ساتھ پاکیزہ ہوا
اور کبھی کسی وقت دل سے اپنے رب کیطرف رجوع لایا۔ شیخ جنید رہ نے کہا کہ اوقات عارفین اپنے معروف تبارک تعہ کے ساتھ طیب ہین
ابن عطا رہ نے کہا کہ جب تک شرک وریا وعجب سے پاک ہوکر عمل صالح پر خوش ہوا اور تو نے رزق کی ضمانت فرمائی ہو اسپر بھروسا کیا
تو اسکے لیے طوبی ومبارکباد ہو۔ شیخ اُستاد رہ نے کہا کہ طیب اوقات مین انکے انفاس طیب ہین۔ بعض نے خوب کہا کہ جن بندون کے لیے
حق تعالٰی طوبی لھم فرمایا ہو انکو طوبی مبارکباد ہو یعنی طوبی انکے لیے فی الحال اور حسن مآب فی المآل ہو واللہ تعہ اعلم۔ پھر حق تعہ نے عادت سابقہ پر

رسالت اور عظمت قرآن آلٰہی بیان فرمائی بقولہ تعالٰے

کَذٰلِکَ اَرْسَلْنٰکَ فِیْٓ اُمَّۃٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہَآ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَا۟ عَلَیْہِمُ الَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ

اسیطرح تجکو بھیجا ہمنے ایک امت مین کہ ہوچکی ہین اُس سے پہلے امتین تا سنا دے توانکو جو کچھ بھیجا ہم نے تیری طرف

وَہُمْ یَکْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ؕ قُلْ ہُوَ رَبِّیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ۚ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ مَتَابِ ۝

اور وہ منکر ہوتے ہین رحمن سے تو کہہ وہی رب میرا ہو کسی کی بندگی نہین اُسکے سوائے اسی پر مین نے بھروسا کیا اور اسی کیطرف آتا ہون رجوع کر

حق تعالٰے نے آنحضرت صلعم پر قرآن نازل فرمایا اور اہل ہدایت نے جسکا وصف اوپر بیان ہوا اسکو حق جانا اور وہی اہل بصیرت اور نور قلبی سے
منور اور حق کو باطل سے تمیز کرنے والے اپنے سبکی ازلی ہدایت وقبل وجود کے اُن کے سبب سے ایمان کی فضیلت پانے ہوگئے ہین پس اس

نور معرفت کے ساتھ انکو کسی معجزہ کی ضرورت نہ ہوئی بخلاف کافرون کے جو دنیا کے لیے اور یہان سے جہنم کے لیے مخلوق ہوئے تھے
اس معرفت سے اندھے رہے اور عبرت کا مقام ہو کہ انھون نے ایسے معجزات پر ہٹ کی جنسے دنیاوی آرام و آسائش سے تن کو پالین جیسے
مکہ چوڑا ہو جاوے اور سرسبز شاداب نہرین جاری ہون اور پہاڑ سونے کا ہو جاوے غرضکہ دنیاوی زندگی کے سوا انکے نزدیک
کچھ نہ تھا پس معجزات سے انکی یہ غرض نہ تھی کہ انپر حق ظاہر ہو جاوے اور جنکی مراد حق تھی انکو قرآن مجید سے جو کچھ معرفت حاصل ہوئی
اُسکے سامنے تمام معجزات ابتدا سے انتہا تک جو کسی پیغمبر کو عطا ہوئے یا خیال مین آوین سب قدرت آلہیہ کا ادنی نمونہ ہین کیونکہ معجزہ
ایک فعل ہو اور قرآن سے اصل صفت کی معرفت حاصل ہوئی اور دونون مین کتنا بڑا فرق عظیم ہو پس جو اس صفت کی بصیرت سے
اندھا ہو اُسکو فعل سے ہدایت کیونکر ہو سکتی ہو پس ہادی و مضل وہی رب تبارک تعالیٰ ہر مخلوق کا خالق ہو اور آنحضرت صلعم کی بشارت کے
لیے ہزارون انبیاء پہلے بھیجے گیے تھے اور حق تعالیٰ نے اپنی کبریائی و عظمت کو صاف ظاہر فرما دیا تھا کہ جسکو چاہا وہ ایمان لایا ورنہ کوئی معجزہ
و آیات کافر کو نافع نہ ہوئی پس حق تعالیٰ نے فرمایا۔ كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ اے مثل ذلک الارسال الذی سبق بالرسل السابقین ارسلنا
یعنے مثل اس ارسال کے جو تجھ سے پہلے تیری خوشخبری سنانے والے پیغمبرون کے بھیجنے مین ہو چکا ہو ہمنے تجھکو بھیجا۔ اقول یہی بیضاوی و
سراج و معالم و جلالین وغیرہ سے مفہوم ہو اور شیخ عکبری رہ نے تبیان مین کہا کہ کذلک ای الامر کذلک یعنی بات یون ہی ہو اقول وجیہ
نہین ہو اور بعض نے کہا کہ یہ ارسال کی عظمت شان کا بیان ہو اور مرجع اسکا اظہار عظمت و کبریائی آلہیہ ہو کہ مخلوق مین دو قسم کرکے ایک صالحین
اہل جنت موصوف بصفات مذکورہ بالا خاص اپنی ہدایت سے کر دیے اور دوم اُنکے خلاف یعنی اہل جہنم بھی خاص اپنی قدرت سے حسب مشیت کر دیے
کیونکہ جو افعال اہل جہنم سے سرزد ہوئے اور جن حرکات پر مرتے دم تک قائم رہے ہین اُنکا خالق تبارک و تعالیٰ انکے پیدا کرنے سے پہلے جانتا تھا اور جو وہ
جانتا تھا اُس سے خلاف نہین ہو سکتا تھا پس دیگر اقوال کہ تشبیہ بمضمون قولہ افمن یعلم انما انزل الیک من ربک الحق الآیہ ہو یا بمضمون ہدایت و
اضلال ہو یا بانعام سابقین ہو یا بقول ابن عطیہ اجرائے عادت یا ثابت ہو نہ بمعجزات مقترحہ وغیر ذلک سب اسمین داخل ہین اور معنے یہ ہین کہ ایسی ہی
عظیم الشان قدرت کی ارسال کے ساتھ ہمنے تجھکو اے محمد بھیجا۔ فِيْٓ اُمَّةٍ ایک ایسی امت یعنی گروہ عظیم مین جو موجود عرب و عجم ہین اور قیامت تک
ہونگے جنکی یہ صورت ہو کہ۔ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ گزر چکی ہین اس امت سے پہلے بہت سی امتین یعنی آدمؑ سے لیکر عیسےؑ تک جنکے پاس اُنکے
رسول بھیجے گئے تھے جنھون نے انکو انکے رب کی معرفت و معارف سکھانے مین بہت پوری کوشش کی پس تیرے بھیجنے کے لیے یہ سب مقدمہ ممہد ہو چکا اور اُنکے
واقعات عبرتناک انپر گزر چکے تاکہ آیندہ آخری مرتبہ والے متواتر عبرتناک واقعات سے جاہل نہ بنے رہین اور قدرت کاملہ و صفات آلہیہ سے آگاہ
رہین اور تیری رسالت خاتمہ فاضلہ کو نیا معاملہ خیال نہ کرین بلکہ محامد آلہیہ سننے کے لیے اور کمال علم و تصدیق کے لیے تیار ہین وحی خالص پاکیزہ کے
ساتھ جسمین علوم اولین و آخرین مجموعہ ہین لِّتَتْلُوَا۟ عَلَيْهِمُ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ تاکہ تو پڑھ سناوے انکو وہ قرآن جو ہمنے تجھپر وحی فرمایا یعنی جسمین
آدمی کی ابتدا و انتہا اور درمیانی خطرات جہالت سے بچاؤ اور تکمیل نفس کے طریقہ اور انجام کی سعادت اور اپنے رب کی معرفت سب کچھ توحید موجود
ہو جیسے انبیائے سابقین نے اعتقاد اور معرفت آلہی کی سب سے ایک توحید لا الٰہ الا اللہ سے آگاہ کر دیا اور ہر اُمت کو اسکی تکمیل نفوس کے اعمال و افعال
موافق خلقت اُنکے قلوب و اجسام کی گونہ مختلف تعلیم فرمائی۔ وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ مگر اس آخری اُمت کی حالت یہ ہو کہ وے الرحمٰن سے
منکر ہین۔ یعنے ان لوگون کی جہالت عجب ہو کہ اللہ تعالیٰ کی صفت سے آگاہ نہوئے جسنے انپر اس سامان عظیم سے کتنی بڑی رحمت فرمائی بلکہ اس نعمت
عظیمہ کے مقابلہ مین ناشکری کی حالانکہ تیرا آنا و قرآن نازل ہونا جس سے آدمی درواقع ناپاک عادات سے نکلکر بزرگ اخلاق محمودہ سے آراستہ

Marfat.com

ہو کر دنیا اور دین مین کامل بکرم ہو جاتا ہے مگر وے لوگ ایسی جہالت مین تھے کہ الرحمن سے منکر تھے چنانچہ معالم مین ہو کہ ابو جہل لعنہ اللہ نے سنا کہ محمد رسول اللہ صلعم دعا کرتے یا اللہ یا رحمن پس دوسرے مشرکون کے پاس جاکر بولا کہ محمد اللہ کو پکارتا ہے اور اسکے ساتھ دوسرے معبود کو بھی جسکا الرحمن نام لیتا ہو اور رحمن تو کوئی اس نام کا معلوم نہین سوائے رحمن الیمامہ کے (یمامہ کے بادشاہ مسیلمہ کو اُس کے لوگ رحمن الیمامہ کہتے تھے) یعنی یمامہ والے کا نام اگرچہ رحمن الیمامہ ہمکو معلوم ہو ولیکن وہ معبود نہین ہو تو محمد کس معبود کو رحمن کہتا ہو اور ابن عباس رض سے ضحاک نے روایت کی کہ جب رسول اللہ صلعم نے قریش کو اللہ تعہ کی رحمتین و نعمتین یاد دلا کر کہا کہ الرحمن کو سجدہ کرو تو الرحمن سے انکار و نفرت کرنے لگے کما فی قولہ قالوا وما الرحمن انسجد لما تامرنا وزادہم نفورا حالانکہ الرحمن کا بندہ کہلانے مین اللہ تعہ سے نہایت اُمیدواری ہے جیسے اللہ تعہ کا بندہ کہلانے مین اچھا اخلاص ہو دیکھو حدیث صحیح مسلم مین عبد اللہ بن عمر رض سے مروی ہو کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعہ کو زیادہ محبوب بندون کے نامون مین سے نام عبد اللہ اور عبد الرحمن ہو۔ اور اسی طرح واقعہ صلح حدیبیہ ہو کہ قریش کی طرف سے سہیل بن عمرو آیا اور مومنین سے صلح قرار پائی پس آنحضرت صلعم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حکم کیا کہ صلحنامہ لکھنا شروع کرے بسم اللہ الرحمن الرحیم تو سہیل بن عمرو نے کہا کہ ہم تو سوائے یمامہ والے کے اور رحمن نہین جانتے مین تم ویسے ہی لکھو جیسے ہم لکھتے ہین کہ باسمک اللہم۔ اور یہ پورا قصہ صحیح بخاری وغیرہ مین موجود ہے اور بعض علما مانند حضرت قتادہ وغیرہ نے اسکو شان نزول قرار دیا اور میرے نزدیک یہ اُس معنے مین شان نزول ہو جو حاشیہ مین لکھے دیتا ہون واللہ اعلم۔ بالجملہ یہ عجب تھا کہ ابو جہل اسقدر شرک مین ڈوبا تھا کہ جہالت سے الرحمن دوسرا خدا سمجھا اور قریش نے اللہ کو نہ پہچانا تو الرحمن کو نہ جانا حالانکہ اللہ تعالے فرماتا ہو قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمن ایا ما تدعوا فلہ الاسماء الحسنی یعنے بتلادے ان جاہلون کو کہ دعا مین اللہ پکارو یا رحمن پکارو جونا پکارو ٹھیک وہی خالق وحدہ لاشریک ہو کہ اُسکے پاک نام بہت ہین چنانچہ اس آیت مین بھی فرمایا کہ قُل هُوَ رَبِّي تو کہدے کہ الرحمن میرا رب ہو یعنی اللہ تعہ بڑا رحم والا ہو کہ کافرون و مشرکون و جورو بیٹا بنانے والون اور اسکو چھوڑ کر غیرون کی پرستش کرنے والون اور سخت نافرمانی کرنے والون سب کو فراخی کے ساتھ رزق دیتا ہو کیتنی بڑی اسکی رحمت ہو چاہے تو ایک آن مین سب کو نیست و نابود یا سخت تکلیف و مصیبت مین گرفتار کرے مگر وہ سب پرورش کرنے والا بیشک الرحمن الرحیم ہو حالانکہ تم اُس سے انکار کرتے ہو مگر مین اقرار کرتا ہون یعنے تم کو سمجھانے و تعلیم کرنے کو زبان سے کہتا ہون ورنہ مین تو کمال الیقین و حق الیقین سے جانتا ہون کہ وہ میرا رب ہو۔ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ اُسکے سوائے کوئی معبود نہین ہو۔ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ اسی پر مین نے بھروسا کیا یعنی اپنے تمام کامون مین میرا بھروسا اسی پر ہو اگرچہ تمہارا نہو کیونکہ تم منکر ہو۔ وَإِلَيْهِ مَتَابِ اور اسی کیطرف مرجع ہو یعنی جسکی طرف رجوع لائی جاویگی وہ وہی ہو اسکے سوائے کوئی نہین ہو خواہ مین ہون یا تم ہو سب کا وہی مرجع ہو اور متاب اسم ظرف از توبہ ہو یا مصدر میمی بمعنے ظرف ہو اور متاب خاص اپنے لیے مانند توکلت کے نہین فرمایا کیونکہ متاب سب کا اسی کی طرف ہو اور اسمین عمدگی سے انکو توبہ کی طرف دلالت کی کہ جب تم مقہور ہوکر اسی کی طرف موت سے بلا اختیار کے رجوع کروگے تو ڈرو کہ کفر کا طوق لعنت گردن مین ہو اور قبل موت کے اُسی کیطرف رجوع لاؤ کہ تاج رحمت سر پر زیب دیے حضرت الرحمن مین حاضر ہو۔ ف فقہا نے کہا کہ بندہ کو چاہیے کہ اپنا توکل ہر کام مین الرحمن الرحیم اپنے سید پر رکھے اور تو خیال کرتا ہو کہ جب تو نے الرحمن پر بھروسا کیا تو وہ تجھکو عذاب مین ڈالے لا اله الا ہو الرحمن الرحیم۔ ولیکن بندہ کو چاہیے کہ جب تک زندہ ہو اُسکے خوف سے بھرا ہوا اور یہ خیال رکھے کہ وہ پاک بے پرواہ ہو چاہے تمام مخلوقات فنا کر دے اور چاہے سب کو جہنم مین ڈالدے اور اگلی امتون مین سے جن قومون کو دم کے دم مین عذاب و قہر سے ہلاک کر دیا اُنسے تجھکو کون امتیاز ہو اسمین کہ تم سب ادنی مخلوق ہو چنانچہ غزوہ تبوک جاتے ہوئے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم قوم صالح پر گذرے تو صحابہ رض کو یون ہی منع فرمایا اور غور سے دیکھ کہ مکرم بندگان حق تعہ مانند رسولون

Marfat.com

ورلا کہ کے بحکم قولہ بل عباد مکرمون الآیہ وقولہ وہم من خشیۃ ربہم مشفقون۔ اپنے رب کی معصیت و پاک بے پروائی سے ڈرتے رہتے ہیں لیس زندگی بھر دلی
محبت کے ساتھ اپنے رب کی خشم و ناراضی سے ڈرا ہوا ہے اور جب آخری وقت آجاوے یعنی موت کا تو اسوقت اپنے آپ کو اپنے پیدا کرنے والے
پالنے والے پاک الرحمن الرحیم کے سپرد کردے وہ ارحم الراحمین ہے جسنے اسپر بھروسا کیا اس بھروسے کی قدر مجال عقل سے باہر ہے اسی واسطے حدیث
صحیح میں خاص تاکیدی حکم ہے کہ موت کیوقت اپنے رب تبارک و تعالیٰ سے نیک گمان رکھے اور واضح ہو کہ جاننا تک ظاہر ہوا کہ الا ہو ضروری
اعتقاد ہے پس شرک سے قطعی اجتناب ہے ورنہ الرحمن پر توکل ناتمام ہوگا اللھم انی اعوذ بک من ان اشرک بک فیما اعلم واستغفرک لما لا اعلم وانی
اعوذ بک من سوء الظن بک وانت ارحم الراحمین۔ ف فی العرائس قولہ تعالیٰ قل ہو ربی لا الٰہ الا ہو الآیہ۔ حق تعالیٰ کی درگاہ میں عارف وحدانیت
وحقائق توحید رب مخلوق سے بالاتر بندہ اخص الخاص سید المرسلین محمد مصطفیٰ صلعم برسالت ہے جسکو حکم دیا کہ بزبان حقیقت اسکی تنزیہ بیان کرے
قل ہو ربی لا الٰہ الا ہو۔ ربوبیت کا اقرار کیا کہ متوحد ذات وصفات تربیت فرمائی اور غیر کی نفی بیان کی اور حقیقت میں غیر کا وجود ممکن ہی نہیں
تو لا الٰہ سے دریائے عدم میں غوطہ لگایا اور سوائے ہو کے کچھ نہ پایا پس دائرہ ہو میں سر باطن کو دور ہوا اور اپنے وجود سے مضمحل ہوئے پس اصل کی
طلب میں سری حرکت ہوئی مگر عرفان کے ساتھ کہ نابود کو بذات خود ادراک محال ہے پس اسکی معرفت میں اسی پر بھروسا کیا۔ علیہ توکلت۔ اور
جملہ مخلوق جب اس معانی کے تحمل سے عاجز ہوئے اور اس سردار والاشان نے اپنے رب کی اصطفائیت سے اسکو اٹھایا تو عالم میں کل کی عوض ہو گئے
ولہذا مروی ہے کہ لولاک لما خلقت الخلق۔ اور جب قائم بمقام کل ہوئے تو حضرت خلاق الکل نے کل کی کچھ پروا نہیں فرمائی کہ بجائے کل کے اس
فرد مفرد کو پیدا کر دیا ولنعم ما قیل ؎ وکنت ذخرت ادکاری لوقت ؛ فکان الوقت وقتک والسلام ؛ وکنت اطالب الدنیا بحر ؛ فانت الحر و
انقطع الکلام۔ اور پھر ہوش سے امتحان میں آؤ اور دیکھو کہ باوجود اس شان عالی مکان کیے کہ عرش کم پایہ ہے مقام امتحان کا ظہور اس شان سے ہے کہ
اہل بصیرت وذوی الالباب کے سوائے گروہ عمیان نے نہ پہچانا اور در واقع نہ دیکھا پھر کیونکر پہچانتے اور دیکھتے کیونکہ نور بصیرت قرآن سے
محروم ہے کیونکہ بصیرت پاتے تو اس نور اور روحانی معجزہ کو چھوڑ کر عالم اسفل مجسمات کے معجزات دنیاوی ہرگز نہ مانگتے حالانکہ انہوں نے معارضہ
کیا کہ اگر رسول اللہ ہو تو مکہ کی سرزمین سے پہاڑ اڑا دو کہ زمین صاف ہو جاوے اور بجائے انکے نہریں بہا دو کہ پیٹ کے لیے آدمی کھیتی کرے اور
میوہ دار درخت لگاوے اور کہتے ہو کہ آدمی مر کر دوسری زندگی پاوینگے تو ہمارے اگلوں میں سے بعض کو جو زمانہ جاہلیت میں مر چکے ہیں بلا دو کہ ہم
انسے پوچھ لیں کہ تم نبی ہو چنانچہ مروی ہے کہ علوم آلیہ میں سے آیات کا نزول ہوا۔

وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ۭ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ

اور اگر ہوتا قرآن کہ ہٹادیے جاتے اسکے سبب پہاڑ۔ یا شق کی جاتی اسکے سبب سے زمین یا باتیں کرلئے جاتے اسکے سبب سے مردے بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کیلیے ہے امر

جَمِيْعًا ۭ اَفَلَمْ يَايْــــَٔسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ لَّوْ يَشَاۗءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَلَا يَزَالُ

سب کا سب سو کیا مایوس نہیں ہوئے جو لوگ ایمان لائے ہیں کافروں سے اگر اللہ چاہتا تو ضرور ہدایت دیتا لوگوں کو سب کو اور ہمیشہ کافر

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِيَ

کافر ہوتے ہیں برابر پہونچیگی انکو بعوض اسکے جو انہوں نے کیا ہے کوئی دھاک یا اتریگی انکے دیار کے قریب میں یہاں تک کہ پہونچ جاوے

وَعْدُ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝

وعدہ اللہ تعالیٰ کا بیشک اللہ تعالیٰ خلاف نہیں کرتا ہے میعاد مقرر کو

ع ۵

وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ یعنی اگر اگلی کتابوں میں سے کوئی کتاب ایسی ہوتی کہ جسکے سبب سے پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹا دیے جاتے۔ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ یا اُسکے ذریعہ سے زمین شق کیجاتی کہ اس سے نہریں جاری ہوں۔ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى یا اُسکے سبب سے مردوں سے باتیں کرائی جاتیں کہ وے اپنی قبوروں میں سے بولتے یا اُٹھکر قبر سے باہر آتے اور لوگوں سے باتیں کرتے تو یہی قرآن اس وصف سے موصوف ہوتا بہ نسبت اگلی کتابوں کے یا اسی قرآن کے لیے بدرجہ اولی یہ وصف رکھا جاتا کیونکہ ایک تو یہ قرآن تمام قرآنہائے سابقہ کا جامع ہے اور دوم اس میں وہ اعجاز ہے کہ بشر کی خلقت اور تمام نظام عالم کی حکمت اور اس عجائب خانۂ دنیا کا تعلق آخرت سے جسطرح ہے اور اس میں فرشتے وجن وبشر جسطرح قبضۂ قدرت الٰہیہ میں مسخر ہیں اور ہر ایک عدم وہلاکت کی راہ چلتے ہیں اس قرآن سے آب حیات ابدی و زندگانی جاویدی کی راہ دکھلائی گئی اور عجیب قدرت قلب بشر کو یہیں سے ظاہر ہوجاتی ہے کہ وہ اپنے رب پر مطمئن اور عجائب قدرت پر متحیر رہتا ہے اور بنعمت کے واصل بانعام ورضوان الٰہی ہوتا ہے کہ اسکے انتہا عقل دوراندیش سے محال ہے اور جو کوئی اسکے علوم سے آنکھیں نہیں روشن کرتا اور اپنی خلقت میں جانوروں سے بدتر ناپاک رہتا ہے تو آج اسکے لیے زیادہ لائق اور بعد موت کے وہ پردۂ عجیب میں سرگردان وسخت غمناک ہوگا اور کوئی تحمیل اُسوقت نہیں کرسکتا پس اس قرآن میں عجیب اعجاز ظاہری و باطنی ہے کہ آدمی وجن ابتدا سے انتہا تک مجتمع ہوں اور تمام کوشش کریں تو اسکے مثل ہرگز نہیں لاسکتے ہیں اور عاقل سمجھ جائیگا کہ کیونکر لاسکیں کہ جو علم وحکمت الٰہی سبحانہ تعالیٰ ہے اسکے مثل خواہ سب جمع ہوں یا اُنسے ہزار گونہ جمع ہوں ہرگز نہیں پاوینگے تو قرآن پاک کے مثل بھی ہرگز نہ لاوینگے ولیکن تاریکی وضلالات نفس کی گرفتاری کے سبب کافر لوگوں کو کچھ سوجھتا نہیں تو باوجود اس عظمت وشان کے اندھے ہوکر دوسرے معجزات ڈھونڈھتے ہیں جو اس سے بدرجہا کمتر ہونگے اور اس سے ظاہر ہے کہ جب ایسے ایمان لانا انکو نصیب نہوا تو دوسرے معجزات سے کیا فیض پاوینگے۔ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِیْعًا بلکہ امر تو سب کا سب اللہ تعالیٰ کے لیے ہے تمام مخلوقات اسنے پیدا کی اور ہر مخلوق کے پیدا کرنے سے پہلے وہ اسکا علیم وخبیر تھا پس جو اُس نے چاہا وہ ہوا اور جو نہ چاہا وہ نہیں ہوگا پس جسکو ہدایت دی اور قرآن سے اس کی آنکھیں روشن کردیں وہ اسکے بعد کسی ادنی معجزہ کا مثل مردہ زندہ کرنے وعصا کے اژدہا بنجانے وپہاڑ سے اونٹنی پیدا ہونے وغیرہ کسی کا طالب نہیں کیونکہ جس صفت الٰہیہ سے یہ باتیں ہوں اسکا عارف ہوگیا تو ان باتوں سے ہزار گونہ بے انتہا زائد اسکی بصیرت کے سامنے ہے اور جسکو اُسنے اندھیرے میں ڈالدیا اور کفر وضلالت اور بد افعال کرنا اسکے لائق کردیا تو وہ اُسی میں خوش ہے اور کوئی دوسرا خالق نہیں جو اس خلقت کو بدلدے فانہ لا الٰہ الا ہو تبارک اللہ رب العالمین۔ وہ چاہتا تو سب مخلوق کو ہدایت فرماتا جیسے اگر وہ چاہتا تو تمام زمین ہموار اور سب قابل زراعت وسبھ ہر قسم کے میوہ اُگلنے والی پیدا کرتا اور سب مخلوقات کو اپنی اپنی ضرورات بدون محتاجی وغیرہ کے دیتا پس ضرور معلوم ہوا کہ یہاں اُسکی حکمت بالغہ ہے اور اس حکمت پر مطلع ہونا ایک مخلوق واہی کا کام نہیں ہے مترجم کہتا ہے کہ شیخ امام حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اسی طرح اس کلام کی تفسیر لکھی جسکو میں نے توضیح سے بیان کردیا اور لکھا کہ قرآن کا اطلاق کبھی اگلی کتابوں پر آتا ہے کیونکہ مشتق از جمع ہے و امام احمد نے بسند صحیح ابوہریرہ رضہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ہلکا کردیا گیا تھا داؤد پر قرآن پس حکم دیتے کہ انکی سواری کا جانور زین کسا جاوے پس قرآن پڑھ لیتے قبل اسکے کہ جانور تیار ہوجاوے اور کھانا نہ کھاتے مگر اپنے ہاتھ کے کام سے رواہ البخاری اور مراد یہاں قرآن سے زبور ہے۔ اور حاصل یہ کہ نفس کی تاریکی دور ہونے اور عقل کی آنکھیں روشن ہوجانے اور روح کی اعلی معرفت کیواسطے کوئی معجزہ خواہ پہلے اسکی نظیر گذری ہو یا جاہل کفار ابتک کریں اس قرآن سے بڑھ کر نہیں کہ اگر پہاڑ پر نازل کیا جاتا تو خشیۃ اللہ کے سبب شق وپارہ ہوجاتے پس جب اسنے کافروں میں اثر نہ کیا تو انکو کسی معجزہ سے کچھ نفع نہوگا بلکہ ضلالت وہدایت اللہ کیطرف سے ہے تمام مخلوقات کا اختیار اسی کو ہے اسکو پیدا کیا اور جن کاموں و انجام کے لیے انکو خلق کیا اسی کے علم و

Marfat.com

حکمت مین ہو لہذا فرمایا۔ اَفَلَمْ یَایْئَسِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا پس کیا مایوس وناامید نہین ہوئے وہ بندہ جو ایمان لائے ہین تمام مخلوقات کے ایمان لانے سے کیونکہ اہل ایمان کو تو معرفت و نور عقل حاصل ہو چکا اگرچہ نہایت شفقت و کمال ترحم سے انکو یہی تمنا ہو کہ یہ قوم کافر بھی اس نعمت کو پاوین مگر چاہیے کہ وہ جان جاوین اور خلاف حکمت آلہیہ سے مُنھ موڑ کر کھلا ہوا یقین کرلین کہ۔ اَنْ لَّوْ یَشَآءُ اللّٰہُ لَھَدَی النَّاسَ جَمِیْعًا۔ اگر اللہ تعالےٰ چاہتا تو راہ دیتا لوگون کو سب کو بلکہ یہ عجیب قدرت دیکھین کہ ایسے اعلیٰ معجزہ قرآن مجید سے کیونکر یہ کفار منکر ہوتے ہین اور اگر کوئی آدمی آفتاب کو دیکھکر روشنی سے انکار کرے تو کتنا بڑا تعجب ہوگا حالانکہ عارف کی نگاہ مین قرآن سے انکار اس سے کہین زیادہ تعجب کا مقام ہو پس صاف کھل گیا کہ یہ عجیب قدرت و حکمت آلہیہ ہو اُسنے نہین چاہا کہ اس مخلوق کافر سے وہ ثمرہ پیدا ہو جو مخلوق مؤمن سے ہوتا ہو جیسے تھوہر سے انگور نہین ہوتے اور کھاری پانی سے باران رحمت و آب شیرین کی کیفیت نہین ہوتی اور جیسے باوجود یکسان باران رحمت کے زمین شورہ سے کچھ بھی گل بوٹے نہین اُگتے اور زمین پاکیزہ شیرین کا لطف بے اندازہ ہو پس ایسا عظیم معجزہ قرآن سے یہی حال ہو اور صحیح مین آنحضرت صلعم سے ثابت ہوا کہ آپ نے فرمایا کہ نہین کوئی پیغمبر مگر آنکہ اسکو دیا گیا ایسا معجزہ کہ ایمان لایا بشر اسکے مثل پر اور جو مجھے دیا گیا وہ تو خالص وحی ہو جو اللہ تعالےٰ نے مجھ پر وحی فرمایا پس مجھے امید ہو کہ قیامت کے روز میرے تابعین سب سے زیادہ ہون۔ شیخ امام رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اسکے معنے یہ ہین کہ ہر نبی کا معجزہ ایسا تھا کہ جب تک وہ رہا لوگ دیکھکر ایمان لائے پھر اسکی موت سے وہ معجزہ بھی جاتا رہا اور مجھے خالص وحی کا معجزہ یہ قرآن عطا ہوا جو ابدالآباد تک باقی ہو اسکے عجائب کبھی کم نہین ہوتے اور متواتر قرارت سے کبھی پُرانا نہین ہوتا اور علماء کو کبھی اس سے سیری نہین ہوتی یہ فصل الخطاب ہو ہزل نہین اور جس کسی جابر نے اسکو متروک کرنا چاہا اللہ تعا اسکی پیٹھ توڑ دیگا اور جس کسی نے اسکے سوائے دوسری چیز سے ہدایت ڈھونڈھی اُسکو اللہ تعا گمراہ کر دیگا شیخ حافظ رح نے بعد اسکے ابن ابی حاتم کی تخریج سے ابو سعید رض سے سبب نزول آیات کا مشرکین کے وہ سوالات جو سابق مین ذکر ہوئے اور آیت مین مذکور ہین بیان کیا اور لکھا کہ ایسا ہی ابن عباس و شعبی و قتادہ و ثوری اور بہتون سے سبب نزول مروی ہو اور قتادہ رح نے کہا کہ اگر سوائے اس قرآن کے دوسرے قرآن سے ایسا کیا گیا ہوتا تو تمھارے اس قرآن سے بھی کیا جاتا اور قولہ بل للہ الامر جمیعا یعنی اس مین سے جو چاہے کرے اور جو اسکی حکمت و مشیت مین نہو اس سے تمھارا دعوے کہ ہم ضرور ایمان لاوینگے آیندہ حالت کا دعوے ہو جس سے تم آگاہ نہین ہو پس وہ نہین کریگا کذا قال ابن عباس پھر اللہ تعالےٰ نے اس قوم کفار کے ساتھ جو اس عظیم معجزہ سے ناشکری کرتے تھے یہ چاہا جو بیان فرمایا بقولہ۔ وَلَا یَزَالُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا تُصِیْبُھُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَۃٌ یعنے جو کافر ہوئے ہین اور اللہ تعالےٰ کے رسول و قرآن سے ناشکری کرتے ہین اُنکے فعل پر اُن کو برابر پہونچیگی قارعہ یعنی ایسی مصیبت جو اُنکو دھمکادے اور کوفتہ کرے اور ان کی بنیاد کو ہلادے کہ گر جاوے۔ اَوْ تَحُلُّ قَرِیْبًا مِّنْ دَارِھِمْ یا قارعہ اتریگی اُنکے دیار سے قریب۔ یعنی اُنکے گرد و نواح والون پر ایسی مصیبت آویگی تاکہ عبرت و نصیحت پاوین مانند قولہ تعا ولقد اھلکنا ما حولکم من القری وصرفنا الآیات لعلھم یرجعون۔ قتادہ رح نے حسن بصری رح سے روایت کی تحل قریبا یعنی القارعۃ اور یہی ظاہر سیاق ہو اور ابو داؤد طیالسی نے اپنی اسناد کے ساتھ قتادہ کی روایت سعید بن جبیر سے انے ابن عباس رض سے روایت کی کہ تصیبھم بما صنعوا قارعۃ یعنے چھوٹے چھوٹے لشکر بسرداری بعض اہل ایمان کے انپر جہاد کرینگے او تحل قریبا من دارھم۔ یعنے اے محمد صلعم تو اُتریگا اُن کے دیار کے قریب۔ حَتّٰی یَاْتِیَ وَعْدُ اللّٰہِ یہانتک کہ اللہ تعا کا وعدہ آجاوے یعنی فتح مکہ کا وعدہ و وقت آجاوے۔ ایسا ہی عکرمہ و سعید و مجاہد سے مروی ہو اور عوفی نے ابن عباس سے روایت کی کہ قارعہ یعنی آسمان سے عذاب نازل ہو اور تحل قریبا یعنی رسول اللہ صلعم مع لشکر کے انپر جہاد کے لیے اُترین ایسا ہی ایک روایت مجاہد و قتادہ وغیرہ سے مروی ہو اور سب نے کہا کہ وعد اللہ یعنی فتح مکہ اور ابن عباس نے کہا کہ قارعہ یعنی نکبت۔ اور حسن بصری نے کہا کہ

وعد اللہ یعنی قیامت مترجم کہتا ہے کہ حاصل کلام یہ ہے کہ آیت کریمہ مین حکم عام کافرون کے لیے ہے یا خاص انھین کو جو قرآن کے سوائے دیگر معجزات کی ہٹ کرتے تھے پس بعض نے کہا کہ واقعی یہ حکم عموماً کافرون کے ساتھ ہے تو معنے یہ ہین کہ اہل کفر بوجہ اپنے کفر و بداعمالیون کے دنیا دی تن پروری مین بھی ہمیشہ قلق و اضطراب مین بسبب بلائے آسانی کے گرفتار رہینگے یا نزول بلا انکے جوار مین ہوگا جس سے شرارات انکے اضطراب کا باعث ہین پس دنیا مین انکو بے آرامی ہوگی اور آخرت سے منکر ہین اور وہان انکے لیے اس سے بدتر تکلیف ہے پس انھون نے دونون جہان برباد کرلیے۔ قال البیضاوی رہ اور بعض نے کہا کہ آیت درحق کفار مکہ ہے کہ جو انھون نے رسول اللہ صلعم کے ساتھ کیا اسکی سزا مین برابر مصیبت مین گرفتار رہینگے چنانچہ آنحضرت صلعم برابر انپر یکے بعد دیگرے لشکر بھیجتے تھے جو انکے دیار و حوالی کو غارت کرتے اور ان کی مویشی گرفتار کرلیتے تھے۔ وقال ایضاً وعلےٰ ہذا جائز ہے کہ قولہ تحل قریباً بصیغہ خطاب ہو اور مخاطب رسول اللہ صلعم ہین یعنی اے رسول تو انکے دیار سے قریب نزول کرے چنانچہ سال حدیبیہ مین آنحضرت صلعم مع لشکر کے انپر اترے اور آخر انھون نے اضطراب کے ساتھ آپ سے صلح کرلی مترجم کہتا ہے کہ یہان اللہ تعالےٰ نے مشرکون کے معجزات طلب کرنے کے جواب مین انکو فہمائش کی اور قرآن مجید کے فضائل سے انکو متنبہ کیا کہ یہ مجموعہ معارف الٰہیہ ہے اور ہوشیار کردیا کہ جو معجزات مانگتے ہین اس سے انکو کچھ نفع نہوگا جب تک کہ مشیت الٰہی مین انکا ایمان نہو اور جنکے واسطے ایمان مقدر فرمایا ہے انکو ان معجزات کی حاجت نہین ہے و لیکن بجائے ان معجزات کے انکو علوم غیب مین سے انکے دعوی کے برخلاف بطور معجزہ کے انکا انجام ظاہر کردیا کہ اہل کفر کے حق مین بعوض ناشکری کے یہ ہوگا کہ انکو قارعہ مضطرب کرنے والی برابر پہونچتی رہے یا انکے نواح مین حلول کرے اور مراد اس سے شک نہین ہے بلکہ غرض یہ ہے کہ ان دونون باتون مین کبھی کوئی اور کبھی کوئی ہوتی رہیگی چنانچہ آخر مین بوجہ کے واقعہ مین قریش کی شرکت سے عہد ٹوٹ گیا اور بنہایت اضطراب کے ساتھ انھون نے آنحضرت صلعم سے مکرر منت و سماجت سے صلح کی درخواست کی و لیکن نامنظور ہوئی پس سچ فرمایا اللہ تعہ نے انکا انجام کہ برابر قارعہ انکو پہونچیگی یا انکے قریب حلول کریگی حتی کہ جو وعدہ اللہ تعہ نے مقدر فرمایا ہے وہ آجاوے یعنی مکہ فتح ہوجاوے اور کفر کی جڑ کٹ جاوے چنانچہ سال حدیبیہ مین صلح کے بعد سورۂ انا فتحنا نازل ہوئی حالانکہ اسوقت صلح اسطرح ہوئی تھی کہ جو شخص مشرکین کیطرف سے بھاگ کر بغرض ایمان کے مدینہ آوے اسکو آنحضرت صلعم جگہ نہ دین اور جو شخص اسلام سے مرتد ہوکر مشرکون مین ملجاوے اسکو مشرکین واپس نہ دیوینگے چنانچہ حضرت عمر بن الخطاب کو یہ شرط ناگوار گذری تھی و لیکن حق تعالےٰ اسکے بعد سورۂ فتح نازل فرمائی پس عجب قدرت الٰہی کا ظہور ہوا کہ جب صلح کیوجہ سے مشرکین پر قارعہ کا حلول نہوا تو انکے دیار کے قریب حلول ہوا جسکے تکرار مین قریش بھی گرفتار ہوئے اور یہی فتح مکہ کا باعث ہوا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ بیشک اللہ تعہ خلاف نہین کرتا میعاد کو۔ اسکے کلام مین دروغ ہونا محال ہے پس جب قریش نے ایک قوم پر چڑھائی کی جو آنحضرت صلعم کے معاہدہ مین تھی اور قریش نے بدعہدی کی تو بحکم الٰہی آنحضرت صلعم نے اپنے معاہدہ کی قوم کے ساتھ عہد پورا کیا اور مکہ فتح ہوگیا اور لوگ ہر طرف سے گروہ گروہ آکر اسلام مین داخل ہوتے گئے اور کافرون کی ہٹ و سرکشی ختم ہوگئی اور جو حالت اللہ تعہ نے مقدر فرمائی تھی اور جس سے اس آیت مین آگاہ فرمادیا تھا وہ سب پورا ہوگیا والحمد للہ علی ذالک۔ ف قرآن پاک مین علوم عجیبہ اور قیامت تک کے واقعات ہین و لیکن اس قرآن پاک کے بطون ہین اور قلب پر حجاب ہین پس حسن طاعت و معرفت سے جسقدر تاریک حجاب مرتفع ہون اسیقدر بطون کا ظہور ہوتا جاوے اسی واسطے علماء و حکماء اسکے علوم سے کبھی سیر نہین ہوسکتے ہین اور اسرار تقدیر و علوم الٰہیہ مین کس اعجاز کے ساتھ حضرت خلاق علیم جل شانہ نے مجموعہ فرمائے ہین کہ علماء متحیر ہین اور باواز بلند لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ کہتے ہوئے اسکی حمد و ثنا کرتے ہین کہ ایسی کی قدرت کاملہ ہے کسی مخلوق کی طاقت نہین کہ کہین سے ایک آیت کے مثل لاوے فسبحان اللہ وبحمدہ اللّٰهم اجعلنی ممن جلاءت القرآن ربیع قلوبہم وانت علی کل شئ قدیر۔ ف فی العرائس قولہ افلم ییئس الذین آمنوا ان لو یشاء اللہ لہدی الناس جمیعا اس کلام پاک سے مومنین کو اخلاص بمراد الٰہی تعالےٰ عز و جل کے تنبیہ کی کہ حضرت رب تبارک و تعالےٰ

Marfat.com

جل شانہ کے دیدار سے معاون ارواح پر نظر کرکے پہچانیں کہ برگزیدہ کون ہیں اور مطرود کون ہیں پس جو مردود ہیں وہ حجاب میں ڈالے گئے ہیں اس خلقت میں وہ ایمان لانے پر مطیع نہونگے اور کسی کو استطاعت نہیں ولقد قال تعالے وما اکثر الناس ولو حرصت بمومنین پس تقدیر کا بھید کافروں کو ایمان لانے سے اندھا رکھتا ہے اور جمال الٰہی کے مطالعہ سے محروم۔ واسطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ بنابر تقدیر ہے کہ جو اسکے حکم کی تقسیم اور قبضۂ قدرت کی تعقید ہے اور حق سبحانہ تعالے عز وجل کے نزدیک قول میں تبدیلی نہیں ہوتی ہے۔ پھر واقعہ تقدیر میں مہلت اور حق کی عزت اور جل شانہ کی قوت اولیاء و اعداء کا انجام بیان فرمایا۔

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَأَمْلَيْتُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ

اور یقین جانو کہ ٹھٹھا کیا گیا تھا تو سے | اگلے رسولوں سے | سو ڈھیل دی میں نے انکو جو | کافر ہوئے | پھر میں نے انکو | پکڑا | سو کیا

كَانَ عِقَابِ ۝ أَفَمَنْ هُوَ قَائِمٌ عَلَىٰ كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ ۗ وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ ط

عذاب ہوا | بھلا جو کوئی کہ وہ ہر ایک | جان پر رقیب ہے | جو اُسنے کمایا | اور ان کافروں نے اللہ تعالےٰ کے شریک بنالئے ہیں

قُلْ سَمُّوهُمْ ۚ أَمْ تُنَبِّئُونَهُ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْأَرْضِ أَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ۗ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِينَ

تو کہہ کہ انکے نام لو | بھلا تم اسکو خبردار کرتے ہو | جسکو وہ نہیں جانتا | زمین میں | یا یہ ظاہر میں | باتیں بناتے ہو | نہیں بلکہ رچا دیا گیا

كَفَرُوا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوا عَنِ السَّبِيلِ ۗ وَمَن يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ۝ لَّهُمْ عَذَابٌ

کافروں پر | انکا مکر | اور وے روک دیے گئے | راہ سے | اور جسکو گمراہی دیوے اللہ تعالےٰ تو پھر اسکا کوئی | ہادی نہیں | ان کافر مشرکوں کیلئے

فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَشَقُّ ۖ وَمَا لَهُم مِّنَ اللَّهِ مِن وَاقٍ ۝ مَّثَلُ الْجَنَّةِ

عذاب رکھا ہے دنیاوی زندگی میں | اور یقین جانو کہ آخرت کا عذاب بڑا سخت ہے | اور انکا کوئی بچانے والا نہیں عذاب الٰہی سے | صفت اس جنت کی

الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ ۖ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ أُكُلُهَا دَائِمٌ وَظِلُّهَا ۚ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِينَ

جسکا متقی بندوں کو وعدہ دیا گیا ہے | جاری ہیں اسکے نیچے بہت | نہریں | اسکا میوہ ہمیشہ ہیں اور ہمیشہ اسکا سایہ | یہ | آخرت کا گھر ان بندوں کا ہے جنھوں نے

اتَّقَوا ۖ وَّعُقْبَى الْكَافِرِينَ النَّارُ ۝

تقویٰ کیا | اور کافروں کا حصّہ | تو آگ پر ہے

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ اور بیشک ٹھٹھا کیا گیا بہت رسولوں سے جو تجھ سے پہلے گذرے یعنے اُن کی باتوں کو یقین نہ کیا گیا اور اُن کو مضحکہ میں اُڑایا گیا اور اُن کی اطاعت نہ کی گئی پس جو کوئی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو غور سے نہ سُنے اور نہ مانے یا اُسکو حقیر جانے وہ مستہزی کا عذاب پاویگا۔ اور برسل کی تنکیر واسطے کثرت کی ہے جس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو تقدیر کے بھید سے آگاہی اور تسلی فرمائی یعنے جیسے تیری رسالت سے یہ لوگ منکر ہوتے اور نہیں مانتے ہیں ویسے ہی سابق بہت انبیاء سے بھی استہزاء ہو چکا ہے جس کا انجام کافروں کے حق میں دنیا و آخرت دونوں میں خراب ہوا مگر اس کا وقت مقدر ہے چنانچہ فرمایا۔ فَأَمْلَيْتُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا پس مدت تک ہم نے انکو مہلت دی جو منکر ہوئے اور جن کافروں پر دنیاوی عذاب آنے والا تھا انکو جس قدر انکار و استہزاء میں زیادتی کرتے گئے اسی قدر زیادہ امن و عافیت دی۔ ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ پھر اُن کو اچانک گرفتار کیا۔ جیسے دوسری آیت میں فرمایا وکاین من قریۃ املیت لہا وہی ظالمۃ الآیہ۔ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ پھر کیسے عذاب ہوا یعنے بڑے سخت عذاب میں

پڑگئے صحیحین مین ہر کہ اللہ تعالے عزوجل ظالم کو مہلت مین چھوڑ دیتا ہے یہانتک کہ جب اسکو پکڑتا ہے تو پھر نہین چھوڑتا اور پڑھی یہ آیت و کذلک اخذ ربک اذا اخذ القریٰ وہی ظالمۃ ان اخذہ الیم شدید۔ اور واضح ہو کہ یہ کفر و استہزا اس طور پر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل انکی عقول کو مضمحل اور غلاف مین کر دیتا ہے اور خالی حواس رہ جاتے ہین یہ لوگ جانتے ہین کہ فہم فقط اسی قدر حواس پر ہے اور امر آخرت و غیب کا ادراک عقل سے تھا نہ حواس سے پس منکر ہو جاتے ہین اور چونکہ افعال الٰہی اس خلقت مین اسطرح ظاہر ہین کہ حواس اس سے منکر نہین ہو سکتے ہین تو اللہ تعالیٰ کے قایل ہونے مین حواس پر مدار ہوتا ہے پس دنیاوی بادشاہ یعنے مخلوق پر خالق کا قیاس کر کے گمراہ ہوتے ہین اور جو اسباب ظاہری ہین انکو موثر اور شرکاء کو مانند وزیرون کے قرار دیتے ہین اور حق تعالے عزوجل نے قرآن پاک مین پوری معرفت عطا فرمائی پس جو سمجھا وہ راہ پر ہے اور جس نے انکار کیا وہ گمراہ ہوا چنانچہ اس مقام پر فرمایا۔ اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ۔ بھلا کیا وہ پاک خالق جو ہر نفس کے کسب پر قائم ہے وہ تمھاری خیالی صورت کے مانند یا تمھارے بتون و شرکا کے مانند ہے۔ یعنے اللہ تعالےٰ عزوجل خالق اور ہر نفس پر حافظ و رقیب ہے جو مخلوق جو کچھ کرے اسکے علم و تقدیر سے ہے ایک ذرہ اُسپر پوشیدہ نہین ہے کما قال تعالےٰ۔ ماتکون فی شان وما تتلو منہ من قرآن ولا تعملون من عمل الا کنا علیکم شہودا اذ تفیضون فیہ ولا یعزب عن ربک من مثقال ذرۃ الآیہ۔ وقال تعالےٰ ما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقہا ویعلم مستقرہا ومستودعہا الآیہ۔ وقال تعالے سواء منکم من اسر القول ومن جہر بہ الآیہ۔ وقال تعالیٰ وہو معکم اینما کنتم واللہ بما تعملون بصیر۔ وقال تعالے وما تسقط من ورقۃ الا یعلمہا۔ پس جو پاک خالق کہ اپنی تمام بے انتہا مخلوق جاندار و بے جان مین ہر ذرہ ذرہ سے ہر وقت رات و دن مین آگاہ اور کوئی ذرہ بغیر اُس کی قدرت کے جنبش نہین کرتا اور کوئی چیز بغیر اُس کی مشیت کے کچھ حرکت نہین کر سکتی ہے تو اپنے خالق عزوجل کو تم کیا خیال کرتے ہو کیا وہ تمھارے عقول مین آگیا کہ جس طرح تم اُس کو خیال کرو اسی طرح ہے یا وہ رب تبارک وتعالےٰ تمھارے بتون یا شرکا جیسے وغیرہ کی طرح ہے کہ نہ اُن کو نفع پہونچانے کی قدرت اور نہ ضرر دینے کی طاقت حتیٰ کہ جو اُن کی عبادت کرتے ہین ان عابدون جانورون سے اُن کو خبر بھی نہین ہے اور حق تعالے عزوجل تمھارے ہر فعل سے آگاہ اور وہی درحقیقت تم کو رزق دیتا ہے اور کرورون مخلوقات بے انتہا مین سے کسی سے اس کو کچھ غرض نہین مگر تم دیکھو کہ تم نے رب تبارک وتعالے کو چھوڑ کر کس جہنم جہالت مین اپنے آپ کو ڈالا۔ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ۔ اور بنالئے مین ان کافرون نے اللہ تعالے کے شریک۔ یعنے جو علم و قدرت و صفات پاک اس کی ذات کبیر متعال کے ہین وہ تو کسی مخلوق وغیرہ مین اُس کے سوائے نہین ہین حتیٰ کہ شیطان کو خود کچھ قدرت نہین بلکہ جو کوئی قہر مین گرفتار ہوا اُس پر شیطان مسلط کیا جاوے تو کسی صفت الٰہیہ کو کسی مخلوق مین تصور کرنا شرک تھا اور یہان تو ان کافرون نے ظلم کھلا بتون و آفتاب و مہا دیو اور جیسے چاند اور مردون اولیاء وغیرہ کی پرستش شروع کی اور جو کوئی مراد اُن کو حاصل ہوئی اس کو ان لوگون کی طرف سے سمجھی یا دنیاوی بادشاہ مخلوق پر قیاس کر کے ان لوگون کو حضرت کبیر متعال القیوم مین سفارشی سمجھے جو کہ منکر دوسرے کا کام کرا دیتا ہے حالانکہ سفارش و شفاعت ظہور رحمت الٰہیہ ہے لہذا باجازت الٰہی عزوجل ہوتی ہے اور قیامت مین حضرت رسول اللہ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے یقینی ہے اور وہ مخصوص ان بندون کے لیے ہے جو شرک سے پاک ہون پس اللہ تعالے مشرکون کی خجالت و اُن کی بے عقلی ظاہر فرما دے گا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کرامت و فضیلت و مومنون پر رحمت کریگا چنانچہ مشرکین خوار ہونگے جن کو بتون وغیرہ سے سفارش کا اعتقاد تھا اور اللہ تعالے عزوجل کی صفات پاک مین شریک بتاتے تھے

Marfat.com

جیسا کہ یہاں فرمایا کہ ان کافرون نے اللہ تعالےٰ کے شرکا ء بنائے ہین اور یہ نہایت سخت جہالت ہے اول تو اللہ تعالےٰ عزوجل کو نہ پہچاننا دوم اپنے نفس کی خوشی پر کسی کو سفارشی اور کسی کو اپنے گناہون کا کفارہ بنانا حالانکہ بغیر حکم آلہی کے یہ علم نہین ہوسکتا تو علم غیب کا دعوےٰ اور اپنے گمان کی تابعداری اور کسی چیز کو جو چاہتا بنا دیتا حالانکہ بنانے والا وہی خالق تبارک وتعالےٰ ہے ورنہ اگر کوئی ذرہ کو آفتاب بنا دے تو وہ بن نہ جاوے گا بلکہ بنانے والا احمق ہے۔ سوم جو صفت قدرت وغیرہ اللہ تعالےٰ مین ہے وہ اللہ تعالےٰ عزوجل کی مخلوقات مین سے کسی کے لیے ثابت کرنا حالانکہ ثابت نہو جائے گی مگر اعتقاد کرنے والا احمق ہے چہارم اللہ تعالےٰ عزوجل ذرہ ذرہ مخلوق کا علیم خبیر ہے اور جو وہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اس سے انکار کرنا اور جہالت سے نہ جاننا پنجم مخلوق مین یہ اعتقاد کرنا کہ اس نے جو چاہا ہمارے لیے وہ ہو جائے گا مثلاً ہمارے گناہون کا کفارہ بننا چاہا تو وہ مختار ہے بن گیا اور بتون نے ہمارے اوپر مہربانی چاہی تو سفارش کر کے ہماری مراد پوری کر دی اور بیٹا دینا چاہا دیدیا اور نوکری دینی چاہی دیدی حالانکہ یہ جہالت سخت ہے ششم خالق عزوجل کو غافل جاننا اور دوسرون کی آڑ سے اُس کا آگاہ ہونا خیال کیا اور یہ خیال دوڑایا کہ دوسرے آڑے آجاوین اور کفارہ ہوجاوین تو اللہ تعالےٰ کا عذاب ہم کو نہ پہونچ سکیگا۔ ہشتم آدمی تمام مخلوق مین اشرف ہے اُسکے نیچے پتھر بلکہ چاند سورج کا نفع ہے اس نے اپنے آپ کو ان سب کے سامنے انکا بندہ بنایا اور حقیقی خالق عزوجل سے منھ موڑا یا شرک کر لیا اب ان باتون کو غور کرو کہ کس درجہ جہالت اور اپنے خالق عزوجل کی نافرمانی اور بالکل اُسکو پہچاننا اور نہایت درجہ کی خواری اپنے اوپر خوشی سے قبول کرنا اور انتہا درجہ کی حماقت جانورون سے بدتر ہے پس اگر خالی ساتوین وجہ ہوتی تو ظاہر تھا کہ یہ جانورون سے بدتر اور بے انتہا احمق اور اپنے آپ کو خوار کرنے والے ہین جو کسی طرح جنت کے لائق نہین کیونکہ جنت نورانی عقول والے مکرم ومعظم بندگان خالق عزوجل کے اکرام ومنزلت کا مقام ہے اور ایسے احمق لوگون کی جگہ نہین جو حماقت سے مخلوق کو خالق جانین اور جو مخلوق کے بندے بنکر خوار ہون اور جو ایسے احمق کہ پتھرون کو اپنا معبود قادر قوی خیال کرین اور اپنے آپ کو اُن کے قبضہ قدرت مین مقہور واُنھین سے زندگی موت نفع وضرر سمجھین لہٰذا حق سبحانہ تعالےٰ شانہ نے فرمایا۔ قُلْ سَمُّوْهُمْ تو کہدے کہ تم اُن کے نام لو۔ اصلی نام لینے سے معلوم ہوگا کہ یا تو یہ مورتین پتھر ہین جن کی حالت انسان سے بھی بدتر ہے کہ آدمی انکی چوکھٹ وموندھے بناتا ہے اور یا آدمی وغیرہ کے نام ہین جو اللہ تعالےٰ عزوجل کی مخلوقات مین سے ہین اُنکو کوئی ایسی صفت حاصل نہین جس سے خالق عزوجل کے ساتھ شریک کیا جاوے پس تم اپنی حماقت پر نادم ہوکر اُن کی نسبت شرک سے مُنھ موڑو اور اللہ تعالےٰ کی توحید پر اقرار کروگے پس آیا تم نے نام لے کر اللہ تعالےٰ کی توحید کا اقرار اور اُن کی عبودیت کا اعتقاد کیا۔ اَمْ تُنَبِّئُوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْاَرْضِ یا تم آگاہ کرتے ہو اللہ تعالےٰ عزوجل کو ایسی بات سے جو وہ زمین مین نہین جانتا تھا۔ یعنے اللہ تعالےٰ عزوجل تو عالم الغیب والشہادۃ ہے اُس کے علم سے ذرہ پوشیدہ نہین نہ رات مین نہ دن مین پس اسکا علم تو محیط ہے تو کیا تم ان شرکا کے وجود سے اس کو آگاہ کرتے ہو اور ظاہر ہے کہ ایسی صورت مین اُس نے اُن کو پیدا نہ کیا ہوگا کیونکہ اُن مین خود اُس کے مقابلہ کی صفت ہے (نعوذ باللہ من ذلک) پس تم آگاہ کرتے ہو کہ زمین مین سوائے اُس کی مخلوق کے اُس کے شرکا موجود ہین اور یہ باطل ہے۔ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ یا ظاہری بات بناتے ہو یعنے کوئی بات جو اوپر مذکور ہوئی وہ تو نہین ہے پھر کیا خالی مُنھ سے انکو آلہ وقدرت والا اور تمھاری مرادین برلانے والا اور خدا سے تمھاری مراد پوری کرانے والا اور سانند اُسکے کہتے ہو مگر دل مین ایسا اعتقاد نہین کرتے ہو

Marfat.com

کیونکہ کوئی بات ہوجانے یعنے وجود میں آجانے کے واسطے تو فقط قدرت الٰہی کا انحصار ہے یعنے کوئی قول اور کوئی فعل ایک ذرہ برابر بھی کسی دوسرے کی خلق و ایجاد سے نہیں ہوتا بلکہ خالق عزوجل کے پیدا کرنے سے ہوتا ہے اور معبود وہی ہے جو اللہ تعالےٰ عزوجل نے چاہا پس جو اس نے نہ چاہا وہ نہ ہوگا اور جو اس کا ارادہ و مشیت ہے اُس کو کوئی روک نہیں سکتا اور جس گنہگار کو وہ گناہ میں سزا دینا چاہے دوسرا کوئی نہیں جو اُس کے عوض میں کفارہ بنے تو معلوم ہوا کہ جن لوگوں و بتوں وغیرہ کی نسبت جو کچھ گفتگو ہے سب زبانی ہے اعتقاد میں سچ ماننے کے لائق نہیں کیونکہ عقل اس کو تسلیم نہیں کرسکتی پس کیا تم ظاہر میں باتیں بناتے ہو جبکہ حقیقت میں کچھ نہیں ہوسکتا۔

خلاصہ یہ کہ ان لوگوں نے اللہ تعالےٰ عزوجل کے ساتھ صفات میں شریک بنائے ہیں یعنے اپنے اعتقاد میں ان لوگوں نے شرکار کی نسبت ایسے باطل اعتقادات کیے جن کو اپنی حماقت سے ان شرکار کی تعظیم و بزرگی و قبولیت و قدرت سمجھتے ہیں اور ظاہر و باطن میں اللہ تعالےٰ جل جلالہ کی صفت ان لوگوں میں ثابت کرتے ہیں حالانکہ اُن کے اعتقاد سے یہ تو ممکن نہیں کہ خالق تعالےٰ شانہ کی صفت کسی مخلوق میں ہوجاوے مگر ایسا اعتقاد کرنے والے مشرک و جاہل مردود ہوجاتے ہیں پس اللہ تعالےٰ عزوجل نے اپنے رسول صلعم کو حکم دیا کہ تو اُن سے کہدے کہ تم اُن شرکار کے نام لو یعنے سمجھے کہ یہ تو اللہ تعالےٰ جل شانہ کی مخلوقات ہیں پس کیا اب تم اس حماقت کے اعتقاد سے پھر کر اپنے رب کی طرف رجوع لائے یا نہیں ابھی اُن کو شرکار بنائے جاؤگے تو کیا تم عالم الغیب والشہادۃ خلاق علیم کو جس پر کوئی ذرہ کسی حال میں پوشیدہ نہیں ہے آگاہ کرتے ہو کہ زمین میں کوئی اُسکا شریک موجود ہے یعنے وہ نہ جانتا تھا تم بتلائے دیتے ہو یا تمھاری یہ غرض ہے کہ تم زبانی یہ لفظ بکتے ہو اُس کے معنے کا کچھ خیال نہیں ہے کیونکہ معنے تو بالکل جہالت و سخت حماقت ہیں۔ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ کلام پاک اس قدر مختصر مگر نہایت مرتبۂ اعجاز پر واقع ہوا کہ اس نے عقل کو منور کیا اور کافروں مشرکوں کی جڑ کاٹ دی۔ رازی و خطیب و جماعۂ علماء بیان نے بھی ایسی شہادت دی۔ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ بلاغت و بیان سے بھی معجزہ ہے چنانچہ اول قولہ افمن ھو قائم علےٰ کل نفس الخ میں اُن کو ملامت ہے کہ تم نے اللہ تعالےٰ عزوجل کی شان میں دنیاوی بادشاہ یعنے مخلوق کا قیاس کیا حالانکہ خالق و مخلوق میں قیاس کی وجہ بالکل دائر نہیں یہ سخت جہالت ہے۔ دوم جعلوا اللہ بجائے جعلوا لہ کے تشنیع و تہدید ہے کہ اس پاک نام کا کوئی شریک نہیں تو ذات و صفات کبیر متعالی میں یہ وہم بالکل باطل ہے۔ سوم قل سموھم۔ وجود شرکار بالدلیل باطل فرمایا اور کیسے مختصر طور پر کیونکہ نام سے مراد علم ہے یعنے مخصوص نام بتلاؤ کیونکہ موجود ہے تو نام مخصوص ہوگا اور جب ندارد تو وجود بھی ندارد اور یہ عموماً معروف ہے کہ اگر مثلاً وہاں کوئی قاضی ہے تو اسکا نام بتلاؤ یعنی نہیں ہے۔ چہارم ام تنبؤنہ بما لا یعلم۔ یہ کنایہ ہے وجود شرکار کی نفی سے یعنے جو پاک خالق علیم و خبیر کہ اسپر کوئی ذرہ پوشیدہ نہیں ہے جب اُسکے علم میں کوئی شریک نہیں تو قطعاً شریک کا وجود نہیں ہے۔ پنجم ام بظاھر من القول بطریق استدراج باطل کیا یعنی بغیر فکر و سمجھ کے زبان سے ایسی بات نکالتے ہو ذرا غور کرو تو صاف معلوم کرلو کہ اللہ جل شانہ کی جناب میں شرک ممکن ہی نہیں ہے۔ ششم ان تمام اضرابات میں تدریج ہے ایسی لطیف وجہ سے کہ اس سے بڑھکر ممکن نہیں ہے چنانچہ جو شخص علوم عقلیہ سے واقف ہے وہ یہاں حسن استدلال میں متحیر ہے پس اس اختصار کے ساتھ ایسے بدیع اسلوب سے احتجاج نہایت صریح ہے کہ یہ بشر کا کلام نہیں بلکہ اعجاز ہے انتہیٰ مترجم مترجم کہتا ہے کہ اگر ہر استدلال کے واسطے طول توضیح سے مجھے سمجھانا نہ پڑتا تو بفضل تائید آلٰہیہ میں ہر استدلال کو بسط سے بیان کردیتا کہ علوم عقلیہ اُس کے سامنے مکتب کے اطفال ہیں ولیکن نور بصیرت کافی ہے واللہ تعالےٰ عزوجل ھو الھادی

Marfat.com

وہو العلیم الخبیر۔ الحاصل حق سبحانہ تعالےٰ عز وجل نے ہر طرح کافرون کے دعوے شرکار کو رد کردیا اور صاف ظاہر ہوگیا کہ نہ وے اُنکے
نام جانتے ہین جو الوہیت کے ہون بلکہ مخلوق کو خالق بناتے ہین اور نہ اللہ تعالےٰ عز وجل علیم وخبیر کے علم مین ان کا وجود ہے تو ضرور
باطل ہین اور رہا یہ کہ کافر لوگ ظاہری قول سے شرکار کہتے ہین اور واقعی کچھ وجود ان کی قدرت وتاثیر کا نہین ہوسکتا تو یہ جہالت ہوگی
پھر اس سے بھی اضراب فرمایا بقولہ۔ بَلْ یعنے یہ بھی کچھ نہین بلکہ کافرون کی خلقت باطل کے لیے ہے اور وہ مقہور تحت قبضۂ قدرت
خالق عز وجل ہین۔ زُیِّنَ لِلَّذِیْنَ کَفَرُوْا مَکْرُھُمْ مزین کردیا گیا کافرون کے لیے اُن کا مکر یعنے جانورون سے زیادہ بدتر
حماقت اُن کو عقل سے زیادہ مزین نظر آتی ہے اور یہ فعل حضرت خالق عز وجل کا ہے جس نے شیطان کو اُن پر مسلط فرمایا۔ وَ
صُدُّوْا عَنِ السَّبِیْلِ۔ اور روکے گئے راہ سے اور شیخ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے بعض سلف سے نقل کیا کہ اُنھون نے
زین وصد والصیغۃ معروف پڑھا یعنے خالق عز وجل نے معروف حکمت کے ساتھ مزیّن فرمایا اس طرح کہ شیطان کو اُنپر مسلّط
کردیا اور اُن کے نفوس کے قبضہ مین اُن کو چھوڑا پس شیطان نے باطل کو مکر کے ساتھ اُن کے نفس پر مزین پیش کیا جس نے قبول کیا
اور گمراہ ہوئے پس صراط مستقیم سے اُن کو مردود کیا۔ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰہُ اور جس شخص کو اللہ تعالےٰ عز وجل گمراہ فرماوے
فَمَا لَہٗ مِنْ ھَادٍ تو اُس کا کوئی ہادی نہین ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ سابق آیت مین بیان فرمایا تھا کہ ان اللہ یضل من
یشاء ویھدی الیہ من اناب۔ یعنے اللہ تعالےٰ خالق عز وجل ہی ہر چیز وہر فعل کا خالق ہے جیسا اس نے مخلوق کی ذات کو پیدا کیا
ویسے ہی مخلوق کے افعال وصفات کو وہی پیدا کرتا ہے اور بقولہ اللہ یعلم ما تحمل کل انثے۔ بیان فرمادیا تھا کہ جب مخلوق اپنی ماں کے
پیٹ مین تھا اور پیدا بھی نہ ہوا تھا اس سے پہلے حضرت خالق عز وجل ہر مخلوق کے افعال کو جانتا تھا تو اُس کا علم قدیم ہے پس ان
آیات مین اہل ایمان واہل عقل کو ایک عجیب دلیل معائنہ کرادی کہ دیکھو اسطرح اللہ تعالےٰ عز وجل مخلوق کی ذات وافعال کا خالق ہے
کہ جو کافر شرک کرتا ہے اُس کے پاس کوئی دلیل شرک کی نہین ہے حتے کہ تم تعجب کرتے ہو کہ اس طرح وحدانیت الٰہی ظاہر ہے پھر
حضرت حق تعالےٰ عز وجل کی مشیت وقدرت کو دیکھو کہ جس کافر کو شرک ونفاق وغیرہ سے گمراہ کیا وہ اپنے شرک ہی کو مزین ومقبول
جانتا ہے پس اہل عقل وایمان ان آیات سے یقین وعلم زیادہ پاتے ومنور ہوتے ہین اسی واسطے قرآن پاک کی صفت مین فرمایا کہ شفاء
ورحمۃ للمؤمنین۔ اور فرمایا کہ زادتھم ایمانا۔ اور فرمایا وہدے ورحمۃ لقوم یؤمنون۔ اے پروردگار پاک ہم کو اپنی بندگی وایمان پر رکھیو
اور ہم تجھ سے کفر وشرک ونفاق سے پناہ مانگتے ہین یا ارحم الراحمین۔ واضح ہو کہ ہاد مین دو قرأت سبعیہ متواترہ ہین ایک ہاد
بدون یاء اور یہی فصیح بکثرت مستعمل ہے اور دوم ہادی بیاء اور یہ بنا بر اصل کے ہے پھر اللہ تعالےٰ جل شانہ نے اہل ایمان کو آگاہ فرمایا کہ
جیسے پیدا کرنے مین اُس کی مشیت وحکمت کاملہ ہے ویسے ہی بعض کو مومن اور بعض کو کافر کرنے مین اُس کی خوشی وحکمت ہے کیونکہ نعوذ باللہ
تعالےٰ وہ خالق عز وجل کسی مخلوق سے جاہل نہین ہے تو ہر مخلوق اُسی کے علم وقدرت مین مقہور ہے پس جیسے اُس کا علم وحکمت بالغہ
کافرون ومومنون کی تقسیم مین ہے حتے کہ ایسے صاف واضح دلائل کے باوجود کافر اپنے کفر وشرک کو اچھا سمجھتا ہے اور راہ پر نہین آتا
جس سے مومن متعجب ہو کر اپنے رب تبارک وتعالےٰ کی عظمت وقدرت پر تسبیح پڑھتا ہے ویسے ہی خالق جل شانہ نے کافرون کا
ٹھکانا وانجام دنیا وآخرت کا بیان فرمایا بقولہ۔ لَھُمْ عَذَابٌ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا۔ کافرون کے لیے عذاب ہے
دنیاوی زندگی مین۔ واضح ہو کہ دنیاوی زندگی مین عجیب امتحان ہے کہ آدمی یہان حواس سے عذاب وثواب کا ادراک بخوبی نہین

Marfat.com

کرسکتا۔ بلکہ جس بات سے جسم کو تکلیف ہو اُس کو عذاب سمجھتا ہے پس کافرون کے لیے دنیا مین عذاب دو طرح پر ہے اول یہ کہ قتل و قید و مرض و خانہ بربادی وغیرہ ایسی وجہ پر ہو جو حواس سے ظاہر ہے تو آیت کریمہ مین وقت نزول کے جو کافر عرب یا عجم وغیرہ مین موجود تھے اُن کے لیے یہی ظاہر عذاب بطور اخبار غیب کے بیان فرمادیا پس مشرکین عرب بت پرست و یہود اور نصاریٰ سب اس عذاب مین مبتلا کیے گئے کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ظہور ان مین ہوا اور انھون نے انکار و کفر کیا۔ دوم عذاب جو محسوس نہو جیسے قولہ تعالے انما یاکلون فی بطونہم نارا۔ اور قولہ لیعذبہم بہا فی الحیوۃ الدنیا۔ الآیہ۔ یعنے اموال و اولاد کو کافرون کے حق مین عذاب فرمایا کیونکہ اللہ تعالے سے انکار کفر و شرک کے ساتھ جو تصرف ہو سب عذاب ہے اگرچہ ظاہر مین تن پروری و آرام ہو بخلاف اسکے مومنون کو اگر فقر و فاقہ پہونچے تو عین ثواب ہے اور یہ بات سمجھدار ایمان و عقل والا خوب سمجھتا ہے ولیکن عام سمجھ کے لیے یون کہا جاتا ہے کہ آیت کریمہ مین اللہ تعالے عز وجل نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت کے کافرون و مشرکون کو آگاہ فرمادیا کہ تم کو دنیا مین بھی عذاب پہونچیگا ولیکن قولہ لھم عذاب۔ کو نکرہ کرکے فرمایا تو اُسکے یہ معنے کہ اُنکے لیے دنیا مین کسی قسم کا عذاب ہوگا خواہ قتل و قید و خانہ بربادی کا ہو یا مرض یا مال و اولاد کی پریشانی و اُسکے جمع کرنے کی مصیبت اور پھر چھوڑ جانے کا قلق ہو کیونکہ دنیا درحقیقت دار محنت ہے نہ ملک راحت پس مشرکون کے لیے ہر حال مین کوئی نہ کوئی عذاب ہے وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ اور یقین کرو کہ بے شبہہ عذاب آخرت بہت شاق ہے۔ کیونکہ دنیا مین تو ظہور جسمانی ہے اور قوی و عقل و روح مخفی ہے اور وہان ظہور روحانی اسی واسطے دار آخرت حیوان یعنی جاندار ہے اور جہنم کے بیان مین اُسکے جاندار اوصاف مذکور ہوئے ہین وقال تعالے نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علے الافئدۃ۔ یعنی وہ آگ اللہ تعالے عز وجل کی پیدا کی ہوئی دہکتی ہوئی جو دلون کو جھانک لیتی ہے۔ اور روح باقی ہے اُسکو فنا نہین ہے تو عذاب دنیا چند روزہ ہے اور خفیف ہے اور عذاب آخرت دائمی اور سخت ہے وہ آگ یہان کی آگ سے ستر گونہ زیادہ ہے وقال تعالے زدناہم عذابا فوق العذاب۔ یعنی عذاب پر عذاب بڑھتا جائیگا۔ آتشی سانپ و بچھو اور آتشی نہرین ہین۔ یہ بد انجام ان لوگون کا ہے جو اپنے رب تبارک و تعالے سے منکر یا اس کو نہین پہچانتے بلکہ اُس کے لیے جورو اور بیٹا بتلاتے اور شرک کرتے ہین۔ اور عقل کو خوار کرتے اور جسم و حواس کی خواہش نفسانی سے پرورش کرتے ہین پس وہی جسم و نفس امارہ اُن کو اس عذاب مین مبتلا کرے گا۔ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ۔ اور اللہ تعالے عز وجل کے عذاب سے انکا کوئی بچانے والا نہین ہے۔ چاہے وہ اپنی نافہمی سے دنیا پر قیاس کرکے جنون کو یا حضرت عیسے علیہ السلام کو بچانے والا سمجھین مگر جب عاقل سے بیان کرین تو وہ اُن کی حماقت پر تعجب کریگا کیونکہ کوئی بچانے والا تو ممکن ہی نہین ہوسکتا ہے۔ پھر واضح ہو کہ یہ عذاب تو ان بیوقوفون کے لیے ہے اور جو لوگ عقل کے تابع ہوئے اور اللہ تعالے عز وجل کی فرمانبرداری کی اور اپنے رب تبارک و تعالے کی معرفت موافق تعلیم رسول اللہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پائی اور اللہ تعالے عز وجل کے سب انبیاء و رسولون علیہم السلام پر ایمان لائے اور دار آخرت کو سچ مانا اور نیک اعمال کیے جیسا کہ اللہ تعالے جل شانہ نے سابق آیات مین بیان فرمایا ہے تو وے لائق انعام کے ہین ان کا ٹھکانا اور منزلت جنت ہے چنانچہ اس کا حال بیان فرمایا۔ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ۔ یعنے متقی بندے جنھون نے شرک سے اپنے آپ کو بچایا اُن کے لیے جس جنت کا وعدہ دیا گیا ہے اُس کی صفت یہ ہے تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ۔ جاری ہین اُس کے قصر و عالیشان مکانات کے نیچے نہرین۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے احادیث

سے لکھا کہ اہل جنت جہان چاہینگے نہرین پھر جائیگی اور جس جگہ چاہینگے جاری ہوجائے گی بترجم کہتاہے کہ جو مشقت اس
مکدر دنیا کی خاک وکیچڑ وبیجان چیزون واونچے نیچے نالہ غارون وغیرہ مین ظاہر ہے وہان اس سے نجات وآرام ہے اور اللہ تعالے
عزوجل نے باوجود کمال عزت وقدرت کے اس دنیا کو ایسا ہی خرابہ کھنڈل پیدا کردیا جس سے عقلا سمجھ گئے کہ یہ جہان اکرام ومنزلت
وآبادکرنے کو نہین ہے اور جو خالق جل شانہ کمال قدرت والا ہے وہ ہر چیز پر قدرت رکھتاہے پس سوائے احمق آدمی کے جو
اپنی خلقت بھول گیا اور اپنے خالق عزوجل سے منکر ہوا کوئی عاقل اس سے منکر نہین ہوسکتا۔ پس جنت مین نہرین ودریا ہین
بعضے خالص شیرین پاک صاف پانی سے خوبصورت مثل موتی کے جسکا قیاس دنیاوی چیز پر بالکل نہین ہوسکتا اور بعضے
سپید دودھ کے مانند جو ہر وقت نہایت لطیف پاکیزہ ہین اور بعضی نہرین شراب طہور کی اور بعضی پاکیزہ شہد کی اور وہان
ہر قسم کے میوہ جات جو کچھ چاہین اور سوائے زیادتی کے کبھی کمی نہین ہے۔ أُكُلُهَا دَائِمٌ وَظِلُّهَا ہمیشہ ہے اُس کے پھل اور اسکا
سایہ۔ یعنے اس کے ثمرات کبھی منقطع نہین ہوتے کیونکہ ان کا وجود ان اسباب باران وبہار وآفتاب وماہتاب پر نہین ہے کیونکہ جنت
مین آفتاب وچاند واندھیرا وغیرہ کچھ نہین بلکہ ظل ممدود ہے اسی وجہ سے اُس کے سایہ مین کمی بیشی نہین اور کبھی خزان نہین ہے
اور ہمیشہ انواع اکرام سے نہایت دلچسپی وبہار بے خزان ہے۔ اس آیت مین فرقہ جہمیہ کے خیالات مردود ہوتے ہین جنکا قول ہے
کہ جنت کی نعمتین فنا ہونگی۔ بعض علماء نے زعم کیا کہ اکلہا دائم سے معلوم ہوتاہے کہ اہل جنت کی حرکات کبھی دائمی سکون کی جانب
متبدل نہونگی۔ بترجم کہتاہے کہ یہ استنباط عجیب ہے اور مین کہتاہون کہ ابوالہذیل معتزلی کا رد ہوا جو اس کا قائل ہے کہ آخر
اہل جنت کو دائمی سکون ہوگا اور صواب یہ ہے کہ نعمتہائے الٰہی مثل اُس کی قدرت کے غیر متناہی ہین تو ہمیشہ نعمتون مین ظہور مزید ہوگا
اور اہل جنت کی فرحت بڑھتی جائےگی تِلْكَ عُقْبَى یہ آخرت کا گھر ہے الَّذِينَ اتَّقَوا۔ ان بندون کا جنھون نے شرک سے تقوے کیا
وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ اور کافرون کا آخرت کا گھر جنھون نے اللہ تعالے عزوجل سے انکار اور اسکے ساتھ شرک کیا ہے۔ النَّارُ دوزخ
ہے۔ یہان سے معلوم ہوا کہ آخرت کے فقط مقام دو ہین۔ ایک جنت وایک دوزخ اور مخلوق مین بھی دو قسمین ہین ایک اللہ تعا
عزوجل پر ایمان لانے والے جو اللہ تعالے جل شانہ کو انھین صفات وقدرت وکمال کے ساتھ اعتقاد رکھتے ہین جو اس کی شان
عالی متعالی ہے اور دوم وہ جو اللہ تعالے عزوجل پر اسطرح ایمان نہین لاتے ہین خواہ بالکل اسی سے منکر ہون جیسے دہریہ وغیرہ
خواہ مشرک ہون جیسے بت پرست وآفتاب پرست ونجومی وغیرہ اور خواہ نام سے اللہ تعالے کا اقرار کرتے ہون مگر صفات ایسے
گمان کرتے ہین جن سے اللہ تعالے پاک ہے جیسے جورو وبیٹا وغیرہ تو یہ سب کافرون مین داخل ہین کیونکہ نصرانی ویہودی اگرچہ
نام کو اللہ تعالے عزوجل کا قائل ہے لیکن درحقیقت وہ اپنی خیالی تصویر کو مانتاہے کیونکہ وہ اپنا معبود اور خالق اُس کو
مانتاہے جس کا بیٹا حضرت عیسے علیہ السلام ہے یا جس کا بیٹا عزیر ہے اور خوب معلوم ہے کہ حضرت خالق عزوجل اللہ تعالے
جل شانہ اس سے پاک ہے تو معلوم ہوگیا کہ وہ اللہ تعالے پر ایمان نہین لایا اور ایسے ہی نصرانی اس عیسے کا قائل ہوا جو اللہ تعالے کا
بیٹا ہے یا یہودی اس عزیر کا جو اللہ تعالے کا بیٹا ہے حالانکہ حضرت عیسی وعزیر علیہما السلام جو رسول تھے وہ اللہ تعالے عزوجل کے
بندے ومعزز پیغمبر تھے پس وہ عیسے وعزیر پیغمبرون کا بھی قائل نہین رہا پس معلوم ہوگیا کہ یہودی یا نصرانی درحقیقت نہ اللہ تعا
جل شانہ کا قائل ہے اور نہ عزیر وعیسے علیہما السلام کا قائل ہے اسی واسطے اللہ تعالے عزوجل نے اہل کتاب کی نسبت قرآن مجید مین

مصرح فرمایا۔ قاتلوا الذین لا یومنون باللہ ولا بالیوم الآخر ولا یحرمون ما حرم اللہ الی قولہ وہم صاغرون الآیہ۔ ف
فی العرائس قولہ افمن ہو قائم علی کل نفس الآیہ۔ اللہ تعالیٰ عزوجل قیوم ہے پس قیام تمام جہان کا اسی کی پاک ذات سے
ہے ولیکن سوائے انسان کے باقی مخلوقات امانت عظمی کی برداشت سے محروم ہین پس اُن کا کسب اُس کے سوا ہے اور انسان
ایک ترکیب خاص اور صنعت آلہیہ عجیب ہے اور اُس کے کسب مین قیوم تعالیٰ شانہ نے امانت عظمی کا حصہ عطا فرمایا ہے
پھر مترجم کہتا ہے کہ نفوس انسانی مین دو قسمین ہین ایک وہ جن کا اکتساب قہر ہے اور قیوم عزوجل ان نفوس کا قیوم اسطرح
ہے کہ قہریات سے ان کا حصول ہے اور مراتب ظہور قہریات سے ہر ایک کا اکتساب متفاوت ہے اور شیخ رہ نے دوسری
قسم کو بیان فرمایا کہ ہر نفس بقدر قوت کے ربوبیت کی عظمت اٹھاتا ہے پس بعض نفس پر قیوم تعالیٰ شانہ اپنے فعل سے قائم ہے اور
بعض پر بحسب کشف صفت قائم ہے اور بعض پر بحسب کشف سبحات الذات قائم ہے پس اگر نفس نے اُس کی عبودیت کسب کی تو افعال
الٰہی تعالیٰ کے نور سے اُس کو مشاہدہ ہے اور اگر اس کی محبت کسب کی تو انوار صفات سے مشاہدہ پایا اور اگر معرفت و توحید کمائی
تو سبحات الذات تعالیٰ جل شانہ سے دیدار ہے اور اگر قسم اول یعنے نفس کاسبہ عبودیت نے تقصیر کی مثلاً اسطرح کہ اپنے حظوظ کیطرف
التفات کیا تو اللہ تعالیٰ اُس کو مجاہدہ کے عذاب مین گرفتار فرماتا اور اگر قسم دوم نے محبت مین تقصیر کی مثلاً اپنے ذوق و شوق
مین طلب سے باز رہا تو اللہ تعالیٰ لذت کو اس سے چھین کر حجاب و فتور مین چھوڑ دیتا ہے اور اگر قسم سوم نے قصور کیا تو اللہ تعالیٰ
اسکو دریائے بحرت مین غوطہ دیتا ہے اور اس کا قصور یہ ہوتا ہے کہ وہ گمان کر جاوے کہ مین عین حقیقت تک پہنچ گیا ہون ولیکن
جاننا چاہیے کہ قسم سوم مین جو مواخذہ ہے وہ عقوبت نہین بلکہ معرفت بڑھانے کے لیے ہے کیونکہ حق سبحانہ تعالیٰ اپنے بندہ عارف پر
بہت مہربان ہے پس اللہ تعالیٰ عزوجل ان نفوس کا قیوم اسطرح ہے کہ صراط مستقیم پر رکھتا ہے اور انکے انفاس کو ان کی طلب حق مین
محفوظ فرماتا ہے۔ شیخ جنید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ ہی کے ساتھ اشیاء کا قیام ہے اور اسی کے ساتھ فنا ہے اور
اسی کی تجلی سے نیک کی خوبی ہے اور اُسی کی بزرگی سے بد کی زشتی ہے۔ شیخ محمد بن الفضل رحمۃ اللہ علیہ نے نصیحت کی کہ اس آیت کو
پڑھ اور مت غافل ہو اُس پاک خالق قیوم سے جو تجھ سے غافل نہین ہوتا اور اسی کا مراقبہ رکھ اور ہوشیار رہ۔ شیخ نے کہا کہ جس
نفس نے خالق قیوم محیط بکل شئ کو نہ پہچانا تو یہ اسی کے قہر سے ہے کہ کفر کو اُس کی نظر مین زینت دیدی کما قال تعالیٰ بل زین للذین
کفروا مکرہم۔ اللہ تعالیٰ عزوجل نے کافرون کی نظر مین اُن کے مکر کو مزین کیا اسطرح کہ ازل مین اپنے علم محیط کے ساتھ جو کچھ
نظام حکمت سے چاہا وہی اُن کے حق مین مقدر فرمایا پس کوئی معجزہ اور کوئی آیت اگرچہ سورج کی طرح روشن ہو اُن کو نفع
نہین دیتی بلکہ خالق جل شانہ سے مُنھ موڑ کر شرک کی طرف جھکتے ہین اور جو چیز بدتر سے بدتر ہے اسکو اچھا سمجھتے ہین حالانکہ یہی اُنکے
شرک ذلیل خوار کا مقام ہے یہی خیال و اعتقاد جسکو بہت اچھا سمجھتے ہین نہایت قبیح اور اُنکی گردن مین زنجیر جہنم ہے اسی کی وجہ سے
معرفت حق سبحانہ تعالیٰ سے جاہل اور اُس کے حُسن مشاہدہ سے غافل ہین اور کیونکر مکر آلہی سے انکو نجات ہوگی حالانکہ اپنے مکر کو
معرفت و حسن عقیدت خیال کرتے ہین اور کیونکر جہنم کی زنجیر سے رہا ہون جسکو وہ جنت کا زیور سمجھے ہین یہ فقط تزئین آلہی عز شانہ ہے جو
چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور جسکو وہ گمراہ کرے اُس کا کوئی ہادی نہین ہے ونعوذ باللہ من الضلال وسوء المآل مترجم کہتا ہے کہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے
بلیغ خطبہ سے نصیحت فرمائی ہے اور ہمارے زمانہ کے جاہل جو اسلام کا دعوے کرتے ہین ہوشیار ہون اور اپنی پسندیدگی سے ایسے حُسن

عقیدت پر نہ جاوین جس سے توحید و معرفت چھوڑ کر گمراہ بنجاوین۔ شیخ محی الدین عربی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ حدیث مین ہے
کہ کافر کی پیدایش مومن کے گناہ سے ہے۔ واضح ہو کہ یہی جہالت ہے جو جہنم کے لائق ہے اور ہزار حیف کہ ہم سب جہالت
وحماقت مین پڑے ہین اے سب ہمارے اپنے فضل عمیم سے ہم کو اہل عقل مین سے کر دے۔ پھر شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ قولہ تعالیٰ
مثل الجنۃ التی وعد المتقون الآیہ۔ چونکہ جنت کی مثال دنیاوی مکدر و غلیظ مادیات مین تو کیا بلکہ آئینۂ خیال مین بھی نہین ہے
لہذا مثل الجنۃ سے مراد صفت جنت ہے یعنے یہ صفت ایسی عجیب و غریب ہے کہ گویا حواس اسمی کو ایک تعجب کی چیز کے مانند
بطور مثل کے سمجھین پس متقین کے ساکن یہی جنت ہین اور اس آیت کے اشارات مین سے ہے کہ جو کوئی سواے حق تعالیٰ کے
جملہ اشیاے دو جہان سے تقوے کرے اور سواے رب تبارک و تعالیٰ کے کسی چیز کی طرف التفات نہ کرے تو وہ ایسی جنت
پاوے کہ جنت اُس کی مخلوقات مین سے ادنی چیز ہے یعنے مشاہدہ جنت ذات کہ اس سے انہار صفات جاری ہین اور اسکے آثار
علوم و افعال ہین جو صفات و ذات کے پھل ہین اور حاشا کہ یہان وہم و قیاس کچھ بھی کارآمد ہو بلکہ بیان ہے کہ ماسوائے
اللہ تعالیٰ کے سب سے فنا ہو جاوے تو پاوے جو کچھ پاوے مگر وہ پاوے گا جو تمام مخلوقات سے متجرد و متفرد ہو جاوے
اور اکلہا دائم وظلہا یعنے حصول دیدار بلا پردہ اور زندگانی سایہ تجلی مین بلا فترت ہوگی۔ یہ مقامات و منازل عالیہ ان بندون
کے لیے ہین جو شرک و نفاق سے پاک اور مشتاق دیدار حضرت علیم خلاق جل شانہ ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ اولیاء کے مدارج
و مراتب عالی ہین اور حق تعالیٰ عز و جل نے فرمایا کہ الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون۔ چنانچہ حضرت ابن عباس و ابن مسعود
اور بہت سے سلف رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ اولیاء اللہ وہ ہین کہ جب انکو دیکھا جاوے تو اللہ تعالیٰ یاد آوے۔ اور امام
حافظ بزار رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ حدثنا علی بن حرب الرازی حدثنا محمد بن سعید بن سابق حدثنا یعقوب بن عبد اللہ الاشعری
القمی عن جعفر بن ابی المغیرۃ عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال قال رجل یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من اولیاء اللہ قال
الذین اذا راؤا ذکر اللہ۔ یعنے اولیاء اللہ وہ لوگ ہین جب دیکھے جاوین تو اُن کی صورت دیکھکر اللہ تعالیٰ عز و جل یاد آوے۔
قال الامام البزار رحمۃ اللہ علیہ قد روے عن سعید مرسلا۔ یہ روایت سعید رحمۃ اللہ علیہ سے مرسل بھی مروی ہے اور قال ابن جریر
رحمۃ اللہ علیہ حدثنا ابو ہشام الرفاعی حدثنا ابو فضیل حدثنا ابی عن عمارۃ بن القعقاع عن ابی زرعۃ بن عمرو بن جریر البجلی
عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان من عباد اللہ عبادا یغبطہم الانبیاء والشہداء قیل من ہم
یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لعلنا نحبہم قال ہم قوم تحابوا فی اللہ من غیر اموال ولا انساب وجوہہم نور علے منابر من نور لا
یخافون اذا خاف الناس ولا یحزنون اذا حزن الناس ثم قرأ الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون۔ یعنے آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عز و جل کے بندون مین سے بعضے ایسے بندے ہین کہ انپر انبیاء و شہداء رشک کرین گے۔ بعض
صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وے کون ہین شاید ہم اُنسے محبت کرین فرمایا کہ وے ایک قوم ہین کہ انہون نے
باہم اللہ تعالیٰ عز و جل کی شان مین محبت کی انہین اموال و نسب کا لگاؤ نہ تھا اُن کے چہرے نور ہین وہ نور کے منبرون پر ہونگے
جب لوگون کو خوف گھیرے ہوگا اس وقت اُن کو خوف نہوگا اور جب لوگ محزون ہون ان کو کچھ حزن نہوگا پھر یہ آیت پڑھی
الا ان اولیاء اللہ الآیہ۔ اس حدیث کو ابو داؤد رحمہ نے بھی روایت کیا اور اسناد مین ابو زرعہ نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

سے مرفوع روایت کی اور امام حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ اسناد بھی جید ہے ولیکن ابوزرعہ و عمر بن الخطاب کے درمیان واسطہ کا راوی مذکور نہیں ہے اور امام احمد کی اسناد سے ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ سے مرفوع یہی معنے روایت کیے اور لکھا کہ حدیث طویل ہے اور اسمین تفسیر موجود ہے کہ یہ لوگ متفرق قبائل سے ہونگے جنمین ناتے و رشتہ کا تعلق نہوگا بلکہ اللہ تعالے عزوجل ہی کے واسطے محبت ہوگی اور واضح ہو کہ شیخ امام حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ولی کی تفسیر خود اللہ تعالے عزوجل نے فرمائی کہ وہ متقی ہوتا ہے پس جو شخص متقی ہو وہی ولی ہوگا اور اسکی شناخت اور اسکے مراتب عالیہ ان ... ات مین مذکور ہین فافہم واللہ تعالیٰ اعلم باولیائہ اللہم اجعلنی من احبہم وانت ارحم الراحمین۔ پھر اللہ تعالے نے جو کچھ آیات سابقہ مین طریق ہدایت و معرفت بیان فرمایا اسکی شہادت اگلے پیغمبرون کے حالات سے دیدی بقولہ

وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمِنَ الْاَحْزَابِ

اور وہ لوگ جنکو ہم نے دیدی کتاب (یعنی توریت و انجیل) خوش ہوتے ہین اس سے جو اتارا گیا تجھ پر اور احزاب مین سے

مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ؕ قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ ؕ اِلَيْهِ

بعض وہ ہین جو بعض بات کا انکار کرتا ہے تو کہدے کہ مجھے تو یہی حکم دیا گیا کہ عبادت کرون اللہ تعالیٰ کی اور نہ شریک بناؤن اسکے ساتھ اسی کی طرف

اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ مَاٰبِ ۝

بلاتا ہون اور اسی کی طرف مرجع ہے

وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ اور جن لوگون کو ہم نے کتاب دیدی یعنے علم توریت و انجیل دیا اور یہ وہی گروہ یہود و نصاریٰ کا تھا جس نے کتاب آسمانی سے عقل پائی اور باقیون کی یہ کیفیت تھی کہ کتاب انکو دی گئی مگر اس سے کچھ نفع نہ پایا جیسے اسلام مین قرآن مجید سب کے پاس ہوتا ہے ولیکن وہ دنیا کے واسطے عالم ہوتے ہین اور کچھ عقل نہین پاتے ہین پس جہان قرآن مجید مین الذین اوتوا الکتاب آیا ہے وہان عموماً یہود و نصاریٰ مراد ہین خواہ ان کو نفع ہوا ہو یا نہوا ہو اور بعض مقامات پر اتیناہم الکتاب۔ سے وہی مراد ہین جنکو کتاب دی گئی اسطرح کہ انھون نے اس سے ہدایت پائی جیسے اس مقام پر ہے۔ پس معنے یہ ہونگے کہ توریت و انجیل۔ سے جنھون نے نفع پایا۔ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وے خوش ہوتے ہین قرآن پاک سے جو تجھ پر اُتارا گیا۔ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ یعنے اہل کتاب مین سے جو لوگ اسلام لائے مانند حضرت عبداللہ بن سلام و اُن کے ساتھیون کے اور جو لوگ نصاریٰ سے مین سے ایمان لائے اور وے اسی آدمی تھے ازانجملہ چالیس تھا نجران مین سے اور آٹھ یمن کے اور بتیس حبشہ کے مع بادشاہ کے پس اُن کو قرآن پاک سے فرحت بہی ہوتی ... اہل کتاب مراد ہون کیونکہ جو بات اُن کی کتابون سے موافق ہوتی اُسس سے خوش ہوتے اور مترجم کہتا ہے کہ ظاہرا ارجح قول اول ہے اور یہی شیخ مفسر رحمہ نے اختیار کیا کیونکہ اصل فرحت بسبب معرفت شان آلہی و توحید کے ہے اور یہ فہم انھین کو حاصل تھی جنکو کتاب توریت و انجیل درحقیقت دی گئی تھی کیونکہ جنکو کتاب سے یہ فہم نصیب نہوئی انپر قرآن حجت ہے نہ انکے لیے حجت چنانچہ حدیث صحیح مین ہے کہ القرآن حجۃ لک او علیک یعنے اگر قرآن سے ہدایت و نفع پایا تو قرآن پاک تیرے لیے حجت معرفت و منزلت ہے اور اگر دنیا کے لیے اسکو لیا تو تیرے اوپر عذاب و خواری کی حجت ہے اور قولہ تعالے وَمِنَ الْاَحْزَابِ

مَنْ یُّنْکِرُ بَعْضَهٗ کے معنے یہ ہین کہ احزاب مین سے بعض شخص وہ ہے جو قرآن پاک مین کچھ تھوڑی بات کا انکار کرتا ہے۔ پس حاصل کلام یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ عزوجل نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی صدق رسالت اور قرآن پاک کی وحی خالص ہونے کے واسطے عرب کو سمجھایا کہ ہم نے ابتداے آدم سے اسی طرح رسول بھیجے اور کتابین نازل فرمائین چنانچہ اس وقت تمھارے روبرو یہود و نصاریٰ موجود ہین جنکو توریت و انجیل دی گئی مگر ان کی یہ حالت ہوئی کہ اس کو دنیا کے حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا و لیکن بعضے اُن مین سے منتفع ہوئے پس جنکو انتفاع ہوا وہ توحید پر قائم ہوتے ہین اور قرآن پاک کے نزول سے فرحت پاتے ہین اور جنکو انتفاع نہ ہوا بلکہ کتاب اپنے اوپر لادے ہین ان کی بھی یہ کیفیت ہے کہ رسالت اور وحی کے طریقہ سے کچھ انکار نہین کرتے بلکہ بعض بات کا انکار کرتے ہین۔ احزاب جمع حزب یعنی چھوٹے چھوٹے ٹکڑے جماعتین جنھون نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم و قرآن پاک سے کفر کیا اور دنیا کے لالچ مین آپ کی عداوت مین جماعتین جتھے قائم کیے جیسے کعب بن اشرف مع اپنے ساتھیون کے اور اُسید مع اپنی جماعت کے اور عاقب مع اپنے گروہ کے پس یہ لوگ پرانی تحریف پر قائم تھے اور اسلام کی صفت اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی نعت کو کتاب مین محرف کرتے تاکہ دنیا حاصل کرین اور جب نصرانیون نے حضرت عیسے علیہ السلام کی نسبت بیٹا ہونے قول نکالا تو انھون نے انکے مقابلہ مین عزیر علیہ السلام کی نسبت یہی قول نکالا اور عموماً دونون فریق نے یہ اصل بنائی کہ عالم کا قول ماننا فرض ہے اور اس کو اختیار ہے کہ مثلاً روزہ جس شخص کو چاہے معاف کر دے اور چاہے وقت بدل دے اور یہ سب شرک ہے لہذا توحید کا حکم دیا بقولہ۔ قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ تو کہدے کہ مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ اللہ تعالےٰ کی بندگی کرون اور اُس کے ساتھ کچھ شرک نہ کرون پس ثابت کر دیا کہ حکم فقط اللہ تعالےٰ عزوجل ہی کا ہے اور پیغمبر کو بھی تحریف و تبدیل کا اختیار نہین بلکہ حکم الٰہی تعالےٰ بیان کر دے اور بیٹا و جورو بنانا اور شریعت بنانا شرک ہے۔ اِلَيْهِ اَدْعُوْا اللہ تعالےٰ عزوجل ہی کی طرف مین بلاتا ہون نہ کسی غیر کی جانب۔ وَاِلَيْهِ مَاٰبِ اور اسی کی طرف مرجع ہے۔ ہر حکم و ہر ثواب و عذاب کا مرجع اسی کے اختیار مین ہے۔ اسی قدر توحید کا اعتقاد ہے جسپر تمام انبیاء متفق ہین اور رہے اعمال و افعال عبادت تو وہ شرائع مین مختلف ہوتے ہین ان کی وجہ سے انکار نہین ہو سکتا چنانچہ توریت مین بعض چربی و شراب وغیرہ حرام تھی اور انجیل مین حلال ہوئی اور توریت مین جہاد فرض تھا چنانچہ حضرت موسے و یوشع و سلیمان و داؤد وغیرہم انبیاء علیہم السلام نے خوب خوب جہاد کیے جس سے انکار ممکن نہین ہے حالانکہ انجیل مین جہاد ممنوع ہو گیا پس یہ حکم اللہ تعالےٰ عزوجل کے اختیار مین ہے کہ اعمال شریعت جسطرح جس امت پر چاہے مقرر کرے اور توحید و معرفت بالکل یکسان ہے اس مین اختلاف ممکن نہین ہے ف فی العرائس قولہ تعالےٰ قل انما امرت ان اعبد اللہ الآیہ یہ کمال استقامت ہے کہ ظہور انوار ربوبیت مین بیدار حال عبودیت مستقیم رہے کیونکہ یہ ظہور در حقیقت مکر حقیقت ہے چنانچہ جس نے اپنے نفس مین عبودیت سے بجانب ربوبیت دیکھا وہ مشرک ہے کیونکہ دھوکے مین پڑ گیا۔ شیخ ابوحفص رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت دریافت کی گئی تو فرمایا کہ جو تیرے واسطے ہے اُس کو بالکل چھوڑ دے اور جو تجھ کو حکم دیا گیا اُس کو لازم پکڑ۔ شیخ ابو عثمان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ عبودیت یہ ہے کہ [illegible] مشاہدہ کے ساتھ حکم کی تعمیل کرے۔ شیخ ابن عطا اور جنید رحمہما اللہ تعالےٰ نے کہا کہ کوئی شخص [illegible] درجات [illegible] سے کسی درجہ پر نہین پہونچتا جب تک کہ ابتداے حال مین حکم الٰہی عزوجل کا پابند نہ ہو اور

Marfat.com

یہ احکام فرض وواجبات وسنن ومستحبات کی بجاآوری ہے اور ہر حال مین فضل پر بھروسا کرے اور ادنے درجات اجازت سے اعلےٰ درجات عزم پر ہمت کرے پس جب ابتدا مین اسطرح رہا تو آگے اللہ تعالےٰ اُسپر اپنا فضل کرتا ہے بمترجم کہتا ہی کہ اجازت سے عزم پر ہمت کرنے کی یہ مثال ہے کہ مثلاً موزے پر مسح کرنا رخصت واجازت ہے ولیکن پاؤن دھونا عزم واعلےٰ ہی پس لازم ہے کہ پاؤن دھووے کیونکہ یہ طہارت اتم واکمل ہے والاصل فیہ قولہ تعالےٰ وأمر قومک یاخذوا باحسنہا سأریکم دار الفاسقین۔ اب اللہ تعالےٰ عزوجل نے منکرین اہل کتاب ومشرکین کو سمجھایا بقولہ

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ۭ وَلَىِٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاۗءَهُمْ بَعْدَ مَا

اور یون ہی ہم نے اسکو نازل فرمایا   حکم   عربی   اور اگر   تو پیروی کرے   اُنکی ہوائی باتون کی   بعد اسکہ

جَاۗءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ ۝ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا

آچکا ہے تیرے پاس   علم الٰہی سے   تو نہوگا تیرے لیے اللہ تعالےٰ سے کوئی ولی   اور نہ بچانے والا   اور بیشک ہم نے بھیجا ہے   رسولون کو

ع ۵
۱۱

مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ۭ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ

تجھ سے پہلے   اور کیے تھے اُنکے لیے   جوڑے   اور اولاد   اور نہین ہوسکتا تھا کسی رسول کے لیے   کہ

يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ۝ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَاۗءُ وَيُثْبِتُ ښ

لادے کوئی آیت   مگر اللہ تعالےٰ کی اجازت وحکم سے   ہر مدت کے لیے تحریر ہے   میٹ دیتا ہے اللہ تعالےٰ جو چاہے اور ثابت رکھتا ہے جو چاہے

وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ ۝

اور اسی کے پاس اُم الکتاب ہے

اور یہ بیان فرمایا کہ اگلی کتابین اسی قرآن مجید کے موافق ہین توحید ومعرفت مین جو اصل ہے اور اہل عقل جنکو اگلی کتاب ملی ہے قرآن پاک کے نزول سے مسرور وخوش ہوتے ہین اور بعضے جہالت سے بسبب شریعت کے اختلاف کے کسی کسی بات کے منکر ہوجاتے ہین حالانکہ یہ افعال کا اختلاف ہر رسول کی رسالت مین پہلے بھی مطابق حکمت الٰہی کے کسی قدر مختلف ہوا ہے ولیکن اصل توحید ورسالت ووحی مین وہی طریقہ سابق ہے چنانچہ فرمایا وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا یعنے جیسے سابق احکام سُریانی وعبرانی مین اُتارے تھے اسی طرح ہم نے اس حکم یعنے قرآن پاک کو عربی خالص اُتارا پس اہل کتاب پر اسکا اتباع فرض ہے جیسکہ انکو ہم نے اگلی کتاب بھی دیدی ہے اسی واسطے حدیث صحیح مین آیا کہ تین آدمیون کے لیے دونا ثواب ہے ایک اہل کتاب جو اگلی کتاب وپیغمبر پر ایمان لائے پھر سب کتابون کا سچا بنانے والا اور تحریف دور کرنیوالا قرآن مجید اُترا اُسپر اور خاتم المرسلین پر ایمان لائے اور دوم مملوک جس نے اپنے آقا کی خدمت کی اور اللہ تعالےٰ کے احکام بجالایا اسکو دونا ثواب ہے اور سوم کسی مرد آزاد کے پاس لونڈی تھی اُس نے اُس کو اچھی طرح تعلیم دی پھر اللہ تعالےٰ عزوجل کے واسطے اُس کو آزاد کردیا پھر اُس سے نکاح کرلیا تو اس کے لیے دونا ثواب ہے۔ کما فی الصحاح۔ پس اس مین اہل کتاب کو فہمائش اور مشرکون کو ہدایت ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور قرآن پاک کا نزول کوئی نیا طریقہ نہین ہے چنانچہ یہود ونصاریٰ کیسی خوشی کے ساتھ ایمان لاتے ہین مگر جو لوگ انمین سے دنیا کے کچے تاندھے وسرے بنتے ہین وہ عداوت باندھتے ہین۔ وَلَىِٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاۗءَهُمْ اور اگر اے محمد بالفرض تو اُنکی

نفسانی خواہشون کا پیرو ہو جاوے۔ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ بعد اسکے کہ تیرے پاس علم الٰہی آچکا ہے اور تو حق و باطل پہچان چکا ہے تو مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ تیرا کوئی متولی و بچانے والا اللہ تعالےٰ عزوجل کے عذاب سے نہین۔ اس کلام سے جاہل یہودیون اور اجہل مشرکون کا گمان توڑ دیا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی بات نہ مانو اور عداوت کرو تو باپ دادا کے طریقہ پر ہو جاوینگے۔ اور سب اہل عقل کو تعلیم ہے کہ جب ادنیٰ غور سے تمکو معلوم ہو گیا کہ دین توحید حق ہے تو اسکی مخالفت اگر بالفرض رسول کرتا تو کوئی اسکا بچانے والا نہوتا تو تم کو بچانے والا کون ہو سکتا ہے۔ پس یہود کا زعم توڑ دیا کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام و دیگر پیغمبران بنی اسرائیل علیہم السلام اپنے اللہ تعالےٰ کی رضامندی اور اسکی فرمانبرداری و محبت کرینگے اور اُس کے محبوب رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت کرینگے اور تم فاسق لوگون کے وے بھی دشمن ہین اور تمام قدرت و طاقت اللہ تعالےٰ عزوجل ہی کو ہے اور نصاریٰ کا گمان میٹ دیا کہ تم اپنے رب تبارک و تعالےٰ کی صفات پاک و توحید سے جاہل اور شرک مین گرفتار ہو اور اسکے محبوب رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم و اُسکے کلام پاک قرآن مجید سے منکر و دشمنی کرتے ہو تو رسول اللہ عیسےٰ علیہ السلام اپنے رب جل جلالہ و اپنے بھائی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت مین تمہارا دشمن ہوگا اور جو خیالات باندھتے ہو محض جہل ہے تم نے نہ جانا کہ جو اللہ تعالےٰ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ مسئلہ۔ جو شخص جان بوجھکر خواہش باطل کی پیروی کرے اُسکو زیادہ عذاب ہے اسی واسطے حدیث مین اول جن لوگون سے جہنم بھڑکیگی تین فریق ہین از انجملہ ایک عالم جس نے دنیا کے لیے علم سیکھا۔ الحدیث۔ مسئلہ۔ علم وہ نعمت ہے جس سے رسول علیہ السلام پر منت رکھی گئی ہے۔ مسئلہ۔ جو کوئی اللہ تعالےٰ عزوجل کی فرمانبرداری چھوڑ کر ہوا و ہوس کے اعتقاد و افعال اختیار کرے اور زعم کرے کہ فلان بزرگ مجھ کو بچالیوینگے جیسے نصرانی سمجھے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام یا رافضی سمجھے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ یا کوئی سُنی کسی پیر کو یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یا دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کو تو یہ جہالت ہے بلکہ شرک و بد اعتقادی سے بچے اور ایسے اعمال پر نیت رکھے جس سے اللہ تعالےٰ عزوجل اپنے فضل سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم یا دوسرے نیک بندون کی شفاعت اُسکو نصیب ہو۔ الحاصل سمجھا دیا کہ رسالت محمدی و نزول قرآن مجید و تعلیم توحید و اختلاف شریعت مثل سابق ہے اُس سے انکار کرکے جاہل مت بنو اور جان بوجھکر کفر و شرک کرکے عذاب الٰہی سے کسی طرح نہ بچوگے۔ اب اہل کتاب نے یہ الزام لگایا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی پاک بیبیان بہت ہین چنانچہ تمام تعلیم توحید و معرفت صفات و علوم الٰہیہ و معجزات سب بھول گئے اور اس الزام پر جم گئے اور مشرکین عرب کہتے کہ رسول ہوتا تو فرشتہ ہوتا پس حق تعالےٰ نے سمجھایا کہ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ اور بیشک ہم نے تجھ سے پہلے بہت رسول بھیجے ہین۔ سب کے سب آدمی تھے عورت کے پیٹ سے پیدا ہوئے۔ کھاتے پیتے بازارون وغیرہ مین چلتے پھرتے تھے۔ کوئی فرشتہ نہ تھا اور اگر ہوتا تو آدمی کی شکل مین اسی لباس مین ہوتا اور ہر طرح کھانے پینے وغیرہ کے اعمال و مسائل اُن [illegible] تعلیم دیتا اور استنجا کرنا و طہارت و تجارت وغیرہ سب قسم کے مسائل سکھلاتا لہٰذا قدرت الٰہیہ ہے کہ فرشتون کے لیے فرشتہ رسول کیا اور آدمیون مین اُنھین مین سے آدمی رسول بھیجے۔ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا اور کر دیے اُن کے لیے جوڑے یعنے مثل آدمیون کے اُن کے جوڑے عورتین کر دین اور جیسے یہ مرد پاک تھے اسی طرح انکی عورتین بھی زنا و فواحش سے پاک بنائین۔ چنانچہ حضرت موسےٰ علیہ السلام کی ایک بی بی اور حضرت یوسف علیہ السلام کی ایک بی بی اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی چار بیبیان یا چھ تھین اور ابراہیم علیہ السلام کی دو اور داؤد و سلیمان کی

Marfat.com

ننانوے اور زیادہ تھین ۔ وَّذُرِّيَّةً اور اولاد بن کر دین چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے بارہ اور اُن سے تمام
بنو اسرائیل کرورون ہوئے ۔ اور قولہ جعلنا لہم مین صریح دلیل ہے کہ یہ سب اللہ تعالےٰ عزوجل کے فعل پاک سے ہوا اور
وہی بندون کے افعال کا خالق ہے جیسے اُس نے ان رسولون کو پیدا کیا ویسے ہی ان کو رسول کیا اور ویسے ہی انکے جوڑے
کر دیے اور ویسے ہی اُن کی اولادین پیدا کر دین پس خالق نرالا وہی ہے کوئی مخلوق کسی چیز کی خالق نہین ہے پس فرشتہ
نہین بھیجے کر وے سب آدمیون سے الگ تھلگ نہ نکاح کرین اور نہ اولاد ہو اور نہ کھانے کی مشقت اور نہ نکاح کے احکام
اور نہ اولاد کی پرورش حتےٰ کہ کہنے والے کہتے کہ ہم کو یہ سب باتین مشکل بتلاتے ہو اور خود کرنا پڑتی تو معلوم ہوتا اور آدمیون کے
رسول مین سب امت کو یقین واثق ہے کہ ان شہوات وخواہشون مین درجہ اعتدال موافق حکم الٰہی بجالانے مین عجائب علوم
ومعارف حاصل ہوتے ہین ۔ بالجملہ سلیمان علیہ السلام کے تین سو بیبیان اور سات سو چھوکریان تحت مین تھین پھر آنحضرت
محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت مین چند پاک بیبیون سے کیون الزام لگا کر عقل سے جاہل بنتے ہو حالانکہ رات مین
بیدار واللہ تعالےٰ عزوجل کی عبادت کرتے ہین کمال جوش اور دن مین روزہ دار رہنا اور نمازون کو نہایت خوبی سے قائم
کرنا اور شریعت الٰہیہ جسکو نہایت شاق سمجھتے ہو اسپر قائم رہنا اور صدق واخلاق حسنہ وتعلیم قرآن پاک اور مانند اس کے
جو باتین اللہ تعالےٰ عزوجل کے محبوب اور نفس وشہوت انسانی پر شاق ہین سب پر تمام خوبی قائم تھے اور دنیاوی عیش ولذات سے
بالکل کنارہ فرمایا تھا اور اموال وخزائن بے شمار سب تقسیم فرما دیتے تھے پھر کس درجہ حد سے بڑھی جہالت تم لوگون مین ہے کہ عقل
سے بالکل اندھے ہو کر اپنے آپ کو جانورون سے بدتر خوار کرتے ہو اور نصرانیون سے تعجب ہے کہ تمام جہان کے فسق وفجور زنا وبدکاری
وغیرہ کرین اور اپنے خیال سے عقیدہ بنا لیا کہ عیسےٰ مسیح ہم لوگون کے لیے کفارہ ہو گیا ہے حالانکہ اللہ تعالےٰ سب کا خالق اور
سب کے افعال کا خالق ہے جب اس کا غضب ہو تو کسی کے اختیار مین کوئی فعل نہین جو بچا وے ۔ اور آخر یہی کیون نہ
ہوا کہ وہ تم کو گناہ سے بچا لیتا کہ کفارہ ہونے کی ضرورت نہوتی مگر یہ لوگ عقل سے بے بہرہ اور اللہ تعالےٰ کو بالکل نہین
پہچانتے اور ہوا وہوس کے پابند ہین مگر حواس بہت تیز دیے گیے ہین جیسے اکثر جانورون کو دیے جاتے ہین اسی واسطے غیر محسوسات
سے بالکل انکار کرتے ہین اور حواس سے عجیب عجیب کام کرتے ہین اور عقلی دلائل ومضامین سے بالکل مبہوت ہو جاتے ہین الحاصل
اللہ تعالےٰ عزوجل نے سمجھایا کہ ہم نے تجھ سے پہلے بہت رسول بھیجے وے فرشتہ نہ تھے بلکہ آدمی تھے اور اُن کے لیے ہمنے جوڑ دین
واولاد کر دی تھین پس رسول کی جورو اور اولاد ہونے سے اُس کی رسالت مین فرق نہین آتا اور حق تو یہ کہ اس سے کمال رسالت
ہوتا ہے مگر بے عقل لوگ نہین سمجھتے ہین ۔ حسن بصری رح نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے تبتل سے منع فرمایا ۔ رواہ ابن ماجہ والطبرانی وابن المنذر وابن ابی حاتم وابو الشیخ وابن مردویہ ۔ تبتل کے معنے
انقطاع پس بتول وہ مرد یا عورت جو سب سے الگ ہو جاوے اور جنگل وغیرہ مین تنہا بیٹھ رہے جیسے اگلے زمانہ مین راہب
ہوتے تھے پس نکاح بیاہ وغیرہ سے منقطع ہو جاتے تھے اور یہ منع ہے اور خصی ومجبوب ہونے کو بھی کبھی تبتل کہتے ہین اور یہ کبیرہ گناہ ہے
اور دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی طرف میلان کو بھی تبتل کہتے ہین اور اس مین مضائقہ نہین بلکہ محبوب ہے جبکہ شریعت وسنت
پر قائم رہے اور عورت کو طلاق دینے مین جو لفظ بتلہ مستعمل ہے وہ بھی انقطاع کے معنے مین ہے اور واضح ہو کہ ہندوستان مین اگر

Marfat.com

کوئی شخص عورت کو بتلہ کہے تو اس سے طلاق بدون نیت کے نہ ہوگی اگرچہ عرب کی زبان مین وہ معروف ہو گیا تھا اور قولہ تعالے تبتل الیہ تبتیلا۔ مین مراد اللہ تعالے عز وجل کی طرف رجوع اور ماسوائے اس کے دنیا سے انقطاع ہے اور یہ مرغوب و محبوب ہے پس اسلام مین جو ترک دنیا کا لفظ بولتے ہین وہ بھی طریقہ سنت ہے کہ سب کام کرے مگر دل سے سوائے اللہ تعالے عز وجل کے کسی سے تعلق نہو فافہم۔ سعد بن ہشام نے کہا کہ مین حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت مین حاضر ہوا اور مین نے عرض کیا کہ مین چاہتا ہون کہ تبتل اختیار کرون فرمایا کہ ایسا مت کر کیا تو نے نہ سنا کہ اللہ تعالے عز وجل فرماتا ہے ولقد ارسلنا رسلا من قبلک الآیہ۔ رواہ ابن ابی حاتم وابن مردویہ۔ اور کثرت سے احادیث نکاح کی ترغیب اور تبتل سے ممانعت مین وارد ہوئی ہین۔ مسئلہ۔ علمائے حنفیہ کے نزدیک جب آدمی کو جوش اشتیاق ہو تو اس پر نکاح کر لینا واجب ہو جاتا ہے اور جس کو مہر وغیرہ کی طاقت نہ ہو اُس کو روزے رکھنا چاہیے۔ واضح ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سات اولاد ہوئین تین لڑکے اور چار لڑکیان اس ترتیب سے کہ حضرت ام المومنین خدیجہ بنت خویلد اول بی بی سے اول قاسم پیدا ہوا جس سے آپ کی کنیت ابو القاسم ہے پھر زینب پیدا ہوئی پھر رقیہ پیدا ہوئی اور یہی دونون حضرت عثمان ذی النورین کے نکاح مین مری ہین پھر سیدۃ النساء فاطمہ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نکاح مین بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے چھ مہینہ زندہ رہ کر مری ہین پھر ام کلثوم پیدا ہوئی پھر عبد اللہ طیب پھر طاہر اور مصری ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے ابراہیم پیدا ہوئے اور سوائے سیدۃ النساء کے سب نے آپ کی حیات مین انتقال فرمایا پھر اللہ تعالے عز وجل نے اپنی قدرت کاملہ ومشیت پر ایمان لانے کی تعلیم فرمائی بقولہ۔ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ یعنے کسی رسول کو یہ قدرت نہین کہ کوئی معجزہ لاوے الا اس صورت مین کہ اللہ تعالے عز وجل کا حکم ہو پس جب اُس نے چاہا اسی وقت رسول کے ہاتھون وہ معجزہ ظاہر ہو گیا اور یہ فضیلت رسول کو عطا ہوئی اور یہی حال اولیاء کی کرامت مین ہے کہ ان مین سے کوئی کچھ نہین کر سکتا حتی کہ خواہش بھی نہین کر سکتا مگر جب اللہ تعالے جل شانہ چاہتا ہے تو یہ بندے بھی دعا کرتے ہین اور اُن کے ہاتھون کرامت کا ظہور ہوتا ہے۔ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ یعنے ہر امر جسکو اللہ تعالے نے مقدر فرمایا ہے اسکے جاری ہونے کا وقت لکھا ہوا ہے یا ہر وقت جس مین کوئی بات ہونے والی ہے وہ مقدر وقت ہے۔ پس اس حکمت بالغہ سے انکو آگاہ کیا تاکہ عقل کی راہ پر آوین اور اپنے نفس کو پاک کر کے جنت کے لائق بناوین اور رسول سے توحید ومعرفت رب تبارک وتعالے حاصل کرین اور رسول اس لیے نہین ہے کہ اس سے کھیل کرین اور معجزات مانگین کہ یہ ہو جاوے اور وہ ہو جاوے کیونکہ انکے چاہنے پر نہ ہوگا بلکہ اللہ تعالے عز وجل کی حکمت بالغہ مین ہر چیز مقدر ہے حتی کہ یہ دعوے کرنا بھی جہالت ہے کہ یہ معجزہ لاؤ تو ہم ایمان والے ہو جاوین کیونکہ اللہ تعالے جل شانہ نے مقدر نہین فرمایا تو ہرگز نہونگے اگرچہ کل آیات لاوے اور اگر ایمان مقدر ہے تو بلا معجزہ ہو جاوینگے اور اسی وقت ہون گے جو وقت لکھا گیا ہے اور یہ بھی سمجھا دیا کہ فی الحال جو تم کفر کر کے عذاب مانگتے ہو یہ بھی وقت مقدر پر ہوگا لیکن انتہائے وقت اسکا تمھاری موت ہے اور اسکو دور مت سمجھو اور ڈرو کہ اس وقت ایسے عذاب میں پڑوگے کہ سارے حواس کی تیزی اور کلوں کا ایجاد کرنا سب خاک مین ملجاویگا اور اسوقت تم مہلت مین ہو اور غور سے دیکھو کہ تم کو سوائے معرفت وتوحید ونیک اخلاق کی کوئی بری بات نہین سکھلائی جاتی ہے پس خوبی کو چھوڑ کر ایسے عذاب مین پڑنا بالکل وحشت وحماقت ہے

Marfat.com

اجل سے مراد موجود کا زمانہ یا خود موجود ہے یعنے زمانہ مقدر مکتوب ہے یا موجود مقدر ہے جس زمانہ مین ہوگا ظاہر ہوگا اس مین کمی بیشی نہ ہوگی اور کتاب ایک امر اسرار آلہیہ مین سے ہے اور وہ لوح محفوظ سے تعبیر کی جاتی ہے اور اس قدر عقل مین آسکتا ہے کہ اس مین صفت کتابت وتحریر ہے اور اس سے زیادہ کتابت کی کیفیت وقیاس واٹکل نہین ہوسکتا کیونکہ جب آدمی کے اندر روح کی کیفیت مخفی ہے اور مریم کی کیفیت خیال مین نہین سماتی ہے تو جہان خیال کبھی نہین پہونچا اس کی کیفیت اپنے حواس سے دریافت کرنا یا کوئی صورت سمجھ لینا جہالت ہے۔ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَاۗءُ وَيُثْبِتُ. مایشاء۔ یعنے اللہ تعالے عزوجل قادر مختار ہے اور مخلوق اگرچہ اپنی عقل سے اتنا جانتا ہے کہ اللہ تعالے عادل کریم رحیم وقاہر شدید العذاب ہے پس اُس کی پاک صفات مین کوئی عیب ممکن نہین ہے ولیکن کسی واقعہ کی نسبت یہ نہین کہہ سکتا ہے کہ اس مین کیا حکمت ہے کیونکہ اللہ تعالے عزوجل کا علم محیط وحکمت غیر متناہی اور کامل ہے اس کا ادراک بشر کی مجال سے باہر ہے اور چونکہ یہ آیت خاص اسرار صفات سے متعلق ہے اور بشر کسی حال مین اُس کی ماہیت نہین سمجھ سکتا البتہ جسقدر نفس پاک وروح کا انکشاف اور عقل کی تجلی ہو اسی قدر اسپر یقین واُس کے انوار صدق سے اطمینان ہوگا اسی واسطے علماے سلف صالحین کو اس کے سمجھانے مین دقت ہوئی اور مختلف اقوال اُن سے مروی ہین پس اول مترجم ایک بات بطور تمہید کے ذکر کرتا ہے وہ یہ ہے کہ علم آلہی سبحانہ تعالے قدیم وپاک ہے وہ کسی وقت کسی حال مین نعوذ باللہ جاہل نہ تھا اسی واسطے رافضی فرقہ کا گمان مردود ہے جو کہتے ہین کہ اللہ تعالے عزوجل کو کبھی کوئی بات ظاہر ہوئی پھر دوسری بات ظاہر ہوئی تو دوسری کے موافق ہوا پھر تیسری وچوتھی حتے کہ بعضے لوگ ان مین سے زعم کرتے ہین کہ بعد کو نبوت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے واسطے ظاہر ہوئی اور یہ سب کفر وجہالت ہے بلکہ حق صریح وعقل صحیح یہ ہے کہ اللہ تعالے علیم حکیم قدیم ہے جو اس کا علم ہے سب صحیح اور وہ کبھی جاہل نہ تھا۔ اور جو اس نے مقدر فرمایا وہ حق ہے اور ہر ایک چیز کے لیے قائم ہین پس کبھی کوئی آدمی یہودی یا نصرانی یا بت پرست ہوتا ہے اور اسی اعتقاد کے موافق کام کرتا ہے پھر اس کو معرفت توحید وراہ عقل نصیب ہوتی ہے پس جو افعال گناہ ومعصیت کے پہلے سرزد ہوئے تھے اللہ تعالے عزوجل انکو محو فرماتا ہے اور بجاے انکے نیکیان کردیتا ہے اور یہ سب مقدر تھا اور اس سے ظاہر ہوا کہ درحقیقت اس شخص کے لیے سعادت مقدر تھی اور ظاہر مین شقاوت تھی پس شقاوت اللہ تعالے جل شانہ نے محو فرمائی اور سعادت لکھی اور یہ وقت مقرر پر ہوا اور اعمال کفر وجہالت کے اللہ تعالے عزوجل نے محو فرمائے اور بجاے ان کے نیک اعمال بدل دیے حالانکہ مثلاً ایمان سے دس سال پہلے کسی مہینہ کے کسی روز کسی وقت مین اس نے حضرت عیسے علیہ السلام کو بیٹا کہنے مین مبالغہ کیا یا بت کو سجدہ کیا تھا یا اور کوئی فعل گناہ کا کیا تھا اور اب دس برس بعد اللہ تعالے عزوجل نے اپنے فضل ورحمت سے اس کی برائیان بدلکر نیکیان کردین تو اسی وقت پر تبدیلی واقع ہوئی اور اس مین نہ مقدر کے خلاف اور نہ علم آلہی کی تبدیل ہے اور نہ کوئی تغیر ہے۔ اب مین روایات کو لکھتا ہون حضرت مجاہد رحمہ سے مروی ہے کہ نزول اس کا قریش کی تہدید کے لیے ہے کہ ہم جو چاہین کرین اور کہا کہ اللہ تعالے عزوجل ہر رمضان مین دوسرے رمضان تک جو چاہتا ہے حکم فرماتا ہے پس جو چاہتا ہے محو کرتا ہے اور جو چاہتا ہے ثابت فرماتا ہے بندون کے رزق ومصائب وانعامات اور عقوبات سے۔ اور شیخ ابن کثیر رحمہ نے ذکر کیا کہ ضحاک بن مزاحم نے فرمایا کہ قولہ لکل اجل کتاب۔ یعنی لکل کتاب اجل اور مین کہتا ہون کہ لکل اجل کتاب سے بھی یہی معنے حاصل ہین اور توضیح یہ ہے کہ اللہ تعالے عزوجل نے دنیا کے لیے زمانہ مقرر فرمایا

Marfat.com

اور ہر زمانہ کے لیے ایک کتاب مقرر فرمائی پس وہ کتاب آسمان سے نازل فرمائی اور اُس کی مدت وہی ہے جو اللہ تعالے نے رکھی ہو پس جب دوسرا زمانہ آیا جو علم آلہی مین دوسری کتاب کے لیے مقدر ہے تو پہلی کتاب مین سے جو چاہا وہ محو فرمایا اور جو چاہا ثابت رکھا یہان تک کہ جب قرآن پاک کا زمانہ آیا تو اگلے کتب توریت وانجیل کو منسوخ فرمایا اور قرآن مجید کو مستقل نازل فرمایا پس جو کچھ اہل کتاب واحزاب اُس کے نزول مین پاتے ہین وہی قیامت تک رہیگا اور اگلی کتابون سے جہان تک اُسکے موافق یا دین وہ ثابت رکھا گیا اور جہان اُن مین مخالف ہے وہ منسوخ ومحو کر دیا گیا۔ یمحو اللہ مایشاء ویثبت۔ اللہ تعالے جلشانہ جو چاہتا ہے محو کرتا ہے اور جو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے۔ وَعِنۡدَهٗۤ اُمُّ الۡكِتٰبِ اور اس کے پاس ام الکتاب ہے جسمین اگلی کتابین سب موجود ہین اور قرآن پاک بھی موجود ہے وہان کچھ نسخ وتغیر وتبدیل نہین ہے اور اس مین ہر زمانہ کے لیے ایک کتاب ہے پس جسقدر زمانہ گذرے جہان تک محدود زمانہ کے لیے جو کتاب اللہ تعالے عزوجل نے ام الکتاب مین مقرر فرمائی تھی وہ اس زمانہ مین نازل اور ثابت رہی پھر ام الکتاب مین دوسرے محدود زمانہ کے لیے دوسری کتاب نازل ہوئی جیسے زمانہ حضرت موسے علیہ السلام سے زمانہ بعثت حضرت عیسے علیہ السلام تک توریت رہی پھر زمانہ حضرت عیسے علیہ السلام آیا تو توریت مین سے کچھ محو فرمایا اور کچھ ثابت رکھا اور انجیل مین جو احکام چاہے وہ ثابت فرمائے لہذا حضرت عیسے علیہ السلام سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم تک وہی رہا پھر زمانہ خاتم المرسلین محمد صلے اللہ علیہ وسلم آیا تو اگلی اُمتون کی نحوست وبد دیانتی سے اگلی کتابین جو انھون نے اپنی بداعمالیون سے تحریف کر دی تھین منسوخ فرمائین اور نہایت اعلے معارف وکمال تقوے کے علوم اس قرآن پاک مین نازل فرمائے۔ پس نسخ کے یہی معنے ہین کہ اللہ تعالے عزوجل نے ام الکتاب مین جو احکام یا کوئی حکم ایک زمانہ کے لیے محدود فرمایا وہ اس وقت تک رکھا پھر دوسرے زمانہ کے لیے دوسرا حکم جو ام الکتاب مین ہے نازل فرمایا چنانچہ توریت مین شراب حرام وبعض چربی واونٹ کا گوشت حرام تھا اور جس کپڑے پر نجاست جہان لگجاوے اُسکا کتر ڈالنا فرض تھا اور جہاد کافرون پر اس طرح فرض تھا کہ بعد فتح کے ان سب کو قتل کر ڈالو اگرچہ اطاعت کا اقرار کرین اور اموال غنیمت کو دفن کر دو اور مانند اس کے سنیچر کے روز کوئی کام نہ کرو خالی عبادت کرو پھر انجیل مین سب حلال ہوگئے اور جہاد منسوخ ہوا اور نمازون کی اوقات مین کمی ہوگئی صرف صبح وشام کے دو وقت رہے ولیکن ان امتون یعنے یہودیون ونصرانیون نے اپنی کتابون کو تحریف کر ڈالا اور ان مین عجیب عجیب تغیرات کیے پس یہ حالت نہایت بدتر ہوگئی کیونکہ گناہ کرنا اور کتاب پر نہ چلنا بڑا گناہ تھا اور یہ بے انتہا ہوگیا کہ کتاب ہی کو اپنی خواہش کے موافق تبدیل بدل کر لیا پس اصلی حکم ہی نہ رہا لہذا اللہ تعالے عزوجل نے بنو اسرائیل کو مغضوب علیہم والضالین کر دیا اور نبوت کا خاتمہ بنو اسمٰعیل مین عطا فرمائی اور تمام معارف آلہیہ و احوال آخرت جس مین عقل بذات خود کچھ نہین جان سکتی بدون اس کے کہ اللہ تعالے جل شانہ آگاہ فرماوے انکو ایسے طور پر نازل فرمایا کہ ادنے سمجھ والے کو ذرا بھی شک نہین ہوسکتا کہ یہ شخص جسپر نازل فرمایا اللہ تعالے کا رسول ہے کیونکہ وہ محض اَن پڑھ اور اس کی قوم بالکل جاہل جس مین کبھی کوئی رسول نہین گذرا اور بنو اسرائیل کے اہل کتاب برابر تصدیق کرتے ہین کہ ہان یہی اگلی کتابون مین نازل ہوا ہے اور یہی معرفت وصفات آلہی واحوال آخرت توریت وغیرہ مین بیان ہوئے ہین جنکی زبان عبرانی و سُریانی تھی پس مشرکین کا انکار عجب حماقت تھی اور اہل کتاب مین سے بعضے احزاب جملہ معارف وصفات واحوال آخرت مین تصدیق کرتے تھے

اور یہی اُن کی تصدیق کے لیے کافی تھا ولیکن دنیاوی لالچ سے صرف یہ بہانہ نکالا کہ اعمال ہاتھ پاؤن کے اداکرنے والے نماز روزہ وغیرہ مین فرق ہے پس اللہ تعالےٰ عزوجل نے سمجھایا کہ جوامور تم شرک کرتے ہواُس سے بیزاری ہے اور ہر کتاب ایک معین زمانہ کے لیے تھی اللہ تعالےٰ جل شانہ ہر زمانہ کے لیے جو چاہتا ہے احکام حلال وحرام سے محو فرماتا اور جو چاہتا ہے ثابت فرماتا ہے اور ام الکتاب جس میں آخر زمانہ تک کے واسطے سب لکھا ہوا ہے وہ اسی کے پاس ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ معنے اظہر واوضح ہین اور شیخ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر ابن عباس کی اقوے طرق یعنے علی بن ابی طلحہ سے روایت کی کہ ابن عباس نے اس آیت کی تفسیر مین کہا کہ یمحو اللہ ما یشاء یعنے جو چاہتا ہے اپنے علم سے تبدیل فرماکر منسوخ فرماتا ہے۔ ویثبت۔ اور جو چاہتا ہے نہین تبدیل فرماتا ہے۔ وعندہ ام الکتاب یعنی ناسخ ومنسوخ دونون اسکے علم ام الکتاب مین ہین قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ قولہ یمحو اللہ ما یشاء ویثبت۔ بمانند قولہ ما ننسخ من آیۃ او ننسہا الآیہ ہے یعنے مانند قول ضحاک کہ اللہ تعالےٰ عزوجل نے جو کتاب آسمان سے اُتاری اسکی ایک مدت اللہ تعالےٰ کے نزدیک مقرر تھی کہ یہ احکام علی اس مدت تک جاری ہین پھر دوسری کتاب اُتاری اور اپنی مشیت وحکمت بالغہ سے اس زمانہ کے لیے جو احکام چاہے تبدیل فرمائے اور جو چاہے باقی رکھے یہان تک کہ کل کتابین سابقہ اس قرآن مجید سے منسوخ فرمائین اور ختم کردیا کہ اب آیندہ قیامت ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ تفسیر مطابق و مناسب سیاق وصریح کلام ہے اور اس سے مشرکین عرب وکفار اہل کتاب دونون کو تفہیم فرمائی کہ امر آخرت کی راہ مستقیم عقل پر مشکل ہے پس اپنے فضل سے انبیاء بھیجے اور یہ آدم سے لیکر شروع ہوا اور شرائع نازل فرمائے اور توحید وصفات مین سب انبیاء علیہم السلام کی ایک تعلیم تھی اسمین کچھ بھی فرق نہین ہے اور اعمال وشرائع ہر زمانہ کے لوگون کے مناسب کچھ مختلف فرمائے پس کوئی شخص تم مین سے احمق وجاہل نہ بنے اور یہ نہین سمجھنا چاہیے کہ اللہ تعالےٰ عزوجل نے کبھی ایک امر کا حکم دیا پھر اسمین کچھ نقص کی وجہ سے دوسرا حکم دیا بلکہ اللہ تعالیٰ خالق عزوجل ہر ایک چیز کے آغاز وانجام وماہیت کو بعلم قدیم جانتا ہے اور جو پہلا حکم تھا وہ حکمت کاملہ سے ایک زمانہ معین کے لیے تھا پھر دوسرا حکم دوسرے زمانہ کے لیے پہلے سے مقرر تھا اور وہ سب ام الکتاب میں مذکور ہین پس زمانہ توریت اسوقت ختم ہوگیا جب انجیل نازل فرمائی اور انجیل کا زمانہ اسوقت ختم ہوگیا جب قرآن مجید نازل فرمایا پس اعمال کے اختلاف کی وجہ سے قرآن پاک وخاتم المرسلین سے انکار کرنا محض جہل ونادانی ہے۔ اب مترجم کہتا ہے کہ یہ محو واثبات تو ایسے احکام مین ہے جو اعمال جوارح واعضائے جسم سے متعلق ہین اور یہ تمام انواع مکلفین کے لیے عام ہین اور رہا یہ بیان کہ خاص خاص افراد یا دیگر اقسام کے احکام مین بھی محو واثبات ہوتا ہے یا نہین تو یہ ایک قسم کا استنباط بطریق اشارہ ہے اور بعض علمائے سلف سے یہ اشارات کچھ مروی ہین لیکن غالباً راوی کو فہم مراد مین اشکال ہوا اور مقصود کو اداکرنے مین تکلف ہوا گومین چند اقوال جو شیخ ابن کثیر وغیرہ نے لکھے ہین ذکر کرتا ہون قال البیضاوی قولہ تعالےٰ لکل اجل کتاب۔ ہر ایک وقت وزمانہ معین کے لیے ایک کتاب ہے بندون کے لیے احکام لکھے گئے جو بندون کی بہتری کی مقتضا پر ہے۔ ایسا ہی معالم وسراج کبیر وغیرہ مین ذکر کیا اور مترجم کہتا ہے کہ بمقتضائے اصلاح عباد کا لفظ جو بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا غالباً کشاف کے تبعیت مین واقع ہوا اور مترجم کہتا ہے کہ اکابر علمائے حق وفقہائے ربانی کے کلمات کے موافق تحقیق مقام یہ ہے کہ ہر ایک اُمت کے لیے جو کتاب نازل فرمائی وہ مشیت کے موافق تھی اور یہ ضرور نہین ہے کہ ہر ایک سے منزلت ومرتبۂ معرفت یکسان ہو اور اس سے میری مراد یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ عزوجل علیم وحکیم قادر مختار ہے پس اگر توریت کے

Marfat.com

احکام مین بحکم قولہ فبظلم من الذین ہادوا حرمنا علیہم کل ذی ظفر الآیہ تشدید فرمائی اور انجیل والون پر آسانی کی پس اکثر اہل توریت نافرمانی مین ناقص رہے اور اہل انجیل باوجود آسانی کے گمراہ ہوئے اور باوجود اس سب کے انہلے عروج اور ثواب کم رکھا تو یہ مشیت و اختیار مطلق اپنی مخلوقات پر ہے اور دلیل اسپر حدیث صحاح ہے جس مین یہ مضمون ہے کہ یہود و نصاریٰ نے ظہر تک کام کیا اور مزدوری کم پائی اور اہل توحید نے عصر سے غروب تک کام کیا اور مزدوری بہت پائی پس اول نے شکایت کی تو جواب پایا کہ تمہاری مزدوری مقرر مین کچھ ظلم کیا گیا تو کہنے لگے کہ نہین تو حکم ہوا کہ پھر مالک کو اختیار ہے کہ اُس نے عصر سے غروب تک والون کو جو چاہا دیا۔ پس جس امت پر جو احکام مقرر فرمائے وہ اس مشیت کے موافق تھے جو اس امت کی نوع بلکہ ہر ایک فرد کے انجام سے چاہا گیا ہے کہ مثلاً زید نے یہودیت ماننے سے انکار کیا تو صرف اس جوش خواہش سے جو اُس کے نفس مین دربارہ ذکی اختلاط عورتون و بچھڑے گوشت و شراب کے تھے جس سے یہودیت پر قیام ممکن نہ تھا یا نصرانیت سے انکار بوجہ عدم اتباع سنت حضرت عیسے علیہ السلام کے یا مثلاً اسلام و توحید سے نیچر اس وجہ سے انکار کرتے ہین کہ شراب کا شوق و دنیاوی زندگی مین ہوا و ہوس کی آزادی و آرایش اُن کے نفوس مین ایسے جوش کے ساتھ ہے کہ ترک اسلام ان کو کچھ ناگوار نہین بلکہ نہایت مرغوب ہے اور چونکہ قدرت صنعت آلٰہیہ اس جسم و روح و عقل مین عجیب ہے کہ جب تک جسم کی پرورش اپنی خواہش سے ہو روح و عقل پر تاریکی کا پردہ ہوتا جائیگا جیسے کہ بحکم قولہ ختم اللہ علی قلوبہم وعلی سمعہم الآیہ اور قولہ صم بکم عمی الآیہ۔ اور قولہ لہم قلوب لایفقہون بہا الآیہ۔ بالکل عقل و اُسکے علوم سے بلید اور کند ذہن ہوکر حواس کے قوی و تیز و دستکار و صناع ہوجاتے ہین چنانچہ یہ کتابین معقولات سامنے موجود ہین جسطرح چاہو بڑے مشہور نیچر یا بڑے مشہور یورپی دانشمند کا امتحان کرلو اور اگر وے لوگ جسم کو موافق اتباع شریعت کے تر و تازہ کرتے تو کچھ مضر نہوتا اور عقل سے بے بہرہ نہ ہوتے۔ اور اہل الیقین کے لیے اس واقعہ کی خبر بطور معجزہ کے احادیث مین حضرت مخبر صادق علیہ السلام نے اول سے دیدی تھی چنانچہ صحاح کی حدیث مین ہے کہ آخر زمانہ مین نصرانی روے زمین پر سب سے زیادہ ہونگے اور اموال و اولاد اور کثرت مین سب پر غلبہ ہوگا اور دوسری حدیث مین موجود ہے کہ اسوقت روے زمین کے بادشاہ گونگے بہرے ہونگے۔ یعنے حواس کے سواے عقل و اُس کی نور سے بالکل غافل ہونگے اور اس کی تاویل اسطرح ظاہر ہوئی جیسے دیکھتے ہو کیونکہ بظاہر اُس زمانہ والون کو تردد ہوتا ہوگا کہ گونگے بہرے لوگ کیونکر سب پر غالب ہوسکتے ہین اب ظاہر ہوا کہ حواس کی تیزی سے آلات حرب و کلین وغیرہ پیدا ہوئین باوجودیکہ عقل کی یہ کیفیت ہے۔ اور حدیث صحیح مین آخر زمانہ کے حال مین مذکور ہے کہ لوگ اسوقت مین مال کو ہر طرح کھینچنے اور لے لینے مین حریص اور نفس کی خواہشون کی آرائش و پورا کرنے مین مطیع ہونگے اور ہر آدمی اپنی راے پر نازان ہوگا یعنے اللہ تعالے عزوجل و اُس کے رسولون کی نصیحت و اخبار و آیات سے اور عقلاء و حکماے سابقین کے اقوال سے بے پروائی و انپر نکتہ چینی ہوگی اور اپنی راے پر ناز ہوگا مترجم اپنے رب تبارک و تعالے عزوجل سے اپنے لیے و مومنون کے لیے ان فتنون سے پناہ مانگتا ہے۔ اور یہ مضامین درمیان مین جمل معترضہ واقع ہوئے پھر مین سلف کے اقوال جو اس آیت کے اشارات مین ہین نقل کرتا ہون۔ سعید بن جبیر نے ابن عباسؓ سے روایت کی حق تعالے اپنے علم غیب سے ایک سال کی تدبیر فرشتون کو رمضان سے رمضان تک دیتا ہے پس جو چاہتا ہے محو کرتا ہے اور جو چاہتا ہے اثبات کرتا ہے سواے شقاوت و سعادت و موت و حیات کے کہ انسے یک قلم فراغت ہوچکی ہے۔ مترجم

Marfat.com

کہتا ہے کہ قولہ تعالے اللہ یعلم ما تحمل کل انثیٰ وما تغیض الارحام الآیہ کی تفسیر مین گزرچکا کہ پیٹ کے اندر روح پھونکتے وقت فرشتہ کو آگاہ فرما دیتا ہے۔ ایسا ہی قول مجاہد رح سے مروی ہے اور مجاہد رح نے کہا کہ یہ باتین متغیر نہین ہوتی ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ اکثر لوگون مین مشہور ہے کہ شعبان کی رات پندرہ تاریخ یعنے شب برات کو ہر بندہ کے سال بھر کے اعمال وارزاق وموت وحیات لکھی جاتی ہین اور امام ترمذی کی حدیث سے جس کی اسناد ضعیف ہے استشہاد کیا جاتا ہے اور اصح یہی رمضان کی شب قدر معلوم ہوتی ہے واللہ اعلم وعلے ہذا ہر رمضان مین شب قدر ضرور ہوتی ہے اور یہی جمہور علماء کا قول ہے اور شاذ قول اسکے خلاف ہے فافہم اور منصور رح نے کہا کہ مین نے مجاہد رح سے دریافت کیا کہ اگر ہم مین سے کوئی دعا کرے کہ اے ہمارے اگر میرا نام تونے اہل سعادت مین لکھا تو ثبت فرمادے اور اگر تونے اہل شقاوت مین لکھا تو محو فرما کر اہل سعادت مین لکھدے تو فرمایا کہ ہان ایسی دعا اچھی ہے پھر مین ایک سال یا اس سے زیادہ کے بعد اُن سے ملا اور مین نے یہی مسئلہ اُنسے دریافت کیا تو آپ نے دو آیتین قولہ تعالے انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ الآیتین پڑھین اور کہا کہ اللہ تعالے عزوجل شب قدر مین ایک سال کی تدبیر کا جو ہر ایک کے رزق یا مصیبت کے متعلق ہین حکم فرماتا ہے پس جو چاہتا ہے تقدیم و تاخیر کرتا ہے ولیکن سعادت وشقاوت تو وہ ثابت ہے اسمین تغیر نہین ہوتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ شاید اول مرتبہ منصور نے اُنسے صرف دعا کرنا پوچھا تو آپ نے جائز فرمایا اور یہ صحیح ہے کیونکہ بندہ کو اپنے حال کی عاجزی واللہ تعالے عزوجل کی ہر طرح قدرت واُسکے غضب سے پناہ واُس کی رضا کی درخواست کرنا بہتر ہے پس بہت ثواب پاویگا انشاء اللہ تعالے اگرچہ مقدر الٰہی تعالے جو اُسکے حق مین ہے وہ نہ بدلے ولیکن قدرت الٰہی ہر طرح ثابت ہے اور دوسری مرتبہ شاید یہ پوچھا کہ کیا اس دعاء سے سعادت وشقاوت بدل جاتی ہے تو اس سے انکار کیا اور کہا کہ اس مین تغیر نہین ہوتا ہے اور واضح ہو کہ یہ دعاء بھی انابت بجناب باری تعالے ہے پس صدق یقین وکمال ایمان سے اس دعاء کا کرنے والا آخر داہل سعادت سے ہوگا وقد قال تعالے ویہدی الیہ من اناب۔ اور جسکے حق مین شقاوت ہے وہ یہ دعا ہی نہین کریگا۔ اور اہل السنۃ کا اجماع ہے کہ آدمی خود مختار وموجد وخالق افعال نہین ہے پس ہوشیاری وعقل سے سمجھنا چاہیے اور صفات الٰہی عزوجل مین عقل کی مجال تنگ ہے فافہم۔ اعمش رحمۃ اللہ علیہ نے شقیق بن سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ وہ بہت کثرت سے اسطرح دعا کرتے کہ اللھم ان کنت کتبتنا اشقیاء فامحہ واکتبنا سعداء وان کنت کتبتنا سعداء فاثبتنا فانک تمحو ما تشاء وتثبت وعندک ام الکتاب۔ یعنے اے رب ہمارے اگر تو نے ہم کو اشقیاء لکھا ہو تو اے رب اُسکو محو فرمادے اور ہم بندون کو سعیدلکھدے اور اگر تونے ہم کو سعداء لکھا ہے تو اسکو برقرار وثابت رکھیو اے رب ہمارے تو جو چاہتا ہے محو فرماتا ہے اور جو چاہے ثابت فرماتا ہے اور تیری قدرت مین ام الکتاب ہے رواہ ابن جریر۔ اور ابو عثمان النہدی رح نے کہا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ خانہ کعبہ معظمہ کا طواف کرتے اور روتے جاتے اور روروکر یہ کہتے جاتے اللھم ان کنت کتبت علی شقوۃ او ذنبا فامحہ فانک تمحو ما تشاء وتثبت وعندک ام الکتاب واجعلہ سعادۃ ومغفرۃ۔ اے رب میرے اگر تو نے کوئی شقاوت یا کوئی گناہ مجھپر لکھا ہے تو اسکو محو فرمادے کہ تو جو چاہے محو فرماتا ہے اور جو چاہے ثابت رکھتا ہے اور تیری ہی قدرت مین ام الکتاب ہے پس اسکو سعادت اور مغفرت کردے۔ رواہ ابن جریر۔ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی ایسی دعا کرنا صحیح ہوا ہے۔ اور ابن جریر رح نے کہا کہ حدثنی حجاج ح۔ ثنا خصاف عن ابی حمزۃ عن ابراہیم ان کعبا قال لعمر بن الخطاب یا امیر المؤمنین لولا آیۃ فی کتاب اللہ لانبانک بما

ہو کائن الی یوم القیامۃ قال وما ہے قال قول اللہ تعالے یمحو اللہ ما یشاء الآیہ۔ یعنے کعب احبار نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر کتاب الٰہی میں یہ آیت یعنے قولہ یمحو اللہ ما یشاء الآیہ نہوتی تو میں آپ کو قیامت تک کے واقعات سے آگاہ کرتا۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ ان اقوال کے معنے یہ ہیں کہ مقدرات میں سے اللہ تعالے عزوجل جو چاہتا ہے منسوخ فرماتا ہے اور جو چاہتا ہی ثابت رکھتا ہے۔ اور لکھا کہ اس قول کی تقویت بھی اس حدیث سے ہوجاتی ہے جو امام احمد وغیرہ نے ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کبھی آدمی بسبب گناہ کے جو اُس کو پہونچ جاتا ہے رزق سے محروم رہتا ہے اور مقدر کو کوئی چیز نہیں پھیرتی سوائے دعاء کے اور عمر میں کوئی چیز نہیں بڑھاتی سوائے نیکوکاری کے۔ رواہ النسائی وابن ماجہ ایضاً۔ اور صحیح میں ثابت ہوا کہ صلۃ الرحم عمر کو بڑھاتا ہے اور دوسری حدیث میں ہے کہ دعاء و قضاء دونوں آسمان وزمین کے درمیان معتلج رہتی ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ اصل مسئلہ تقدیر کا ہے اور میں نے بارہا حدیث کا حکم نقل کردیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس کے اندر خوض کرکے کوئی امر اپنی عقل میں فیصلہ کرلینے سے سخت زجر کے ساتھ منع فرمایا اور میں نے اس پر عقلی دلیل بھی ذکر کی کہ تقدیر جب علم وحکمت الٰہیہ ہے اور وہ عین صفت جناب باری تعالےٰ لاانتہاء بلکہ انتہاء ولاانتہاء دونوں سے بلند تر ہے تو مخلوق کی عقل مخلوق میں یہ کہان تاب وطاقت ومجال ہے کہ صفات باری تعالےٰ کو محیط ہوجاوے اور اسکی کُنہ دریافت کرے حالانکہ اگر کسی ہم جنس آدمی کے سامنے جو قصبہ کا رہنے والا ہو گھڑی کے پرزے علٰحدہ کرکے ڈال دیے جاوین تو وہ اُس کی ترکیب وترتیب سے جاہل ہوگا حالانکہ یہ اسی کے جنس کے آدمی نے بنائے ہیں اور بہت کثرت سے احادیث وآیات صحیحہ میں صریح بیان ہے کہ انجام مقدر میں تغیر نہیں ہے اور رہا یہ سوال کہ پھر یہاں جو احادیث آئی ہیں انکیونکر سمجھیں تو جواب یہ ہے کہ انمیں جو حکم تم کو دیا گیا کہ مثلاً گناہ نہ کرو اور اللہ تعالے عزوجل سے دعا بہت مانگو اور نیکی وصلۃ الرحم کرو انکو بجالاؤ اور دوم یہ کہ ان احادیث میں یہ بیان نہیں ہے کہ قضا وقدر ٹل جانے کے لیے دعاء اس شخص سے صادر ہوگی یا نہیں کیونکہ جب وہی مقدر ہوگا تو دعاء کا وجود ہی نہوگا اور جب دعاء کا وجود ہوگا تو وہ آخری مقدر ہی نہ ہوگا جیسے قوم یونس پر دنیا میں عذاب الخزی کا وقوع مقدر نہ تھا اور گناہ سے رزق میں کمی در واقع مقدر تھی پس لامحالہ گناہ کا صدور ہوا اور بیان کا فائدہ فقط معرفت ہے اور وہ اعلے کمال ہے جس کی قدر بعد موت کے ظاہر ہوگی اگر اسوقت ظاہر نہوئی۔ اور رہا بیان معرفت تو یہ ہے کہ مثلاً کوئی برائی پہونچنا مقدر ہے تو کثرت نماز وروزہ سے اس شخص کو ثواب ملیگا حتے کہ اگر مصیبت پر صبر کیا تو ثواب اور زیادہ ہوجائیگا مگر کوئی ایسی بات نہیں ہوتی کہ برائی نہ پہونچے اور یہ صرف دعاء میں ہوتا ہے کہ الٰہی مجھ کو ہر فتنہ ومصیبت و برائی سے محفوظ فرمادے پس دعا ایسی چیز ہے کہ اُسکا مقابلہ قدر سے ہوتا ہے اور دوسری عبادات چاہے اُنمیں کسی قدر ثواب مزید ہو مگر وے محض طاعات ہیں اُن میں قدر کا مقابلہ نہیں ہے۔ اور مثلاً ایک شخص ہے کہ اُسکی موت دس برس کے بعد مقدر ہے تو درمیان میں کسی بیماری سے وہ نہ مریگا لیکن ممکن ہے کہ درمیان میں اسکو بیماریاں پہونچیں جن سے تکلیف اٹھاوے پس اگر مقدر ہے تو دعا کرے گا کہ بیماری نہ پہونچے اور نہیں تو دعا نہ کریگا باوجودیکہ طاعات بہت کرے۔ اب میں کہتا ہوں کہ کعب احبار کی روایت اگر صحیح ہو تو مراد اخبار تا قیامت سے یہی ہے اور میں نے بعض اکابر سے سنا کہ بعض اولیاء اللہ تعالے عزوجل کا کشف بعض وقائع میں اسی وجہ سے غلط ہوجاتا ہے کہ درمیان میں جو محو واثبات واقع ہوا اسوقت نہ تھا تو عارف نے اسی وقت کا علم بیان کیا پس غلط ہوگیا

Marfat.com

وقد قال تعالے کل یوم ھو فی شان - اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو دعا فرمائی اُس کو مین سابق مین بیان کر چکا کہ دعا رکے فضائل مین سے ہے کہ اگر ایسی دعا ہو جو خلاف تقدیر ہے تو اللہ تعالے عزوجل اُسکے مثل اُسکو مقدرت سے عطا فرماتا ہے اور اس مقام پر تعادل ہی عین مقصود ہے پس اگر جہنم مین ڈالا گیا اور مثل آتش ابراہیم کے جنت کا آرام پایا کیونکہ مقام جیسے آگ کا نہین یا مثل تمام مخلوقات کے بحکم قولہ وان منکم الا واردھا الآیہ داخل ہوا اور تعادل ہو گیا تو بھی مراد حاصل - علاوہ برین دعا رکے خاص رکن صدق یقین وانابت ہے اور یہ اُسی کو حاصل ہو گا جو ہدایت پایا ہے لقولہ تعالے ان اللہ یضل من یشاء ویھدی الیہ من اناب - پس اُسکے واسطے سعادت ہے بمنزلہ قولہ اھدنا الصراط المستقیم - علاوہ ازین یہ آخری قسم کا بیان نہین ہے اور خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ وابن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہم سے جن سے ایسی دعا مروی ہے یہ اشارہ پایا جاتا ہے مثلاً کہا کہ شقاوۃ اوذنبا یعنے بحرف نکرہ بیان کیا اور ممکن ہے کہ آدمی اپنی عمر کی اوقات مین مرتد ہو جائے یا دیگر اقسام کے شرک وکفر مین مبتلا ہو پھر آخر انجام مین سعادت مقدر پر آجاوے پس ان حضرات صحابہ وتابعین نے اس سے بھی پناہ مانگی کیونکہ اول تو اس سے تمام نیکیان مٹ جاوین گی اور دوم جسقدر زمانہ ایسی حالت مین گذریگا وہ بالکل تباہ وبرباد ہو گا کہ کروڑون سانس جو اُسکے واسطے نیکیان ہوتین لگان گئین بلکہ کافر ومشرک کی یہ سانس اُسکے حق مین برائیان ہین پس کروڑون برائیان نامۂ اعمال مین درج ہوئین علاوہ برین غلبہ عظمت وکبریائے الٰہی عزوجل سے بحکم قولہ ومن خشیۃ ربھم مشفقون نیک بندے خائف ہوتے ہین اور بیشک اللہ تعالے عزوجل پاک بے پروا ہے وقد قال تعالے ان اللہ لغنی عن العالمین پس انکو صرف خوف کا غلبہ نہ تھا بلکہ واقعی ظہور صفت استغناء وعظمت وکبریائی کا تھا اور یہ بے انتہا خوف کا مقام ہے اور خود مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ روتے جاتے تھے - اور حدیث صحیح مین یہ مضمون صریح ہے کہ اگر تمام مخلوق جن وانس مثل شیطان کے ہو جاوین تو اللہ تعالے عزوجل کی ملک وبادشاہت مین سے ذرہ برابر کم نہ ہو اور اگر سب کے سب ایسے ہو جاوین جیسا اللہ تعالے کا ایک بندہ سب سے زیادہ متقی ہے تو اسکی بادشاہت مین کچھ بڑھ نہ جاوے پس جسکی شان عظمت وکبریائی کا یہ ادنے بیان ہے اور بیان کی طاقت کیا کیونکہ ایک ادنے مخلوق سے بیان مخلوق ہوا ہے تو وہ پاک خالق کی عظمت کیا بیان کر سکتا ہے پس اسکی عظمت وکبریائی بے قیاس بلکہ جیسا وہ پاک ہے اُسکے سامنے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے مثل بندہ جب اپنی یہ حالت پہچانے اور پھر کہے کہ مین نے تیری عظمت نہ پہچانی اور اپنی حقارت نہ جانی تو بھلا کون دوسرا ہے کہ اپنی نسبت کچھ خیال کر سکتا ہے - علاوہ اس کے یہ امر بخوبی ظاہر ہے کہ حق سبحانہ تعالے قادر مختار ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے سب مخلوق اسی کی بنائی ہوئی ہے کوئی نہین جو اُس سے سوال کرے تو سوائے گمراہ فرقون کے کوئی عارف اہل السنہ مین سے یہ اعتقاد نہین کرتا کہ اللہ تعالے اب مجبور وپابند ہے نعوذ باللہ تعالے عزوجل پس کوئی ایسی بات نہین جسپر اُسکو قدرت نہو اور اگر وہ چاہے تو ہزارون شقی کو جنت دیدے اور ہزارون جنتی کو دوزخ مین ڈالدے کیونکہ اُسکے سوائے کوئی خالق نہین اور اس کے سوائے کسی کی مخلوق نہین ہے اور چاہے جس شخص کو موت دیدے اگرچہ اُسکی عمر باقی ہو اور چاہے جسکی حیات بڑھا دے اگرچہ زمانہ آگیا ہو - ع - اودست سلطان ہرچہ خواہد آن کند - اور حدیث صحیح مین دو بادشاہون کا قصہ آیا ہے دونون سگے بھائی مگر ایک ظالم تبہ کار اور دوسرا عادل نیکو کردار تھا اور عادل کی عمر کا زمانہ منقضی ہوا اگر حق تعالے عزوجل نے ظالم کو موت دیدی اور یہ عادل زندہ رہا فافہم واللہ سبحانہ تعالے اعلم - شیخ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ کلبی رحمہ نے اس آیت کی تفسیر مین کہا کہ بندہ کے سب اقوال لکھے جاتے

Marfat.com

مین یہان تک کہ جب جمعرات کا روز ہوتا ہے تو نامہ اعمال مین سے ہر ایسی چیز جس مین کچھ ثواب و عذاب نہین ہے طرح دیجاتی ہے جیسے تو نے سچ کہا کہ مین نے کھایا اور مین نے پیا اور مانند اس کے دیگر اقوال جو سچ ہون اور رہے وہ اقوال جن مین ثواب یا عذاب ہے وہ ثابت رکھے جاتے مین ۔ مترجم کہتا ہے کہ اس اشارہ سے یہ فائدہ معلوم ہوا کہ مباحات نامہ اعمال سے مطروح ہونگے ولیکن اُس کو تفسیر آیت سے تعبیر نہ کرنا چاہیے پھر اگر یہ بات ثبوت قطعی کو پہونچے تو اعتقاد کیجاوے ورنہ یہی اعتقاد ہے کہ ہر فعل و قول نامہ اعمال مین ثبت ہوتا ہے اور آیا اس مین سے کچھ طرح دیا جاتا ہے یا نہین تو اسکے لیے قطعی ثبوت چاہیے اور واضح ہو کہ یہ قول بنا بر آنکہ مباحات مین ثواب نہین ہے اور یہی ظاہر حدیث ہے اور اسی واسطے کامل الایمان آدمی مباحات سے احتراز کرتے ہین اور زیادہ تحقیق اس کی مترجم نے مقدمۂ فتاوی ہندیہ مین لکھی ہے واللہ تعالے اعلم ۔ اور عوفی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضہ سے روایت کی کہ اس سے بیان ہے ایسے آدمی کا کہ ایک زمانہ تک اُس نے طاعت الٰہی پر عمل کرنے کے بعد معصیات شروع کین پھر گمراہی پر مر گیا تو وہی محو فرمایا جاتا ہے اور دوسرا آدمی ایک زمانہ تک معصیات کرتا رہا اور آخر مین چونکہ اُس کے لیے نیکی مقدر تھی تو اللہ تعالے عز وجل کی طاعت پر مرا پس وہ ثابت رکھا جاتا ہے ۔ مترجم کہتا ہے کہ اشارہ لطیف ہے اور صحیح مسلم کی حدیث سے ثابت ہے کہ جس نے زمانہ جاہلیت مین نیک کام کیے پھر اسلام لایا اور نیک کام کیے تو فضل الٰہی سے اگلی نیکیون پر بھی ثواب پاویگا اور جو اسلام نہ لایا اور جاہلیت مین بہت معصیات کر چکا ہے وہ اگلی و پچھلی سب پر ماخوذ ہوگا ۔ اور حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ جو شخص اسلام لایا اُسکے اگلے گناہ چاہے جسقدر کبیرہ ہون معاف ہوجاتے ہین ۔ سعید بن جبیر نے اس آیت مین کہا کہ یہ بمنزلہ قولہ تعالے یغفر لمن یشاء و یعذب من یشاء واللہ علی کل شئ قدیر ۔ یعنے جسکے لیے مغفرت فرمائی تو اُسکے گناہ کو محو فرما دیا اور جس سے مواخذہ ہونا چاہا اُسکے نامۂ اعمال سیاہ رکھے اور اُسکو سب قدرت ہے اور مترجم کہتا ہے کہ اللہ تعالے عز وجل بندۂ مومن کو نزدیک فرما کر اُسکے گناہ ایک ایک اُسکو یاد دلاویگا حتے کہ وہ بہت مضطرب ہوگا پھر فرماویگا کہ مین آج انکو تیرے لیے میٹ دونگا پس بجاے انکے ثواب پاویگا ۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جس شخص کی موت آئی وہ گیا و محو ہوا اور زندہ ثابت ہوا یہان تک کہ اُسکے مقدر موت کا وقت آوے ۔ شیخ حافظ رح نے کہا کہ ابن جریر نے اسی قول کو اختیار کیا ۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ بھی اشارہ ظاہر ہوتا ہے اور حدیث صحیح مین ہے کہ جو مومن مرتا ہے آسمان سے اُسکے رزق کا دروازہ بند ہوتا ہے اور آسمان روتا ہے اور تمام حدیث انشاء اللہ تعالے تحت قولہ فما بکت علیہم السماء والارض الآیۃ آویگی ۔ اور لکھا کہ قولہ وعندہ ام الکتاب ۔ کہا کہ یعنے حلال و حرام ۔ اور قتادہ رح نے کہا کہ یعنے جملۃ الکتاب و اُسکی اصل ۔ اور ضحاک رح نے کہا کہ رب العالمین کے پاس کتاب ہے ۔ اور مترجم کہتا ہے کہ حسن بصری رح و قتادہ رح وغیرہ کی تفسیر حلال و حرام کی بطور اصل تفسیر کے ہے اور معنے یہ ہین کہ اہل کتاب جو بعض احکام حلال و حرام مین بسبب مخالفت توریت کے یا نصرانی بسبب مخالفت انجیل کے قرآن پاک سے منکر ہوتے تھے یا کفار قریش کہتے کہ کبھی ایک حکم آتا ہے کبھی دوسرا تو معلوم ہوتا ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے کہتا ہے پس یہ شبہہ دور کر دیا کہ اگلی کتابون مین بھی یہ اختلاف موجود ہے اور انبیاء سابقین کے شرائع عملی ہمیشہ مختلف رہے اصل معرفت و توحید مین سب کا اتفاق رہا اور اہل کتاب اس قرآن پاک کے نزول سے فرحت پاتے ہین کیونکہ محض اُمی شخص ایسے اعلے معارف و احکام و صاف صاف حالات و واقعات انبیاء سابقین تلاوت فرماتا ہے تو قطعی یہ احکام و معارف انجانب رب تبارک و تعالے ہین پس

جب یقین ہو گیا کہ قرآن وحی آلہی اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم اُسکے صادق رسول ہین تو خالی اختلاف احکام کا بھید یہ ہے کہ ہر زمانہ کے لیے ایک کتاب مخصوص تھی۔ لکل اجل کتاب۔ پس ایک کتاب وزمانہ سے دوسرے زمانہ کی کتاب ہین اللہ تعالےٰ جو چاہتا محو اور جو چاہتا ثابت فرماتا ہے۔ بلکہ ایک ہی وقت مین ایک حکم کسی مدت معلوم کے لیے دیا گیا اور اُس کے گزرنے پر دوسرا حکم مقدر دیا گیا یمحو اللہ ما یشاء ویثبت۔ اور جملہ کتابین اور جملہ احکام سب ام الکتاب مین موجود ہین۔ وعندہ ام الکتاب اور اللہ تعالےٰ علیم حکیم تمام بندون واُن کے ماہیات کا خالق اور اُن سے خوب آگاہ ہے اور اس کی حکمت سے آگاہی اُسی کو ہے پس اُس نے ہر ایک حکم ہر زمانہ مین کمال حکمت وعلم سے مقدر فرمایا ہے اور کوئی بات نئی نہین ہے کہ آج کچھ اور کل کچھ ہو بلکہ اُسکے علم قدیم مین ہر ایک حکم ایک زمانہ معلوم معین تک کے لیے مقدر ہے۔ قال الحافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ وقال سنید بن داود حدثنی معتمر عن ابیہ عن یسار عن ابن عباس انہ سال کعبا الخ۔ یعنے ابن عباس رضہ نے کعب احبار رحہ سے پوچھا کہ ام الکتاب کی تفسیر فرمایئے تو کعب احبار نے کہا کہ اللہ تعالےٰ کے علم مین تھا جو وہ پیدا کرنے والا ہے اور جو کچھ اُسکی مخلوق عمل کرنے والی ہے پس اُس نے اپنے اس علم کو فرمایا کہ تو کتاب ہو جا پس وہ کتاب ہو گیا۔ ابن جریج نے ابن عباس رضہ سے روایت کی کہ ام الکتاب وہ ذکر ہے۔ شیخ سیوطی رح نے ذکر کیا کہ ابو الدرداء رضہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالےٰ جب رات کی تین ساعات باقی رہتی ہین نزول فرماتا ہے پس ساعت اولی مین ذکر کی حضوری ہے جسین سوائے اسکے کوئی نہین دیکھ سکتا پس جو چاہتا ہے محو فرماتا ہے اور جو چاہتا ہے ثابت فرماتا ہے الی آخر الحدیث۔ رواہ الطبرانی وابن ابی حاتم وغیرہما۔ واضح ہو کہ روافض نے اس آیت کو پیش کیا کہ اس سے بدا کا مسئلہ ثابت ہوتا ہے یعنے روافض کا اعتقاد یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کو کبھی ایک بات اچھی معلوم ہوئی وہ حکم ہوا پھر دوسری بات اچھی معلوم ہوئی تو پہلا حکم محو اور دوسرا ثابت کیا اور جواب یہ ہے کہ یہ محض جہالت ہے کیونکہ علم تو اللہ تعالےٰ کی صفت قدیمہ ازلیہ ہے اسمین تغیر وتبدیل بالکل محال ہے وہ تو اپنی مخلوقات کو پیدا کرنے سے پہلے جانتا تھا کہ وہ عز وجل جلالہ کہ یہ قسم مخلوق پیدا کریگا اور ہر ہر فرد فلان فلان وقت اس اس طرح پیدا کرے گا اور ہر فرد اپنی تمام عمر مین ایسے ایسے یہ کام کریگا پس نعوذ باللہ تعالےٰ وہ کبھی جاہل نہ تھا بلکہ علیم حکیم ہے ہر مخلوق کی ماہیت سے وہی آگاہ اور وہی تو اُسکا پیدا کرنے والا ہے پس بدا کا اعتقاد بالکل کفر ہے اور آیت مین جو محو اور اثبات ہے وہ موافق علم قدیم کے اور یہ بھی مقدر معلوم آلہی تعالےٰ ہے عالم الغیب والشہادۃ الکبیر المتعال۔ ف فی العرائس قولہ وکذلک انزلناہ حکما عربیا۔ جیسے سابق کتابین سُریانی وعبرانی وغیرہ مین بطریق وحی ورسالت نازل ہوئین کہ توحید ومعرفت یکسان تھی اور اعمال ہر امت پر بحسب مشیت وعلم آلہی مختلف تھے جہانتک جس امت کو ثواب نہ کشف دینا چاہا پس اسیطرح یہ قرآن عظیم حکم عربی نازل فرمایا۔ اور شیخ نے اشارات مین لکھا کہ یہ حکم وہ ہے جو ہم نے ازل مین دیا یعنے قدیم ہے کہ تو اے رسول عربی صلعم تمام خلق سے اشرف اور قرآن عربی تمام کتب سے اعلی ہے اور ہم نے تجھ کو استعداد دی کہ متصف بخلق عظیم ہوا یعنے بقرآن عظیم قولہ ما زاغ البصر وما طغی۔ تو نے سوائے دیدار قدیم کے کسی طرف التفات نہ کیا پس یہ توحید عربی ہے ہم نے نازل فرمایا کہ تیری اُمت تیرے خلق سے متصف ہو۔ بعض نے کہا کہ احکام عرب کے سخاوت وشجاعت ہے۔ حسین بن الفضل نے کہا کہ عرب قیافہ مین منفرد ہین پس حکم قیافہ کی تصحیح ہوتی ہے قال المترجم یہ حکم شاید بربنائے شافعیت ہو ورنہ حنفیہ کے نزدیک شرعی احکام مین قیافہ کا اعتبار نہین ہے ولیکن اطمینان خاطر کے لیے موافق ظاہر کے ہو تو مضائقہ نہین چنانچہ مدلجی قائف نے جب اسامہ رضہ وغیرہ کے خالی قدم دیکھکر کہا تھا کہ ہذہ الاقدام بعضہا من بعض تو آنحضرت صلعم خوش ہوئے اور حضرت ام المومنین صدیقہ رضہ سے اُسکو بیان کیا پس یہان ظاہری حال بھی

Marfat.com

نسب کا یہی تھا اور قائف نے بھی یہی کہا اور طعن کرنا خلاف ظاہر ہے اور شاید کہ آنحضرت صلعم اس بات پر خوش ہوئے ہون کہ آپکی امت مین ایسے لوگ ہین جنکو باطنی ادراک ایسا دیا گیا ہے پس معرفت آلہی مین انکو نافع ہوگا واللہ اعلم کیونکہ اصلی حالت خود آپ کو اعلی انکشاف و معرفت سے حاصل ہوسکتی تھی اور جب لوگ آپ سے سوالات کرتے تو ایک نے پوچھا کہ یا رسول اللہ میرا باپ کون ہے آپ نے فرمایا کہ حذیفہ حالانکہ لوگ طعن کرتے تھے اور بہتان لگاتے تھے پس انھون نے جاکر اپنی مان سے بیان کیا انھون نے کہا کہ ارے تو کیسا لڑکا ہے اگر خدانخواستہ کوئی اور بات ہوتی تو مجھے فضیحت ہونا پڑتا کیونکہ زمانہ جاہلیت مین عورتون و مردون کی کیفیت مثل جانورون کے تھی پس انھون نے کہا کہ اے مان اگر آنحضرت صلعم مجھے کسی حبشی غلام سے لاحق کرتے تو مین اُسکے ساتھ لاحق ہوجاتا۔ مترجم کہتا ہی کہ سبحان اللہ کیا سچا یقین اور کسقدر اپنے نفس کی پیروی سے دور یہ لوگ تھے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔ قولہ تعالیٰ ولقد ارسلنا رسلاً من قبلک الآیہ۔ اس مین آنحضرت صلعم کی تمکین کا بیان ہے کہ معارف آلہیہ وکمال قرب مین اولاد وازواج مانع نہ تھے بلکہ معین تھے اور اگر زوجہ بیبیان نہوتین تو یہ کشتی ہوا ے ازل مین اُڑ جاتی اور کوئی شخص ایمان سے مفلح نہوتا اور دیکھتا نہین کہ کیونکر یا حمیرا یعنے صدیقہ عائشہ رض کو مخاطب کیا اور اُسکی بابت یہ تھی کہ حق تعالے نے چاہا کہ اپنے حبیب رسول صلعم کو مخلوقات کے درمیان باقی رکھے تاکہ مخلوق پر رحم فرماوے اور اُنکے گناہون سے درگذرے اور اُسکی برکت سے اُنکو عذاب نہ کرے لقولہ تعالے ما کان اللہ لیعذبہم وانت فیہم واضح ہو کہ اس آیت سے جاہلون و مشرکون کو آگاہ فرمایا کہ جب اللہ تعالے عزوجل کسی بندے کو ولی و صدیق بناتا ہے تو بشری احکام اجالانے وازدواج و اولاد و عیش اُسکو کچھ مضر نہین ہوتا اگرچہ تمام دنیا اسکو دیدیجاوے۔ محمد بن الفضل رح نے کہا کہ اس مین مدح ہے کہ تم نے انکو ازواج و اولاد عطا فرمائین مگر شغل اُنکو ادائے رسالت وقیام بہ نصیحت و اظہار شریعت سے مانع نہوا۔ کہا جاتا ہے کہ جو شخص اللہ عزوجل کے ساتھ مشغول ہوا اُسکو کثرت عیال و تراکم اشغال کسی حال مین مضر نہین ہوتا پھر حق تعالے عزوجل نے بیان فرمایا کہ انبیاء کے معجزات و اولیاء کی کرامات انکی تاثیر و اختیار سے خارج ہین اور اسمین مخلوق کا کچھ دخل نہین ہوتا بقولہ ما کان لرسول ان یاتی بآیۃ الا باذن اللہ الآیہ۔ مریدون کے خیالات اس سے مٹ دیے کہ مجاہدہ و ریاضت بغرض کشف و کرامت کیا کرین اور پھر بیان کردیا کہ یہ سب امور بوقت مقدر و بوجہ مقدر معلوم ہین بقولہ لکل اجل کتاب۔ اسمین اشارہ ہے کہ جو شخص ازل مین برگزیدہ ہو وہ اپنے مراتب و مقامات کو وقت سے پہلے نہین پاتا اور مقام اپنے وقت مقدر پر ملتا ہے پس استقامت چاہیے وقد قال تعالے ولما بلغ اشدہ آتیناہ حکماً وعلماً الآیہ اور ہر کشف صفت کے لیے مراد آلہی کے موافق یہ صفت ہونا چاہیے کہ قلب سے محو صفات بشریت ہو اور اثبات صفات عبودیت ہو اور نور ربوبیت سے عرفان ہو۔ اور نیز اشارہ ہے کہ معرفت ربوبیت و ظہور عبودیت اور ہر نعمت و ہر بلیت کے لیے علم آلہی مین موافق حکم ازل کے ایک مقدر وقت ہے اور یہ بات اُسی وقت پر ہوتی ہی مترجم کہتا ہے کہ دیکھو شیخ رح نے اس معنے کو آیت کے اشارات مین داخل کیا اور یہ تائید صریح اس بیان کی ہی جو مترجم نے تفسیر مین ذکر کیا ہی والحمد للہ علی ذلک حضرت جعفر صادق علیہ السلام نے اشارہ مین کہا کہ دیدار کا ایک وقت ہے۔ شیخ ابن عطا رح نے کہا کہ ہر علم کے واسطے بیان ہے اور ہر زبان کی عبارت اور ہر عبادت کا طریقہ اور ہر طریقہ کا آدمی بس جو آدمی کہ ان احوال مین تمیز نہ رکھتا ہو اُسکو معارف و حقائق مین گفتگو نہ کرنا چاہیے اور واضح ہو کہ اشارہ کا مفہوم یہ ہے کہ حق تعالی جل شانہ نے ازلی دو صفات سے آگاہ فرمایا ہے اور وہ دونون صفت ارادہ اور علم ہے یعنے ہر ارادہ کے لیے قضاء و قدر نافذ کرنے مین ذات باری تعالیٰ عین علم ہے کہ امور ربوبیت مین سے جس امر کے وقوع کا ارادہ فرمایا وہ کس کیفیت سے واقع ہوگا پس کتاب تو علم ذات ہے ارادہ اسکے علم مین جو چاہتا ہے ثابت فرماتا

Marfat.com

اور جو چاہتا ہے قضاء وقدرت محو فرماتا ہے پس کتاب جیسی تھی ویسی باقی رہتی ہے اور ارادہ جیسا تھا ویسا باقی رہتا ہے اور بندوں کے حق میں قضاء وقدر علم وارادہ متغیر ہوتے ہیں کہ قال تعالے یمحوا اللہ مایشاء ویثبت۔ اور واضح ہو کہ بندگان حق تعالے کیلئے تنبیہ ہے کہ اپنے ارادات وعلم سے خارج ہوں پس اوتعالے بارادہ قدیمہ نفس سے صفات بشریہ محو اور صفات روحانیہ ثابت فرماتا ہے اور اہل محبت سے معارضہ امتحان محو اور نور ایقان کی حقیقت مثبت فرماتا ہے اور اہل عرفان کے اسرار سے اوصاف عبودیت محو اور اوصاف ربوبیت مثبت فرماتا ہے۔ اشارہ ہے کہ لوح عقل سے افکار دور اور اذکار ثابت فرماتا ہے اور قلوب سے علم حادث دور اور علم عرفان ثابت فرماتا ہے اور ماننداسکے اشارات ہیں کہ ایمان آیات وخطرات کو محو اور انوار صفات واستقامت کو مثبت کرتا ہے اور اسرار میں حق قدم سے فناء کو بقاء پر غلبہ اور حق ابد سے بقاء کو فناء پر غلبہ بظہور نور ذات وانوار صفات سے مقام تخیر بتوحید ہے وقال تعو وعندہ ام الکتاب مقدورات کی ام الکتاب افعال وصفات میں اور صفات کی ذات میں اور سب کا مبدء ومرجع وہی ہے اور ذات وصفات محو واثبات سے پاک ہے۔ واسطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ بعض بندوں کو حق تعالے عزوجل نے اُنکے نفوس سے بذات پاک جذب ومحو فرمایا تو انکی ذات کیا بلکہ ربوبیت سے بھی فنا ہوئے اور بعض کے قلوب پر مشاہدہ حق سبحانہ تعالے عزوجل کا قیام ہے کہ سوائے حق تعالے جل شانہ کے کچھ نہ دیکھے اور بعض پر ظلمات مشاہدہ کا تراکم ہے کہ ہمیشہ اپنے رب سے غائب ہیں۔ ذوالنونؒ سے مثل اُسکے خواص عباد کے حق میں اور متوسط درجہ والوں کے حق میں آیا اور ایک تیسرا درجہ عوام کا بیان فرمایا جو قبضۂ عبودیت میں تا ابد باقی ہیں اور جو ہمیشہ غائب ہونے والے ہیں وہ سوائے مومنین کے ہیں شیخ سہل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ قضاء مبرم ام الکتاب ہے جس میں کمی وبیشی نہیں اور اسباب میں محو واثبات ہے شیخ استاد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مشیت کا تعلق صرف حدوث سے ہوتا ہے اور اسی حدوث کے اوصاف سے محو واثبات ہے اور کلام الٰہی وعلم وارادہ جو اسکی صفات قائمہ متعالیہ ہیں انہیں کچھ محو واثبات کو دخل نہیں ہے بلکہ صفات فعل میں محو واثبات ہوتا ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ کلام لطیف ہے آیا نہیں دیکھتے کہ ہر مخلوق طفلی وشباب وجوانی وپیری وموت سے متغیر ہوتا ہے حالانکہ ہر حال میں تعلق بقاء بصفت فعل الٰہی ہے کیونکہ خود اسکو کسی حال میں بقاء نہیں ہے حالانکہ صفت کو کچھ تغیر نہیں اور نہ ممکن ہے ایسے ہی محو واثبات میں کوئی اشکال نہیں فافہم پھر باعجاز قرآنی زوال کفر اور ازدیاد اسلام سے آگاہ فرمایا۔

وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ

اور یا تو ہم تجھے دکھلاوینگے بعض بات جکا ہم انکو وعدہ دیتے ہیں یا ہم تجھے وفات دیدینگے پس تجھ پر تو یہی ہے کہ تو انکو حکم پہونچادے

وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ۝ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ۚ وَاللّٰهُ

اور ہمیں پر انکا حساب ہے کیا انھوں نے نہ دیکھا کہ ہمارا حکم آتا ہے زمین پر اسکو ہم کم کرتے ہیں اسکے اطراف سے اور اللہ

يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ۚ وَهُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

حکم دیتا ہے کوئی توڑنے والا نہیں اُسکے حکم کا اور وہ جلد حساب کرنے والا ہے اور ضرور مکر کیا تھا اُن لوگوں نے جو ان سے پہلے گزرے

فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا ۚ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ۚ وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ۝

سو اللہ ہی کے لیے ہے مکر سب کا سب وہ جانتا ہے جو کماتا ہے ہر نفس اور عنقریب جانینگے کفار کہ کس کے لیے ہے آخرت کا گھر

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ۚ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ

اور کہتے ہیں وہ کافر ہوئے کہ تو نہیں ہے بھیجا ہوا کہدے کہ کافی ہے اللہ شاہد ہونے کو میرے اور تمہارے درمیان

Marfat.com

ع ٦ ١٢

وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ۝

اور وہ جسکے پاس ہے علم کتاب کا

اول مین کافرون کے حق مین وعدہ دیا کہ لہم عذاب فی الحیوۃ الدنیا۔ اور فرمایا ولایزال الذین کفروا تصیبھم بما صنعوا قارعۃ الآیہ پس یہان اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی اور کافرون کو تہدید فرمائی باین طور کہ ہر عذاب و آیات بتقدیر الٰہی ہے اس نے جو خلق پیدا فرمائی اور جو کچھ اُنکے اعمال ہونگے سب وہ جانتا ہے۔ وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ ما زائدہ ہے اور معنے یہ کہ اور اگر ہم نے تجھ کو دکھلادیا۔ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ بعض وہ واقعہ جو ہم کافرون کو وعید دیتے ہین تو تیرے روبرو ظاہر ہو جائیگا اور اہل الکفر خوار ہون گے۔ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ یا ہم تجھے وفات دینگے قبل دکھلانے کے تو تجھپر کوئی بازپرس نہین۔ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ کیونکہ تجھپر تو یہی واجب تھا کہ تو ہماری توحید واحکام انکو پہونچا دے پس تو نے پہونچا دی۔ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ اور محاسبہ لینا انکا کہ جنھون نے نہ مانا و کفر کیا وہ ہمپر ہے اور حاصل یہ کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم تیری کرامت و بزرگی و تیرا فرض منصب یہی ہے کہ تو انکو ہماری رسالت پہونچا دے اور باقی تجھپر یہ نہین کہ جو کوئی ہمارے ساتھ شرک کرے اور نہ مانے اُسکو تو عذاب دیوے بلکہ یہ ہمین پر مخصوص ہے اور جیسا ہم نے حکم دیا وہ ضرور ہوگا اور اسکا وقت دنیا و آخرت مین علم الٰہی مین مقدر و معلوم ہے پس جو کوئی عذاب ایسے وقت اپنر ہوا کہ تو اسوقت زندہ ہے تو دیکھ لیگا اور جو اسکے بعد ہوا تو اپنے وقت مقدر پر ہوگا۔ واضح ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رحمت الٰہی تھے حتے کہ ظاہری عذاب استیصال سے آپ کی برکت سے کفار بھی بچائے گیے اور یہ بھی واضح رہے کہ کفار عرب و قریش مین سے سوائے چند بدبختون کے جو دنیا مین طرح طرح کے عذاب سے ہلاک کیے گیے باقیون کے حق مین ایمان وسعادت مقدر تھی پس بدبخت اشقیا جو عذاب مانگتے تھے وہ کیونکر نازل ہوتا جبکہ انمین بہت سے اہل سعادت موجود بلکہ اشقیاء کے اصلاب مین نطفۂ اہل سعادت موجود تھے لہذا اللہ تعالے عزوجل نے معجزات عقلی و آیات سے سمجھایا اور فرمایا۔ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ۔ کیا وے نہین دیکھتے کہ ہم آتے ہین زمین پر یعنے ہمارا حکم جاری ہوتا ہے کافرون کی زمین پر اس طرح کہ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ہم اسکو کم کر دیتے ہین اُسکے اطراف و جوانب سے۔ یعنی کسطرح ہم نے اوقات پر مقدر فرمایا ہے کہ آہستہ آہستہ کفر کی زمین فتح ہو کر حوزۂ مسلمین مین داخل ہوتی جاتی ہے۔ اس مین اول تو کافرون کی تھوری مجبوری بیان فرمائی کہ ہم نے اسلام کے اقبال و ظہور توحید کا حکم دیدیا وہ کسی طرح نہین مٹ سکتا۔ وَاللّٰهُ يَحْكُمُ اللہ تعالے عزوجل حکم دیتا ہے جو چاہتا ہے۔ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ کوئی بھی ایسا نہین جو قصد کرکے اُسکے حکم کو پھیرے یا میٹ دے پس کافر لوگ نہین دیکھتے کہ برابر یہ حکم بڑھتا چلا جاتا ہے جسطرح حکم فرمایا ہے کسی بت و شرک کی مجال نہین کہ اس مین کچھ کر سکے دوم یہ کہ اہل ایمان کے صدق اور منافقون کے کذب کا امتحان تھا سوم اہل آخرت اپنے تقوے و فنائے دنیا سے آہستہ آہستہ کمل ہو کر داخل دارالقرار و قرب مزید و نعمت لازوال ہوتے جاتے تھے اور چہارم قریش کی اصلاب سے نطفہ ہائے سعادت پیدا ہوتے جاتے اور پھر اس الکفر خواری و ذلت و عذاب دنیاوی اُٹھا کر مارے جاتے تھے اور پنجم تمام زمین دوسرون کے فتوحات مین یکبارگی نہین دی کہ قریش کی ریاست بحکم الائمۃ من قریش۔ باقی رکھنی مقدر تھی۔ اور ششم توحید و معارف جو اصل مقصود تھا اس سے صحابہ رضی اللہ عنہم کامل و مکمل ہوتے جاتے اور عرب منکرین رفتہ رفتہ آدمیت و فکر حاصل کرتے جاتے تھے حتے کہ یدخلون فی دین اللہ افواجا۔ کا وقت آگیا پس یہان اسی قدر انکو عاجز کرنے والا حکم سنادیا کہ تمام زمین عرب پر تم بتون کو لیے ہوئے دشمنی پر آمادہ اور ہر طرح تخریب کے درپے ہو ولیکن دیکھو کہ اللہ تعالے عزوجل نے حکم دیدیا کہ

Marfat.com

زمین کو اطراف و جوانب سے گھٹتی جاوے اور جزیرۂ اسلام مین داخل ہوتی جاوے پس برابر یہی ہوتا جاتا ہے تو کیا یہ کافر لوگ عبرت نہین پاتے کہ ہم نے سچ وعدہ دیا اپنے رسول و مومنون کو کہ اسلام ظاہر ہوگا ولو کرہ المشرکون اگرچہ مشرک پڑے بُرا مانا کرین شیخ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے لکھا کہ یہ تفسیر ایک جماعت مفسرین سے مروی ہو اور بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی قول پر اکتفا کیا اور یہی واحدی و رازی وغیرہم نے اختیار کیا اور دیگر اقوال کو بطور اشارہ قرار دینا ممکن ہے پس اشارہ اس مین یہ ہے کہ زمین کو اشراف بندون اور نیکون سے خالی اور خراب فرما کر اپنے وقت پر قیامت سے تہ و بالا فرما دیگا چنانچہ ابن عباس رضہ نے کہا کہ ننقصہا من اطرافہا زمین کو اُسکے اطراف سے ناقص کرنا علما و فقہا و نیک بندون کی موت دینے سے ہے۔ مجاہد رحہ سے اسی کے مانند مروی ہے قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اطراف یعنے اشراف ہوا اور لغت عرب مین مرد کریم کو الطرف بولتے ہین جیسا کہ ابن الاعرابی نے نقل فرمایا ہے۔ اور قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ قول تفسیر ہونا بعید ہو کیونکہ آیت کریمہ سے تو یہ مقصود ہو کہ ہم کافرون کو انکے امر مین نقصان دکھلاتے جاتے ہین اور کچھ اُنکے بتون سے نہین ہو سکتا تا کہ انکو شرک کے باطل ہونے کا یقین ہو اور جان جاوین کہ فی الفور عذاب نہ آنا اور زمین تاخیر بہ ناکسی عاجزی کی وجہ سے نہین ہو۔ اور ابن عباس و مجاہد و عکرمہ و شعبی و عطاء و ایک جماعت سے مروی ہو کہ یعنے ہم زمین کو خراب و اُسکے لوگون کو ہلاک کرتے ہین پس خوف نہین کرتے کہ انکے ساتھ یہی کیا جاوے۔ اور یہ مانند قول تعالے ولقد اہلکنا ما حولکم من القری الآیہ ہو اور یہی ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا لہذا قال ابن کثیر اور کہا کہ اول قول بہتر ہو یعنے مراد اس آیت سے مسلمین کا غالب ہونا مشرکین پر رفتہ رفتہ گانون گانون کر کے۔ اور دیگر معانی مانند علما کے موت دینے اور پیداوار کی کمی و برکات زائل کرنے وغیرہ کے تو آیت کی دلالت و اشارت ہے۔ اور مسلمین کا مشرکون پر غالب ہونا جس سے ائمین کے سرغنہ ہلاک ہون اور ذمی لوگ ذلت مین ہین یہ بھی ایک قسم کا دنیاوی عذاب ہے ولہذا قال تعالے۔ وَهُوَ سَرِيعُ الْحِسَابِ اور اللہ تعالے عزوجل سریع الحساب ہے یعنے اے محمد صلعم تجھ پر رسالت پہونچانا فرض تھا اور انکا حساب ہمپر ہے اور ہم نے جو انکو بحالت کفر عذاب کا وعدہ دیا پورا کرینگے اور تاخیر تو کفار لوگ خیال کرتے ہین حالانکہ اللہ تعالے عزوجل سریع الحساب ہو اور یہ انکی نفوس کا ایک مکر ہے جس مین وہ بسبب قہر الٰہی کے مبتلا اور اپنے نفوس کے مکر سے غافل ہین۔ وَقَدْ مَكَرَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ اور البتہ مکر کیا تھا انسے پہلے والون نے یعنے رسولون کی رسالت سے انکار کیا اور عذاب الٰہی پر خوف نہ لائے اور اپنے خیالات مین بتون وغیرہ کو سفارشی اور حق تعالے کو غافل جانا اور رسولون کو جھٹلایا اور انکو اپنے ارادون سے ایذا پہونچانی اور نکالنا چاہا جیسے نمرود نے حضرت ابراہیم ؑ سے اور فرعون نے حضرت موسی علیہ السلام سے اور یہودیون نے حضرت عیسے علیہ السلام سے۔ فَلِلَّهِ الْمَكْرُ جَمِيعًا یعنے اُنکے نفوس بدکار کی کچھ تاثیر نہین ہے بلکہ انکے افعال مکر کا نتیجہ وہ ہوتا ہے جو اللہ تعالے عزوجل چاہے اور حق تعالے عزوجل آخر کار اہل تقوے کو فتح و نصرت اطراف [illegible] دیا اور کافرون کو ہلاک و عذاب مین گرفتار کرتا ہے پس کافرون نے کیا چاہا اور اسکا کیا نتیجہ نکلا اسی واسطے فرمایا کہ مکر سب کا سب اللہ تعالے عزوجل کے اختیار مین ہے یعنی تاثیر کسی فعل کی ہو اُسی کے قبضہ مین ہو تو انکے مکر کا بد انجام انھین پر ہوا حالانکہ انکو شعور نہوا اور مکر کے یہی معنے ہین کہ ایسے طریقہ سے برائی پہونچانا کہ خبر نہو پس اللہ تعالے نے بدفعل کافرون کو جو رسولون کی نیک نصیحت کا بدلا اُنکے ساتھ برائی چاہتے تھے اپنی تاثیر سے الٹا ان کے حق مین کر دیا کیونکہ وہ علیم خبیر ہے۔ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ہر نفس جو کچھ کماتا ہے اسکو وہ جانتا ہے پس کافرون کے نفس نے نیکیون کی نیکی کے عوض اُن کے ساتھ بدی چاہی پس خالق علام الغیوب نے انکے فعل کا ایجاد کیا اور تاثیر یہ عطا فرمائی کہ کافر لوگ خود اپنے

Marfat.com

مگر مین ہلاک ہوئے۔ اور واضح ہو کہ جس شخص نے رسول وکتاب الٰہی سے انکار کیا اُسکے نفس نے رسول صلعم سے مکر کیا خواہ رسول زندہ ہو
یا نہ ہو اگر زندہ ہو اور اُسکے ساتھ جسمانی آزار دینا چاہا تو کافر جسمانی عذاب مین پڑا ورنہ اُنکی مہلت پاویگا کہ موت کا وقت مقدر آوے
اور یہ عنقریب ہے وقال تعالےٰ۔ وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ اور قریب وقت مین کفار جان جاوینگے کہ عقبےٰ کا
گھر دائمی راحت یہ قیاس کس کے لیے ہے۔ حدیث صحیح مین ہے کہ جب مشرکین نے بدر کے واقعہ مین عذاب اٹھایا اور قلیب مین اُنکے
مردے ڈالے گیے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُنکو خطاب کیا کہ ہم سے جو ہمارے رب نے وعدہ کیا تھا ہم نے پایا اور تمکو جو عذاب کا
وعید دیا تھا وہ تم نے پالیا۔ کما فی البخاری اور افسوس ہے کہ یہ اسوقت جاننا جب کچھ نہین ہوسکتا اور وہ عذاب برابر باقی رہیگا نعوذ باللہ
من عذاب القبر وعذاب الآخرۃ۔ حالانکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نصیحت وکتاب الٰہی کی تعلیم پر آدمی ذرا غور کرے تو یقین جانے
کہ عین فائدہ کے سوائے کچھ لگاؤ خود غرضی کا نہین ہے ولیکن محض انکار کرتے ہین اور یہ عذاب اٹھاتے ہین۔ وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا
لَسْتَ مُرْسَلًا اور کہتے ہین وہ لوگ جنھون نے کفر کیا کہ تو بھیجا ہوا رسول نہین ہے حالانکہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم جس شان وحال وتعلیم
توحید وعجائب آیات ودلائل صفات کے ساتھ مع معجزات وآیات بینات مبعوث ہوئے تھے اس مین کچھ بھی انکار کی مجال نہ تھی۔
قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيدًا کہدے کہ کافی ہے اللہ تعالےٰ عزوجل شاہد۔ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ میرے اور تمہارے درمیان
وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ اور وہ شخص جس کے پاس علم الکتاب ہے پس جو کوئی سابق کتب آسمانی مثل توریت وانجیل کا
علم رکھتا ہے وہ صاف گواہی دیگا کہ بیشک اللہ تعالےٰ کی توحید تمام پیغمبر لائے اور وہ یہی ہے جو محمد صلے اللہ علیہ وسلم تعلیم فرماتے ہین اور
نزول وحی وظہور رسالت یون ہی ہوتا ہے جیسے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوا اور انکا ذکر مع حلیہ وصفت کے اگلی کتابون مین موجود ہے
اور جندب رضی اللہ عنہ سے واقعہ شہادت عثمان رضی اللہ عنہ مین مروی ہے کہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ آئے اور قوم گمراہ سے
کہا کہ مین تم کو اللہ تعالےٰ عزوجل کی قسم دلاتا ہون کہ تم جانتے ہو کہ میرے حق مین یہ آیت اُتری ومن عندہ علم الکتاب۔ بولے کہ ہان قسم ہے
اللہ تعالےٰ جل شانہ کی الیٰ آخر القصہ۔ اور اس مین تامل کیا گیا کہ سورت مکیہ ہے اور عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ مدینہ مین اسلام
لائے ہین اور مترجم کہتا ہے کہ اسکے دو جواب ہوسکتے ہین اول آنکہ اللہ تعالےٰ جل شانہ نے مشرکین مکہ کو راہ بتلائی کہ علماے توریت و
انجیل سے نبوت سابقین اور صفات محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی شہادت لے لو جبکہ تم کو انکار ہے کہ آدمی رسول نہین ہوسکتا اور انہین عبداللہ
بن سلام داخل ہین۔ دوم یہ کہ یہ آیت مدنیہ ہے اور تفسیر اجزاب شیخ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ولیکن مین اُنکی پوری تفسیر وآخر مین جو لب
نقل کرتا ہون۔ قال الحافظ۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ آیت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے حق مین نازل ہوئی۔ اور یہ قول غریب
ہے کیونکہ آیت مکیہ واسلام عبداللہ اول قدوم مدینہ مین ہوا ہے۔ اور اظہر وہ ہے جو عوفی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے
نقل کیا کہ یہ لوگ علماے یہود ونصاریٰ مین سے ہین اقول لفظ من عندہ۔ باعتبار لفظ کے مفرد وضمیر مفرد ہے اور باعتبار معنے کے
جمع ہے۔ اور قتادہ نے کہا کہ انھین مین سے عبداللہ بن سلام وسلمان فارسی وتمیم الداری ہین۔ سعید بن جبیر اس آیت کو حرف من سے
پڑھتے او عندہ کو مجرور یعنے اور اسی کے پاس سے ہے علم الکتاب۔ اقول اور اسیکو زجاج نے اختیار کیا کیونکہ اللہ تعالےٰ عزوجل نے اپنی شہادت پر اکتفا
کیا اور بیان فرمایا کہ اللہ تعالےٰ جلشانہ شاہد ہے کہ مین رسول ہون اور یہ علم الکتاب یعنی لوح محفوظ سے علم قرآن اسی کے پاس سے ہے یہی قراۃ مجاہد وحسن بصری
کی ہے اور لکھا کہ صحیح مَن موصولہ کی قراۃ پر معنے یہ ہین کہ تمام علماے توریت وانجیل کو شامل ہے جنکے پاس پرانی کتابون مین محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی صفت

Marfat.com

اگلے انبیاء کی بشارات سے موجود تھی کما فی قولہ الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندہم فی التوراۃ والانجیل الآیہ۔ و فی قولہ اولم یکن لہم آیۃ ان یعلمہ علماء بنی اسرائیل الآیہ یعنی کفار عرب کے لیے یہ نشانی کافی نہوئی کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو علماء بنی اسرائیل بیقین جانتے ہیں۔ اور لکھا کہ حدیث الاحبار میں عبد اللہ بن سلام سے روایت آئی ہے کہ عبد اللہ رضی اللہ عنہ قبل ہجرت کے مکہ میں ایمان لاچکے تھے چنانچہ دلائل النبوۃ میں جو جلیل الشان کتاب ہے امام حافظ ابو نعیم اصبہانی نے فرمایا ہے کہ حدثنا سلیمان بن احمد الطبرانی حدثنا عبدان بن احمد حدثنا محمد بن مصفی حدثنا الولید بن مسلم عن محمد بن حمزۃ بن یوسف بن عبد اللہ بن سلام عن ابیہ عن جدہ قال لاحبار الیہود انی اردت ان احدث بمسجد ابینا ابراہیم و اسمٰعیل عیداً الی آخرہ یعنے محمد بن حمزہ نے اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا یوسف سے جو عبد اللہ بن سلام کے بیٹے ہیں روایت کی کہ عبد اللہ بن سلام نے احبار یہود سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنے دادا حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کی مسجد یعنی خانہ کعبہ کی مسجد الحرام میں عید کرون پس مدینہ سے روانہ ہو کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس مکہ میں آئے دیکھا کہ لوگ حج سے واپس ہوئے ہیں اور حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو پایا کہ لوگ گھیرے ہوئے ہیں پس جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو دیکھا تو فرمایا کہ تو عبد اللہ بن سلام ہے کہا کہ میں نے عرض کیا کہ ہاں پس فرمایا کہ میرے قریب ہو پس قسم دلائی کہ اے عبد اللہ سچ کہہ کیا تو مجھے توریت میں رسول اللہ نہیں پاتا ہے میں نے عرض کیا کہ آپ ہمارے رب تبارک تعالے کی صفت فرمایئے تو کہنا چاہتے تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آکر کہا کہ سورۂ اخلاص پڑھ دے پس آپ نے قل ہو اللہ احد اللہ الصمد آخر تک پڑھی پس عبد اللہ بن سلام نے کہا کہ میں شہادت ادا کرتا ہون کہ لا الٰہ الا اللہ وانک رسول اللہ پھر عبد اللہ بن سلام مدینہ واپس آئے اور لوگون سے اپنا اسلام مخفی رکھا پھر جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ کو ہجرت کرکے تشریف لائے تو اسوقت میں اپنے ایک خرما کے درخت پر چڑھا ہوا تھا پس خوشی میں کود پڑا تو میری ماں بولی کہ اگر موسےٰ بن عمران ہوتا تو درخت پر سے تجھ سے نہ کودا جاتا میں نے کہا کہ ہاں واللہ مجھ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے آنے میں موسے بن عمران سے زیادہ خوشی ہے۔ قال الحافظ ہذا غریب جدا ف فی العرائس قولہ اولم یروا انا نأتی الارض الآیہ۔ ظاہری تفسیر اس آیت کی معروف ہے کہ بلاد کفر کو اسلام کے لیے فتح فرمایا اور اشارہ اس میں عجیب ہے کہ جب اللہ تعالےٰ عز و جل اپنے جلال سے کسی عارف بندہ کی زیارت چاہتا ہے تو ذات و صفات سے اسکے لیے تجلی فرماتا ہے اور آثار اس تجلی کی عظمت و کبریائی کی صفت سے زمین پر واقع ہوتے ہیں پس اسکی ہیبت و جلال سے زمین آپس میں سمٹ جاتی ہے یہان تک کہ رائی کے مثل ہو جاتی ہے اور یہ امر خلق سے پوشیدہ ہوتا ہے وقد قال تعالےٰ واشرقت الارض بنور ربہا کاش اگر مشتاقین اسکو دیکھتے تو فرحت سے اڑ جاتے۔ اور اس میں اشارہ ہے کہ اولیاء سے موت کم کرتے ہیں کیونکہ اولیاء روا و تاد اطراف ارض میں ہوتے ہیں جب کوئی مرا تو طرف میں نقص ہوا اور تو نہیں دیکھتا کہ حدیث میں آیا ہے کہ آخر زمانہ میں صاحب سنت موافق نہوگا مگر اطراف زمین میں اور ہر ایک کے لیے ہر روز ستر شہید کا ثواب ہوگا اور جب اللہ تعالےٰ عز و جل چاہے کہ زمین خراب کرے تو اولیاء کو اپنے پاس جگہ دیگا پھر پیچھے سب زمین والے ہلاک ہون کیونکہ انکی دعا و برکات سے اہل زمین عافیت میں رہتے ہیں اور یہ بسبب غیرت الٰہی تعالےٰ عز و جل کے ہے جسکا کوئی دفعیہ نہیں ہے واللہ یحکم لا معقب لحکمہ۔ محمد بن علی رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اہل ولایت کے جانے سے زمین خراب ہوگی پس متواتر اس پر مصیبتیں طاری ہون گی اور شیخ ابو عثمان نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالےٰ کے بندون کو نصیحت کرتے اور انکو اللہ تعالےٰ عز و جل کی بندگی پر آمادہ کرتے ہیں جب وہ سدھارینگے تو لوگ بھی مردہ ہو جاوینگے۔ شیخ ابو بکر شاشی رحمہ نے کہا کہ اللہ تعالےٰ آخر زمانہ میں رزق بہت دیگا مگر برکت اُن سے

ف وہ لوگ جو نبی امی کی پیروی کرتے ہیں وہ رسول کا ذکر توریت و انجیل میں پاتے ہیں ۱۲ صاحب مواہب یعنے سنت پر چلنے والا خاص اہل ایمان ۱۲

دور کردیگا۔ ابن عطار رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ احکام الٓہی اسکی مخلوقات پر جاری ہین خواہ کوئی خوش ہو یا ناراض ہو نفع کے ہون یا ضرر کے ہون۔ جو اُس نے حکم دیدیا اُس کا کوئی توڑنے والا نہین ہے اور جسکو اُس نے گمراہ کیا اُس کا کوئی ہادی نہین ہے اور اُستاد رحمہ اللہ علیہ نے کہا اہل اشارہ و اولیاء اس سے اہل معرفت کی موت سمجھتے ہین حتی کہ مستر شد آویگا اور کسی کو نہ پاویگا جو اسکو راہ بتلاوے قولہ تعالے فللہ المکر جمیعا۔ ہر ایک مکر اپنی حدتک منتہی بلا اثر ہے اور اوتعالے ہر نفس کی تدبیر پر قائم ہے پس وہی ہوتا جو وہ چاہے باقی سب ساقط ہے اور ہر قوم کا مکر ہے پس مریدین کے لیے اعمال طاعات کو مزین کیا جس سے انکو سرور ہے اور یہ مکر ہے اور محبین اپنی وجدین مسرور اور مکور ہین کہ آگے نہین بڑھتے اور عارفین کے ساتھ مکر یہ ہے کہ جو پایا اسپر قانع ہوئے اور گمان کیا کہ آگے نہین ہم واصل ہوگئے اور موحدین کا مکر یہ ہے کہ انکو دریاے بقا مین غرق کردیا اور ابدی مشاہدہ مین کبھی انپر فنا نہین جو بحرت ہوا اور جو کوئی دریاے بحرت مین غرق ہوا تو رجوع بقا رسے پاس ہے اور سب اُس کے مکر مین ہین حیلہ جوئی کرتے ہین کہ اس سے نکل جاوین مگر بغیر اس کے مکر کے نہین نکل سکتے ہین۔ شیخ حسین رح نے کہا کہ حق تعالے عزوجل کے مکر سے واضح تر کوئی مکر نہین ہے کیونکہ بندے وہم مین ڈالے گیے کہ ہم کو کسی حال مین اس کی طرف راہ ہے اور حدوث کو قدم کے ساتھ اقتران ہے حالانکہ حق تعالے عزوجل تمام مخلوق سے بائن ہے اور اسکی صفات بالکل پاک ہین اگر مخلوق نے یاد کیا تو اپنی ذات کے لیے اور اگر شکر کیا تو اپنی ذات کے لیے اور اگر اطاعت کی تو اپنی نجات کے لیے اس سے حق عزوجل پاک ہے کیونکہ وہ غنی قہار ہے۔ ابن عطار رحمہ اللہ علیہ نے کہا کہ حقیقی مکر وہ ہے جو حق تعالے عزوجل چاہتا ہے وہی ہوتا ہے قولہ تعالے قل کفی باللہ شہیدا بینی وبینکم الآیہ۔ اسمین ایک عجیب اشارہ ہے کہ اگر کوئی شاہد طلب کرنے تو دیکھو کہ مین مظہر جمال الحق عزوجل ہون پس مین حقیقت سے نظر کرو تو جمال وجلال حق سبحانہ تعالے دیکھو اور نیز اُسکے شاہد اولیاء وصدیقین ہین جنکو علم ذات وصفات کشوف ہوا اور تصدیق اسکی اشارہ قولہ علیہ السلام من رآنی رأى الحق ومن عرفني عرف الحق جس نے مجھے دیکھا حق دیکھا اور جس نے مجھے پہچانا حق پہچانا نیز کلام کتاب مین اشارات اور حروف متشابہ مین آیات مین جس نے انکا علم پایا اُس نے وقائق اسرار ملکوت وجبروت کو پایا اور جس نے فہم خطاب کو پایا اور بلاواسطہ براہ کشف والہام پایا تو محقق ہوا اور رسول سفیر حق بخلق ہے اُس کی زبان عموم عجائب علوم الٓہیہ ہے اور زبان خصوص توحید ومعرفت ہے اور خصوص الخصوص کی زبان صفات وغیب الغیب کا بیان ہے اور اولیاء اُسکی آیت ہین وقال علیہ السلام ان فی امتی متکلمین محدثین وان عمر منہم۔ اور اس کی زبان عموم علم مقامات مین صدق واخلاص وفرق الہام ووسواس وریاضات ومجاہدات وعلاجات بیان کرتی ہے۔ اور وہ زبان حق ہے کیونکہ حق کا تکلم اُسی سے ہے اور سہل رحمہ اللہ علیہ نے کہا کہ علم الکتاب عزیز اور اُسپر عمل زیادہ عزیز ہے اخلاص عزیز اور اسپر عمل اعز ہے اور مشاہدہ عزیز اور اسپر موافقت اعز ہے اور انس عزیز اور آداب انس اعز ہین فافہم مترجم کہتا ہے کہ کشف مین لکھا اس سورہ رعد کا مدار یہ ہے کہ کتاب مجید حق ہے اور اسمین کچھ نصائح ومکارم اخلاق وعلوم صفات کا بیان ہے اُس سے آدمی کو دنیا وآخرت کی زندگی بھلائی کے ساتھ حاصل ہے اور سعید وہ ہے جس نے اُسی کو مضبوط پکڑا اور شقی وہ ہے جس نے اس سے اعراض کیا اور استقامت اصل ہے اور موت تک حد ہے اور دنیا ایک محل امتحان درمیان زندگانی لقاء کے ہے جس نے یہان جہل کیا وہ مردہ عذاب مین گمراہ ہے اور جس نے یہان زندگی پائی وہ زندہ جاوید ہے خفاجی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ الٓہی ہم کو بھی ایسا کردے کہ ہم تیری ہی کتاب سے تمسک کرین اور اسی کی ہدایت پر چلین کہ گمراہ نہون مترجم کہتا ہے کہ اس سورہ مین ہر مقام پر بے انتہا علوم خزانہ غیب سے عجائب زبان کی پینچ کو رہین اور جو کچھ بیان ہوا

وہ سمندر میں سے ایک قطرہ ہے اور اولیاء الٰہی ومفسرین صالحین کیونکر زبان سے ادا کریں جبکہ ہم عوام لوگ ظاہری علوم کے فہم سے عاری ہیں
اللہم اجعلنا من عبادک المؤمنین وصلے اللہ تعالیٰ علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

سُوْرَةُ اِبْرٰهِيْمَ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ اثْنَتَانِ وَخَمْسُوْنَ اٰيَةً

شیخ مفسر سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ سورہ مکیہ ہے باستثناء قولہ الم تر الی الذین بدلوا نعمۃ اللہ کفرا دو آیت تک۔ اور اس کی آیات کا شمار پچاس پر ایک یا دو چار یا پانچ زائد ہے۔ اور بیضاوی رح نے صرف ا۵۲ ذکر فرمائی ہیں اور مکیہ ہونا بیضاوی وسراج وابن کثیر وغیرہ سب میں مذکور ہے اور یہی ابن عباس وزبیر وجابر بن زید وقتادہ وعکرمہ وحسن وغیرہم سے مروی ہے اور بعض نے بجائے دو آیت کے تین آیات کو مستثنیٰ لکھا ہے جو مشرکین قتال کرنے والوں کے حق میں ہیں اور صحیح یہ ہے کہ یہ شمار آیات میں فرق ہے ورنہ الم تر الی الذین سے فان مصیرکم الی النار تک استثناء ہے اور ابن عباس سے یہ بھی روایت ہے کہ سورہ مکیہ ہے سوائے دو آیت کے جو مشرکین کے مقتولین بدر کے حق میں نازل ہوئیں اور میں کہتا ہوں کہ اس میں کچھ اختلاف نہیں ہوا بلکہ وہی آیات ہیں جو اول مستثنیٰ ہوئیں اور سراج میں کہا کہ باون ۵۲ آیات ہیں اور کلمات آٹھ سو اکتیس ۸۳۱ ہیں اور حروف تین ہزار چار سو چونتیس ہیں۔ اور مترجم نے بارہا لکھدیا کہ آیات اگرچہ توقیفی ہیں لیکن مقصود بالذات نہیں کما تقدم فی اول البقرۃ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓرٰ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ

یہ کتاب ہم نے اتاری تیری طرف تاکہ تو باہر لاوے لوگوں کو گمراہیوں سے طرف نور کے بحکم ان کے

رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۙ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا

پروردگار کے اس راہ پر جو راہ ہو سب پر غالب قابو والے تعریف والے کی وہ اللہ کہ جس کا ہے وہ سب جو آسمانوں میں ہے اور جو

فِي الْاَرْضِ ۭ وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدِ ۙ الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ

زمین میں ہو اور بڑا عذاب پھٹکار کا منکروں کے لیے ہے سخت عذاب سے جو لوگ کہ دل سے چاہتے ہیں

الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۭ

زندگانی دنیا کو آخرت پر اور روکتے ہیں اللہ تعالیٰ کی راہ سے اور ڈھونڈھتے ہیں اسکو ٹیڑھا

اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ۝

ایسے ہی لوگ پڑے ہیں دور کی گمراہی میں

الٓر سابق میں سورۂ بقرہ وغیرہ میں ان حروف مقطعات متشابہات میں مفصل کلام ہو چکا اور یہاں بھی شیخ مفسر سیوطی رح نے فرمایا کہ اس کی مراد سے اللہ تعالیٰ عزوجل ہی واقف ہے۔ اور مترجم کہتا ہے کہ شیخ مفسر کا مقصود یہ ہے کہ انجام کو جو ظہور ہوگا وہ

Marfat.com

علم مین منحصر ہے جیسے قبر کا عذاب معلوم مگر تحقیق اس کی اس کافر پر ہے جو مر کر اس عذاب مین مبتلا ہوا نعوذ باللہ من عذاب القبر و عذاب النار پس جن علمار نے مانند شیخ ولی اللہ دہلوی اور متقدمین کے بیان کیا کہ علماے راسخین کو اسکا علم ہوتا ہی صحیح ہی دلیکن حقیقت و ما یؤول الیہ الامر فقط علم الٰہی مین ہے اور حاصل یہ ہے کہ اسکے معنے دو طرح ہین اول ما یؤول الیہ الامر پس بالاجماع سب کے نزدیک یہ متشابہ ہے اور دوم اسکا علم تو یہ علمار راسخین کو حاصل ہوتا ہے اور دوسرون کے فہم مین نہین آسکتا ہی فافہم۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اس جسم مین روح کے ساتھ تاریک پردون کے حسن صنعت و کمال قدرت سے پیدا کر دیا اور وے مردہ اندھے کی طرح ہین اور انپر رسول بھیجے اور کتاب نازل فرمائی جنھون نے راہ بتلائی پس جو اس راہ معرفت پر چلے اور کجی نہ اختیار کی ان سے تاریکیان دور ہو کر راہ کشادہ ہوئی اور آخر وے نہایت عیش و راحت و نعمت مین گئے اور جنھون نے نہ مانا انھون نے اپنے حق مین اور زیادہ وبال اُٹھایا اور عذاب شدید مین پڑے پس اب کلام الٰہی پر دل سے متوجہ ہو فرمایا۔ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ یہ قرآن پاک ایک عظیم الشان کتاب ہے جو ہم نے اے محمد تجھپر نازل فرمائی۔ لِتُخْرِجَ النَّاسَ تاکہ تو باہر لاوے لوگون کو مِنَ الظُّلُمٰتِ تاریکیون سے ہر طرح کی جہالت و طرح طرح کے کفر و شرک و بدعات سے۔ اِلَى النُّوْرِ طرف ایک راہ نور کے وہ صراط مستقیم ہے۔ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ باہر لانا اُن کے رب کے اذن و حکم سے ہوگا حتے کہ جن لوگون کے بدنصیب مین نور نہین ہے وہ پروردگار کی طرف رجوع نہ لاوینگے ہر چند کہ تو اُن کو سب طرح کوشش سے بلادے۔ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ وہ راہ نور و صراط مستقیم یہ راہ رب عزیز کی ہے جو سب مخلوق پر قاہر و غالب ہے جسکی ہدایت کے بغیر کچھ نہین ہو سکتا۔ الْحَمِيْدِ وہ رب حمید ہی کہ ہر طرح اسی کی تعریف ہے جو وہ کرتا ہے اور جسطرح اُس نے مخلوق کو پیدا کیا سب اُسی کی تعریف ہے کوئی چیز اُسکے قبضۂ قدرت سے باہر نہین ہے۔ اسمین علوم و فوائد مین اول آنکہ تمام مخلوقات تاریکیون کے پردہ مین ہے اور حق تعالے عز و جل کا نور ظاہر ہے حتے کہ جب اپنے مخلوق سے یہ حجاب دور کیے تو وے نور کے پردے مین ہوتے ہین اور وہ صراط مستقیم ہے اور بعضے کافر یہ گمان کرتے ہین کہ نعوذ باللہ اللہ تعالےٰ پردہ نور مین ہے اور یہ کفر و جہالت ہے کیونکہ نور وغیرہ کوئی مخلوق اُسکو نہین پردہ کر سکتی ہی بلکہ پردہ مخلوق پر ہے اور حدیث صحیح مین آیا کہ حجابہ النور الحدیث تو اُسکے یہی معنے ہین کہ مخلوق پر نور کے حجاب ہین اور یہ خالص مومنون پر ہے اور کافرون پر بکثرت تاریکی کے پردے ہین اور امام بیہقی رحمۃ اللہ تعالےٰ نے حدیث دیدار مین ذکر فرمایا کہ فیکشف الحجاب کے یہی معنے ہین کہ انکی نظرون سے حجاب دور فرمادیگا ورنہ حق سبحانہ تعالےٰ ظاہر ہے وقد قال تعالےٰ اللہ نور السموات والارض۔ اور طبرانی کی حدیث مین ہے کہ اللہ تعالےٰ عز و جل کے ستر ہزار حجاب نور کے ہین۔ رازی رحمہ اللہ تعالےٰ نے کبیر مین کہا کہ النور فقط راہ مستقیم واحد ہی اور الظلمات باطل راہین ہین اور دلیل صریح ہے کہ سواے راہ مستقیم کے کفر کی راہین بہت کثرت سے ہین۔ اور بعض علمار نے اس عجیب صنعت آلٰہیہ مین کہا کہ صراط مستقیم کی انتہا جنت مین ہے اور وہ محل نور رضوان الٰہی ہے اور ظلمات کی راہین سب کی انتہا دوزخ مین ہے اور دنیا مین دونون کے آثار ہین پس راہ نور کے آثار مین سے صدق یقین و ایمان برب تعالےٰ عز و جل و اتباع طریقۂ سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی خوشی اور نیک چال چلن جسکو حق سبحانہ تعالےٰ عز و جل نے پسند فرمایا ہے اور جہنمیون کے آثار مین سے ہی کہ اللہ تعالےٰ عز و جل و رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے انکار یا شک اور دنیا کی رغبت و اپنی خواہش اور اپنی رائے کی پیروی اور آخرت سے بے رغبتی و بداعمالیان نعوذ باللہ من ذلک اور آیت مین بیان ہی کہ قرآن مجید ہدایت اس راہ نور کی ہی جو کوئی قرآن مجید پر

Marfat.com

عمل کرے یہ راہ پاوے جو صراط العزیز الحمید ہے اللّٰہِ الَّذِیْ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ یعنے عزیز حمید جس کی عزت وقہاری کی عظمت اور حمید جسکی محبت ورحمت کے جوش سے راہ ایمان نور درمیان خوف وامید کے ہے یہ عزیز حمید وہی اللہ ہے کہ اسی کا ہی سب جو کچھ آسمانون مین ہے تمام مخلوقات سماوی سب اسی کے خلق وملک وعبید ہین۔ وَمَا فِی الْاَرْضِ اور یون ہی سب جو کچھ زمین مین ہے اسی کی مخلوق ومملوک وعبید ہین۔ ان مین جسطرح چاہے تصرف کرے کسی کو یہ مجال نہین کہ اُس سے سوال کرے وہی قادر مختار ہے اور صراط کو اپنی جانب اضافت فرمانے مین بقول بیضاوی رحمہ اللہ تعالے تنبیہ ہے کہ اس راہ سے مقصود ومطلوب وہی رب تبارک وتعالے ہے جسکی عزت وعظمت سے بندہ ڈرتا ہے اور اُسکے وصف جمیل سے فضل کے ساتھ محبت مین رہے اور تنبیہ ہے کہ اس راہ کو وہی پاک پروردگار بندہ پر ظاہر فرماتا ہے اور عزیز کے وصف سے اشارہ ہے کہ جو بندہ اس راہ پر ہو اُسکو اللہ تعالے عزوجل ذلیل نہین فرماتا اور حمید سے اشارہ ہے کہ جو بندہ اپنے رب تعالے سے اس راہ کی درخواست کرے اُس کو وہ حمید مجید محروم نہین فرماتا۔ وَوَیْلٌ لِّلْکٰفِرِیْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِیْدٍ اور بربادی ہے اُن مخلوقات کی جنھون نے انکار کیا سخت عذاب کے ساتھ یعنے آدمی اور جن مین سے جنھون نے اس کتاب سے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے انکار کیا اور تاریکیون سے بجانب راہ نور کے نہ نکلے انکی سخت عذاب سے بربادی ہے۔ حدیث ترمذی مین ہو کہ ویل ایک وادی ہے جہنم مین جسکے غار کے اندر کافر ستر خریف تک چلا جاویگا بترجم کہتا ہو ایک خریف کی تعداد بعض نے کہا کہ سو برس اور بعض نے کم وبیش واللہ اعلم عند اللہ تعالے۔ اور سنن وفضائل القرآن کے آثار وبعض احادیث مین ہو کہ الویل کل الویل لمن اعرض عنہ بربادی پوری خواری عذاب کی اُس شخص کے حق مین ہے جس نے قرآن پاک سے منہ موڑا اور یہان معنے اول ظاہر ہین۔ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ویل دراصل مصدر ہے اور یہان مفعول مطلق کے مقام پر ہو جس سے نصب ہوتا ولیکن بلاغت سے اسکو رفع ہوا تاکہ ہمیشگی سمجھی جاوے یعنی جملہ اسمیہ کر دیا گیا تو سمجھا گیا کہ یہ ویل ان کافرون کے لیے دائمی ہے۔ سراج مین کہا کہ ویل اس مقام پر بمنزلہ بد دعا کے ہے جیسے مومنون کے حق مین سلام علیکم بما صبرتم الآیہ ف۔ اول آنکہ قولہ صراط العزیز الحمید اللہ الذی یہان قراۃ اللہ مین نافع وابن عامر کی قراۃ پیش کے ساتھ ہے یعنے اللہ ہو الخالق الذی الخ اور باقیون کی قراۃ مین العزیز الحمید کا عطف بیان ہو کیونکہ اللہ بمنزلہ علم کے ہو یعنے معبود برحق کا گویا خاص نام ہو کذا قال البیضاوی سراج مین کہا کہ محققین کی ایک جماعت کا یہی قول ہو اور ایک قوم کے نزدیک الٰہ سے مشتق ہو۔ رازی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ ہمارے نزدیک قول اول اصح ہو کیونکہ امت کا اجماع ہو کہ لا الٰہ الا اللہ سے توحید ہو تو معلوم ہو گیا کہ اللہ بمعنے معبود مشہور نہین بلکہ بجائے علم کے ہو اور اللہ تعالے عزوجل نے فرمایا ہل تعلم لہ سمیا یعنی کیا تو اُسکے نام کا کوئی اور جانتا ہو یعنے اللہ کسی اور کا نام نہین ہو۔ اعتراض ہوا کہ پھر دوسری قراۃ کیونکر عمدہ ہوگی کیونکہ پہلے صفات پھر علم آیا تو جواب یہ کہ اسمین خوبی وہی ہو جو تفسیر کے اشارہ مین بیان ہوئی۔ دوم فائدہ یہ کہ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس آیت سے معلوم ہوگیا کہ بندون کے افعال پیدا کرنے والا بھی اللہ تعالے ہو دلیل یہ کہ لہ ما فی السموات وما فی الارض سے اسی کا سب معلوم ہوا اور یہ حصر ہو کہ وہی مالک اور وہی خالق ہو اور وہی حاکم اور زمین کی جو چیزین ہین انمین بندون کے اعمال بھی ہین تو وہ بھی اُسی کے ہوئے اور معنے یہ کہ اُسی کے مقدور ہوئے تو اُسی کی قدرت سے پیدا ہوئے ورنہ لازم آویگا کہ اُسکی مقدور کو بندہ نے پیدا کیا اور یہ کفر ومحال ہو۔ واضح ہو کہ جو کوئی تاریکیون سے نور کی طرف آیا اُسکو اللہ تعالے جل شانہ بحکم قولہ فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ پاکیزہ زندگی سے زندہ رکھتا ہو یعنے برزق حلال واعمال صالحہ۔ کما روی عن ابن عباس وجماعۃ ولقناعت کذا روی عنہ رضی اللہ عنہ والحسن وجماعۃ۔ اور

Marfat.com

ابن عمر رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قد افلح من اسلم الحدیث یعنے بیشک فلاح پائی اُس نے جو
اسلام لایا اور اسکو بقدر کفاف رزق دیا گیا اور جو دیا اُسپر اسکو قناعت عطا فرمائی۔ رواہ احمد ومسلم والترمذی وابن ماجہ اور اسی کے
مانند فضالہ ابن عبید رضی اللہ عنہ سے ترمذی ونسائی نے روایت کی۔ اور واضح ہو کہ تاریکیون سے نور مین نکل آنا یہی ہدایت وایمان ہی
جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع سنت اور قرآن مجید پر آپ کی تعلیم کے موافق عمل کرنے سے حاصل ہوتا ہی اور اصل اس مین
یقین ہی جسکے ساتھ کچھ شک نہو اور ولی جو کمتر درجہ کا ہو یہی ہے جو ابتدائی پردۂ نور پر ہو اور انتہائی پردۂ نور قیامت مین رفع ہوگا واللہ تعالیٰ
اعلم اور کفار یا مشرکین ان تاریکیون سے باہر نہین ہوتے ولیکن بعضے قسم کے منافق ایسے تھے کہ کبھی اُنکو یقین آیا پھر مشکوک ہوگئے اور کہا کہ
اللہ تعالے عز وجل ہی جانے کہ کیا معاملہ ہی تو انھین کا حال قیامت کا حدیث صحیح مین آیا کہ کبھی نور اُنکے آگے چمکیگا کہ صراط پر چلینگے پھر
اندھیرا ہو جائیگا اور چونکہ وہ نور کی طرف نہ نکلا تو وہ کافر ہی رہا وہ ایمان سے خارج ہی اور رہے اور ون قسم کے کافر اُن کے ساتھ تاریکی
جہنم مین گرینگے اور وہان عذاب شدید ہی اور یہ لوگ واویلاہ اور واصیباہ کہینگے چنانچہ قولہ ویل للکفرین من عذاب شدید کی تفسیر مین
بعض نے ویل کے بھی نالہ واویلاہ کے معنے بیان کیے پھر اوتعالے نے اُن کی پہچان بیان فرمائی بقولہ الَّذِينَ يَسْتَحِبُّونَ
الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ ایسے لوگ ہین جو محبوب رکھتے ہین زندگانی دنیا کو آخرت پر یستحبون بمعنے یحبون ہی ولیکن استحباب کے
معنے مین طلب محبت ہی پس اس مین لطیف اشارہ ہی کہ جیسے ایمان والا بندہ اپنے رب تبارک وتعالے کے قرب جنت کی محبت پیدا ہونے کی
جستجو وکوشش اسطرح کرتا ہی کہ کسی عارف وولی کی صحبت ڈھونڈھتا اور دنیا کی برائیان سنتا ہی تاکہ اس سے دل پھرتا جاوے اور آخرت
کی محبت آتی جاوے اسی طرح کافر لوگ اُسکے برعکس کرتے ہین اور ایسے ایسے سامان ڈھونڈھتے اور ایسے لوگون کی ملاقات وباتین سُنتے
مین کوشش کرتے ہین جو سوائے دنیاوی زینت وعیش خوار کے آخرت سے منکر وجاہل ہین۔ اور جس شخص کے دل مین نفاق ہوتا ہی اگرچہ بظاہر
مسلمان ہو اُسکا بھی یہی حال ہوتا ہی کہ جب دنیا اور آخرت کا کام جمع ہوا تو وہ دنیا کو مقدم کرتا ہی اور مقدم کرنے سے یہ مراد ہی کہ مثلاً روزہ رکھنے کا
حکم دیا تو وہ نعیم آخرت ورضائے حق عز وجل کو ترک کرتا ہی اور دنیا کی غذائین کھاتا اور روزہ نہین رکھتا ہی پس سب قسم کے کافرون کی
بدخصلتون مین سے اول یہ کہ آخرت پر دنیا کو مقدم کرتے ہین حتی کہ بعضے آخرت سے بالکل منکر ہی ہوتے ہین اور بعضے اپنی رائے کیے موافق
کچھ سمجھ لیتے ہین جو باطل ہی اور بعضے شک مین ہوتے ہین تو آنکھون والا ان اندھون کی نسبت بالیقین یہ کہتا ہی کہ افسوس یہ مردود لوگ ہین
کہ آخرت کو نہین لیتے ہین بلکہ دنیا پر شیفتہ وفریفتہ ہین۔ اور دوسری بدخصلت بیان فرمائی بقولہ۔ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
اور روکتے ہین اللہ تعالے عز وجل کی راہ سے پس بعضے تو کفر وشرک کے خیالات واہی راہین عام طور پر بیان کرتے ہین جس سے عوام جو
بدبخت ہے اُن کے ساتھ ہو جاتا ہے اور بعضے قارون کے مثل اور فرعون کی وضع بنا کر لوگون کو دنیا کا بندہ بناتے ہین اور بعضے دوسرون
سے اپنی پیروی لیتے ہین اور بہت ایسے ہین کہ جھوٹی راہ وباطل اعتقاد کی طرف بلاتے بعد دنیاوی لالچ دیتے ہین جیسے نصرانی پادری وغیرہ
اور بعضے کچھ شیطانی کرشمہ دکھلا کر عوام کو اپنے اعتقاد مین لاتے ہین اور کرامت والے پیر مشہور ہو کر خلق کو راہ راست وطریقہ
شریعت وسنت سے روکتے خود گمراہ اور دوسرون کو گمراہ کرتے ہین۔ حدیث مین ہی کہ آخر زمانہ مین لوگ ہونگے کہ ایسی حدیثین وباتین
لاوینگے جنکو نہ تم نے سُنا اور نہ تمہارے باپ دادون نے سُنا یعنے یہ لوگ جھوٹے دجال گمراہ کرنے والے ہونگے۔ اور تیسری بدخصلت
کافرون کی یہ ہی۔ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا اور چاہینگے راہ کو ٹیڑھا یعنے راہ حق کہ اپنی خواہشون وخواب مرادون اور غرضون کے موافق چاہینگے

Marfat.com

یہ خصلت نہایت درجہ کی گمراہی وجڑ ہے۔ پس بعضے تو اپنی خوشی دنیا بخش نفس کے فریب مین اپنی رائے کے موافق بت پرستی اور ہزارون قسم کے شرک جیسے تیسری تاریخ کے چاند سے رنج پہونچتا ہے اور چھینک دینا کھوٹ ہے اور بلی کا راستہ کاٹنا اور مانند انکے بکثرت باطل خیالات کو راہ بنانا چاہتے ہین اور بعضے تمام قدرت آلہیہ ومخلوقات کی صنعت کو اپنے حواس مین محصور جانتے ہین اور انبیاء کے معجزات وشیطان کے وجود اور آسمان وغیرہ سے انکار کرتے ہین اور جسقدر انکے حواس مین آوے اور جو انکی رائے قائم ہو اسی کو راہ بناتے اور ٹیڑھی راہ کو چاہتے ہین کہ یہی راہ مستقیم ٹھہراوین اور بعضے حضرت عیسے علیہ السلام وحضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان مین اپنے خیالات قائم کرکے راہ مستقیم کو ان خیالات پر مطابق یعنی بالکل کج وبیراہ چاہتے ہین اور بعضے اپنی خود غرضیون ودنیاوی خواہشین کے لیے شرک وبدعت وتقلید وغیر مقلدی وجدال وقتال وکفر وطعن ولعن کو راہ اسلام بناتے ہین۔ ایسی صورتین راہ حق کو ٹیڑھا خواہش کرنے مین داخل ہین اور خلاصہ اسکا یہ نکلا کہ نفس کے ظاہر فریب یا خفیہ مکروہ ہائے تاریک کا اتباع کرکے راہ مستقیم اُسی کو چاہتے ہین اور اگر اسلام پر ہوتے تو راہ الٰہی جو قرآن پاک کے موافق حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائی اسکا اپنے نفس کو مطیع وتبع بناتے اور حدیث صحیح مین ہے لا یومن احدکم حتے یکون ہواہ تبعا لما جئت بہ۔ رواہ البخاری وغیرہ والحاصل یعنے تم مین کوئی ایمان والا نہوگا یہانتک کہ اُسکی خواہش تابع ہوجاوے اُسکے جو مین لایا ہون پس مومن کی تو یہ پاکیزہ شان ہے کہ تمام تاریکیون کے ہر طرف ہجوم اور اندھیرے جہان مثل اندھے کے وہ ہر طرف جہنم کے بکثرت غارون مین پھنسا تھا کہ ذرا اگر قدم بیراہ پڑا اور وہ جہنم مین گرا تو عین فضل وہدایت الٰہی جل شانہ سے اُس نے حضرت ہادی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نور کلام سے ہوشیار ہوکر آپ کے پیچھے پیچھے سیدھی راہ سے وہ مقام نور مین آگیا جہان آفتاب ایک ذرہ ہے اور اب روز بروز بلکہ ہر وقت نیکی کے اعمال سے اسکو عروج ہوا اور نورانی حجاب مین سیر کرتا چلا جاتا ہے اور وہ اپنے نفس کو پہچان گیا کہ تاریکی مین کسطرح بندھا ہوا تھا جسکی خوشی دین بلکہ زیادہ بدتر جگہ جانے کی تھی اور کچھ اسکو نہ سوجھتا تھا پس بالکل اُس نے اپنے نفس سے منھ موڑا اور مردانہ ہمت سے اُس نے نفس کو بلا حجت وبغیر اجازت گفتگو کے ایک آواز سے کہدیا کہ کتاب الٰہی تعالیٰ وسنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر مطیع رہے اور رہے کافر لوگ جنکی ہزارون قسمین ہین وے سب اُسکے برعکس ہین کہ انھون نے شیطان کو پیشوا بنایا اور بے تکلف اکو دتے اُچھلتے ہر طرف جہنم مین گرتے ہین اور جسقدر نفس وشیطان کی پیروی اور قرآن پاک کا انکار زیادہ اسیقدر تاریکی زیادہ ہوتی جاتی ہے اور نور سے نہایت دور پڑتے جاتے ہین چنانچہ حق تعالیٰ عزوجل نے فرمایا۔ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ یعنے ایسے لوگ کافر جنکی یہ خصلتین ہین بعید گمراہی مین ہین یعنے حق ونور سے بہت دور ہین۔ پس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعضے کافر جنمین اصل اصول وغیرہ جمع نہون تو قریب اول طبقہ دوزخ مین ہون ایسا ہی بعض مفسرین نے کہا ہے اور حق یہ ہے کہ کلام مین یہ دلالت نہین ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ جس آدمی مین یہ صفت ہو کہ حیات دنیا کا مستحب ہو یعنے نفس سے چاہے کہ مجھے تمام چیزون سے یہی زیادہ محبوب رہے اور راہ حق سے بازرہے اور باز رکھے اور اپنی خواہش کے موافق اُسکو ٹیڑھا چاہے جیسے اس زمانہ مین نیچر فرقہ دشمن اسلام ہے تو ایسا شخص حق سے بہت دور پڑا اس سے یہ امید مت کرو کہ ایسی حالت پر قائم ہوکر کبھی نور کی رونق وجھلکی پاویگا اور یہ قدرت قاہرہ آلہیہ ہے۔ ف فی العرائس قولہ تعالے الٓرٰ۔ الف لام را۔ الف مین تین حرف آل ف پس اول اشارہ الفت الٰہی بقلوب اولیا خود ہے اور لام ولایت ہے گویا وہ الیف برائے اولیا خود ہے اور را اشارہ برحمت سابقہ ازلیہ ہے جس سے انکو برگزیدہ فرمایا پس آرسے اشارہ فرمایا کہ مین نے ازلی رحمت سے اپنے اولیاء کو مختار فرمایا کہ تجھے انھین کا سردار بنایا ہے انھین کو تیری محبت اور وحی کتاب سے مقصود ہین قولہ کتاب انزلناہ الیک۔ اس سے تیری فضیلت اور تجھپر فدا ہونے والے میرے اولیاء کی فضیلت ہے جو مقصود

Marfat.com

ہین قولہ لتخرج الناس من الظلمات الی النور۔ یہ اخراج باذن ربہم ہے پس قلوب مین تروتازگی وپیدا وار فہم وعقل اسی اختیار کا ظہور ہے اقول حدیث صحیح کی دعا مین ہے کہ اے رب قرآن کو میرے قلب کی ربیع فراوے۔ اور امثال ونصوص واشارات جابجا سابق مین مذکور ہوئے ہین قال الشیخ یعنے طبیعت کی تاریکیون سے تبعیت کے انوار مین لاوے اور حاصل یہ کہ سوائے نفس نفیس حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے دیگر نفوس ایک خاص صنعت آلیہ سے برعکس میل کرتے ہین پس اتباع حق بے خلاف نفس وطبیعت ہوتا ہے اور وہی راہ نور ہے اسی واسطے جو لوگ نفس وطبیعت کی پیروی کرتے ہین وہ برعکس راہ چلتے ہین اور ہردم دوری زیادہ ہوتی جاتی ہے نعوذ باللہ من الضلال اور لکھا کہ یہ اخراج بہت سی حالات کو شامل ہے مثلاً نفس کی پیروی سے اتباع کے نور مین لاوے اور گمان ووہم کی پابندی سے نور یقین مین اور حالت مردگی سے بحالت زندگی۔ اور تاریکیہائے نفس امارہ سے بنور مشاہدہ اور تاریکی جحد سے بنور مکاشفہ ودیدار اغیار سے بدیدار نور توحید لاوے۔ امام جعفر نے کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اس نور کتاب سے مخصوص فرمایا اور تمام مخلوق کے واسطے عہد کردیا کہ اگلی اُمتون کا بیان اور اس امت کی نجات ہے کہ ظلمات کفر وبدعت سے نکلکر راہ سنت پر آوین اور اُستاد رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ جہالت سے نور علم مین لاوے اور قولہ باذن ربہم۔ سے بیان فرمایا کہ یہ فعل منوط باسباب نہین ہے بلکہ فقط قدرت واختیار آلہی عزوجل ہے وقولہ الی صراط العزیز الحمید۔ یہ راہ طریقہ عبودیت ہے کہ ہر ایک بندہ برگزیدہ کے لیے اسکی مقدار کے موافق ربوبیت کی معرفت کے لیے ازلی مشیت مین جاری ہوا پس اسمین بندہ کی مقدار ہے نہ قدر حق عزوجل کیونکہ وہ تعالے پاک برتر ہے کہ حقایق قدم کو حوادث مخلوق مطالعہ کرے وہ عزیز ہے اور اپنے افعال وصفات مین محمود ہے اسی سے ابتدا ہے اور اُسی کی طرف مرجع ہر ماضی ومستقبل وحاضر کا ہے تمام ملک وملکوت اُسی کے قبضہ وتصرف مین ہے قال تعالے اللہ الذی لہ ما فے السموات الآیہ۔ ولیا رصادق الایمان کے واسطے اشارت ہے کہ سب آسمان وزمین میرا ہے جو کچھ چاہو مجھی سے طلب کرو نہ دوسرے سے اور جو مجھے چاہے وہ دوسری چیز طلب نہ کریگا واسطی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ تمام خلق عالم جو کچھ ہے اسی کا ہے جسنے خلق مین سے کچھ چاہا تو اپنی کرامت سے کمتر خلق کی جستجو مین ہے اور جسنے وحدہ لا آلہ الا اللہ خالق عزوجل کو طلب کیا تو وہ تمام خلق اُسکے واسطے مسخر فرماتا ہے۔ پھر حق تعالے عزوجل نے کافرون کا حال بیان فرمایا یعنے رحمت اور قہر وصفات پاک کا ظہور دو قسم مین ہے اول اولیا مومنین طالب فنا روآخرت پس انکا حال بیان فرمادیا اور دوم اعدا مقہورین کافرین پس اُنکو بیان فرمایا بقولہ الذین یستحبون الحیوۃ الدنیا علے الآخرۃ۔ اسمین اشارات ہے کہ ریاکار مشرکین جو بظاہر لباس ایمان کے پردہ مین دنیا کی دولت وعزت وحرمت چاہتے ہین وہی خود گمراہ اور ایسے مرید ہونے والون محبتون کو گمراہ کرتے ہین۔ اولئک فی ضلال بعید یعنی قہر کی تاریکی مین گرفتار ہین اس سے کبھی نہین نکل سکتے ہین اور شیخ ابو علی جوزجانی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ جسنے دنیا کو محبوب کرلیا اسپر راہ آخرت مسدود اور وہ اسکی راہ سے محروم کیا جاتا ہے اور جس نے آخرت ہی طلب کی اور اُسی کو اپنا مقصود ٹھہرایا تو وہ اپنی نجات کی طلب سے محروم کیا جاتا ہے اور جس نے راہ نجات کو طلب کیا تو وہ فضل تک پہونچنے سے محروم کیا جاتا ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ دقیق اشارہ نہایت قدر کے قابل ہے اللہم اہدنی واغنی بہا وانت المطلوب انت ارحم الراحمین۔ پھر چونکہ عرب والے رسول کو کوئی فرشتہ اور کتاب کوئی غیر معروف زبان اور رسول کے لیے دنیا بھر کا مال وعیش اور ہدایت ومعجزات رسول کے اختیار مین جانتے تو فرمایا

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ؕ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَ

اور نہین بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اسکی قوم کے زبان کے ساتھ تاکہ انکے لیے بیان کرے پھر گمراہ کرتا ہے اللہ تعالے جس شخص کو چاہے اور

Marfat.com

وَيَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ ط وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

ہدایت فرماتا ہے جسکو چاہے اور وہی سب قوت قدرت والا اور سب حکمت والا ہے

یعنی کتاب الٰہی اور وحی آسمانی رسول کی قوم کی زبان میں سنت الٰہی جاری رہی اور رسول فقط حکم بیان کرنے والا ہوتا ہے اور کسی مخلوق میں ہدایت پیدا کرنا یعنی تاریکیوں سے نور کی طرف نکل آنا یا منکر ہوکر اور زیادہ تاریکیوں کی طرف جانا اور کتاب جو نازل ہوئی اس سے فیض پانا تو یہ ایجاد و پیدا کرنا صرف اللہ تعالیٰ عزوجل کی قدرت میں ہے اور اسکی مشیت پر ہے اور یہ مشیت سراسر حکمت ہے جس سے مخلوق عالم نہیں ہوسکتا چنانچہ فرمایا وَمَآ اَرْسَلْنَا میں حرف مِنْ زائدہ تاکید نفی و استغراق کے لیئے رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ یعنی ہم نے کسی زمانہ میں کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اسکی قوم کی زبان میں۔ اس سے یہ ظاہر کردیا کہ کبھی اللہ تعالیٰ عزوجل نے آدمیوں کے لیے کوئی جن یا فرشتہ رسول نہیں کیا بلکہ ہمیشہ آدمی ہی رسول بھیجا اور یہ کہ رسول بھیجنا برابر ہمیشہ سے جاری ہے اور جو آدمی کہ ایلچی بنا یا وہ احکام الٰہی کو اپنی قوم کی زبان میں لایا اگرچہ اللہ تعالیٰ عزوجل کا کلام صفاتی حروف وغیرہ سے پاک ہے لیکن جو وحی و کلام نزولی کہ رسول لایا وہ اللہ تعالیٰ ہی کا کلام نزولی ہے حتیٰ کہ اس کا منکر کافر مردود ہے۔ مسئلہ قرآن مجید کی نسبت اگر کوئی شخص کہے کہ یہ آدمی کا کلام ہے تو کیا حکم ہے۔ جواب یہ کہ یہ شخص کافر ہے اور یہی حکم اس توریت کا جو حضرت موسےٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی اور انجیل کا ہے جو حضرت عیسےٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی ولیکن جو ترجمہ و تحریف شدہ اسوقت یہودیوں و نصرانیوں کے پاس ہے اسکا یہ حکم نہیں ہے اول تو بلاشبہ اصلی تحریف ظاہر ہوئی اور دوم اپنی رائے کے ساتھ اسکا ترجمہ کرکے قطعی محرف کردیا۔ اب رہا یہ فائدہ کہ اسکی قوم کی زبان میں کیوں بھیجا تو فرمایا لِيُبَيِّنَ لَهُمْ تاکہ قوم والوں کے لیے صاف واضح بیان کرے یعنی قوم اس سے اچھی طرح نصیحت حاصل کریں۔ مترجم کہتا ہے کہ اکثر مفسرین کو اس مقام پر اشکال نظر آیا اسطرح کہ قرآن پاک جب زبان عرب ہے بلکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی روایت میں بلغت قریش ہے تو آپ کی بعثت فقط قریش یا عرب کے واسطے ہوئی حالانکہ بالیقین آپ تمام مخلوقات آدمی بلکہ جن کے لیے مبعوث تھے پس اول میں یہ ثابت کرتا ہوں کہ آپ کی بعثت عام تھی پھر مفسرین کے جوابات اور تحقیق ذکر کرونگا انشاء اللہ تعالےٰ۔ بیان اول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے فرمایا قل یاایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔ کہدے اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کہ اے لوگو بیشک میں اللہ تعالےٰ جل شانہ کا بھیجا ہوا ہوں تمہاری طرف سب کی طرف پس جمیعاً سے قطعی تاکید کرکے یہ احتمال دور کردیا کہ شاید الناس سے مراد فقط عرب ہوں کیونکہ یہ معنی مجازی ہیں اور تاکید سے حقیقی معنے لینا قطعی ہوجاتا ہے جیساکہ بلاغت عرب میں بیان ہوا اور اس قاعدہ پر اجماع ہے۔ قولہ تعالےٰ وما ارسلناک الا کافۃ للناس یعنے نہیں بھیجا ہم نے تجھ کو مگر تمام سب لوگوں کے واسطے۔ دیکھو اس میں کافۃ سے نہایت سخت تاکید فرمائی کہ کوئی فرد بشر اس سے نہیں چھوٹا اور کلام کو بطریق حصر کے فرمایا کیونکہ یہی تمہاری رسالت ہے اور کسی طرح احتمال نہیں ہے اور آیات دیگر قطعیہ موجود ہیں جن میں ارشاد فرمایا کہ قرآن پاک تمام عالمین کے ذکر ہے کقولہ تعالےٰ ان ہو الا ذکر للعالمین۔ اور مانند اسکے شواہد و آیات بہت ہیں اور تحدی بقرآن جیسے آدمیوں کے ساتھ ہے ویسے ہی جن کے ساتھ ہے لقولہ تعالےٰ قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ہذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضہم لبعض ظہیرا۔ اور کثرت سے جنوں کو عدم ایمان پر ملامت فرمائی اور نصیبین کے جنوں کا ایمان منصوص ہے اور حدیث صحیح میں ہے کہ بعثت الی الاسود والاحمر میں کالوں و گوروں سب کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ اور جابر رضی اللہ عنہ سے صحیحین میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے پانچ چیزیں عطا ہوئیں جو کسی نبی کو نہیں عطا ہوئی تھیں ایک مہینہ کی راہ تک

Marfat.com

مین رعب سے فتح دیا گیا اور تمام زمین میرے لیے مسجد اور طہارت کی چیز کردی گئی اور غنائم جہاد میرے لیے حلال کر دیے گئے اور مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہ کیے گئے تھے اور مجھے شفاعت عطا کی گئی اور پہلے نبی فقط اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور مین تمام لوگون کی طرف بھیجا گیا۔ مترجم کہتا ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہرقل بادشاہ روم کو اور بادشاہ فارس وغیرہ کو خط لکھا اور ہدایت فرمائی چنانچہ حبشہ کا بادشاہ نجاشی صدق کے ساتھ ایمان لایا اور ہرقل نے تعظیم کے ساتھ کہلا بھیجا کہ حاضری سے معذور ہون اگر وہان ہوتا تو مین قدم دھو کر پیتا اور بادشاہ فارس نے خط چاک کر دیا اور قاصد کو جھڑکا چنانچہ جب قاصد نے آکر حال بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ مجوس اسی طرح پارہ پارہ کیے جاوینگے جیسے میرے خط کو چاک کیا چنانچہ اسی زمانہ مین ملک مین فساد ہوا اور تمام پارہ پارہ ہوئے یہان تک کہ اہل اسلام نے ایک عرصہ کے بعد ملک پر جہاد کر کے فتح کیا اور لوگون کو راہ اسلام کی ہدایت فرمائی۔ اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین وغیرہم اس بات پر متفق تھے ان مین کچھ بھی دوسرا قول نہ تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق کی طرف رسول ہین اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالے عز وجل نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو آسمان والون اور انبیا رسب پر فضیلت دی تو لوگون نے پوچھا پس فرمایا کہ آسمان والون کے حق مین کہا ہے ومن یقل منہم انی الٰہ من دونہ فذلک نجزیہ جہنم۔ اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے فرمایا۔ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر۔ پس آپ کے لیے پہلے سے برأت لکھدی۔ پھر لوگون نے پوچھا کہ انبیا پر فضیلت بھی اپنی زبان سے بیان کر دیجیے تو کہا کہ اللہ تعالے عز وجل فرماتا ہو وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ۔ ہر ایک پیغمبر کو اُسی کی قوم پر مخصوص رکھا اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے فرمایا۔ وما ارسلناک الا کافۃ للناس پس آپ کو تمام آدمیون و جنون کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔ بالجملہ یہ امر قطعی اجماعی ہو کہ آپ کی بعثت عام و رحمت تمام ہو۔ پھر مفسرین کو جو اشکال نظر آیا کہ قرآن پاک بزبان عربی ہونے سے آپ کی بعثت خاص لازم آتی ہو اور انھون نے جوابات ذکر کیے وہ یہ ہین کہ قوم سے مراد وہ لوگ ہین جنکو اُس نے راہ حق کی دعوت کی اور یہی جواب کو رازی و سراج وغیرہ مین اختیار کیا اور بیضاوی نے لکھا کہ قولہ الا بلسان قومہ یعنی اپنی قوم کی زبان مین جنمین سے وہ خود تھا اور انمین مبعوث ہوتا لیبین لہم۔ جو حکم دیا گیا اسکو انسے صاف بیان کر دے تاکہ آسانی و جلدی سے اسکو سمجھ کر سیکھ لیوین پھر اسکو نقل و ترجمہ کر کے دوسرون کو سمجھا وین کیونکہ قوم والے بہ نسبت غیرون کے رسول سے اولے و اقرب ہین کہ پہلے انھین کو دعوت کرے اور پہلے انھین کو راہ راست پر لا وے اور رب تبارک و تعالے کی معرفت سکھلا دے اسی واسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بحکم قولہ وانذر عشیرتک الاقربین۔ سب سے پہلے حکم ہوا کہ اپنے قرابتیون کو انذار فرماوے اور اگر ایسا منظور ہوتا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جو مختلف اُمتون و تمام عالمون کی طرف بھیجے گئے تھے اُن پر مختلف زبانون کی کتابین نازل کیجاوین کچھ مشکل نہ تھی بلکہ ایک طرح کے معجزے سے یہ بہت سہل کام تھا ولیکن اس سے کلمات مین اختلاف ہوتا اور الفاظ و معانیہا کے حاصل کرنے اور اصول و فروع سیکھنے و کمال ثواب کے لیے اجتہاد کی قوت مین نفس کو تعب و رنج دینے کا موقع ضائع ہو جاتا۔ مترجم کہتا ہے کہ بیضاوی رحمۃ اللہ تعالے نے کچھ اشکال ذکر نہین کیا۔ اور جمل حاشیہ جلالین مین کہا کہ اولے یہ ہو کہ قوم کے معنے یہ لیے جاوین کہ رسول جن لوگون کی طرف بھیجا گیا پس دیگر انبیاء علیہم السلام کے حق مین یہ قوم اُسکی قرابتی ہونگی اور ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت تمام عرب و عجم و مخلوق ہوگی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہر قوم سے اسکی زبان مین خطاب کرتے اگرچہ یہ ثابت نہین ہوا کہ آپ نے ترکی زبان مین کلام کیا کیونکہ کبھی کسی ترکی سے بات کرنے کا اتفاق نہین ہوا اور اگر ہوتا تو آپ اُس سے ترکی مین کلام کرتے اس جواب کو غور سے سمجھ لینا چاہیے انتہے مترجما۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ جواب بچند وجہ مخدوش ہے اول یہ کہ حضرت موسے علیہ السلام فرعون کی جانب

بھیجے گئے حالانکہ وہ انکی قرابت مین سے نہ تھا اور نہ اسکی زبان مین کتاب نازل ہوئی اور اگر کہا جاوے کہ فقط اسواسطے بھیجے گئے تھے کہ بحکم قولہ ان ارسل معنا بنی اسرائیل الآیہ بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ کردے تو خلاف منصوص ہے کیونکہ صریح اسکو ہدایت کرنے کا حکم ہے اور ارسال بنی اسرائیل ایک ضمنی یا علیحدہ حکم تھا۔ دوم یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہرقل کو خط لکھا وہ عربی مین تھا والکتاب کالخطاب خط کا حکم مثل کلام کرنے کے ہے۔ سوم یہ کہ اہل حبشہ سے کلام کیا اگرچہ وہی نہین کہ زبان حبش ہو۔ علاوہ برین علماء کا اجماع بلکہ تمام کفار یہود ونصاریٰ کا اجماع ہے کہ آپ محض اُمّی تھے اور صریح دلیل وحی قرآن کی ہے کہ آپ نے تمام اخبار امم ماضیہ و وقائع انبیاء وحی صریح سے بیان فرمائے وقال تعالے لسان الذی یلحدون الیہ اعجمی وہذا لسان عربی مبین۔ پس آپ عجمی زبانون سے واقف نہ تھے اگرچہ شان نبوت اور قدرت معجزات آلہیہ مین یہ کچھ بھی چیز نہین کہ آپ تمام جہان کی زبانون مین کلام کرتے جیسے اللہ تعالے عز وجل چاہتا تو تمام جہان کو راہ راست دیدیتا ولیکن ایسا نہین فرمایا ہے۔ اب مترجم کہتا ہے کہ صواب صریح و درحق صحیح میرے نزدیک یہ ہے کہ یہان کوئی اشکال ہی وارد نہین ہوتا کیونکہ سیاق آیت کریمہ کا اصلی مقصود یہ ہے کہ رسول کو حق تعالے اسواسطے بھیجتا ہے کہ قوم کو صاف بیان سے سُنا دے پھر ہدایت دینا اور نہ دینا اُسکے قبضہ مین نہین بلکہ فقط اللہ تعالے کی مشیت مین ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عام البعثت اس طرح مقدر ہوئی تھی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کی تعلیم سے کامل مکمل ہوکر خلق کو ہدایت فرماوین جیسے قوم موسے علیہ السلام مین بحکم قولہ ومن قوم موسے امۃ یہدون بالحق الآیہ اور ایسا ہی صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق مین فرمایا ہے اور انکی صفت مین تامرون بالمعروف الی آخر الآیہ فرمایا اور اسی واسطے جہاد مین انپر فرض تھا کہ جس قوم پر جاوین اُسکو راہ حق کی طرف بلاوین اور سننے و سمجھنے و ہر طرح اطمینان کرنے کی طرف توجہ دلاوین اور بلاوین پھر اُنسے جزیہ طلب کرین پھر جب کسی طرح نہ مانین تو تلوار نکالین اور فتاوے فقہ مین تعلیل بیان کی کہ اس زمانہ مین یہ دعوت اسوجہ سے واجب نہ رہی کہ اسلام و توحید سے سب لوگ خبردار ہو چلے ہین اور ظاہر ہے کہ بیان یہی ہے اور معجزہ خواہ قرآنی ہو یا اور کوئی ہو ہدایت کے لیے مشروط نہین بمعنے آنکہ بلازمت نہین ہے چنانچہ بکثرت کافرون نے امم ماضیہ و حال مین سے معجزات دیکھے اور انکو ہدایت نہ دی گئی اور کروڑون مخلوق نے رسول کو نہ دیکھا اور ایمان سے مشرف ہوئے اور بکثرت علماء عرب نہ تھے جنھون نے قرآن مجید کے معجزہ کو صریح پہچانا بلکہ کتابین تصنیف فرمائین اور مشرکین کی ماتحتی مین اسلام چھوڑ کر دنیا و جہنم نہ اختیار کی پس حاصل یہ ہے کہ آیت مین قصر از جانب لسان ہے یعنی ارسال مقصور بزبان قوم تھا اور دونون طرف سے قصر نہین ہے تاکہ قوم مقصور بزبان ارسال ہوجنے کہ جو زبان رسول کی ہو اسی زبان والے امت رسول ہون پس کچھ اشکال نہوا کہ زبان عربی ہے اور جنکے اوپر ایمان لانا فرض ہے وہ عرب و عجم و جن تمام اصناف خلق ہین جیسے حضرت موسے علیہ السلام کی رسالت مین ظاہر ہوا البتہ آیت کریمہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہر رسول اپنی قوم قرابتی کی زبان پر مبعوث ہوا تھا اور امام احمد رحمہ اللہ تعالے نے مجاہد کے طریق سے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہین بھیجا اللہ تعالے نے کسی نبی کو مگر اسکی قوم کی زبان کے ساتھ یعنی ہر نبی اپنی قوم ہی کی لغت پر مبعوث ہوا ہے اور اسی طرف بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ کیا بقولہ الذی ہو منہم یعنے اس قوم کی زبان مین جن مین سے رسول کی نسبی قرابت ہے۔ اور یہ اسواسطے کہ اول انذار انھین کو فرض ہے جیسا کہ بیضاوی سے نقل ہوا اور اسی وجہ سے فقہ و حدیث مین جہاد کی تفریع یہی ہے کہ عرب کا جہاد سب سے اول روم پھر فارس پھر آگے ہے قال تعالے قاتلوا الذین یلونکم من الکفار یعنی ان کافرون پر جہاد شروع کرو جو تم سے متصل ہین و لہذا عرب و فتح مکہ سے پہلے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے روم پر توجہ نہین فرمائی پس اب معنے کلام آلہی کے ظاہر ہوگئے کہ اللہ تعالے عز وجل نے کوئی رسول نہین بھیجا مگر اسی کی قوم قرابتی کی بات و بول چال

Marfat.com

کے ساتھ تاکہ وہ انسے صاف صاف حکم الٰہی بیان کردے فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ یعنے پھر انذار و بیان کے بعد اور حجت الٰہیہ قائم ہونے کے بعد جسکو اللہ تعالےٰ عز اسمہ چاہے گمراہ کرتا ہے یعنے ہدایت وسمجھ اور دل کی تاریکی نہین کھولتا پس بحکم قولہ یہلک من ہلک عن بینۃ جو ہلاک ہوا وہ واضح بیان وحجت کے انکار سے ہلاک ہوا۔ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اور جسکو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے یعنے ہدایت اُس مین پیدا کرتا ہے و قولہ یحییٰ من حی عن بینۃ۔ کا مصداق کردیتا ہے پس رسول نے اپنا کام ابلاغ کا پورا کیا اور باقی اختیار حق عزوجل قائم ہے جسکو چاہا وہ حق وباطل سے تمیز کرکے راہ نور پر آیا اور جسکو چاہا مردود فرمایا نعوذ باللہ من الضلال فائدہ لطیفہ فراء رحمہ نے کہا کہ زبان عربی مین جب ایک فعل کے بعد دوسرا فعل ذکر کیا گیا پس اگر سیاق یکسان نہو یعنے دوسرے کا شکل اول نہو تو دوسرے کو اعراب بنابر استیناف ہوگا یعنے دوسرے فعل سے جدید جملہ شروع ہوگا اور یہی ایک صورت متعین ہوگی مترجم کہتا ہے کہ مراد یہ کہ اول پر دوم کا عطف روا نہین ہے کیونکہ معطوف بحکم معطوف علیہ ہوتا ہے اور فرض یہ کیا کہ نسق واحد نہین ہے اور یہی آیت کریمہ مین ہے کیونکہ ارسلنا و لیبین کے بعد فیضل دوسرا فعل ہے جو اول پر عطف نہین ہو سکتا کیونکہ رسول کا بھیجنا واسطے بیان کے ہے نہ واسطے گمراہ کرنے کے مترجم کہتا ہے کہ اسی واسطے ارسلنا بصیغہ تکلم ہے اور فیضل بصیغہ غائب چنانچہ ظاہری صنعت التفات از تکلم بغیبت کے ساتھ معنوی بلاغت اعجاز یہ کہ فعل اول مین رحمت ہے بدلیل قولہ تعالےٰ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین اور اسکو بشان تکلم بیان فرمایا اور دوم یعنے فقط فیضل بشان قہر ہے تو اسکو بصیغہ غائب کردیا اور اسم اللہ علم الذات فاعل مختار فرمایا اور یہ اسم اعظم جامع رحمت وغضب اور لطف و قہر ہے اور یہین سے بعضے اکابر نے کہا کہ آدمی دعا مین اوصاف الرحمن الرحیم الغفور الشکور ومانند انکے ذکر کرے صرف یا اللہ پر اکتفا نہ کرے کہ ذات باری تعالےٰ عزوجل پاک عالی متعالی بے پروا اور تمام مخلوقات سے متباین ہے زجاج رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ اس مقام پر نصب فیضل بھی جائز ہے اور لیبین کا لام بمعنے انجام کار لیا جاے یعنے ارسال رسول کا انجام بیان راہ نور اور راہ ظلمت ہے اسی لغت و زبان مین جو قوم سمجھتی ہے حتی کہ انھون نے رسول کا بیان سمجھ لیا اور باوجود اسکے فیضل وہادی وہی اللہ تعالےٰ ہے سب مخلوق خالق ہے اور بیان کو ہدایت لازم نہین ہے لیکن جب ہادی عزوجل اسکو سبب کردے مترجم کہتا ہے کہ تفسیر لغت و بیان کے یہی معنے ہین اور اس سے ایک لطیف بات معلوم ہوئی کہ تفسیر و فہم مین بڑا فرق ہے چنانچہ ہو اللہ احد کی تفسیر لغت بالکل ظاہر ہے اسکے سمجھنے سے کوئی معذور نہین اور ترجمہ اسکا کہ وہ اللہ اکیلا ہے بالکل ظاہر ولیکن کفار کی فہم مین نہ آیا یہ معنے کہ حق تعالےٰ عزوجل جو خالق افعال ہے اُس نے کافر کی عقل پر یہ فعل فہم کا پیدا نہ کیا اور مومن سمجھ گیا کہ سب تبارک وتعالیٰ اسکے فہم کو اس کلمہ کے ساتھ پیدا فرمایا یہین سے ظاہر ہو گیا کہ فیضل کو یہدی پر مقدم کرنا اسی لیے ہے کہ رسول کا بیان ایسے آدمی کے واسطے ہوتا ہے جو گمراہ و کج فہم ہو گیا پس جب عالم قدیم سبحانہ تعالےٰ نے اس بہوت کو نہ چاہا تو اسکے حال پر باقی رکھا اور جسکے لیے چاہا اُسکے اندر فہم و ہدایت پیدا کردی۔ وَهُوَ الْعَزِيْزُ اور وہی عزیز ہے یعنے ایسا غالب زبردست کہ ممکن نہین جو کوئی دوسرا اُسکے ملک مین تصرف کرسکے جو اس نے چاہا وہی ہوگا من یضلل اللہ فلا ہادی لہ۔ جس مخلوق کی نسبت اس نے چاہا کہ تاریکی مین اندھا بھٹکے اسکو نور کی طرف لانے والا کوئی نہین۔ ومن یہدہ اللہ فلا مضل لہ۔ اور جسکو اللہ تعالےٰ عز اسمہ نے راہ نور پر لانا چاہا اسکو بھٹکانے والی کوئی چیز نہین ہے پس وہی ہے عزیز۔ الْحَكِيْمُ بڑا حکمت والا۔ پس یہ عین حکمت ہے جو وہ فرماتا ہے ولیکن مخلوق کی عقل ادنے مخلوق اسکو کیا مجال ہے کہ خالق عزوجل کی عجیب صنعت کو پہچانے پھر کافرون کی نادانی ہے جو اسمین ہاتھ پاؤن مارتے ہین کیونکہ آسمان چھو لینا آسان اور یہان مجال کوشش محال ہے۔ ف فی العرائس قولہ وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ لیبین لہم۔ اس مین اشارہ ہے کہ اولیاء کے لیے علحدہ علحدہ اشارات و اصطلاحات

Marfat.com

بیان مین کہ اہل محبت کو انکے فہم کے موافق بیان سے معرفت مین لاتے ہین اور اگر انسے ابتدا مین بزبان حقیقت کلام کرین تو وہ بالکل نہ سمجھین پس ہلاک ہو جاوین پھر حقائق جس مرید کا نصیب اچھا ہو اسپر کشادہ ہوتے ہین اور بعض پر بسبب غیرت کے نہین کھلتے ہین تم کلام پھر بعثت و بیان اور بعد اقرار کے اخراج بنور اور عظمت و کبریا الٰہی تعالےٰ کو آیندہ آیات مین بیان فرمایا

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ۙ وَذَكِّرْهُمْ

اور بیشک ہمنے بھیجا تھا موسیٰ کو اپنی نشانیون کے ساتھ کہ نکال اپنی قوم کو تاریکیون سے طرف نور کے اور یاد دلا ان کو

بِاَیّٰىمِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝

ایام اللہ تعالےٰ کے بیشک اسمین نشانیان ہین ہر صبر کرنے والے شکر کرنے والے کے لیے

یہ طریقہ رسول بھیجنے کا اور معجزات کے ساتھ راہ ظلمات سے نور کی طرف لانے کا اور باوجود بیان کے اکثرون کا منکر ہونا اور تاریکیون مین سے باہر آنے سے انکار کرنا موافق مشیت الٰہی تعالےٰ کے واقع ہوا چنانچہ جامع واقعات عجیبہ قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مین غور کرنے کا اشارہ فرمایا بقولہ تعالےٰ۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا اور بیشک ہم نے بھیجا جیسے تجھ کو افضل الرسل کرکے بھیجا ہے تجھ سے پہلے مُوْسٰی موسیٰ بن عمران کو بطور اصل کے اور ساتھ ہارون کو بطور وزیر کے۔ بِاٰیٰتِنَآ اپنی آیات کے ساتھ یعنے توریت وانواع معجزات وواقعات کے ساتھ جن کا بیان اول مین مفصل ہوچکا ہے اور بیان ارسال یہ کہ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ باہر لا اپنی قوم کو۔ یعنے طریقہ وآداب و اعتقادات وشب وروز کا برتاؤ اور قلب کی حفاظت دنیا مین آسانی و پاکیزگی کے ساتھ بسر کرنے کے باوجود رجوع بآخرت سب ان کو بتلادے تاکہ اللہ تعالےٰ عزوجل کی طرف رجوع لاوین مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ۔ تاریکی سے نور مین ف یعنے سب تاریک پردے حسب مشیت رفتہ رفتہ دور فرمادے اور نور کی طرف وے لوگ آجاوین۔ واضح ہو کہ حق تعالےٰ عزوجل نور و ظلمت سب سے پاک ہے ولیکن مخلوقات سے جب سیاہ پردے دور ہوتے ہین تب نور کے پردے نظر آتے ہین اور یہ قبولیت و قرب حق تعالےٰ ہے جہان تک نور کے پردے اٹھتے جاوین پھر او تعالےٰ نیک بندون سے نور کے پردے قیامت کو اٹھادیگا وسبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ۔ حاصل یہ کہ جیسے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو آیات کتاب کے ساتھ اپنی قوم کی زبان مین بھیجا کہ اس سے اول قریش پھر عرب پھر تمام مخلوقات عالم تاریکیون سے باہر آکر نور مین آوین ایسے ہی متواتر ثابت ہے کہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آیات توریت ومعجزات حسی کے ساتھ اسکی قوم کی زبان عبرانی مین بھیجا تھا کہ اپنی قوم کو ظلمات سے نکالکر نور کی طرف لاوے ف حضرت موسےٰ علیہ السلام جن لوگون کی طرف بھیجے گئے وہ قبطی قوم فرعون اور بنو اسرائیل تھے اور چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنو اسرائیل مین سے تھے تو زبان اور توریت آپ کو عبرانی عطا ہوئی پس ظاہر ہوا کہ ہر رسول کو زبان اسکی قرابتی قوم کی ملی اگرچہ جن لوگون کی طرف بھیجا گیا وے مختلف اقوام ومختلف زبان ہون پس زبان رسول مخصوص بقوم قرابت ہے اور ارسال مخصوص بقوم قرابت نہین ہوتا چنانچہ ارسال حضرت موسیٰ علیہ السلام بجانب فرعون بھی تھا چنانچہ اوپر اسکی تحقیق بیان ہوچکی ہے فافہم۔ پھر چونکہ انسان پر غفلت آجاتی ہے لہذا حضرت موسےٰ علیہ السلام کو یہ بھی حکم دیا کہ۔ وَذَكِّرْهُمْ بِاَیّٰىمِ اللّٰهِ اور یاد دلا انکو ایام الٰہی یعنے جن ایام مین حق تعالےٰ عزوجل نے وقتاً فوقتاً انپر متعدد انعام کیے اور طرح طرح کے معجزات قاہرات سے دشمنون کو زیر کیا جیسے عصائے موسےٰ سے فرعون کا مغلوب ہونا اور ساحرون کا ایمان لانا اور طوفان وجراد وقمل وخون وسرطان وغیرہ سے فرعونیون کا مقہور ہونا اور آخر بحیرۂ قلزم مین عجیب قدرت وانعام

Marfat.com

دکھلایا کہ انکو نجات دیکر فرعون کو غرق کر دیا پھر تظلیل غمام وانزال من وسلوے وغیرہ سے انعامات فرمائے غرضکہ انکو انعامات سے بجانب محبت خالق عز وجل وتفکر پاک شان حق تعالے عز وجل کی طرف نکالا اور حضرت مجاہد وقتادہ وغیرہم نے کہا کہ ایام اللہ یعنے ایام انعام آلہی سبحانہ وابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایام اللہ یعنے اللہ تعالے عز اسمہ کی نعمتیں اور ابن کثیر رح نے کہا کہ مرفوع حدیث مین بھی یہ تفسیر آئی ہی کما رواہ ابن جریر وغیرہ اِنَّ فِي ذَٰلِكَ بیشک اس معاملہ مین یعنے جو نیک بندون بنی اسرائیل کے ساتھ نجات وفضیلت دینے کا کیا اور بدکارون فرعونیون کے ساتھ ہلاک کرنے کا کیا ہے لَاٰيٰتٍ نشانیان ہین یا عبرت ہین لِّكُلِّ صَبَّارٍ ہر بندہ صبر کرنے والے کے لیے جو سختی ومصیبت مین ایمان توحید پر ثابت رہے جیسے بنو اسرائیل باوجود قتل اولاد اور تنگی رزق وطرح طرح کے مصائب کے صابر رہے۔ شَكُوْرٍ بندہ شکرگزار کے لیے جو راحت ونعمت مین حق تعالے کا شکر ادا کرے۔ صحیح مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان مروی ہے کہ مومن کا معاملہ سب کا سب عجیب عمدہ ہے کہ اللہ تعالے عز وجل اُس کے لیے جو کچھ جاری فرماتا ہے وہ اُسکے حق مین بہتر ہی ہو جاتا ہے اگر اسکو کوئی مضرت پہونچی اُس نے صبر کیا تو اُسکے لیے بہتر ہو گئی اور اُسکو بھلائی پہونچی اُس نے شکر کیا تو اسکے لیے بہتر ہو گئی قتادہ رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ بہت اچھا وہ بندہ ہے کہ جب مبتلا ہوا تو صبر کیا اور جب انعام پایا تو شکر کیا۔ شیخ ابن جریر وغیرہ نے کہا کہ قولہ تعالے وذکرہم بایام اللہ۔ تمام گذشتہ امتون سے تا زمان حضرت موسی علیہ السلام جو وقائع گذرے تھے سب مراد ہین کیونکہ جب انکو کافرون کا ہلاک کرنا اور نیکون کا نجات دینا سنایا جاوے تو خوف وعبرت سخت ہوگی۔ اور صبار شکور کو خاص کرنا اسواسطے کہ اسی کو انتفاع ہوگا اور شاید کہ بندہ مومن کی ابتدائی دونون صفات کو ذکر فرمایا واللہ تعالے اعلم۔ ف فی العرائس قولہ وذکرہم بایام اللہ منجملہ اشارات کے شیخ نے ذکر کیا کہ اس سے ایام القدم اور ایام البقاء کا اشارہ ہے پس ایام القدم اولیت اولیہ ہی جو نشانہ وآثار سے پاک ہے وجود در وجود قبل وجود تھا اور ویسا ہی تھا جیسا کہ اب ہے پس خود بخود عاشق ہوا اور وجود مین جز وجود کچھ نہ تھا پس ایام قدم اسپر گذرے گئے کہ بلا عشق طوف وبغیر محب معروف وبدون حیران سکران وعارف مکاشف ومونس مستانس تھا ؎ مضت فرص الوصال وما شعرنا۔ الا لعسا لا یام الفراق ؎ ذکرت ایاما ودہرا صالحا۔ فبکیت محزونا فہاجت حزنی۔ اور رہا ایام البقاء تو آخریت آخریہ بلا مرور حدوث وعلت اکوان ہین وہ بقاے سرمدی ہے وہ جمال احدی ووصال ابدی ہے کہ عشاق کے مشہود واہل شوق کے مطالعہ کا بقا ہے گویا اشارہ ہے کہ انکو ایام قدم یاد دلاوے کہ دائمی وجود سے فرح وسرور پاوین نیز اشارہ ہے کہ انکو ایام قدم یاد دلاوے کہ حسرت آفات انکو جوش مین لاوے یعنے ایام وصال عالم ارواح بخطاب ازلی یاد کرین۔ نیز انکو یاد دلاوے فرحت وصال اور خوف ہجران وبعین کیونکہ ان دونون کی شان عظیم وخطر جسیم ہے پھر حق سبحانہ تعالے عز اسمہ نے ایام قدم کے فراق کی قدر اُن بندون کے ساتھ مخصوص فرمائی جو صابر وشاکر ہین کہ فراق مین ہر مصیبت پر صبر کرتے ہین اور لطف فراق مین امید وصال باقی ہونے پر جان فدا کرکے شکر کرتے ہین بقولہ تعالے ان فی ذلک لآیات لکل صبار شکور بعض مشائخ نے کہا کہ ایام اللہ وہ ایام ہین کہ جب اجسام مین حلول سے پہلے انکی ارواح صافی اور توحید مین فرحت کے ساتھ باقی تھین۔ اور بعض مشائخ نے کہا کہ شکر بندے کی عاجزی ہے کیونکہ ہر شکر توفیق وانعام آلہی ہے تو ہر شکر کے لیے شکر ہے پس مین اپنے رب تبارک وتعالے کے شکر کو عاجزی سے ادا کرتا ہون اور بعض نے کہا کہ ہر فہم وطاعت وایمان جس سے فضل وصال ونعمت کمال کی امید ہے اور بندہ راہ استقیم پر قائم ہے ہمیشہ اسکا شکر ختم نہین ہو سکتا بترجم کہتا ہی کہ حدیث صحیح افلا اکون عبدا شکورا مین صریح اشارہ ہے کہ باوجود تمام گناہ اول وآخر بخشے جانے کے آپ استغفار کرتے اور فرماتے کہ بندہ شکرگزار نہ بنا ہون پس یہ معنے شکر کے ہین اور ہر حمد پر مزید نعمت ہوتی جاتی ہے اور یہ شکر قدیم ہے سوائے اسکے جسکو

لہ مین نے شب فراق کی بیان ذرا نہ دی کالا ہو منھ فراق کے ایام گن گا۔ سے یاد آئے وصال کے ایام خدایا کہ غم پھر جایا۔

اللہ تعالےٰ عزوجل معصوم فرما دے کہ وہ عاجزی بڑھاتا جاتا ہے اسلام پر ایمان واسپر احسان واسپر معرفت واسپر توحید ہے اور کافرون کی بجوے یہ سب بعید ہے واللہ ھو العزیز الحمید پھر استنارو عظمت بیان فرمایا بقولہ

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ

اور یاد دلا کہ جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم کو کہ یاد کرو نعمتیں اللہ تعالےٰ کی اپنے اوپر کہ تم کو چھٹکارا دیا فرعون والون سے

يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۭ وَفِيْ

کہ پیچھے پڑے تھے تمکو دیتے سخت عذاب اور ذبح کر ڈالتے تھے تمھارے بیٹون کو اور جیوڑ رکھتے تھے تمھاری بیٹیون کو اور اسمین

ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَىِٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَ

تمھارے رب کی طرف سے انعام عظیم ہے اور جب صاف حکم دیدیا تمھارے رب نے کہ جب تم شکر کروگے تو مین تمھین زیادہ دونگا اور

ع ۲ ۱۲ لَىِٕنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ۝ وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ

اگر تم کفر کروگے تو بیشک میرا سخت عذاب ہے اور کہا موسیٰ نے کہ اگر کفر کرو تم اور جو کوئی

فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝

زمین مین ہے سب کے سب تو اللہ تعالےٰ بیشک غنی بے پروا تعریف کیا گیا ہے

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ یعنے اور جب حضرت موسےٰ علیہ السلام نے اپنی اس قوم سے کہا جسکی طرف ارسال مقصود تھا اور وہ بنو اسرائیل تھے اور یہ اس وقت کہا کہ جب فرعون وقبطیون کے ہلاک ہو جانے کے بعد یہ لوگ خود سلطنت کے مالک کیے گئے تھے کہ - اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ یاد کرو اپنے اوپر اللہ تعالےٰ عزوجل کی نعمتیں - اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ جب تم کو آل فرعون یعنے قوم فرعون سے نجات دی جن کا یہ حال تھا کہ - يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ تلاش کرتے دخواہش کرتے تمھارے لیے بری طرح کا عذاب - چنانچہ ابتدائے سورۂ بقرہ مین بیان ہو چکا کہ بالکل قتل کر دینا نہ چاہتے بلکہ طرح طرح کے برے کام لیتے وخوراک کم دیتے اور حاصل بڑا عذاب یہ تھا جو بطریق عطف کے بیان فرمایا کہ - وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ اور جو لڑکا تمھارے یہان پیدا ہوتا اسکو قتل کر ڈالتے کیونکہ کاہنون نے فرعون سے کہدیا تھا کہ بنو اسرائیل مین ایک لڑکا ہوگا جو فرعون کی بادشاہت تباہ ہونے کا سبب ہوگا اور پیچھے کو فرعون نے خدائی دعوے کر لیا اور حضرت موسےٰ علیہ السلام کی رسالت کے بعد بھی فرعون نے ان مین یہ قاعدہ جاری رکھا کہ لڑکے کو قتل کرتے - وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ اور لڑکیون کو زندہ چھوڑتے بلکہ چاہتے کہ لڑکیان زندہ رہین کرخی رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ انکو لونڈیان بنا کر خدمت لیتے اور شوہرون سے جدا رکھتے - باوجود اس کے بنو اسرائیل کو توفیق عطا ہوئی تھی کہ ایمان پر قائم تھے - آخر اللہ تعالےٰ عزوجل نے انکو دنیا مین بھی تمام اسوقت کے اہل عالم پر فضیلت دی کہ کوئی انپر غالب نہ ہو سکتا تھا - وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ اور اس معاملہ مین تمھارے رب کی طرف سے بڑا عظیم ہے - یعنے انعام عظیم ہے اور لغت مین بلاء یعنے انعام مستعمل ہے پس بنظر انجام کار بعض علماء نے انعام سے تفسیر فرمائی ہے یعنے بنجات دینا اور اس عروج پر پہونچانا جو انعام ہے اور بعض نے بنظر ابتدائی حالت جسکا بیان ہوا بلاء بمعنے ابتلاء لیا یعنے اس مصیبت کے تم کو پہونچنے مین تمھارے رب کی طرف سے بڑا امتحان تھا مترجم کہتا ہے کہ بہر صورت اللہ تعالیٰ عز اسمہ کا فضل وانعام ظاہر تھا کہ فرعونیون کی

سختی مین انپر صبر وتسکین دی اور ثواب آخرت مہیا کردیا اور بعد نجات کے سلطنت مین عدل واستقامت وشکر گذاری وطاعت تھی اور ایک مقام پر بنو اسرائیل کے حق مین فرمایا۔ وبلوناہم بالحسنات والسیئات لعلہم یرجعون یعنی ہم نے انکو بھلائیون کے ساتھ اور برائیون کے ساتھ دونون طرح امتحان مین مبتلا کیا کہ وے رب تعالے کی طرف رجوع لاوین۔ اسی واسطے حضرت موسی علیہ السلام کا قول بیان فرمایا۔ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ اور جب اعلان دیدیا صاف صاف تمھارے رب تعالے نے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ یعنے قسم اگر تم شکر کروگے اے بنو اسرائیل تو مین تمھارے لیے بڑھاؤنگا وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اور اگر تم ناشکری کروگے۔ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ تو میرا عذاب سخت ہے اسکے لیئے جو ناشکری کرے۔ انجام کار جو معاملہ بنو اسرائیل مین واقع ہوا وہ یہ تھا کہ ایک مدت تک صلاحیت وپرہیزگاری پر رہے انکے علماء وفقراء وبادشاہ نیک نہاد صالح عادل رہے پھر یہ لوگ بگڑتے گئے اور شہوات وفتنہ پھیلتے گئے اور پہلا فتنہ ان مین عورتون سے پھیلا کہ زناکاری وفجور ونافرمانی وترک نماز وبداعتقادی بڑھتی گئی اور اسوقت سخت عذاب مین کئی بار مبتلا ہوئے اور آخر مین ہمیشہ کے لیے خوار کردیے گئے۔ ربیع بن انس رح نے فرمایا کہ حضرت موسے علیہ السلام نے انکو آگاہ کیا کہ اگر تم اپنے رب کا شکر مانوگے تو تمھارے لیے اپنا فضل بڑھاویگا اور رزق مین برکت ووسعت دیگا اور عالم پر تم کو غالب کریگا اور سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ تمھارے نفس اس آیت مین تم کو دنیا کے مال ومتاع پر نہ لے جاوین یعنے رب تبارک تعالے نے دنیاوی مال ومتاع وعیش وراحت کی کسقدر قدر نہین کی کیونکہ دنیا اللہ تعالے عزوجل کے نزدیک اس سے کہین زیادہ حقیر ہے بلکہ یہ معنے ہین کہ اگر تم طاعت وحسن معرفت کا شکر کروگے تو مین زیادہ معرفت دونگا۔ شیخ رح اس نے کئی ایک مشائخ سے یہ معنے بیان کیے ہین اور یہ امر ظاہر ہے کہ دنیا کی وسعت وسلامتی مرد آخرت کو اسی وجہ سے زیادہ مرغوب ہے کہ وہ طاعت مین فارغ البال ہوتا ہے اور جس نے ایمان ومعرفت کی قدر نہ جانی وہ دنیا کی قدر کرنے مین جاہل ہے۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ اگر میری نعمت کا شکر کروگے تو مین بڑھاؤنگا اور اگر کفر کروگے اسطرح کہ نعمت چھپاؤ اور انکار کرو تو عذاب دنیا اسطرح ہوگا کہ وہ تم سے چھین لیجاوے اور عذاب دیا جاوے اور لکھا کہ حدیث مین آیا ہے کہ بندہ کبھی گناہ کے سبب سے جو اُس نے کسب کیا رزق سے محروم ہوجاتا ہے وقال الامام احمد حدثنا اسود حدثنا عمارۃ بن زاذان الصیدلانی عن ثابت عن انس رضی اللہ عنہ روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک سائل گذرا آپ نے اسکے لیے ایک چھوہارے کا حکم دیا اُس نے حقارت سے نہ لیا پھر دوسرا آیا اسکے لیے آپ نے چھوہارے کا حکم دیا اُس نے عزت سے لیکر کہا کہ سبحان اللہ یہ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے تب آپ نے باندی کو فرمایا کہ ام سلمہ کے پاس جاکر چالیس درم جو انکے پاس ہین لاکر اُسکو دیدے۔ قال الحافظ تفرد بہ احمد وعمارۃ بن زاذان رجل وثقہ ابن حبان واحمد ویعقوب بن عثمان وقال ابن معین صالح وقال ابو زرعۃ الرازی لا باس بہ۔ وقال ابو حاتم یکتب حدیثہ ولا یحتج بہ لیس بالمتین قال البخاری ربما یضطرب فی حدیثہ۔ وروی عن احمد ایضا انہ قال روی عنہ احادیث منکرۃ وقال ابو داؤد لیس بذاک وضعفہ الدارقطنی وقال ابن عدی لا باس بہ ممن یکتب حدیثہ۔ اور تفسیر قول لئن کفرتم ان عذابی لشدید۔ اے لئن کفرتم لاعذبنکم عذابا شدیدا ان عذابی لشدید پس ادب سکھلایا کہ کفران ونافرمانی پر فوراً عذاب مت کرو چنانچہ یہ نہین فرمایا کہ اگر کفران کروگے تو تم کو عذاب کرونگا جیسے فرمانبرداری وشکر کی صورت مین اظہار فرمایا ہے بلکہ یون فرمایا کہ خوف کرو کہ میرا عذاب سخت ہے۔ پھر حضرت موسے علیہ السلام نے تصریح کردی کہ یہ شکر یا عدم شکر تمھارے حق مین ہے اور اللہ تعالے عزوجل تمھاری طاعت ومعصیت سے پاک ہے کما قال تعالے وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنْ تَكْفُرُوْٓا اور کہا حضرت موسے علیہ السلام نے کہ اگر تم کفر کرو۔ بلکہ اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ

تم اور زمین پر جو رہتا ہی یعنی تم اور تمام عالم جمیعًا یعنی سب کے سب ناشکرے وکافر ہوجاؤ تو تم اپنا ہی برا کروگے۔ اللہ تعالے تمھارے شکر وناشکری سب سے پاک ہو۔ فَاِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ حَمِیْدٌ اللہ تعالے عزوجل بے شبہہ مستغنی وتعریف کیا گیا ہو اور صحیح مسلم مین حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے رب تبارک وتعالے کا فرمان ہمکو سنایا اور اسمین ہو کہ اے میرے بندو اگر تمھارے اگلے وپچھلے وآدمی وجن سب کے سب تم مین سے سب سے متقی ایک مرد کے قلب پر ہوجاوین تو اس سے میری بادشاہت مین کچھ نہین بڑھیگا۔ اے میرے بندو اگر تمھارے اگلے وپچھلے وانسان وجن سب کے سب ایک وسیع میدان مین کھڑے ہون اور ہر ایک آدمی اپنی اپنی آرزوئین مانگے کہ مین ہر ایک کو اُسکی مرادین دیدون تو میرے خزانہ غیب مین اس سے کچھ کمی نہوگی مگر جیسے سمندر مین سوئی ڈبونے سے پانی مین کمی ہو یعنی کچھ بھی نہین الحدیث پس پاک ہو وہ غنی حمید اور امام بخاری رحمہ اللہ تعالے نے تاریخ مین اور ضیاء نے مختارہ مین حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع کلام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم روایت کیا کہ جو کوئی پانچ باتون کی توفیق دیا گیا وہ انکے مقابلہ مین پانچ نعمتون سے محروم نہوگا از انجملہ ایک یہ کہ جو کوئی شکر کی توفیق دیا گیا وہ زیادت سے محروم نہوگا اور حکیم ترمذی نے نوادر مین ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کی کہ جسکو شکر کی توفیق ہوئی وہ زیادتی سے محروم نہوگا۔ اور واضح ہو کہ مرد آخرت اول اپنے انعامات ایمان واحسان ومعارف وطاعات کو مقدم کیے شکر کرتا ہی پھر دنیاوی صحت وفراغت وجملہ نعمتون کا شکر کرتا ہی پس رب تبارک تعالے سب مین زیادتی فرماتا ہی ف فی العرائس قولہ ان تکفروا انتم الآیہ۔ بیان فرمایا کہ ذوالجلال والاکرام پاک بے پرواہ شاکرون کے شکر وکافرون کے کفر دونون سے اور شیخ نے لکھا کہ اسمین اشارت ہو کہ جب کہ او سبحانہ تعم مخلوقات سے مستغنی ہی تو پروا نہین کہ انکو بخشدے اور سب کو دریاے رحمت مین غرق کردے کہ موجود قبل وجود خلق کے بذات پاک ہی اور مخلوق اسکی حمد وشکر سے عاجز معلوم ہی شیخ ابوصالح رح نے کہا کہ غنی وہی ہی جو ہمیشہ تھا اور ہمیشہ ہی اور مخلوق سے اسکا غنا بڑھا نہین بلکہ مخلوق محتاج کو غنی کردیا اور وہ بذات پاک غنی حمید ہی شیخ واسطی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ ایمان مین تاثیر قرب حق تعالیٰ کی نہین اور نہ کفر مین تاثیر دور کرنیکی ولیکن جاری ہوچکا جو ہوچکا سعادت وشقاوت سے ازل مین پس ظاہری کفر وایمان کی صورت ہی نہ حقیقت اور درحقیقت حقائق وہ ہر فرد کے احکام ہین جو زمانہ سے پہلے جاری ہوچکے۔ پھر حق سبحانہ تعالے نے مشہور متواتر علم کے موافق شاکر وکافر کے اعتبار کرنے کو فرمایا۔

اَلَمْ یَاْتِکُمْ نَبَؤُا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۵ وَالَّذِیْنَ

کیا تم کو نہین پہونچین خبرین اُن لوگون کی جو تم نے پہلے تھے قوم نوح کی اور عاد اور ثمود اور وے جو

مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ لَا یَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ؕ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَرَدُّوْۤا

انکے پیچھے ہوے کوئی انکو جانتا نہین سواے اللہ کے لائے تھے انکے پاس ان کے رسول کھلی نشانیان پھر پھیرے اُنھون نے

اَیْدِیَهُمْ فِیْۤ اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْۤا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا لَفِیْ شَكٍّ

اپنے ہاتھ اپنے مونہوں مین اور بولے کہ ہم منکر ہین اس چیز سے کہ تم بھیجے گئے ساتھ اُسکے اور البتہ ہمکو تو شک مین

مِّمَّا تَدْعُوْنَنَاۤ اِلَیْهِ مُرِیْبٍ ۞ قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِی اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ

ڈالنے والا شک ہے اس سے جسکی طرف تم ہم کو بلاتے ہو انکے رسولون نے انسے کہا کہ کیا اللہ تعالے مین تم کو شک ہو وہ پیدا کرنے والا آسمانون

وَالْاَرْضِ ؕ یَدْعُوْكُمْ لِیَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَیُؤَخِّرَكُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ

وزمین کا وہ تم کو بلاتا ہو تاکہ تمھارے گناہون کو بخشدے اور تم کو باقی رکھے مقرری میعاد تک

معانقہ

ثلثہ ارباع

Marfat.com

قَالُوٓا إِنْ أَنتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۖ تُرِيدُونَ أَن تَصُدُّونَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ

بولے کہ تم نہیں ہو تم مگر بشر ہمارے مثل کہ چاہتے ہو کہ ہم کو روک دو ان چیزون سے جنکو پوجتے رہے

ءَابَآؤُنَا فَأْتُونَا بِسُلْطَٰنٍ مُّبِينٍ ۝ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِن نَّحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

ہمارے باپ دادے پس لے آؤ کوئی کھلا غلبہ ہمارے پاس جواب دیا انکو انکے رسولون نے کہ بیشک نہین ہین ہم مگر بشر مثل تمھارے

وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ يَمُنُّ عَلَىٰ مَن يَشَآءُ مِنْ عِبَادِهِۦ ۖ وَمَا كَانَ لَنَآ أَن نَّأْتِيَكُم بِسُلْطَٰنٍ

ولکن اللہ تعالے احسان کرتا ہو جسپر اپنے بندون مین سے چاہتا ہے اور ہم کو یہ کہان پہونچتا ہو کہ ہم تمھارے پاس لادین کوئی سلطان

إِلَّا بِإِذْنِ ٱللَّهِ ۚ وَعَلَى ٱللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ ٱلْمُؤْمِنُونَ ۝ وَمَا لَنَآ أَلَّا نَتَوَكَّلَ

مگر اللہ تعالے کے حکم سے اور اللہ تعالے ہی پر چاہیے کہ ایمان والے بھروسا کرین اور ہم کو کیا ہو کہ ہم توکل نہ کرین

عَلَى ٱللَّهِ وَقَدْ هَدَىٰنَا سُبُلَنَا ۚ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلَىٰ مَآ ءَاذَيْتُمُونَا ۚ وَعَلَى ٱللَّهِ

اللہ تعالی پر اور حالانکہ اُس نے ہم کو ہماری راہ دکھلائی اور قسم اللہ تعالے کی کہ ہم صبر کرینگے اسپر جو تمنے ہم کو اذیت دی اور اللہ تعالی ہی پر چاہیے

فَلْيَتَوَكَّلِ ٱلْمُتَوَكِّلُونَ ۝ ع

کہ بھروسا کرین بھروسا کرنے والے

شیخ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر مین فرمایا کہ حضرت موسی علیہ السلام نے جو کچھ اپنی قوم سے کہا تھا اسی کا تتمہ یہ کلام بھی ہے اور مترجم کہتا ہے کہ شیخ نے قولہ وذکرہم بایام اللہ کی تفسیر انعام اللہ اختیار کی تھی اور یہ بھی عرب کی بول چال مین مستعمل ہے پس جو حکم تھا کہ بنو اسرائیل کو ایام اللہ یاد دلادے یعنی اللہ تعالے عز وجل نے اگلی امتون قوم نوح وغیرہ پر دنیا کی صحت ونعمت وغیرہ کے اور رسولون کے بھیجنے کے احسان کیے مگر انھون نے اللہ تعالے کے رسولون کو جھٹلایا اور کفر کیا پس اللہ تعالے عز وجل نے جو عزیز منتقم ہے انکو کس طرح ہلاک کیا اور بنی اسرائیل کو یہ اخبار متواتر پہونچے پس انکو یاد دلانے سے عبرت ہوگی چنانچہ حضرت موسے علیہ السلام نے یہ قصص بیان کیے شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اس قول مین تامل ہو اور مجاہد وغیرہم سے ایام اللہ کی تفسیر انعام آلہی مروی ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہان سے اللہ تعالے عز اسمہ نے عرب کے لیے عبرت فرمائی ہو اور مؤید اسکا یہ ہے کہ کہا گیا کہ توریت مین عاد وثمود کا قصہ نہین ہے اور مترجم کہتا ہے کہ توریت مین نہونا کچھ مضر نہین جبکہ رسول نے انکو آگاہ کیا اور وہ ایک امر اُنمین متواتر معروف تھا لیکن اظہر یہی ہے کہ یہان سے کلام مستانف ہے پہلے عرب کو انکے سامنے موجود رسالت حضرت موسے علیہ السلام وان کا غائت مقصود کہ قوم کو ظلمات سے نور کی طرف لاوے بیان کیا جیسے قرآن مجید ورسالت خاتمہ حضرت محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم کا مقصود ہو اور کفران نعمت مستوجب خسران ہونا اور اللہ تعالے عز وجل کا غنی حمید ہونا ظاہر فرما کر عرب کو انکے اوہام پر ملامت فرمائی بقولہ اَلَمۡ یَاۡتِکُمۡ نَبَؤُا الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ کیا نہین پہونچی تمکو خبر ان لوگون کی جو تم سے پہلے تھے۔ یعنے خوب ظاہر متواتر خبر تمکو معلوم ہو اور اُن کا آغاز وانجام وانکا واقعہ عبرتناک یاد کرو اور بیان کیا کہ اگلی قَوۡمِ نُوۡحٍ ایک قوم نوح تھی وَّعَادٍ اور دوسری عاد جنمین حضرت ہود علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے۔ وَّثَمُوۡدَ اور تیسری ثمود قوم جنمین حضرت صالح علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے اور یہ عرب ہی مین تھے اور اسوقت تک انکی بستیون کے نشان پائے جاتے تھے چنانچہ تبوک کو جاتے ہوئے قوم ثمود کی ویران بستی صحابہ رضی اللہ عنہم نے دیکھی اور آنحضرت صلے اللہ

علیہ وسلم نے انکو ارشاد فرمایا کہ اس قوم پر جانے مین دلیری مت کرو روتے ہوئے وہان جاؤ اللہ تعالےٰ غنی حمید ہو اور جن لوگون نے قوم کے کنوین سے پانی بھر کر آٹا گوندھا اور ہانڈیان چڑھائی تھین جب پیچھے سے آپ مع اکابر صحابہ تشریف لائے تو ہانڈیون کی نسبت حکم دیا وہ لوٹ دی گئین اور آٹا جانورون نے کھایا اور لشکر کو حکم دیا چنانچہ روانہ ہو کر ایک کوس کے فاصلہ پر ایک کنوین پر اترے اور فرمایا کہ یہ کنوان وہ ہے جس سے حضرت صالح وانکے ساتھی پانی پیتے تھے اور تالاب مین ناقہ کی راہ نالہ سے آمدی اور دوسرے نالہ سے لوٹ جانے کی لوگون کو دکھلائی پس عرب ان آثار سے خوب آگاہ تھے اور واقعہ عاد اور ثمود انمین معروف متواتر تھا صرف جہالت یہی تھی کہ انکو وجہ ہلاکت وغیرہ سے علم نہ تھا اور یہ بسبب کمال جہالت اہل عرب کے تھا جو جانورون سے کسی طرح برتاؤ مین کم نہ تھے سوائے اسکے کہ سخاوت وشجاعت اور صدق وامانت انمین ذاتی جواہر بیش قیمت تھے۔ ابو مجلز سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہا کہ مین انساب عرب خوب جانتا ہون فرمایا کہ تو نہین بتا سکتا اُسنے کہا کہ نہین بلکہ مین بتلا سکتا ہون فرمایا کہ بھلا عاد وثمود اور اصحاب الرس اور درمیان کی بست پشتین جانتا ہے اُسنے کہا کہ مین ان سب کے انساب محفوظ رکھتا ہون پس آپ نے پڑھا قولہ تعالےٰ۔ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ اور وہ لوگ جو ان اقوام نوح وعاد وثمود کے بعد ہوئے جنکو کوئی نہین جانتا سوائے اللہ تعالےٰ عزوجل کے جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اسکو پڑھا تو وہ شخص چپ ہو گیا۔ اور یہ بات بالکل یقینی ہے کہ کرورون آدمیون کے ہزارون جھنڈ کون محفوظ کر سکتا ہے سوائے اللہ تعالےٰ عزاسمہ کے لیکن اصول ومعروفین کا حال البتہ خاص خاص واقعات کا جو عام مشتہر ہون بطور متواتر پہونچتا ہے اسی واسطے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ علم نسب کا دعوے کرنے والے جھوٹے ہین عروہ بن الزبیر نے کہا کہ مین نے کسی کو نہ پایا جو معد بن عدنان کے اوپر نسب کے اجداد پہچانتا ہو یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اوپر قریب آٹھ پشت کے بعد جہانتک بخاری وغیرہ نے روایت کیا ہے اس سے اوپر نسب معروف نہین ہے اور ابن عباس نے کہا کہ عدنان سے اوپر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تک تیس اجداد ہین کہ نسب انکا معروف نہین ہوتا۔ اگر کہا جاوے کہ پھر قوم نوح وعاد وثمود کی خبر سے کیونکر انکو عبرت دلائی تو جواب یہ ہے کہ عاد یا ثمود کے رؤسا اور ان کی نسبی قرابت نہ معلوم ہونے سے یہ نہین لازم آتا کہ عاد یا ثمود کا حال نہ معلوم ہو جیسے مثلاً کئی ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم معلوم ہین اور ہر ایک کے انساب کی تفصیل ہم کو ٹھیک نہین معلوم ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء وغیرہم بوجہ خبر متواتر کے قطعی معلوم گر اولاد ہر ایک کی جو اسوقت تک ہوئی فقط علم الٰہی عزوجل مین ہین کوئی نہین جانتا ہے بالجملہ عاد وثمود کا واقعہ ایسا ہولناک تھا کہ برابر مثل طوفان نوح کے متواتر مشہور رہا اور بعد کے درمیانی قرنون مین بھی شاید رسول آئے جنکا علم اللہ تعالےٰ عزوجل کو ہے پس اللہ تعالےٰ عزاسمہ نے ان سب کا عبرتناک حال اسطرح بیان فرمایا کہ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ اُنکے پاس انکے رسول مع بینات کے آئے یا بینات لائے جس سے صاف صاف حق راہ نور اور باطل راہ ظلمات ظاہر کر دی اور معجزات قاہرانہ دکھلائے پس انہون نے رسالت صاف بیان کر دی۔ فَرَدُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فِيْٓ اَفْوَاهِهِمْ پس ان قومون نے اپنے اپنے رسول کو جھٹلایا۔ ابو عبیدہ نے کہا کہ جب کوئی شخص نہین مانتا اور جواب نہین دیتا تو کہتے ہین کہ ردیدہ فے فمہ۔ اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا پس ضرب المثل ہو گیا اور معنے یہ کہ قوم ایمان نہ لائی اور رسول کی بات نہ مانی۔ اخفش نے بھی ایسا ہی کہا ہے۔ قتیبی نے اس محاورہ مین کلام کیا اور کہا کہ مراد یہ ہے کہ قوم نے دانتون سے اپنے ہاتھ دبائے اور یہ بسبب غیظ وغضب کے ہوا کیونکہ رسول نے شرک کو برا کہا اور اُن کے بتون کو باطل بتلایا اور انکے افعال کو مذموم وقبیح کہا اور یہ بمنزلہ قولہ تعالےٰ عضوا علیکم الانامل من الغیظ۔ اور یہان بجائے انگلیون کے ہاتھ

Marfat.com

فرمایا جسمین دلالت ہے کہ سخت غصہ مین ہاتھ چباتے تھے اور باطل خیالات واعتقادات پر ایسے جمے تھے۔ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے یہ تفسیر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بروایت ابوالاحوص وابوہبیرہ نقل کی اور کہا کہ اسی کو عبدالرحمن بن زید بن اسلم نے اختیار کیا اور لکھا کہ مجاہد ومحمد بن کعب وقتادہ نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ قوم نے رسول کو جھٹلایا اور اپنے منھ سے اُن کے نصائح کو رد کردیا۔ ابن جریر نے کہا کہ فی افواھھم اس صورت مین بمعنے بافواھھم ہی اور اسپر شعر عرب سے شاہد نقل کردیا۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس قول کی تائید آخر آیت سے ظاہر ہے کہ خاتمہ کلام پر فرمایا۔ قالوا انا کفرنا بما ارسلتم بہ وانا لفی شک۔ الآیہ پس گویا فردوا ایدیھم فی افواھھم کی یہ تفسیر ہی عوفی رحمۃ اللہ تعالے نے ابن عباس سے روایت کی کہ جب قوم نے اللہ تعالے کا حکم وکلام سُنا تو اس سے مضحکہ و تعجب کیا اور اپنے ہاتھ اپنے مُنھون پر رکھ لیے اور جواب دیا۔ وَقَالُوٓا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ یعنے جو تم لائے ہم اُس کی تصدیق نہین کرتے کہ ہین اس مین قوی شک ہی بعض نے کہا کہ قوم نے اپنے ہاتھ اپنے منھ پر رکھکر رسولون کو اشارہ کیا کہ خاموش رہو بعض نے کہا کہ اپنے ہاتھ رسولون کے منھ پر رکھے کہ مت کہو۔ مترجم کہتا ہے کہ قول اول یا دوم اقرب ہے۔ پھر اگر کہا جاوے کہ انھون نے اول کفر ظاہر کردیا پھر کہا کہ شک قوی ہی۔ تو جواب یہ کہ انکار تھا اور آخری مرتبہ یہ کہ قوی شک سے خالی نہین ہی اور مترجم کے نزدیک انکار وکفر تو انکو رسول کے ساتھ تھا اور شک اللہ تعالے کے ساتھ تھا اور یہ خود مصرح ہی پھر پریشان جوابات بیکار ہین۔ آیت سے ظاہر ہی کہ ان اقوام مین ویسی ہی جہالت تھی جیسے اسوقت نیچر کے خیالات والے ہین جو اللہ تعالے کے وجود سے منکر ہین اور عاقل اس مقام پر قطعی یقین کے ساتھ اللہ تعالے کی قدرت کا تماشا دیکھتا ہے کہ بیشک ہدایت اسی کی عجیب صنعت ہی کہ اسقدر ظاہر سے یہ لوگ منکر ہین۔ لہذا جواب مین رسولون نے بیان فرمایا۔ قَالَتْ رُسُلُهُمْ انکے رسولون نے کہا اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ کیا تمکو اللہ تعالے مین شک ہی۔ نہایت تعجب وملامت سے فرمایا۔ اسی واسطے تو دیکھتا ہی کہ امام الموحدین ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالے نے کہا ہی کہ توحید پر ایمان نہ لانے مین کوئی معذور نہین ہوسکتا کیونکہ وہ نہایت واضح ہی پھر اسکے ساتھ دلالات محسوسات سے تعریف فرمائی بقولہ۔ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عدم سے وجود مین لانے والا آسمانون وزمین کا۔ یعنے سب چیز محسوس کا جو ان دونون کے درمیان مین ہے پس اپنے خالق ذوالجلال سے انکار کیونکر کرتے ہو جس نے تم کو عدم سے پیدا کیا اور ہوش گوش مال واولاد سے تمپر احسان کیا۔ يَدْعُوْكُمْ وہ تم کو بلاتا ہے اپنی راہ نور کی طرف لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ تا کہ بخشدے تمھارے ہی لیے تمھارے گناہون کو۔ یعنے ہم تم کو نہین بلاتے بلکہ ہماری رسالت سے وہی تم کو ایمان توحید کی طرف بلاتا ہے اور حرف من بقول ابوعبیدہ صلہ زائدہ ہے پس اگلی امتون کے واسطے بھی ایمان سے سب گناہ معاف ہوجاتے تھے جیسے امت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے لقولہ تعالے ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا اور یہی اخفش رحمۃ اللہ تعالے کا قول ہی سیبویہ وجمہور بصریین نے جملہ مثبت مین من زائد نہین جانا تو تبعیضیہ ہوا پس اس صورت مین یا تو بعض کے ذکر سے سب گناہ کی بخشش مراد ہو یعنے تم سے جو اسوقت تک شرک ہوا اسکو بخشدے تو باقی گناہ بدرجہ اولے بخشے جاوینگے اور یا یہ ہو کہ تمام گناہون کی بخشش مخصوص اس امت سے ہو اور اگلون کے بعض معاف ہوتے ہون اور بعض نے کہا کہ من نہ زائدہ ہی نہ تبعیضیہ ہی بلکہ بدل کے معنے مین ہی یعنے تم کو بخشدے بعوض تمھارے گناہون کے یعنے عذاب کے عوض تمپر رحمت فرماوے پس سب گناہ معاف ہونا لازم ہوگا اور امت محمدیہ کے لیے صریح آیات واحادیث مین منصوص ہے کہ کافر نے چاہے کوئی گناہ کیے ہون اسلام سے معاف ہوجاتے ہین ولیکن قرضہ ادا کرے اور اگر وسعت نہ پائے تو امید ہی کہ اللہ تعالے قیامت مین

اس سے بھی اسکو نجات دیوے جیسا کہ احادیث مین دلیل موجود ہے بالجملہ رسولون نے قوم سے کہا کہ تم کو اللہ تعالے مین شک کی گنجایش نہین اور ہمارے رسول ہونے مین بھی شک ست کرو ہم اپنی طرف سے نہین کہتے ہین بلکہ وہی ہماری زبان سے تم کو اپنی راہ کی طرف بلاتا ہے تاکہ گناہون کے عذاب کے بدل تمپر رحمت و مغفرت فرماوے۔ وَيُؤَخِّرَكُمْ اور تاخیر دے تم کو بدون عذاب دنیاوی کے۔ إِلَىٰ أَجَلٍ ایک مدت تک مُسَمًّى جو علم الٰہی مین تمہارے نیک چال چلن کی صورت مین مقدر فرمائی ہے یعنی اگر نہ مانوگے تو اس مدت سے پہلے ہی تمپر دنیاوی عذاب کا خوف ہے پھر کبھی عذاب سے رہائی نہ پاؤگے۔ اس جواب پر قوم نے یہ شبہہ کیا کہ اللہ تعالے اگر رسول بھیجتا تو ملائکہ وغیرہ کو بھیجتا اور اُسکے لیے سلطنت و دولت و عیش و آرام ہوتا اور سب پر اُسکو غلبہ و شوکت و سلطنت ہوتی چنانچہ انکا جواب یہ ہے۔ قَالُوا إِنْ أَنتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا کہنے لگے کہ نہین ہو تم مگر آدمی ہمارے مثل، اور اگر اللہ تعالے چاہتا تو ملائکہ بھیجتا تم کو ہمپر کچھ فضیلت نہین بلکہ تم تو ہم سے زیادہ مفلس ہو جیسے قریش کہتے کہ اللہ کو قرآن اتارتا تو مکہ یا مدینہ مین سے کسی بڑے رئیس مالدار سلطان پر اتارتا۔ اور یہ نہین دیکھا کہ رسول کو دنیا کی کچھ خواہش نہین ہو وہ مفت خلوص کے ساتھ نیک اخلاق و اعمال بتلاتا ہو بلکہ یہ وہم کیا کہ ہم جو طرح طرح کی بداعمالیون سے خوب روپیہ کماتے ہین اور بتون کی مہربانی سے خوش و خرم ہین اُس سے ہم کو روکین چنانچہ صاف کہا کہ تُرِيدُونَ أَن تَصُدُّونَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا تم چاہتے ہو کہ ہم کو روکو یعنی جن دیوتاؤن کے ہمارے باپ دادا معتقد تھے اور پوجا کرتے تھے اُس سے ہمکو باز رکھو اور تم بزرگ بن بیٹھو ہم تمہاری بات کبھی نہ مانینگے۔ فَأْتُونَا بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ یعنی اگر تم سچے ہو تو ہمپر کوئی کھلی حجت و غلبہ ظاہر لاؤ ہر ایک نے اپنی اپنی ہوسات کے موافق مانگا جیسے مثلاً قوم ثمود نے اونٹنی پہاڑ سے اور مانند اسکے حالانکہ انبیاء معجزات لائے تھے مگر عناد سے انپر التفات نہ کیا۔ اور اگر عقل ہوتی اور قسمت مین سعادت ہوتی تو انکی راہ سمجھکر عظیم قدرت سے دیکھتے پھر عجب کہ اونٹنی وغیرہ جن معجزات پر ہٹ کی تھی اسپر بھی ایمان نہین لائے تب عذاب سے ہلاک کیے گئے کیونکہ حق تعالے نے حکم کر دیا کہ جو قوم اپنی ہٹ مانگے پھر دیے جانے پر ایمان نہ لاوے تو عذاب کیا جاوے بالجملہ رسولون کا جواب نقل فرمایا۔ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ انکے رسولون نے انکو جواب فرمایا کہ إِن نَّحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ہم نہین ہین مگر تمہارے مثل آدمی یعنی صورت و ہیأت مین بلاشبہہ ہم بھی تمہاری طرح ہین اس سے ہم انکار نہین کرتے ہین۔ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَمُنُّ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۖ ولیکن اللہ تعالے عزاسمہ احسان کرتا ہے جسپر چاہتا ہے اپنے بندون مین سے۔ پس اُسکو اپنی قدرت سے جسطرح چاہتا ہے نبوت و رسالت دیدیتا ہے اس مین رسول کی عبادت وغیرہ کو کچھ دخل نہین بلکہ محض اللہ تعالے کا فضل و احسان ہے۔ اس کلام سے صریح معلوم ہوا کہ جن بیوقوفون نے زعم کیا کہ آدمی کی نیکوکاری و فرمانبرداری سے اسکو نبوت ملجاتی ہے محض کفر و حماقت ہو بلکہ نبوت و رسالت کا درجہ فقط اللہ تعالے کا فضل و امتنان و رحمت و احسان ہے کیونکہ نبوت کا حکم قدیم تھا جیسے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپ کو نبوت کس وقت پر ہوئی آپ نے فرمایا کہ مین نبی تھا اسوقت کہ ہنوز آدم درمیان پانی و مٹی کے تھے پس ظاہر ہو کہ اسوقت اعمال و طاعات کہان تھین اور اہل السنۃ رحمہم اللہ تعالے کا اسپر اجماع ہو اور صریح آیات اسپر دلیل ہین حتے کہ جو کوئی سمجھے کہ نبوت اپنی کوشش سے حاصل ہو سکتی ہے وہ کافر ہے۔ واضح ہو کہ جاہلون نے انبیاء کو صورت و شکل دیکھکر اپنے مثل خیال کیا حالانکہ یہان زمین و آسمان سے بھی زیادہ فرق ہو مولوی روم رحمۃ اللہ تعالے نے خوب کہا ہمسری با انبیا برداشتند اولیا را ہمچو خود پنداشتند اور یہ ایک عجیب صنعت الٰہیہ ہے جہان عارف و عاقل کی عقل حیران ہو اور چونہ کے پانی اور دودھ مین صورت جابجا یکسان ہو مگر بڑا فرق ہو اس سے کہین زیادہ فرق کفر و ایمان مین

ہے اور وہ بغیر عقل وہدایت آلٰہی کے ظاہر نہیں ہوتا لہذا انبیاء علیہم السلام نے کافرون کو سمجھایا کہ ہاں صورت مین ہم تم یکسان ہین ولیکن معنے کو بھی غور کرو اور وہ اللہ تعالے کی منت وفضل ہے جو اُسنے اپنے بندہ رسول پر فرمایا پھر معجزات کا جواب دیا کہ۔ وَمَا كَانَ لَنَآ اور ہمکو یہ نہیں پہونچ سکتا کہ۔ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ ہم تمھارے پاس کوئی سلطان یعنی معجزہ لادین۔ یا جو آیات واحکام ومعجزات ہم لائے ہین یہ ہماری طرف سے نہیں ہین۔ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ مگر باجازت وحکم آلٰہی یعنی خالق قادر مختار وہی ہے جو وہ چاہتا ہے وہ ہوتا ہے پس اس مین انکو صحیح معرفت و توحید سکھلائی کہ بندہ خالق ومختار نہیں ہے بلکہ وہی ہوتا ہے جو اللہ تعالے عزوجل چاہتا ہے۔ وَعَلَى اللّٰهِ اور فقط اللہ تعالے ہی پر۔ فَلْيَتَوَكَّلِ چاہیے کہ توکل کرین۔ الْمُؤْمِنُوْنَ وہ بندے جو ایمان لائے ہین۔ مومنون کو اس سے تعلیم توحید مقصود ہے اور خود انبیاء علیہم السلام نے اپنی ذات کو بھی انھین مین داخل کیا چنانچہ فرمایا۔ وَمَا لَنَآ اور ہم کو کیا ہے کہ۔ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ بھروسا نہ کرین اللہ تعالے پر۔ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا حالانکہ اُس نے ہم کو ہماری راہ کی ہدایت کی۔ یعنے راہ مستقیم جس سے ہم اُس کی رضوان ورحمت کو پاوین پس جیسے اُس نے ہم کو اس راہ کی ہدایت فرمائی ویسے ہی ہم اسی پر بھروسا کرتے ہین کہ وہ ہم لوگون کو تمھارے فتنہ وفساد سے بچاوے گا کیونکہ تمھارا مکر خود تمھارے حق مین وبال ہوگا اور ہوتا وہی ہے جو وہ چاہتا ہے لہذا فرمایا۔ وَلَنَصْبِرَنَّ اور قسم ہے کہ ہم ضرور صبر کرین گے۔ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا اس اذیت پر جو تم سے ہم کو پہونچتی ہے۔ جیسے جھوٹا بنانا اور عناد وہر طرح کی دشمنی اور ٹھٹھول وزبان وہاتھ سے ہر طرح کی تکلیف دہی وغیرہ پس تمھارے نفوس ان بداعمال کے کاسب ہین جن کا انجام قہر آلٰہی ہے اور مومنون کے حق مین یہ امتحان ہے جس پر صبر کرنے سے انکو رضوان ورحمت ہے پس مضبوط عزم بیان کیا کہ ہم تمھاری اذیت پر صبر کرینگے۔ وَعَلَى اللّٰهِ اور اللہ تعالے ہی پر فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ چاہیے کہ بھروسا کرنے والے بھروسا کرین۔ پس معنے توکل کے یہ ہین کہ نتیجہ وانجام کی اللہ تعالے کی طرف سے دلجمعی ہونا۔ اور ظاہری بول چال مین یہ گفتگو روا ہے کہ تم نے ہم کو ایذا دی ولیکن یقین رہے کہ خالق اللہ تعالے ہے اور موذی کا نفس کاسب فعل ایذا وہی ہے بعض نے کہا کہ مومنون کے توکل سے یہ مراد کہ اپنے دل مین یقین لاوین اور دوسرے مقام پر متوکلین کے توکل سے یہ مراد کہ پھر کسی آزار وایذا رسانی پہونچنے سے توکل مین اضطراب نہو بلکہ خالق عزوجل پر بھروسا برقرار رکھین۔ ف فی العرائس قولہ تعالے فاطر السموات والارض الآیہ۔ علم آلٰہی محیط ہے کہ حوادث مخلوقات مین کوئی آنکھ نہیں جو قدم کو دیکھ سکے پس اپنی قدرت سے نشانیان ہر طرح کی پیدا فرمائین تاکہ قدرت کے واسطے سے چشم مخلوق اسکو پردہ التباس سے دیکھے چنانچہ اس قدرت کی طرف ارشاد فرمایا بقولہ فاطر السموات الآیہ۔ پس انکو اپنی قدرت سے بصنعت عجیب پیدا کیا اور آثار عبرت سے انکو چشم انسان مین تمنا بڑا عظیم کردیا اور جب ایمان باللہ عزوجل سے قلب کی آنکھ کھلی اور اُسنے دیکھا تو کہتا ہے ربنا ما خلقت ہذا باطلا بلکہ عجائب انوار قدرت اس سے ظاہر ہوتے ہین وقولہ یدعوکم لیغفر لکم یعنی تمھارے نفوس سے تمکو اپنے آثار قدرت دیکھنے کو بلاتا ہے پس بندہ مومن اپنے نفس کو مطیع کرتا ہے اور کافر اپنے آپ کو نفس کا مطیع رکھتا ہے پس دعوت حق تعالے عزوجل اُسنے قبول کی جس نے نفس کی پیروی چھوڑکر قدرت کاملہ مین نظر کی اور قلب حاضر کے ساتھ یقین بڑھا اور حق عزوجل نے عارف کو درجات صفات سے ترقی دیکر مشاہدہ آیات قرب کو پہونچایا پس قولہ یدعوکم لیغفر لکم کے یہ معنے ہین سا تنی بات پر مغفرت فرمائی کہ ان آیات کے واسطے سے اسکو انھون نے دیکھا حالانکہ نظر فکر دیکھو تو کون گناہ اس سے بڑھکر ہے کہ او سبحانہ ذو العظمۃ والکبریا خلاق عظیم کو کسی واسطے سے طلب کیا جاوے سبحان الصمد بجمیع تمام وجود اسکے وجود مین حیران ہے اور اسکی بخشش جو تمام وجود مین عائد ہے اور یہ تبالا ترسا کہ جو حدوث مین پیدا ہوا ہے پھر غور کرکہ یہ اشارہ ہے کہ تمکو بلاتا ہے اس لیے کہ اسکو پہچانو اسطرح کہ اپنے نفوس کو پہچانو اور دیکھو وہ

سراسر گناہ ہے اور جب تم نے اپنے نفوس کو پہچانا تو تمہاری تقصیرات اُسکے فضل مغفرت سے بڑھکر طاعات ہو جائینگی۔ شیخ نوری نے کہا کہ خلق کو بذات خود اپنی ذات کی طرف بلایا اور اپنے ناموں سے پاک مین سے فاطر ذکر فرمایا کہ مفطورات و مخلوقات مین کسی چیز سے تعلق پیدا نہ کرین اور اشارہ فرمایا کہ فاطر آسمانوں و زمین کا مین ہون ان مین کی چیز چاہو تو میرے پاس ہے اور اگر تم مجھے چاہو تو اُن کی طرف التفات مت کرو اور ان سے پھر کر میری طرف آؤ۔ بعض نے اس دعوت مین جس کا ثواب مغفرت عظیمہ ہے یون کہا کہ اللہ تعالےٰ نے کسی کو اپنی طرف نہین بلایا اور نہ انبیاء نے اُس کی طرف دعوت فرمائی اور جو کوئی بلایا گیا وہ اپنے حظ و نفع کے لیے بُلایا گیا۔ مترجم کہتا ہے کہ مقصود شیخ کا یہ ہے کہ ابتدائی دعوت گرفتاران نفس کے حظ نفس ہی کے لیے ہوتی ہے پھر جب کسی قدر اُن کی آنکھین روشن ہوئین تو انکے افعال مین اللہ تعالےٰ کے واسطے خلوص ہوتا ہے کہ خود اُس کی درگاہ مین یعنی اپنی گناہون کی تباہی مین حاضر ہوتے ہین واللہ تعالےٰ اعلم۔ قال الشیخ و قولہ تعالےٰ قالت لہم رسلہم ان نحن الآیہ۔ سوا شخصی و امر مخیل مین برابری صنعت عظیمہ الٰہیہ کی طرف سے واقع ہوئی ہے و لیکن اوسبحانہ تعالےٰ اپنی رسالت و نبوت و ولایت کے لیے بندون مین سے جسکو چاہتا مختار کرتا ہے اور یہ اختیار وہی ہے جو ازل مین واقع ہوا اور اسی کا اب ظہور ہوتا ہے اور اسوقت کسی کا یہ وجود و طاعت و معصیت موجود نہ تھا پس اس نے اپنے علم قدیم سے جسکو چاہا خلعت کرامت و ولایت ہبہ فرمایا ہے وہی استعداد معرفت رکھتے ہین اور وہی عبودیت قبول کرنے کے لائق ہین اور وہی دیدار مشاہدہ کے لیے مختار ہین اول تو تعریف تواضع ہے اور دوم خلعت حقائق ہے۔ شیخ ابو عثمان رحمہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے خواص بندون پر اس کثرت سے احسانات فرمائے ہین وہ شمار سے باہر ہین اور وہی انکی شکر گزاری سے عاجز ہوکر شاکر ہوتے ہین از انجملہ چند یہ ہین کہ اول انکو توحید سے مشرف کیا پھر معرفت دی پھر ان مین رسول بھیجے پھر انکا اپنا بندہ نام رکھا پھر ہر سانس مین انکے اوپر ایک نعمت ہے پہچانین یا نہ پہچانین۔ سہل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ تلاوت قرآن مجید و اسکی سمجھ بھی بندے پر ایک بڑا احسان ہے۔ استاد رحمۃ اللہ تعالےٰ نے خلاصہ تفسیر فرمائی کہ ہم تمہاری صورت کے آدمی ہین و لیکن ہم مین اس نے ایک کان دل دیا اور معرفت اور تمکو نہین دیا اور ہم کو اپنی رحمت کے واسطے خالص کیا اور تمکو قہر کے واسطے مردود کیا۔ قولہ تعالےٰ وما لنا ان لا نتوکل علی اللہ الآیہ۔ اول آیت مین حق سبحانہ تعالےٰ اپنے رسولون سے خبر دی کہ انھون نے اقرار کیا کہ ہم کو رب تبارک و تعالےٰ کی مملکت مین تصرف کا اختیار نہین اور ہم کوئی معجزہ نہین لا سکتے ہین مگر جب ہی کہ وہی ہم مین تصرف فرماوے اور اس مین آگاہ فرمایا کہ انھون نے قوم کی ایذا و آزار کے تحمل سے بھی عاجزی کا اعتراف کیا اور اسی کی طرف رجوع لائے کہ اسی نے ہم کو معرفت نفس و اُس کی ہستی کو راہ نور مین ظاہر کیا اور وہی ہادی اولیاء و ناصر اصفیاء و معین احبار ہے یہی ہمارا توکل ہے جو اُس نے پیدا کر دیا اور تمہاری ایذا سے تحمل ایک ظہور قہریات ہے کیونکہ تم مظاہر قہر ہو پس ہم اسی کی طرف رجوع لاتے ہین کہ متحمل ہون پس ہمارا توکل نہ ہمارے ساتھ ہے بلکہ اُسی کے ساتھ ہے اور قولہ سبلنا مین نسبت سبل ان کی جانب ہے حالانکہ صراط العزیز الحمید وہی راہ مستقیم واحد ہے اسمین اشارت ہے کہ ہر ایک کے نفس کا مرجع بقدر وسعت وہی ہے۔ قول شیخ جنید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اللہ تعالےٰ عز و جل کی طرف راہین بعدد انفاس خلائق ہین اور سب بند ہین صرف اسی نفس کی راہ کھل جاتی ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم بقدم چلنے کو اختیار کیا۔ پس شیخ نے اسی معنے کو اشارہ قرار دیا ہے اور لکھا کہ جن لوگون نے ان راہون کو اختیار کیا تو اپنے رب تبارک و تعالےٰ کو وراء اس راہ کے پایا۔ قول یہ مقام مشکل ہے اور واللہ اعلم معنے یہ ہین کہ راہین پردہ عبودیت مین اور اللہ تعالےٰ راہ وراہی دونون سے پاک ہے و لیکن کشف حجاب بندہ کی اسی راہ پر مخصوص ہے اور تو لسنہ جانا کہ ایک رات دن کے فرائض واجبات ادا کرنا و حج کے واسطے کسقدر دور دراز سفر طے کرنا ہوتا ہے اور یہی راہ دی ہے سافر فافہم اسی واسطے شیخ نے کہا کہ جب اس راہ پر چلے اور ہم نے صفات و ذات کی معرفت پائی تو ہم اسی پر توکل کرتے ہین اور نہ اپنے نفس پر قائم ہے۔ شیخ حسین

Marfat.com

رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ آپ کے نزدیک توکل کیا ہے فرمایا کہ موارد قضاء الٰہی کی تحت مین بالکل خاموش ہو حاتم اصم رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ اس کلام پاک کی تفسیر یہ ہے کہ ہم اللہ تعالے عز وجل پر کیونکر بھروسا نہ کرین کہ اسی نے ہم کو اسلام وہدایت عطا فرمائی شیخ ابو العباس ابن عطا رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ تجربہ پر بھروسا کرنا مکر وفریب ہے اور عادت کے ظہور پر تصدیق ایک التباس ہے مترجم کہتا ہے کہ قولہ ولنصبرن علے ما آذیتمونا مین اشارہ ہے کہ خالص بندگان حق عز وجل نے نفوس کفار جو قہریات کماتے ہین اُن کے باقی رہنے پر بپا د حضرت قہار عز وجل کے ساتھ انھون نے توکل کر لیا تھا کاش اسی پر کفار اکتفا کرتے ورنہ جانتے کہ مظاہر رحمت کو میٹ دین ولیکن جو وہ چاہتا ہے ہوتا ہے کہ آخر کفار نے قدم بڑھایا یعنی کافر اگر مومنون کو پیٹنا چاہتے تو شاید بچ جاتے ولیکن ایذا کے بعد قتل پر آمادہ ہوئے تو خود مٹ گیے بقولہ تعالے

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ أَرْضِنَا أَوْ لَتَعُودُنَّ فِي مِلَّتِنَا

اور کہا　ان لوگون نے جنھون نے کفر کیا تھا اپنے رسولون سے کہ ہم ضرور تم کو نکال باہر کرینگے　اپنے ملک سے　یا تم پھر آؤ　ہماری ملت مین

فَأَوْحَىٰ إِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظَّالِمِينَ ۝ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِهِمْ

پس رسولون کی طرف وحی فرمائی انکے رب نے کہ بتحقیق ہم میٹ دینگے　ظالمون کو　اور ضرور ہم تمکو بسادینگے اس ملک مین　بعد ظالمون کے

ذَٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِي وَخَافَ وَعِيدِ ۝ وَاسْتَفْتَحُوا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ

یہ فضل اسکے لیے ہے جسنے میری عزت سے خوف کیا　اور وعدہ عذاب　سے ڈرا　اور انھون نے فیصلہ چاہا اور خوار ہوگیا　ہر　ظالم

عَنِيدٍ ۝ مِّن وَرَائِهِ جَهَنَّمُ وَيُسْقَىٰ مِن مَّاءٍ صَدِيدٍ ۝ يَتَجَرَّعُهُ وَلَا

سرکش　اسکے　ورے　جہنم ہے　اور پلایا مین　دیا جاتا ہے　پیپ لہو یعنی کچ لہو　جسکو گھونٹ گھونٹ پیتا ہے اور نہین

يَكَادُ يُسِيغُهُ وَيَأْتِيهِ الْمَوْتُ مِن كُلِّ مَكَانٍ وَمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ۖ وَمِن وَرَائِهِ

گھٹاکر　نگلے　اور آتی ہے اسپر　موت　ہر ایک ٹھکانے سے　اور نہین ہے وہ　مرنے والا　اور اسکے　ورے

عَذَابٌ غَلِيظٌ ۝

عذاب بہت سخت گران ہے

اس سورہ مین حق تعالے نے اگلون رسولون کے ساتھ کافرون کا برتاؤ اپنے ملک سے نکالنے کا یا کافر ہولے کا مجمل بیان فرمایا جیسے مفصل دیگر آیات مین مانند قولہ لنخرجنک یا شعیب والذین آمنوا معک من قریتنا الآیہ وقولہ اخرجوا آل لوط من قریتکم لہذا حق تعالے نے قریش کے مشرکون سے آگاہ فرمایا وان کادوا لیستفزونک من الارض لیخرجوک منہا واذا لا یلبثون خلافک الا قلیلا۔ سنۃ من قد ارسلنا قبلک من رسلنا الآیہ وقال تعالے واذ یمکر بک الذین کفروا لیثبتوک او یقتلوک او یخرجوک الآیہ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ کو خبر غیب سے آگاہ فرمادیا تھا کہ اگلے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ جسطرح ان کی اقوام کافرہ نے کیا وہی تیرے ساتھ مشرکین قریش کرینگے یہ سنت اگلے انبیاء کی ہے اور بقولہ تعالے تشابہت قلوبہم۔ سے مشرکین عرب کے دلون کی مشابہت اگلے کافرون سے ظاہر کردی تھی بالجملہ یہان بیان فرمایا کہ جب رسولون نے جو اپنی قوم کے لیے رحمت تھے غایت شفقت سے یہ عزم کر لیا کہ قوم کی ایذا پر صبر کرین تو قوم بدبخت نے اسپر اکتفا نہ کیا کہ ایک تو انکو جھٹلایا اور خالص نصیحت کے عوض انکو لعن وطعن کیا اور انکی شفقت کے عوض انکو اذیت دی

Marfat.com

بلکہ زیادہ جراُت کرکے انکو پیٹ رہنا چاہا۔ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا یعنے قوم جو ازلی بدبخت جہنمی کافر تھی انہوں نے۔ لِرُسُلِهِمْ اپنے اپنے رسول سے کہا کہ لَنُخْرِجَنَّكُم مِّنْ أَرْضِنَا ہم بالضرور تم کو اپنی زمین سے نکال دینگے۔ أَوْ لَتَعُودُنَّ فِي مِلَّتِنَا یا تم ہماری ملت مین عود کرو۔ یعنے ہماری ملت پر اب ہوجاؤ کیونکہ رسول کبھی اُن کی ملت پر نہ تھا یا شاید قبل بعثت کی عمر کے کفار اس کو اپنی ملت پر سمجھتے ہونگے اسی وجہ سے قریش آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو صابی یعنے دین سے پھر جانے والا کہتے تھے اور شاید کہ یہ تہدید مومنون کو ہوا اور پیشوائے مومنین کو اصل قرار دیا۔ بالجملہ قوم ملعون نے رسول کو کہا کہ یا تو ہماری ملت پر ہوجاؤ یا ہم تم کو نکال باہر کرینگے اب غور کرو کہ رسول اسی زمین کے واسطے مخصوص تھا کہ بفرض الٰہی تعالےٰ ادائے رسالت کو بعبودیت ادا کرتا تھا۔ اور وہ اس قوم کے لیے عین رحمت تھا اور کافرون کی ملت عین قہر پس کافرون نے اپنے حق مین دونون طرح یہ چاہا کہ وے خالص قہر مین رہ جاوین اور یہی عین عذاب ہے حتے کہ اگر ایسا نہ کرتے تو دنیاوی عذاب سے بچتے اور دعوی یہ کیا کہ ہم باختیار خود ان دو باتون مین سے ایک کرینگے پس قہر نازل ہوا۔ فَأَوْحَىٰ إِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ پس وحی بھیجی رسولون کی طرف انکے رب نے یہ کہ۔ لَنُهْلِكَنَّ الظَّالِمِينَ ہم ہلاک کرینگے ظالمون یعنی کافرون کو۔ یہ جواب کافرون کا ہے کہ تمہارا کہنا باطل تھا بلکہ ہم اپنی زمین سے تم کو نکالینگے اور یہ نکالنا ظالمون کے حق مین بہت ہی خراب ہوا اور ظالم کا ظلم اس کی جان کے اوپر ہوگیا اور حضرت قادر مختار جل سلطانہ نے کافرون کا الٹا کیا کہ۔ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْأَرْضَ مِن بَعْدِهِمْ اور ہم تم کو بساوینگے کافرون کے نکال دینے کے بعد بیشک زمین اسکی ہے بندے مخلوق اسی کے ہین وہ جو چاہے کرے۔ وقال تعالےٰ ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثہا عبادی الصالحون۔ وقال تعالےٰ ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین انہم لہم المنصورون الآیہ۔ وقال تعالےٰ کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی الآیہ۔ یہ سب آیات کفار قریش کو معجزات تعین حتے کہ انہون نے نرمانا اور رحمۃ عامہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے نکالا اور آخر چند روز مین اللہ تعالےٰ نے قریش کو بالکل مغلوب کردیا۔ ف دیگر انبیاء کو انکی قوم نکالنے نہ پائی اور ہلاک کی گئی اور کیا نکتہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو قریش نکالنے پائے تو اس مین نکتہ یہ ہے کہ اور انبیاء فقط اسی قوم وزمین کے لیے مخصوص ہوتے تھے اور آنحضرت صلعم کی بعثت تمام جہان کے لیے عام تھی پس تمام جہان آپ کے قدم سے سایۂ رحمت مین تھا اور اگر قریش کے واسطے ازل مین رحمت مقدر نہوتی تو ہلاک ہوجاتے پس ان رسولون و مومنین کے لیے اللہ تعالےٰ عزوجل نے مفروض فرمادیا ہے کہ غالب رہین اسی واسطے حدیث مین آیا کہ میری امت مین سے ایک گروہ ہمیشہ غالب رہیگا یہانتک کہ اللہ تعالےٰ کا وعدہ آجاوے۔ پھر یہ نصرت دنیا مین کن بندون کے لیے ہوتی ہے تو حق تعالےٰ نے فرمایا۔ ذَٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِي یہ فضل اس شخص کے لیے ہے جو ڈرا میرے مقام سے۔ قتادہ رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ اللہ تعالےٰ کے واسطے مقام ہے چنانچہ فرمایا ولمن خاف مقام ربہ جنتان۔ جس نے مقام رب سے خوف کیا اس کے لیے دو جنت ہین۔ اور مراد مقام سے حد الٰہی ہے یعنی جو حد اللہ تعالےٰ نے مقرر کردی ہو وہین مقام کرے آگے نہ بڑھے پس جس نے خوف کیا اُس مقام کا وَخَافَ وَعِيدِ اور ڈرا اس وعدۂ عذاب سے جو اس مقام سے تجاوز کرنے پر مقرر فرمایا ہے تو وہ دنیا و آخرت مین معزز و منصور ہے بعض مفسرین نے کہا کہ قولہ ذٰلک لمن خاف الآیہ کلام معترض ہے جس سے اللہ تعالےٰ نے آگاہ فرمادیا کہ دنیاوی نصرت و غلبہ ان مومنون کو ملیگا جنکے اعمال ظاہری و باطنی حدود شرع پر مستقیم ہون پھر واقعہ انبیاء بیان فرمایا۔ وَاسْتَفْتَحُوا یعنے وحی الٰہی عزوجل بوعدۂ نصرت پہونچنے کے بعد رسولون نے کافرون کے درمیان فیصلہ چاہا کما فی قولہ ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق۔ مظاہر اوحی پہونچنے کے بعد کچھ دنون تاخیر کی گئی اور کافرون نے نڈر ہوکر بے ادبیان کین آخر

Marfat.com

رسول نے بخیال مومنین کے فتح کی دعا مانگی پس وعدہ پورا فرمایا۔ وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ اور خوار ہو گیا ہر سرکش عناد کرنے والا یعنی حق سے ایک طرف ہو کر چلنے والا اور وہ قوم کافر تھی جنھون نے رسولون پر تکبر کیا تھا اور خیبت ناامیدی کی خواری اور ان کافرون کے حق مین یہ خیبت نہایت سخت تھی جسکی انتہا نہین چنانچہ دنیا مین جن چیزون کی وجہ سے نفس کی خواہش مین کفر کیا اس سبب سے محروم ہو کر بری طرح ہلاک کیے گئے اور اس سے بڑھ کر یہ کہ مِنْ وَرَائِهِ جَهَنَّمُ۔ اسکے درے جہنم ہے۔ یعنے ہلاکت دنیاوی کے بعد ہی جہنم مین پڑا اور یہ جہنم عذاب قبر سے جس مین قیامت تک رہیگا متصل ہے پس رسول خالص ناصح امین کی بات نہ مانی اور اپنے نفس کی پیروی کی جسکا یہ انجام ہوا کہ نفس نے جن خواہشون کے لیے اسکو مہربان ناصح کا دشمن بنایا تھا وہ خواہشین برباد ہوئین اور بجاے انکے ہلاکت وخواری ہمیشہ کے لیے نصیب ہوئی یعنی اچانک عذاب دنیاوی یا موت سے وہ قبر کے آتش خانہ مین پڑا اور وہین سے عذاب جہنم نظر آتا ہے جسکے خوف سے دعائین مانگیگا کہ قیامت بہت دیر مین آوے مگر بیفائدہ پھر سامنے عذاب جہنم ہے۔ وَيُسْقَىٰ مِن مَّاءٍ صَدِيدٍ اور پلایا جائیگا کچ لہو سے یہ کافرون کی کھال وغیرہ سے بہکر جمع ہوگا۔ محمد بن کعب رحمہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ زانیہ عورت ومرد کی فرج سے کچ لہو بہیگا وہی پینے کو پاویگا۔ جب پیاس سے بیتاب ہوگا۔ يَتَجَرَّعُهُ اسکو گھونٹ گھونٹ لیگا۔ وَلَا يَكَادُ يُسِيغُهُ اور لگتا نہین کہ حلق سے بآسانی اُتار جاوے یعنی ناچار بسبب شدت پیاس کے اتاریگا ولیکن بڑی مشکل سے۔ حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ ما صدید کافر کے منھ سے قریب کیا جاویگا پس اُسکی بدبو اور حرارت سے متلاویگا اور زیادہ نزدیک ہوگا تو اسکا چہرہ جھلس جائیگا اور سر کی کھال گر پڑیگی اور جب پی جائیگا تو اسکی آنتین کٹکر پیخانہ کی راہ نکل جاوینگی اور پڑھی یہ آیت وان یستغیثوا یغاثوا بماء کالمھل یشوی الوجوہ بئس الشراب وساءت مرتفقا۔ رواہ احمد والنسائی والترمذی وابن ابی الدنیا وابو یعلی وابن مردویہ والبیہقی وابو نعیم فی الحلیہ وصححہ یہ سب ان خواہشون کا نتیجہ ہوا جنکے مزہ مین اپنے خالق تبارک تعالےٰ سے کفر کیا تھا اور یہان کی زندگی وموت کو وہان پر قیاس کرنا جہالت ہے کیونکہ خالق جل شانہ نے وہان موت نہین رکھی چنانچہ فرمایا۔ وَيَأْتِيهِ الْمَوْتُ مِن كُلِّ مَكَانٍ اور آویگی اُسپر موت ہر جگہ سے۔ وَمَا هُوَ بِمَيِّتٍ حالانکہ وہ مرنے والا نہین ہے یعنی آنتین کٹ کر گرنا اور کھال سڑ گر جانا اور ٹکڑے ٹکڑے ہونا ان سب حالتون مین شدت کی تکلیف ہوگی ولیکن بدستور کھال و آنتین ہوتی جاوینگی اور پھر وہی عذاب ہوگا وہ ہرگز مریگا نہین بلکہ ایک سے ایک عذاب جس سے دنیا مین منکر تھا اُسپر طاری ہوگا چنانچہ فرمایا وَمِن وَرَائِهِ عَذَابٌ غَلِيظٌ اور اس کے ورے عذاب سخت ہے یعنے ہر ایک عذاب منتہی نہین ہوا بلکہ دوبارہ درست ہو کر بھاری عذاب پاوےگا اور جس جسم کے لیے دنیا مین کفر کیا تھا اُسکے عوض یہ تکلیف اُٹھاویگا اور جو جسم دنیا مین صرف اللہ تعالےٰ عز وجل کے احکام بجالانے پر پاک ہو جاتا اُس کو یہان اس آسانی سے پاک نہ کیا اور اس تکلیف کو شاق سمجھا آخر اپنے نفس کو اس عذاب مین مبتلا کیا۔ ف فی العرائس قولہ ذلک لمن خاف مقامی وخاف وعید جب اہل کرامت بندون کے موافق حکم دیا تو ان پر یہ احسان رکھا پھر اُنسے شکر چاہا اسطرح کہ طاعت ومتابعت کرین اور عصیان سے باز رہین اور انکو اپنے قرب سے دور ہونے اور اپنے عظیم مقام سے خوف دلایا اسکا مقام عظیم یہ ہے جو اس نے فرمایا افمن ہو قائم علے کل نفس الآیہ یعنی ہر نفس وہر وجود کو محیط اور ہر ایک اسرار ونیات سے علیم وخبیر ہے جو کام کسی نفس سے ظاہر ہوا سب اسکے علم مین ہے اور ہر غافل کی غفلت اسکے علم مین ہے وہ متفاوت شان سے مریدین پر قائم ہے اور یہ تفاوت اہل ارادت کا تفاوت ہے ورنہ اسکا علم سب کو یکسان محیط ہے چنانچہ ابتدائی اہل ارادت پر اسکا مقام بر جبر وتہدید ہے اور اہل محبت پر بہیبت و

تعلیم اور اہل عرفان پر باجلال وجبار اور اہل توحید پر بغلبہ سطوات کبریا اور اہل انس وشوق وعشق پر کشف مشاہدہ جمال وجلال ہے اور اس مقام پر مقام الٰہی سے خوف اور اسکی طرف سے لعنت وفراق کا ڈر صرف اہل انس کا منظر ہے کہ کشف مشاہدہ سے خالی ہیں اور نہایت دقیق اشارہ یہاں یہ ہو کہ مقام الٰہی القدم نے القدم اور لقا رنے البقا ہے اور یہ مقام معدن الوہیت ومنبع سرمدیت ہے اور اس سے خوف وہیبت واجلال ہے اور یہ مقام ربوبیت فی الربوبیۃ ہے کیونکہ حادث نزول سطوات عظمت میں متلاشی وپارہ پارہ ہو جاتا ہے۔ واضح ہو کہ خالق عز وجل نے مخلوق کو پیدا کیا اور مخلوق کے خیال میں کسی چیز کی کوئی عظمت نہیں آسکتی جو اسکو اپنے خالق عز وجل کی ادا کرنی چاہیے جب غور کرے کہ ہم کو اس نے پیدا کیا ہے اور یہی طریقہ ادب وتعظیم عبودیت ہے پس غور کرو کہ کتنا بڑا جرم عظیم ہے کہ ادب میں قصور ہو اور کتنا بڑا گناہ ہے کہ عبادت میں قصور ہو پھر کیسا بے انتہا گناہ کہ خالق عز وجل سے انکار ہو تو جتنے افعال منکر کے ہونگے سب بدکاری جبکہ اصل انکار سے بڑھکر کوئی بدکاری نہیں اگرچہ بعض کافر کے فعل سے دوسری مخلوق کو راحت پہونچے لہٰذا حق تعالےٰ نے

کافرون کے اعمال کا باطل ہونا بیان فرمایا

مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ۨاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ

مثل ان لوگون کے جنھون نے کفر کیا اپنے رب سے انکے اعمال جیسے راکھ کہ اسکو ہوا جھکور سے اڑا لیگئی ایسے روز

عَاصِفٍ ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ۝

کہ اوسمین آندھی چل رہی تھی نہین قابو پاوینگے اپنے کمائے ہوئے مین سے کسی چیز پر یہ جو حال ہوا یہی گمراہی بہت دور کی ہے

اکثر کفار مانند کفار قریش کے اپنی رائے وعام رواج سے نیک کام ادا کر کے اہل توحید سے اپنے آپ کو افضل جانتے ہین حالانکہ جس نے خالق سے کفر کیا اُس کے اعمال اُس کے نفس کے پسندیدہ ہین اور ثواب انھین اعمال مین ہو جنکو خالق عز وجل نے پسند فرمایا ہے لہٰذا بطور مثل کے بیان فرمایا اور مثل عربی مین ایسی بات کو کہتے ہین جس مین کوئی غرابت وعجب ہو فقال تعالےٰ مَثَلُ الَّذِيْنَ لے مثل اعمال الذین۔ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ جن لوگون نے اپنے رب سے کفر کیا۔ اَعْمَالُهُمْ انکے کامون کے مثل عجیب یہ ہے كَرَمَادِ ۨاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ جیسے راکھ کہ اسپر ہوا کا سخت جھونکا آیا۔ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ایسے دن مین کہ وہ دن گرم اندھڑ کا تھا پس ظاہر ہے کہ راکھ کا کہین نشان بھی نظر نہ آویگا۔ یون ہی کافرون نے جو کام کیے مانند صدقہ وصلہ رحم ووالدین کے خدمات و قیدیون کا چھڑانا اور بھائی کرنا وغیرہ جو اللہ تعالےٰ کے حکم پر بجالانے مین ثواب جمیل کے کام ہین یہ سب اللہ تعالےٰ کے کفر وشرک کے ساتھ بیکار جاتے ہین جیسے اندھڑ کے دن ہوا کا جھونکا راکھ اڑا دے۔ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ جو کچھ کمایا تھا اس مین سے کسی چیز پر قابو نہ پاوینگے۔ یہ نہایت درجہ کا ٹوٹا ہے کہ ان اعمال کا کبھی وجود نہ ہوگا حالانکہ اگر ہوتا تو اسوقت فائدہ تھا کہ جب قادر مطلق عز وجل کی قبولیت سے ثواب ملتا اسی واسطے فرمایا۔ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ یہی گمراہی بعید ہے۔ حدیث صحیح مین ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہو کہ جو مخلوق میرے ساتھ غیر کو شریک کرتی ہو تو مین سب شریکون سے پاک بے پرواہون پس جس نے میرے ساتھ شرک کر کے کوئی کام کیا وہ اس کا ثواب اس کے پاس ڈھونڈھے جسکو شریک بنایا ہے۔ واضح ہو کہ اللہ تعالےٰ عز وجل کی ذات وصفات پر ٹھیک اسطرح ایمان لانا جسطرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بتلایا اور قرآن پاک مین آیا ہے توحید ہے اور دل سے اسکو یقین رکھے اور یہ ایک کلمہ لا الٰہ الا اللہ مین جمع ہو یعنی الوہیت سوائے اللہ تعالےٰ عز وجل کے کسی کو نہین ہو اور الوہیت مین سب صفات الٰہی تعالےٰ

داخل ہین مثلاً وہی خالق رازق قادر مختار علیم وخبیر سمیع وبصیر ہے جو وہ چاہتا ہو وہی ہوتا ہے اور دنیا مین جو اسباب ہین ان مین جب وہی تاثیر فرماتا ہو تو فعل ہوتا ہو پس اگر کسی دوسرے کو پیدا کرنے والا جانے یا اسکی طرف سے رزق ملنا گمان کرے یا مانند اسکے تو وہ مشرک ہو اور کثر یہ ہے کہ جو اس کا جی بکے وہ کرے اگرچہ اس مین اللہ تعالے کی نافرمانی نہ ہو تو جو لوگ اللہ تعالے سے منکر ہین حالانکہ اسی نے اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا تھا یا اسکے ساتھ شریک بتاتے ہین وہ اپنا خدا دوسرا بنا کر اسکے واسطے کام کرتے ہین تو ان کا یہ کام گمراہی بعید ہوا اور جیسے انکے بنانے سے وہ خدا نہ بنا اسی طرح اسکی شرکت سے یہ کام بھی ثواب کا کام نہوا بلکہ بیکار گیا۔ واضح ہو کہ بعض علمار نے کہا کہ مشرکون کے وہ اعمال جو نیک صورت مین ہین دنیا و آخرت مین برباد ہوتے ہین اور انکا کچھ ثواب نہین ہے اور مترجم کہتا ہے کہ ہان ولیکن یہ بیان مجمل ہے اور تفصیل اسکی یہ ہو کہ کافرون و مشرکون کے اعمال کسی حال مین اعمال حسنہ نہین ہین یعنے ویسے اعمال نہین ہین جو اللہ تعالے کی رضا کے لیے ہوتے ہین اور یہ تو بسبب شرک و بدنیتی کے ظاہر ہے پس انکا ثواب کچھ نہین ہوتا اب رہا یہ کہ دونون جہان مین سے کسی جہان مین کچھ فائدہ ہوتا ہے یا نہین ہوتا تو جواب یہ ہو کہ اعمال دو طرح کے ہین ایک تو وہ جنکو وے لوگ اعمال عبادت خیال کرتے ہین جیسے بتون کے سامنے سجدہ کرنا اور رات بھر ان کا نام لینا اور حضرت عیسے علیہ السلام کی تسبیح و تعریف پڑھنا باعتقاد شرک اور مانند اسکے تو یہ اعمال بالکل برباد ہین جنکا کچھ فائدہ نہین ہو بلکہ اسکی شامت و عذاب مین دنیا بھی برباد ہوتی ہو اور دوسری قسم وہ اعمال ہین جنسے دوسری مخلوقات کو کچھ فائدہ پہونچتا ہے جیسے صدقات دینا اور قرابتیون کی خبر گیری کرنا اور شفاخانہ جاری کرنا اور مانند اسکے دیگر اعمال تو اس کا صحیح حکم بدلیل آیات و احادیث یہ معلوم ہوتا ہے کہ دنیا مین اس کا فائدہ انکو پہونچ جاتا ہے اور فنا ہو کر آخرت مین اسکی نیت شرک کا وبال انپر باقی رہتا ہے۔ اور فتاوے مین ہے کہ اگر کسی ذمی نے اپنی قرابت پر وقف کیا تو باقی رکھا جاوے اور اگر بت کی زیارت وغیرہ کے واسطے وقف کیا تو باطل کر کے اُس کی قوم کے فقیرون پر وقف قرار دیا جاوے فافہم پھر کفار کو مقہور تحت قدرت اور فنا کے لیے مستعد یقین دلایا بقولہ

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ وَیَاْتِ بِخَلْقٍ

آیا تو نہین دیکھتا کہ اللہ تعالے نے پیدا کیا آسمانون کو اور زمین کو حق کے ساتھ اگر چاہے تم کو لے جاوے اور لاوے مخلوق

جَدِیْدٍ ۙ وَّمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِیْزٍ

نئی اور نہین ہو یہ بات اللہ تعالے پر کچھ عزت والی

اَلَمْ تَرَ کیا تو نہین دیکھتا۔ یہ خطاب بعض نے کہا کہ ہر ایک کافر کو ہے بقرینہ یذہبکم اور بعض نے کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف خطاب کر کے امت کو فہمائش ہے اور بعض محققین نے کہا کہ اصل مقصود کفار کو تہدید ہے ولیکن خوش اسلوبی سے دیکھنے والے رسول یعنی محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا اور اندھے کافرون کو اس کے نتیجہ سے ڈرایا یعنے تو اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم بکمال نور نبوت دیکھتا ہے کہ۔ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بیشک اللہ تعالے عزوجل نے پیدا کیا آسمانون و زمین کو بِالْحَقِّ حق کے ساتھ یعنے یہ نظر بندی و باطل نہین ہے جیسا کہ نیک بندون نے کہا کہ ربنا ما خلقت ہذا باطلا۔ بلکہ حق و صنعت کاملہ آئینہ ہے جس سے اہل کفر اندھے واقف نہین ہین اور وہ دنیا کی زندگی لہو ولعب پر غرہ ہو کر آغاز و انجام سے بے فکر اور خالق عزوجل سے شرک کرتے ہین حالانکہ اس کے سوائے کوئی خالق نہین بھلا کسی نے کچھ پیدا کیا ایک پتی بھی نہین پھر قدرت

Marfat.com

الکل خالق عزوجل ہی کو ہے اور باقی سب اُسکے حکم و قیومی پر ہیں جب چاہے فنا کر دے۔ اِنْ یَّشَاْ یُذْھِبْکُمْ اگر وہ چاہے تو تم کو فنا کر دیوے اے کافرو۔ پس ڈرو اس سے جس نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا اور اسی کی عبادت کرو اور دنیاوی زندگی پر غرہ مت ہو اور گناہ مت کرو کہ وہ جب چاہے تم کو مٹا دے۔ وَیَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ اور لاوے نئی مخلوق جو اسکے ساتھ شرک نہ کریں اور اسی کی عبادت کریں کیونکہ جس نے بغیر کسی نمونہ کی ابتدا میں ایسے بڑے بڑے اجسام عجیب صنعت کے ساتھ کہ وہاں عقل حیران ہے کام نہیں کرتی ہے پیدا کر دیے تو دوبارہ پیدا کرنا اسپر کچھ مشکل نہیں اور ایسے ہی دیگر مخلوق پیدا کرنا اُسپر بہت آسان ہے کما قال تعالےٰ وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ اور یہ بات تو اللہ تعالےٰ پر کچھ بھی مشکل نہیں ہے پس ذرا غور کرو کہ رسول پاک دیکھتا ہے کہ یہ سب اللہ تعالےٰ کی خلقت ہے پھر تم مانو اور دنیاوی حیات کو جو جانتے ہو کہ فانی ہے ثواب طاعات میں صرف کرو کہ بعد موت کے زندگی جاودانی میں ایسے ارحم الراحمین رب تعالےٰ کے لیے بے انتہا نعمتوں میں رہو اور اگر خالق رب سبحانہ سے چند روزہ زندگانی میں کفر کیا تو جسکی قدرت میں یہ سب ہے اُس کا عذاب بہت سخت ہے اور جسکی سلطنت یہ ہے کہ تم اور تمھارے بزرگ جنکو شریک لاتے ہو سب اُسی نے پیدا کیے تو کسی کی مجال نہیں کہ اُس کی رضا کے خلاف کسی سے اس کا عذاب روک لے پس دنیا میں جن سرکشوں کی پیروی کرتے ہو اور انکے مطیع ہو جب وے خود ہی گرفتار ہونگے اور اپنے اوپر سے عذاب دور نہ کر سکیں تو تم سے کیا دور کرینگے چنانچہ حضرت علیم خبیر سبحانہ تعالےٰ نے جو عالم الغیب والشہادۃ ہے جسکے سامنے گذشتہ و آیندہ تا ابدالآباد یکساں حاضر ہے شرکوں ولنکے سرداروں کا حال آیندہ بیان فرماتا ہے ف دفی العرائس قولہ الم تر ان اللہ خلق السموات والارض الآیہ خلق کو بحق ارادہ قدیمہ و مشیت ازلیہ پیدا فرمایا اور یہ ارادت و علم صفت قدیمہ ہے اور وہ حق ہے پس اظہار مخلوق بحق ہے پس اظہار حق حقیقت حقوق ربوبیت ہے جس سے اہل عبودیت کو معرفت دی اور کلام پاک میں اس سب کا اشارہ فرمایا اسطرح کہ اول اس صفت کی رویت دی پھر اس سے ذات پاک کی معرفت دی بقولہ الم تر ان اللہ یعنے دیدار صفت خلق سے خالق عزوجل کو پہچانو پھر ذات سے صفات کو عظمت کے ساتھ دیکھو پھر صفت کاملہ کے انوار افعال عظیمہ مشاہدہ کرو یعنی خلق السموات [illegible] بالحق بمترجم کہتا ہے کہ مخلوق الٰہی میں فکر کرنے کا حکم جو حدیث میں ہے اس کا یہی طریقہ ہے کہ مخلوق سے صفت خلق دیکھو۔ شیخ [illegible] فعل کا نور دیکھنا عقل کی آنکھوں کے لیے ہے اور فعل جس صفت پاک سے ظہور ہے اسکا دیکھنا قلب کی آنکھوں سے ہے پھر صفت سے نور [illegible] تک مشاہدہ ارواح کے لیے ہے اور انوار عین حقیقت نصیب اسرار ہے۔ شیخ سہل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ تمام اشیاء کو اپنی قدرت سے پیدا کیا اور اپنے علم سے زینت دی اور اپنی حکمت سے محکم فرمایا پس جو نیک بخت سعید بندہ کہ خلق سے خالق کی طرف دیکھتا ہے اسکو خلق میں عجائب ظاہر ہوتے ہیں اور جب اللہ تعالےٰ عزوجل نے اسکو منور فرمایا اور کمال توحید دیا بعد اُس نے خالق عزوجل پاک سبحانہ تعالےٰ سے خلق کو دیکھا تو اسکو آثار قدرت و احکام حکمت و بدائع صنعت ظاہر ہوتے ہیں بعض مشائخ نے کہا کہ سموات کو زمین سے مرتفع پیدا کیا اور زمین کی رونق و آبادی کو آسمان کی برکتوں سے رکھا کہ جو آسمانوں سے زمین کو پہونچتا ہے زمین اس سے لہلہاتی ہے اور یہ تنبیہ ہے کہ جسم و نفوس کو پیدا کر کے قلب کو اسپر سردار کیا اور جسم و نفس کی نجات و راحت برکات قلب پر رکھی پس جسکا قلب پاک ہوا اور مشاہدہ و یقین کے لائق ہوا تو اسکو زوائد و فوائد جملہ اوقات میں از جانب حق جل علاٗ پہونچتے ہیں اور بغیر آتش جہنم و لعنت دائمی کے وہ جسم و نفس پاک ہو کر دنیاوی لذات سے کہیں زیادہ عیش و آرام آخرت میں مسرور ہوتا ہے پس جس عاقل نے دنیا میں نفس کو اس کی خواہشوں و لذات سے روکا اُسنے اپنی جان پر بہت شفقت کی اور یہ خالص رسول اللہ صلعم کی اتباع اور نفس کی طغیانہ ہمراہی سے اختلاف کرنے میں ہے ورنہ دنیاوی مالدار و سردار خود اپنے نفس کی

Marfat.com

خواہشون کے غلام ہین اور انکی پیروی کرنے والے خوار ہیں بقولہ تعالیٰ

وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ

اور سامنے کھڑے ہونگے اللہ کے سامنے سب پھر کہینگے کمزور بڑائی والون کو ہم تھے تمہارے پیچھے اب کچھ

اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ۭ سَوَاۗءٌ

بچاؤ گے تم ہم سے مار اللہ کی وہ بولے اگر راہ پر لاتا ہم کو اللہ البتہ ہم تمکو راہ پر لاتے اب برابر ہے

عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ۝ ع ۹ ۱۵

ہمارے حق میں ہم بیقراری کریں یا صبر کریں ہم کو نہیں خلاصی

وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ اور ظاہر ہوئے اللہ تعالیٰ کی حضوری کے لیے۔ یہ واقعہ روز قیامت کا بیان حق تعالیٰ علام الغیوب نے بندون کو ابھی سے ظاہر کر دیا اور ہم لوگون کے علم مین زمانہ ہوتا ہے اور ہم لوگ اپنے علم نظر مین ظاہر و پوشیدہ کی تفصیل کرتے ہین مگر علم الٰہی مقید بزمانہ نہین بلکہ زمانہ منجملہ مخلوقات کے ہے پس اسکے علم مین سب موجود ہے کیونکہ وہ بے ابتدا ازل کو اور بے انتہا ابد کو محیط ہے لہذا یہان برزوا بصیغہ ماضی بیان فرمانے مین دو باتون کی آگاہی عطا فرمائی اول یہ کہ علم الٰہی محیط ہے جو چیز ہماری بہ نسبت ابھی ہوئی نہین وہ علم الٰہی مین ہوئی موجود ہے پس اس کا علم سب گذشتہ و آیندہ کو محیط ہے اور جس شخص نے زعم کیا کہ جو امر کہ آیندہ کل کے روز واقع ہوگا وہ اپنی خصوصیت ابھی موجود نہین تو علم قبل وجود کے ہوا اور کل کا روز آنے و ہونے پر جو خصوصیت بڑھی وہ اسی وقت کا مخصوص علم ہے پس مستقبل واقعات کا مخصوص علم اپنے وقت پر ہوگا اور اس نے استشہاد کیا بقولہ تعالیٰ لیعلم اللّٰہ المجاہدین منکم ولیعلم الصابرین۔ واضح اس کے تو اس شخص نے وہم کیا اور علم الٰہی کے ساتھ قیاس کو دخل دیا اور منشا فقط ایک باریک فریب نفس کا ہے کہ باوجود اس اقرار کے کہ علم الٰہی منجملہ صفات قدسیہ ہے جسکے ادراک کی بندہ کو مجال نہین ہے پھر بھی اُس کے نفس نے علم الٰہی مین آثار و لوازم لگائے کہ بخصوصیت وقت معینہ کا علم قبل از وقت کیونکر ہوگا حالانکہ علم الٰہی تعالیٰ محیط ہے اور معنے احاطہ کے قبل وجود کسی چیز کے کیا ہونگے پس ایسے اوہام سے پرہیز ضروری ہے اور جو اللہ تعالیٰ عز و جل نے فرمایا اُس کے سمجھنے کی اُسی سے دعا کرنی چاہیے اور جس کلام سے استشہاد لاتا ہے وہ اظہار مقدر ہے جیسے اس مقام پر دوسرے فائدہ کے ضمن مین بیان ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ دوم علم یہ کہ جب ہم نے علم الٰہی سبحانہ مین اس امر کا وجود جان لیا تو ہم کو قطعی معلوم ہوگیا کہ یہ قضا متغیر نہین ہے اور یہی معنے ہین جو مفسرین رحمہم اللہ کہتے ہین کہ فعل ماضی سے تعبیر کرنے مین اشعار ہے کہ یہ امر یقینی واقع ہونے والا ہے یعنی یبرزون نہین فرمایا بلکہ برزوا فرمایا تو ظاہر کیا کہ مثل ماضی کے اُس کو واقع شدہ سمجھو اور چونکہ تحقیقی وقوع علم الٰہی مین ہے لہذا اپنے نام پاک کے ساتھ اس برزوا کو مخصوص کیا اور فرمایا کہ برزوا للّٰہ حالانکہ بروز بمعنے ظہور بعد پوشیدگی ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم مین یہ لوگ کبھی پوشیدہ نہ تھے ولیکن ہم لوگون کی نسبت بروز فرمایا کیونکہ جو مردے خواہ قبر مین مدفون ہوئے یا جلائے گئے یا بہائے گئے ہماری نظرون سے پوشیدہ ہوئے تو ہم کو آگاہ فرمایا کہ تم خیال کرو اس کو کہ وے کفار نکلکر ظاہر ہوئے اور شیخ امام حافظ و محققین نے برزوا از براز لیا جو کھلا میدان ہے یعنے وسیع کھلے میدان مین اللہ تعالیٰ کے حضور مین آئے جمیعا سب کے سب یعنی سرغنہ بھی اور انکی پیروی کرنے والے بھی دونون فریق اپنے اپنے مدفن سے حساب کے لیے اللہ تعالیٰ کی حضوری مین آگئے اور مالدار و رئیس سرداروں کی پیروی عوام بدبختون نے یہ سمجھ کر اختیار کی تھی کہ جیسے یہ لوگ

دنیا مین سرفراز کیے گئے مین اللہ تعالے کے نزدیک بھی معزز ہین کیونکہ جہالت سے ان کو دنیا ملعون ہونے کا علم نہ تھا اور اس مین ہر قسم
کے گمراہ داخل ہین حتی کہ یہودیون کے عالم اور نصرانیون کے راہب و پادری یہان تک کہ نام کے اور صورت کے مسلمان درویش
جو شیاطین کی خوبصورت جھلکیون وغیرہ سے یہ سمجھے کہ ہم مقرب الٰہی ہوگئے حالانکہ وے بالکل شیطان کے پنجہ مین گرفتار ہوگئے اور اس کی
شناخت یہ ہے کہ احکام شریعت و صوم و صلوٰۃ کے اتباع کی توفیق ان کو نہو گی پس عوام نے انکی پیروی کرکے اپنا دین و ایمان کھو دیا۔ بالجملہ
جو لوگ گمراہی مین سرغنہ ہوئے اور جو گروہ ان گمراہون کے پیرو ہوئے دونون اللہ تعالے کے لیے یعنے اس کی حضوری و حساب کے لیے
حاضر ہوئے۔ اور واضح ہو کہ وہ وقت اور عالم بعث و حشر بھی عجیب ظہور قدرت الٰہیہ ہو کہ ہوسات جسمانی و کدورات سے بے علمی مثل دنیا
کے نہوگی اور مفسرین علماء نے کہا کہ حالات وقت سے کافرون کو اپنے کفر و شرک پر سخت پشیمانی اور اپنی قطعی گمراہی ظاہر ہوجائیگی اور یہ بھی
کہ لامحالہ ہم لوگ آج کے روز قہر الٰہی مین گرفتار ہونگے پس بدبخت اتباع اپنے اپنے متبوعین سے وسیلہ ڈھونڈھینگے۔ فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا
پس کہینگے ضعفاء یعنے اتباع جو دنیا کو اصل سمجھ کر اپنے سردارون کے سامنے خوار و کم ور بنے تھے۔ لِلَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْٓا ان لوگون سے
جنھون نے استکبار کیا تھا یعنے اپنے آپ کو کبیر سمجھتے تھے اور ضعفاء عقل و مال و منال کو اپنا کم ور حقیر مطیع بناکر خود اُنپر کبر چاہتے تھے اور انکو
راہ حق سے روک کر اپنا متبع بنایا تھا اور یہان تک تکبر بڑھا تھا کہ رسولون کو حقیر سمجھا اور کہا کہ ہماری راہ چلو ورنہ ہم تمکو نکالدینگے بلکہ یہانتک
خبیث مغرور تھے کہ اللہ تعالے وحدہ لاشریک کی عبادت سے استکبار کیا پس آج یہ بدبخت جو نہایت حماقت سے دنیا ہی کو سب کچھ سمجھ کر
ان سرکشون کے مطیع بنے تھے ان سے کہینگے۔ اِنَّا کُنَّا لَکُمْ تَبَعًا ہم تو تمھارے تابع تھے تم نے جو کہا اُس کو ہم نے مانا اور جس سے
منع کیا اُس سے باز رہے حتے کہ تمھاری ہی پیروی مین ہم نے رسول سے انکار کیا اور اللہ تعالے سے کفر کیا۔ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ
عَنَّا پس کیا تم ہم سے روک دوگے۔ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ اللہ تعالے عزوجل کے کسی عذاب سے۔ مِنْ شَیْءٍ کچھ تھوڑا یعنے ان جانورون
کی اسوقت بھی لاالعقل کیفیت ہوگی کہ موس کرینگے کہ دنیا کی کیفیت اُن کے سردارون کی سنکر تبھی ہم ان کے تابع تھے شاید یہان بھی
بچاوین تو درخواست کرین گے کہ ہم نے سب طرح تمھاری پیروی و فرمانبرداری کی تھی تو آج تم کچھ ہماری مدد کروگے حتے کہ یہ آرزو
کرینگے کہ اللہ تعالے کے انواع عذاب و عقوبات مین سے کسی عذاب مین سے کچھ ہی ٹل جاوے اور وہان سرکش منکر خود عذاب مین گھرا
ہوا ہے نہ اس کو دنیا مین کچھ قدرت تھی تو اپنے واسطے بہتری حاصل کرتا بلکہ رسولون سے سرکشی کرنے مین سراسر اپنا تارا اعمال
سیاہ کرتا تھا تو آخرت مین بھی اُس کو کچھ عذاب نہین اس وقت ان کو جواب دیگا۔ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ اگر اللہ تعالے عزوجل
ہم کو ہدایت دیتا تو۔ لَهَدَیْنٰكُمْ ہم تم کو راہ راست پر لیچلتے۔ یعنے تم نے ہماری پیروی اس راہ مین کی جسپر ہم تھے اور ہم خود
گمراہ تھے ولیکن ہم نے تمھارے ساتھ قصور نہین کیا اس لیے کہ اگر اللہ تعالے ہم کو راہ راست کی ہدایت کرتا تو ہم تم کو راہ پر لے چلتے۔ بعضے
مفسرین نے کافرون کے سرغنہ وان کے اتباع کی یہ گفتگو محشر مین قرار دی ہو اور یہ قول عبد الرحمن بن زید بن اسلم سے مروی ہو۔ اور اظہر وہ
ہے جو شیخ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ یہ گفتگو جہنم مین جانے کے بعد ہوگی جیساکہ دوسری آیات مین مصرح ہو حیث قال تعالے واذ یتحاجون
فی النار فیقول الضعفاء للذین استکبروا انا کنا لکم تبعا فھل انتم مغنون عنا نصیبا من النار قال الذین استکبروا انا کل فیھا ان اللہ قد حکم
بین العباد۔ و مانند قولہ تعالے حتی اذا اداركوا فیھا جمیعا قالت اخراھم لاولاھم الآیہ۔ اور جو جھگڑا باہم محشر مین کرینگے وہ یہ ہو جو اللہ تعالے نے بیان فرمایا
بقولہ ولو تری اذ الظالمون موقوفون عند ربھم یرجع بعضھم الی بعض القول یقول الذین استضعفوا للذین استکبروا لولا انتم لکنا مومنین الآیات۔ اور

Marfat.com

ظاہر کلام بھی اس پر شاہد ہے کہ ضعفا نے عذاب طاریہ کے کسی حصہ کو دفع کرنے کے واسطے ان سے سوال کیا اور ظاہر ایہ سوال بطور ملامت کے تھا کہ تم ہی لوگون کی وجہ سے ہم اس عذاب مین مبتلا ہوئے اور اب تم سے کچھ نہین نفع ملتا ہے پس وے جواب دینگے کہ ہم کو خود ہی ہدایت نہ تھی اور آخر ان کو اس طرح خاموش کرینگے کہ سَوَآءٌ عَلَيْنَآ برابر ہے ہم پر اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا خواہ ہم جزع کرین یا صبر کرین۔ مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ہمارے لیے کسی طرح چھٹکارا نہین ہے۔ پھر ان لوگون کا مخاصمہ شیطان سے بیان فرمایا بقولہ تعالےٰ

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ

اور کہا شیطان نے جب حکم پورا کر دیا گیا کہ بیشک اللہ تعالےٰ نے تمکو وعدہ دیا تھا سچا وعدہ اور مین نے تمکو وعدہ دیا سو مین نے تم سے جھوٹ کہا

وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ

اور نہ تھا مجھے تم پر کوئی غلبہ زبردستی کا ولیکن مین نے تم کو بلایا سو تم نے مان لیا میرا کہنا پس تم مجھے کچھ ملامت نہ کرو

وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ؕ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَآ

اور ملامت کرو اپنے جیون کو مین تمہاری فریادرسی کرنے والا نہین اور نہ تم میرے فریادرس ہونے والے ہو مین نے انکار کیا تمہارے

اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ

شرک کرنے سے میرے ساتھ اس سے پہلے بیشک ظالمون کے لیے عذاب دردناک ہے اور داخل کیے جائینگے جو لوگ

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ

ایمان لائے اور کام کیے اچھے جنتون مین جاری ہین انکے نیچے نہرین درحالیکہ حکم ہوگا کہ ہمیشہ رہین انمین یہ انکے پروردگار کے حکم سے ہوگا

تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۝

انکا تحیہ ان جنتون مین سلام ہوگا

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ یعنے یقینی یہ واقع ہوگا کہ جب مومنون پر رحمت جنت کا اور کافرون پر عذاب جہنم کا حکم ہوگا۔ یا بقول شیخ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ جب کفار دوزخ مین داخل کردیے جاوینگے اور شیطان کو ملامت کرینگے اس سے فریاد چاہینگے تو وہ کہیگا کہ۔ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ بیشک اللہ تعالےٰ نے تم سے وعدہ فرمایا وعدہ حق کہ حیات دنیا حقیر ہے اور بعد موت کے عذاب بدکاری اور ثواب نیکوکاری ہے اور اللہ تعالےٰ وعدہ لاشریک کے ماننے والے فلاح جنت پاوینگے اور منکر و شرک کرنے والے جہنم مین جاوینگے جہان عذاب سخت ہے پس اس نے سچ وعدہ دیا۔ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ اور مین نے تم کو وعدہ دیا سو مین نے اسمین خلاف کیا یعنے مین نے باطل وجھوٹ وعدہ تم کو دیا تھا کہ حیات دنیاوی کے بعد کچھ حیات وحساب کتاب نہین اور دنیا حاصل ہونے کے لیے شرک وکفر کیو۔ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ یعنے مجھے تم پر غلبہ حاصل نہ تھا اور نہ مین نے تم کو کوئی حجت وبرہان شرک وکفر پر دی۔ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ لیکن صرف مین نے تم کو بلایا بطریق وسوسا اور دنیاوی زینت کے بغیر کسی قہر و غلبہ وبغیر کسی صریح حجت ودلیل کے۔ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ پس تم نے میرا کہنا مان لیا اور اللہ تعالےٰ نے رسولون کو بھیجا اور حجت وبرہان دی اور ہر طرح کی آیات تم کو دکھلائین مگر تم نے ان کا کہنا نہ مانا پس آخر تمہارا یہ انجام ہوا۔ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ پس تم مجھے

Marfat.com

ملامت نہ کرو۔ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اور اپنے نفوس کو ملامت کرو۔ کیونکہ گناہ تمہارا ہے کہ تم نے حجت و برہان الٰہی کو چھوڑا اور خالی میرے وعدۂ باطل پر گراہ ضلالت اختیار کی اور دشمن کو اتنی بات پر ملامت کرنا زیبا نہیں ہے۔ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ میں تمہارا فریادرس نہیں ہوں یعنے تم جس حال میں ہو اس سے میں تم کو نہیں چھڑا سکتا ہوں۔ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ اور نہ تم میرے فریادرس ہو۔ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ میں اس سے انکار کرتا ہوں کہ میں اللہ تعالےٰ کا شریک ہوں جیسا کہ تم مجھے دنیا میں بناتے تھے۔ یعنے مشرکین جنکو شریک بناتے ہیں سب قیامت میں اُلٹے ان کے دشمن ہوں گے اور ان کے شرک سے انکار کریں گے کما قال تعالےٰ ویوم القیامۃ یکفرون بشرککم ولا ینبئک مثل خبیر۔ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بیشک کافرون لَهُمْ کے لیے۔ عَذَابٌ اَلِيْمٌ عذاب دکھ دینے والا ہے۔ شیخ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ظاہر سیاق یہ ہے کہ ابلیس کا یہ خطبہ کافرون سے ان سب کے ساتھ جہنم میں داخل ہونے کے بعد ہوگا جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے ولیکن ابن ابی حاتم و ابن جریر نے جو حدیث روایت کی اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ فیصلہ و حکم ہو جانے کے بعد قبل مومنون کے جنت میں جانے اور کافرون کے دوزخ میں جانے کے واقع ہوگا (یہ حدیث معالم میں بھی موجود ہے) وہ یہ ہے کہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ جب اللہ تعالےٰ اگلوں و پچھلوں کو جمع فرما کر انمیں فیصلہ کردیگا تو مومنین کہینگے کہ رب تبارک وتعالےٰ نے ہم میں فیصلہ فرمادیا اب کون ہماری شفاعت کرے کہینگے کہ آدم علیہ السلام کے پاس چلو پس نوح و ابراہیم و موسےٰ و عیسےٰ تک ہر ایک کا اپنی عاجزی و دوسرے کے پاس بھیجنا بیان فرمایا اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام ان کو بتلاوینگے کہ تم محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نبی اُمی کے پاس جاؤ (وہ محبوب الٰہی اور مقصود ایجاد ہے اللہ تعالےٰ نے اُسکے اگلے پچھلے سب گناہ دنیا ہی میں عفو فرمائے ہیں) میں تم کو اچھی راہ بتلاتا ہوں پس تمام اگلے و پچھلے مومنین سب میرے پاس آوینگے پس اللہ تعالےٰ مجھے اجازت فرمادیگا کہ میں اسکے حضور میں کھڑا ہوں پس میری مجلس سے ایسی خوشبو اڑیگی کہ کبھی کسی نے نہیں سونگھی ہے کہ مقام محمود میں حاضر ہو کر قیام کرونگا پس رب تبارک وتعالےٰ میری شفاعت قبول فرماویگا اور میرے لیے ایک نور سے ناخن قدم تک لباس عطا فرماویگا یہ دیکھکر کافرین کہینگے کہ ان لوگوں نے تو ایک شخص کو پایا جو انکے لیے جناب باری تعالےٰ میں شافع ہوا اب ہمارے لیے کوئی سفارشی ہوجاتا پس کہینگے کہ ہمارا کون ہے ولیکن ابلیس کی طرف امید لگاوینگے (کیونکہ اسوقت التباس نہوگا اور ہر ایک اپنی حالت سے اور اپنے پیشوا سے واقف ہوگا) پس اسکے پاس جاکر کہینگے کہ تم ہمارے پیشوا ہو مومنون نے شفیع پاکر رحمت حاصل کی تم ہمارے واسطے اٹھو کیونکہ تمہیں نے ہمکو یہ راہ بتلائی تھی پس وہ اپنے مقام سے اٹھیگا اور اسکی مجلس سے ایسی بدبو اڑیگی کہ کبھی کسی ناک میں نہیں پہونچی پھر دوزخ کی لپیٹ بہت سخت ہو جائیگی تو شیطان انسے بیزاری کریگا جسطرح اللہ تعالےٰ نے فرمایا وقال الشیطان لما قضی الامر ان اللہ وعدکم الآیۃ۔ اور لکھا کہ اس حدیث کو عبد اللہ بن المبارک نے بھی رشدین بن سعد کی اسناد سے عقبہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا ہے۔ اور محمد بن کعب القرظی رحمۃ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ جب دوزخی کہینگے کہ ہم چاہے گھبرائیں اور چاہے صبر کریں ہمارا کوئی چھٹکارا نہیں ہے تو ابلیس انسے کہیگا کہ اللہ تعالےٰ عز وجل نے تم سے سچ وعدہ فرمایا تھا آخر تک جو اس آیت میں ہے پس جب اسکی گفتگو سنکر کفار اپنے نفس سے دشمنی کرینگے کہ ہم نے اپنے جی کی خواہش سے کیوں اس دشمن کا کہا مانا پس ایسی حال میں ان کو ندا دیجائیگی لمقت اللہ اکبر من مقتکم انفسکم اذ تدعون الی الایمان فتکفرون۔ ف سابق میں بدلیل توضیح سمجھا دیا گیا ہے کہ آیات و احادیث میں جو واقعہ بیان ہوا وہ ہم کامل عقل ایمانی سے جانتے ہیں کہ ایسا واقع ہوگا ولیکن چونکہ ہماری عقلیں اسوقت پنجہ حواس میں ہیں لہذا امر آخرت و اسکی کیفیات پر تفصیل و ترتیب کے ساتھ قادر نہیں ہیں لہذا کبھی یہ وسواس شیطانی نہ آنے

Marfat.com

پاوے کرے ترتیب کیونکر ہے کیونکہ کوئی تناقض نہین نہ ایسی کوئی بات جو قدرت کاملہ الٰہیہ سے بعید ہو بلکہ علیم خبیر عز وجل نے اُن واقعات سے ہم کو آگاہ فرما دیا والحمد للہ رب العالمین ۔ اور یہان دقیق فوائد بیشمار ہین ازانجملہ جو ہماری سمجھ سے قریب ہین بتوفیق الٰہی بیان ہوتے ہین اوّل آنکہ آیت مین دلیل ہی کہ عرصہ قیامت مین باوجود اشراق نور رب تبارک وتعالیٰ کے کفار پر حجاب ہوگا اور وے واحد القہار کے سامنے حاضر ہونگے ۔ اور اہل ایمان مین سے ایک سو چالیس ہزار فقط امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام بلاحساب داخل جنت ہونگے اور ایک جماعت بلا حجاب ہونگے ۔ دوم منکر الٰہی تکبر مین گرفتار رہتا ہی اور عالم کو احتراز چاہیے کہ تکبر سے کوئی شمہ نہ آنے پاوے کیونکہ اس عالم مین شیطان کا دخل خاص اس وسواس سے عظیم ہی اور حدیث مین ہی جسنے آپ کو سید کہا تھا اس سے فرمایا کہ سید وہی اللہ تعالیٰ ہی پھر اس نے کہا کہ آپ ہم مین سے بہتر و سردار ہین آپ نے فرمایا کہ کہو یا تھوڑا کہو اور شیطان تمکو نہ بہکا دے ۔ سوم عالم کو چاہیے کہ خلق کی ہدایت مین اسوقت قدم رکھے کہ خود ہدایت الٰہی سے سرفراز ہوا ور یا اسوقت ہوگا کہ خالص طریقہ سنت سے تجاوز نکرے پھر اگر اسکو یہ مرتبہ نصیب ہو تو لوگون کو فقط شریعت و وعظ قرآنی سے سمجھاوے اور اپنی طرف سے خیالات نہ ملاوے جس سے انکے اعتقادات مین فتور ہو ۔ چہارم عوام لوگ جو بغیر کوشش و توجہ کے اپنی جی کے بھلے معلوم ہونے سے پیروی کرتے ہین انکو چاہیے کہ صرف اللہ تعالیٰ عز وجل کی توحید سیکھین اور حدیث سے اخلاص حاصل کرین ورنہ معذور نہونگے یعنی اپنی پرکھ سے کسی کو ولی سمجھنا ٹھیک نہین ہی بلکہ توحید سیکھین اور جو ولی ہوگا وہ اللہ تعالیٰ عز اسمہ کی رحمت ہی اس سے خلق کو بھلائی بغیر جستجو کے پہونچیگی جسطرح مقدر ہوا اور جو شخص کہ شریعت سنت پر قائم نہو وہ اگر ہوش مین ہی تو راہ شیطان پر ہی پنجم جو لوگ دنیا مین بزرگون کو اسطرح مانتے ہین کہ انکی محبت کا دعوےٰ کرکے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہین وے بزرگ قیامت کے روز خود انکے دشمن ہونگے جیسے کہ اللہ تعالیٰ عز وجل نے آگاہ فرمایا اور بھلا اللہ تعالیٰ عز اسمہ علیم خبیر سے بڑھکر تمہارا خیال ہوسکتا ہی جیسے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام ان لوگون کے دشمن ہونگے جنہون نے انکے ساتھ شرک کیا ہی ۔ اور یہ اصلی فریب شیطان کا ہی جس نے تمہارے دل مین ڈالا کہ بزرگون کی محبت سے دنیا و دین کا بھلا ہی پس تمہارے نفس نے یہان تک قبول کیا کہ انکی محبت انکی راہ چھوڑ کر انہین پر بھروسا کر لیا حالانکہ فقط اللہ تعالیٰ عز وجل ہی پر بھروسا فرض تھا ۔ ششم آنکہ وجود آخرت مین لوگ شیاطین سے ہمکلام ہونگے ۔ جیسے ملائکہ سے اور جن چیزون یہان اعراض شمار کیا جاتا ہی وہ حقائق ہین اور فلاسفہ کا اعتراض کہ عرض کا جوہر ہونا اور انقلاب ماہیت لازم آتا ہی بالکل دفع ہی بدلیل آنکہ علم بالماہیۃ مین قیام جوہر فی الذہن لازم پس جو جواب وہان ہی وہی یہان ہی اور حل سوا اسکے نہین کہ جوہر وجود خارجی مین قائم بذات ہی اور وجود ذہنی مین جائز ہی کہ قائم بذہن ہو تو بدرجہ اولےٰ عالم صورت مین جو عرض ہی غیر مشعور وہ عالم آخرت مین جوہر ہو اور اسی اصل پر بہت سے اوہام ملحدون کے دفع ہوجاتے ہین مثلاً موافق اعمال کے عرصہ محشر مین کوئی گھٹنے تک کوئی کمر تک کوئی گلے تک پسینے مین ڈوبا ہوگا تو حق تعالیٰ عز وجل کی تاثیر سے پانی مین وہان یہ خاصیت ہوگی کیونکہ عالم دوسرا ہی علاوہ اسکے خود دنیا مین بحر شور اور بحر شیرین آپس مین خلط نہین ہوتے حالانکہ دونون ملے ہوئے ہین اور بحکم قوله تعالیٰ وبينهما برزخ لا يبغيان ۔ دونون مین حکم الٰہی کا ایک پردہ ہی کہ ایک دوسرے پر تجاوز نہین کرتے ہین ہفتم شیطان کو بذات خود کوئی اختیار نہین جیسے زید و عمر و کسی آدمی بکر و خالد کے قتل کر ڈالنے کا اختیار نہین کیونکہ موت مقدر ہو اور قضائے الٰہی نافذ ہی اور خالق اعمال و افعال کا بھی وہی خالق جل سلطانہ اعیان و جواہر کا ہی اور قاتل نفس نے قتل کو پایا اور یہی فعل قبیح اسکا ہوا لیکن جبر نہین ہی کیونکہ آدمی اپنے اور پتھر مین فرق ظاہر مشاہدہ کرتا ہی اسیطرح شیطان تحت قدرت الٰہیہ مقہور ہی خود اسکو سلطنت و غلبہ قہری حاصل نہین مگر جبھی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی نفس کی گمراہی یا کسب معصیت مقدر ہوا اور فرق یہ ہی کہ شیطان کی خلقت ہوائے بھی زیادہ عجیب ہی اور جیسے ہوا ہر خالی مکان

Marfat.com

مین سمائی رہتی ہے اس سے زیادہ شیطان ہر قلب مین جو یاد الٰہی و ایمان سے خالی ہو سمایا رہتا ہے اور بر خلاف ہوا کے وہ ایک قسم کی خلقت بے شکل ہے اور جو ملحد کہ اسکے وجود سے انکار کرے اور یہ ہٹ کرے کہ اسکو محسوس دکھلایا جاوے تو اسکو اپنے قلب کا حس پیدا کرنا چاہیے اور فوراً اس کو محسوس ہوگا کہ اکثر اوقات اندرونی جوش سے وہ ایسا عمال کرنے پر آمادہ ہوگا بلکہ کر گذریگا کہ دوسرے وقت براہ عقل انکو محض ناکارہ و قبیح و معیوب جانیگا حالانکہ ان افعال مین نفس کو کچھ لذت نہ تھی پھر اگر وہ ان آنکھون سے محسوس دیکھنا چاہتا ہے تو گویا یہ کہتا ہے کہ مجھے مر کر عذاب قبر دکھلا دو یا قیامت برپا کر کے جنت و دوزخ دکھلا دو یا آسمان پر چڑھا کر مجھے دروازہ کھلوا دو تو ایسی صورت مین ایسے احمق کی عقل پر نفرین کرو اور اسکے ایمان کی کم امید ہے اور عالم صنعت الٰہیہ مین عجائب آثار و غرائب اسرار بہت ہین جو تھوڑے قلب کے حفاظت سے اللہ تعالیٰ منکشف فرماتا ہے اور قلب کی حفاظت اسی قدر کہ سوائے توحید کے اس مین باطل کا دخل نہو اور شاہراہ نور پر طریق سنت کی پیروی کرے اسی واسطے تو کہتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام نے معجزات سے لوگون کو اس راہ پر مستقیم کیا پھر خود انکو دیدۂ بینا و قلب عاقل ملگیا ورنہ بہت مشکل ہے کہ اندھے مادرزاد کو رنگ برنگ پھولوں اور غرائب اشیاء دلائل سے کیونکر کوئی مسلّم کرا سکتا ہے اور عنین بعض کو کیونکر کوئی تماس اعضاء سے عجیب لذت حاصل ہونا بدلائل تسلیم کرا لے۔ ف قوله انتم بمصرخي۔ سوا شیخ حمزہ رحمۃ اللہ علیہ کے باقیون نے بفتح یا مع التشدید پڑھا اور شیخ حمزہ نے بکسر یا مع التشدید پڑھا۔ کشاف و بیضاوی نے کہا کہ یہ قاعدہ متروکہ ہے اور جماعۃ علماء رحمہم اللہ تعالیٰ نے کشاف و بیضاوی کا یہ قول مردود قرار دیا اور کہا کہ اگر یہ مراد ہے کہ نحویون مین یہ قاعدہ متروک ہے تو ہوا کرے درحالیکہ قراءۃ متواترہ ثابت ہے اور شیخ فراء رحمۃ اللہ علیہ کا قول کہ شاید قاری کا وہم ہوا ہو کیونکہ قاریون مین سے بعض کو وہم ہوا ہے تو یہ ائمہ علماء نے فراء رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کو بھی وہم قرار دیا اور شیخ ابو حیان النحوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا یہ متواترہ قراءۃ ہے جسکو صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم نے تنزیل رسول رب العالمین سے متواتر نقل کیا پھر یہ کیا اوہام ہین کہ اپنے گھڑھے ہوئے قواعد پر اسکو خطا قرار دیا جاوے حالانکہ جماعت ائمہ لغات نے اس لغت کو نقل کیا اور لیکن یہ کہا کہ اسکا استعمال کم ہے اور اس سے کچھ قباحت نہین اور قطرب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ بنو یربوع کی لغت ہے اور صریح بیان کیا کہ شیخ ابو عمرو بن العلاء سے جب پوچھا گیا تو انھون نے زبان عرب مین اسکو صحیح و ٹھیک بیان کیا اور شیخ قاسم بن معن رحمۃ اللہ علیہ نے بھی جو ائمہ کوفہ سے ہین اس کو لغت عرب سے صحیح و صواب بیان کیا۔ ف۔ حدیث مین جو ابلیس کا اپنے اتباع کے لیے سفارش کرانا مذکور ہے وہ بقصد واقعی نہین بلکہ خوشی و تضحیک کے لیے ہے جیسے ذاتی عداوت کے دشمن سے التجا کرنے کا نتیجہ ہوتا ہے اور اہل جہنم اول ہر طرح کی حرکات جو راہ صواب کی ہوتی کرینگے اور آخر اپنے پیشوا ابلیس کو ملامت کر کے اسی سے خواستگار ہونگے اور اس سے بھی مایوس ہو کر اپنی ذات پر ویل و ثبور کہکر زار زار چلائینگے۔ ف فی العرائس قوله فلا تلوموني ولوموا انفسكم۔ حق تعالیٰ نے کمال شرک ابلیس سے آگاہ فرمایا کہ مواخذہ کے مقام مین وہ اللہ تعالیٰ عز و جل کو بھولا کہ سوائے اُس کی قدرت کے کسی کی قدرت نہین ہے جبھی اس نے کہا کہ فلا تلوموني ولوموا انفسكم۔ کیونکہ اپنے نفس سے نظر ساقط کر کے درمیان مین غیر کو دیکھنا شرک ہے اور اگر کوئی بندہ مقام تحقیق توحید مین ہوتا ہے تو وہ کسی کو ملامت نہین کرتا اور نہ اپنے نفس کو اور نہ درمیان مین سوائے حق تعالیٰ عز و جل کے کسی کو دیکھتا ہے تو نہین دیکھتا کہ شیخ محقق واسطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جس نے اپنے نفس کو ملامت کی اس نے شرک کیا اور مقام ملامت مقام مریدین ہے کہ اپنے نفوس کو خواہش نفسانی کی طرف کرنے سے اس کو ملامت کرتے ہین کہ وہ اپنے خالق عز و جل کی طاعت کی طرف رجوع نہین لاتا ہے اور یہ ملامت براہ ایمان ہے اور ارادت بجانب حق اسکو مقتضی ہے تاکہ نفس کو بجانب مجاہدہ و ریاضت رغبت ہو اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی عبادت مین جو اس سے تقصیر ہو گئی ہے اسپر اسکو ندامت حاصل ہو اور یہ ملامت براہ توحید و معرفت نہین ہے کیونکہ جس نے

Marfat.com

قدم کو حدوث سے فرد واحد پہچانا وہ کسی دوسرے کو درمیان میں نہیں لاتا ہو کیونکہ مقام تفرید و توحید میں وسائط ساقط ہو جاتے ہیں اور
رسوم مندرس ہو جاتے ہیں اور اسباب کی راہیں مٹ جاتی ہیں۔ شیخ محمد بن حامد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ نفس خود ملامت کا محل ہو پس
جس نے نفس کو ہمیشہ ملامت کی اور کسی حال میں اُس سے راضی ہوا تو اُس نے اپنے نفس کو ہلاک کر ڈالا۔ پھر حق تعالے نے کافروں کی محرومی
وخواری اور انپر شیطان کی سرداری و عذاب دائمی میں گرفتاری بیان فرما کر اہل توحید و ایمان کی منزلت و نعمت اور قرب جنت کو بیان
فرمایا بقولہ تعالے۔ وَ اُدۡخِلَ اور داخل کیے جاوینگے یعنے تعظیم واکرام کے ساتھ۔ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وہ لوگ جو ایمان لائے یعنے
اللہ تعالے عزوجل کی توحید کی اور شرک سے بالکل توبہ کی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہدایت وارشاد کو یقین جانکر قبول کیا۔ وَ
عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور نیک کام کیے اور نیک کام وہی ہیں جو قرآن مجید کے اُتارنے سے اللہ تعالے عزوجل نے رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم کو اولاً تعلیم فرمائے اور آپ نے اولاً صحابہ رضی اللہ عنہم کو کامل مکمل کر دیا اور صحابہ لاکھوں تھے جنھوں نے تمام عالم میں پھیلایا پس
جو طریقہ سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہو اسپر چلے یعنی نیک کام کیے اور اپنے نفس وخواہش واپنی ناقص رائے کو دخل نہیں دیا۔ بالجملہ جو
لوگ کہ اللہ تعالے عز اسمہ کی توحید پر موافق تعلیم رسول اللہ صلعم کے ایمان لائے ورسنت رسول اللہ صلعم کی پیروی کی خصوص ان اعمال کے بجالانے میں
جنکے نہ کرنے سے دوزخ میں جاویگا یعنی فرائض و واجبات میں اور انکے ترک میں جنکے کرنے سے دوزخ میں جاویگا یعنی حرام ومکروہ تحریمی تو ایسے لوگوں
کے پیشوا حضرت محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم ہونگے انکو داخل کیا جائیگا جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَا
جنتوں میں جنکے نیچے جاری ہیں نہریں ہمیشہ رہیں انمیں۔ بِاِذۡنِ رَبِّهِمۡ انکے پروردگار کی اجازت سے یعنے داخل کرنا اللہ تعالے کے
فرمان ورحمت واکرام سے ہوگا درحالیکہ فرمان الٰہی اسطرح ہوگا کہ ہمیشہ انمیں رہیں اور حدیث صحیح میں ہو کہ نہ کبھی انکے کپڑے پرانے ہونگے اور نہ کبھی انکا
شباب زائل ہوگا اور آیات میں صریح ہو کہ نہ انکو کبھی غم ہو اور جو کچھ خواہش کرینگے انکے واسطے وہاں موجود ہوگا۔ اور مترجم کہتا ہی کہ جسم وروح
وعقل کی طہارت وپاکیزگی انمیں موجود ہو تو ظاہر ہو کہ وہ دنیاوی نجاسات خواہشوں کی خواہش نہ کرینگے سوا لذیذ وپاکیزہ چیزوں کے کیونکہ
شراب وہاں طہور ہے اور ازواج وہاں حوریں اور پاک بیبیاں وہ کہ حوریں جنکی خدمتگار ہوں اور میوہ جات وغذا انمیں وہ کہ جو دنیا میں کبھی
خواب میں نظر نہ آئیں۔ تَحِیَّتُهُمۡ فِیۡهَا سَلٰمٌ ان کا تحیہ جنت میں سلام ہوگا یہ دو طرح سے کہ اول داخل ہونے میں حق تعالے الملک السلام
کی طرف سے انکو سلام پہونچیگا بقولہ تعالے سلام قولا من رب رحیم۔ اور دوم یہ کہ احباب بلکہ باادب دوست وہاں رب تبارک وتعالے کی
طرف سے ملائکہ ہمیشہ سلام کو آوینگے۔ واضح ہو کہ جسطرح دوزخیوں کے لیے ہر دم عذاب پر عذاب بڑھایا جاویگا اور صفت قہر الٰہی کا جس کی
انتہا نہیں ہی ظہور ہوگا اسی طرح مومنوں کے لیے صفت رحمت غیر متناہی کا ہر دم بڑھتا ہوا ظہور رہوگا والحمد للہ رب العلمین۔ ف فی العرائس
قولہ تعالے تحیتہم فیہا سلام۔ السلام اللہ تعالے کے الطف اسمائے پاک میں سے ہو کیونکہ وہ محل تنزیہ ہو پس عارفین اہل جنت اسکو اسی نام پاک
سے یاد کرینگے کیونکہ وے لوگ اسکو یاد نیگے کہ اسنے حجاب سے انکی سلامتی عطا فرمائی ہو پس جب آپس میں ایک دوسرے کو سلام کرینگے تو اسی نام پاک کی
رعایت سے یعنی یہ مشاہدہ سلام ذوالجلال والاکرام ہو گویا دے دیدار مشاہدہ میں مسرور ہونگے پس ہر ایک اسکے جمال وجلال کا اشارہ فرماوینگے
اور جب اُس اسم پاک سے تحیت کرینگے تو اللہ تعالے انکو احسن تحیت سے بخطاب وکلام سرفراز فرماویگا اور قولہ سلام قولا من رب رحیم سے
پہلے بداہۃً عیاناً انپر سلام فرماویگا اور یہ تجدید اس عہد اول کی ہوگی جب اسکو ارواح سے دیکھا اور اسکا کلام پاک سنا تھا سبحان اللہ یہ سلام
کس درجہ کا پاکیزہ ہو بعض مشائخ نے کہا کہ اہل جنت کے مراتب ہونگے پس اعلے وہ ہیں کہ سلام انکو انکے رب عزوجل سے ہوگا اور بعض کے واسطے

Marfat.com

ملائکہ لاوینگے بقولہ تعالے والملائکۃ یدخلون علیہم من کل باب سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار اور قولہ تعالے یلقون فیہا تحیۃ وسلاما۔ وقولہ تعالے دعواہم فیہا سبحانک اللہم وتحیتہم فیہا سلام وآخر دعواہم ان الحمد للہ رب العالمین۔ پھر حق تعالے نے ایمان واسکے اعمال کا ثمر و نیک اور کفر واسکے اعمال کا بطلان متعلق بقولہ تعالے مثل الذین کفروا اعمالہم کرماد ن اشتدت بہ الریح الآیہ بیان فرمایا بقولہ۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ

تو نے نہ دیکھا کہ کیسے بیان فرمائی اللہ تعالے نے مثل کہ ایک کلمہ جیسے درخت پاکیزہ کہ اسکی جڑ ثابت ہو اور

فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ۙ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا ۭ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ

اسکی شاخیں آسمان میں ہیں دیتا ہو اپنا پھل ہر حین میں اپنے رب کے حکم سے اور بیان فرماتا ہو اللہ تعالے مثلیں

لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِۨ اجْتُثَّتْ

لوگوں کے لیے شاید وہ نصیحت حاصل کریں اور مثل اس کلمہ کی جو خبیث ہے جیسے درخت خبیث کہ اس کا جثہ

مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ۝

اکھڑا ہوا پڑا ہو۔ زمین کے اوپر نہیں ہو اسکے لیے قرار

اَلَمْ تَرَ تو نے نہ دیکھا اے آدمی اپنے دل کی آنکھوں سے کہ تجھے یقین حاصل ہوتا اور محتمل ہے کہ خطاب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہو اور مقصود یہ کہ تو دیکھ یا تو خوب سمجھتا ہے کہ اللہ تعالے نے ایمان وکفر کی کیسی مثال عجیب فرمائی ہو اور الم تر۔ سے عرب کی زبان میں بلطافت کا اشارہ ہوتا ہے جیسے قولہ تعالے الم تر الے ربک کیف مد الظل۔ یعنے بلطافت اپنے رب کی صنعت کی دیکھ کہ ظل کو کسطرح ممدود فرمایا ہو ویسے ہی اس مقام پر مثل کی لطافت دیکھنے وغور کرنے کی تنبیہ فرمائی اور مثل ایسے ہی قول میں مستعمل ہوتا ہو جسمیں کوئی لطافت ہو چنانچہ فرمایا۔ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا کیسی لطیف بیان فرمائی اللہ تعالے نے مثل۔ كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ کلمہ پاکیزہ مانند ہے درخت پاکیزہ کے یعنے جس کا پھل پاکیزہ ولذیذ ہے۔ اَصْلُهَا ثَابِتٌ جڑ اس کی جمی ہوئی ہے زمین میں۔ اکھڑنے اور دور ہونے کے لائق نہیں ہے۔ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں۔ یا تو یہ محاورہ مجازی حسن کلام میں سے ہے جیسا اُردو زبان میں ترجمہ شاہد ہے اور مفہوم اس کا بلندی دھر ابھرا ہونا۔ اور یا فی جہۃ السماء یعنی آسمان کی طرف اس کی شاخیں بلند ہیں کیونکہ عربی زبان میں شجر اسی قسم نباتات کو کہتے ہیں جو ساقدار قائم ہو ورنہ حشیش بولتے ہیں اور یا سماء از سمو بمعنے علو ہو یعنے شاخیں اس کی بلندی میں ہیں اور گھاس کی نیویں اگرچہ اونچان کی طرف ہوتی ہیں لیکن شجر نہیں ہو اور وجہ اول الطف اور دوم اقوے اور سوم توجیہ ہے۔ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ دیتا ہو یا لاتا ہو اپنا پھل ہر حین میں یعنی وقت میں یا موسم میں بِاِذْنِ رَبِّهَا اپنے رب کے حکم یا ارادہ ومشیت سے۔ یہ تو زبان کی تفسیر تھی اب معنوی تفسیر یہ ہو کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ قولہ کلمہ طیبہ وہ شہادت لا الٰہ الا اللہ ہو یعنی؛ بالیقین اسکے معانی کا یعنے بندہ یقینی دل سے گواہی دے کہ کوئی معبود آلہ نہیں مگر اللہ عز وجل۔ اور شجرہ طیبہ بندہ مومن ہو کہ اس کلمہ طیبہ ایمانی سے اسکی جڑ مضبوط قائم ہو اور زمین اسکا دل ہو اور فرعہا فی السماء فرماتا ہو کہ اس کلمہ کی شاخیں اعمال حسنہ ہیں پس مومن کے اعمال کو آسمان پر لیجاتے ہیں۔ اقول یعنی بدلیل قولہ تعالے الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ۔ اور بدلیل احادیث صحیحہ۔ شیخ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ ایسا ہی ضحاک وسعید بن جبیر وعکرمہ ومجاہد وبہتون کا قول ہو کہ مومن کے قول وعمل طیب وصالح کو برابر ہر وقت دینوں میں صبح وشام آسمان کو لیجاتے

ہین ما قول مگر حدیث صحیح گزر چکی کہ فرشتے ستر ہزار نماز عصر کو اترتے ہین اور نماز فجر کے بعد جب آسمان کو اعمال لیجانا چاہتے ہین اسی وقت
دوسرے ستر ہزار اُترتے ہین اور دونون نماز فجر مین مجتمع ہین پھر اول گروہ جاتے ہین اور دوم نماز عصر تک رہتے ہین پھر عصر کے وقت
دوسرے ستر ہزار سوائے کل والون کے آتے ہین یعنی ہر روز جدید آتے ہین۔ اور مترجم کہتا ہے کہ ظاہر مین ابن عباس رضی اللہ عنہ نے شجرہ طیبہ
کے معنے بندۂ مومن فرمائے حالانکہ مراد یہ ہے کہ شجرہ طیبہ کی مثال بندۂ مومن ہے چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سدی نے بواسطہ
مُرّہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کیا کہ شجرہ طیبہ وہ نخلہ یعنی درخت خرما ہے اور یہی قول شعبہ نے بواسطہ معاویہ بن قرہ کے حضرت انس رضی سے
روایت کیا اور حضرت انس نے کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گدر چھوہارون کی گہد لائی گئی تو آپ نے پڑھا قولہ تعالے مثل
کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ اور فرمایا کہ وہ درخت خرما ہے اور یہی صریح قول مسروق ومجاہد وعکرمہ وسعید بن جبیر وضحاک وقتادہ وغیرہم کا ہے
اور بخاری رحمہ اللہ تعالے نے نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کی کہ ہم لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر
تھے کہ آپ نے فرمایا کہ مجھے بتلاؤ کہ وہ کون درخت ہے جو مشابہ یا مانند مرد مومن کے ہے جسکے پتے کسی موسم جاڑے و گرمی مین گرائے نہین جاتے اور
ہر حین مین اپنا پھل دیتا ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے دل مین آیا کہ وہ درخت خرما ہے مگر مین نے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ
کچھ بولتے نہین ہین تو مجھے اپنا بولنا خلاف ادب معلوم ہوا پس جب لوگون نے کچھ عرض نہ کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ درخت خرما ہے۔ پس جب ہم وہان
سے اٹھے تو مین نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے بابا میرے دل مین آیا تھا کہ وہ درخت خرما ہے فرمایا کہ پھر تجھے بولنے سے کس نے روکا تھا مین نے
کہا کہ مین نے آپ لوگون کو خاموش دیکھکر بولنا خلاف ادب سمجھا فرمایا کہ اگر تو کہدیتا تو مجھے دنیا ومافیہا سے بہتر تھا۔ امام احمد رحمہ اللہ تعالے نے اسی
حدیث کو مجاہد عن ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مختصر روایت کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ درختون مین سے درخت ہے جسکی مثال
مرد مسلمان سے ہے۔ میرے جی مین آیا کہ کہدون وہ نخلہ ہے پھر مین نے اپنی طرف دیکھا تو جماعت مین سب سے بہت صغیر پایا پس آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ نخلہ ہے۔ رواہ الشیخان ایضاً اور مالک رحمہ اللہ تعالے نے بھی اسکو عبد اللہ بن دینار عن ابن عمر
رضی اللہ عنہما روایت کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک روز اصحاب سے فرمایا کہ درختون مین سے درخت ہے کہ اُس کے پتے
مطروح نہین کیئے جاتے اسکی مثال مرد مومن سے ہے لوگون کے خیال جنگلی درختون مین پڑگئے اور میرے دل مین آیا کہ وہ نخلہ ہے۔ رواہ الشیخان ایضاً
سبحان اللہ کہ ان بزرگون کے خیالات ہر چیز سے امر آخرت باقی کا انتفاع حاصل کرلینے مین ایسے سدید تھے اور مترجم کہتا ہے کہ ظاہر امراد آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ نہین تھی کہ قرآن مجید مین شجرہ طیبہ سے مخصوص درخت خرما مراد ہے بلکہ یہ درخت بھی اس شان ومثال مین مومن کے مشابہ ہے کہ
اسکے فروع ضائع نہین کیے جاتے ہین۔ اور اسکی دلیل وہ ہے جو ابن ابی حاتم نے اپنی اسناد سے قتادہ رحمہ اللہ تعالے سے روایت کی کہ ایک شخص
نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ جو لوگ صاحبان ثروت ہین وہی سب ثواب لے گئے تو فرمایا کہ بھلا مجھے بتلا دے کہ
اگر کوئی شخص تمام دنیا کی متاع لیکر تلے اوپر لگادے تو کیا آسمان تک پہونچ جاویگی پس مین تجھے ایسا نیک کام بتلائے دیتا ہون کہ اسکی اصل یعنے جڑ تو
زمین مین ہے اور شاخین آسمان مین ہین اُسنے عرض کیا کہ وہ کیا ہے یارسول اللہ فرمایا کہ ہر نماز کے بعد دس مرتبہ لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اور دس مرتبہ سبحان اللہ
اور دس مرتبہ الحمد للہ پڑھا کر پس اسکی اصل زمین مین اور فرع آسمان مین ہے۔ اقول ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت صحاح مین اول چونتیس مرتبہ اور باقی
دونون تینتیس مرتبہ ہین اور بعض روایت مین سب تینتیس مرتبہ ہین اور آخر مین جامع کلمہ توحید وتمجید وتحمید ہے۔ اور اسکے انوار وبرکات عجیب مجرب ہین۔ ولیکن
لازم ہے کہ ایمان والا اسکے معانی کو اصل یقین کے ساتھ دل سے پڑھے حتی کہ کلمہ اول کے وقت دل سے وہ توحید کہ سب عالم سوائے اللہ تعالے کی نظر سے غائب ہوجائے

اور دوم کے وقت اسکی عجائب شان پاک وقدرت پر نظر ہو اور سوم پر اپنے اور دیگر تمام مخلوق پر حسن احسان وہدایت ایمان وانواع انعام پر نظر ہو واللہ تعالے ہو الموفق۔ یہ کلام درمیان میں آگیا۔ غرضکہ اس روایت سے ان اعمال صالحہ سے مشابہ درخت کو تمثیل کے لیے متعین فرمایا اور درخت خرما ہر موسم میں پھل نہیں دیتا ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قولہ شجرۃ طیبۃ وہ ایک درخت جنت میں ہے۔ بلکہ سب درخت جنت کے اسی شان پر ہیں ولیکن یہ فہم فقط اہل ایمان کے لیے ہے اور ضرور ہے کہ عوام کے لیے زمین کے درختوں میں سے تفہیم کیجاوے۔ قال الامام الحافظ رحمۃ اللہ علیہ وقولہ تؤتی اکلہا کل حین باذن ربہا یعنی ہر صبح وشام کے جملہ اوقات میں پھل دیتا ہے اور بعض نے کہا کہ حین سے مراد ایک مہینہ ہے یعنے ہر مہینہ اور بعض نے دو ماہ اور بعض نے چھ ماہ یا سات ماہ اور بعض نے ہر سال کہا۔ اور مترجم کہتا ہے کہ ہر موسم معہود ہو سکتا ہے اور بعض نے توجیہ کی کہ خرما چونکہ سال میں ایک مرتبہ پھلتا ہے لہذا ہر سال مراد ہے اور شیخ امام حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ سیاق کلام سے ظاہر یہ ہے کہ مومن کی مثال ایسے درخت سے ہے جو برابر پھولتا پھلتا ہو اس سے ہر وقت رات و دن اور ہر موسم جاڑے گرمی برسات میں پھل ملتا ہو جیسے مومن کے اعمال نیک برابر رات و دن و ہر موسم میں پاکیزہ حاصل ہوتے اور آسمان کو جاتے ہیں۔ اور مترجم کہتا ہے کہ شیخ کی مراد شاید یہ ہے کہ کلمہ طیبہ یا جسکے قلب میں کلمہ طیبہ راسخ ہے یعنی نفاق نہیں ہے اس کلمہ کے حق پر جو فرع ہیں وہ آسمان کو جاتے ہیں اور اگر اسکی مثال کسی درخت سے دیجاوے تو ایسے درخت سے ہوگی جو مضبوط قائم اور ہری بھری شاخیں بلند اور ہر دم میوہ دیتا ہے۔ مسئلہ۔ ایک نے قسم کھائی کہ تا حین تجھ سے کلام نہ کرونگا یا ایک نے عورت سے تا حین ایلاء کیا یا تا حین طلاق دی تو کیا حکم ہے اور یہ مسئلہ فتاوے ہندیہ کی کتاب الطلاق سے تلاش کرو۔ اور مقصود یہاں اہل لغت کا بیان ہے نحاس رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ حین کا لفظ تمام اہل لغت کے نزدیک سوا شاذ اقوال کے بمعنے وقت آتا ہے اور قلیل وکثیر زمانہ پر واقع ہوتا ہے اور بعض مواضع میں حین سے اکثر مراد ہوتا ہے جیسے قولہ تعالے ہل اتی علی الانسان حین من الدہر۔ زجاج رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ حین وقت خواہ دراز ہو یا کم ہو۔ مترجم کہتا ہے کہ حین امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول میں چھ مہینے ہیں الا آنکہ اسکی کچھ نیت ہو۔ سراج میں لایا کہ انسان کی مثال نخلہ سے اسوجہ سے ہے کہ نخلہ کا اگر سر کاٹ دو تو خشک ہو جاتا ہے اور دیگر اشجار ادھر ادھر سے پھوٹتے ہیں اور دیگر یہ کہ نخلہ نر مادہ لگانے سے پھلتا ہے اور کہا گیا کہ فضلہ خمیر آدم سے مخلوق ہوا ہے۔ اور بعض نے کہا کہ ایمان کی مثال درخت سے اسوجہ دی گئی کہ درخت اسی وقت ہوتا ہے کہ ریشہ مضبوط اور جڑ قائم اور فرع بلند ہو یونہی ایمان تین چیزوں سے تمام ہوتا ہے تصدیق بالقلب اور قول بزبان اور عمل بجوارح۔ اور مترجم کہتا ہے کہ یہ توجیہ ضعیف ہے اور اصلی مقصود بیان کا یہ ہے کہ اگر ایک درخت ایسا ہو کہ جڑ اسکی مضبوط اور شاخیں آسمان میں پھیلی ہوں اور پاکیزہ لذیذ حلال میوہ ہر وقت دیتا ہے اور نظیر اسکے وجود کی نخلہ ہے تو وہ مشابہ ہے مرد مومن کے ایمان کلمہ طیبہ سے جسکی بدولت مومن کے اعمال نہایت پاکیزہ خوشگوار آسمان کو جاتے ہیں۔ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ اور مثلیں بیان فرماتا ہے اللہ تعالے لوگوں کے لیے ایسے حسن کلام سے کہ ہر درجہ کا آدمی بخوبی سمجھتا ہے اگر غور کرے۔ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ تاکہ وے لوگ نصیحت پکڑیں۔ اپنے آغاز سے ہوشیار اور دنیاوی زندگی کو آخرت کے لیے غنیمت جانیں اور آخرت پر یقین کرکے گمراہی کی تاریکیوں اور نجاسات سے نکلکر پاکیزگی وطہارت میں ہمیشہ کے لیے راحت میں رہیں۔ پھر اللہ تعالے نے اہل سعادت کا حال بیان کرنے کے بعد اہل شقاوت کا حال بیان کر دیا اور اسلوب بیان کے بدل دینے میں یعنی یوں نہ فرمایا کہ کیف ضرب اللہ مثلاً کلمۃ خبیثۃ اشعار ہے کہ اسکے بیان میں اظہار خوبی کا اہتمام نہیں ہے بلکہ بطور غیر مقصود انکا حال ظاہر فرمایا بقولہ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ [illegible] اور کلمہ خبیثہ جو سوائے کلمہ توحید کے ہے یعنے دل میں توحید اصل کے سوائے جو کچھ اعتقاد ہو وہ کلمہ خبیثہ ہے اور جیسے کلمہ طیبہ کا اعتقاد [illegible] طیب وپاکیزہ ہوتا ہے اسی واسطے حدیث میں ظاہری احتلام وجماع سے جس نے اپنے کو نجس کہا تھا اسکو متنبہ کیا اور کہا کہ مومن نجس نہیں ہوتا ہے اسیطرح اسکے مقابل میں کلمہ خبیثہ کا

اور اسی کو زبان عرب میں تابیر کہتے ہیں۔ ترکیب اسکی یہ ہوتی ہے کہ مادہ درخت پر نر درخت کی گرد ڈال دیجاتی ہے تو وہ درخت پھل زیادہ لگتا ہے صحیح

Marfat.com

اعتقاد رکھتے والا خبیث ونجس ہو اسی واسطے قولہ تعالیٰ انما المشرکین نجس الآیہ مین صریح فرمایا ہو اور منافقین بھی اسی مین داخل ہین کیونکہ ان مین کلمہ طیبہ نہین بلکہ وہ اسکو اکھاڑے ہوئے دور کرتے ہین اور جس نے بادشاہ عدل کو اپنے ملک مین نہ آنے دیا وہ ہنوز اندھا ہو اور ابھی ظلم بھرا ہوا ہے مگر اس سے وہ زیادہ بدتر ہو جس نے بادشاہ عدل کی خوبیان دیکھین اور اسکو نکالنے اور دور کرنے کے واسطے ساعی اور نجاست کو اپنے یہان مضبوط کرنے والا ہو پس اس سے دوسرے بھی محروم ہوتے ہین اسی واسطے منافق کو زیادہ عذاب ہو پس حاصل یہ کہ سوائے کلمہ طیبہ والون کے باقی جو لوگ ہین سب کلمہ خبیثہ والے ہین ان کے مثل کَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ جیسے درخت خبیث یعنی شریان جسکو حنظل کہتے ہین اور وہ بغیر تنہ کے اور بغیر مضبوط جڑ کے ہوتا ہو اور اسکا پھل بدمزگی مین مشہور ہو اور حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر مین ہو کہ امام حافظ ابوبکر البزار رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کی کہ شجرہ خبیثہ شریان ہو اور دوسری اسناد سے اسکو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے موقوف روایت کیا اور ابن ابی حاتم نے اسکو اپنی اسناد سے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور راوی نے کہا کہ مین نے اسکو ابوالعالیہ سے جو کبار تابعین مین سے ہین ذکر کیا تو انھون نے کہا کہ ایسا ہی سنتے آئے ہین اور اسکو ابن جریر و ابویعلی نے بھی روایت کیا ہو مترجم کہتا ہو کہ ظاہرا یہان بھی عرب کے واسطے ایسے درخت کی نظیر بدرخت حنظل ہو اور مراد یہ ہو کہ کلمہ خبیثہ جسمین تمکن ہی یعنی کافر تو یہ تمکن بغیر زمین ہو کہ انکے قلوب بحکم قولہ تعالیٰ افئدتہم ہواء الآیہ یعنی انکے قلوب خالی ہین اور یہین سے ظاہر ہوا کہ حکمت آلہیہ عجیب ہو اور مثال عجیب ہو کہ کافرون مشرکون مین کلمہ خبیثہ ہو گر اسکی یہ حالت ہو کہ اِجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ اسکا جثہ اکھڑا ہوا ہو زمین کے اوپر سے یعنی زمین مین اسکو ثبات نہین ہو مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ اسکے لیے قرار نہین ہو پس ایسے ہی کافر اور اسکے کلمہ کا حال ہو کہ اسکے واسطے کوئی جمعیت نہین اور نہ ثبات ہو اور نہ اُس سے کوئی نیکی حاصل ہوتی ہو اور نہ اسکا کوئی قول وعمل چڑھایا جاتا ہو۔ اور یہین فرع کا کچھ حال اسوجہ سے نہین فرمایا کہ کلمہ خبیثہ کی اصل ہی نہین ہو تو فرع کیونکر ہو اور یہان سے معلوم ہوا کہ عوام الناس جو اکثر گمان کرتے ہین کہ بعضے کافر بہت سی عبادات وطاعات بجا لاتے ہین تو یہ محض نادانی ہو اور حق یہ ہو کہ یہ فروع و اعمال سب بغیر اصل ہین اور ظاہر ہو کہ جب اصل باطل ہو تو جسقدر فروع ہون سب باطل ہین اور یہین سے معلوم ہوا کہ اہل ایمان باہم فروع پر مخالفت نہ کرین بلکہ سب متفق ہو کر اصل ایمان کو دل مین قائم کرین اور شک و فساد کی بنیاد کچھ باقی نہ رہے پھر اعمال دین اپنی اپنی قسمت سے ملینگے اور ادنے عمل انکا نافع ہوگا اور جب تک کلمہ طیبہ لا آلہ الا اللہ کا اعتقاد دل مین راسخ نہین ہو اسوقت تک اعمال برباد ہین اور واضح رہے کہ اپنے نفس کے کہنے پر یہ غرہ نہو کہ ہمارے دل مین یہ اعتقاد راسخ ہو اسلیے کہ حدیث صحیح مین ہے کہ من فاتتہ صلوۃ العصر فکانما وتر اہلہ ومالہ یعنی جسکی عصر کی نماز قضا ہو گئی گویا اسکے گھر بار آل واولاد اور مال چھوٹ گیا۔ اور ظاہر ہو کہ سب نہین بلکہ ایک فرزند کے چھوٹنے سے آدمی کو جسقدر گریہ وزاری وبیقراری ہوتی ہو قیاس کرے کہ نماز عصر چھوٹنے سے اسکا کے ہزار وان حصہ ہوئی پس خوف کرو کہ آج ایمان ہاتھ سے گم ہو ورنہ کل کے روز قبر مین ہیبتناک سامنا ہو نعوذ باللہ من عذاب القبر وعذاب النار۔ اور جس نے لا آلہ الا اللہ کے معنے سمجھ لیے اُسنے تمام ایمان وعلم دین حاصل کر لیا اسی واسطے حدیث صحیح مین ہو کہ من قال لا الہ الا اللہ صادقا من قلبہ دخل الجنۃ رواہ البخاری وغیرہ یعنی جس نے لا آلہ الا اللہ سچائی کے ساتھ اپنے دل سے کہا وہ جنت مین داخل ہوا یہی اصل ہو کہ اسکے ساتھ شرک جمع نہین ہوتا ہو خالق ومالک ورازق وقادر مختار وہی اللہ جل جلالہ ہو وہی جو چاہتا ہو وہ ہوتا ہو کسی اور کی شرکت بالکل نہین ہو اور حواس کے موافق تدبیر کرنا وہر طرح کی کوشش اسی کے پیدا کیے ہوئے حواس وجسم کو کام مین لگانا ہوتا ہو ولیکن اُسی پر توکل وبھروسا ہو اور جس نے دنیا مین تھوڑی سعی کی اور کم کمایا اور تمام وقت آخرت کے کام مین صرف کیا وہ کل کے روز اچھا رہا اور بہت جانے کا گھر وہی ہو۔ خلاصہ بیان تفسیر کا یہ ہو کہ کلمہ طیبہ جسکے دل مین راسخ اور سچا اعتقاد لا آلہ الا اللہ کا دل مین ہو اس کے سب قول وعمل جو اعتقاد پر مبنی مقبول اور آسمان کو فرشتے لیجاتے ہین ہر دم رحمت جزیل وثواب جمیل ملتا ہے گویا ایک پاکیزہ درخت ایسا ہے

کہ اس کی جڑ خوب مضبوط قائم ہو جیسے درخت خرما ہوتا ہے اور اس کی شاخیں آسمان کو پھیلی ہوئی ہیں ہر دم اور ہر وقت اپنے رب کے حکم سے پھل دیتا ہو لہذا مومن نے جب ایمان و یقین کے ساتھ زبان سے افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ کا وظیفہ کیا یا تسبیح و تہلیل و تحمید کا کلمہ پڑھا یا درود شریف پڑھا یا وعظ کہا یا قرآن مجید پڑھا یا مانند اسکے حتے کہ دو مسلمانوں کے درمیان رنجش دور کرنے کو گفتگو کی یا وضو کیا یا نماز ادا کی یا نفل ادا کیے یا مسجد کی طرف چلا یا حج ادا کیا یا جہاد کیا حتے کہ اہل و عیال و اپنے پیٹ کمائی کی تو یہ سب اسکے فروع ہیں جنکے پھل لقبولیت و توفیق پروردگار اسکو حاصل ہیں اور رہا وہ کہ جو مومن نہیں ہے تو اسکا اعتقاد شرک یا کفر یا نفاق جو کچھ ہو وہ خبیث ہے اور مثال اسکی خبیث درخت کے ساتھ ہے کہ نہ اسکی جڑ مستحکم ہے کیونکہ جڑ تو وہ مستحکم ہے جو آیات بینات و حجت آلہیہ ہو اور کافر اگر اپنے دل میں ایک اعتقاد کو جازم کر لے تو اس سے کچھ فائدہ نہیں ہے پس جب جڑ ہی نہ دارد ہو محض واہی تباہی خیالات کو اعتقاد بنایا ہے تو اسکی شاخیں کہاں سے آویں گی اور میوہ اسکا مثل درخت حنظل کے باطل ہوگا۔ واضح ہو کہ بعض مفسرین نے شجرۂ خبیثہ کی تفسیر میں پیاز اور بعض نے کشوثا اور بعض نے کماۃ ذکر کیا ولیکن زبان عرب میں ان چیزوں کو شجر نہیں بولتے ہیں اور بعض نے کہا کہ وہ ایک بیل ہوتی ہے جو بغیر جڑ کے بڑے درختوں پر پھیلتی ہے اور درخت کو خشک کر دیتی ہے اور مترجم کہتا ہے کہ وہ تو بالکل شجر کی اطلاق سے خارج ہے اور ظاہر ان بزرگوں نے اجتثت من فوق الارض مالہا من قرار کی ظاہری تطبیق سے ایسا کہا ہے حالانکہ مراد اس کی جڑ کے نہ دارد یا اکھڑے ہوئے ہونے سے یہ نہیں ہے کہ جڑ اسکی بالکل ہو معنی یہ ہیں کہ کلمہ خبیثہ اگرچہ کافر کے دل میں خوب جما ہوا ہوتا ہے لیکن بے اصل ہے اس کی جڑ باطل ہے تو اسکے موافق جو اعمال و اقوال وہ کرتا اور کہتا ہے سب فروع و شاخیں بھی بیکار ضائع ہیں جیسے درخت خبیث کا حال ہے اور صحیح تفسیر اسکی حنظل ہے پھر واضح ہو کہ کلمہ طیبہ کی مثال درخت خرما سے ایک تفہیم کی راہ سے ہے اور یہ مراد نہیں ہے کہ مومن کی تشبیہ خرما کے درخت سے ہر طرح سے ہے اور دوسری طرح سے منافق کی تشبیہ درخت صنوبر سے حدیث صحیح میں یوں ہے کہ بندہ مومن ہمیشہ مصائب و بلیات کے جھونکے کھاتا ہے جیسے دھان کا درخت کہ ہوا جھکوڑے سے لوٹ پڑتا ہے پھر کھڑا ہو جاتا ہے اسی طرح بندہ مومن بھی برابر مصائب سے مبتلا ہو کر گناہوں سے پاک کیا جاتا ہے یہانتک کہ موت کے وقت پاکیزہ صاف اس دنیا سے جاتا ہے اور رہا منافق تو اسکی مثال درخت صنوبر ہے کہ بلیات کے جھونکے ہواؤں کے اسکو کچھ صدمہ نہیں پہونچاتے ہیں یہانتک کہ جب اللہ تعالیٰ ایکبار اس کو گرفتار کرتا ہے تو جڑ سے مثل درخت خرما کے اکھاڑ دیتا ہے۔ کما فی الصحاح۔ اور اسی بیان سے مفہوم ہوا کہ پیاز ہو یا حنظل اسکو درخت خبیث بنظر تمثیل فرمایا ہے اور خالق عز و جل اپنی مخلوقات کا علیم ہے اور یہ مراد نہیں ہے کہ حکم اس درخت کا نجس ہے حتے کہ پیاز حرام و حنظل حرام ہو جاوے۔ فافہم۔ ہاں یہاں یہ اشارہ ہے کہ جسقدر آدمی سے مخلوقات کو پاکیزہ نفع پہونچے وہ اچھا ہے اور حدیث صحیح میں ثابت ہے کہ لوگوں میں سے بہتر وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہونچاوے فافہم۔ ف فی العرائس قولہ تعالیٰ الم تر کیف ضرب اللہ مثلا کلمۃ طیبۃ الآیہ اس کلام پاک کے اشارات لطیفہ میں سے بیان کلمہ قدیمہ ازلیہ ہے جس سے اپنے برگزیدہ بندوں کو اپنی معرفت کے لیے منار فرمایا تھا اور وہ کلمہ سب پاکیزہ سے پاکیزہ ہے اور یہ کلمہ قدیمہ درخت صفات ہے کہ اصل ثابت بقدم ہے اور فرع آسمان بقا میں ہے اور یہ درخت ایسے تغیرات و تبدلات سے جو حوادث میں قربات سے ہوتے ہیں محفوظ ہے اقول بلکہ وہی اصل ہے وہاں تغیر و تبدل کے کچھ معنے ہی نہیں ہیں تو محفوظ و غیر محفوظ کا بھی کوئی موقع نہیں ہے جبکہ اُسکے سوائے کچھ ممکن نہیں ہے و لیکن اوہام باطلہ کے رفع کرنے اور ظنون کاذبہ کے دور کرنے کے طور پر مانند قولہ تعالیٰ لا تبدیل لکلمات اللہ اسکو بیان کر دیا۔ اور واضح ہو کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے مراتب عالیہ پاکیزہ کو بپاکیزگی و ثمرات پاکیزہ کا نتیجہ دہندہ بیان فرمایا اور ظاہر کفر و نفاق و شرک کے خوار ہونے اور محض بے نتیجہ و باطل ہونے کو اظہار فرمایا جس سے خوب یقین ہوگیا کہ کفر و اسکے اعتقاد پر اقوال و اعمال سب نابود و باطل ہیں کیونکہ محض بے اصل ہیں اور بغیر جڑ کے درخت شاخ یا پھل کچھ نہیں دیتا ہے پس بحکم قولہ مثل الذین کفروا اعمالہم کرماد اشتدت بہ الریح فی یوم عاصف الآیہ یقین ہو گیا کہ اہل الکفر جو عمدہ قیامت میں بالکل خوار ہونگے اور شیطان انکا پیشوا ہوگا۔ اور شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اسکے اشارہ میں ایمان سے بالا تر مقام وحدت پاک کو

Marfat.com

سمجھا یا کہ اسمین اشارہ ایسا ہو کہ جو شخص قلبی صفات سے ہدایت یافتہ مومن ہوا اور فائز بدرجہ عرفان ہوا اور کسی طرح خیالات و تصورات واوہام کو دخل نہ دے وہ قلب کے بلکہ روح کے ادراک سے صرف یہ سمجھ وہ بھی مثالی طور پر سمجھے کہ اصل قدم پاک یعنی لا الٰہ الا اللہ درخت ہو اور صفات گویا شاخین ہین مگر سبحان اللہ کہ یہان درخت بیچارہ کیا چیز ہو جب کہ انسان نیست و نابود ہو ولیکن یہ یقین رکھو کہ فوراً درخت وغیرہ خیالات سے نظر پھیر دو اور صرف اتنا سمجھو کہ صفات پاک آنکہ ہر تغیر و تبدل سے پاک ایک ذات قدیم کی صفات ہین مانند توحید و تفرید و بقاء وغیرہ کے کہ اسنے عارفین محبین صدیقین و عاشقین کو ثمرات تجلیات ہر ایک مقام و وقت کے مخصوص بصفت پاک حاصل ہوتے ہین شیخ ابن عطار رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ کلمہ طیبہ قول لا الٰہ الا اللہ ہو جبکہ مقام حقیقت مین عین الیقین کے مرتبہ پر ہو اور شجرہ طیبہ وہ ہو جو اہل توحید کے اسرار کو طمع سے پاک کرتا ہو اور اللہ تعالے پر بھروسا دیتا ہو اور اسکے سواے ہر چیز سے منقطع کرتا ہو مترجم کہتا ہو کہ مین یہان حضرت مولانا السید امام الاولیاء کا کلام نقل کرتا ہون جو نقل حدیث صحیح کہ یا غلام احفظ اللہ یحفظک اور تسمہ جوتی کا مانگے تو اللہ تعالے سے مانگ کے تو علیہ ذکر کیا بقولہ رحمۃ اللہ کل آفۃ دخلت علی اہل البدایات لوقوع نظرہم الی الخلق یعنی ابتدائی لوگون پر ہر ایک آفت جو وارد ہوتی ہو وہ اسی وجہ سے ہوتی ہو کہ انکی نظر مخلوق پر پڑتی ہو الے آخر ما قال رضی اللہ عنہ شیخ ابو سعید الخراز رح نے کہا کہ خزائن الٰہی آسمان غیب مین مخفی ہین یعنی ہم لوگون پر حجاب ہو ورنہ خزائن غیب انکی ظاہر و روشن ہین اور زمین مین اسکے خزائن قلوب اولیا ہین اور اس اشارہ کو اسی آیت سے نکالا ہو اور کہا کہ پھر اللہ تعالے نے ایک ہوا نسیم صبا بھیجتا ہو جو اسکے قلب کو کفر و شرک و نفاق سے پاک کر دیتی ہو اقول الاصل فیہ قولہ علیہ السلام ان لربکم فی ایام دہرکم نفحات الحدیث اور کہا کہ پھر ایک ابر رحمت پیدا فرماتا ہو جسکی بارش سے درختان تر و تازہ بار آور پیدا ہوتے ہین جنکا ثمر اسکی محبت و رضا ہو و شکر و صفا و اخلاص و طاعات ہین۔ قولہ تعالے ومثل کلمۃ خبیثۃ کشجرۃ خبیثۃ الآیۃ اسکے اشارات حکمت مین سے ہو کہ قہر قدیم نے جب زبان نفس امارہ سے جو درخت خبیث ہو کلام کیا تو زبان النفس امارہ کی گفتگو ہوا جس نفسانیہ ہین جن سے وساوس شیطانیہ کا ثمرہ پیدا ہوتا ہو اور یہی کلمات تمام اُن مختلف خواہشون کی جڑ ہین جنکا انجام تاریکی سخت و دوری از رحمت اور فتنہ شہوات واوہام و خیالات مین تباہی و سرگردانی ہوتا ہو اس درخت کو دست قہریات نے قعر طبیعت مین جمایا ہو اور آب ضلالات سے اسکو پانی دیا گیا ہو اور اسکی جڑین اصول نفاق ہین اور پیڑ یہی اس کی اصل بالکفر اور شاخین خواہشہاے مختلفہ اور اسکے پتے بیہودہ باطل اوہام و ظنون تھا اور اسکے پھل شک و شرک و کسل و بخل و اترانا و نشاط دنیا و تخیلات و حیلہ بازی و کذب و فریب و بہتان و غیبت و چغلی و حرص و حسد و شہوت و بغض و غضب و جملہ بد خصلتین جو نفس و شیطان کی جانب منسوب ہین پھر ہر وقت و ہر دم اس سے یہی پھل حاصل ہوتے ہین اب دیکھنا چاہیے کہ محب صادق و بندہ موافق برابر قصد کرتا ہو کہ انکو جڑ سے قطع کر دے اور توحید کی الہ سے اور معرفت و محبت کی کلہاڑی سے انکو جڑ سے کھود ڈالے پس اگر یہ بندہ موید بتائید ربانی و کرم بالطاف ازلیہ ہو تو اللہ تعالے اُسپر یہ کام آسان فرما دیتا ہو وہ اسکو جڑ سے کاٹ دیتا ہو اور کوئی ضرر نہین پہونچتا ہو اسلیے کہ یہ سب عارضی بغرض امتحان قلب ہین اور یہ قلب محل و منظر نور تجلی حق عزوجل ہو پس قلع و قطع آسان ہو جاتا ہے کیونکہ یہ درخت خبیثہ جما ہوا ثابت نہین ہوتا ہو بلکہ بحکم قولہ اجتثت من فوق الارض ہو بخلاف درخت ایمان کے کہ بحکم اصلہا ثابت و فرعہا فی السماء وہ ثابت ہو۔ اقول یہ تحقیق صریح معقول لطیف ہو واللہ تعالے اعلم۔ محمد بن علی الترمذی نے کہا کہ شجرہ خبیثہ زبان ہو جبتک دل اسکو نہ روکے اس سے کلمات خبیثہ پیدا ہونگے۔ اقول زبان بھی شجر خبیثہ نفس کی پیروی مین ثمرات بیہودہ کلمات دیتی ہو ورنہ ذکر الٰہی حسن ہو فافہم بعض نے کہا کہ شجرہ خبیثہ نفاق ہو اور اسکو کہین قرار نہین یہانتک کہ منافق کو نار مین لیجاتا ہو۔ ابن عطا رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ وہ غیبت و بہتان ہو دونون سے کذب و فجور کا دروازہ کھل جاتا ہو جعفر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ شجرہ خبیثہ شہوات ہین [۱۲ مترجم] و زمین اسکی نفوس ہین اور پانی اُسکا امید ہو اور پتے اسکے کسل ہو اور پھل اسکے معاصی ہین اور انجام اسکا آگ ہو۔ ف شجر خبیثہ کی صفت بقولہ اجتثت من فوق الارض مالہا من قرار بیان فرمائی حالانکہ درخت اسی کو کہتے ہین جسکی جڑ زمین مین قائم اور اسپر پیڑ ہی

Marfat.com

اور پھر شاخیں و پتے ہوں جواب دیا گیا کہ شجرہ طیبہ کے مقابلہ میں اس گھاس کو درخت فرمایا ورنہ صفت مذکورہ کے موافق بیخ ہے جو بغیر ساق ہوتی ہے اور حضرت ابن عباس و ایک جماعت علماء تابعین سے مروی ہے کہ کلمۂ خبیثہ وہ شرک ہے اور درخت خبیث کافر ہے یعنی شرک کی کوئی اصل نہیں جسکو کافر اپنا مستند کرے ورنہ کوئی دلیل و برہان ہے اور اس جڑ سے جو اعمال پیدا ہوتے ہیں سب خراب ہیں کیونکہ ہر عمل کے لیے نیت لازم ہے لہٰذا آیات و احادیث میں صحیح ہوا کہ شرک کے ساتھ کوئی عمل مقبول نہیں ہوتا۔ پھر اللہ تعالےٰ نے کلمہ طیبہ والوں پر اپنا انعام و فضل و احسان ظاہر فرمایا بقولہ تعالےٰ

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ

ثابت رکھتا ہے اللہ تعالےٰ ان بندوں کو جو ایمان لائے ہیں قول ثابت کے ساتھ دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اور گمراہ کرتا ہے اللہ

ع ۴ ۱۶ الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ۟

ظالموں کو اور کرتا ہے اللہ تعالےٰ جو کچھ وہ چاہتا ہے

تثبیت۔ ثابت و قائم کردینا اس طرح کہ کچھ لغزش و تردد نہ ہو۔ قول ثابت وہی کلمہ طیبہ کہ اصلها ثابت و فرعها فی السماء ہے۔ فی الحیٰوۃ الدنیا یعنی زندگی دنیاوی۔ فی الآخرۃ بعض نے کہا کہ قیامت اور بعض نے کہا کہ قبر اور یہی اصح و ارجح ہے۔ قولہ تعالےٰ۔ يُثَبِّتُ اللّٰهُ اللہ تعالےٰ جو قادر مختار فاعل حقیقی ہے ثابت و برقرار رکھتا ہے۔ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اُن بندوں کو جو ایمان لائے یعنے کلمہ طیبہ انکے دل میں جم گیا۔ بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ متعلق آمنوا یعنے قول ثابت پر ایمان لائے اور وہ کلمہ طیبہ ہے پس جس طرح وے کلمہ طیبہ ثابتہ پر ایمان لائے ہیں انکا رب رحیم انکو ثابت قدم رکھتا ہے اور محتمل ہے کہ تثبیت کے متعلق ہو یعنے تثبیت بقول ثابت فرماتا ہے یعنی ایمان والے انعام و فضل الٰہی ثابت قدم رہتے ہیں۔ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا زندگانی دنیاوی میں جب فتنہ و مصائب سے امتحانات پیش آتے ہیں جیسے اصحاب اُخدود کو کافروں نے آگ میں ڈالا اور جیسے حضرت سیدنا بلال مولاے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایذا و تکلیف سخت دی گئی مگر ایمان پر ثابت قدم رہے تو اللہ تعالےٰ جل شانہ کا شکر ہے کہ وہی ثابت قدم فرماتا ہے دنیاوی امتحانات و سختیوں میں۔ وَفِي الْاٰخِرَةِ اور آخرت میں بھی۔ بعض نے کہا کہ قیامت کے حساب و سوال جواب میں ولیکن یہ قول ضعیف ہے اس لیئے کہ حدیث صحیح میں آیا کہ قیامت میں جس شخص سے حساب میں مواخذہ کیا جائیگا وہ ہلاک ہو جائیگا اللھم انی اعوذ بک من سوء الحساب۔ اور بعض نے کہا کہ یعنے قبر کے سوال منکر نکیر میں۔ اور یہی اصح ہے اور ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قولہ فی الآخرۃ کہا کہ فی القبر۔ اور ابن مردویہ نے حضرت ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ قبر میں ہے۔ اور امام بزار رحمہ اللہ تعالےٰ نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ امت اپنی قبروں میں امتحان کیجاویگی تو میرا کیا حال ہوگا کہ میں بے شک ضعیف عورت ہوں تو آپ نے پڑھا قولہ تعالےٰ یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت الآیہ۔ اور ابوداؤد نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب میت کے دفن سے فارغ ہوتے تو وہاں ٹھہر جاتے اور کہتے کہ اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو اور اسکے لیے تثبیت مانگو کہ اُس سے اس وقت سوال کیا جائیگا۔ غرضکہ دربارہ سوال قبر و ثواب و عذاب قبر کے بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں حتےٰ کہ جو کوئی ثواب و عذاب قبر پر ایمان نہ لاوے وہ کافر ہے اور واضح ہو کہ منکر و نکیر درحقیقت ملائکہ ہیں لیکن انکی صورتیں بہت ہیبتناک ہوتی ہیں اور یہ فقط امتحان تثبیت ہے کیونکہ جو چیز دل میں جمی ہوئی ہو وہ کسی حال میں خارج نہیں ہوتی ہے اور اسی ہیبتناک منظر کی وجہ سے حضرت ام المؤمنین نے کہا کہ میں ایک کمزور عورت ہوں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تسکین دی کہ جو کوئی دنیا میں ایمان پر ثابت ہوتا ہے اُسکو اللہ تعالےٰ دنیا کی سخت آزمایش اور قبر کے ہیبتناک منظر میں ثابت قدم رکھتا ہے اس میں طاقتور و کمزور اور مرد و عورت کا کچھ کام نہیں ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کہ جب مومن سے قبر میں سوال کیا جاتا ہے تو وہ شہادت دیتا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پس یہی فرمایا یثبت اللہ الذین آمنوا الآیہ۔ امام مسلم و بقیہ جماعت ائمہ نے بھی اسکو روایت کیا ہے اور اسی کو امام احمد نے بسط کے ساتھ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک مرد انصاری کے جنازہ کے ساتھ ہم لوگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی معیت میں چلے جب قبر تک پہونچے تو ہنوز لحد تیار نہوئی تھی پس آپ بیٹھ گئے اور ہم سب آپ کے گرد خاموش بیٹھ گئے اور آپ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی اس سے زمین میں کریدتے تھے پس آپ نے سر مبارک اٹھا کر فرمایا کہ اللہ تعالے سے قبر کے عذاب سے پناہ مانگو دو مرتبہ فرمایا یا تین مرتبہ پھر کہا کہ بندہ مومن جب دنیا سے انقطاع و آخرت کے سامنے جانے کو ہوتا ہے تو آسمان سے کچھ فرشتے اُترتے ہیں جنکے چہرہ مثل سورج کے روشن ہوتے ہیں انکے ساتھ جنت کے لباس سے کفن اور خوشبو سے حنوط ہوتی ہے پس اُتر کر اُسکی نظر کے دور سے پر بیٹھتے ہیں پھر ملک الموت آکر اُسکے سرہانے بیٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ اے نفس مطمئنہ اپنے پروردگار کی مغفرت و رضوان کی طرف چل پس جیسے سقاوہ کے دہانہ سے قطرۂ آب روان ہو کر نکل آتا ہے وہ روح رواں ہو کر باہر آجاتی ہے پس ملک الموت اسکو لے لیتا ہے مگر وے پلک مارنے تک اسکو ملک الموت کے پاس نہیں چھوڑتے بلکہ لے کر اسی کفن و حنوط سے آراستہ معطر کر کے لے چلتے ہیں اُس سے نہایت اعلیٰ خوشبو نکلتی ہے جو روے زمین پر ہو سکتی ہے پس اسکو آسمان کی طرف چڑھا لیجاتے ہیں راہ میں جس گروہ ملائکہ پر گزر ہوتا ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ کیسی خوشبودار روح ہے کہتے ہیں کہ یہ فلاں بن فلاں ہے اسکے دنیاوی ناموں میں سے سب سے اچھا نام لیتے ہیں یہانتک کہ آسمان دنیا تک پہونچتے ہیں اور دروازہ کھلواتے ہیں پس دروازہ کھولدیا جاتا ہے اور مبارکباد کے بعد اس آسمان کے مقربین مشایعت کرتے ہیں یہانتک کہ دوسرے آسمان تک پہونچتے ہیں اسی طرح ساتویں آسمان پر اللہ تعالے جل شانہ کا حکم ہوتا ہے کہ میرے بندہ کا نوشتہ علیین میں لکھو اور اسکو زمین پر واپس کراؤ کیونکہ میں نے انکو اُسی سے پیدا کیا اور اسی میں اعادہ کرونگا اور اسی سے دوبارہ نکالونگا۔ فرمایا کہ پھر اسکی روح اس کے جسم میں دوہرائی جاتی ہے تب اسکے پاس دو فرشتہ آتے ہیں اور اسکو بٹھلا کر اس سے کہتے ہیں کہ کون تیرا پروردگار ہے وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے پھر اس سے کہتے ہیں کہ تیرا کیا دین ہے کہتا ہے کہ میرا دین اسلام ہے کہتے ہیں کہ یہ کون شخص ہے جو تم میں مبعوث کیا گیا وہ کہتا ہے کہ وہ رسول اللہ ہے کہتے ہیں کہ تیرا علم کیا ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے کتاب الٰہی پڑھی پس اسپر ایمان لایا اور تصدیق کی پس آسمان سے ایک پکارنے والا ندا دیتا ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا پس اسکے لیے جنت سے فرش بچھاؤ اور جنت سے لباس دو اور جنت کی طرف دروازہ کھولدو۔ فرمایا کہ پس جنت کی راحت و خوشبو اسکو آتی رہتی ہے اور اسکی منتہائے نظر تک اسکے لیے قبر میں فراخی دیجاتی ہے اور اسکے پاس ایک شخص خوبصورت خوش پوشاک خوشبو معطر آتا ہے اور کہتا ہے کہ بشارت تجھے ایسی خبر سے جو تجھے مسرور کرے یہ وہی تیرا دن ہے جسکا تجھے وعدہ دیا جاتا تھا اس سے پوچھیگا کہ تو کون ہے کہ تیرے چہرہ سے خوشی کی بشارت آتی ہے وہ کہیگا کہ میں آپ کا عمل صالح ہوں تب کہتا ہے کہ اے رب قیامت قائم فرما دے کہ میں اپنے اہل و عیال کی طرف واپس جاؤں۔ اور فرمایا کہ بندہ کافر جب دنیا سے منقطع اور آخرت کی طرف جانے کو ہوتا ہے تو آسمان سے ہیبتناک ملائکہ اُترتے ہیں جنکے چہرہ سیاہ ہوتے ہیں اور انکے ساتھ موٹے کمل ہوتے ہیں اسکی منتہاے نظر پر بیٹھتے ہیں پھر ملک الموت آکر اُسکے سرہانے بیٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ اے نفس خبیثہ نکل بجانب خشم و غضب الٰہی کے پس نفس مذکور ڈر کر بدن میں چھپتی ہے پس ملک الموت اسکو کھینچتا ہے ایسی سختی سے جیسے بھیگی اُون میں سے گرم سیخچہ کھینچا جاوے پس اسکو ماخوذ کر لیتا ہے پھر وہ ملائکہ ایک دم اسکے پاس نہیں چھوڑتے بلکہ لیکر اُسی ٹاٹ کمل میں کر کے گرفتار کرتے ہیں اور اس سے نہایت سخت مردار بدبو جو روے زمین پر پائی جاوے نکلتی ہے پس اسکو اوپر لیجاتے ہیں اور ملائکہ کے گروہ میں سے جس گروہ پر گزرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ کون روح خبیثہ ہے کہتے ہیں کہ فلاں بن فلاں دنیا میں جن ناموں سے بلایا جاتا انہیں سے سب سے قبیح نام لیتے ہیں یہانتک کہ اسکو آسمان دنیا تک لیجاتے ہیں اور دروازہ کھلواتے ہیں مگر کھولا نہیں جاتا پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی لا تفتح لہم ابواب السماء ولا یدخلون الجنۃ حتی یلج الجمل فی سم الخیاط پس اللہ تعالیٰ عز و جل فرماتا ہے کہ لکھو اسکا نوشتہ سجین میں سب سے نیچے طبقۂ زمین میں پس اس کی روح بری طرح سے طرح پھینکدی جاتی ہے پھر پڑھی یہ آیت ومن یشرک باللہ فکانما خر من السماء

فتخطفه الطير او تهوي به الريح في مكان سحيق پھر اسکی روح اسکے جسم مین اعادہ کیجاتی ہے اور اسکے پاس دو فرشتے آتے ہین اور اسکو بٹھلاتے ہین اور پوچھتے ہین کہ تیرا
رب کون ہے وہ کہتا ہے ہاہ ہاہ مجھے نہین معلوم پھر کہتے ہین کہ تیرا کیا دین ہے کہتا ہے کہ ہاہ ہاہ مجھے نہین معلوم پوچھتے ہین کہ یہ شخص کون ہے جو تم مین مبعوث ہوا
کہتا ہے کہ ہاہ ہاہ مجھے ادراک نہین ہے پس آسمان سے پکارنیوالا پکارتا ہے کہ میرے بندے نے جھوٹ کہا پس اسکے لیے آگ سے فرش کردو اور دوزخ کی طرف دروازہ
کھولدو پس اسکو دوزخ کی حرارت وسموم آتی ہے اور اسکی قبر مین اسپر تنگی کیجاتی ہے یہانتک کہ اسکی پسلیان ایک دوسری طرف سے نکل آتی ہین اور
اسکے پاس ایک بدصورت آدمی آتا ہے جس سے بدبو نکلتی ہے وہ کہتا ہے کہ بشارت ہے تجھکو ایسی چیز سے جو تجھکو غمگین کرے یہ تیرا وہ دن ہے جس سے تجھکو ڈرایا جاتا
تھا۔ اس سے کہیگا کہ کون ہے کہ تیری صورت سے میری حق مین نشان بدی ظاہر ہوتی ہے۔ کہیگا کہ مین تیرا خبیث کلمہ وعمل ہون تب دعا مانگنے لگیگا کہ اے
رب میرے قیامت نہ قائم کیجیو۔ وقد رواہ اصحاب الصحاح والسنن اور امام احمد رحمہ اللہ تعہ کی ایک روایت مین بعض علوم زیادہ ہین ازانجملہ یہ کہ مومن کی
روح نکلنے پر تمام فرشتہ درمیان آسمان وزمین کے اور تمام فرشتہ آسمان کے اسپر صلوٰۃ پڑھتے ہین اور تمام دروازے آسمان کے کھلتے ہین اور ہر دروازہ والا دعا
مانگتا ہے کہ اسکا گذر اس دروازہ سے ہو۔ ازانجملہ یہ کہ کافر پر بعد سوال منکر ونکیر کے ایک فرشتہ اس صفت کے ساتھ کہ نہ دیکھتا ہے اور نہ سنتا ہے اور اسکے ہاتھ مین ایک
گرز ہے اسپر مسلط کیا جاتا ہے گرز آہنی ایسا ہے کہ اگر پہاڑ پر مارے تو راکھ ہوجاوے پس وہ اس کافر کو ایک ضرب مارتا ہے کہ وہ راکھ ہوجاتا ہے پھر اللہ تعہ عز وجل اسکو
جیسا تھا ویسا کردیتا ہے کہ وہ دوسری ضرب پاتا ہے اور وہ اس ضرب سے ناگوار چیخ سے چلاتا ہے جسکو سوائے جن وانس کے ہر چیز سنتی ہے۔ اقول جن وانس کا یہ سننا
محل امتحان الٰہی ہے اور شاید کہ ضرب کا عذاب مخصوص انکافر موذی ظالم تبہ کار ہو اور عموماً کفار اسی فرش دوزخی وحرارت وسموم مین مبتلا کیے جاتے ہون اور
شاید کہ سب اسی عذاب مین مبتلا ہون اور فرشتہ اندھا گونگا بہرا جو عذاب کرنے کو مسلط ہوتا ہے وہ اسکی خلقت مین عیب نہین ہے بلکہ وہ ایک پاکیزہ مخلوق ہے مگر
جس وقت تک اللہ تعہ کو منظور ہے اسکو قوت بینائی وشنوائی وگویائی بالکل عطا نہین ہوئی تاکہ اس تکلیف دینے والے منظر کو نہ دیکھے۔ اور اکثر دیکھا گیا کہ بعض جدید
قبور کے پاس سے جانور وحشت کرتے اور بھڑکتے ہین اور ممکن ہے کہ شاید کہ بعد چندروز کے وہ آواز منقطع ہوجاتی ہو۔ واضح ہو کہ بعض ایسے لوگون نے جنکے قلوب پر
شیطان حاوی ہو کر انکو شک ونفاق مین ڈالتا تھا امام مالک رحمہ اللہ تعہ سے پوچھا کہ قبر کا عذاب کیونکر ہوگا تو دیر تک سر جھکائے رہے پھر سر اٹھا کر فرمایا
کہ عذاب ہونا یقینی معلوم ہے اور اسکی کیفیت اللہ تعہ کے علم مین ہے اور اسپر ایمان لانا واجب ہے پھر حکم دیا کہ وہ نکالدیا گیا۔ مترجم کہتا ہے کہ اللہ تعہ کی عجائب قدرت
وغرائب صنعت اس آسمان وزمین کے درمیان بیانتہا ہے اور اگر ایمان بالغیب نہوتا تو بطریق کشف عیان کہا جاتا ولیکن اللہ تعہ جسکو چاہتا ہے راہ نور کی
ہدایت فرماتا ہے اور مترجم کہتا ہے کہ اس زمانہ مین لوگ پیدا ہونے والے نظر آتے ہین کہ سوائے زندگانی دنیا او محسوسات حواس کے سب چیزون سے انکار کرتے ہین اور
یہ لوگ کافر ہین اور جو انکا مشابہ ہو وہ کافر ہے اگرچہ صورت ونام مسلمانون کا رکھین اور بہت سے عوام غریب جنکو رذیل قوم کہکر تحقیر کرین وے ان امور پر سچا
اعتقاد رکھتے ہین اللہ تعہ انمین برکت دے اور انھین مومنون کے ساتھ مترجم کا حشر فرماوے اور مرتد گمراہون وبے پیرون کے فتنہ وجملہ فتن سے سوائے اولاد ومال کے
مجھکو ومومنون کو بچاوے ان ربی علی کل شیٔ قدیر۔ پھر مین بقیہ فوائد حدیث شریف کی طرف رجوع کرتا ہون کہ امام احمد رحمہ اللہ تعہ کی بعض روایات مین ہے
کہ البتہ قبور مین امتحان کیجاویگی اور مومن کے صحیح جواب کے بعد فرشتہ کہیگا کہ یہ دیکھ اپنا ٹھکانا جہنم کا جسکو اللہ تعہ نے اپنے فضل سے تیرے لیے اس نعمت
جنت سے بدل لیا اور مومن دونون کو دیکھکر کہیگا کہ مجھے مہلت دو کہ مین اپنے لوگون کو بشارت دیدون کہا جائیگا کہ آرام کیجیے اور منافق وکافر کے ناپاک جواب
کے بعد کہا جائیگا کہ تیرا برا ہو ہمیشہ نادان رہے یہ دیکھ تیرا ٹھکانا جنت کا تھا اسکے عوض تو نے یہ ٹھکانا جہنم کا اختیار کیا پھر جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مین نے
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ ہر آدمی اپنی قبر مین اس حال پر مبعوث ہوگا جسپر مرا ہے مومن اپنے ایمان پر اور منافق اپنے نفاق پر قال الامام الحافظ ابن کثیر
رحمہ اللہ تعہ اسنادہ صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجاہ۔ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی جسکے آخر مین ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ

یا رسول اللہ جبکے سر پر فرشتہ ہیبتناک یکبارگی اسکی لیکر کھڑا ہوگا تو کوئی حواس قائم نہین رکھ سکتا بلکہ ہول سما جاویگا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت الآیہ۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس حدیث کی اسناد مین کچھ مضائقہ نہین ہے وفیہ عباد بن راشد التمیمی وقد روی لہ البخاری مقرونا لکن ضعفہ بعضہم مترجم کہتا ہے کہ حاصل یہ کہ اس ہولناک مقام پر صادق الیقین وصحیح الایمان اپنے نور پر ہوگا اور دنیاوی حواس جسمانی تغیرات کا اثر نہوگا تو وہ بنور الٰہی اپنے سچے حال پر ثابت ہوگا اور یہ فضل الٰہی ہے اللہم ثبتنا وانت ارحم الراحمین اور دیگر روایات امام احمد ومسلم وغیرہ مین ہے کہ روح مومن کو بشارات وخوشخبریان دیتے ہوئے آسمان کو لیجاتے ہین اور حکم الٰہی عز وجل ہوتا ہے کہ اسکو لیجاؤ آخر مدت تک کے لیے اور کافر کی روح بدبودار کو غضبناک خبرین دیتے ہین اور حکم ہوتا ہے کہ آخر مدت کے لیے لیجاؤ۔ اور ابن حبان کی صحیح مین ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت مین ہے کہ مومن کو جب آسمان سے مومنون کے پاس لاتے ہین تو وے بہت خوش ہوتے ہین اور پوچھتے ہین کہ فلان کیا ہوا کہتا ہے وہ مرگیا کہتے ہین کہ وہ اپنی ماں جہنم کی گود مین گیا اور کافر کو بدبوداری کے ساتھ زمین کے دروازہ پر ڈالتے ہین اور خازنان زمین کہتے ہین کہ ہم نے ایسی بدبودار چیز نہین دیکھی پس اسکو سب سے نیچے زمین مین ڈالتے ہین اور واضح ہو کہ قتادہ رحمہ اللہ تعالے نے عبداللہ بن عمرو سے ایک اثر روایت کیا جسمین ہے کہ مومنون کی ارواح کو جابیہ مین جمع کرتے ہین اور کافرون کی ارواح برہوت مین جو ایک شورہ ریگستان حضرموت مین ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ اسرار ایسے ہین کہ فہم کی رسائی وہان تک ہوتی ہے اور اصلی معانی برحق ہین۔ اور ابن جریر نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کی جسمین ہے کہ مومن کے داہنے بائین سب طرف سے صلوۃ وصوم وزکوۃ ونیکیان وعبادات اچھی صورتون سے گھیرتی ہین اور اسکو نظر آتا ہے کہ آفتاب غروب ہونے کے قریب ہے پس منکر ونکیر سوال چاہتے ہین وہ کہتا ہے کہ اچھا ذرا ٹھہر جاؤ مین نماز پڑھ لون کہتے ہین کہ اچھا پڑھنا ذرا ہم سے بتلادو کہ یہ کون شخص تم مین مبعوث ہوا تھا کہتا ہے کہ کیا تم محمد کو پوچھتے ہو کہتے ہین کہ ہان تو کہتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سب یقینی گواہی دیتا ہے اور اسکے لیے دروازہ جنت کا کھولدیا جاتا ہے جسکو دیکھکر نہایت خوش وسرور ہوتا ہے پھر اسکے نسمہ کو پاکیزہ نسمہ مین کرتے ہین اور وہ سبز پرندے ہین کہ جنت کے درختون مین معلق ہوتا ہے اور اسکا جسم جہان کی خاک سے بنا تھا عود کردیا جاتا ہے اور یہی ہے قول اللہ عز وجل یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت الآیہ وقد رواہ ابن حبان فی صحیحہ اور بزار رحمہ اللہ تعالیٰ کی حدیث مین ہے کہ مومن بروقت موت کے ایسی چیزین معائنہ کرتا ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ کسی طرح نکلے یعنی اسکی روح پس اللہ تعالے اسکی ملاقات کو محبوب رکھتا ہے اور اسمین مذکور ہے کہ ارواح مومنین اس سے اپنے جان پہچان والون کو پوچھتے ہین اگر کہتا ہے کہ فلان کو مین نے زمین پر چھوڑا تو انکو اچھا معلوم ہوتا ہے اور اگر کہتا ہے کہ فلان مرگیا تو کہتے ہین کہ اسکو ہمارے یہان نہین لائے (یعنے وہ جہنم کو گیا)۔ اور کافر بروقت موت معائنہ عذاب وغضب سے چاہتا ہے کہ اسکی روح نہ نکلے اور اللہ تعالیٰ اسکے لقاء کو مکروہ جانتا ہے اور جہنم کا دروازہ اسکے لیے کھولا جاتا ہے اور اسکو ضرب ماری جاتی ہے جس سے چیختا ہے کہ سوائے جن وانس کے سب اسکو سنتے ہین پھر اسکو کہا جاتا ہے کہ منہوش کی طرح سو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ منہوش اسکو کہتے ہین جس کو درندون وسانپ وبچھو وغیرہ نے کاٹا اور اسکی قبر مین تنگی کردیجاتی ہے۔ اور امام احمد رضی اللہ عنہ نے اسماء بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کی اسمین مذکور ہے کہ مومن کو سب طرف سے اسکے نیک اعمال گھیرے ہوئے ہوتے ہین کہ فرشتہ کو راہ نہین دیتے اور کہا کہ کافر کے درمیان کچھ روک نہین ہوتی اور کہا کہ فرشتہ عذاب جسکی خلقت مین بینائی وشنوائی نہین ہے مارتا ہے جسقدر اللہ تعالے چاہے یہ فرشتہ دیکھتا سنتا نہین کہ اسپر ترس کھاوے کذا فی التفسیر الحافظ رحمہ اللہ تعالے اور اس روایت مین لفظ دابہ واقع ہوا ہے حیث قال ویسلط علیہ دابۃ فی قبرہ معہا سوط ثمرتہ جمرۃ مثل عرف البعیر تضربہ ما شاء اللہ صماء لاتسمع صوتہ فترحمہ یعنی ایک جانور اسپر مسلط کیا جاتا ہے جسکے ساتھ کوڑا ہوتا ہے اسکا سرا انگارا ہوتا ہے مثل کھرے اونٹ کے یعنی گردن کی شکل کا آتشی ہوتا ہے اسکو مارتا ہے جسقدر اللہ تعالیٰ چاہے بالکل بہرا ہوتا ہے کہ اسکی چیخ نہین سنتا کہ اسپر ترس کرے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ از قسم ملائکہ ہے اور اول سورہ بقرہ مین گذرا کہ ملائکہ نام جن مخلوقات کا ہے ان مین اقسام ہین اور ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ یہ ضرب وچیخ کا عذاب مختلف

Marfat.com

طور پر اقسام کفار کے ساتھ واقع ہوتا ہے واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب اور امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعہ نے اس مقام پر بعض اس مقصد سے متعلق ایسی احادیث ایراد فرمائیں جو مجھے بہت خوش آئیں اور بنظر افادہ عام مومنین جو آخرت میں نجات کے امیدوار اور عذاب قبر و آخرت سے خوفناک ہیں تبرکا ان کو ترجمہ کرتا ہوں مع اسانید کے تاکہ بعض اہل غفلت کو مجال تکلم بے معنی نہو فقال الحافظ رح وقال ابو عبد اللہ الحکیم الترمذی فی نوادر الاصول حدثنا ابی حدثنا عبد اللہ بن نافع عن ابن ابی فدیک عن عبد الرحمن بن عبد اللہ عن سعید بن المسیب عن عبد الرحمن بن سمرۃ رض قال خرج علینا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الحدیث یعنی ایک روز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کے پاس باہر تشریف لائے اور ہم مدینہ کی مسجد میں جمع تھے پس فرمایا کہ میں نے رات بھلی بات دیکھی میں نے دیکھا کہ میری اُمت میں سے ایک مرد پر عذاب قبر پھیلایا گیا پس آگیا اسکے پاس اُسکا وضو اور اس حالت سخت سے اسکو چھڑا لیا اور اپنی اُمت کا ایک مرد دیکھا جسکو شیاطین نے گھیر لیا تھا پس اسکا ذکر الٰہی آگیا اور اسکو شیاطین میں سے جدا کر لیا اور اپنی اُمت کا ایک مرد دیکھا جسکو ملائکہ عذاب نے گھیر لیا تھا پس اسکی نماز نے آکر اسکو ملائکہ عذاب کے ہاتھوں سے چھڑا لیا اور میں نے اپنی امت کا ایک مرد دیکھا کہ پیاس سے زبان نکالے تھا جب کسی حوض پر آتا اُس سے روکا جاتا پس اسکا روزہ آیا اور اسکو پانی پلایا اور سیراب کر دیا اور اپنی اُمت کا ایک مرد دیکھا اور انبیا حلقہ حلقہ بیٹھے ہوئے تھے جب وہ کسی حلقہ کے نزدیک ہوتا تو اسکو ہانک دیتے پس جنابت سے اسکا غسل کرنا آیا اور اُسکا ہاتھ پکڑ کر اسکو میرے پہلو میں بٹھلا دیا اور میں نے اپنی امت کا ایک مرد دیکھا اسکے سامنے اندھیرا اسکے پیچھے اندھیرا اُسکے داہنے اندھیرا بائیں اندھیرا اوپر اندھیرا نیچے اندھیرا وہ اسمیں متحیر تھا پس اسکا حج و عمرہ آیا اور دونوں نے اسکو اندھیرے سے نکالکر نور میں داخل کر دیا اور ایک مرد اپنی اُمت کا دیکھا کہ مومنوں سے باتیں کرتا ہے اور وہ اس سے نہیں بولتے تھے پس اسکا صلہ رحم آیا اور کہا کہ اے گروہ مومنو اس سے باتیں کرو پس انھوں نے اس سے باتیں شروع کر دیں اور میں نے اپنی امت کا ایک کو دیکھا جو اپنے چہرہ پر سے اپنے ہاتھوں کو آڑ کر کے آگ کی لپٹ اور چنگاریاں روکتا تھا پس اسکا صدقہ آگیا اور اسکے چہرہ کا پردہ اور سر پر سایہ ہو گیا اور اپنی امت کا ایک مرد دیکھا جسکو زبانیہ نے ہر طرف سے گھیر لیا تھا پس اسکا یہ کام کہ نیک باتوں کا حکم کرتا اور برائیوں سے منع کرتا تھا آگئے اور دونوں نے اسکو زبانیہ کے ہاتھوں سے چھڑا کر اسکو ملائکہ رحمت کے ساتھ داخل کر دیا اور میں نے اپنی اُمت کا ایک مرد دیکھا جو گھٹنوں کے بل پڑا ہے لیکن اور اللہ تعالےٰ کے درمیان پردہ ہے پس اسکا نیک خلق آیا اور اسکا ہاتھ پکڑ کر حضور الٰہی جلشانہ میں پیش کر دیا اور اپنی اُمت کا ایک مرد دیکھا جسکا صحیفہ اسکے بائیں طرف سے ہاتھ میں آنے کو تھا پس اسکا خوف اللہ تعالےٰ سے آگیا اور اسکے داہنی طرف کر دیا اور اپنی امت کا ایک مرد میں نے جہنم کے کنارہ کھڑا دیکھا پس اسکا وجل الٰہی یعنے امید کے ساتھ خوف الٰہی آیا اور اسکو اس موقعہ سے نکال لیا اور وہ روانہ ہو گیا اور میں نے ایک مرد اپنی اُمت کا دیکھا جو کہ جہنم میں گرا اسکے آنسو آئے جو وہ بخوف الٰہی دنیا میں رو یا تھا پس اسکو آگ سے نکال لیا اور میں نے اپنی اُمت کا ایک مرد دیکھا پل صراط پر کہ کبھی گھٹنوں چلتا ہے اور کبھی چوتڑوں گھسلتا ہے پس آیا اسکا درود جو اُسنے مجھپر بھیجا تھا پس اسکو کھڑا کر دیا اور وہ صراط پر روانہ ہو گیا اور میں نے ایک مرد اپنی اُمت کا دیکھا کہ وہ جنت کے دروازہ تک پہونچا کہ دروازہ بند کر دیا گیا پس آگئی اسکی گواہی جو اُسنے یقین کے ساتھ ادا کی تھی کہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ پس اسکے لیے جنت کے دروازے کھول دیے اور اسکو جنت میں داخل کر دیا یہانتک ترجمہ ختم ہوا اور امام قرطبی نے اسکو کتاب تذکرہ میں ذکر کر کے کہا کہ یہ حدیث بہت بزرگ ہے اسمیں کچھ خاصہ اعمال ذکر فرمائے ہیں جو خاص ہولناک حالات سے نجات دیتے ہیں پھر امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعہ نے کہا کہ امام حافظ ابو یعلی موصلی نے اس باب میں ایک حدیث غریب مطول روایت کی فقال حدثنا ابو عبد الرحمن احمد بن ابراہیم الکی ثنا محمد بن بکر البرسانی ابو عثمان حدثنا ابو عاصم الحبطی و کان من خیار اہل البصرۃ و کان من اصحاب حزم و سلام بن ابی مطیع حدثنا بکر بن خنیس عن ضرار بن عمرو عن یزید الرقاشی عن انس بن مالک رض عن تمیم الداری رض عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال یقول اللہ عز وجل الحدیث بطولہ یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے آگاہ فرمایا کہ اللہ تعہ فرماتا ہے ملک الموت سے کہ تو میرے دوست کے پاس جا کر اُسکو میرے پاس لا کہ میں نے اسکو تکلیف و بیاریوں و راحت و آرام میں ڈالکر آزمایا پس اسکو پایا کہ جس سے محبت کرتا ہے

اسکو میرے پاس لاکہ مین اسکو آرام دونگا پس ملک الموت چلتا ہی اسکے ساتھ پانچ سو فرشتے ہوتے ہین جنکے ساتھ کفن اور خوشبو جنت کے لیے ہوتے ہین اور اُن کے ساتھ ضبائر الریحان ہوتے ہین اور ریحانہ جڑ سے ایک ہوتی ہی اور سرے پر بیس رنگ ہوتے ہین. ہر رنگ سے نئی طرح کی خوشبو نکلتی ہی اور انکے ساتھ حریر سفید جسمین مشک اذفر ہوتا ہی پس ملک الموت اسکے سرہانے بیٹھ جاتا ہی اور ملائکہ گھیر لیتے ہین اور ہر فرشتہ کے پاس جو کچھ ہوتا ہی اسکے ایک ایک عضو پر رکھتے ہین اور یہ حریر سفید و مشک اذفر اسکی ٹھوڑی کے نیچے بچھاتے ہین اور اسکے لیے جنت کی طرف دروازہ کھولدیا جاتا ہی پس اسوقت اسکا نفس تعلل مین ہوتا ہی جنت کی طرف نگاہ ڈالتا ہی کبھی اپنی ازواج کو دیکھتا ہی اور کبھی اسکے لباس کو اور کبھی پھلون کو جیسے بچہ کو جب روتا ہی تو اسکے لوگ بہلاتے ہین اور بیان فرمایا کہ اسکے ازواج ایسے وقت مین خوشی سے پھولے نہین سماتے ہین آراستہ و پیراستہ اور روح اسوقت ظہور کرتی ہی راوی حدیث برسانی رحمہ اللہ تعہ نے کہا کہ یعنی چاہتی ہی کہ جسم کے لوتھڑے سے اپنی محبوب چیز کی طرف نکل جاوے اور ملک الموت کہتا ہی کہ باہر آ او نفس پاکیزہ بجانب سدر مخضود و طلح منضود و ظل ممدود و ماء مسکوب. اور فرمایا کہ ملک الموت اسکے ساتھ اس سے زیادہ پیار و شفقت کرتا ہی جو ماں اپنے بچہ سے کرتی ہی وہ جانتا ہی کہ یہ روح اسکے پروردگار کو محبوب ہی پس وہ اپنی مہربانی سے اسکے ساتھ محبت چاہتا ہی کہ پروردگار کی رضا اسی مین ہی پس اسکی روح جسم مین سے آسان صاف نکل آتی ہی جیسے خمیر آٹے مین سے بال نکل آتا ہی اور حق عزوجل نے فرمایا ہی کہ فاما ان کان من المقربین فروح وریحان وجنۃ نعیم. کہا کہ روح از جانب ملک الموت و ریحان وقت ملاقات اور جنت نعیم مقابلہ پس جب ملک الموت نے روح کو قبض کیا تو روح اپنے جسم سے کہتی ہی کہ اللہ تعہ تجھکو میری طرف سے جزائے خیر دیوے کہ تو میرے ساتھ اللہ تعہ کی طاعت مین جلدی کرتا تھا اور گناہ کرنے مین سست تھا پس تو نے بھی نجات پائی اور مجھے بھی چھڑایا اور جسم بھی روح سے ایسا ہی کہتا ہی اور کہا کہ ہر وہ پارۂ زمین روتا ہی جسپر وہ طاعت کرتا تھا اور آسمان کا ہر دروازہ جس سے اسکے اعمال چڑھائے جاتے تھے اور جس سے اسکا رزق اترتا تھا یہ چالیس روز تک روتے ہین پس جب ملک الموت نے اسکی روح قبض کی تو پانچسو ملائکہ کھڑے ہوتے ہین اسکے جسم کے پاس پس آدمی مین سے کوئی اسکو کروٹ نہین لوٹاتا مگر ملائکہ فرشتے انسے پہلے اسکو کروٹ دلاتے ہین اور اسکو نہلاتے اور کفن پہناتے ہین آدمیون کے کفن سے پہلے اور خوشبو لگاتے ہین آدمیون کی خوشبو سے پہلے اور اسکے دروازے سے قبر تک ملائکہ کی دو صفین کھڑی ہوتی ہین کہ استغفار سے اسکا استقبال کرتے ہین پس یہ حال دیکھکر ابلیس ایسا سخت چلاتا ہی کہ اسکے صدمہ سے خود اسکی ہڈیان ٹوٹ جاتی ہین اور اپنے گروہ سے کہتا ہی کہ خرابی تیر کہ یہ بندہ کیسے تم سے چھوٹ گیا کہتے ہین کہ یہ بندہ معصوم تھا یعنی اللہ تعہ نے اسکو نگاہ رکھا تھا پس جب ملک الموت اسکی روح لیکر چڑھتا ہی تو ستر ہزار فرشتہ کے ساتھ جبرئیل اسکا استقبال کرتے ہین ہر ایک اسکے لیے اسکے رب کی طرف سے دوسرے کی بشارت کے علاوہ بشارت لاتا ہی پس جب ملک الموت نے اسکی روح کو عرش تک پہونچایا تو روح اپنے رب کے لیے سجدہ کرتی ہی اللہ تعہ ملک الموت سے فرماتا ہی کہ میرے بندے کی روح لیجا کر سدر مخضود و طلح منضود و ظل ممدود و ماء مسکوب مین رکھ پس جب وہ اپنی قبر مین رکھا جاتا ہی تو نماز آکر اسکے داہنے ہوتی ہی اور روزہ آکر اسکے بائین ہوتا ہی اور قرآن آکر اسکے سرہانے ہوتا ہی اور نماز کے لیے اسکا جانا آکر اسکے پیرون کے پاس ہوتا ہی. اور صبر آکر اسکی جانب قبر مین ہوتا ہی پھر اللہ تعہ ایک عنق عذاب کو اٹھاتا ہی وہ اسکے داہنی جانب سے آتا ہی پس نماز کہتی ہی کہ پیچھے رہ کہ واللہ وہ برابر اپنی عمر مین دین پر رہا اور ابھی اس نے راحت پائی ہی جب قبر مین رکھا گیا ہی پھر اسکی بائین طرف سے آتا ہی روزہ اسکو ایسا ہی جواب دیتا ہی پھر سرہانے کی طرف سے قرآن و ذکر اور قدمون کی طرف سے نماز کی طرف جانا ایسا ہی جواب دیتا ہی پس کسی طرف سے عذاب نہین آتا مگر اسکو پاتا ہے کہ ولی اللہ نے اسکی راہ لیلی پس عذاب دور ہو جاتا ہی پھر صبر ان اعمال سے کہتا ہی کہ مین یہی دیکھنا چاہتا تھا کہ تمھارے پاس کیا ہی اگر تم عاجز ہوتے تو مین اسکا ساتھی اور عذاب کا مقابل ہو جاتا اور جب تم نے دور کر دیا تو اب پل صراط اور میزان پر اسکا یار ہونگا ابھی ذخیرہ ہون اور کہا کہ دو فرشتہ بھی مبعوث ہونگے دونون کی نظر مثل برق خاطف کے انکی آوازین مثل رعد کے اور دانت مثل صیاصی اور سانس مثل لپٹ آگ کے لمبے لمبے بالون مین قدم رکھتے ہوئے اور دونون مونڈھون کے بیچ مین اتنا اتنا فاصلہ ہوگا یعنی کئی روز راہ کے برابر دوری) اور دونون سے

رافت ورحمت نکال لی گئی انکو منکر ونکیر کہا جاتا ہے ہر ایک کے ہاتھ مین گرز ہوگا اگر اسکو اٹھانے کو یہ دونون قبیلہ ربیعہ ومضر کے لاکھون جمع ہون تو اسکو تھوڑا نہ سمجھین۔ دونون اس سے کہینگے کہ بیٹھ پس وہ برابر چارزانو بیٹھ جائیگا اور اسکے کفن اسکے کمر پکڑ پڑینگے اس سے کہینگے کہ کون تیرا رب ہے کیا تیرا دین اور کون تیرا نبی ہے اسدم صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ یا رسول اللہ ایسی حالت مین کسکو بات بولنے کی مجال ہوگی اور آپ فرشتون کی یہ صفت بیان کرتے ہین پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت الآیہ۔ پس کہیگا کہ میرا رب اللہ وحدہ لاشریک لہ ہے اور میرا دین اسلام ہے وہی جو ملائکہ نے پایا ہے اور میرا نبی محمد صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہین پس اس سے کہینگے کہ تو نے سچ فرمایا پس قبر کو دھکادینگے پس اسکے سامنے چالیس گز وسیع کر دینگے اور ایسے ہی دائین و بائین وسرہانے وپائنتی سے چالیس چالیس گز وسعت دینگے پس دو سو گز وسعت ہوگی پھر اس سے کہینگے کہ اوپر دیکھ تو ایک دروازہ جنت کی طرف کھلا ہوا ہوگا پس کہینگے کہ اے ولی اللہ یہ تیرا مقام ہے کہ تو نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم اس پاک ذات کی جسکے قبضہ قدرت مین میری جان ہے کہ اس حالت مین وہ ایک فرحت اپنے قلب مین پاویگا کہ وہ کبھی اس سے دور نہوگی پھر اس سے کہینگے کہ اپنے نیچے دیکھ تو ایک دروازہ کھلا ہوا دوزخ کی طرف ہوگا کہینگے کہ ولی اللہ تو نے اس سے نجات پائی پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے بھی ایک فرحت اسکے قلب کو پہونچیگی جو کبھی دور نہوگی راوی نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اسکے لیے ستر دروازے کھولدیے جاوینگے کہ جنت سے اسکی خوشبو وٹھنڈک آتی رہیگی یہانتک کہ اللہ تعالیٰ عزوجل اٹھاوے اور شیخ امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا اسی اسناد سے جو اوپر مذکور ہوئی جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ملک الموت سے فرماتا ہے کہ تو میرے دشمن پاس جاکر اسکو میرے پاس لا کہ مین نے اسکو رزق وسیع دیا اور اپنی نعمت اس پر آسان کر دی پس اس نے سوائے مجھ سے نافرمانی کے سب طرح انکار کیا تو اسکو میرے پاس لا کہ مین اس سے انتقام لون پس ملک الموت اسکے پاس ایک مکروہ صورت مین جو کسی آدمی نے دیکھی ہو جاویگا اسکے بارہ آنکھین اور اسکے ساتھ آتشی سفود بہت خار دار اور پانچ سو ملائکہ ہونگے لیے ہوئے نحاس اور آتشی انگارے اور کوڑے آتشی اگر کوڑون کی طرح نرم اور آگ جو شندہ پس ملک الموت اسکو اس سفود سے اس زور سے اریگا کہ سب کانٹے جڑ سمیت اسکی رگ وپے وناخنون وبالون کی جڑون مین دھنس جاوینگے پھر اسکو زور سے مروڑ دیگا پس اسکی روح اسکے قدم کے ناخنون سے نکلیگی پھر اسکو دونون گھٹنون مین لگا دیگا پھر اس حال مین دشمن خدا سخت بیہوشی سے بیہوش ہوگا پس ملک الموت اس سے یہ عذاب اٹھائیگا اور ساتھ ہی ملائکہ اسکے چہرہ اور چوتڑون پر کوڑے مارینگے پھر ملک الموت اسکو نچوڑیگا نہایت شدید سے پس اسکی ایڑی سے روح نکالیگا پھر اسکو لگا دیگا اسکے دونون گھٹنون مین پھر اسکی کمر مین اور دشمن خدا ایسی حالت مین شدید بیہوشی سے بیہوش ہو جائیگا پس ملک الموت اس سے یہ عذاب اٹھالیگا اور ملائکہ ان کوڑون سے اسکے چہرہ واپنے سامنے وپشت پر مارینگے راوی نے کہا کہ فرمایا کہ پھر یون ہی سینہ تک پھر حلق تک واقع ہوگا پھر ملائکہ یہ تانبا وانگارے اسکی ٹھوڑی کے نیچے بچھا دینگے اور ملک الموت فرماویگا کہ نکل اے روح لعین ملعونہ بجانب سموم وحمیم وظل من یحموم لا بارد ولا کریم پھر جب ملک الموت نے روح کو قبض کر لیا تو روح جسم سے کہیگی خدا تجھ کو بری سزا دیوے کہ تو میرے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی مین تیز اور اللہ تعالیٰ کی طاعت مین سست تھا تو بھی ڈوبا اور مجھے بھی برباد کیا اور اسکا جسم بھی روح سے یون ہی کہیگا اور زمین کے وہ ٹکڑے جن پر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا تھا اسکو لعنت کرینگے اور ابلیس کے لشکر ابلیس کی طرف بشارت دینے جاوینگے کہ آدم کی اولاد مین سے ہم نے ایک کو جہنم مین گرایا پھر جب وہ اپنی مدفن مین رکھا جاتا ہے تو اسکی قبر اسپر تنگ کر دیجاتی ہے یہانتک کہ اسکی پسلیان دائین بائین سے اور بائین دائین سے نکل کٹتی ہین اور اللہ تعالیٰ اسکی طرف عذاب بھیجتا ہے سیاہ سانپ مثل اونٹ دراز کے کہ اسکے دونون کان اور قدم کے انگوٹھے پکڑتے ہین اور کاٹتے ہین یہان تک کہ کمر تک ہو پہنچتے ہین یہان دونون ملجاتے ہین اور اللہ تعالیٰ دو فرشتے مبعوث فرماتا ہے انکی نظر مثل برق خاطف کے اور آوازین مثل رعد غران کے اور دانت مثل صیاصی کے اور سانس مثل لپٹ آگ کے ہوگی دونون اپنے بالون کو روندتے چلینگے ہر ایک کے دونون کندھے کے درمیان اتنی دوری ہوگی

ك سفود سیخ سفید لوہے کا آنکڑا ... جس مین لگا کر تنور مین گوشت بھونتے ہین ۱۲ م ك نحاس سوراخ دار چیز کو نچوڑنا جیسے پیشاب کا آلہ مرد کو قطرہ کے خیال سے نچوڑتے ہین ۱۲ م ك سموم ہوائے گرم جسکو لون کہتے ہین حمیم کھولتا ہوا پانی ظل یحموم گرفت دھوپ ۱۲

انسے رافت ورحمت نکال لیگئی ہوگی انکو منکر کہتے ہین ہر ایک کے ہاتھ مین گرز آتشی ہوگا اگر ربیعہ ومضر اسپر مجتمع ہون تو اسکو ہلکا نہ جانینگے پس اُس سے کہینگے کہ اُٹھ پس چار زانو بیٹھ جائیگا اور اُسکے کفن اسکی کمر تک سرک گرینگے پس اس سے کہینگے کہ کون تیرا رب اور کیا تیرا دین اور کون تیرا نبی ہے یہ کہیگا کہ مین تو نہین جانتا کہینگے بدبخت ایسا ہی بے ایمان جاہل رہ پس اسکو ایک ضرب مارینگے کہ چنگاریان اسکی قبر مین اڑینگی پھر ویسا ہی ہوجائیگا اس سے کہینگے کہ اوپر دیکھ تو دروازہ جنت کی طرف کُھلا ہوا ہوگا کہینگے کہ اگر تو اللہ تعالے کا مطیع ہوتا تو یہ تیرا ٹھکانا تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم اس پاک پروردگار کی جسکے قبضہ قدرت مین میری جان ہے کہ اس حالت مین اسکے دل پر ایک حسرت طاری ہوگی کہ کبھی یہ غم اُس سے دور نہوگا اور پھر اس سے کہینگے کہ نیچے دیکھ تو ایک دروازہ جہنم کی طرف کھلا ہوا ہوگا کہینگے کہ او دشمن خدا تیرا ٹھکانا یہ ہے جبکہ تونے اللہ تعالے کی نافرمانی کی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم اس ذات پاک کی جسکے قبضہ قدرت مین میری جان ہے کہ اس حالت پر اسکے دل مین ایک حسرت وغم چھا جائیگا کہ کبھی دور نہوگا۔ راوی نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جہنم کی طرف ستر دروازے کھولدیے جاوینگے کہ اسکی حرارت ولون اسپر آتی رہیگی یہانتک کہ اللہ تعالے اس کو مبعوث فرماوے۔ شیخ امام حافظ رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ ہذا حدیث غریب جدا وسیاق عجیب ویزید الرقاشی روایۃ عن انس لہ غرائب المنکرات وہو ضعیف الروایۃ عند الائمۃ واللہ اعلم۔ اور کہا کہ حافظ ابوبکر بن مردویہ نے بھی کئی طرق سے الطریق ضحاک عن ابن عباس مرفوعاً تحت قولہ ولو تری اذ الظالمون فی غمرات الموت والملائکۃ باسطوا ایدیہم الآیہ۔ ایک مطول حدیث غریب روایت کی ہے۔ در قوی روایت صحاح وسنن مین موجود ہے اور ابوداؤد نے بھی حضرت عثمان رضہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب میت کے دفن سے فارغ ہوتے تھے تو فرماتے تھے کہ اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو اللہ تعالے سے اسکے لیے ثابت قدم رہنے کی درخواست کرو کہ اس سے ابھی سوال کیا جائیگا۔ قال الحافظ تفرد بہ ابوداؤد اقول اراد بذلک التفرد بالاسناد لا التفرد بالحدیث فانہ صحیح عند غیرہ من الائمۃ الحاصل اس مقام کی تفسیر یہ ہے جو آیات واحادیث سے ثابت ہوئی کہ نیک بندون کو اللہ تعالے دنیا مین ثابت قدم فرماتا ہے جنے کہ ہر طرح کی محنت ومشقت اور تکلیف وراحت مین ایمان توحید پر ثابت قدم رکھتا ہے اور برابر وے بندے طاعت پر جمے رہتے ہین اور جب مرتے ہین تو سوال قبر منکر ونکیر کی حالت مین بھی انکو ثابت قدم فرماتا ہے کیونکہ جس حال پر مرے تھے اس سے تغیر نہین ہوتا اسی واسطے کافر ومنافق وہان مومن کے حال پر نہین ہوسکتا چنانچہ فرمایا۔ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ قہ لا۔ اور گمراہ کرتا ہے اللہ تعالے ظالمون کو یعنے جنھون نے شرک وشک کرکے اپنی جانون پر ظلم کیا یعنی کافر مشرک ومنافق۔ پس یہ لوگ اپنی حجت سے جو کلمہ توحید وقول ثابت ہے بھٹکے ہوتے ہین اسکو زبان سے نہین ادا کرسکتے جیسے دنیا مین اس سے منھ موڑے تھے اور بعض نے کہا کہ ظالم سے ہر وہ شخص مراد ہے جس نے اپنے نفس پر ظلم کیا خواہ اعتقاد باطل ہو یا کبیرہ گناہ ہون اور مترجم کہتا ہے کہ شاید یہ معتزلہ کا قول ہو ورنہ اہل سنت اسکے قائل نہین ہین۔ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ۔ اور اللہ تعالے جس نے ہر چیز کو پیدا کیا اور ہر مخلوق کا دانا ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اسپر کچھ اعتراض نہین ہوسکتا کہ مومنون کو کیون ثابت قدم رکھا اور ظالمون کو کیون بھٹکایا اس سے کچھ سوال ممکن نہین ہے کیونکہ وہی خالق ہے اور وہی خوب جانتا ہے۔ اسی واسطے بجائے ضمیر کے اسم پاک اللہ فرمایا کہ ہیبت سے جگر لرزجاوین ف قال فی العرائس پھر اللہ تعالے نے اہل توحید پر اپنا احسان بیان فرمایا کہ ان کی توحید کو ثابت واسکی معرفت کو محقق فرماتا ہے دنیا مین اور آخرت مین بقولہ یثبت اللہ الذین آمنوا الآیہ۔ اور ازل مین اپنی توحید سے اہل معرفت کو ہدایت عطا فرمائی تھی پس چونکہ اسمین تغیر بالکل نہین ہے دنیا مین اور جانب ابد مین انکو ہر حال مین ثابت فرمایا اور بشریت کے عوارض سے وشہوات کے غلبہ سے انکو کچھ ضرر نہین ہوا کیونکہ قول حق قائم بذات وصفات ہے اور اسمین تغیر محال تو یہ لوگ سایہ عنایت مین مصون ہوئے خواہ مقام دنیا ہو یا آخرت ہو کسی زمان ومکان وامتحان سے اسمین تغیر نہوگا۔ واضح ہو کہ مومن عارف کے لیے ثبات یہ ہے کہ اسکو اپنی مراد کے راستہ پر مستقیم فرماتا ہے اسطرح کہ سبحات جمال وجلال اسکے دل پر ہجوم کرتے ہین جس سے کشف مزید ہوتا ہے اور اسمین لطیف اشارہ ہے کہ ظہور ربوبیت عارف پر

Marfat.com

ہر وقت ہر اطوار سے ہوتا ہے حتے کہ جب اس نے زعم کیا کہ میں عارف ہوں تو اسکو بحر نکرت میں ڈالدیا ہے اور وہ متحیر ہو کر اس درجہ پر پہونچ جاتا ہے کہ
عنقریب بحر قہر میں ڈوب جاوے تو شفقت خاصہ اسکو بصد رحمت ایک جمال کی تجلی سے طبعی کدورت و بشری نجاست سے موقع امتحان سے
نکال لیتی ہے اور یہی حال ہر موقف امتحان کا ہے خواہ قبر ہو یا قیامت ہو یہانتک کہ جب متصف بصفات حق ہو جاتا ہے تو خطر امتحان سے نجات
پاتا ہے اور یہ خالص بندوں کو دنیا ہی میں حاصل ہو جاتا ہے شیخ واسطی رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ بمقدار مواجید معرفت کے خوف ہوتا ہے اور کسی سے
خوف نہ دور کیا جاتا ہے اور نہ وہ خوف سے چھوٹتا ہے مگر وہی کہ بقولہ تعالےٰ لایخاف عقباہا اپنے زعم میں امن کے ساتھ ہو بیٹھتا ہے اور یہ بھی کہا کہ ایمان
دو ہیں ایک تو ایمان درحقیقت ہے اور وہ روح کی روشنی ہے اور دوم ایمان محبت بسایۂ روح ہے اور یہیں سے تجھے معلوم ہوگا کہ ائمہ علماء دین سے
جس شخص نے انا مومن انشاء اللہ تعالیٰ کہنا جائز قرار دیا ہے وہ اسی وجہ سے ہے نہ بوجہ شک کے مترجم کہتا ہے کہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ اگر زید سے پوچھا جاوے
کہ تو مومن ہے اور اس نے کہا کہ میں مومن ہوں انشاء اللہ تعالےٰ تو علماء حنفیہ رحمہم اللہ عنہ نے کہا کہ یہ مومن نہیں ہے کیونکہ اس نے انشاء اللہ ملا دیا
اور اس کے ملانے سے تحقیق نہیں ہوتی چنانچہ اگر کسی نے اپنی جورو سے کہا کہ تو طالقہ ہے انشاء اللہ تعالےٰ تو طلاق نہ ہوگی یا قسم کھائی بانشاء اللہ
تعالےٰ تو قسم نہ ہوگی اسی طرح ایمان بھی لہٰذا اور علماء جیسے شافعیہ نے کہا کہ نہیں بلکہ یہ جواب صحیح ہے۔ یہ اختلاف مشہور ہے اور دونوں طرف کے
محققین نے فرمایا کہ یہ ناحق کی طول گفتگو ہے حقیقت میں کچھ اختلاف نہیں ہے اسواسطے کہ اگر واقعی اس نے شک کے طور پر کہا تو وہ منافق ہے ایمان
نہیں ہے اور اگر اس نے یہ مراد لی کہ مجھے جہانتک اپنا اعتقاد معلوم ہے میں مومن ہوں ولیکن ایمان ایک نور ہے کہ سینہ میں داخل ہوتا ہے کما فی قولہ علیہ السلام
الایمان اذا دخل انفسح لہ الصدر او کما قال والحدیث قد مر تحت قولہ فمن شرح اللہ صدرہ للاسلام الآیہ اور آدمی کبھی اسکو نہیں پہچانتا جیسے قولہ تعالےٰ
قل لم تومنوا ولکن قولوا اسلمنا ولما یدخل الایمان فی قلوبکم یعنی اعراب نے نہ پہچانا ولیکن اللہ تعالےٰ عالم الغیب نے انکو بتلا دیا پس اس شخص نے ادب کے ساتھ
کہا کہ اللہ تعالےٰ سے مجھے امید ہے کہ حقیقی نور بھی مجھ میں ہے یا خاتمہ میرا ایمان پر ہے تو یہ امر صحیح ہے اور علمائے حنفیہ بلکہ کوئی شخص اس سے منکر نہیں ہے اب مترجم کہتا ہے
کہ شیخ واسطی رحمہ اللہ تعالےٰ نے تحقیق بیان کر دی کہ ایمان دو ہیں ایک تو محبت کا ایمان بسایہ روح اور اسکو ہر شخص پہچانتا ہے اور ہر شخص جو ایمان
لایا ہو بغیر انشاء اللہ تعالےٰ کے کہے کہ میں مومن ہوں مگر اسمیں بھی شک ہو تو وہ درحقیقت منافق ہے اور شاید اسی قدر بلعم باعورا کو ملا تھا کہ آخر وہ
کرامات سے کفر پر مرا اور دوم ایمان حقیقی نور روح ہے اور وہ حضرت خالق علیم ذوالجلال والاکرام کے علم غیب میں ہے وہی جانتا ہے کہ کس کے پردہ دل میں ایمان
داخل ہے تو انشاء اللہ تعالےٰ اسکے علم پاک پر تسلیم بتفویض و آرزو ہے اور اسکی رحمت پر آسرا ہے یہ شک نہیں ہے بلکہ نفاق بھی نہیں ہے فافہم واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب
اور مترجم کہتا ہے کہ صحیح بخاری میں حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالےٰ سے تعلیقاً جو روایت ہے کہ بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم اپنی ذات پر نفاق کا
خوف کرتے تھے۔ تو اسکے یہی معنے ہیں کہ انکو خوف تھا کہ ایسا نہو کہ حقیقی ایمان نہ ہو۔ اللہ اللہ مترجم کو اپنی ذات پر صد ہزار بار یہ خوف ہے آلٰہی مجھکو اپنے
فضل سے ایمان پر وفات دیجیو۔ آمین یا ارحم الراحمین۔ پھر واسطی رح نے کہا کہ بندہ کیونکر امن میں ہوجاوے کہ وہ پاک ارحم الراحمین اپنے وعدہ میں
خلاف نہیں فرماتا ہے پھر اللہ تعالےٰ نے ظالموں کو بیان کیا کہ اپنی مشیت و ارادہ ازلی سے انکو گمراہ فرماتا ہے بقولہ ویضل اللہ الظلمین ویفعل اللہ ما یشاء اہل عنایت
کو معرفت کے لیے مقرب کیا اور اہل ضلالت کو لطف سے دور کر دیا جو چاہا حکم فرمایا کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں ہے اور وہ حکیم و علیم قادر قیوم خالق ہوتا ہے
اسکا حکم بدل نہیں سکتا اور تمام خلق اسکے قبضہ قدرت کے نیچے مقہور و مجبور ہے کسی کو اپنی ذات کے ایک ذرہ پر بھی اختیار نہیں ہے۔ دیکھو انپر جو پیش آتا ہے جسکو
برا جانتے ہیں تو اختیار اُسی کو ہے جسنے مخلوق و اسکے افعال کو پیدا فرمایا ہے پس اپنے ارادہ و مشیت پر ایجاد کیا اور کسی کو اسکے توڑنے کی مجال نہوئی پس جملہ افعال
درحقیقت اسی کے افعال ہیں اور اسکے فعل کی کوئی علت نہیں اور نہ اسکی صنعت کے لیے کوئی غایت حالانکہ یہ تمام مخلوقات ایک صنعت محکم ہے جسکے عجائبات

عین حکمت ہین شیخ شبلی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ جن بندون کو اللہ تعالے عز وجل تثبت کی کرامت عطا فرماتا ہی انکو کمال معرفت وکشف وصدق مقال وتوکل واخلاص ویقین دیتا ہی اور مقامات ولایت مین سے جو بے انتہا ہین بقدر وسعت اُسپر کشف فرماتا ہی حضرت صادق رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ جنکو حیات دنیاوی مین ایمان پر ثابت قدم فرمایا انکو آخرت مین منکر ونکیر کے جواب پر ثابت قدم فرمایا مترجم کہتا ہی کہ حکمت یہی ہی کہ جس حالت پر دنیا سے اپنے انتقال کیا اسمین کسی ہیبتناک منظر وغیرہ سے تغیر نہین ہو سکتا اور نہ کسی خیال کی وجہ سے وہ اچھی حالت پر عود کر سکتا ہی اسی وجہ سے حدیث مین ہی کہ ہر ایک اس حالت پر مبعوث ہوگا جس پر وہ دنیا سے انتقال کر گیا ہی۔ چونکہ یہ علوم آلہیہ اُخرویہ عقل بشری سے بالاتر ہین وارسال رسل سے حق تعالی عز وجل نے اعلام فرمایا لہذا کافرون کی مذمت فرمائی بقولہ تعالے

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَتَ اللَّهِ كُفْرًا وَأَحَلُّوا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ۝ جَهَنَّمَ

تو نے نہ دیکھا ان لوگون کو جنھون نے بدل ڈالا اللہ کی نعمت کو کفر سے اور جو بٹھا اپنی قوم کو دار البوار جہنم مین

يَصْلَوْنَهَا ۖ وَبِئْسَ الْقَرَارُ ۝ وَجَعَلُوا لِلَّهِ أَندَادًا لِّيُضِلُّوا عَن سَبِيلِهِ ۗ قُلْ تَمَتَّعُوا فَإِنَّ

جہان وہ جاوینگے اور برا ٹھکانا ہی اور بنائے انھون نے اللہ کے شریک تاکہ بہکادین اسکی راہ سے تو کہدے کہ کچھ نفع اٹھالو انجام کو

مَصِيرَكُمْ إِلَى النَّارِ ۝ قُل لِّعِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا يُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُنفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا

تمھین جہنم جانا ہی کہدے میرے بندون سے جو ایمان لائے ٹھیک سدھارے رہین نماز کو اور خرچ کرو اسمین سے جو ہمنے تمکو روزی دی کیا چھپے

وَعَلَانِيَةً مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خِلَالٌ ۝

اور کھلے پہلے اس سے کہ آوے وہ دن کہ نہ بیع ہی اسمین اور نہ دوستی

أَلَمْ تَرَ یعنے الم تعلم کیا تو نے نہین دیکھا یعنی کیا تو نے نہ جانا جیسے قولہ الم تر کیف فعل۔ اور۔ الم تر الی الذین خرجوا۔ یعنے یہ دیکھنا دل کا ہی جو جاننا ہوتا ہی اور بوار یعنے ہلاک نہار بور۔ بورا جیسے قولہ تعالے قوما بورا یعنے ہالکین۔ کذا قال البخاری رحمہ اللہ اور احلوا ماخوذ از حلول پس احلال وارد کرنا اور جہنم دار البوار کی تفسیر ہی اور یصلونہا از صلے یصلے اور سابق مین توضیح ہو چکی۔ مصیر محل صیرورت یعنی مرجع وموئل جہان انجام مین جانا ہو۔ لیضلوا مین متواترہ دو قراءت ہین ایک بضم الیاء اور یہی ہمارے یہان معروف ہی پس اضلال لوگون کو کیا یا یہ کہ اپنی جانون کو گمراہی مین ڈالا اور دوسری بفتح الیاء تو ضلال خود ان کی جانون کا ہی اور لام عاقبت کا ہی یعنے انجام اسکا یہ ہوا۔ واضح ہو کہ آیۃ کریمہ خطاب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو یا ہر ایسے شخص کو جو لائق خطاب کے ہی اور نفع اسکا تعجب دلانا اور استفہام اقراری ہی پس معنے قولہ تعالے أَلَمْ تَرَ کیا تو نے جانا یعنے تعجب سے دیکھ۔ إِلَى الَّذِينَ۔ ان لوگون کو جنھون نے۔ بَدَّلُوا نِعْمَةَ اللَّهِ۔ بدل ڈالا اللہ تعالے کی نعمت یعنی رسول کے ساتھ قرآن پاک کی ہدایت کو كُفْرًا کفر سے پس نعمت کا کفران کیا اور نہ مانا بلکہ بجائے اعزاز کے ساتھ لینے اور شکر کرنے کے قرآن سے انکار کیا اور رسول کے ساتھ لڑے تاکہ قتل کرین بخاری رحمہ اللہ تعالے نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ہم کفار اہل کہ یہ لوگ مکہ والون مین سے کافر لوگ ہین۔ ایسا ہی نسائی رحمہ اللہ تعالے نے بھی روایت کیا۔ اور عوفی رح نے ابن عباس سے روایت کی کہ یہ لوگ جبلہ بن ایہم غسانی واُسکے اتباع عرب ہین کہ بھاگ کر روم مین چلے گئے اور نصرانی ہو گئے بعض نے اسپر اعتراض کیا کہ جبلہ مرتد دار اسکی قوم تو خلافت حضرت عمر رضی اللہ عنہ مین مسلمان پھر مرتد ہو کر روم مین لگئے تھے اور مترجم کہتا ہی کہ قرآن پاک نازل ہونے کے وقت سے کفر کافی ہی کہ علم الٰہی مین وہ بھی ایسے لوگون مین تھا البتہ اس سے زیادہ لائق توجہ کفار قریش ہین اور شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مشہور صحیح روایت وہی قول اول ہی جو بخاری رحمہ اللہ تعالے نے روایت کیا اگرچہ آیت کے معنے

عام ہین اور سب کفار کو شامل ہین جنھون نے قرآن و رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے انکار کیا اور نعمت کے بدلے عذاب و کفر اختیار کیا مترجم کہتا ہو کہ معنے
قرآن درحقیقت تمام وقت و زمانہ کے واسطے عام ہین الا البعض مستثنیات خاص ولیکن جو وقت نزول ہوا اگر اسوقت مصداق موجود تھا تو اسکو بیان
کردیا جاتا ہو اور اکثر آیات ایسی بھی ہین کہ وقت نزول کے تاویل موجود نہ تھی اور آیندہ اسکی تاویل ظاہر ہوئی یا ہوگی اور علمائے ربانی ہر زمانہ مین
قرآن پاک کے معانی عجیب اعجاز کے ساتھ اس زمانہ کے واقعات پر منطبق پاتے ہین حالانکہ وقت نزول کے انکا وجود بلکہ شاید گمان بھی عموماً نہو گا پس
معلوم ہوا کہ بحسب المعنی تو جبلہ بن ایہم وغیرہ جملہ کفار بھی شامل ہین اور باعتبار موقع نزول کے اول اس مذمت کے لائق کفار مکہ ہین امام ابن کثیر رحمہ اللہ
تعالے نے کہا کہ اول قول ابن عباس رضی اللہ عنہ کے مانند حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہو۔ وہی قول جمہور مفسرین علمائے سلف کا
ہو، اور ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ تعالے نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ جنھون نے نعمت کو کفر سے بدلکر اپنی قوم کو دار البوار مین اتارا
وہ کفار قریش بروز بدر ہین اور دوسری روایت مین فرمایا کہ قریش کے منافق ہین مراد منافق سے یہان مجادل یعنی قتال کرنے والے ہین خواہ بروز بدر
لڑے یا بروز احد لڑے ہون اور تیسری روایت مین ہو کہ آپ خطبہ کے لیے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ کیا کوئی نہین ہو جو مجھ سے قرآن کا علم دریافت کرے اور مین تو
قسم ہو اللہ تعالے کی کہ اگر کسی کو جان جاؤن کہ وہ مجھ سے زیادہ اسکو جانتا ہو اور وہ دریائی سمندرون کے پار والے ملک مین ہو تو مین اسکے پاس حاضر ہون پس
عبد اللہ بن الکوا نے کھڑے ہوکر قولہ تعالے الم تر الی الذین بدلوا نعمۃ اللہ کفرا الآیہ کو دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ یہ لوگ مشرکین قریش ہین کہ انکے پاس اللہ تعالے کی
نعمت ایمان آیا تھا اسکو انھون نے کفر سے بدل لیا اور اپنی قوم کو ہلاک و برباد کی لشکر یعنے جہنم مین ڈالا السدی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ مسلم مستوفی رحمۃ اللہ علیہ نے
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ الذین بدلوا نعمۃ اللہ کفرا الآیہ قریش سے سب سے بڑھکر نافرمان دو گروہ بنو المغیرہ و بنو امیہ ہین پس بنو مغیرہ نے تو بدر کے
روز اپنی قوم کو دار البوار جہنم مین اتارا اور بنو امیہ نے احد کے روز داخل کیا اور بدر کے روز ابو جہل تھا اور احد کے روز ابو سفیان تھا اور ابن ابی حاتم نے
بسند جید عن ابی اسحٰق عن عمرو بن مرۃ روایت کی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قولہ احلوا قومہم دار البوار الآیہ پڑھی اور فرمایا کہ یہ قریش کے دو زیادہ
فاجر گروہ ہین بنو مغیرہ و بنو امیہ پس بنو مغیرہ تو بدر کے روز ہلاک کیے گئے اور رہے بنو امیہ تو انکو ایک ہی وقت تک زندگانی دی گئی ہو و قد روی نحوہ من
غیر وجہ عنہ رضی اللہ عنہ اور ایک روایت مین ہو کہ یہ قریش کے فاجر ہین کہ مین بدر کے روز انکے ہلاک کرنے کو کافی ہوگیا اور امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے
سفیان الثوری کی اسناد سے حضرت عمر بن الخطاب سے روایت ذکر کی کہ یہ قریش کے دو افجر گروہ ہین ایک بنو مغیرہ اور دوم بنو امیہ پس بنو مغیرہ کو تو مین بدر
کے روز کافی ہوا اور رہے بنو امیہ وہ چند روز زندگانی دیے گئے۔ قال المترجم وفی اسنادہ علی بن زید یعنے ابن جدعان وہو ضعیف فقال لا اٰمام وکذا رواہ
حمزۃ الزیات عن عمرو بن مرۃ قال قال ابن عباس لعمر بن الخطاب یا امیر المؤمنین ہذا الآیہ الم تر الی آخرہ یعنے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ
عنہ سے پوچھا کہ اس آیت کی تفسیر ارشاد فرمایئے تو فرمایا کہ یہ قریش کے دو افجر گروہ ہین ایک میرے ماموں اور دوسرے تیرے چچا پس میرے ماموں کو اللہ تعالے نے
بدر کے روز جڑ سے کاٹ دیا اور رہے تیرے چچا انکو اللہ تعالے نے انکی زندگی تک مہلت دی ہو۔ ف اس روایت کے فوائد مین سے ایک یہ ہو کہ حضرت علی
رضی اللہ عنہ و حضرت عمر رضہ دونون سے بالکل موافق روایت ہی اور دوم یہ کہ دونون نے فرمایا کہ بدر کے روز مین انکے نابود کرنے کو کافی ہوئے حالانکہ حضرت
علی کرم اللہ وجہہ کا قتال معروف ہو اور سوم مترجم کہتا ہو کہ یہ حدیث صحیح یاد کر کہ اشتد غضب اللہ علی من قتل نبیا او قتلہ نبی یعنی اللہ تعالے کا سخت غضب
اسپر ہوتا ہو جس نے کسی نبی کو قتل کیا ہو یا نبی نے اسکو قتل کیا ہو اور تو جانتا ہی کہ امیہ بن خلف فاجر کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے حربہ سے خفیف
چرکہ دیا تھا کہ اس کی اذیت صحاح مین روایت ہو اور یہ ردوا ہام اول کا قتل کرنا کسی زمرہ حسنین کر شاذ پس یہان لکھ رہا ہون کہ غور نظر سے سمجھنا چاہیے۔
پھر مین تفسیر کی طرف رجوع کرتا ہون کہ مراد الذین بدلوا نعمۃ اللہ واحلوا قومہم دار البوار سے مراد قریش کے دونون فاجر گروہ ہین اور ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے کہا

لہ المغیرۃ بضم المیم وکسر الغین ۱۲

کہ مجاہد و سعید و ابن جبیر و قتادہ و ضحاک و ابن زید وغیرہم نے کہا کہ یہ لوگ کفار قریش ہیں جو بدر کے روز قتل ہوئے۔ اور ایسا ہی امام مالک
نے بروایت نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کی اور یہ اسناد جید ہے پھر واضح ہو کہ نزول آیت کے وقت اسکے مصداق یہ دونوں گروہ قریش
کے تھے اور معنے آیت میں تمام کفار قیامت تک کے شامل ہیں جنھوں قرآن مجید سے اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کفر کیا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ
دَارَ الْبَوَارِ۔ اور ڈالا اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر جَهَنَّمَ جہنم میں یعنی لوگ بسبب انکی ریاست کے انکے ساتھ ہو لیے اور جہنم میں گئے۔ واضح ہو
کہ بنو مغیرہ و بنو امیہ کے سرداروں نے اپنی ایسی قوم کو ہلاکت میں ڈالا جو اُن کے رشتہ دار نسبی تھے اور پیروی بھی کرتے تھے اور قیامت تک جو
کفار اپنی قوم کو ہلاک کرینگے ضرور نہیں کہ ان کی نسبی قوم ہو بلکہ پیروی کرنے والی قوم ہیں جیسے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہرقل بادشاہ
روم کو لکھا تھا کہ۔ فعلیك اثم الاریسیین تجھ پر اریسین کا بھی گناہ ہوگا اور اگر کہا جاوے کہ کلام بصیغہ ماضی ہے جو گذشتہ پر دلالت
کرتا ہے تو تم قیامت تک سے والوں کو کیونکر شامل لیتے ہو تو جواب یہ ہے کہ علم الٰہی عزوجل محیط ہے وہاں مستقبل و ماضی سب برابر ہیں اور ممکن ہے کہ باعتبار
قطعی وقوع کے بصیغہ ماضی تعبیر ہو حالانکہ جہنم میں داخل کرنا بطریق مجاز اور فی الحال عذاب برزخ میں ہیں گر انکو جہنم میں داخل قرار دیا بطور مجاز کے
بدلیل قولہ تعالےٰ۔ یَصْلَوْنَهَا۔ اس میں داخل ہونگے یعنی ایسے کافروں و منکروں کا جہنم میں داخل ہونا قطعی حکم ہے۔ وَبِئْسَ الْقَرَارُ۔ اور
بہت برا ٹھکانا ہے جہنم۔ تنبیہ۔ آیت کریمہ کے اشارات میں سے ایک یہ کہ رسولوں کا بھیجنا اللہ تعالےٰ کی طرف سے بڑی نعمت ہے کیونکہ عقل بشری
عالم آخرت کی راہ جاننے پر مستقل نہیں ہے حالانکہ کسی کو اس سے چارہ نہیں اور اپنے خالق عزوجل کی طاعت جسطرح کہ اسکی رضا حاصل ہو ہر مخلوق پر
فرض محکم ہے پس رسول و وحی نہایت ہی اعلےٰ نعمت ہے اور دوم یہ کہ جاہل لوگ جسکی پیروی کرتے ہیں جہاں وہ جاوے یہ بھی جاوینگے پس جو لوگ کہ راہ حق
میں کسی عالم ربانی حقانی کی پیروی کریں انکو بشارت ہے کہ وے بھی جنت میں جاوینگے اور اگر اپنی چاہ اور خوشنودی کے موافق ایسے شخص کو عالم بزرگ سردار
خیال کر لیا جو حقیقت میں خلاف راہ حق تعالےٰ کے مسائل و اعتقاد بتلاتا ہے تو یہ لوگ معذور نہونگے بلکہ اسکے ساتھ جہنم و عذاب میں گرفتار ہونگے لہذا
واجب ہے کہ لوگ جہانتک کوشش ممکن ہے اسی بات پر منحصر کریں کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین جس حال و اعتقاد پر تھے اسی پر اکتفا کریں مثلاً وہ لوگ
اول میں تو قبر کی زیارت سے منع کر دیے گئے تھے پھر انکو اجازت دی کہ زیارت کرو کہ اس سے آخرت و انجام یاد آتا ہے و میت کو دعا سے فائدہ ہوتا ہے
پس اس سے زیادہ یہ امر کہ قبر سے مدد مانگنا و چادر چڑھانا اور مانند اسکے جو امور ہیں انمیں عالمانہ بحث کہ جائز ہے یا نہیں جائز ہے کچھ نہ کریں کیونکہ حضرت
سرور عالم سید البشر صلے اللہ علیہ وسلم نے امت مرحومہ کے منافع حتےٰ کہ پیخانہ پیشاب کے طریقہ سب تعلیم فرما دیے اپنی امت کا نہایت ہی خیال رکھتے
تھے تو اگر اسمیں کچھ نفع مضمر ہوتا تو آپ تعلیم فرما دیتے لہذا تم وسواس چھوڑ دو اور شرع شریف و سنت پاک پر ثابت قدم رہو اور اولیاء اللہ کے طریقہ پر چلو اور
انکی جانب تعظیم و تکریم کا خیال رکھو۔ خلاصہ یہ کہ جب اس زمانہ میں نہایت ہی کثرت سے طرح طرح کے اقوال و اختلاف پیدا ہو گئے ہیں تو جاہل آدمی
کے لیے نجات کا یہ طریقہ بہت آسان ہے کہ وہ تمام مختلف مسائل میں کسی برے بھلے سے بحث نہ کرے بلکہ صاف سیدھا راستہ وہ اختیار کرے جسپر حضرات
صحابہ رضی اللہ عنہم گئے ہیں تاکہ بے کھٹکے نجات پاوے۔ پھر واضح ہو کہ اللہ تعالےٰ نے کافروں کا برا انجام جہنم بیان فرما کر انکے خیالی مسائل جن سے
گمراہ ہوتے تھے ظاہر فرمائے بقولہ۔ وَجَعَلُوا لِلّٰهِ اَنْدَادًا۔ اور بنائے انھوں نے اللہ تعالےٰ کے ہمسر یعنی اللہ تعالےٰ کی ربوبیت میں اپنے بزرگوں کے
نام کے بت رکھے اور اعتقاد کیا کہ جس بزرگ کے نام کا یہ نشان ہے اُسکی قربانی کرنے کیلئے یا چڑھاوا چڑھانے سے وہ ہم سے خوش ہونگے اور ہماری مراد
بر لاوینگے چنانچہ یہ سب انکے اعتقاد جو انکے اگلے لوگوں کے ساتھ تھے سابق بعض آیات میں مصرح بیان فرمائے ہیں اور یہ مت سمجھو کہ وے لوگ لات و
منات و عزیٰ و ود و سواع وغیرہ کو اللہ تعالےٰ کا ہمسر کہتے تھے نہیں نہیں بلکہ کہتے تھے کہ یہ لوگ اللہ تعالےٰ کے بندے مخلوق ہیں مگر ایسے مقرب ہیں کہ ہمارے لیے اللہ تعالےٰ

Marfat.com

سے سفارش و دعا کرکے ہماری مراد برلاوینگے پس جب انکے لیے یہ قدرت سمجھی تو شرک ہوگیا اور جو شان خالص اللہ تعالے ہی کے لیے ہی وہ دوسرون مین اعتقاد کرنے سے شرک ہوگیا لہذا جو کوئی اپنی جہالت سے اللہ تعالے کی صفات پاک مین سے کوئی صفت کسی دوسرے مین سمجھے وہ مشرک ہوا اور اُس نے ہمسر بنایا جیسے یہان کافران قریش کی نسبت فرمایا کہ انھون نے اللہ تعالے کے لیے شریک و ہمسر بنائے تھے۔ لِيُضِلُّوا عَنْ سَبِيلِهٖ اس انجام کے لیے کہ بہکلین اُس کی راہ سے یعنی ایسے اعتقاد کا اُنکے حق مین یہ نتیجہ ہوا کہ اللہ تعالے کی راہ سے گمراہ ہوئے۔ اور بنابر قراءۃ لیضلوا بضم الیاء یہ معنے کہ گمراہ کرین لوگون کو اللہ تعالے کی راہ سے یعنی جاہلون کو پیروی کرنے والون کو یہ مسئلہ بتلایا کہ یہ بزرگ لوگ اللہ تعالے کے مقرب ہین ان سے تقرب ڈھونڈھو تو تمھاری نجات ہوا ور جو کوئی اُنسے پھرا وہ بزرگون کا منکر اور اُسکا کہین ٹھکانا نہین ہے حتے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دشمنی اور قتال کرنے مین سرگرم ہوئے اور بدر کے روز ہلاک ہوئے اور اپنی قوم بدبخت کو بھی جہنم مین ڈالا اور قرآن پاک جو اللہ تعالے کی توحید سکھلاتا ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے جو شرک کو مٹاتے تھے کفر کیا اور ہر چند آپ نے سمجھایا کہ اللہ تعہ کے ساتھ شرک نہ کرو کچھ نہ مانا اور بہتیرے انمین سے ہلاکت سے بچے اور کچھ مدت تک زندہ رہے پس اللہ تعالے نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ تہدید فرماوے۔ قُلْ۔ تو کہدے اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم۔ تَمَتَّعُوْا چند روز تک دنیا مین تمتع اٹھاؤ اسکو بصیغہ امر بیان فرمایا گویا اسی طور سے حکم آلہی بحانہ تعالے مقدر ہوا ہے کہ نعمت آلہی سے کفر کرین وجو کچھ جی چاہے وہ اعتقاد کرین و اپنی خواہشون کو پورا کرین۔ فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ پس آخر تمھارا مرجع دوزخ ہے کیونکہ حدیث صحیح مین ہے کہ دوزخ گھری ہوئی ہے خواہش کی مرغوب چیزون سے پس جو کوئی نفس کی پیروی کرجاوے وہ پار ہو کر جہنم مین جاویگا پس جبکہ انکا مرجع و انجام جہنم تھا تو لا محالہ اسکے سامان و اسباب ضرور ہونگے پس بیان فرمادیا کہ اپنی رائے و فاسد عقیدہ سے شرک کرو اور خواہشون پر زندگی بسر کرو۔ اسمین نہایت خوفناک تہدید ہے اور یہین سے اکابر اولیاء نے کہا ہے کہ نفس کی خواہشون سے پرہیز کرو کیونکہ یہ شہوات و خواہشین جہنم کے گرد ہین جو کوئی انکو طے کرجاوے وہ لا محالہ جہنم مین گریگا پھر حق تعالے عز وجل نے ان بندون کو نصیحت فرمائی جو اپنے نفس کی خواہشون کو چھوڑ کر نصیحت قبول کرتے ہین اور اپنی رائے کو چھوڑ کر فرمان الٰہی و حکم حضرت رسالتپناہی صلے اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کرتے ہین بقولہ تعالے۔ قُلْ لِّعِبَادِيَ تو کہدے میرے بندون سے۔ اگر کہا جاوے کہ سب ہی اللہ تعالے کے بندے ہین تو جواب یہ ہے کہ اگر تمھاری یہ غرض ہے کہ سب ہی اسکی مخلوق ہین تو کچھ شک نہین ہے کہ سوائے اُسکے کوئی خالق ہو نہین سکتا اور سب ہی اسکی مخلوقات ہین و لیکن اللہ تعالے نے اپنی مشیت کاملہ سے مخلوقات مین تفصیل کردی اسطرح پر کہ جو کوئی اپنی خواہش کی پیروی کرے اُس نے اُسکو اپنا معبود بنایا کما قال تعالے افرایت من اتخذ الٰہہ ہواہ۔ بھلا تو نے اسکو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا لیا ہے۔ حدیث مین ہے تعس عبد الدینار و عبد الدرہم ہلاک ہوا اشرفی کا بندہ اور روپیہ کا بندہ۔ اور اسی طرح کفار فاجر کو شیطان کے ساتھ مردود کردیا اور کمال تکرم سے مومنون کو اپنا بندہ قرار دیا بقولہ ان عبادی لیس لک علیہم سلطان یعنی جو میرے بندے ہین انپر تجھے کچھ قابو نہوگا۔ اور اسی معنی مین اس مقام پر فرمایا کہ تو میرے بندون سے فرمادے اور انکی صفت بیان فرمائی۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ وہ لوگ جو ایمان لائے ہین پس اس کرامت سے سرفرازی فقط ان بندون کو ہے جو یقین جانتے اور خالص اعتقاد رکھتے ہین کہ اللہ تعالے وہی وحدہ لا شریک ہے جو پاک صفات اسکی ہین انمین کسی کی کچھ بھی شرکت نہین ہے۔ اگر کہا جاوے کہ یہ مقام بہت مشکل ہے کہ جاہل وہی مان لیگا جسکو ایسے شخص نے بتلایا جسکو وہ عالم جانتا ہے تو مترجم کہتا ہے کہ پہلے معلوم کرو کہ بالاجماع تقلید اعتقاد و ایمان مین جائز نہین ہے بلکہ ایمان تو جبھی ہوگا کہ خود اپنے رب تبارک و تعالے پر ایمان لاوے پس جب وہ مثلاً جان گیا کہ خالق فقط اللہ تعالے ہے اور جب وہی چاہتا ہے تو ایک مالدار کے ہاتھ مین یہ فعل پیدا کرتا ہے کہ فقیر کو کچھ دیوے یعنی افعال کا پیدا کرنے والا بھی وہی ہے اب اگر کسی شخص کی نسبت اس کو عالم ہونے کا گمان ہے اُس نے بتلایا کہ شیخ سدو کا بکرا کرنا اور بیٹا ہونے کی منت مانگنا جائز ہے تو اُسکو صریح معلوم ہوگا کہ یہ تو اللہ تعہ کی اک صفت کے جو مجھے اعتقاد ہے

بالکل مخالف ہوگیا تو یہ شرک ہے لہذا ممکن نہین ہے کہ شرک واضح وہ نہ پہچانے پس قولہ تعالے اتخذوا احبارہم ورہبانہم اربابا یعنی اہل کتاب یہود و نصاری نے اپنے عالمون اور درویشون کو اپنے رب بنالیے ہین. اس سے وہ محفوظ رہیگا کیونکہ یہ اسکا اعتقاد نہ رہا کہ جو کوئی عالم جو کچھ کہے وہی میرا اعتقاد و عمل ہے پس کافرون سے اسمین صاف فرق ہوگیا جنکی یہ حالت تھی کہ جعلوا للہ اندادا کیونکہ اسنے شرک نہ کیا پس مومن ہوا اور یہ کرامت پائی کہ میرے بندون سے جو مومن ہین فرمادے کہ۔ یُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ ٹھیک ٹھیک ادا رین نماز کو. بیشک نماز ایک بڑا رکن عبودیت ہے اور شیخ معین الدین چشتی قدس سرہ نے بعض اکابر سے نقل فرمایا کہ وہ بہت نحیف و زار ہورہے تھے اور نہایت خوف سے تیس برس سے روتے تھے حضرت شیخ نے پوچھا تو بیان فرمایا کہ مین اسی خوف سے روتا ہون کہ کسی وقت کی نماز مجھ سے ٹھیک ادا ہوئی کہ نہین. اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ جس نے نماز کو کھویا وہ دوسری عبادات کو اور زیادہ ضائع کریگا. اور مشکوۃ مین ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کسی عبادت کے ترک کرنے کو کفر نہین جانتے تھے سوائے نماز کے پس جو کوئی اسکو عمدا ترک کرے اسپر خوف کفر کا ہے اور ٹھیک قائم کرنا یہ ہے کہ اسکے ارکان سب اچھی طرح اللہ تعالے کی حضوری مین ادا کرے. اور روایت صحیح ہے کہ سب سے پہلے نماز کی پرسش ہوگی اور نماز ستون دین ہے اور فرق اسلام و کفر کے درمیان نماز ہے اور اکابر اولیا رحمہم اللہ تعالے نے تصریح کی کہ تقرب الٰہی اسی نماز مین ہے اور فضائل اسکے بیشمار ہین اور اللہ تعالے نے تحیات نماز کے ساتھ زکوۃ کو جو خرچ طیبات مالی ہے مقرون فرمایا چنانچہ یہان فرمایا۔ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ۔ اور خرچ کرین اس چیز سے جو ہم نے انکو روزی کیا. ظاہر آیت عام ہے تمام صدقات کو خواہ واجب ہون جیسے زکوۃ یا نفل ہون. اور یہی قول اولے ہے اور بعض نے کہا کہ مراد زکوۃ ہے کیونکہ مروی ہے کہ زکوۃ نے اپنے پہلے صدقات کو منسوخ کردیا ولیکن یہ حجت موجہ نہین اس سے یہ معلوم ہوا کہ دیگر صدقات جو زکوۃ سے پہلے واجب تھے مثلا حکم تھا کہ روزانہ خرچ سے زائد صدقہ کردین تو انکا وجوب نہین رہا مگر بطور نفل انمین خرچ کرنے سے ثواب جمیل باقی ہے اور یہان کلام وجوب مین نہین ہے بلکہ خرچ مین ہے. ہان یہان یہ سوال ہوتا ہے کہ قولہ ینفقوا بصیغہ خبر بمعنے امر ہے اور امر وجوب کے لیے ہے پس صرف زکوۃ مفروضہ پر ہوگا اور اگر عموم لیا جاوے تو بطریق عموم مجاز یہ معنی لینا چاہیے کہ خرچ کرو مال کو مرزوق مین سے ہر ایک کو اسکے طریقہ پر یعنی زکوۃ کو تو بطور وجوب کے اور نوافل صدقات کو بطریق نفل کے سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً۔ پوشیدہ و ظاہر پس بعض نے کہا کہ پوشیدہ صدقہ نفل ہے اور علانیہ صدقہ فرض ہے اور اولے یہ ہے کہ ہر ایک پوشیدہ و ظاہر ہوتا ہے ولیکن علمائے حنفیہ کے نزدیک زکوۃ علانیہ بہتر ہے تاکہ لوگون کو نصیحت ہو اور واضح ہو کہ خفیہ دینے کا جواز صرف زکوۃ نقدین مین ہے اور عشر کو سلطان کو ادا کرنا چاہیے ولیکن اصح یہ ہے کہ زکوۃ السائم بھی خفیہ دینے سے عند اللہ ادا ہوجائیگی اور علما رحمہم اللہ تعالے نے کہا کہ جو شخص اپنی ذات پر ریا کا خوف کرے وہ پوشیدہ ادا کرے اور جو کوئی یقین پر مضبوط اور مستقیم ہو اسکو علانیہ دینا بہتر ہے کہ ایک صدقہ کا اور دوسرا لوگون کی ہدایت کا دو ثواب حاصل ہون اور بعضے علما نے کہا کہ خفیہ مین بھی دوسرا ثواب یہ ہے کہ فقیر علانیہ زیر دست نہین ہوا اور حدیث صحیح مین ایسے صدقہ دینے کی کہ بائین ہاتھ کو داہنے ہاتھ کی خبر نہ ہو بہت فضیلت وارد ہے لہذا محققین نے کہا کہ ہر ایک مذموم ریا وغیرہ کا لحاظ کرکے نیت کو خالص کرنے کے بعد خفیہ و علانیہ برابر ہین اور امر محقق یہ ہے کہ اخلاص کے ساتھ خفیہ یا علانیہ خرچ کرو۔ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ۔ پہلے اس سے کہ وہ دن آوے. لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَ لَا خِلٰلٌ۔ اسمین نہ بیع ہے اور نہ خلت ہے. علما نے کہا کہ مراد اس سے روز قیامت ہے کہ وہان بیع نہ ہوگی. ابو عبیدہ رحمہ اللہ تعالے نے کہا یعنے فدیہ نہوگا اور اسکو بیع اس وجہ سے کہا کہ آدمی کا نفس جو گرفتار عذاب تھا اُس کو فدیہ دیکر عذاب سے رہا کرے پس دنیا مین یہ نافع ہوگا جبکہ ایمان ہوا اور آخرت مین کچھ فدیہ قبول نہوگا حالانکہ وہان فدیہ ہی اُس کے پاس نہوگا اور خلال مصدر بمعنے مخاللت ہے یعنے باہم دلی دوستی. واحدی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ یہ تمام اہل اللغۃ کا قول ہے ابو علی فارسی رہ نے کہا کہ خلال جمع خلت مانند قلال و قلہ و برام و برمہ. حاصل آنکہ قیامت کے روز نہ بیع کا وجود ہوگا کہ گناہگار قصوروار کچھ فدیہ دیکر اپنے

الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهٖ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ

پھلوں میں سے تمہارے رزق کے لیے اور تابعدار کر دیا تمہارے کشتی کو کہ دوڑے ہر سمندر میں اسکے حکم سے اور تابعدار کر دیا

الْأَنْهٰرَ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۚ

تمہارے لیے دریاؤں کو اور مطیع کر دیا تمہارے لیے سورج کو اور چاند کو ایک عادت پر چلتے ہیں اور مسخر کر دیا تمہارے لیے رات اور دن کو

وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ۭ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ

اور دیا تم کو ہر ایک اس چیز سے جو تم نے مانگی اور اگر تم شمار کرو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں تو انکو گھیر نہ سکو گے بیشک آدمی تو بڑا

لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ۝ ع ۵ / ۱۷

ظالم ناشکرا ہے

اللہ تعالیٰ بندوں پر اپنی نعمتیں اظہار فرماتا ہے اور چونکہ بحکم حدیث صحیح کے آدمی اسکی طرف جھکتا ہے جو اسکے ساتھ احسان کرے تو اس راہ سے انکو اپنی جانب بلاتا ہے اگرچہ اولیاء اللہ کہتے ہیں کہ معرفت کے بعد آدمی بہت شرمندہ ہو جاتا ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے محبت کی پھر اسکو پایا حالانکہ یہ حیا و شرم کی بات ہے بلکہ اللہ تعالیٰ حق عز وجل کے واسطے ہر ایک چیز سے التفات کرنا چاہیے تھا اسی واسطے حدیث میں ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ ہی کے لیے دوسرے سے محبت کی اور اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے دوسرے سے عداوت کی اور اسی کے لیے دیا اور اسی کے واسطے نہ دیا تو اس نے اپنا ایمان پورا کر لیا پس نعمت بتلا کر نعمت دینے والے کی طرف بلایا ایسے جاہلوں کے لیے یہ طریقہ مقرر کیا گیا جو انھیں محسوسات و فانی چیزوں پر گرتے ہیں اور جب ان چیزوں سے بہت محبت کرتے ہیں تو جب سمجھ جاویں کہ انکا دینے والا کون ہے تو ضرور اس سے محبت کرنے لگینگے اور جب اس کی طرف دل لگا دیں تو آخر اسکو پہچان جاویں گے اور اسوقت انکو معلوم ہوگا کہ ہم کس جہالت میں پڑے تھے لہذا فرمایا۔ اللہ وہ پاک ہے کہ تم سب اسکی مخلوق ہو وہی ہم سب کا خالق مالک ہے ہم سب فانی ہو وہی باقی دائمی ہے جس نے اس کی رضا کے ساتھ زندگی پائی وہ بھی ہمیشہ باقی ہے اور ابتداء یا انتہاء یا زندگی یا موت یا راحت یا عذاب جو کچھ بات تم خیال کرو سب اسی کی پیدا کی ہوئی چیزیں ہیں اسکی ذات کوئی خیالی بات کوئی نقص عیب ہو سب سے وہ پاک ہے ابتدا انتہا کوئی اس کی ذات سے متعلق نہیں کیونکہ عقل انسانی مخلوق ہے اور جو کچھ اسمیں خیال پیدا ہو وہ ادنے مخلوق پس حضرت خالق عز وجل کی شان میں ابتدا یا انتہا یا جو اوہام تمہاری عقل و قیاس میں پیدا ہوں وہ یقینی مخلوقات ہیں جن سے خالق عز وجل پاک ہے پس لازم و فرض ہے کہ ہم اسکی معرفت اسی کی وحی فرمانے سے پاویں اور خالق عز وجل سے منکر ہونا گناہ عظیم ہے جسکی سزا بہت سخت ہے پس اس نے دوسرا افضل عظیم فرمایا کہ رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر وحی نازل فرمائی اور اپنی معرفت بتلائی کہ اَللّٰهُ الَّذِیْ اللہ وہ پاک ہے جس نے خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ پیدا کیا آسمانوں و زمین کو۔ آسمان تمہارے دیار کی چھت بنائی اور چھت سے ارزاق و آثار بقدرت عجیبہ ظاہر فرمائے۔ اور زمین تمہارے لیے فرش کر دی اور اس میں سے طرح طرح کے عجائب تمہارے لیے پیدا کیے وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً اور اتارا آسمان سے پانی۔ واضح کہ عجائب قدرت میں سے ایک یہ ہے کہ اسی سقف محفوظ آسمان سے پانی اُتارا۔ یہاں دو مقام ہیں اول یہ کہ جو لوگ علم طبعیات سے بحث کرتے ہیں وے پانی کی پیدائش اسطرح بیان کرتے ہیں کہ ہر جسم تر سے ابخرات ہمیشہ اڑا کرتے اور جاڑوں میں بسبب سردی کے دھوئیں کی طرح محسوس ہوتے ہیں اور اوپر چڑھکر جمع ہو کر بسبب زیادہ سردی کے اولا یا مینہ ہو جاتے ہیں اور بعضے مقامات پر بادل زمین کے قریب اتر کر مکانوں میں کپڑے وغیرہ بھگو دیتے ہیں پس ان لوگوں کو سمجھانا چاہیے کہ کلام حق میں جو وارد ہے کہ آسمان سے پانی اُتارا اسکے کیا معنے ہیں۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر فرمایا بقولہ عز وجل

نفس کو عذاب سے رہا کرے اور نہ وہاں جسمانی خواہشوں سے جو دلی دوستی باہم ہوتی ہے اسکا وجود ہوگا کہ ایک دوست سے دوسرے دوست کو
امید ہو۔ وقال تعالے لاخلۃ ولاشفاعۃ مترجم کہتا ہے کہ کلام کی بلاغت مبالغہ کرو کہ مقصود یہ ہے کہ ایمان والے نماز قائم کریں اور صدقات خالص
نیت سے ادا کریں قبل اسکے کہ ان اعمال کا وقت باقی نہ رہے اور وہ وقت ابھی موجود ہے یہانتک کہ وہ دن آجاوے کہ جسمین بیع وخلال کچھ
نہیں ہے لیکن غور کرو تو ظاہر ہوتا ہے کہ وہ وقت تو آدمی کے مرتے ہی جاتا رہتا ہے قیامت کا انتظار ضرور نہیں ہے لہذا حدیث صحیح مین ہے کہ جو مرا
اس کی قیامت قائم ہوگئی پس اسمین اشارت ہے کہ قبل قیامت کے آدمی کو اسکے لوگوں کی ملاقات ودعا سے بھی انتفاع پہونچتا رہتا ہے اور آخری حد
قیامت ہے اور نصیحت ہوگئی کہ اسلام سے گناہ سابق سب معاف ہو جاتے ہیں اور دوزخ مین ہمیشہ مردود نہ رہیگا لیکن اعمال کے قصور پر مواخذہ ہوگا اور جب
اسلام کے ساتھ مواخذہ موجود ہے تو کافر لوگ حشر مین آوین کہ جہان بیع وخلت کچھ نہیں ہے وہان انکا ٹھکانا سوائے جہنم کے کہین نہوگا اب معلوم ہوگیا کہ قولہ لم کی
صفت مین قولہ لابیع فیہ ولاخلال ہے اصل مین بعض عارفانہ مدارک کی تعلیم اور عموماً کفار کو نصیحت ہے کہ وہان فدیہ نہیں اور خلت نہ دارد ہے پھر قولہ من قبل الخ کا
تعلق بلعض نے کہا کہ انفاق مال کے ساتھ ہے بقرینہ بیع کے یعنی مال اس زندگی مین خرچ کرو اور نفس کو عذاب سے بچاؤ کہ قیامت مین نہ مال نہ بیع نہ فدیہ۔
اور بعض نے کہا کہ اقامت نماز وانفاق دونون کے ساتھ اولے ہے اور مقصود یہ ہے کہ بیع کے شغل اور دوستی کے رسوم مین اوقات وعہود ضائع مت کرو بلکہ
نماز وطاعات کو مقدم رکھو اور بیع وغیرہ فانیات ہیں کہ وہان انکا وجود نہیں ہے اگر کہا جاوے کہ مومنوں مین وہان باہم دوستی ہونا بہت کثرت سے نصوص صریحہ نے
ثابت فرمایا ہے اور یہان وہم ہوتا ہے کہ نہوگی تو جواب یہ ہے کہ صاف تقریر کردی گئی کہ یہ بیع وخلت بمقتضائے قوائے جسمانی ہے اور اصل اسکی شہوت نفس ہے اور جو شخص دنیا
مین تبہ کار فاسق رہا وہ اسی حال پر موت کے بعد رہیگا گویا پتھر کہ اسمین تغیر نہیں ہے اسیوجہ سے سوال منکر ونکیر کی حالت مین اگرچہ اسکو بے ایمانی ظاہر ہو جاوے کچھ
تبدیل نہین کر سکتا ہے اور چونکہ اصل اسکی ایک فانی چیز کے ساتھ ہے تو مرتے ہی فنا ہو گئی جیسے عشق شہوت کا حال ہے کہ بڑھاپے مین یا یکایک معشوق کے بدصورت ہو جانے
سے زائل ہو جاتا ہے تو اس دوستی کا کچھ بھی اثر وہان نہوگا بخلاف مومنین کے کہ وہان محل خلت الحب فی اللہ واللہ تعالی اور نورانی قلوب سلیم باقی ہیں تو انکی خلت بھی
باقی ہے مگر یہ ایسے لوگ ہیں کہ انھون نے فدیہ بیع کی مجال نہیں رکھی بلکہ موافق حکم کے کمال محبت سے نماز قائم کی اور انفاق کیا اور پھر بھی شرمندہ رہکہ کچھ نہیں کیا بلکہ جو
کچھ ہوا وہ رب ذوالجلال کے فضل رحمت سے ہوا اسی واسطے حق تعالی نے فرمایا۔ الاخلاء یومئذ بعضہم لبعض عدو الا المتقین یعنی باہم کاڑھے دوست اس روز
ایک دوسرے کے ساتھ دشمن ہونگے سوائے متقین کے کیونکہ خلت تقوے امر باقی کے ساتھ دائمی ہے اور خلت کفار وفساق ایک امر فانی سے متعلق فانی ہے
اور اسی سے تجھکو ثابت ہوگا کہ آخری کلام کا مفاد اہل ایمان کے لیے نصیحت واردیا دنور ہے اور کافرون کے لئے تہدید وتنبیہ کا ظہور ہے۔ ف فی العرائس قولہ تعالے
الم تر الی الذین بدلوا نعمۃ اللہ الآیہ اسمین اشارت ہے کہ نعمت الٰہیہ عقل وعلم واستعداد ان سب کو تھی انھون نے تبدیل کیا چنانچہ عقل کے بجائے غباوت اور بجائے
علم کے جہل اور بجائے استعداد حصول نور ایمان کے تاریکی اندھا دھند شرک وکفر کو رکھا اور جانورون مین محل عقل وعلم خلقی نہونے سے یہ لوگ اپنے نفس و
شیطان کی پیروی مین جانورون سے بلکہ خوک وسگ سے بھی بدتر حالت مین ہوئے حتی کہ جمادات کے درجہ سے ساقط ہو کر پتھرون ولکڑون ودرختون کے بندے
بنگئے چونکہ انمین فاسد استعداد شرک وکفر سے موت سے زیادہ بدتر حالت تھی تو پتھرون وغیرہ مین استعداد انہی سے اعتدر بالاتر دیکھتے تھے کہ انکے سامنے سر جھکانے اور
بندگی کرنے مین انکو کچھ بھی تکلف نتھا شیخ ابوعثمان رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ جہل وہ ہے جسنے نعمت الٰہی سے طرح طرح کے گناہون کا کام لیا پھر اللہ تعالی نے کافرون کو تنبیہ
فرمایا کہ تم مین تمام مخلوقات سے زیادہ اعلے استعداد ظہور قدرت ہے جسمے پایہ عالی معرفت تمہارا حصہ تھا غور کرو اور ڈھونڈھو فقال اللہ تعالے عزوجل

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ

اللہ وہ ہے جسنے پیدا کیا آسمانون اور زمین کو اور اُتارا آسمان سے پانی پھر اُگایا اس سے

Marfat.com

الم تر ان اللہ یزجی سحابا ثم یولف بینہ ثم یجعلہ رکاما فتری الودق یخرج من خلالہ وینزل من السماء من جبال فیہا من برد فیصیب بہ من یشاء ویصرفہ عن من یشاء
یکاد سنا برقہ یذہب بالابصار یقلب اللہ اللیل والنہار ان فی ذلک لعبرۃ لاولی الابصار یعنی اللہ تعالے سحاب کو اٹھا کر اس مین میل کر کے تہ بر تہ کر دیتا ہی
اسکے درمیان مین سے ودق نکلتی ہی الی آخرہ پس بعض مفسرین متکلمین نے کہا کہ ممکن ہی کہ سحاب کا ظہور ان ابخرات سے ہو جو اجسام تر سے پیدا ہوتے مین
اور اس کی بحث پوری بیان کر دی اور مترجم کہتا ہی کہ کلام الٰہی عز و جل کی تفسیر مین رعایت خیالات عوام کے جسطرح لائق ہی اسی طرح یہان آہستہ
تقریر سے عالم خلق و امر یعنے عجائب صنعت الٰہیہ سے بھی بحث چاہیے ہی کیونکہ عوام کی نظر عالم اسباب پر زیادہ ہوتی ہی پس مین کہتا ہون کہ یہ آیت کریمہ
کامل معجزہ و صدق نبوت حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ہی کیونکہ جن لوگون نے اپنی تمام عمر کو اسباب مین غور و فکر کرنے اور تمام حواس و عقلی قوت کو
اسمین صرف کرنے مین ضائع کیا انکو اسپر بڑا فخر تھا کہ تمام روے زمین کے لوگ جاہل اور ہم طبعیات کے عالم حکیم ہین اور تمام دنیا سے زیادہ عرب کو جاہل
جانتے تھے جنہین لکھنا پڑھنا گویا عجوبہ چیز تھی پھر دیکھو کہ کسطرح پوری تحقیقات کو آیت بلکہ آدھی آیت مین ختم فرما دیا کہ بڑا حکیم فلسفی منھ دیکھتا ہی پھر فلسفی پر
وار دہوتا تھا کہ ہوا ہمیشہ عادت کے موافق ایک رخ پر جاتی ہی تو اجتماع ابخرات ضرور نہایت بے ترتیب پر ہونا چاہیے اور سردی و گرمی کے تغیر کے سبب
سے مینھ ہو جانے مین بھی تغیر چاہیے حالانکہ اسکا سبب اپنے سبب کے خلاف ہی اور بڑا سخت اعتراض یہ ہی کہ اجتماع ابخرات سے جو پانی برستا ہے اپنی اپنی
خاصیت مین ایک نوع پر ہی پس برسات کے دو موسم لازم تھا ایک بعد جاڑے کے اور ایک بعد گرمی کے بلکہ کوئی وجہ بھی کہ اجتماع ابخرات سے مینھ اسی طرح
ایک موسم کے پیدا ہونا اور محض بلا دلیل ہی کہ ایام برسات سے پہلے جو حالت اجتماع کی موجود ہوتی ہی اس کو ماہ بارش مثلاً ساون سے کوئی نسبت
نہین ہی کہ ایک بے شعور چیز جسکو فلسفی کہتا ہی اس موسم مین اس شعور پر ہو جاوے کہ وہ ماہ بارش ہی یا کسی حال مین قحط پر ہو جاوے کہ ایک قطرہ
نہین برستا اور نیز کوئی وجہ نہین ہی کہ یہی ابخرات کا پانی خلاف موسم بلکہ موسم سے دو ہفتہ پہلے کچھ بھی مفید نہین ہوتا بخلاف موسم کے کہ یکایک سا قوائے نامیہ
نباتات جوش کے ساتھ اُبلتے ہین اور وہ پانی انکے لیے حیات ہو جاتا ہی غرضکہ دلیل اس مقام پر قطعی ہوتی چاہیے اور فلسفی جو دلائل لاتا ہے وہ
گمان ہین اور جو وجوہ پیش کیے گئے انمین مختلف آثار سیارات کا اجتماع اور مختلف اسباب ارضی یا کر عارض و آفتاب کے دور مین مقابلہ سے ہو یہی اثر کا
اختلاف وغیرہ سب تخمینہ ہی کوئی دلیل میسر نہین آئی اور اگر آخری سوال اس ترتیب مین واقع ہو کہ یہ کیون ہوتا ہی اور اگر اس وجہ سے ہو تو اس وجہ کا وجود
کیون آخر سلسلہ پر فلسفی کو اقرار سکوت کرنا ہوگا اور یہین سے ظاہر ہوا کہ حق عز و جل نے صحیح فرمایا ہی کہ آدمیون مین سے بہت زیادہ حصہ وہ ہین جو گمان و
تخمینہ کی پیروی کرتے ہین۔ اب تحقیق حق یہ ہی کہ اللہ تعالے عز و جل نے عالم اسباب مین پیدا کرنا ہر جاندار و بیجان حتے کہ افعال کا فقط اپنی قدرت مین رکھا ہی
اور کمتر ایسا ہوتا ہی کہ جو اسباب مقرر فرمائے مین ان سے تجاوز کیا جاوے بلکہ ہر ایک چاند و سورج اس قدرت کاملہ کی قوت سے ہر ایک اپنی رفتار پر مین سیر یا
جس نے یہ کہا کہ اسباب درمیانی بذات خود موثر مین وہ گمراہ نادان ہی اور جس نے یہ زعم کیا کہ اسباب سے کوئی لگاؤ نہین اور نہ انکا علم کچھ مفید ہے
واسطے کسی چیز کے جاننے کے تو یہ بھی سفہ ہی حتی کہ ہر ایک طاعت و عبادت و ترقی اسلام کے وسائل بوجہ کامل محمود ہین اور اس سے تقدیر سے
منافات نہین ہی اور نہ کلام اولیاء سے جو کہتے ہین کہ اسباب پر نظر کرنا شرک ہی کیونکہ انکی مراد یہ ہی کہ اسباب کو موثر خیال کرنا شرک ہی اور یہ صحیح ہی کیونکہ اصلی
قدرت اسباب مین نہین ہے و لیکن جب کبھی چاند کے گرد ہالہ دیکھ کر گمان کیا جاوے کہ ہوا مین رطوبت ہی اور پانی برسنے کی علامت ہی تو بارہا یہ امر
صحیح ہوگا لیکن ضروری ہی کہ اسکو ظن و قیاس تخمینہ وغیرہ کہا جاوے جب یہ معلوم ہوا تو مین کہتا ہون کہ ابخرات وغیرہ سب ظاہری سبب ہین اور ان اسباب کا
پیدا ہونا پھر انسے سحاب و بجلی و بارش کا ہونا اور تمام اسباب کا ایک خاص فصل چار ماہ کے لیے مہیا ہو کر رات دن برسنا اور اس پانی مین ایک خاص قوت کہ زمین
کے قوائے نامیہ کو زندگی ہو اور زمین کے لیے بعد تھوڑے دنون تک تپ لینے کے اس سے جوش جدید او نمو ہونا یہ سب امور اس قدرت حقیقی کا ظہور ہین اور جب

کبھی اسکی مثبت اُسکے خلاف ہوتی ہے کچھ نہیں ہوسکتا اب غور سے دیکھو کہ اللہ تعالےٰ نے قولہ الم تران اللہ یزجی سحابا الآیہ میں اسباب کو ذکر فرمایا اور نسبت پیدا کرنے کی اپنے ہی ساتھ مخصوص فرمائی اور قولہ انزل من السماء ماء میں بھی اپنی ہی طرف نسبت فرمانا اسی مانند وجہ سے ہے جو اوپر مذکور ہوئیں اسی واسطے حدیث صحیح میں ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آسمان سے پانی برسایا تو دو فریق ہوئے ایک گروہ بندوں کا کہنے لگا کہ فلاں ستارہ اور تحویل سے ہم پر پانی برسا تو یہ اللہ تعالےٰ سے کافر اور ستارہ کا مومن ہے اور دوسرا گروہ بولا کہ ہم نے اللہ تعالےٰ کے فضل سے پانی پایا تو یہ اللہ تعالےٰ کا مومن اور ستاروں سے منکر ہے یعنے اللہ تعالےٰ نے اسباب پیدا فرمائے ہیں اور ان اسباب کا جاننا مذموم نہیں ہے بلکہ بقول امام غزالی علیہ الرحمہ کے مرد عاقل کو انکے جاننے سے اللہ تعالےٰ کی معرفت میں اچھا قدم راسخ حاصل ہوتا ہے ولیکن جو کوئی انھیں اسباب تک جاکر ٹھہر گیا وہ نادان خام رہا کہ اصل سے اسکو ہنوز وقوف نہیں ہے اور اس بیان سے معلوم ہوا کہ راہ مستقیم اس درمیان میں قدیم عقل کے ساتھ ہے اور دونوں طرف افراط و تفریط ہے۔ اب میں تفسیر کی طرف رجوع کرتا ہوں کہ قولہ تعالےٰ انزل من السماء ماء اُتارا اسماء سے مینھ۔ سماء کے اگر معنے سحاب لو تو صحیح ہے اور مراد یہ کہ سحاب سے اس نے مینھ برسایا کیونکہ تجھے معلوم ہوگیا کہ اس کی قدرت ہر دم ہر لحظہ ایسی محیط ہے کہ جیسے قوت باصرہ آنکھ کی ہر نظر کے لیے اصل ہے پس اصلی پیدائش ابتداء سے سحاب تک اسی نے فرمائی پھر سحاب سے تمہارا مقصود پیدا کر دیا اور اگر سماء بمعنے آسمان لیا جاوے تو بھی صحیح ہے کہ آسمان سے مینھ اتارا کیونکہ ہم بیان کر چلے کہ اصلی علت اس کی قدرت ہے جس سے مینھ کا پانی دریاؤں سے جدا بلکہ موسمی مینھ دائمی مینھ سے جدا ہوتا ہے اور یہ قوت اسی کی طرف سے پیدا ہوئی ہے اور اس نے فرمایا ہے کہ یدبر الامر من السماء الی الارض۔ تدبیر فرماتا ہے امر کی آسمان سے طرف زمین کے یعنے یہ حکم معلوم کہ اسکو تکوین کا امر آسمان سے ہے اور یہیں گفتگو کو مجال ختم ہو جاتی ہے جیسے کوئی کہے کہ سورج دو کیوں نہوئے یا چاند دو کیوں نہوئے یا ہر زمین پر ہر طرح کا میوہ کیوں نہوا یا قطعات یکساں کیوں نہوئے غرضکہ جہاں عالم اسباب کے درجہ بدرجہ ترقی ہو کر گزرتے گزرتے انتہا اسکی ذات و صفات کی طرف آجاتی ہے وہاں اختتام ہو جاتا ہے ورنہ دنیا میں کوئی فرد نہیں جو کسی مذہب و اعتقاد پر ان سوالات کا جواب دیوے پس باعتبار اصلی علت تکوین کے جو کہ امر الٰہی ہے جس سے اس مینھ میں قوت خاصہ آتی ہے وہ آسمان سے بجانب زمین ہے پس آسمان سے اس نے پانی اُتارا۔ فاخرج بہ۔ پس نکالا اُگایا اس پانی کے ساتھ من الثمرات پھلوں میں سے۔ اگر من بیانیہ ہے تو معنے یہ کہ طرح طرح کے پھل و اقسام اقسام کے میوے و ترکاریاں پیدا کیں۔ اگر کہا جاوے کہ بحکم وجعلنا من الماء کل شی حی۔ ہم نے پانی سے ہر ایک چیز کو زندہ بنایا ہے اب سب ہی چیزیں اس سے پیدا ہوئی ہیں تو ثمرات کی خصوصیت کیا ہے تو جواب یہ کہ یہاں آدمیوں پر احسان مقصود ہے بقولہ تعالےٰ رزقا لکم۔ یعنے تمہارے رزق کے لیے۔ اور لام یہاں خصوصیت کا نہیں بلکہ نفع کے معنے میں یعنے تمہاری منفعت کے لیے ثمرات کے انواع و اقسام پیدا کیے۔ اس سے بہت سے مسائل و فوائد حاصل ہوتے ہیں اول یہ کہ کاشتکاری کے فنون و آلات اور زمین کے لیے تردداتِ ضمناً مباح ہیں کیونکہ بغیر انکے پیداوار نہیں ہوتی ہے اور جو چیز کہ بغیر دوسرے کے حاصل نہو وہ بھی ضمن میں ثابت ہو جاتی ہے حتیٰ کہ اگر اصل واجب ہو تو واجب اور مباح ہو تو مباح ہوتی ہے۔ دوم یہ کہ ثمرات سے انتفاع حاصل کرنا مباح ہے وقد قال تعالیٰ کلوا من الطیبات واعملوا صالحا اور کلوا من طیبات ما رزقنکم۔ اور اعمال صالحہ کے افراد تو بیشمار ہیں ولیکن انواع اسکے چار ہیں ایک جمہوری سلطنت کا عدل و انصاف و کافروں ظالموں کا دفع کرنا و اسکے اسباب حتیٰ کہ تمام مسلمانوں میں سے ہر فرد پر اسمیں کوشش کرنا اعمال صالحہ میں سے ہے دوم ہر شہر و محلہ و ہر قوم و جوار کے حقوق اور اسمیں مشترک عدل و تعلیم و رعایات حقوق و اصلاحات ہیں اور سوم تدبیر منزل حتیٰ کہ اپنے اہل و عیال و خدام کے ساتھ نیک برتاؤ چنانچہ فرمایا خیارکم خیارکم لاہلہ بہت نیک تم میں سے وہ ہیں جو اپنے لوگوں کے لیے بہتر ہوں۔ اور چہارم تہذیب شخصی اور یہ سب پر مقدم ہے یعنے اپنی ذات کو علم و عدل سے و فرائض و واجبات حقوق الٰہیہ سے درتمام حقوق اہل و عیال و محلہ و قوم و سلطان و تمام مسلمانوں اور حقوق تمام مخلوقات حتیٰ کہ جو لوگ مسلمان نہوں انکی بہتری کہ عدل و علم سیکھیں و عذاب سے بچیں جیسے کوئی اپنی اولاد کو

Marfat.com

نہیں چاہتا کہ جہنم میں جلے اور حتیٰ کہ جانوروں سے کوئی ایذا نہ پاوین یہ سب اعمال صالحہ و حقوق ہیں اور یہ شکر ہیں خیرات کرنا باحسنت وانتفاع کا ۔ وَ
سَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ ۔ اور مطیع ارادہ کردیا تمہارے لیے کشتی کو تاکہ رواں ہو سمندر میں ۔ یعنی جن اسباب سے تمہاری خواہش
جہاز چلنے میں پوری ہوتی وہ اسباب تم کو دیے اور جہاز ایسی شکل سے کردیا کہ جسطرح تم چاہو تمہاری خواہش کے موافق رواں ہو اس سے پھلوں
و اناج وغیرہ کی تجارات اور جہاز چلانا اور اس کی ترکیبیں وغیرہ مباح اور موجب ثواب عظیم ہوتی ہیں کیونکہ بندگان خدا کے آرام و آسائش کے
لیے جو مباح ذریعہ ہو حتیٰ کہ اسی ذیل میں توپ و بندوق وغیرہ و اسباب حرب و حفاظت بھی ہیں انہیں ثواب و صلاح ہے اور علم طب وغیرہ اسی
میں شامل ہے بلکہ بعض صورتوں میں عالموں کے لیے سوائے فرض و واجب کے یہ کام دیگر عبادات پر افضل ہے ۔ اگر کہا جاوے کہ جب محیط قدرت
الٰہیہ ہر شخص و ہر چیز کے ساتھ ہے تو یہاں کشتی جاری ہونا ہماری تسخیر میں کردیا جواب یہ کہ ہماری تسخیر میں اسی طرح کردیا کہ آخری احاطہ کہ جس سے
وجود فعل ہوتا ہے اپنی ہی قدرت میں رکھا لقولہ تعالےٰ ۔ بِأَمْرِهِ اپنے حکم سے ۔ یعنی جریان کشتی اپنے حکم پر بھی ہے اور معلوم ہوچکا کہ یہ امر وہی آسمانی ہے
جس سے وجود فعل ہوتا ہے ۔ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْأَنْهَارَ اور مسخر کردیے تمہارے لیے دریا ۔ مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اس سے مراد یہ کہ ہر طرح کے
فوائد حاصل کرنے کے لیے ۔ اقول یہ سوقت ہے کہ بحر اور انہار باہم ایک دوسرے پر بولے جاتے ہیں تو اول خصوصیت کشتی کی پھر عموماً ہر فائدہ کے
لیے تسخیر بیان فرمائی اور ظاہر انہار دریا ہیں کہ ان سے جہاز یا کشتی دخانی وغیرہ اور نہریں کاٹنا اور پانی سینچنا وغیرہ فوائد حاصل ہوتے ہیں ۔ وَسَخَّرَ
لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَائِبَيْنِ اور مسخر کردیا تمہارے لیے سورج اور چاند کو درحالیکہ دونوں ایک طریقہ پر برابر چلتے ہیں اور ہزاروں فوائد
جو دونوں سے حاصل ہوتے ہیں با غور سے معلوم ہوتے جاتے ہیں ازانجملہ پھلوں کا پختہ ہونا وغیرہ ان کے اثر سے ہے اور موسم کا ظہور فقط سورج سے اور حساب کا تعلق قمر
سے ہے ۔ قال المترجم اس زمانہ میں لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ اس زمانہ میں تحقیق کیا گیا کہ آسمان تو دوربین سے نظر ہی نہیں آتا اس کا تو وجود ہی نہیں
ہے اور سورج اپنے مقام پر ساکن ہے اور زمین آفتاب کے گرد متحرک ہے پس اسکا اپنے محور پر دورہ تو رات و دن ہے اور اس میں زیادتی و کمی آفتاب کے
محاذات بیضاوی دورہ کی وجہ سے ہے اور اسکا اپنے بیضاوی محور پر دورہ وہی شمسی مہینہ و خاتمہ سال ہے اور جسقدر لوگ اسوقت انگریزی یا نیچیر
تعلیم یافتہ ہیں سب اسی کے معتقد اور قرآن مجید کو خلاف حق سمجھتے ہیں حالانکہ مقصود آیات کا تو اسی قدر تھا کہ عام لوگ جسطرح چاہیں یقین کریں
کہ یہ سب نعمتیں جس نے دیں اور جس نے پیدا کیں اسپر ایمان فرض ہے اور اس سے کفر ایک سخت بدتر گناہ ہے اور مقصود یہاں تحقیق فلسفی نہیں تاہم میں
ان لوگوں کی نادانی پر افسوس کرتا ہوں اور ثابت کرتا ہوں کہ حق وہی ہے جس سے یہ لوگ انکار کرتے ہیں چونکہ سوال میں آسمان کا ذکر آگیا اور یہاں
اسکے ثابت کرنے کی ضرورت نہیں ہے لہذا میں اس طول الذیل کو ترک کرتا ہوں صرف مقدر کہے دیتا ہوں کہ تمہاری یہ دلیل کہ دوربین سے نظر نہیں آتا
اسوجہ سے نہیں ہے اسوقت یقین کے قابل ہو کہ قوائے روحانی و قوت باصرہ وغیرہ کل چیزیں دوربین سے حتیٰ کہ ہوا بھی نظر آتی ہو لہذا انکو نظر نہ آنے سے کیونکر یہ
یقین ہو جاوے کہ نہیں ہے اور جیسے ہمالیہ کی چوٹی کا برف نظر نہ آنے سے یہ لازم نہیں کہ اسکا وجود ہی نہیں ہے اور دوم یہ کہ عکس نیلگوں دریا وغیرہ ہر جگہ پانی
میں نظر آتا ہے یہ آسمان نہیں تو کس چیز کا عکس ہے ثابت کرو پھر ہم دلیل سے آسمان کا وجود ثابت کرینگے ۔ ابتداء جواب یہاں اس امر کا دیا جاتا ہے کہ تم کہتے ہو کہ زمین گرد
آفتاب کے متحرک ہے میں کہتا ہوں کہ اس صورت میں آفتاب گویا مرکز ہے اس دائرہ کا جسپر زمین اسکے گرد متحرک ہے اور آفتاب زمین کی بہ نسبت بہت بڑا ہے حتیٰ کہ وہ
شکر تو زمین ایک کنکر ہے اور نصف قطر اس دائرہ کا وہ ہوگا جسقدر آفتاب سے زمین دور ہے اور وہ نوکروڑ پچاس لاکھ میل ہے جیسا کچھ لکھا گیا اور پورا قطر دائرہ کا
دو چند ہوا یعنے انیس کروڑ اور قطر اور دائرہ میں تقریباً سات و بائیس کی نسبت ہے تو محیط اس سے ساڑھے تین چند زائد ہے یعنے ستاون کروڑ میل اور زمین کا محیط ظاہر ہے کہ بہت
کم ہے صرف چار ہزار میل کے قریب ہے اور تم صرف تین سو ساٹھ دن میں دورہ پورا بتلاتے ہو حالانکہ معتقد دنوں میں صرف چودہ لاکھ سے کچھ زائد میل طے ہوتے میں جو

Marfat.com

ایک کو بھی نہو اس سے صاف ظاہر ہوا کہ یہ محض غلط اور مجھے سخت تعجب ہے کہ ایسے بدیہی غلط امر پر اسقدر اصرار کس عقل کا مقتضا ہے اور کس تحقیق کی وجہ سے یہ دعویٰ ہے فاعتبروا یا اولی الابصار۔ اب میں کہتا ہوں کہ اے لوگو ذرا غور سے سمجھ سے باتیں کرو کیا تمھاری دنیا تمکو اسی طور سے حاصل ہو سکتی ہے کہ تم حق و تحقیق باتوں سے منکر ہو جاؤ نہیں نہیں گناہ ایک چیز ہے اور انکار و کفر نہایت بدتر ہے پس حق یہی ہے کہ آفتاب متحرک ہے اپنے محور پر اور زمین ساکن ہے اور اسمیں کچھ شک نہیں ہے اور دلائل عقلیہ سے ثابت ہے کہ آفتاب کا تحرک اپنے آسمان کے تحرک کے ساتھ ہے اور ہم کسی مقام پر انشاء اللہ تعالے عقلاً وجود آسمان کے دلائل ذکر کرینگے۔ یہاں اللہ تعالے نے اسی قدر حکم دیا کہ اس نے تمھارے نفع کے لیے آفتاب و چاند کو اپنے حکم سے ایک معمولی رفتار پر کر دیا ہے کہ اس سے تجاوز نہیں کرتے ہیں۔ وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ۔ اور تمھارے لیے رات اور دن کو مسخر کر دیا یعنے اس نے اپنے حکم سے رات و دن کو ایک ایسی پیدائش پر قائم فرمایا کہ تمکو اس سے نہایت عظیم نفع اپنی جسمانی حیات میں حاصل ہے۔ وَآتَاكُمْ مِنْ كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ۔ اور دیا تم کو ہر اس چیز سے جو تم نے اس سے مانگی۔ اور علماء نے کہا یعنے جو نہیں مانگی وہ دیں اور جو مانگیں وہ عطا کیں۔ وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا۔ اور اگر تم شمار کرو نعمتیں اللہ کی تو ہرگز انکو نہ گھیر سکوگے۔ کیونکہ ہر ایک انسان کے اوپر کمال نعمت اول اسکی پیدائش ہے کہ محض عدم سے اس کو اپنے فضل سے پیدا کیا اور ابتداے خلقت رحم مادر ہے وہاں رزق و قیام دیا پھر تاریکی اور بند ہوا کی قبر سے جسمیں ہمیشہ رکی تھی وضع حمل کے ساتھ نکالا اور اعضاء مستقیم و حواس و قوے معتدل و عیوب سے پاک بنائے اور ہر ایک مسام و رگ و پٹھے و جوڑ جوڑ میں ہزاروں حکمتیں اور منافع ہیں جنکا شمار عوام کی سمجھ سے باہر ہے اور مابعد کے حفظ و رعایت و رزق و علم و عنایت جہانتک آدمی غور کرے کبھی شمار میں نہیں لاسکتا ہے اور انھیں انعامات کے اندر جو باریک حکمتیں و عجائب قدرت و غرائب اسرار الٰہی ہیں ہر ایک کو قطعی وہ یقین دیتے ہیں جو اعتقاد صفات الٰہیہ فعالیہ مقدست کی نسبت حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر تمام انبیاء و مومنین صالحین تا زمانہ حضرت خاتم المرسلین و آپ کی تصریحات سے تا قیامت مسلمین جانتے اور اپنے رب خالق عز و جل کو پہچانتے ہیں۔ (م) حاصل آیت یہ کہ اگر اللہ تعالے کی نعمتوں کو جو تسپر فرمائی ہیں مجمل شمار کرنا چاہو تو کسی وجہ اور کسی حال سے شمار نہ کرسکوگے پھر تفصیل کا کیا ذکر ہے بلکہ اگر کوئی شخص اپنے ایک عضو یا ایک حواس کی پیدائش میں جو منافع ہیں شمار کرے اور تمام عمر بلکہ بالفرض تمام زمانہ شمار کرے تو ہرگز اسپر قدرت نہ پاویگا پھر تمام نعمتوں کا کیا ذکر ہے اور جب یہ بات ہے تو ہر نعمت کا شکر درحقیقت ادا کرنے کی کون راہ ہے ہاں اللہ تعالے نے الحمد للہ رب العالمین سے شکر قبول فرمایا اور جیسے حدیث میں ہے کہ الحمد للہ حمدا یوافی نعمہ ویکافی مزیدہ چنانچہ فقہاء نے کہا کہ یہ تمام نعمتوں کا شکر ہے لیکن یہ قبولیت بھی نعمت عظیم ہے اسکا شکر کس زبان سے ادا ہو لہذا امام شافعی رحمہ اللہ تعالے سے منقول ہے کہ شکر اسی اللہ تعالے کا جس نے شکر کی توفیق دی اور اس توفیق کی نعمت کا شکر مزید ہے اور ہر مزید نعمت کے پیے شکر ہے پس ہر نعمت و شکر اسی کا انعام ہے سلیمان التیمی رحمۃ اللہ تعالے نے کہا کہ اللہ تعالے نے بندوں پر اپنی شان کے لائق انعام کیا اور ان کی مستی کے اندازہ پر ایسے شکر قبول فرمایا۔ ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جس نے جانا کہ نعمت خالی اسکے کھانے پینے وغیرہ میں ہے وہ نہایت قلیل علم ہوا اور اسکا عذاب اسکے روبرو ہے۔ ابو ایوب قرشی نے کہا کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے التجا کی کہ اے رب اپنی ادنےٰ نعمت مجھے بتلادے فرمایا کہ اور سانس روک لے فرمایا کہ یہ ادنےٰ نعمت ہے (م) روایت ہے کہ قیامت کو آدمی کے تین نامہ اعمال ہونگے ایک میں اعمال صالحہ دوم میں گناہ اور سوم میں اللہ تعالے کی نعمتیں پس فرمادیگا کہ اس ادنےٰ نعمت کو حساب کر دیں اس نعمت سے فرمادیگا کہ اپنی قیمت اسکے اعمال صالحہ سے لے پس وہ شخص سب اندازہ پورا پورا اسکے اعمال صالحہ برابر کریگا وہ بھی ناقص رہیگا تو ہٹ کر وہ بندہ روتا ہوا عرض کریگا کہ قسم ہے تیری عزت کی کہ یہ نعمت کہتی ہے کہ میں نے اپنا ثمن نہیں پایا اور اب گناہ رہیں اور باقی نعمتیں سب ہیں پھر جب اللہ تعالے اسپر رحم فرمادیگا تو حکم ہوگا کہ اے بندہ میں نے تجھے تیری نیکیاں کئی گونہ کردیں اور تیرے گناہوں سے درگذر فرمائی اور اپنی نعمتیں تجھے بخشدیں۔ اور اثر میں آیا ہے کہ داؤد علے نبینا و علیہ السلام نے کہا کہ اے رب میرے کیونکر میں تیرا

شکر ادا کروں کہ میرا شکر کرنا بھی تو تیری ایک عظیم نعمت مجھ پر ہے پس ارشاد ہوا کہ اب اے داؤد تو شاکر ہوا جب تو نے ادائے شکر سے اپنے کو عاجز و قصوروار
جانا (ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے) اِنَّ الْاِنْسَانَ بیشک آدمی۔ لَظَلُوْمٌ بڑا ظالم۔ كَفَّارٌ بڑا ناشکرا ہے۔ ظالم تو اس لیے کہ اول
تو نعمت دینے والے کو پہچانتا نہیں اور دوسرے غافل اور تیسرے منعم حقیقی کو چھوڑ کر غیر کی طرف سے نعمت خیال کرتا ہے بلکہ اسی کا شکرگزار بنتا
ہے اور چاہیے تھا کہ خالص اللہ تعالے کی طرف سے نعمت دیکھتا اور چونکہ اللہ تعالے نے درمیانی کسی آدمی کے واسطے سے پس نعمت کی تو آدمی کا بھی
شکریہ ادا کرتا کیونکہ حدیث میں ہے کہ لایشکر اللہ من لایشکر الناس۔ جو آدمیوں کا شکرگزار نہ ہو وہ اللہ تعالے کا شکرگزار نہ ہوگا۔ زجاج رحمہ اللہ تعالے
نے کہا کہ یہاں آدمی سے خصوص کافر مراد ہے اور بعض نے کہا کہ خاص کر ابوجہل مراد ہے اور صحیح یہ ہے کہ کل آدمی مراد ہیں جو اسطرح اپنی جانوں پر وبال
لاتے ہیں اور ظلم کرتے ہیں۔ کفار اس لیے کہ ہر نعمت کا شکر درکنار اس سے انکار بلکہ دشمنی کرتے ہیں چنانچہ نہایت بڑی و کمال درجہ کی نعمت حضرت رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم میں دیکھو کسطرح اس نعمت کی قدر کرتے ہیں اور کفران نعمت ہی کو کفر کہا جاتا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ دعا کرتے کہ اللھم اغفرلی ظلمی وکفری یعنی مجھے
میرا ظلم کرنا اپنی جان پر اور کفر کرنا بخشدے۔ کسی نے کہا کہ یا حضرت یہ ظلم تو ظلم پھر یہ کفر کیا ہے فرمایا کہ ان الانسان لظلوم کفار یعنی اللہ تعالے نے انسان کو بڑا
ظالم و بڑا کافر فرمایا ہے لہذا میں ظلم و کفر دونوں سے مغفرت چاہتا ہوں (مل) اللھم اغفرلی۔ ف فی العرائس قوله تعالے الم تر الی الذین بدلوا نعمة الله كفرا۔
نعمۃ الٰہی یہاں عقل و علم و استعداد و جمال صورت اور ہیئت ہے پس کافروں نے عقل کو عبادت سے اور علم کو جہالت سے اور ایمان قبول کرنے کی استعداد
کو شرک اور نفس شیطان کی طرف سے شک قبول کرنے سے اور جمال صورت کو گناہوں کی بدصورتی سے بدل ڈالا مترجم کہتا ہے کہ اہل الحق کے
نزدیک فطری صورت انسان کی آدمی کی ہوتی ہے اور بوجہ معاصی کے قبیح ہو جاتی ہے چنانچہ حرامخوار و سودخوار و شہوت پرست بے ایمان کی
صورت سؤر کے مانند اور شریر موذی میں سے بعض کی بندر کی اور بعض کی بھیڑیے کی اور اسی طریقہ سے بدلتی ہے اور حدیث میں مسخ کو اسی پر محمول
کیا گیا و احیاء العلوم میں زیادہ تفصیل ہے شیخ نے کہا کہ کاش اس نعمت کے ساتھ عنایات ازلیہ بھی ساعد ہوتی وہ تبدیل سے حافظ ہوتی ہے اگرچہ
ہزار بار کفر و معاصی کے سمندروں میں ڈوب جاوے۔ شیخ ابو عثمان رح نے فرمایا کہ اللہ تعالے کی مخلوق میں سب سے زیادہ جاہل وہ ہے جس نے
نعمتہائے الٰہیہ کو اسکی نافرمانیوں میں صرف کیا اور کبھی اسکی طاعت سے کام نہ لیا اور اسکا شکریہ ادا نہ کیا کیونکہ انکا شکر یہی ہے کہ نعمتوں کو طاعات الٰہی
میں صرف کرے۔ قوله الله الذی خلق السموات والارض ارواح کے آسمانوں و قلوب کی زمینوں کو پیدا کر کے آسمانوں کو انوار جبروت سے اور زمین کو انوار ملکوت
سے آراستہ کیا ان آسمانوں کی بلندی انوار ذات سے ہے اور ان زمینوں کا پھیلاؤ انوار صفات سے ہے قال المترجم اللہ تعالے نے آدمیوں کے مختلف دلوں کو باوجود
ایک ہی جسم سے متعلق ہونے میں مختلف قطعات زمین سے تشبیہ دی ہے ایک ہی تختہ ہے مگر کوئی زمین کا قطعہ شور ہے کوئی شیریں ہے کوئی اور طرح کا ہے کسی میں
پیدا ہوتا ہے کہ دوسرے میں نہیں ہوتا غرضکہ زمین کی تشبیہ دلوں سے قرآن و حدیث میں صاف ظاہر ہے خصوص قوله تعالے والبلد الطیب یخرج نباته
الآیہ قوله وانزل من السماء ماء فاخرج به من الثمرات رزقا لکم۔ اللہ تعالے نے اپنی قیومیت کی آسمانوں سے ارواح کی آسمانوں پر انوار تجلی کی امطار نازل
فرما کے اور آسمانہائے ارواح سے زمین قلوب پر معرفت و توحید کی بارش فرمائی پس اس زمین عجیب سے وہ درخت پھلدار اگے جنکا میوہ محبت و شوق
والفت و عشق و ادب ہے تاکہ بشر کو جسکا نام النفس مطمئنہ و عقل و سر باطن ہے غذا دیجاوے قوله وسخر لکم الفلک لتجری فی البحر بامره۔ ارواح کے لیے مسخر کر دیا
کہ قلوب کی کشتی میں سوار ہو کر بحر معرفت میں ازلیت و ابدیت کی سیر کرے اور نسیم شمال جسکا نام وجد ہے اس سے موافق ہو کر بحر ذات و صفات سے اسرار و
انوار حاصل کرے پس حق عزوجل تائید فرماتا ہے کہ اسی سے اسکی طرف وصول ہو قوله وسخر لکم الانهار عقول کے واسطے مسخر کر دیا کہ انکا ورود افکار کے انہار میں ملک
تا عہد الملک کے سماسی سے انوار و اسرار حاصل کرے اور حق تعالے نے سرزمین قلوب میں چشمہائے معرفت و محبت جاری فرمائے ہیں اور حکمت و شوق و صدق و اخلاص کی

تازگی سے عجائب شگفتگی ہو قولہ وسخر لکم الشمس والقمر دائبین۔ نور ایمان و نور معرفت و نور یقین و نور توحید اور نور محبت و شوق اور نور ہدایت و توفیق ایسے آفتاب و ماہتاب ہیں جنکا شکر واجب اور انکی اصل وہ شروق مشاہدہ ذات و صفات ہے جو مشارق ارواح و عقول و قلوب سے نکلنے میں کبھی انکو غروب نہیں ہے جنکی روشنی میں معارف و اسرار نظر آتے ہیں قولہ وسخر لکم اللیل والنہار یعنی کا اندھیرا محل امتحان ہے اور قلب کی روشنی مقام عرفان ہے اور شب قہر پردہ سحرت ہے اور روز لطف ظہور معرفت ہے شب عتاب پردہ حجاب ہے اور کشف نقاب ہمسر دریا آب ہے پس ارواح و قلوب و عقول و نفوس و اشباح جو رہنے والے ہیں انکو اسرار فہم و علم و حلم و فطانت و حقیقت و معرفت و محبت و صدق و اخلاص و توکل و رضا سے تربیت فرمایا کہ کبھی اطمینان شب وصل و خلوت میں کشف جلال صفات سے اور کبھی تجلیات ذات کی چکاچوند میں غرضکہ کامل کرم و کمال حکمت سے تاکہ اپنی نعمت تمام فرماوے اور ولایت و کرامت کا درجہ بے نہایت و غایت عطا فرماوے اسی واسطے فرمایا قولہ واتاکم من کل ما سالتموہ وان تعدوا نعمۃ اللہ لاتحصوہا پس کشف ازل میں جو کچھ تم نے جمال باکمال و کشف وصال سے انگا وہ دیا حالانکہ اسکی کوئی نہایت نہیں ہے تو عدد و زمان و مکان سے اسکا حساب ہو سکیگا امکان ہے پھر جو شخص نہایت نافرمان و خارج از دائرہ انسان ہے جو بجائے نعمت کے کفران کرے لہذا فرمایا قولہ ان الانسان لظلوم کفار یعنی توحید میں اسکو بحر دائم میں غرق کیا جب نکلا تو خودی کا مدعی ہے بڑا ظالم جاہل ناشکرا ہے کہ قدم سے حدوث کو نسبت دیتا ہے کہ قدم کو نہ پایا تو ظالم نے جہل سے یہ مکر بنایا ورنہ کیا امکان اور کیا اسکی ہستی و نشان پھر اس سے بڑھ کر کون ظلم ہوگا کہ محل عبودیت میں دعوے ربوبیت کرتا ہے پھر سراب حیرت میں العطش سے اسکا وصف کیا کہ ادراک کنہ متعالی میں ہل من مزید کا دم مارتا ہے جو پایا وہ بھول گیا اور جہل طاری ہوا کہ مخلوقیت کہاں اور مطالعہ ازلیت کہاں وہ پاک منزہ ہے مگر وہ جاہل کبھی کمال استغراق سے کبھی دعوی انانیت و خودی پیدا کرکے ظالم بنتا ہے اور کبھی اپنی ہستی بھول کر جہات سوائے پاک عزوجل کے ہمہ ادراک سے متعالی ہے اسکے تنزیہ کے انکار سے کافر بنتا ہے پس اہل الحق کا کفران انتہائے شوق سے ربوبیت کے ادراک میں العطش کی پکار ہے اور اصل کل الاصل کے خوض میں علو ہمت ہے تو نہیں دیکھتا کہ استغراق حضرت موسے علیہ السلام اس طلب کا کیونکر باعث ہوا کہ کل کو کل اور آخر کو باول عاول کو باخر و ذات کو بذات اور صفات کو بصفات طلب کیا اور یہ انسان کیونکر انسان ہے کہ وہ اٹھایا جو حدثان سے اٹھایا نہ گیا کیا تو نہیں پڑھتا ہے کہ حق عزوجل نے فرمایا انا عرضنا الامانۃ علی السموات والارض والجبال الآیہ پس درحقیقت تحمل عظیم بذات مہوبہ نہ بذات خودی پس یہ ظلم و جہل ہے کہ اس نے جرات کرکے خود اٹھایا جس سے آسمان و زمین نے عجز سے سر جھکایا اسی سبب سے سب اسکے سامنے پست ہیں ؎ پرتو روئے ترا در خلوتم دید آفتاب ؛ می دود چون سایہ ہر دم بر لب بامم ہنوز جب ہی اسکے حق میں ظلوم و جہول فرمایا اور سب ہی اسکے لیے مسخر و مجہول فرمایا واللہ المستعان۔ امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مسخر فرمایا تیرے لیے آسمانوں کو کہ پانی برساتے ہیں اور قطعات زمین کو کہ میوے اور اناج اگاتے ہیں اور سمندر کہ اسمیں تاجر لوگ کشتیاں چلاتے ہیں اور تیرے لیے سورج و چاند کو مسخر کردیا کہ ہر روز و موقع موقع سے تیرے گرد پھرتے ہیں تیرے لیے میوے و اناج کی فصول پختہ کرتے ہیں اسی نے مومن کے دل کو اپنی محبت و معرفت کے لیے مسخر کیا اور بندوں سے اپنا حصہ انھیں قلوب کو مقرر کیا یہی موضع نظر و محل امانت ہے یہی مرکز اسرار و مصدر معرفت ہے شیخ یحیی بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے بے مانگے سب سے بڑی چیز جو اسکے خزانہ عام و خاص میں ہے دیدی وہ توحید ہے تو پھر جو اس سے کم درجہ ہے وہ کب تجھ سے دریغ فرماویگا یعنی ثواب جنت و محل عافیت تو پھر تجھے لازم ہے کہ جب درخواست کرے تو اس سے اسی کو مانگے جب رغبت کرے تو اسی میں قربان ہو جب رجوع کرے تو اسی کی طرف پھرے کیونکہ سب مخلوقات تو اسی کی ہے پس جو کوئی اسکے سوائے دوسری چیز میں مشغول ہوا تو راہ حقیقت اسپر مسدود ہے اور جو اسمیں مشغول ہو کر اسکے سوائے سب سے باز رہا تو سب کچھ اسی کی طرف پھیر جاتا ہے اور بندہ اسی کی طرف ہے تو جہاں وہ چلے وہاں سب اسی کے یہ ایک مقام عارفین کے مقامات میں سے ہے بعض مشائخ نے کہا کہ ایک ہی نعمت کا احاطہ محال ہے تو پے درپے نعمتوں کا شمار کرنا بھلا کیا مجال ہے بعض نے

کہا کہ بڑی نعمت انسان کی درستی خلقت والہام معرفت وذکر ہو اسکے شکر پر کوئی قائم نہیں ہوسکتا۔ بعض نے کہا کہ آدمی خود بڑا ظالم اسوجہ سے ہو کہ گمان کرتا ہو کہ میرا شکر اسکی نعمتون کا مقابل ہو اور بڑا ناشکر یون ہو کہ ابتدا و انتہا کا فضل اپنا و پر نہین دیکھتا ہو۔ سہل رحمۃ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ سب سے بڑی نعمت ایک ہو پھر شمار کون کرسکے کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تیرے سردار پیغمبر کیا۔ ابن عطاء رحمۃ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ ان نعمتون مین بڑی نعمت یہ ہو کہ نعمتون کو دیکھے اور جانے کہ مجھ سے اسکے ادائے شکر مین بالکل قصور ہی اور کبھی کہا کہ نعمت تو ازلی ہو پس شکر بھی ازلی ہونا چاہیے حالانکہ تو خود حادث ہو پھر شکر بالکل ندارد اور سراسر تقصیر ہو پس اسی تقصیر کو یقین کرنا کچھ شکر ہو جاوے۔ واضح ہو کہ تیرے پاس نفس و روح وقلب ہو پس شکر نفس تو طاعت ہو اور شکر روح اسکا خوف اور شکر قلب یقین ہو پھر نعمت روح حکمت ہی اور نعمت محبت کی ذکر ہو اور معرفت کی نعمت ہو اور نفس تو دریائے طاعت مین پر نعمت ہو اور قلب ومعرفت دریائے قرب ومنزلت مین عیش کرتے ہین اور بھی ابن عطاء رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ تیرے لیے شب و روز کو مسخر کیا تو ان دونون کو تیرے لیے عبادت کا ظرف بنادیا اور شمس و قمر کو مسخر کیا کہ تجھے اوقات عبادات بتلانے مین تیرے قلب کو اپنی معرفت ومحبت کے واسطے مسخر کیا پس یہی محل نظر الحق عزوجل ہو شیخ حسین رحمہ نے کہا کہ نعمہائے الٰہیہ کا احصار کون کرے جو احصار مین نہ آوے وہ بے انتہا ہو تو اسکا شکر یہ بھلا محدود وقت کے اندر معدود شکر سے کون کرسکتا ہو جبکہ بے انتہا کے ساتھ محدود چیز کی کوئی نسبت بھی نہین ہوسکتی ہو کیونکہ جو سب سے بڑی گنتی تم خیال کرو اتنا حصہ بھی نہین کیونکہ وہ تو محدود ہو پھر اللہ تعالےٰ عالم الغیب نے جو تم نے شکر چاہا ہو یہ مراد ہو کہ جہالت چھوڑ کر عذر کے یقینی اقرار کرو کہ الٰہی ہم بالکل قصور وار ہین۔ شیخ اُستاد رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ قلوب کے آسمانون کو چراغ عقل سے روشنائی دی اور آفتاب توحید کا مطلع بنایا جس سے بندہ نے عرفان پایا اور زمین قلوب مین خوف وامید کو جاری فرمایا دونون کے بیچ مین برزخ کا پردہ ڈالا کہ کوئی دوسرے کو مسٹ نہین سکتا حالانکہ دونون ایک دوسرے کی ضد ہین پھر کشتی توفیق وعصمت مین بٹھایا اور حفظ ورعایت سے سرفراز کیا اسیطرح راتین تم بدین کی طلب کے لیے مین اور محبین کے اُنس وخلوت کے لیے اور توبہ کرنے والون کے طلب مین اور دن تو عارفین کے لیے جلوت مین کہ انکو نور یقین سے کوئی ظلمت مانع نہین ہو واللہ سبحانہ تعالےٰ اعلم پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا تذکرہ فرمایا اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ مین ڈالے گئے تو کچھ دعا نہ مانگی کیونکہ محل امتحان تھا مقام خلت مین عدم ایقان کا مظان تھا اور اس مقام پر دعا مانگی کیونکہ محل امتنان تھا اور اس دعا پر کسقدر نعمتین قریش وعرب کو عطا فرمائین اور دعا مین سب سے بڑی نعمت یہ تھی کہ جو میری اولاد ہو اسکو بُت پرستی سے بچائیو جو نہ بچا وہ ناخلف ہو اور آلِ ان مین ایک خاتم المرسلین پیغمبر پیدا فرمائیو یہ بڑی عظیم نعمت ہو شکر کرو ان نعمتون کا قال تعالےٰ

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ

اور جب کہا ابراہیم نے اے رب کردے اس کو محل امن اور دور رکھ مجھے اور میرے بیٹون کو اس سے کہ ہم بتون کی عبادت کرین

رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ

اے رب ان بتون نے گمراہ کیا بہت لوگون کو سو جو میرے تابع ہو وہ مجھ سے ہو اور جنے میری نافرمانی کی

فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ

تو بیشک غفور رحیم ہو اے رب مین نے بسائی اپنی بعض اولاد ایسے وادی مین جو کھیتی کے قابل نہین ہو تیرے

بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَ

حرمت والے گھر پاس جو بزرگ کیا گیا ہو اے رب تاکہ یہ لوگ قائم کرین نماز سو کردے دل بعض لوگون کے کہ جھکین انکی طرف اور

Marfat.com

ارْزُقْهُم مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ۝ رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ ط وَ

انکو رزق دے پھلوں سے امید ہے کہ یہ لوگ شکر کریں اے ہمارے رب تو جانتا ہے جو ہم چھپاوین اور جو کھولین اور

مَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ۝ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى

اور اللہ پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے زمین میں اور نہ آسمان میں سب شکر اللہ تعالے کو جسنے بخشا ہو مجھے

الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ط اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ ۝ رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ

بڑھاپے میں اسمٰعیل واسحٰق کو بیشک میرا رب دعا سننے والا ہے اے میرے رب مجھے کردے نماز ٹھیک ادا کرنے والا اور میری

ع ۶ ۱۸ ذُرِّيَّتِيْ ق رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ۝ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ۝

اولاد میں سے کردے اے رب اور دعا قبول کرلے ہماری اے رب بخش دے مجھے اور میرے والدین کو اور مومنوں کو جس دن قائم ہو حساب

ان آیات میں اللہ تعالے نے عرب کے مشرکوں پر علم غیب سے ظاہر کردیا کہ تم لوگ خانہ کعبہ کے اہل نہیں رہے کیونکہ جب وہ وضع کیا گیا تو اللہ تعالے وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کے واسطے تھا اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علے نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے جب بنایا تو اس نے ہر ایسے شخص سے جو شرک کرے بیزاری کی اور اسکو اپنا نہیں کیا پس فرمایا ؏ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ اور بیان کر جب کہا ابراہیم نے یعنے ابراہیم نے دعا کی اور یہ دعا اسوقت کی جب خانہ کعبہ کو اپنے فرزند اسمٰعیل کی شرکت سے دوبارہ بنایا تھا اور یا لیکہ طوفان نوح کے وقت سے اسکی عمارت نہ تھی لیکن خانہ کعبہ کا وجود تو بہت اول سے بلکہ اول بیت ہے لقولہ تعالیٰ ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا الآیہ واسکی تفسیر میں بیان ہوچکا پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام جب بحکم الٰہی اپنے فرزند اسمٰعیل کو مع انکی ماں کے یہاں لائے اور چھوڑ گئے ہیں اسوقت نشان تھا اور عمارت نہ تھی اور ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اسوقت بھی یہ دعا کی تھی کہ۔ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا اے رب تو کردے اس شہر کو مقام امن یا محفوظ مقام کہ اسپر کسی ستمگر کو یہ قدرت نہیں کہ اسکو ڈھاوے اور قیامت تک ایسا ہی رہیگا پھر یہی دعا بعد بنانے کے بھی اس مقام پر فرمائی پس جو کوئی خانہ کعبہ میں داخل ہوجاوے وہ بھی بوجہ حرمت خانہ کعبہ کے مامون ہے لیکن قدرتی حفظ اس بلد مکرم کو ہے کہ ابرہہ وغیرہ کو ہلاک کردیا جس نے ڈھانا چاہا اور جو شخص وہاں پناہ پکڑے اسکے لیے حکمی حفاظت ہے جسکے جو کوئی اس حکم کو نہ مانے وہ عذاب شدید کا مستحق ہوا اور اس دعا میں اشارہ کیا کہ اس بیت کے رب کی عبادت کریں اور بتوں کی عبادت نہ کریں لہذا کہا ؏ وَاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ اور دور رکھیو مجھکو اور میرے بیٹوں کو اس سے کہ ہم لوگ بتوں کو پوجیں پس پہلے تو حفاظت شہر کی دعا کی تو مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ وہ ہر حال میں خراب و ویران ہونے یا ویران کیے جانے سے محفوظ رہا پھر چاہیے کہ اپنی اولاد کو دعا میں شامل کرے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شامل کیا اور معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ تمام اپنی مخلوق پر قاہر قادر ہے پس دعا کی کہ اپنے لطف سے مجھے اور بیٹوں کو بتوں کی عبادت سے دور رکھیو مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہ دعا قبول ہوئی کہ بعد اسکے انکی اولاد میں سے کسی نے بت نہیں پوجا بعض نے کہا کہ بیٹے وے مراد ہیں جو خاص انکی پشت سے آٹھ تھے اور ظاہر یہ ہے کہ صرف اسمٰعیل و اسحٰق تھے اور بعض نے کہا کہ نہیں بلکہ تمام بیٹے پوتوں پر پوتوں کے لیے دعا کی ولیکن مقصود وے ہیں جو انکی ملت توحید پر مومن ہوئے کیونکہ انھیں کو اپنا فرمایا ہے اور باقی اگرچہ اولاد نسل ہیں مگر فرزند دعوت نہیں ہیں لہذا اگر قریش نے بت پوجے تو انکے فرزند نسل میں سے بعض نے بت پوجے جنکو انھوں نے اپنا نہیں کہا پھر قریش کی اولاد میں سے جو مسلمان موحد ہوئے وہ انکے فرزند دعوت ہوئے پس خلاصہ یہ ہے کہ بیٹوں سے مراد وہ بیٹے جو انکے ہے ورنہ کافر بت پرست تو جہنم کا بیٹا ہوجاتا ہے جیسے نوح علیہ السلام کے بیٹے کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ اے نوح وہ ہرگز تیرا بیٹا نہیں ہے حالانکہ نسل کی راہ سے ضرور انکا بیٹا تھا اور انکی جورو فاجرہ بدکارہ تھی اور نظیر اسکی یہ ہے کہ تمام آدمی اللہ تعالیٰ کے مخلوق بندے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں سے اپنی عبادت و توحید

کرنے والون کو اپنا بندہ کہا بقولہ تعالیٰ ان عبادی لیس لک علیہم سلطان یعنی شیطان کو کہا کہ جو میرے بندے ہین انپر تجھے کچھ قابو نہین ہے پس ایسے ہی حضرت
ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی کہ انکے بیٹے جو کہ نسل و دین دونون طرح انکے بیٹے رہے انکو اللہ تعالیٰ نے بت پرستی سے بچایا جیسے خود انکو بچایا اور
خود پیغمبر تھے معصوم مگر اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کے آگے خوف سے دعا کی کہ مجھے بھی بت پرستی سے بچائیو۔ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ
اے رب ان بتون نے گمراہ کیا بہتون کو آدمیون سے۔ بت پتھر کے بیجان ہین مگر اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ بہت آدمی جاندار ہوش و حواس والے ایسے
احمق کر دیے گئے کہ اپنے آپ کو ان بتون کا بندہ بتاتے ہین جب انکے معبود کی یہ حالت ہے کہ بیجان محض جو چاہے توڑ کے پھینکدے یا بے حرمتی کرے
تو قیاس کرو کہ ایسے معبود کے بندے کس درجہ بدتر درجہ پر ہونگے جب پتھر سے کوئلہ بنایا جاوے تو یہ لوگ شاید کوئلہ کے ہین۔ الا انہون پس
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جناب باری تعالیٰ مین تضرع کیا کہ ایسے فتنہ سے بچائیو چونکہ بت ان لوگون کی گمراہی کا ظاہری سبب و فتنہ تھے
تو کہا کہ انھین نے گمراہ کیا جیسے قولہ تعالیٰ غرتہم الحیوۃ الدنیا یعنے زندگانی دنیاوی نے انکو فریب دیا۔ وقولہ غرتہم الامانی یعنے بنائی امیدون نے
انکو دھوکا دیا۔ اسی قسم سے مجازاً یہان فرمایا کیونکہ حقیقی معنے تو کوئی نہین سمجھ سکتا پس معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت ہے کہ بت سے بت پرست ہونگے تو کہا
فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ سو جس نے میری پیروی کی یعنی مسلمان موحد ہوا تو وہ مجھ سے ہے یعنے میرے دین والون سے ہے یا وہ حقیقت مین میرا بیٹا و نسل ہے
کیونکہ جو کافر ہوا و مرتد ہوا و دوزخی ہوا تو اسکا عدم وجود برابر ہے البتہ دنیا مین نسل ہے مگر اس سے کچھ فائدہ نہین کیونکہ اصل زندگی آخرت کی ہے اور روایت ہے
کہ حضرت آدم علیہ السلام اپنے فرزندون کی سپید روحین دیکھکر ہنستے اور سیاہ روحین کافرون کی دیکھکر روتے ہین یعنے اسی وجہ سے کہ انسے کچھ فائدہ
نہین وہ ہمیشہ جہنم کے ہین اور حضرت خلیل علیہ السلام نے کہا۔ وَمَنْ عَصَانِيْ اور جس نے میری نافرمانی کی یعنے دین توحید سے پھر گیا۔ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ
رَّحِيْمٌ تو مجھ سے نہ رہا اور تو بے شک بڑا بخشنے والا مہربان ہے چاہے انکو بخشدے۔ اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق کا اختیار ہے
چاہے کافرون کو بخشدے لیکن اس نے فرمادیا ہے کہ مین مشرک و کافر و منافق کو نہ بخشونگا تو ہم جانتے ہین کہ وہ نہین بخشیگا مگر اسکی قدرت و اسکا اختیار
ویسا ہی ہے۔ حضرت خلیل علیہ السلام بڑے رحم دل تھے کافرون کی نسبت کچھ نہین کہا صرف اللہ تعالیٰ کی تعریف کر دی کہ تو بڑا غفور رحیم ہے بیشک آدمی کے
بدن پر بال و روئین لاکھون ہین جب کوئی بال توڑو تو دکھ ہوتا ہے چاہے وہ کیسا ہی بال ہو اسی واسطے یہ مسئلہ ہے کہ جو کوئی شخص کسی کافر سے اسکے
کفر پر خوش ہو تو یہ بھی کافر ہے۔ پھر حضرت خلیل علیہ السلام نے کہا۔ رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ اے ہمارے رب یعنے تو ہم سب کا رب ہے
بیشک مین نے بسایا ہے اپنی بعضی اولاد کو یعنے حضرت اسمعیل علیہ السلام کو اسکی ماں ہاجرہ کے ساتھ۔ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ ایسے وادی مین جو
زراعت والا نہین ہے یعنے مکہ مین جہان زمین قابل زراعت کے نہین ہے۔ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ تیرے بزرگ بیت کے پاس جو بزرگی کے واسطے
اللہ تعالیٰ کے نام پاک کی طرف منسوب کر کے بیت اللہ کہلاتا ہے پس مراد یہ کہ مین نے انکو یہان زراعت وغیرہ کے لیے نہین بسایا ہے بلکہ۔ رَبَّنَا
لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ اے رب ہمارے مین نے انکو اسواسطے بسایا ہے کہ تیری نماز کو ٹھیک ادا کرین۔ خانہ کعبہ کو بیت عتیق اسواسطے کہتے ہین کہ سب
سے پرانا گھر عبادتخانہ ہے یا طوفان سے آزاد رہا و بیت محرم اسلیے کہ سرکشون پر حرام ہے یا کہ حدیث مین آیا کہ وہان ظلم و تعدی حرام ہے اسکا جانور نہ چھیڑا جاوے
کانٹا نہ کاٹا جاوے درخت نہ نوچا جاوے۔ فَاجْعَلْ اَفْـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ سو تو کر دے دل تھوڑے آدمیون کے جو
انکی طرف جھکین۔ ابن عباس و مجاہد و سعید بن جبیر وغیرہ نے کہا کہ اگر تھوڑے آدمیون کو نہ کہتے تو فارس و روم و یہود و نصاریٰ و تمام مشرق و مغرب کے
لوگ انکی طرف جھکتے لیکن تھوڑے کہے تو مسلمان ہمین خاص کر دیے گئے۔ ابن کثیر۔ قال السیوطی رواہ البیہقی بسند حسن یعنے تھوڑون سے مسلمان مراد ہین۔
مسئلہ جو کوئی خالص نیت سے حج کو جاوے وہ سچا مسلمان ہے۔ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ اور رزق دے انکو تمام پھلون سے۔ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ.

امید ہے کہ وے تیری نعمتوں کا شکر کریں ۔ قال تعالیٰ یجبی الیہ ثمرات کل شئی اس مقام پر لائے جاتے ہیں پھل ہر قسم کے یعنی بطور پیداوار کے و بطور تجارت کے
اور محمد بن مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے شام کے گانوں سے ایک گانوں منتقل کر کے طائف کر دیا ۔ ف واقدی و ابن عساکر نے عامر
بن سعدی سے اس نے اپنے باپ سے روایت فرمائی کہ ابراہیم علیہ السلام کی بی بی سارہ سے مدت تک کوئی اولاد نہوئی تو یہ دیکھکر انھون نے ہاجرا اپنی
قبطیہ باندی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہبہ کر دی اس سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پیدا ہوئے تب تو سارہ رضی اللہ عنہا کے دل مین رشک پیدا
ہوا ایک روز غصہ مین قسم کھائی کہ تیرے اطراف جسم سے تین عضو سے خون بہاؤنگی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اپنی قسم پوری کر دعرض کیا کہ
کیسے پوری کرون فرمایا کہ اسکے دونوں کانوں مین سوراخ کر دو اور ختنہ کر دو یہی کیا پھر ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے اپنے کانوں مین بالی ڈالین جس سے زیادہ
خوبصورتی ہو گئی تو حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو اور بھی غصہ آیا پس اللہ تعالیٰ نے سارہ کی خاطر گوارا کی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ ہاجرہ و اسکے
بیٹے کو عرب کے فاران وادی مین بساوے جب لائے تو مکہ کو بالکل وادی بے آب وگیاہ دیکھکر ثابت قدمی سے یہان چھوڑ چلے مگر ہر روز شام سے براق پر سوار
ہو کر دیکھ جاتے تھے کیونکہ دل مین جوش محبت پنہان تھا ۔ دل المترجم کہتا ہے کہ یہ روایت محل تامل ہے ظاہر اسیہودیون سے لی گئی ہے کیونکہ حضرت خلیل اللہ
علیہ السلام وہی ہین جنکو سوائے حق تعالیٰ کے کسی سے خلت نہ تھی اور شاید مراد محبت طبعی ہو جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بعض ازواج و اولاد سے تھی
ولیکن صحاح کی حدیث مین ہے کہ جب ہاجرہ کو مع اسمٰعیل کے کہ اسوقت دودھ پیتے تھے اس جنگل مین چھوڑ چلے تو حضرت ہاجرہ نے کہا کہ تم مجھے چھوڑ کر کہان
جاتے ہو کیا تم اپنی رائے سے مجھے چھوڑتے ہو تو مین قبول نہین کرتی اور اگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے چھوڑتے ہو یعنے اس نے تمکو حکم دیا ہے کہ مجھے یہان ریگستان مین چھوڑ جاؤ
تو مجھے قبول ہے آنحضرت علیہ السلام نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے تو کہا کہ جاؤ مین نے اللہ تعالیٰ پر بھروسا کیا وہ مجھے ضائع نہین فرماویگا پھر جبتک مشک مین پانی
رہا تو پیا اور جب بالکل نہ رہا اور پیاس سے بیتابی ہوئی اور اسمٰعیل علیہ السلام نے سختی مین گردن ڈالنی شروع کی تو ہاجرہ اٹھکر مضطرب وار کوہ صفا پر
چڑھین وہان سے کوئی نظر نہ آیا اترکر وادی مین روان ہوئین اور بار بار بچہ کو دیکھتی تھین کہ کس حال مین ہے روان ہو کر کوہ مروہ پر چڑھین کوئی نہ
دیکھا اسی طرح سات بار مضطرب دوڑین کہ رحمت الٰہیہ نے جوش کیا اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام جہان پانون رگڑتے تھے اُس سے چشمہ جاری ہوا کہ
حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پر سے نکال دیا حضرت ہاجرہ نے اسکو حوض کر کے پانی کو روانی سے روکا ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ ام
رحم کرے اگر چھوڑ دیتی تو چشمہ روان ہو جاتا صحیح ۔ اقول یہی چشمہ زمزم ہے جو شیرینی و لطافت مین ایسے ریگستان مین عجائبات سے ہے اور واضح ہو کہ
حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے پاس انکا آنا اسطرح ہوا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو وطن چھوڑنے کا حکم ہوا تو چلتے چلتے مصر پہونچے وہان
مشہور ہوا کہ ایک مسافر کے پاس بڑی خوبصورت عورت ہے وہان کا ظالم بادشاہ کافر آمادہ ہوا اور انکے پاس آدمی بھیجا انھون نے کہا کہ اے سارہ اگر مین
کہتا ہون کہ مین تیرا شوہر ہون تو یہ لوگ مجھے مار ڈالینگے اور میرے تیرے سوا اس ملک مین کوئی مسلمان نہین پس کہا کہ یہ میری بہن ہے یعنے ایمان والے باہم
دینی بھائی بہن ہین پس بادشاہ ظالم نے سارہ کو زبردستی پکڑوایا آنحضرت علیہ السلام اپنے رب کی حضور مین نماز مین کھڑے ہوئے وہان اس ظالم نے جب
حضرت پاک بی بی سارہ کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا تو یکایک جیسے سختی سے کسی نے اسکا گلا گھونٹ دیا اور ہاتھ پانون شل ہو گئے اس نے گھبرا کر اشارہ کیا کہ میرے
لیے دعا کرو اور جاؤ پس اچھا ہو گیا مگر دوبارہ اس نے ہاتھ بڑھانا چاہا تو اول مرتبہ سے بھی زیادہ بدحال ہو گیا اور جان کندنی کی سختی کا مزہ چکھنے کو تھا کہ
اس نے مصمم عہد کیا پس حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی دعا سے اچھا ہوا تو اس نے اپنے لوگون سے کہا کہ یہ عورت آدمی نہین بلکہ جنیہ ہے اسکو ہاجرہ بھی دیدو اور
زاد راہ دیدو اور حکم دو کہ اپنے بھائی سمیت اس ملک سے چلی جاوے پس آنحضرت علیہ السلام پاس پہونچین اور بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے کافر کا مکر رد کر دیا اور یہ ہاجرہ مجھے
ملی (صحیح بخاری) اور روایت ہے کہ ہاجرہ کو بھی اسطرح اس نے ظلم سے گرفتار کیا تھا لیکن ہمیشہ انکے سامنے وہ نامرد ہوتا تھا اسی وجہ سے انسے بھی متوحش ہو کر حوالہ

کردیا تھا مگر اس روایت کی تحقیق ہونا چاہیے۔ اگر یہ وہم ہو کہ ہاجرہ اس صورت مین غصب کی ہوئین تھین تو سارہ کو بھی ملک حاصل نہو گی تو جواب یہ ہو کہ جب ایک شخص کا دست قہر مسلط ہو جاوے اور حال معلوم نہو بلکہ احکام جاری ہون تو حکم ثابت ہوتا ہو جیسے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ قبل زمانہ اسلام کے اسی طرح عرب مین پکڑے گئے اور کئی بار فروخت ہوئے لہذا آنحضرت علیہ السلام نے انکو بطور بیع خرید کر آزاد کیا اور یہ بیان فقہ مین مفصل مذکور ہو ف حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کافر ذریات کے لیے کہا کہ فانک غفور رحیم۔ حالانکہ کافر کے واسطے مغفرت نہین ہو تو جواب کا اشارہ ایک تو اول ہوا اور دوم یہ کہ قبل علم کے تھا ولیکن شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے صحیح فرمایا کہ اسمین صرف اسقدر ہو کہ انکا مال باری تعالے کی مشیت پر چھوڑا ہو یہ نہین کہا کہ تو بخشدے مانند قول حضرت عیسی علیہ السلام کہ ان تعذبہم فانہم عبادک الآیۃ یعنے تجھکو سب قدرت ہو قال الحافظ قال عبد اللہ بن وہب حدثنا عمرو بن الحرث ان بکر بن سوادۃ حدثہ عن عبد الرحمن بن جبیر عن عبد اللہ بن عمرو ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تلا قول ابراہیم الحدیث یعنے عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہو کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پڑھا قول حضرت ابراہیم علیہ السلام کا رب انہن اضللن کثیرا من الناس الآیۃ تک اور قول حضرت عیسے علیہ السلام کا ان تعذبہم فانہم عبادک الآیۃ تک پھر روئے اور فرمایا اللہم امتی اللہم امتی پس اللہ تعالیٰ نے جبرئیل کو بھیجا کہ محمد سے پوچھ کہ کیون روتا ہو حالانکہ رب تبارک وتعالیٰ دانا تر ہو پس جبرئیل نے آکر آنحضرت علیہ السلام سے پوچھا تو آپ نے کہا کہ مین نے یہ عرض کیا ہو پس جبرئیل سے اللہ تعالیٰ نے کہا کہ جا کر محمد سے بشارت دیدے کہ ہم عنقریب تجھکو تیری امت کے معاملہ مین خوش کرینگے اور کچھ ملال نہ دینگے ہکذا ذکرہ الحافظ اور بعض روایات مین اسقدر زیادہ ہو کہ اسکے بعد حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ مین اپنے رب کے فضل پر بھروسا کر کے راضی نہونگا جب تک میری امت کا کوئی آدمی دوزخ مین جاوے یعنے سب کو اللہ تعالیٰ دوزخ سے نجات دے تب راضی ہونگا مترجم کہتا ہو کہ الٰہی ہم سب کو امت محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر موت دیجیو اور تو ہر بات پر قادر ہو پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا۔ رَبَّنَا إِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِي وَمَا نُعْلِنُ۔ اے رب ہمارے تو جانتا ہے جو ہم دل مین رکھین اور جو ہم زبان سے ظاہر کرین یعنے مقصود دیندون کا تو جانتا ہو چاہے سب انکی زبان سے ادا ہو سکے یا نہو سکے حدیث مین ہو کہ اعمال تو نیتوں پر ہین معلوم ہوا کہ دل مین جو مقصود اور جیسی کیفیت دعا مین ہو اسکا اعتبار ہو ظاہری الفاظ کا اعتبار نہین ہو ولیکن جان بوجھ کر ظاہر مین بیہودہ لفظ نہ کہے۔ اللہ تعالے جل شانہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تصدیق فرمائی بقولہ۔ وَمَا يَخْفَىٰ عَلَى اللَّهِ مِن شَيْءٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ۔ اور کچھ بھی نہین پوشیدہ ہو اللہ تعالے پر نہ زمین مین اور نہ آسمان مین یعنے اللہ تعالے کی مخلوقات مین کہین ہو سب اسپر ظاہر ہے۔ گویا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس سب نیت کی التجا کی کہ انمین ایک پیغمبر پیدا فرمائیو چونکہ وہ پیغمبر عظیم الشان رفیع المکان خاتم المرسلین حبیب رب العالمین تھا تو حضرت ابراہیم ع نے اللہ تعالے سے حیا کر کے صریح یہ نہ کہا کہ وہ سرور عالم میری ذریت مین سے ہو حالانکہ اللہ تعالے نے یہ فخر حضرت ابراہیم علیہما الصلوۃ والسلام کے واسطے مقدر فرمایا تھا چنانچہ بعض مقام پر کسی قدر اسکو ظاہر بھی فرمایا ہو پس اللہ تعالے نے تصدیق فرمائی کہ وہ سب التجا کو جانتا ہو کچھ بھی اسپر پوشیدہ نہین ہو۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس بڑی نعمت کے لیے پہلی نعمتوں کا شکریہ مقدم کیا اور کہا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي وَهَبَ لِي عَلَى الْكِبَرِ إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ مین سب تعریف وشکر کرتا ہون اپنے اللہ تعالے کا جس نے مجھے بڑھاپے مین بخشا اسمٰعیل اور اسحق کو بعض علماء کو جنمین کرخی رحمہ اللہ تعالے بھی ہین یہ وہم ہوا کہ پہلی دعا کے شمول مین دعا تھی کیونکہ ننانوے برس کے سن مین اسمٰعیل پیدا ہوئے وہ ہنوز دودھ پیتے تھے کہ انکی ماں سمیت بحکم الٰہی یہان لاکر چھوڑا اور دعا کی انکی پیدائش سے تیرہ برس بعد اسحاق پیدا ہوئے مین تو اسحاق اسوقت موجود نہ تھے اور جواب یہ ہو کہ یہ دعا اسوقت ہو کہ اسمٰعیل کے ساتھ خانہ کعبہ بنایا تھا اگرچہ چھوڑتے وقت بھی ایسی ہی دعا کی تھی اور یہ تحقیق شیخ ابن کثیر رح نے سورہ بقرہ مین لکھی ہو پس یہ شکر اپنے وقت پر اول دعا کے ساتھ

Marfat.com

شامل ہو۔ اِنَّ رَبِّي لَسَمِيعُ الدُّعَآءِ بیشک میرا رب خوب دعا کو سننے والا ہے یعنے بندون کی دعائین خوب سنتا و خوب قبول فرماتا ہے پس اور زیادہ دعا بڑھائی اور کہا۔ رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلٰوةِ اے رب کر دے مجھکو مقیم الصلوٰۃ یعنے نماز کو ٹھیک ارکان و آداب سے محافظت اوقات کے ساتھ ادا کرنے والا پس نماز اعلےٰ عمل ہے جسکی دعا ایسے متبرک مقام مین مانگی باوجودیکہ خود خلیل اللہ تھے پس وہ بڑی چیز ہے کہ دعا مانگی اپنے لیے اور کہا۔ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي اور بعض میری ذریات کو پس اگر بعض سے اہل اسلام مراد ہین تو بعض مقیم نماز اور بعض متساہل نماز ہونگے یہ تو ظاہر ہے اور اگر جملہ ذریات نسبی مراد ہین تو معنے یہ کہ بعض بالکل نماز والے نہونگے اور بعض ہونگے اگرچہ نماز کو بالکل عمدہ نہ پڑھین پس انہین عمدہ پڑھنے والے بھی ہونگے پھر تضرع و ابتہال کیا کہ۔ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ اے رب ہمارے اور میری دعا قبول کر لے پھر عام دعا فرمائی اگرچہ اللہ تعالےٰ کی مغفرت سے دور نہین مگر بعض انہین سے حسب مشیت سابقہ قابل قبول نہ تھی اور شاید کہ بعض مشرکون کی مغفرت انھون نے اجتہاد سے سمجھی ہو جیسا کہ بعض کا زعم ہے حالانکہ یہ ٹھیک نہین ہے مگر یہ کہ اسپر کوئی حکم اتارا نہ گیا ہو یا مراد نہو چنانچہ کہا۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ اے رب ہمارے مجھے بخشدے اور میرے والدین کو بعض نے کہا کہ جب تک آنحضرت علیہ السلام کو یہ معلوم نہوا تھا کہ انکے والدین موافق علم الٰہی کے دشمنان حق مین سے کافر ہین اسی زمانہ مین دعا کی تھی اور بعض نے کہا کہ والدہ مسلمان تھین اور بعض نے والدین سے آدمؑ و حواؑ مراد لیے ہین اور بعض محققین نے فرمایا کہ یہ مراد ہے کہ انکو ایسا کر دے کہ تیری مغفرت کے لائق ہون اور یہ اسطرح ہے کہ وے مسلمان ہو جاوین اور واضح ہو کہ اللہ تعالےٰ نے دوسرے مقام پر بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے والد کے لیے دعاے مغفرت کرنا ذکر فرمایا ہے ولیکن وہ قبل اسکے تھا کہ انکے باپ کا ازلی کافر ہونا معلوم ہو کیونکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا وما کان استغفار ابراہیم لابیہ الا عن موعدۃ وعدہا ایاہ فلما تبین لہ انہ عدو للہ تبرأ منہ۔ یعنے نہ تھا استغفار کرنا ابراہیم کا اپنے باپ کے لیے مگر ایک موعدے سے جو وعدہ دیا تھا اسکو پھر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کھلا کہ وہ دشمن ہے اللہ کا تو باپ سے بالکل بیزاری کی پس یہ صریح ہے کہ جب کبھی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے واسطے مغفرت مانگی ہو خواہ باپ کی زندگی مین خواہ مرنے کے بعد وہ اسی وجہ سے تھا کہ اللہ نے انکو یہ ظاہر نہین ہونے دیا کہ وہ ازلی کافر ہے اور نیز ایک وعدہ کا پورا کرنا تھا جو باپ سے کر دیا تھا یعنے ایک مقام پر قرآن پاک مین مذکور ہے کہ ابراہیم نے اپنے باپ کو بت پرستی چھوڑنے اور توحید کرنے کی نصیحت کی تو آزر نے اسنے کہا کہ مجھے چھوڑ دے بہت مدت تک یا بالکل مجھ سے قطع تعلق کر مگر ابراہیم علیہ السلام نے حقوق پدری کے ادا کرنے کے لیے پھر شفقت سے کہا کہ میرا رب مجھپر بڑا مہربان ہے مین تیرے لیے استغفار کرونگا اور شاید یہ اسوقت ہوا ہو کہ جب نمرود کی آگ سے صحیح سالم رہے اور اسنے انکو نکلوایا تو انھون نے اپنے باپ سے اپنا ساتھ دینے کو کہا مگر اس نے نہ مانا اور الٹے کہا کہ واہجرنی ملیا جیسا کہ قرآن پاک مین فرمایا ہے پھر اس وعدہ کے موافق حضرت ابراہیم علیہ السلام پردیس مین ملک شام مین یا جہان رہے اسکے لیے استغفار کیا۔ اور تمام لوگون و باپ مان وغیرہ کی محبت ترک کرنے سے اللہ تعالےٰ نے انکو خلیل اللہ کا مرتبہ دیا پس جب اللہ تعالےٰ نے انکو آگاہ فرمایا کہ تیرا باپ عدو اللہ مرا ہے تو پھر اس سے بیزار ہو کر استغفار نہین کیا اور یہ تقریر جو مترجم نے بیان کی بالکل واضح و صاف ہے اور عوام اہل تفسیر کے تکلفات کی کچھ ضرورت نہین ہے پھر یہان ایک وہم بعضے لوگون کو اور واقع ہوا وہ یہ ہے کہ حدیث مین آیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام قیامت مین اپنے باپ آزر کو دیکھینگے کہ منہ کالا اور تمام صورت بدشکل جیسے کافرون کی ہوگی انکی بھی ہے پس وہ کہیگا کہ اے ابراہیم آج مین فرمانبرداری سے کچھ بھی منحرف نہین ہون تو آنحضرت اپنے رب کی حضور مین دعا کرینگے کہ اے رب تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ مجھے روز حساب کے شرم و خواری نہ دیگا اور یہ بڑی خواری ہے کہ میرا باپ اس مجمع عظیم کے روبرو ایسا خوار ہے حکم ہوگا کہ اے ابراہیم ادھر نیچے کو دیکھ پس حضرت ادھر کو دیکھینگے تو انکے ورے ایک ساہی نجاست مین لتھڑی ہوئی نظر آویگی اس سے پناہ مانگینگے کہ الٰہی اسکو مجھ سے دور کر دے پس ملائکہ عذاب اسکی ٹانگین پکڑ کے جہنم مین پھینکدینگے وہان نظر آویگا کہ وہی آزر تھا اس سے

Marfat.com

ظاہر ہوا کہ وے قیامت میں بھی استغفار کرینگے مترجم کہتا ہو کہ یہ بالکل وہم ہو اس سے کچھ ظاہر نہیں ہوتا سوائے اتنی بات کے کہ جب حساب ختم اور لوگ اپنے اپنے ٹھکانے لگائے جاوینگے اور مومنوں پر اللہ تعالےٰ کی تمام رحمت کا وقت ہوگا ہر ایک شفاعت کریگا اور رب تبارک وتعالےٰ اُن کی دعائیں وسفارشیں قبول فرماویگا تو آزر اسوقت اس امید سے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملتجی ہوگا اور کمال رحمت کے وقت آنحضرت علیہ السلام صرف یہ موقع یاد دینگے کہ وعدہ آلٰہیہ سبحانہ وتعالےٰ کو عرض کریں اور اس سے ایک غرض نکالیں یعنے تونے عدم خزی کا وعدہ دیا اور یہ بھی ایک خزی ہو تاکہ شاید مشیت آلٰہی میں جو ہر طرح قادر مختار ہو جل شانہ وعز برہانہ کوئی بات ہو اور کوئی استغفار نہیں کرینگے پس اللہ تعالےٰ اسپر آزر کی وہ صورت جسپر وہ شامت اعمال سے مسخ ہوگیا تھا یعنے نجس ساہی لتھڑی ہوئی ظاہر کردیگا جو جنت کے لائق نہیں اور نہ اس سے ایسا اعلےٰ درجہ کا پیغمبر خلیل اللہ اپنا تعلق رکھنا شایان سمجھ سکتا ہو چنانچہ اس سے پناہ مانگینگے اور قبول ہو کر پناہ دیدیجاویگی کہ اسکو لاکے جہنم میں پھینکدینگے اس سے یہ فائدہ سمجھ میں آگیا کہ آدمی کی صورت گناہوں اور کفر وبد اعتقادات سے خراب جانوروں کی ہوجاتی ہو اور یہ بات صریح دلائل سے بھی ثابت کیجاتی ہو. حاصل مقام یہ ہو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اسوقت تک یہ علم نہ تھا کہ انکا باپ حالت کفر وگمراہی پر دلن میں مرگیا ہو پس دعا میں کہا کہ اے رب بخشدے مجھے اور میرے والدین کو. وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ اور مومنوں کو. يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ جس دن قائم ہووے حساب مومنین سے شاید آنحضرت علیہ السلام کی مراد اپنی ذریات میں سے مومن ہوں یا تمام مومنین خواہ ذریت ہوں یا نہوں اور اسمیں بڑی بشارت ہو اللہ تعا اپنے فضل سے ایمان عطا فرماوے اور ایمان پر خاتمہ بخیر کردے تو اسمیں شک نہیں کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے خلیل علےٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا قبول فرمائی ہو الٰہی مترجم وتمام مسلمانوں کا خاتمہ ایمان پر بخیر کرئیے آمین یا ارحم الراحمین ف فی العرائس قولہ تعالےٰ واذ قال ابراہیم رب اجعل ہذا البلد آمنا حقیقت تفسیر تو ظاہر ہو یعنے جو مذکور ہوئی اور اشارت سے یہ بھی واضح ہوا کہ بلد قلب اور وہ بلد بدن ہو عقل بلد قلب اور روح بلد عقل اور سر بلد روح ہو اور معرفت ومحبت بلد سر ہو اور وہاں مشاہدہ معروف بلد معرفت ومحبت ہو اور رہنے والے یہاں کے انوار افعال وتجلیات صفات میں ازلی وابدی ہیں نفس بلد شہوات اور رہنے والے لشکر قہریات پس یہاں کے بلاد میں جنود قہر سے جنکا مسکن نفس امارہ ہو پناہ مانگے کہ اپنے لطف کے ساتھ روح وقلب کو اپنے قہر سے نفس واسکی ہواجس وشہوات سے پناہ دیدے چنانچہ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا اعوذ بک منک یعنے تجھ سے تیرے ہی ساتھ پناہ چاہتا ہوں قولہ واجنبنی وبنی ان نعبد الاصنام. بتوں سے پناہ تو ظاہر ہو اور جیسے بت ظاہری معبود بنائے جاتے ہیں ویسے ہواجس نفس کے بت باطنی ہیں وقال تعالےٰ افرأیت من اتخذ الٰہہ ہواہ. یعنے اسکو دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنالیا ہو پس ضرور ایسے بتوں سے پناہ مانگنا چاہیے کیونکہ جس نے ظاہری بت چھوڑے مگر ہوائے نفس کو بت بنالیا تو وہ بھی مشرک ہو ایسے ہی سوائے اللہ تعالےٰ کے غیر پر نظر رکھنا یہ بھی شرک خفی ہو اور مراتب معرفت میں جو کوئی چیز کسی کو معرفت حق سے مانع ہو وہ اسکا بت ہو اور عارف تو جو چیز اپنے رب کی طرف سے ایسی مشاہدہ کرے جسمیں حق عز وجل کا مشاہدہ نہو وہ اسکے واسطے بت ہو. قولہ رب انہن اضللن کثیرا من الناس. اس سے یہ بھی ظاہر ہو کہ کثرت سے لوگ شرک خفی کی باتوں سے گمراہ ہوئے ہیں اقول سابق میں تفسیر قولہ وما یؤمن اکثرہم باللہ الا وہم مشرکون میں گذرا ہو کہ حدیث میں آیا کہ شرک میری اُمت میں کوہ صفا پر اندھیری رات میں چیونٹی کی چال کی نظر نہ آنے سے زیادہ مخفی ہو الٰہی مترجم کا شرک خفی وجلی اسکی تمام عمر دنیا کا بخشدے الٰہی وہ اندھا ہو اسکو آنکھیں دیدے اور ثابت قدم ولیت پر رکھ یہاں تک کہ ایمان پر اسکا خاتمہ بخیر کردے آمین یا مجیب الداعین شیخ نے کہا یعنے سوائے اللہ تعا کے غیر پر نظر اور ان شہوات کی پیروی نے بہتوں کو قہریات میں ڈالا غفلت وہلاکت میں مرگئے پھر آنحضرت نے اپنے نفس کو بطور اظہار نعمت کے امت سے سر فراز بیان کیا یعنی قولہ فمن تبعنی فانہ منی اتباع چاہیے طریقہ مجاہدہ وریاضت ومحبت وخلت میں پس تیرے حضور میں اپنی جان قربان کرے وہ مجھ سے ہو یعنے میری

Marfat.com

طینت سے اسکا قلب میرے قلب سے اور اسکی روح میری روح سے اور اسکا سر میرے سر سے ہے اسکا مشرب محبت و معرفت و خلت مین وہی گھاٹ ہے جو میرا مشرب ہے قولہ ومن عصانی فانک غفور رحیم تیرے عصیان سے جو حجاب مین پڑے وہ مجھ سے نہین ہین ولیکن تو غفور رحیم ہے کہ انکے عصیان کو معاف کر دے کہ وے تیرے طالب ہین اور کمزوری مین ٹھوکرین کھاتے چلے ہین پس کلام مین اشارت ہے کہ گنہگارون کا گناہ اور ناشکری اسکے بحر رحمت مین غرق ہے اسکو کچھ پروا نہین کہ چاہے انکو اپنی جناب مین داخل کرے اور بخلاف اہل طاعت کے لیے رضوان من اللہ اکبر جسکی تفسیر نہین ہو سکتی ہے باقی ہے۔ یہان ایک نکتہ ہے کہ حضرت نے مقام تضرع و عاجزی مین فرمایا کہ جو میری نافرمانی کرے۔ اور یہ نہ کہا کہ جو تیری نافرمانی کرے۔ ایک تو اپنی طرف انکی نافرمانی کا نسبت کرنا مقتضائے خلت ہے اور دوم یہ کہ مقام خلت سے محبت اس مودت کے شوق سے عشق پیدا ہوتا ہے اور عشق مقام عین الجمع و جمع الجمع ہے پس جسنے میری نافرمانی کی تیری کی اور جس نے میری اطاعت کی اُس نے تیری اطاعت کی۔ علاوہ ازین اول من تبعنی کہا اسکی موافقت سے من عصانی فرمایا گویا اشارہ ہے کہ طاعت و عصیان کا مرجع درحقیقت خود مخلوق ہے اور وہ بیشک سب سے پاک منزہ ہے پس وے میرے جنس سے اور مین انکے جنس سے ہون ان کے افعال و صفات میرے لائق ہین بلکہ جو شخص کسی درجہ عرفان پر سرفراز ہوا ہو وہ سمجھے کہ مخلوق کا اپنے خالق کی نافرمانی کرنا بالکل ناممکن ہے انکے جسقدر افعال و حرکات ہین سب تحت قدرت قاہر جل و علا مقہور ہین وہی بارادت و مشیت قدیم و ازلی ہے وہ فی الحقیقت عین الطاعت ہے اگرچہ بسبب تکلیف الشرع انکی صورت اتباع ملت حنیفیہ حضرت خلیل ہو شیخ عبد العزیز مکی نے کہا کہ ابراہیم نے دعا مین اپنے رب عز و جل کی تعظیم کو ادب سے ملحوظ رکھا پس نہ کہا کہ تیرا عصیان کیا کیونکہ کسی کو مجال نہین کہ اسکا عصیان کر سکے اور کوئی ایسا نہین ہے کہ جو عبادت اسکی بارگاہ قدیم کے لائق ہے ادا کر سکے کیونکہ قدیم کے لائق قدم ہے اور حادث خود حادث تو اسکے افعال بدرجۂ حادث ہین پس درحقیقت تمام مخلوق اسکی طاعت و عصیان سب سے عاجز ہے اللہ اللہ کیا مین اس طاعت و عصیان کا ذکر کرتا ہون جن سے بارگاہ عظمت و کبریائے قدم پاک ہے اب تو جو طاعت و معصیت ہے سب تیرے سوائے تیرے کرم و معظم بندے کی طرف رجوع ہے سبحان اللہ و بحمدہ و ہو الغنی عن العالمین۔ قلب مامون ہو فراق و حجاب سے یہ خواہش ابن عطا رح ہے اور جعفر بن محمد نے کہا کہ قلوب عارفین مامون اسرار الدین ہین۔ ساری رح نے کہا کہ اصنام ہوا ہین جعفر رح نے کہا کہ خلت و نبوت کو دیکھنا یا ولایت وغیرہ پر نظر یہی عبادت اصنام ہے جنید رح نے کہا کہ اللہ تعالے کی طرف وسیلہ سوائے اپنی محتاجی کے دوسرا قرار دینا بت پرستی ہے قال المترجم جو کوئی اپنے اوپر عزہ ہو کہ لائق بارگاہ نبوت خاتم المرسلین ہے وہ منافق ہے اور جو عاجزی سے وہین جاوے اور اپنے کو لائق نہ دیکھے اللہ تعالے رحمت فرماوے اسی واسطے شیخ جنید رح نے کہا جو کہا سمجھو بعض نے اس سے منع نکالا کہ سوائے حق تعالے کے حق عز و جل کیطرف دوسری چیز سے تقرب چاہے۔ بعض نے کہا کہ حضرت خلیل ع نے کمال ادب سے اہل عصیان پر کوئی حکم نہ لگایا جیسے اہل طاعت پر یہی کہا کہ مجھ سے ہین اور مین تیری بارگاہ مین جب قابل ہون تو جانے ایسے ہی اہل عصیان تو نافرمان ہوئے مگر تیری شان غفور رحیم ہے تو جانے اور تیرے بندے مجھے کچھ قابو نہین ہے حضرت علی بن موسی الرضا عن ابیہ عن الامام جعفر صادق ع نے کہا کہ خلت مین بت خطرات ہین یعنے حضرت یوسف ع کے قصہ سے آگاہ ہو۔ اور یہی فرمایا کہ ابراہیم تو بڑھاپے مین بت پرستی سے بفضل الٰہی خلیل ہونے کے بعد محفوظ تھے جبکہ بچپن مین انکو توڑ ڈالا تھا مگر جانتے تھے کہ ہوائے نفس آدمی کا بت ہے اس سے پناہ مانگی اور فرمایا کہ حضرت خلیل ع نے تو نافرمانی والون کی نسبت اشارہ سے کہا کہ انک غفور رحیم اور تم ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ و علی ابیہ خلیل ع کے لطف و کرم و سوال صریح کو دیکھو جب اپنی قوم قریش کی حرکات ناملائم روز احد کے بعد فرمایا اللہم اغفر لقومی فانہم لا یعلمون۔ یعنے اے رب میری قوم کو بخشدے کہ وے جانتے نہین ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ ظاہر ابخشدینا اس خطا کا مراد ہے جو آنحضرت صلعم کے دندان مبارک شہید ہونے مین واقع ہوئی فافہم بما فیہ من الاشارۃ و تامل۔ قولہ ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم الآیہ۔ اللہ تعالی جلشانہ نے اپنے خلیل کو بڑی بڑی بلاؤن مین مبتلا کرکے امتحان فرمایا تاکہ تمام دنیا کی مخلوقات سے بلکہ اپنے نفس سے جدا ہوکر خالص ہون اور کوئی چیز محدثات مین سے انکے واسطے حجاب نہ رہے اور بڑھاپے

Marfat.com

میں ایک لڑکا دیا بہت پیارا ہنوز اُسنے دودھ نہ چھوڑا تھا کہ حکم دیا کہ اسکو لیجا کر وادی حرم میں بغیر آب و دانہ کے چھوڑ آوے تاکہ خلیل ع کا توکل و اعتماد
اپنے رب تبارک و تعالیٰ پر صاف ہو جاوے پس اپنے رب تبارک و تعالیٰ کو رب کے نام پاک سے دعا میں پکارا کہ تربیت کامل کا ظہور ہوا اور باقی ہے
کہ کمال لطف سے اہل و عیال کی تربیت بدرجہ کمال پہونچائی جاوے اور وادی غیر ذی زرع سے کلی اعتماد اللہ تعالیٰ پر تھا کہ نباتات و پانی کسی پر
اعتماد نہ کیا اور بیت محرم جہان بارگاہ کبریائی کی حضوری کے سوائے سب حرام ہے کسی سے انس نہ ہو انہیں اور یہاں کی تربیت یہ ہے کہ حقیقت توکل و رضا و
تسلیم کے ساتھ تربیت ہوں یہی سوائے عز و جل کے کسی بندے کو املاک و زر و سیم پر اعتماد نہ ہونا چاہیے و کمال تربیت وصول بدرجہ مناجات رب تبارک و تعالیٰ ہے لقولہ ربنا
لیقیموا الصلوٰۃ اور بعد مقامات کے ائمہ ہادی مہدی ہوں کہ لوگ اُنسے رجوع لاویں. قولہ فاجعل افئدۃ من الناس تھوی الیہم ارادت و محبت و اقتدار شان سنت کریں
قولہ وارزقہم من الثمرات لعلہم یشکرون ثمرات ظاہری اعضاء و جوارح کے جو دنیا سے حاصل ہیں کام آویں معروف ہیں وہی نتیجہ دیتے ہیں ثمرات اصل کا کہ طاعات و
مقامات و درجات ہیں اور وہاں شہود انوار صفات و توحید ہے اور نیز ثمرات میں وہ اولاد ہیں جو انبیاء و اولیاء و صدیقین و شہداء ہوں اور اس دعا میں اشارت
بحضرت خاتم المرسلین فرمائی وقد قال ربنا وابعث فیہم رسولا الآیہ اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ثمرہ دعاء پدر بزرگوار خلیل اللہ قرار دیا
پس کون پھل بہتر ہوگا اصفی الاصفیاء و اتقی الاتقیاء و افضل الانبیاء و سید المرسلین محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و صحبہ الصدیق و الشہداء و الصالحین اجمعین سے اور پسر از
پدر بہتر دونوں آفتاب رسالت والحمد للہ رب العالمین اور قولہ لعلہم یشکرون سے اشارہ ہے کہ نعمت آلہیہ سے شاکروں کا شکر جوش کرتا ہے بنظر رضامندی آنکی و تائید
اہل احتیاج. ابن عطاء رح نے کہا کہ ایسے وادی میں بسایا جہاں اپنا یا انکا تعلق سوائے حق عز و جل کے کسی کے ساتھ باقی نہ تھا بعض نے کہا کہ ایسے وادی میں
بسایا جہاں عالم اسباب و رسومات سے نکلکر بارگاہ حضوری کا سامنا ہے بعض نے کہا کہ بیت المحرم کے پاس جہاں عالم اسباب کی کوئی چیز انکو تیری حضوری
سے مانع نہیں ہے بعض نے کہا کہ ایسے مقام پر بسانے سے انکو تعلیم فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پر توکل کریں اور اسباب پر نظر چھوڑ دیں. امام جعفر رح نے کہا کہ
قلوب العباد اپنے رب کے حکم میں ہیں بعض کو اپنی طرف رجوع کیا اور وہ طرف سے پاک ہے تو بیت الحرام کیطرف ان رہنے والوں کیطرف رجوع کرینگے
یعنے مومنین ابن عطاء رح نے کہا کہ جس نے خلق سے بالکلیہ انقطاع کیا تو اللہ تعالیٰ اسکی طرف خلق کے منہ موڑ دیتا ہے اور سب سینہ اسکی محبت سے بھرتے ہیں
اور قلوب اسکی الفت سے تازہ ہوتے ہیں چنانچہ دعائے خلیل ع فاجعل افئدۃ من الناس الآیہ میں دیکھو. بعض نے کہا رزق ثمرات سے عمدہ رزق
یہ ہے کہ مخالفت چھوڑ کر موافقت اختیار کریں. واسطی رح نے کہا کہ ثمرات قلوب میں حکمت ہے جس سے احسان آلہی نظر آوے تو شکر لازمی سے عاجز ہونا چاہیے
پس شکرگزاری کی پیدائش اسی واسطے فرمائی کہ ہر ایک کو یہ دانائی حاصل نہیں ہوتی کہ شکر آلہی ادا ہونے سے عاجزی کا اقرار کرنا لازم ہے اقول قولہ تعالیٰ ان
تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوہا. کے ساتھ ان آیات کا تعلق بھی ظاہر ہو گیا اور شیخ واسطی رح نے یہی فرمایا کہ ثمر حکمت سے امراض قلوب زائل ہو جاتے ہیں
جیسے ثمر اشجار سے امراض بدنی زائل ہوتے ہیں پھر دعاء مذکور میں اظہار مافی الضمیر تھا حالانکہ ایسے عالم الغیب کے حضور میں جو ذرہ ذرہ جانتا دیکھتا ہے
پس حضور آلہی میں اسکا اقرار کیا کہ یہ تیری رضا کے موافق عرض ہے ورنہ تو سب جانتا ہے بقولہ ربنا انک تعلم ما نخفی وما نعلن وما یخفی علی اللہ من شیء فی
الارض ولا فی السماء. اسمیں شامل ہے تضرع باطنی اور اظہار ظاہری موافقت شریعت کے اور اسرار باطنی و اظہار عبادات اور اسرار علم مجہول و
اظہار صورت علم معروف اور اسرار شوق و اظہار اشک و جد و ذوق اور اسرار غیب الغیب و اظہار الہام وغیرہ اور اسرار حقیقت وقوع بحکمت آلہیہ
بر وجہ خوب و پسندیدہ و اظہار بعض مکروہات نفس جسمیں شائبہ شکوی و منازعت لقدر ہے. حضرت خواص رح نے کہا کہ اخفاء محبت و اظہار شکریہ اور اسی کے
قریب شیخ حسین رح کا قول ہے اور ابن عطاء رح نے اخفاء احوال و اظہار آداب کو بھی شامل کیا. اقول انعامات غیر متناہیہ پھر ناشکری و انکار الوہیت حق تعالیٰ
و انکار ماسوائے دنیا کے کثرت وغیرہ کا باوجود عظائم دلائل بینات کے حالانکہ وہ قادر علیم ہے ولقد قال تعالیٰ

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ؕ۵ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ۙ۵

اور ہرگز مت خیال کر اللہ کو غافل ان کاموں سے جو ظالم کرتے ہیں انکو تو وہ تاخیر دیتا ہے ایسے دن کے لیے جسمیں پتھرا دینگی آنکھیں

مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ؕ۵ وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ

اوپر کو ٹکٹکی باندھے سر اونچے کیے ہوے انکی طرف انکی پلک پھر نہ لوٹیگی اور انکے دل اڑے ہوے خالی ہونگے اور ڈرسنادے لوگون کو جس دن

يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ

آویگا انپر عذاب سو کہینگے وہ لوگ جنھون نے اپنے اوپر ظلم کیا کہ اے ہمارے رب ہمکو بہت نزدیک مدت کی تاخیر دیدے کہ ہم تیری دعوت قبول کرلین اور تیرے

الرُّسُلَ ؕ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ۙ۵ وَّسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ

رسولون کی اتباع کرلین بھلا کیا نہ تھے تم کہ قسم کھاتے تھے اس سے پہلے کہ تم کو کبھی نہین کچھ زوال ہوگا حالانکہ تم بسے تھے گھرون مین ایسے لوگون کے

ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ۵ وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ

جنھون نے ظلم کیا اور تمپر کھل گیا تھا کہ ہم نے انکے ساتھ کیا کر دیا اور تمھارے لیے مثالین بنا دین اور بیشک انھون نے اپنا مکر کیا

وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ؕ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ۵

اور اللہ کے یہان تھا انکا مکر اور انکا مکر ایسا تھا جس سے پہاڑ اپنی جگہہ سے دور ہو جاوین

یہ خطاب اپنے پیارے رسول صلعم کو کیا اور وہ تو ازل سے اسرار و علوم کے واسطے سب خلق سے زیادہ برگزیدہ تھا مگر حسن خطاب یہ ہے کہ جنکے حق مین سعادت ازلی جاری ہوئی ہے سنکر ہوشیار ہو جاوین اور ہیبت کلام حق تعہ سے انکے رونگٹے کھڑے ہون اور قریب ہے کہ دل پھٹ جاوین پس فرمایا وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ اور کبھی مت خیال کیجیو کہ ظالم و کافر بندے جو کچھ کرتے ہین اس سے اللہ تعہ غافل ہے۔ اور وجہ گمان کی ایک امتحانی پردہ ہے کہ آدمی کو دنیا و اسکی نعمتون کے سوائے آخرت کی کوئی چیز ظاہر نہین فرمائی جسکے سامنے اس تمام دنیا کو آدمی نجس و خوار دیکھتا بلکہ کمال قدرت یہ کہ نیکون وخالص بندون کے ساتھ بھی اسکی ضرورت لاحق فرمائی پس جب یہ دنیاے حقیر ان کافرون کو اسطرح وسعت سے دیدی تو منافق و بے ایمان لوگ تو سمجھنے لگے کہ یہ لوگ جنکو کافر کہا جاتا ہے بُرے ہوتے تو یہ نعمتین کیون پاتے بلکہ تمام طریقہ و ثروت و حکومت کی عقلین انھین مین ہین پس خود بھی کافر ہوئے اور جنکو نور کا حصہ ملا ہے وے تمام دنیا اور اسکے حاصل کرنے کی عقل جو درحقیقت حواس بہائم ہین سب کو خوار سمجھتے ہین مگر انپر شیطان یہ وسوسہ دلاتا ہے کہ پھر کیا اللہ تعہ انکے ساتھ برتاؤ فرماتا ہے جیسے آدمی کسی دوسرے کی بدگوئی و بدکاری سے واقف نہو اسی واسطے تاکید سے فرمادیا کہ اسی نے اپنی خوشی و اختیار سے سب مخلوق کو پیدا کیا پس ایمان والو تم شکر کرو ہمکا کہ تمکو وہ نور ایمان دیا جس سے تمکو اپنا ملک نظر آتا ہے اور ان کافرون نے یہی دار فانی و خوار اختیار کیا تو انکو یہ نجس مردار لینے دو اور ہرگز خیال نہ کرو کہ اللہ تعالیٰ انسے غافل ہے جو انکو مہلت دی اور چھوڑ رکھا ہے۔ وَاِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ اور انکو تو اسی دن آنے والے کے لیے تاخیر دی ہے جسمین آنکھین پتھرا دینگی ٹکٹکی باندھے۔ یعنے قبرون سے اٹھکر عذاب کی شدت و ہولناک معاملت دیکھکر آنکھین اسی طرف ٹکٹکی لگا کر ایسے ہو جاوینگی جیسے پتھرا گئی ہین کھلی کی کھلی رہ جاوینگی مُهْطِعِيْنَ پکارنے والے کی طرف جاری کرتے ہوئے نظر اٹھائے ہوئے کقولہ تعالیٰ مھطعین الی الداع اور کہا گیا کہ اسرافیل صور قیامت پھونکینگے اور جبرئیل پکارینگے اسوقت دہشت و حیرت و خوف سے کافرون کی آنکھین پتھرا دینگی جلدی سے نظر اٹھائے دوڑے جاوینگے مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ اپنے سر اٹھائے ہوئے اور بعض نے کہا کہ ذلت و خواری کی صورت بنائے ہوئے مگر پہلی تفسیر حضرت ابن عباسؓ و مجاہدؒ وغیرہم نے بیان کی ہے لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ انکی طرف انکی نظر پھر نہ لوٹیگی یعنے شدت خوف و دہشت سے

ایسی ٹکٹکی ہوگی کہ پلک نہ جھپکیگی برابر نظر اسی طرف لگی رہیگی. الٰہی ہم تیری پاک درگاہ مین کفر وظلم سے پناہ مانگتے ہین اور عذاب قبر وقیامت سے نجات مانگتے ہین
ہمکو کافرون وظالمون مین شامل نہ فرمائیو آمین. کافرون پر یہ بڑا سخت وقت ہوگا اسی واسطے فرمایا. وَأَفْئِدَتُهُمْ هَوَاءٌ اور انکے دل اڑے ہوئے خالی
ہونگے یعنے گویا انکے سینون مین دل ہی نہین ہے بلکہ کلیجے منہ کو آجاوینگے جیسا کہ فرمایا القلوب لدی الحناجر کاظمین. انکے دل گھٹے ہوئے منہ کو آجاوینگے پس خالی
ہونے کے معنے حضرت قتادہ ودیگر علماء نے یہی بیان کیے کہ اپنے ٹھکانے نہونگے تو دلون کی جگہین خالی ہونگی بعض نے کہا کہ ہوا یعنی برباد ہونگے کیونکہ ہر چیز
سوائے نام اللہ تعالیٰ کے اس دن برباد ہوگی اور کافرون کے دلون مین نام اللہ نہین ہے وہ سب برباد ہونگے پس معلوم ہوا کہ کافر مخلوق نے اس دنیائے فانیہ کو لیا
تو آخرت کے دن عذاب وخرابی کے لیے یہی مخلوق ہے جسکو آج ہر چند سمجھائیے اور کہیے کہ اگلون پچھلون کا آغاز وانجام دیکھکر سمجھو اس دنیا کی ناپائداری دیکھو اور
خالق عز وجل کی قدرت ظاہرہ جسپر ہر انسان دلائل ہین دیکھکر یقین مانو مگر نہین مانتے ہین. آنحضرت صلعم کو حکم دیا. وَأَنذِرِ النَّاسَ. اور ڈر سناوے لوگون کو
یعنے کافرون کو کہ يَوْمَ يَأْتِيهِمُ الْعَذَابُ جس دن انپر عذاب آویگا اور وہ دن قیامت ہے حالانکہ عذاب انپر انکی روح نکلنے کے وقت سے شروع ہوجاویگا
فَيَقُولُ الَّذِينَ ظَلَمُوا تب کہینگے کافر لوگ جنھون نے اپنی جانون پر ظلم کیا کیونکہ کافرون کی بدکاری وظلم کا وبال درحقیقت انھین پر ہے رَبَّنَا أَخِّرْنَا. اے رب
ہمارے ہمکو مہلت دیدے. إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ تھوڑی دیر کے لیے کیونکہ اسدن تو رب کو پہچان جاوینگے اور جو رسولون نے کہا تھا سب معائنہ ہوجاویگا تو
رب کا اقرار کرکے تھوڑی سی دیر کی مہلت مانگینگے کہ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ تیری دعوت قبول کرین یعنی رسولون کی زبانی جو تونے ہمکو اپنی طاعت کے واسطے
بلایا تو ہم بہت جلدی قبول کرین. وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ اور ہم رسولون کی پیروی کرلین جیسے قولہ تعالیٰ حتی اذا جاء احدہم الموت قال رب ارجعون الآیہ یعنی جب انمین
کسی کی موت پہونچی تو بولا کہ اے رب ہمارے ہمکو پھیر دے آخر آیت تک. مسئلہ معلوم ہوا کہ بعد موت کے بھی علم ہوتا ہے یہی شیخ اکبر ابن العربی رح واکثر علماء کا بلکہ جمہور کا
قول ہے سوائے شیخ علاء الدولہ سمنانی کے اور مترجم کہتا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ روح جس حال پر مرا اسی قدر بعینہٖ ثابت رہا مگر یہ مراد ہے کہ اسکے اندر یہ علم قائم ہوگا جیسے
لوح پر نقوش مرتسم ہوتے ہین تو نہین ہوسکتا کیونکہ قبر مین کافر باوجود سب دیکھنے وجاننے کے وہی جائزہ دیگا جسپر وہ مرا ہے اور اگر یہ مراد ہے کہ اسکے معائنہ سے سب
حق بات ظاہر ہوجاویگی تو ٹھیک ہے مگر اسکو کچھ نفع نہوگا اس سے معلوم ہوگیا کہ یہان ایمان لانا البتہ نفع دیتا ہے کہ گویا وہ نور اسکی روح کے ساتھ نقش وزیور ہے
اور موت کے وقت معائنہ سے دیکھنا اسکو کچھ فائدہ نہ دیگا پس ایمان وہی ہے جو غیب پر ہو لقولہ تعالیٰ یومنون بالغیب. اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی نے
خالی جان لیا مگر روح وقلب مین اسکو قبول نہ کیا و داخل نہوا تو کچھ فائدہ نہین جیسے بہت سے کافر یہودی وغیرہ آنحضرت صلعم کو سچا پیغمبر جانتے تھے لقولہ تعالیٰ یعرفونہ
کما یعرفون ابناءہم مگر دنیاوی ہوس وغیرہ سے قبول نہ کرتے تھے انکو فائدہ نہوا اور قولہ لما یدخل الایمان فی قلوبکم یعنے ہنوز تمھارے دل مین ایمان داخل نہین
ہوا ہے صریح ہے کہ دنیا مین خالص رسول اللہ صلعم کی ہدایت پر اللہ تعالیٰ کا ایمان لاوے اور دل سے تصدیق وقبول کرے تو نفع ہو ورنہ آخرت مین تو خود ظاہر
ہوجاویگا اسوقت اسکو کچھ نفع نہین ہے اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ مین بیان فرمایا. أَوَلَمْ تَكُونُوا أَقْسَمْتُم مِّن قَبْلُ مَا لَكُم مِّن
زَوَالٍ اور کیا تم نہین قسم کھاتے رہے اس سے پہلے کہ تمکو زوال نہین ہے یعنی اس حالت سے پہلے تم بڑے سخت یقین سے قسم کھاتے تھے کہ جو حال تمھارا موجود ہے
اس سے تمکو زوال نہین ہے نہ کوئی آخرت ہے اور نہ کچھ ثواب وعذاب ہے پس وہی یقین جو حقیقت حال سے برعکس تم مین تھا قائم رہیگا دوبارہ لوٹنا یا نہین جانا
ہے اور حضرت مجاہد رح نے کہا کہ زوال نہین یعنے اس دنیا سے انتقال آخرت کو نہین ہے کیونکہ آخرت پر یقین ہی نہ تھا جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا واقسموا باللہ جہد
ایمانہم لا یبعث اللہ من یموت الآیہ یعنی قسم کھائی ان کافرون نے بڑی شدومد کی قسمون سے کہ جو مرے اسکو اللہ تعالیٰ دوبارہ زندہ نہین کرتا ہے آخر آیت تک —
پھر اللہ تعالیٰ نے ان جاہلون کی جہالت بیان فرمائی. وَسَكَنتُمْ فِي مَسَاكِنِ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ اور بسے تم بستیون مین ان لوگون کی جنھون نے
اپنی جانون پر ظلم کیا یعنی یہ بستیان جنمین تم رہتے ہو آخر انمین کون لوگ تھے اور کہان گئے اور اس دار فانی کو چھوڑ گئے تم انکی جگہ آگئے ہو تمھارا بھی یہی انجام ہے مگر

Marfat.com

بحث جہالت سے تم چلتے ہو کہ وے سب خاک ہو گئے اور تمکو نہیں معلوم کہ انکا انجام کیا ہوا ہی۔ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ اور تمکو کھل گیا کہ ہمنے انکے ساتھ کیسے برتاؤ کیا یعنے بالیقین تم سب کو یہ بات ظاہر ہو گئی کہ یہ عاد و ثمود کی بستیاں ہیں جنکو اللہ تعہ نے بسبب نافرمانی پیغمبروں کے ہلاک کر ڈالا کہ انکا وجود ونسل منقطع ہو سوائے مطیعین کے وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْأَمْثَالَ۔ اور تمھارے لیے ضرب المثل کر دیا یعنی پھر بھی تمکو ہوش نہیں اور کچھ عبرت ونظر وعلم نہیں حاصل کرتے ہو ف آیت میں دلیل ہی کہ جو خبر متواتر پہونچے اور صدق کی دلیل اسکے ساتھ ہو تو اس سے ظہور ہو جاتا ہی پس آنحضرت صلعم کے معجزات وقرآن کی بلاغت معجز کا تمام عرب کا تسلیم کرنا اور یہودیوں ونصرانیوں کا آنحضرت صلعم کی بشارت توریت وانجیل میں موجود ہونے کا اقرار سب متواتر ہے اور تمام کافروں پر یہی حجت قطعی ہی یاد رکھنا چاہیے۔ الحاصل کفار قریش وتمام کافروں کو قیامت تک متنبہ کیا کہ اگلی قومیں کسطرح ہلاک ہوئیں تم عبرت پکڑو اور اپنے بد افعال وشرک اور دنیاوی چیزوں پرست غفلت کرو کہ انہوں نے بھی یہی کیا تھا۔ وَقَدْ مَكَرُوا مَكْرَهُمْ اور بیشک ان لوگوں نے مکر کیا تھا یعنے انھوں نے امر حق کے رد کرنے اور شرک وکفر کے غالب کرنے میں کوئی دقیقہ نہیں اُٹھا رکھا بلکہ ظاہر وباطن اسپر اڑے رہے بعض نے کہا کہ یہ کفار قریش کا بیان ہی کہ انھوں نے مکر کیا لیکن حکم عام ہونا چاہیے پس ارشاد ہی کہ ہر زمانہ میں جو گروہ عظیم انسانوں کا مشرک وکافر ہوتا ہی وہ اپنا اعتماد ایسے امور پر کرتا ہی جو ظاہر میں لوگوں کو مانند مکر کے پھنساتے ہیں اور جسکو ذرا بھی نور عقل ہی جب وہ دیکھتا ہی تو اسکو محض اوہام وخیالات سمجھتا ہی اور برخلاف اسکے اہل الکفر کا وطیرہ ہی کہ اوہام وظنون پر اپنی بنیاد رکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ مضبوط ہی اور باقی امور جو اہل الحق کہتے ہیں وہ سب اوہام ہیں مگر جب مرگ نے انکو ذبح کیا تو سارا مکر برباد ہوا اور انکو نظر آیا کہ تقدیر الٰہی انکے ساتھ اسطرح جاری ہوئی تھی کہ ایسے طریقہ سے انکو یہ غضبناک نتیجہ نظر آیا گویا کسی نے مکر سے انکو اس ورطہ میں ڈالدیا لہذا فرمایا۔ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ اور انکا مکر اللہ تعالےٰ کے یہاں ہی یعنی کوئی فعل انسے سرزد نہیں ہوتا سوائے اسکے جو اللہ تعالےٰ نے مقدر فرمایا ہی پس علم الٰہی اس کو محیط ہی تو نتیجہ وہی ہو گا جو اللہ تعہ چاہے۔ وَإِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُولَ مِنْهُ الْجِبَالُ اگرچہ تھا انکا مکر کہ زائل ہو جاتے اس سے پہاڑ۔ یعنے ان کا مکر جو بالکل شرک تھا کہ مثلاً اللہ تعہ کے واسطے جورو وبیٹا بتلاتے تھے یہ ایسا سخت کلمہ تھا کہ اس سے پہاڑ پھٹ جاویں کقولہ تعالےٰ تخر الجبال ہدا ان دعوا للرحمن ولدا۔ یعنے اللہ تعہ کے لیے بیٹا کہنے سے قریب ہی کہ پہاڑ گر پڑیں اسلیے کہ تمام مخلوقات آسمان وزمین اپنے رب تبارک وتعہ کی عظمت وکبریائی پر شاہد ہی اور آدمی اگر اپنے ماں باپ کے حق میں ایسی گالی سُنے جو آدمی بعضے کرتے بھی ہیں تو غیظ کے سبب سے اسکا دل پھٹ جاتا ہی کہاں کہ حضرت سبحانہ تعہ ذوالعظمۃ والکبریا کی شان میں ایسی بات کہ بالکل اسکی شان سے لگاؤ نہیں رکھتی ہی اور نہایت قبیح ہی کون سُن سکتا ہی یہ تفسیر علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی ہی اور ایسا ہی ضحاک وقتادہ نے تفسیر بیان کی ہی اور حسن البصری رح نے کہا کہ ان کان بمعنی ماکان ہی یعنی انکا مکر کچھ نہ تھا کہ اس سے جبال کو زوال ہو۔ اسکی توجیہ ابن جریر رح نے یہ بیان کی کہ محاورہ میں بولا کرتے ہیں کہ اتنا کیوں سر اُٹھاتے ہو کیا پہاڑ تھام سکوگے جیسے آیت سورہ بنی اسرائیل میں نظیر آئی ہی اور ابن جریج رح نے مجاہد رح سے یہ معنے روایت کیے کہ اگر انکے مکر ہوتے تو پہاڑ زائل ہو جاتے یعنے خود ان کافروں کو کچھ قدرت نہ تھی وہ سب قہر الٰہی کے تحت قدرت میں مقہور تھے انکے ساتھ وہ معاملہ ہوا کہ اپنے نزدیک انھوں نے کچھ کیا اور سمجھا تھا اور نتیجہ کچھ ہوا جیسے مکر کا نتیجہ نکلتا ہی۔ اور حضرت علی رض وعمر وابن مسعود وابی بن کعب رضہ نے وان کاد مکرہم لتزول پڑھا یعنی انکا مکر ایسا تھا کہ قریب تھا کہ اس سے پہاڑ گر جاویں۔ اور اس مقام پر بعض کفار کا قصہ مروی ہی کہ اپنے جہالت سے بالطریق مکر کے یہ فریب کیا کہ آسمان کے حالات دریافت کرے اور لوگوں سے کہے کہ وہاں کچھ نہیں ہی تاکہ ہر ایک اس مکر سے کافر ہو جاوے اور فرعون کا یہ قصہ تو ظاہر ہی کہ ہامان سے کہا کہ ایسا بلند مینار بنا دے کہ اسباب سموات پر مطلع ہو کر موسیٰ کے رب کو دیکھوں اور دوسرا قصہ نمرود وغیرہ کا کہ بذریعہ نسر طائر کے اُڑا اور آخر مایوس ہو کر گرا بعض لوگوں نے اس قصہ کو بعید اسوجہ سے جانا کہ اسمیں جان کا خطرہ ہی اور تکذیب پیغمبر کے لیے اسقدر خطرہ برداشت کرنا مشکل تھا اور میں کہتا ہوں کہ روایات تمام واقعات وتفصیل کے ساتھ نہیں ہیں اور جو شخص عقل سلیم رکھتا ہی وہ جانتا ہی کہ اکثر اوقات بات صحیح ہوتی ہی مگر آدمی اسکو محمول نہیں کر سکتا تو اسکو بعید معلوم ہوتی ہی

Marfat.com

پس مین کہتا ہون کہ بخت نصر یا نمرود کے ایام مین دنیاوی آبادی واہکی لذات مین خوض وملک ولشکر کی کثرت وتجارت وزراعت وصنعت وحرفت اور فنون ریاضی وطبیعی وغیرہ کا بہت زور تھا اسی زمانہ مین حضرت خلیل ہوا بخت نصر کے پیسیدون پیغمبر کے بھی کہہ سکتے ہین کہ توحید حق کا اعلام دیا گیا مگر جب دنیا کی ثروت وحکومت وخیالات کی یہ حالت تھی تو پیغمبر صلعم کا بیان بالکل مضحکہ کر ڈالا گیا اور ہرگز اسپر یقین نہوا لیکن ریاضی کی تحقیقات کے لیے رصدگاہ بلند اور آسمان کیطرف چڑھنے کے لیے جیسے اس زمانہ مین اہل فرنگ غبارون پر خطرات برداشت کرتے ہین قصد کیا اور آسمانی تحقیقات کی غرض سے بادشاہی دعوی یہ ہوا کہ اگر واقعی آبادی ہو توکیا صورت وکیا ذریعہ ہو اور فرعون کے منارے بھی جہان وہ قصد تھا کہ خالق موسی کو دیکھون کیونکہ معجزات پیغمبری نے ان احمقون کو بیشک متحیر کر دیا تھا پس حضرت باری تعہ کی شان مین محسوس کا گمان کیا اور بھی وہان رصدگاہ عظیم کا قصد تھا حالانکہ اس لیے کمال ٹھوس موٹے دماغ سے حضرت موسیٰ کے بیان سے رب تبارک وتعہ کو بالکل نہ پہچانا بلکہ جیسے آجکل مشاہدہ ہے صرف حسی باتون پر مدار رکھا یون ہی نمرود وبخت نصر کا حال تھا چنانچہ شیخ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ وقد روی شعبۃ رح عن ابی اسحٰق عن عبدالرحمٰن بن رباب عن علی کرم اللہ وجہہ یعنی اس اسناد سے حضرت علی سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جس نے حضرت ابراہیم ؑ سے رب تبارک وتعہ کی جناب مین حجت کی تھی اُسنے دو بچہ نسر طائر کے پالے جب بڑے ہو گئے تو ایک تابوت مین انکو مضبوط باندھا اور بھوکا رکھا پھر ایک نیزہ دراز پر گوشت رکھکر تابوت سے باندھا اور وہ مع ایک شخص کے تابوت مین بیٹھا تھا پس گوشت کیطرف طائر اڑے اور بلند ہوئے یہانتک کہ پہاڑون سے اونچے ہوئے حتی کہ اسکے ساتھی نے کہا کہ تمام زمین ایک مکھی نظر آتی ہے پھر نیزہ کا سر نیچا کر دیا تو طائر اسطرف جھکے حتی کہ زمین پر اُتر آیا اور حضرت علی رض نے فرمایا کہ قولہ تعہ وان کان مکرہم لتزول منہ الجبال ایسے معاملہ مین ہے اور یون ہی سفیان الثوری واسرائیل نے بذریعہ ابو اسحٰق کے آنحضرت کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا اور عکرمہ رض سے بھی مذکور ہے کہ سیاق دربارہ نمرود مردود ہے کہ اس حیلہ ومکر سے اسنے اسباب السموات پر اطلاع چاہی تھی اور مجاہد رح سے ایسا ہی قصہ بخت نصر کے بارہ مین مروی ہے واضح ہو کہ تخت کھلا ہوا سو وجہ سے نہ تھا کہ زمہریری سردی سے بچاؤ لازم تھا اور اہل یورپ تو بذریعہ گیاس کرتے ہین اُسنے ایسی تابوت مین کسی دوکسیجاؤ نکالا ہوگا خصوص جبکہ مصر وغیرہ کے ملک مین ہزار ہا برس پیشتر کی لاشین اسوقت تک ایسا عمدہ مصالحہ دی ہوئی ملین جو اس زمانہ مین کسی کو معلوم نہین ہے اور تاویل وتفسیر آیت اس قصہ پر موقوف نہین ہے بلکہ یہ قصہ اگر اسناد صحیح ہو تو اس کی دلیل ہے کہ باوجودیکہ دنیاوی امور وثروت وحکومت مین اسقدر ہوشیاری تھی پھر عقلی امور مین اور معرفت حق تعہ مین ایسے سخت جاہل تھے کہ بذریعہ غبارہ وغیرہ کے سماوی قبضہ وفتوحات اور رب تبارک وتعہ کی ملاقات چاہتے تھے اور یہ کمال جہل وحماقت ہے شیخ ابن جریر رح نے کہا کہ مختار قراءۃ بکسر اللام یعنے لتزول کا لام مکسور ہے اور ان بیان شدہ سے مخففہ ہے لے وانہ کان امراً کا زیادہ کرنا ہے فرق ان نافیہ وان مخففہ ہے اور پہاڑ ٹل جانا یا انکے مکر کی بڑائی اور برائی یعنی شدت قبح باطنی وظاہری کی تمثیل ہے پھر اگر بیان قبح قریش ہے تو زجاج رح نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ انکے اگرچہ مکر شدید وقبیح ہون کچھ چیز نہین کہ اللہ تعہ اپنے رسول کو فتح دیگا اور بعض نے کہا کہ آیات الٰہیہ وشرائع دین کو رسوخ مین پہاڑ سے مشابہ فرمایا کہ جو انکے مکر ون سے زائل نہونگے پس ان نافیہ ہے اور آیت مابعد اس سے مناسب ہے ف فی العرائس قولہ ولاتحسبن اللہ غافلاً عما یعمل الظالمون واضح ہو کہ ظلم قبیح کفر وشرک سے ہے اور وہ تفسیر ظاہر ہے اور بعضے لوگ ایمان ومغفرت کے لائق بھی باعتبار کمال تقوی نہونے کے ظالم ہوتے ہین چنانچہ قولہ منہم ظالم لنفسہ ومنہم مقتصد ومنہم سابق بالخیرات باذن اللہ الآیہ کی تفسیر مین صحیح ہوا کہ کل منہم علی خیر یعنی یہ سب بہتری پر ہین پس ظلم کا یہان وہ مرتبہ نہین ہے جو کفر وشرک کا ظلم ہوتا ہے بلکہ جیسے انسان کو حمل امانت پر ظالم وجاہل فرمایا ہے پس ایسے ظالم کے حق مین اللہ تعہ کیطرف سے تاکید ہے کہ ادب وحسن مراقبہ وتعظیم مین کوشش رکھے اور دعوے انانیت مین مستغرق نہو جیسا کہ بعض مجذوبون کو واقع ہوا اور خواص ابصار انکے حق مین یہ ہے کہ ظہور اکبر کے وقت سطوات عظمت مین ایسے مستغرق ہونگے کہ انکی نظرین بالکل خودی سے فانی ہو جاوینگی کسی طرف التفات کی قدرت نہوگی اور ہوا العلوب انکا خالی ہونا جمیع تصورات وادراکات سے بلکہ عقول وارواح سے بھی کہ عزت وجلال قدم سے انکو کچھ ادراک نہوگا کہا گیا کہ شہود بندہ محل حضور ہے اور شہود الحق عز وجل حافظ عظمت و

کمال ہے احمد بن خضرویہ رح نے کہا کہ اگر مجھے شفاعت دیجاوے تو پہلے اپنے ظالم سے شروع کردن جس سے مجھے اللہ تعالے کی پرستش نصیب ہوئی یعنے قولہ ولا تحسبن اللہ غافلا عما یعمل الظالمون میمون بن مہران رح نے کہا کہ یہ آیت کافی وعید ہے ظالم کو اور تسکین ہے مظلوم کو ابن عطا رح نے کہا کہ اہل الحق کے قلوب سوائے حق عزوجل کے کسی سے آرام نہین پاتے مین اسی کی مشیت پر قائم مین۔ قولہ وسکنتم فی مساکن الذین ظلموا انفسہم ظالمون کے وطن مین سکونت یہ ہے کہ جسم پر نفس امارہ وشہوات کا قابو زیادہ ہے جو ظہور قہریات کے مظاہر مین اور آدمی جب تک خلوص ارادت سے دعوی والون کے پڑوس سے باہر نہو تو اسکا نفس باطل دعوے اور ظلم کا عادی ہوجاتا ہے شیخ ابوعثمان رح نے فرمایا کہ جو شخص بلاضرورت فاسقون اور گناہ کرنے والون کے ساتھ میل کرے اور انکی مصاحبت وپڑوس اختیار کرے تو یقین جانے کہ اسکے دل مین فسق ومعصیت پوشیدہ ہے جسکو ظہور کرنے کی خواہش ہے اور حیلہ ڈھونڈھتی ہے کیونکہ اللہ تعہ نے ظالمون کے پڑوس مین رہنے والون کی مذمت فرمائی اور وہان مقام کرنے والے کو معذور نہین رکھا بقولہ تعہ الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتہاجروا فیہا کہا جاتا ہے کہ فاسقون وفاجرون کے ساتھ رہنے والے انہین شریک ہین جو وہ پاوین وہی یہ پاوین اور حق شرع ادا کرنا انہین آسان نہین ہے بہ نسبت انسے دوری اختیار کرنے کے واللہ تعہ اعلم قال اللہ تعالے

فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝ یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ

سو مت خیال کر کہ اللہ کو خلاف کرنے والا اپنے وعدہ کا اپنے رسولون سے اللہ بیشک سب قدرت والا اور بدلا لینے والا ہے جس دن بدلی جاویگی زمین اسکی جگہ

غَیْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝ وَتَرَی الْمُجْرِمِیْنَ یَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِیْنَ

دوسری اور سب آسمان اور سب نکل آوینگے واسطے اللہ واحد القہار کے اور تو دیکھیگا نافرمانون کو اس دن بندھے ہوئے

فِی الْاَصْفَادِ ۝ سَرَابِیْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰی وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ۝ لِیَجْزِیَ اللّٰهُ کُلَّ نَفْسٍ مَّا

قیدیون مین انکے پاجامہ ہونگے قطران کے اور ڈھانکیگی انکے چہرون کو آگ تاکہ بدلا دیوے اللہ ہر نفس کو جو کچھ

کَسَبَتْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ۝ هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِیُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِیَعْلَمُوْا اَنَّمَا

اسنے کمایا ہے بیشک اللہ تعہ جلد حساب کرنے والا ہے یہ پہنچا دینا ہے لوگون کو اور تاکہ انکو ڈرسنایا جاوے اور تاکہ جان لیوین کہ

هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِیَذَّکَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ ع ۱۱ ۱۹

وہ تو اکیلا ہی اللہ ہے اور تاکہ نصیحت مانین سمجھ والے

منجملہ انذار کے یہ آیات بھی ہین اور قدرت حق عزوجل ہے کہ آنحضرت صلعم کے خلیفہ جنکے قبضہ مین اسقدر ملک وسلطنت تھی کہ آجتک کسی کو نصیب نہین ہوئی ہے اور اصحابؓ جنکے پیچھے دولت دنیا وخزانہاے قیصر وکسری ہاتھ باندھے کھڑے ہوے لوگ دنیا سے بیزار اور ہمیشہ روزہ رکھنے والے اور راتون کو جاگنے والے نمک و روٹی پر کفایت کرنے والے تھے انکو یہ آیات نافع ہوئی تھین کہ بیہوش ہوجاتے تھے اور انکے سوائے کافر مشرک منافق محض دنیا کے کتے انکو کچھ نفع نہین ہوتا ہے اور سچ ہے کہ اللہ تعہ نے قرآن مین صحیح آیات سے یہ خبر دیدی ہے اور کافرون کو کچھ نفع نہین ہوتا بلکہ گمان کرتے تھے کہ صحابہؓ بالفعل اسقدر ضعیف وکمزور ہین کہان سے ملک کسری وقیصر فتح کرینگے وقال تعہ۔ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ سو تو کبھی نگمان کیجیو اللہ تعہ کو خلاف کرنے والا اپنے وعدہ مین اپنے رسولون سے۔ اسمین تمام امت کو طمانینت ہے کہ اللہ تعہ اپنے رسول کو غلبہ دیتا ہے ولیکن اسکی حکمت ایسی خوبصورت پیرایہ مین ہے کہ مومنون کو اپنے فضل وہدایت سے مستقیم رکھتا ہے ورنہ کافر لوگ تو ہرگز نہین سمجھتے اور گویا خوشی سے کر مین گرفتار وگمراہ مین حالانکہ پھر تو کچھ شک نہین رہا کہ اللہ تعہ نے سلطنت کسری وقیصر کو انہین فقیرون پر فتح کردیا۔ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ بیشک اللہ تعہ غالب ہے سب کچھ اسکے قبضہ مین مقہور ہے۔ ذُو انْتِقَامٍ بدلا لینے والا ہے یعنے نیک بندون کے لیے ظالمون سے

بدلا دیتا ہے۔ قتادہ رح نے کہا کہ قسم ہے اسی کی کہ بیشک اپنے حکم میں بالکل غالب ہے اسکا بدلا دیا انتقام اور غالب ہے کہ کفار کے حق میں ایسا ہے جیسے کوئی کہ میں ہلاک ہو جاوے
اسکا کہ بہت زبردست قوی ہے۔ یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ بیان کر جس دن بدلی جاویگی یہ زمین یعنی جو تم مشاہدہ کرتے ہو غَیْرَ الْاَرْضِ دوسری زمین سے یعنی کافر جو اپنے
آپ کو اور سبزہ کو مثل گھاس کے خودرو اور خواہ مخواہ بنا ہوا اور بے انجام جانتا ہے وہ بالکل بیوقوف ہے اسکے آگے وقائع ہولناک و عجائب قدرت کے آثار ہیں۔ واضح ہو کہ
دہریہ و نیچری وغیرہ جو ایسا خیال کرتے ہیں انسے پوچھو کہ پھر تم لوگوں کے واسطے زمین و اسکی چیزیں نہیں بلکہ تم زمین کے لیے ہو کہ گھاس کیطرح پیدا ہو کر اسکو درست کرو
عمارتیں کھڑی کریں بناؤ پھر مر جاؤ دوسرے آویں اور مزدوری کریں تمہاری عقل خوار ہے جب پانی زیادہ برسے تو تمہارا گھروندا گر جاوے۔ زمین و آسمان باقی رو دائمی
کیسے ہوویں ہی رہینگے مگر تم محض بیقدر خودرو گھاس ہو۔ زمین وغیرہ میں عقل نہیں مگر افضل ہے تو تمہاری عقل محض ہیچ ہے بھنور کا درخت کئی سو برس باقی رہا مگر تم
اس قابل بھی نہ تھے تو تم سے وہ بیشک اچھا ہے اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتا ہوں ان احمقوں کی جہالت سے صحیح یہی ہے کہ انسان افضل اور اسکے واسطے آغاز و انجام ہے اور اپنی
عقل سے استدلال کرتا ہے کہ نظام عالم ایک خالق عزوجل کی مخلوقات ہے اور وہ اسکو ہر طرح بدلکر پیدا کر سکتا ہے پس ذرا بھی شبہہ نہیں جو اسنے فرمایا کہ یاد کر وہ دن کہ
زمین بدلجاویگی سوا اس زمین کے۔ اب جاننا چاہیے کہ تبدیل کبھی ذات میں ہوتی ہے اور کبھی صفات میں ہوتی ہے اور زمین کی تبدیل جیسا کہ نصوص سے ظاہر ہوتا ہے
دونوں طرح بدلجاویگی۔ وَالسَّمٰوٰتُ اور آسمان بھی اسی طرح بدلے جاوینگے۔ شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ جو کچھ اوپر مذکور ہوا وہ اس دن ہو جاویگا جس دن یہ تبدیل
واقع ہوگی اور صحیحین میں سہل بن سعدؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ حشر کیے جاوینگے لوگ قیامت کے روز زمین صاف پر جیسے میدہ کی روٹی جس میں کسی
شخص کا نشان نہوگا یعنی تودہ وغیرہ کچھ نہوگا اور حضرت ام المومنین صدیقہؓ نے پوچھا کہ اس دن آدمی کہاں ہونگے فرمایا کہ صراط پر ہونگے رواہ مسلم والترمذی وابن ماجہ
وقال الترمذی حسن صحیح واحمد اور دوسری روایت میں قولہ والارض جمیعا قبضتہ والسموات مطویات بیمینہ الآیہ کی تفسیر میں پوچھا کہ لوگ کہاں ہونگے فرمایا کہ جہنم پر
پل سے گزرتے ہونگے اور صحیح مسلم میں ثوبانؓ سے روایت ہے کہ میں حضرت کے پاس کھڑا تھا کہ ایک یہودی عالم آیا اور کہا السلام علیک یا محمد تو میں نے اسکو
ایسا دھکا دیا کہ قریب تھا کہ گر پڑے تو مجھ سے بولا کہ تو نے مجھے کیوں دھکیلا میں نے کہا کہ تو نام لیتا ہے رسول اللہ نہیں کہتا بولا کہ جو نام انکا انکے گھر والوں نے رکھا ہے
وہی نام لیتا ہوں آنحضرت نے فرمایا کہ میرا نام محمد ہے جو میرے گھر والوں نے رکھا ہے پھر یہودی نے کہا کہ میں آپ سے پوچھنے آیا ہوں آپ نے فرمایا کہ بھلا تجھے نافع ہوگا
جو میں بیان کرونگا بولا کہ میں اپنے کانوں سے سونگا پس آنحضرت نے ایک لکڑی سے جو آپ کے ہاتھ میں تھی زمین کو چھوا پھر فرمایا کہ پوچھ پس اسنے کہا کہ جس دن
زمین و آسمان تبدیل ہونگے لوگ کہاں ہونگے آپ نے فرمایا کہ اندھیری میں جہنم کے پل سے ادھر ہونگے بولا کہ پھر اول کسکو اجازت ہوگی فرمایا کہ مہاجرین میں سے فقراء کو
بولا کہ پہلا تحفہ انکا کیا ہوگا جب جنت میں پہنچینگے فرمایا کہ مچھلی کے جگر کا زائدہ پھر بولا کہ اسکے بعد ہی کیا ملیگا فرمایا کہ ثور الجنہ جو اسکے اطراف سے چرتا ہے ضیافت ہوگا
پوچھا کہ کیا پینے کو ملیگا فرمایا کہ چشمہ سلسبیل کا پانی کہنے لگا کہ آپ نے سچ فرمایا پھر بولا کہ ایک اور بھی بات امتحان کرنے آیا ہوں جسکو سوائے نبی یا ایک یا دو آدمیوں کے
کوئی نہیں جانتا فرمایا کہ تجھے کچھ نفع ہوگا میرے بیان سے بولا کہ اپنے کانوں سونگا پوچھا کہ میں فرزند کو پوچھنے آیا ہوں فرمایا کہ مرد کا پانی سپید ہے اور عورت کا زرد ہے
جب دونوں مجتمع ہوئے پھر عورت کی منی مرد کی منی پر چڑھ آئی تو اللہ تعالیٰ کے ارادہ پر لڑکا ہوتا ہے اور اگر عورت کی منی اسپر چڑھ آئی تو اللہ تعالیٰ کے ارادہ پر لڑکی ہوتی ہے یہودی بولا
کہ بیشک آپ نے سچ فرمایا اور بیشک آپ نبی ہیں پھر رخصت ہو گیا پھر آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اسنے جو کچھ مجھ سے پوچھا مجھے اسکا علم نہ تھا مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے علم دیدیا رواہ الامام
مسلم فی صحیحہ اور ابن جریر کی روایت میں ہے کہ لوگ اس دن اللہ تعالیٰ کے مہمان ہونگے اور اللہ تعالیٰ کے یہاں جو کچھ ہے وہ لوگوں کو عاجز نہیں کریگی۔ رواہ ابن ابی حاتم اور
شعبہ نے عمرو بن میمون سے روایت کی کہ زمین کے بدلے زمین ہوگی جیسے سفید چاندی خالص نہ اسمیں کوئی خون بہایا گیا اور نہ اسپر کوئی گناہ کیا گیا نظر اسکے پار ہوگی
اور آواز پکارنے والے کی سنائی دیگی لوگ ننگے پاؤں ننگے بدن بے ختنہ جیسے پیدا کیے گئے اور مجھے یاد پڑتا ہے کہ کہا کہ کھڑے ہونگے یہاں تک کہ پسینہ انکو بھر لیگا۔ عمرو
بن میمون نے اور زر بن حبیش نے اسکو عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کیا ہے رواہ ابن جریر اور زیدؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت نے صحابہ کو تبدیل الارض میں

Marfat.com

فرمایا کہ صاف سفید مثل چاندی کے ہوگی پھر مدینہ کے گرد یہودی عالموں کو بلانے بھیجا اور بعضے اصحاب سے فرمایا کہ تم جانتے ہو کیوں میں نے بلوایا ہے اسلیے بلوایا کہ دے لوگ توریت سے بیان کریں جب آگئے تو انسے فرمایا کہ تبدیل الارض بیان کرو انھوں نے کہا کہ زمین سفید مثل میدے کی روٹی کے ہوگی رواہ ابن جریر ایسی ہی تفسیر حضرت علی و ابن عباس و انس بن مالک و مجاہد سے مروی ہے کہ زمین اُس دن چاندی کی ہوگی اور حضرت علی رضہ سے مروی ہے کہ آسمان سونے کے ہونگے اور واضح ہو کہ حضرت ابن مسعودؓ و دیگر صحابہ و تابعین سے زمین کا میدے کی روٹی ہونا اور آسمانوں کا باغ ہونا بھی مروی ہے اور یہ بھی مروی ہے کہ زمین تانبے کی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضہ سے مروی ہے کہ زمین و سمندر سب آگ کے ہونگے اور صحیحین میں ابو سعیدؓ کی حدیث مرفوع ہے کہ زمین اُس دن ایک روٹی ہوگی کہ حضرت جبار جل جلالہ اپنے دست قدرت سے اسکو کوٹ پوٹ دیگا نزل اہل جنت کے لیے یعنے ہنوز وہ لوگ جنت میں نہیں پہونچے ہونگے امام قرطبی وغیرہ نے اس کی تحقیق کر دی ہے اور صحیح یہ ہے کہ زمین کی تبدیل صفاتی و ذاتی دونوں طرح کئی بار واقع ہوگی پس نفخ صور و قیام محشر میں زمین صاف سفید ہوگی کہ نہ اُسپر علامت اور نہ خون و گناہ کا اثر ہوگا پھر جب خلائق من جہنم کے پل پر ہونگے تو کفار کے لیے آتشی و تانبے وغیرہ کی ہوگی اور تاریکی ہوگی اور اس پار مومنوں کے لیے مثل روٹی کے پھر جنت میں درمکہ بیضاء مشک خالص ہوگی اور حق یہ ہے کہ یہ سب امور جس طرح اللہ تعالیٰ چاہے واقع ہونگے انمیں کوئی تفصیل اسوقت ممکن نہیں ہے کیونکہ محشر کے اوقات و حالات مختلف ہیں اور امر آخرت کی کیفیات بالکل مخفی ہیں پس اہل ایمان و عقل ان سب امور کو صحیح و قدرت حق تعالیٰ میں ادنیٰ امور دیکھتے ہیں اور خوب ظاہر ہے کہ جو لوگ اس خاکی زمین کو خرابہ و نیچا نیچا دیکھتے ہیں با وجودیکہ چورس مربع یا مدرجیا بنانے اور کوشش کر کے ہلاک ہوتے ہیں قادر قیوم جل شانہ کی قدرت میں آسان تھا مگر نمونہ اسکی خواری کا ہے اور ہموار خوبصورت جو قیاس میں نہ آوے جہان باقی ہے حالانکہ ایک پھول ایسے نمونہ پر دیا کہ ہم اسکے مثل کسی طرح نہیں بنا سکتے ہیں پس اللہ تعالیٰ جل شانہ کی صفات پاک ہیں اور کلام سچا ہے اور رسول برحق ہے وہی صحیح ہے جو انسے فرمایا و مراد لیا ہے پس ایمان لائے ہم کہ بدلی جاویگی زمین سوائے اس زمین کے اور بدلے جاوینگے آسمان۔ وَبَرَزُوْا۔ اور ظاہر ہونگے تمام لوگ اپنی قبروں سے یا مراد فقط ظالم لوگ ہوں اگرچہ سب ظاہر ہونگے کیونکہ سیاق ظالموں کا ہے یعنے قبروں سے نکلینگے تاکہ اپنے اعمال و کردار کے بدلے اٹھاویں۔ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ واسطے حکم اللہ واحد قہار کے۔ وہ قاہر ہے سب اسکی قدرت میں مقہور ہیں انکو ایک زجر سے آواز دیجاویگی کہ سب کے سب اس زمین تبدیل شدہ پر قائم ہونگے۔ وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ اور تو دیکھیگا نافرمانوں کو یعنے اللہ تعالیٰ کو نہ ماننے والے کافروں مشرکوں وغیرہ کو اس دن۔ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ زنجیروں سے ملا کر جکڑے ہوئے اصفاد زنجیریں بقول سعید بن جبیر یا بندان بقول ابن عباس یا بیڑیاں و طوق بقول قتادہ۔ اور باہم مجرموں کا مقرون ہونا اپنے اپنے خراب عقائد و اعمال کی شرکت سے ہے مانند قولہ واذا النفوس زوجت۔ یا اپنے اپنے شیطان کے ساتھ جو دنیا میں باطنی زندگی پر ہیں وہاں یوم ظہور میں ظاہری زندگی پر جکڑے کھلے ہونگے مانند قولہ نقيض له شيطانا فهو له قرين۔ اور ظاہر یہ ہے کہ آدمیوں میں سے ہر قسم کے گمراہ لوگ مع اپنے ظاہری پیشوا آدمی کے اور مع باطنی پیشوا شیطانوں کے یکجا جکڑے ہونگے اور سب شیاطین کا پیشوا شیطان ابلیس بھی سب کے آگے ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم پھر انکی ہیئات قبیح بیان فرمائی مع لباس کے۔ سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ قمیصیں یا پائجامہ انکے قطران سے ہونگے یعنے انکے جسموں پر قطران بدبودار ملا ہوا اُس عالم میں سرابیل ہوگا اور قطران ایک چیز مٹی کے تیل کے مانند زمین سے ابلتی ہے اسکا چشمہ ہوتا ہے سیاہ رنگ بہت بدبودار قتادہؓ نے کہا کہ اسمیں آگ بہت لگتی ہے ابن عباس کہتے تھے کہ قطران گلا ہوا تانبا جسکی حرارت انتہا کو پہونچ گئی اور ایسا ہی مجاہد و عکرمہ و سعید بن جبیر و حسن و قتادہ سے مروی ہے اور معنے اسکے یہ ہیں کہ قطر بمعنے تانبا اور آن بمعنی شدید الحرارۃ پس قطران پگھلایا ہوا تانبا جسکی حرارت حد کو پہونچی ہے اور حدیث میں ابو مالک اشعریؓ سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا چار باتیں میری امت میں امور جاہلیت سے ہونگی انکو نہیں چھوڑینگے ایک تو حسب پر فخر کرنا اور دوم نسب میں طعن کرنا اور سوم نجوم پر پانی مانگنا یعنے فلاں ستارہ سے پانی برسیگا اور چہارم میت پر بین کر کے پیٹنا اور مردے پر پیٹنے والی رونے والی عورت نے اگر موت سے پہلے توبہ نہیں کی تو قیامت کے روز کھڑی کیجائیگی اس حال سے کہ اسپر قطران کی سربال ہوگی اور جرب کی کرتی ہوگی رواہ مسلم و احمد۔ وَتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ اور چھائی ہوگی انکے چہروں پر آگ

جیسے دوسری آیت میں فرمایا وتلفح وجوھھم النار اور آگ کا گھیرنا اگرچہ عام بدن کو ہو گا مگر چہرہ اشرف جزو تھا اور قبیح صورت کے لیے کافی تو اسکو بیان فرمایا اور سنن کی روایت میں پیٹنے والی عورت کے حق میں ہے کہ اگر بے توبہ مر گئی تو دوزخ وجنت کے درمیان راہ پر کھڑی کیجائیگی اسپر قطران کی سربال ہو گی اور اُسکے چہرہ کو آگ چھائی ہو گی۔ لِیَجْزِیَ اللّٰہُ یہ فعل ان لوگوں کے ساتھ اسلیے ہونگے کہ اللہ تعالیٰ بدلا دیوے۔ کُلَّ نَفْسٍ ہر نفس کو مرد ہو یا عورت ہو۔ مَا کَسَبَتْ وہ جو اُسنے کمایا یعنے اسکی کمائی کے موافق اسکو جزا دیوے پس معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہر نفس کی بدکاری وگناہ سے پاک بےپرواہ ہے جیسے ہر ایک کی طاعت سے مستغنی ہے ہر نفس جو کرتا ہے اسکا نفع وضرر اسی پر عائد ہے گویا کہ اس جہان کے اعمال وافعال دوسرے جہان میں اپنی اپنی جزا کے ساتھ ہونگے۔ اِنَّ اللّٰہَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ بیشک اللہ تعالیٰ سریع الحساب ہے اُسپر کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے کہ دریافت کرنے میں دیر ہو اور تمام خلق اسکے نزدیک بمنزلہ ایک ذرہ کے ہے یا کم لیکن بندوں پر حجت کے لیے ایام دنیا کے آدھے دن کی مقدار پر حساب فرماویگا جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کما ذکر ذلک السیوطی اور اہل ایمان جنکو اللہ تعالیٰ بخشیگا انکو نامۂ اعمال دکھلائے جاوینگے اور پوچھا نہ جاویگا بلکہ اللہ تعالیٰ تجاوز فرماویگا اور جس سے پرسش ہو گی وہ ضرور مواخذہ میں آجاویگا اللہ تعالیٰ اہل اسلام سے تجاوز فرماوے برحمتہ ومغفرتہ آمین۔ ھٰذَا یہ قرآن بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ پہونچا دیا گیا ہے لوگوں کو یعنے اللہ تعالیٰ کا حکم لوگوں کو پہونچایا گیا کہ اپنی نیکی بدی پہچان کر سعادت کے مراتب حاصل کریں اور شروع سورہ میں بھی فرمایا تھا کہ کتاب انزلناہ الیک لتخرج الناس من الظلمات الی النور بس ختم بھی کر دیا کہ ان دلائل توحید سے آغاز وانجام وکام معلوم ہو گیا ہر ایک اپنے لیے راہ راست ڈھونڈھے اور فرمایا لانذرکم بہ ومن بلغ یعنی اے عرب تمکو میں انذار کروں اور جسکو پہونچے پس جن لوگوں کو قرآن پہونچا سب پر اتباع فرض ہو گئی اور آنحضرت صلعم نے سوائے عرب کے باقیوں کو بذریعہ صحابہ رض کے پہونچایا پس صحابہ آپ کے قائم مقام ورسول کے رسول ہیں لہذا جو انپر طعن کرے وہ رسول پر طعن کرکے کافر ہو گا۔ پھر یہ قرآن کس طور سے پہچانا جاوے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے تو میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے دو باتوں پر صریح کر دیا کہ ذرا بھی شک نہیں ہو سکتا اول تو محمد رسول اللہ پیغمبر صادق مصدوق تھے کہ قریش وتمام عرب آپ کی سچائی پر متفق تھے تو صریح ہے کہ کوئی آپس میں جھوٹ نہ بولے پھر اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے پھر کیونکر جھوٹا شخص اتنے معجزات دکھلا سکتا ہے دوم یہ کہ جو بات لاکھوں آدمی ہر زمانہ میں بیان کریں وہ خبر بالکل سچ ہوتی ہے اور قرآن سب جہان کے نزدیک متواتر چلا آتا ہے لاکھوں آدمیوں نے ہر زمانہ میں اسکو حفظ کیا اور پڑھا پڑھایا ہے اب میں کہتا ہوں کہ اس قرآن میں جابجا تمام عرب کو کہا گیا کہ تم اسکے چھوٹے سورہ کے مثل لاؤ اگر تم اسکو آدمی کا کلام سمجھتے ہو لیکن انسے ہرگز ممکن نہوا اور تلوار سے جان دینا وارنا قبول کیا اگر لاسکتے تو کیوں ایسا کرتے اور سب نے اسکے معجزہ بےمثل تسلیم کیا اور جیسے جادو کو عجیب سمجھتے ہیں اسکو جادو قرار دیا اور جب تمام عرب دل سے آخر تک اسکے اعجاز بلیغ ہونے کا اقرار کر چکے تو سوائے عرب کے کون زباندان عربی کا ہے جو مقابلہ کا دعوی کرے اور جو دعوی کرے وہ محض جھوٹا اور بالکل بیوقوف ہے تب ثابت ہو گیا کہ یہ قرآن بیشک آدمی کا کلام نہیں ہے پس اللہ تعالیٰ کا پیغام بندوں کے لیے ہے تاکہ اسپر ایمان لاویں۔ وَلِیُنْذَرُوْا بِہٖ اور تاکہ اس سے انکو ڈرنایا جاوے پس بدکاری وگمراہی میں نڈر نہ ہوں اور اپنے رب سبحانہ وتعالیٰ سے شرک نہ کریں اور ایسے فعل نہ کماویں جو دوسرے جہان میں انکے ساتھ آگ وعذاب ہوں کیونکہ جو کچھ اپنے ساتھ اپنے ظاہر وباطن پر لباس چڑھاوینگے وہی دوسرے جہان میں انپر ظاہر ہو گا۔ وَلِیَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا اور تاکہ یقین جان لیں قرآن کی صریح صاف صاف سچی دلیلوں سے کہ۔ اَنَّمَا ھُوَ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ وہ تو اکیلا اللہ ہے کسی صفت میں اسکا کوئی شریک نہیں ہے۔ وَّلِیَذَّکَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ اور تاکہ نصیحت پاویں عقل والے لوگ۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس نے قرآن سے نصیحت نہ پائی وہ احمق بےعقل ہے کیونکہ قرآن مجید میں مخلوقات کی وجود وصفات سے اور آدمی کی خود ذات وصفات وحالات سے ایسے صریح دلائل بتلائے ہیں کہ بعد انکے ہرگز وہم ووسواس کو مجال شبہ نہیں رہتی سوائے اس شخص پر جسکو بالکل عقل نہیں ہے ف فی العرائس قولہ یوم تبدل الارض غیر الارض والسموات وبرزوا للہ الواحد القہار تفسیر اس کی سابق میں مفصل مذکور ہوئی اور اشارت میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ واحد قہار کے واسطے بروز وظہور اسوقت ظاہر ہو جاتا ہے جب آدمی کی وہ زمین قلب بدلے جسپر ظلم و فسق وفجور وحرام کاری وحرامخوری وکبر ورعونت ونامردی وغیرہ اخلاق ذمیمہ وافعال قبیحہ بھرے ہوئے تھے پس جب اُسنے اس زمین کو بدیوں سے پاک کر دیا اور

Marfat.com

وہ بدلی کہ اسمین سے صفات بشری وخطرات ردیہ نفسانی زائل ہوئے اور روحانیہ خصائل واسطے نور شہود جمال احدیت کے پیدا ہوئے تو آسمان ما لطہ ارواح بھی مبدل ہوتے ہین بدین معنے کہ انکو ذاتی استعداد حدوثیت سے خارج کرتی ہے کہ انوار عظمت کو برداشت کرین پس صفات لطائف آئینہ کا ظہور ہوتا ہے بالجملہ ارواح وقلوب بدلکر محل ضیق سے نکلکر محل بسط مین آتے ہین اور خوف سے امید مین اور رسوم عبودیت سے مشاہدہ ربوبیت مین ظاہر ہوتے ہین پس بروقت ظہور ان قلوب و ارواح کا اماکن غیب سے بیہوش وحیران بسبب غلبہ شوق وعشق کے جمال ازلی حق پر ہوتا ہے اگر تو انکو دیکھے تو رداء کبریا در دار عظمت سے متعلق اپنے پاک رب جلشانہ سے اپنے فراق سے فریاد کرتے ہین اور ظاہر ارض وسما رتاریکی خلقت وظلمت سے بدلکر استیلاء انوار قدم کی تحت قہر مین منور ہونگے اور بحکم کل شی ہالک الا وجہہ تمام وجود ذیل قدم مین داخل ہوگا اور سچ پوچھو تو وہ تھے کب جو اب ہالک ہون وہ تو وجود حق کے پہلو مین لاشئی ولا وجود سے کمتر تھے . واسطی رح نے کہا کہ جب بدان پر انوار حق تعہ کا ظہور ہوگا تو ارض وسما ثابت نہین رہ سکتے ہین قولہ ہذا بلاغ للناس ولینذروا بہ الی قولہ اولوالالباب - یہ آیت اصل مین مقام عبرت عارفین ہے کیونکہ اہل عقل وآدمی وہی ہین پس معرفت سے انکا شوق بجانب جمال اور انکا خوف از فراق بڑھیگا خوب جانو کہ اسکی معرفت سے نادوام لاعلمی ہے لیکن عوام لوگ تو ظلمات مین بیراہ ہین اور وے لوگ ہین کہ نور مین رہ براہ ہین مگر معرفت حق سبحانہ تعہ مین تو درحقیقت ظلمون ہین یا رسوم ہین جب بفضل ورحمت ارحم الراحمین اسکو معائنہ کرینگے تو اسکو پہچانینگے اور اپنی جہالت بھی جانینگے اور جو کچھ اسکی معرفت وعبادت مین سراسر قصور ہوا ہے جب بحر توحید ودیدار پاک مین غرق ہونگے تو سمجھینگے کہ انما ہو الہ واحد اور یہ شان تو اہل عرفان کی ہے پس کافرون وبے ایمانون کا حجاب خیال کرو کہ فرمایا. کلا انہم عن ربہم یومئذ لمحجوبون. پھر یہ معرفت وادراک نہین ہے جو اہل عقل وعلماء حقیقت وصاحبان معرفت مین وہی عاشقان شاہد ہین جنہون نے بحکم قولہ یجاہدون فی سبیل اللہ باموالہم وانفسہم اپنی جان و مال کو اسپر قربان کرتے ہین اور شرمندہ ہین اور اس مین انذار ہے کہ اہل سعادت ہمیشہ بدصحبت وبدون سے اور مخالف ومخالفون سے پرہیز کرین اور بہت دور رہین کہ جب قلب اسکا عادی ہوا تو اندھا ہو جاتا ہے اور صحیح حدیث سے صحبت نیک وبد کا اثر ثابت ہے واللہ تعالے اعلم - واضح ہو کہ ایک آیت اس

پارہ سے سورہ حجر کی تکمیل کے لیے پارہ ۱۴ مین ہے

تم الثالث عشر ویتلوہ الرابع عشر من سورۃ الحجر -

Marfat.com

دوسرے ان سختیون اور مصیبتون پر یہ توحید جاننا کہ سب بحکم الٰہی ہین و اسپر راضی ہونا اور مین نے جو کہا کہ یہ جاننا کہ سب بحکم الٰہی ہین یہ بالکل صحیح ہے اگرچہ اس زمانہ کے بہت لوگ جو اپنے آپ کو بڑا ذی علم و مہذب جانتے ہین اس سے بالکل منکر ہین اور سوائے نادانی کی باتون کے عقلی دلیل کوئی نہین رکھتے ہین تو مین کہتا ہون کہ یہان یہ سوال ہے کہ زید پر عمرو نے جو سختی کی کیا اللہ تعالےٰ جو دونون کا خالق ہے وہ اس سے آگاہ ہے یا نہین ہے. اگر تم کہو کہ وہ کیا جانے تو نعوذ باللہ تم نے خالق کو جاہل بنایا اور یہ بالکل غلط ہے جو خالق و معبود ہے اُسکا علم و اسکی قدرت سب مخلوق کو گھیرے ہوئے ہے اور جس نے اپنا خالق و اپنا معبود ایسا جاہل بنایا وہ خود سخت جاہل ہے بھلا اُسکے عبادت کرنے اور دعا مانگنے کی اُسکو کیا خبر ہوگی۔ غرضکہ یہ سوائے دیوانہ جاہل احمق کے کوئی نہ کہیگا. تو صحیح یہ ہوا کہ خالق عزوجل جانتا ہے اب بتلاؤ کہ اُسکا ارادہ کیا ہے آیا یہ کہ ایسا ہو یا نہو پس اگر یہ ارادہ ہو کہ ایسا نہونے پاوے تو عمرو کی کیا مجال ہے کہ اُسکو سختی پہونچاوے اور اگر اسکی کسی حکمت سے یہ ہے کہ ایسا ہو تو عمرو سے ضرور ہوگا اب رہا یہ کہ وہ راضی ہے یا نہین تو وہ راضی نہین ہے چنانچہ ہم راضی نہین ہین کہ اپنے بچہ کو مارین مگر مارنے کا ارادہ اُس کی بُری حرکت پر ضرور ہے اور اللہ تعالےٰ کے معاملہ مین ہمکو حکمت دریافت نہین ہو سکتی کہ یہ کیون ہوا اس لیے کہ اسکی حکمت سے تمام جہان بے انتہا ہر ہر ذرہ اپنے اپنے موقع پر بے انتہا منافع کے ساتھ قائم ہے تو اسقدر بے انتہا سمجھ ہماری نہین ہے کہ اُسکی حکمت کا ایک ذرہ بھی ہم احاطہ کرلین وہ خالق ہے ہم اور ہماری سمجھ اُس کی حکمت کی بنائی ہوئی ہین تو اسکا خیال بھی حماقت کا داغ ہے پس اب صحیح معلوم ہوگیا کہ یہ سختی بارادہ حق عزوجل تھی۔ اب عالم دیندار یہ یقین کرکے راضی ہوگا کہ اس سختی کو بسر و چشم قبول کرون کہ وہ میرے خالق عزوجل کے ارادہ سے ہے۔ پس دو باتین ہوگئین ایک سختی اُٹھانا حالانکہ دوسرے لوگ راحت مین ہین۔ دوم اسپر رضامندی۔ پس دونون کے عوض بڑا ثواب ہے اور رضامندی پر نہایت ہی اعلیٰ درجہ کا ثواب ہے۔ اب جانو کہ اللہ تعالےٰ نے یہان صرف دنیاوی بدن کی سختی کے عوض اُن کو دنیاوی نعمت یہ عطا فرمائی کہ بادشاہ مصر کے وزیر اعظم خود مختار ہوئے اور نعمت اس وجہ سے تھی کہ اسمین بھی ثواب عظیم تھا ایک تو عدل قائم کرنے کا اور دوم ایمان کے ساتھ دولت تبلیغ رسالت کا. حدیث مین ہے کہ اگر ایک آدمی تیرے ہاتھ پر ایمان سے مشرف ہو تو تجھے سُرخ اونٹون سے بہتر نعمت ہے۔ جیسے بولتے ہین کہ اکسیر سے بڑھکر یا دنیا و مافیہا سے بڑھکر ہے۔ یہان تو بادشاہ ایمان سے مشرف ہوا مگر باوجود بادشاہت کے اُس کا یہ مرتبہ نہ تھا جو حضرت یوسف علیہ السلام کو اس نعمت مین حاصل ہوا یہ محض فضل الٰہی ہے کہ پوری نعمت کے سب رکن اپنے اپنے موقع پر پورے ہون لہذا فرمایا۔ نُصِيبُ بِرَحْمَتِنَا مَن نَّشَاءُ حصہ دیتے ہین ہم اپنی رحمت سے جس کو چاہتے ہین۔ اللہ تعالےٰ خالق عزوجل خود مختار ہے جس مخلوق کو چاہے جو کچھ عطا فرمادے اور چونکہ علیم و حکیم ہے لہذا ہم سب بندے یقین کرتے ہین کہ عین حکمت کے ساتھ ہے۔ اس نعمت کو رحمت قرار دیا کیونکہ عدل ایک ساعت کا ثواب ایک حج مبرور کے برابر مذکور ہے اور ایک شخص کا ایمان لانا سُرخ اونٹون سے بہتر ہے۔ وَلَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ اور ہم ضائع نہین فرماتے نیکی کرنے والون کا ثواب۔ رازی رح نے کہا کہ ثواب ضائع کرنا یا تو اس وجہ سے ہوتا ہے کہ آدمی کو اتنی مزدوری دینے کی طاقت نہین ہے یا کسی وجہ سے عاجز ہے یا بخل کی وجہ سے نہین دینا چاہتا یا بادشاہ کو خبر ہی نہین کہ فلان کارپرداز نے کیا کام کیا تو بیچارے کی مزدوری ضائع ہوجاتی ہے اور اللہ تعالےٰ کی جناب پاک مین یہ سب ممتنع ہے نہ وہ عاجز ہے نہ وہ بخیل ہے نہ وہ نادان ہے ایک چیونٹی کی جنبش ایک پہاڑ کی کھوہ مین اندھیری رات مین اُسکے علم کے سامنے حاضر ہے اور مترجم نے قولہ و ما تسقط من ورقة الا یعلمہا الآیۃ کی تحت مین تفصیل کی ہے حالانکہ ہر تفصیل و توضیح و عبارت و اشارت حضرت باری تعالیٰ شانہ کی صفات پاک مین عاجز ہین وہ خالق یہ مخلوق وہ قدیم یہ حادث لہ الحمد فی الاولیٰ والآخرة سبحانہ و تعالیٰ عما یشرکون. پھر حق تعالیٰ نے تعریض فرمائی دوسری بات پر جو اوپر مذکور ہوئی کہ حضرت یوسف علیہ السلام ہر محنت کے وقت راضی رہے تو فرمایا۔ وَلَأَجْرُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ. اور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

هٰذا كتٰبنا ينطق عليكم بالحق

یہ ہمارا دفتر ہے، بولتا ہے تمہارے کام ٹھیک (الجاثیہ)

اُردو زبان میں قرآنِ پاک کی ضخیم ترین مُستند تفسیر

مواہب الرحمٰن

مصنف

بحر العلوم علامہ سیّد امیر علی ملیح آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۸ء — ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۹ء

پارہ ۱۳

مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ

۳۲-اے شاہ عالم مارکیٹ۔ لاہور

Marfat.com